العُروۃُ فِی مَنَاسِکِ الحَجّ و العُمْرَۃ

فتاویٰ حج و عمرہ

کتاب کی ۱۱ جلدوں سے استفادہ حاصل
کرنے کے لیے تفصیلی فہرست

سوال کا عنوان	جلد نمبر - صفحہ نمبر

تالیف

شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:32439799

فہرست مضامین

(تفصیلی)

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
☆	پیش لفظ	

میقات ص ۲

	میقاتی کے لئے حج کے احرام کا مقام	۱_۹۴
	حرم مکہ معظّمہ کی حدود اور ان کے فاصلے	۱_۹۶
	مزدلفہ وعرفات حدودِ حرم میں ہیں یا خارج	۱_۱۰۱
	کیا حدیبیہ، تنعیم اور جعرانہ حدود حرم میں ہیں	۱_۱۰۲
	وادی عُرنہ حدود میں ہے یا نہیں	۱_۱۰۸
	مکہ مکرمہ سے جعرانہ زیارت کے لئے جانے والوں کے احرام کا حکم	۱_۱۱۰
	مدینہ منورہ سے براستہ طائف بغیر مکہ مکرمہ آنا	۱_۱۱۲
	جدہ جا کر واپس آنے والے کے احرام کا حکم	۱_۱۱۵
	مکہ مکرمہ سے طائف گھومنے کی غرض سے جانے والوں کے احرام کا حکم	۴_۲۴
	جدّہ سے براستہ مکہ طائف جانے والے کے احرام کا حکم	۷_۵۷

	جدہ سے حج یا عمرہ کے ارادے سے بلا احرام مکہ آنے والے کا حکم	۱۱_۳۲

نیت ۱۷

	طواف میں نیت کا حکم	۱_۱۲۱
	حج یا عمرہ کی نیت کے بغیر مکہ مکرمہ آنے والے کا حکم	۴_۹
	حرم یا حِل میں رہنے والے کا آفاق سے قِران کی نیت کرنا	۴_۱۳
	سعی، وقوفِ عرفہ اور رمی وحلق میں نیت کا حکم	۴_۹۱
	احرامِ متعین کے بغیر طواف شروع کرنے والے کا حکم	۷_۱۲
	عمرہ ادا کرنے سے قبل حج کی نیت کرنا	۹_۹

احرام ص ۲۵

	حِل کے رہنے والے کا حرم سے حج کا احرام باندھنا	۱_۸۰
	گونگے کے احرام کا حکم	۱_۸۳
	حالتِ احرام میں مَیل چھڑانے کا حکم	۱_۹۱
	حالتِ احرام میں چارپٹی کی چپل پہننے کا حکم	۱_۹۲
	حج یا عمرہ کا ارادہ رکھنے والا مُحرِم کب کہلائے گا؟	۴_۳۱
	میقات سے احرام باندھنا افضل ہے یا میقات سے پہلے	۵_۷
	مکہ میں اقامت پذیر کا اپنے ہوٹل سے احرام باندھ کر عمرہ کرنا	۵_۱۳
	صرف نیت کر لینے سے احرام والا نہ ہوگا	۵_۱۹

	صرف تلبیہ کہہ لینے سے احرام والا نہ ہوگا	۵_۲۲
	نیند میں منہ سے نکلنے والا پانی ناپاک نہیں	۵_۲۶
	حالتِ احرام میں سر پر سامان اُٹھانے کا حکم	۵_۲۷
	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (احرام پر نجاست)	۶_۲۶
	نمازِ احرام سنّت مُؤکّدہ ہے	۷_۷
	کیا احرام صرف دو چادریں پہن لینے کا نام ہے	۷_۸
	بلا احرام جدہ پہنچنے والے مُتمتّع کا حکم	۷_۵۰
	کراچی سے جانے والے کا ریاض یا جدہ سے احرام باندھنا	۸_۷
	جدہ والوں کا بلا احرام مکہ آکر حج کا احرام باندھنا	۸_۸
	آفاقی کا بلا احرام سرزمین حرم سے گزرنا	۸_۱۳
	حِل والے کا عمرہ کے احرام سے باہر آنے سے قبل حج کا احرام	۸_۵۷
	آفاقی کا بلا احرام براستہ جدہ مکہ آنا	۹_۱۵
	جدہ سے کام اور حج کے ارادے سے بلا احرام مکہ آنے والے شخص کا حکم	۹_۲۹
	حج یا عمرہ کے احرام میں جدہ جانے کا حکم	۹_۳۹
	جو شخص بلا احرام مکہ آئے پھر حج کا احرام باندھے	۱۰_۲۰
	اہل جدہ کا حج کے ارادے سے بلا احرام مکہ آنا	۱۰_۲۲
	میقات سے احرام باندھنا واجب ہے	۱۰_۲۳

عمرہ ص۵۲

	عمرہ کی فضیلت رمضان وغیر رمضان میں	۱_۹
	عمرہ شعبان میں شروع کر کے رمضان میں پورا کرنا	۱_۱۳
	مکی، آفاقی اور متمتع کے لئے عمرہ کا حکم	۱_۱۴
	عمرہ کا احرام جعرانہ سے باندھنا افضل ہے یا مسجد عائشہ سے	۱_۱۸
	کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھا ہے	۱_۲۰
	مقام تنعیم اور جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھنا	۱_۲۱
	۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذوالحجہ کو عمرہ کا احرام باندھنا	۱_۲۴
	حاجی کے لئے عمرہ کرنا کب مکروہ ہے؟	۱_۲۹
	مدینہ منورہ اور جدہ کے رہنے والوں کا اَشْہُرِ حج میں عمرہ کرنا	۱_۳۲
	متمتع کا ادائیگی حج سے قبل عمرے کرنا	۱_۳۴
	عمرہ کی سعی کے بعد حلق یا تقصیر کے بغیر دوسرے احرام کا حکم	۲_۱۱۰
	قارن اگر عمرہ ترک کر کے صرف حج کے ارکان ادا کر لے تو اس کا حکم	۴_۱۶
	حنفی و شافعی مذہب میں مُتمتّع کا حج سے قبل عمرے کرنا	۴_۱۲۶
	ایک عمرہ کے حلق سے قبل دوسرے عمرہ کا احرام	۶_۷۲
	عمرہ کے بعد بغیر حلق کے دوسرے عمرے کا احرام باندھنا	۷_۴۸
	جدہ سے احرام باندھنے والے آفاقی کا حکم جس نے عمرہ فاسد کر دیا	۷_۵۵

	سات تاریخ کو مکہ آنے والے عمرہ ادا کر کے منیٰ جائیں	۹_۱۲۱
	قرض لے کر عمرہ ادا کرنا	۱۰_۹
	رمضان میں عمرہ ادا کرنا افضل ہے یا حج کے مہینوں میں	۱۰_۱۱
	پانچ ایام میں عمرہ کی کراہت	۱۰_۱۳

طواف ص ۷۶

	(ا) استلام ۔ اضطباع	
	حجرِ اسود کے مقابل تکبیر کے ساتھ ہاتھ اُٹھانا	۱_۱۲۲
	استلام حجر کی کیفیت	۱_۱۳۲
	حاجی یا مُعتمِر اپنا دایاں کندھا کب کھولے؟	۵_۳۴
	اضطباع کتنے پھیروں میں کرے؟	۵_۳۷
	طوافِ زیارت میں اضطباع کا حکم	۵_۳۹
	سلے ہوئے کپڑے پہننے والے کا اضطباع	۵_۴۴
	نیتِ طواف، تکبیر طواف اور استلام الحجر الگ الگ ہیں	۷_۱۳
	دوران طواف بار بار ہاتھ اٹھانا	۱۱_۴۸
	(ب) عمرہ ص ۸۹	
	عمرہ افضل ہے یا صرف طوافِ کعبہ	۱_۱۲
	طواف کے نفل پڑھے بغیر دوسرا طواف شروع کرنا	۱_۱۴۰

	نمازِ طواف پڑھے بغیر دوسرا طواف شروع کر دیا، یاد آنے پر کیا کرے	۱_۱۴۳
	قارن اور متمتع کے حق میں طوافِ قُدوم کا حکم	۱_۱۴۴
	عمرہ کا احرام باندھ کر آنے والا اور طواف تحیۃ المسجد	۴_۵۵
	طواف کے پھیروں میں شک واقع ہونے پر کیا کرے؟	۴_۵۷
	طواف کے پھیروں میں شک واقع ہو تو کیا کرے؟	۸_۱۸
	عمرہ کا طواف مکمل کئے بغیر نفلی طواف کرنا	۸_۲۱
	(ج) نفلی طواف ص ۹۸	
	آفاقی و مکی کے حق میں نفلی طواف افضل ہے یا نفل نماز	۳_۳۴
	عمرہ میں سعی سے قبل نفلی طواف کا حکم	۷_۳۳
	عمرہ میں حلق سے قبل نفلی طواف کرنا	۸_۲۰
	(د) زیارہ ص ۱۰۲	
	حج میں طوافِ زیارت کی حیثیت	۱_۱۴۶
	طوافِ زیارت کے وقت کی تفصیل	۱_۱۴۸
	طوافِ زیارت کے کتنے پھیرے فرض ہیں؟	۱_۱۵۰
	کیا کوئی چیز طوافِ زیارت کا بدل ہو سکتی ہے؟	۱_۱۵۲
	بارہ ذوالحجہ غروب آفتاب سے قبل چار چکر طواف کا حکم	۱_۱۵۳

	رمی، قربانی، حلق اور طوافِ زیارت میں ترتیب کا حکم	۲_۱۲۳
	طوافِ زیارت کئے بغیر میقات سے عمرہ کا احرام باندھنے والا پہلے کیا کرے	۵_۵۲
	طوافِ زیارت کی حج میں اہمیت	۷_۹۴
	تاخیر طواف زیارت اور حادثہ منیٰ	۱۰_۸۶
	نجس کپڑوں میں طواف زیارت کا حکم	۱۱_۴۱
	زخمی ہونا تاخیر طواف زیارت کا عذر ہے یا نہیں؟	۱۱_۴۹
	(ہ) وداع ص ۱۱۳	
	طوافِ وداع کس پر واجب ہے؟	۱_۱۵۷
	حج کرنے کے بعد مدینہ طیبہ جا کر دوبارہ مکہ مکرمہ آنے والے کے طوافِ وداع کا حکم	۱_۱۵۹
	حج کے بعد کسی کام سے مدینہ طیبہ جانے والے گروپ لیڈر کے لئے طواف وداع کا حکم	۴_۱۲۹
	جِل کی طرف نکلنے والے آفاقی کے لئے طوافِ وداع	۴_۱۳۲
	طوافِ وداع کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟	۷_۹۹
	(و) طواف غلطیاں۔ کفارہ ص ۱۱۹	
	عمرہ میں بے وضو طواف وسعی کا حکم	۱_۳۶
	دورانِ طواف سینہ یا پیٹھ کعبہ کی طرف کرنے کا حکم	۴_۵۳

	طواف کے سات پھیروں کے بعد بھول کر آٹھواں شروع کرنا	۵_۵۰
	اُلٹا طواف کرنے والے کا حکم	۶_۴۰
	بے وضو یا حالتِ جنابت کے لئے نفلی طواف کا حکم	۶_۴۹
	بے وضو یا حالت جنابت میں طوافِ زیارت یا وداع کرنا	۶_۵۳
	عمرہ میں طواف کے تین چکر کے بعد سعی کر کے حلق کروانے کا حکم	۸_۶۶
	طوافِ عمرہ میں چھ پھیروں کے بعد عمرہ مکمل کرنے والے کا حکم	۹_۵۰
	پیدل چلنے پر قادر شخص کا وہیل چیئر پر طواف کرنا	۹_۵۷
	(ز) متفرق ص ۱۳۳	
	بڑھاپے میں کمزور مٹانے والے کا مسجد حرام میں جانا	۳_۱۳۳
	نیپی لگے بچے کا دورانِ طواف پیشاب کرنا	۳_۱۳۴
	دورانِ طواف وسعی قصیدہ بُردہ یا حمد ونعت پڑھنا	۴_۴۳
	دورانِ طواف بلند آواز سے دُعائیں مانگنا	۴_۴۶
	حالتِ طواف میں نماز کی طرح ہاتھ باندھنا	۴_۵۱
	دورانِ طواف چپل وغیرہ پہننے کا حکم	۴_۶۲
	چھت سے طواف کا حکم	۴_۶۴
	طواف میں طہارت حکمیہ کی حیثیت	۶_۴۳
	طواف میں نجاست حقیقیہ سے پاکیزگی حاصل کرنا	۶_۶۰
	طواف کرنے والے کے کپڑوں پر نجاست کا حکم	۶_۶۳

	طوافِ عمرہ میں جسم پر نجاست حقیقیہ کا حکم	۹_۵۲
	طواف میں دعائے (حضرت) آدم علیہ السلام	۹_۶۹

سعی ص ۱۵۱

	سعی میں ایک چکر سے مراد	۲_۱۲
	حج کی سعی اور احرام	۲_۱۴
	حج کی سعی میں افضل کیا ہے؟ طوافِ زیارت سے پہلے کرنا یا بعد میں	۲_۱۵
	منیٰ روانگی سے قبل حج کی سعی کرنا جائز ہے	۲_۱۹
	منیٰ روانگی سے قبل کی جانے والی حج کی سعی میں احرام کا حکم	۲_۲۲
	حج کی سعی میں تاخیر کا حکم	۲_۲۵
	حج کی سعی کئے بغیر وطن واپسی کا حکم	۲_۲۷
	حج کی چھوڑی ہوئی سعی دوسرے سفر میں ادا کرنے پر دَم ساقط ہوگا یا نہیں؟	۲_۲۸
	حج کی سعی نہیں کی تو کیا حاجی پر کوئی پابندی باقی رہے گی؟	۲_۳۳
	سعی کے چکروں میں تفریق کا حکم	۴_۷۸
	قارن اگر عمرہ کی سعی نہ کر سکے تو اس کا حکم	۴_۸۰
	حج کی سعی کئے بغیر مدینہ طیبہ جانا اور واپس آ کر عمرہ کرنا	۴_۱۳۴
	حج کی سعی کئے بغیر مدینہ طیبہ جانے کا حکم	۴_۱۳۶

	عمرہ میں پہلے سعی کرنے والے کا حکم	۷_۳۴
	سعی کرنے والا کس صورت میں تلبیہ کہے گا؟	۸_۲۳
	بلاعُذر وہیل چیئر پر سعی کرنا	۸_۲۴
	صفا و مروہ پر دعائیں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا	۸_۲۶
	عمرہ میں ایک چکر سعی کے بعد حلق کا ارادہ رکھنے والا	۹_۱۱۲

مناسکِ منیٰ (۸ ذی الحجہ) ص ۱۷۲

	آٹھ ذوالحجہ کو منیٰ جانا اور نو کی رات منیٰ میں گزارنا	۲_۳۵

مناسکِ عرفات ص ۱۷۴

	وقوفِ عرفہ اور رؤیتِ ہلال	۲_۵۹
	کیا یومِ عرفہ ایامِ حج میں شامل ہے	۲_۶۲
	وقوفِ عرفہ کا مکمل وقت مسجد نمرہ کے عرفات سے خارج حصے میں گزارنے والے کا حکم	۲_۶۳
	حاجی اور یومِ عرفہ کا روزہ	۲_۶۷
	عرفات میں نو ذوالحجہ کو جمع بین الصلاتین کا حکم	۲_۷۰
	قربانی پر قدرت نہ رکھنے والے حاجی کے لئے روزہ کا حکم	۲_۹۰
	جبل رحمت پر چڑھنا	۸_۷۷
	غُروب کے بعد عرفات آنے والے حاجی کے لئے وقت کی کوئی قید نہیں (حذف)	۹_۱۱۶

مناسکِ مزدلفہ ص ۱۸۴

	شبِ مزدلفہ میں مغرب وعشاء کا حکم	۲_۷۴
	مزدلفہ میں حقوق العباد کی معافی	۲_۸۰
	مزدلفہ سے منیٰ کو کب روانہ ہونا	۲_۸۳
	ناپاک جگہ سے کنکریاں اٹھا	۴_۱۱۲
	کنکریوں کو دھونا کیسا ہے؟	۴_۱۱۶
	حاجی مزدلفہ میں نماز مغرب ادا کی نیّت سے پڑھے	۷_۸۷
	مزدلفہ میں مغرب وعشاء کے مابین تکبیر تشریق	۷_۹۰
	بلا عذر شرعی وقوف مزدلفہ کا ترک	۱۰_۶۸
	وقوف مزدلفہ	۱۰_۷۰
	مناسکِ منیٰ (۱۰،۱۱،۱۲ ذی الحجہ) ص ۱۹۶	
	گیارہ اور بارہ ذوالحج کی راتیں منیٰ میں گزارنا	۲_۳۸
	۱۱ اور ۱۲ تاریخ کو رمی کا حکم	۲_۴۱
	غروبِ آفتاب کے بعد رمی کا حکم	۲_۵۱
	ترکِ رمی کا حکم	۲_۵۲
	جمرات سے کنکریاں اُٹھانا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟	۴_۱۱۳
	تیرہ ذوالحجہ کو رمی کا وقت	۴_۱۱۸
	رمی کے وقت طہارت کا حکم	۴_۱۲۰
	جمرات کی رمی میں ترتیب	۶_۱۱
	منیٰ کی راتیں مکہ میں گزارنے والے کا حکم	۸_۳۴

	بارہ تاریخ کی رمی زوال سے قبل جائز نہیں	۹_۷۲
	جمرۂ عقبہ کی رمی دو کنکریاں باہر گریں تو حکم	۹_۷۴
	گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کی رمی	۹_۷۶
	جمرات کی رمی کے بعد دُعا کس جگہ مانگی جائے؟	۹_۸۴
	رمی جمرات میں ترتیب کا حکم	۹_۸۹
	حاجی دس ذوالحجہ کو منیٰ میں عید کی نماز کیوں ادا نہیں کرتے؟	۹_۱۱۵
	کیا تیرہ تاریخ کو رمی کرنا سنت سے ثابت ہے؟	۱۰_۵۹
	رات میں رمی کرنا کیسا ہے؟	۱۰_۶۳
	مکہ یا عزیزیہ میں ٹھہرنا اور رمی کے لئے منیٰ آنا	۱۱_۵۵

قربانی ص ۲۲۲

	حج تمتع اور قران میں جانور ذبح کرتے وقت نیت	۲_۸۸
	نابالغ پر نہ دم شکر لازم ہے نہ دم جبر	۴_۱۲۰
	حج میں قربانی کے لئے ٹوکن خریدنا	۴_۱۲۲
	حج میں دم شکر کی جگہ قربانی کرنا	۵_۹۵
	مقیم عارضی پر قربانی	۸_۳۸
	اونٹ یا گائے میں شریک افراد کی جہاتِ مختلفہ	۸_۵۰
	حجِ قِران یا تمتّع میں جو جانور ذبح کیا جاتا ہے کیا اُس سے قربانی ادا ہو جاتی ہے؟	۸_۵۱

	حج کی قربانی اوردَم کا ذبح حرم کے ساتھ خاص ہے	۹_۹۵
	دم جبر میں اخفاء مستحب ہے	۹_۹۹
	قربانی میں اُس جگہ کا اعتبار ہے جہاں قربانی ہورہی ہو	۹_۱۰۰
	کیا حاجی منیٰ میں عیدنماز سے قبل قربانی کرسکتا ہے؟	۹_۱۰۸
	مسافر حاجی پر قربانی کے وجوب کا حکم	۱۰_۳۷
	مقیم حاجی کے فقیر شرعی ہونے کی وجہ سے عیدالاضحیٰ کی قربانی کا حکم	۱۰_۷۷
	حاجی پر عیدالضحی کی قربانی کا وجوب اور ایک اشکال	۱۱_۵۶

حلق وقصر ص ۲۳۸

	عمرہ والا احرام کھول کر حلق یا قصر کرائے یا کھولنے سے قبل	۲_۹۵
	عمرہ کر کے سر کا کچھ حصہ منڈایا تو احرام سے باہر ہوا یا نہیں	۲_۹۶
	تقصیر میں ایک پورے سے کم بال کٹوانے کا حکم	۲_۹۷
	احرام کھولنے کے وقت اپنے جیسے کا سر مونڈنا	۲_۹۸
	حلق میں سر کے کچھ بال رہ جانے کا حکم	۴_۹۶
	حج اور اس کی اقسام افراد ص ۲۴۲	
	کیا آفاقی حجِ افراد کرسکتا ہے؟	۱_۵۰
	کیا مدینہ شریف کے رہنے والے حجِ افراد کرسکتے ہیں؟	۷_۸۲

	آفاقی کا حجِ افراد میں طوافِ قُدوم کو ترک کرنا	۸_۶۹
	تمتع ص ۲۴۵	
	آفاقی اشہُرِ حج میں عمرہ کرنے کے بعد میقات سے باہر جا کر اُسی سال حج کرے تو کونسا حج ہوگا؟	۱_۳۹
	متمتع جانور ذبح نہ کرسکے تو کیا کرے	۲_۸۸
	آفاق سے حج کا احرام باندھنے والے متمتع کے لئے طوافِ قدوم کا حکم	۴_۴۰
	شوال میں عمرہ ادا کر کے کراچی آکر تمتّع کا احرام باندھ کر جانا	۸_۱۲
	متمتّع کا عمرہ ادا کر کے میقات سے باہر جانا	۸_۳۳
	بغیر احرام میقات سے گزرنے والے کا حج تمتّع کرنا	۹_۱۳
	آفاقی اشہُرِ حج میں عمرہ ادا کر کے اقامت کی نیت کرلے تو تمتع کا حکم	۱۰_۹۹
	متمتع کا عمرہ کے بعد احرام کھولے بغیر حج کا احرام باندھنا	۱۱_۱۲
	قِران ص ۲۵۱	
	آفاقی کا عمرہ کے بعد مدینہ طیبہ سے قران کی نیت کرنا	۱_۴۲
	جدّہ میں رہنے والے کا حجِ قران	۷_۷۶
	مدینہ طیّبہ سے حج قِران کا حکم	۷_۸۴

	قارن پر کب دو جزائیں لازم آتی ہیں؟	۸_۳۵
	قارن کا کسی کام سے حدودِ حرم سے باہر جانا	۱۰_۴۸
	حج قران کا احرام باندھنے پر کب دو دم لازم آتے ہیں؟	۱۱_۹
	بغیر احرام مکہ آنے والے آفاقی کا حج قران	۱۱_۱۴
	متفرقات (ا۔مسافر۔مقیم) ص۲۶۱	
	کیا مکہ اور منیٰ الگ الگ بستی ہیں (نماز مسافر۔مقیم)	۳_۷
	آفاقی کا مکہ میں پندرہ سے کم دنوں کی اقامت کی نیت کرنا	۳_۲۷
	مقیم مکہ جدہ ہو کر آجائے تو مقیم رہے گا یا نہیں؟	۶_۹۱
	وطنِ اقامت سے مدت سفر کو رواگی سے ہی وطنِ اقامت باطل ہو جاتا ہے	۸_۷۹
	اشہر حج میں عمرہ ادا کرنا اور مکہ مکرمہ کو وطن اقامت بنالینا	۹_۱۲۴
	مقیم انشاء سفر سے مسافر ہو جاتا ہے	۱۰_۲۸
	نیت اقامت کے بعد مدت سفر سے کم فاصلہ پر واقع کسی جگہ جانا	۱۰_۲۹
	دو جگہ پندرہ دن گزارنے کے ارادے سے مسافر نہ ہوگا	۱۰_۳۱
	دو مختلف جگہوں پر ٹھہرنے کا ارادہ رکھنے والے مسافر کا حکم	۱۱_۶۵

	متفرقات (ب۔نماز) ص۲۷۴	
	نمازِ طواف ترک کرنے کا حکم	۱_۱۳۶
	وہ اوقات جن میں نمازِ طواف پڑھنا ممنوع ہے	۱_۱۳۸
	نمازِ عصر کے بعد نمازِ طواف کا حکم	۱_۱۳۹
	تیئیس (۲۳) ذوالقعدہ کو فجر یا ظہر کے وقت مکہ پہنچنے والے کی نمازوں کا حکم	۳_۳۰
	سفر میں سُنن کا حکم	۳_۳۲
	مکہ مکرمہ میں استقبالِ قبلہ کا حکم	۳_۳۹
	جہری نماز میں ترکِ جہر کا حکم	۳_۵۴
	ہوائی سفر کے لئے جمع بین الصلاتین کا حکم	۳_۵۷
	شہر کے کسی ہوٹل میں جمعہ قائم کرنے کا حکم	۳_۶۷
	قضاء نمازوں کی ادائیگی میں ترتیب کا حکم	۳_۷۰
	مطاف میں نمازی کے آگے سے گزرنا	۳_۷۳
	نمازی کے آگے سے گزرنا اور حرم مکہ (طوالت کی وجہ سے آخر میں)	۳_۷۵
	خلافِ قانون چُھپ کر رہنے والوں کی نماز کا حکم	۴_۱۳۸
	جمعہ کے روز عرفات میں نماز جمعہ کا حکم	۹_۱۱۷
	ایام منیٰ میں جمعہ کے روز نماز ظہر باجماعت نہ پڑھی جائے	۱۰_۵۰
	منیٰ میں نماز جمعہ وعید کا حکم	۱۰_۵۳

	متفرقات (ج۔متفرق) ص ۳۱۹	
	فقیر آفاقی اگر حج کرلے تو اس کا فرض ادا ہوجائے گا	۱۔۵۱
	وقوفِ عرفہ سے قبل مُحرِم بچے کا بالغ ہونا	۱۔۶۸
	آبِ زم زم سے وضو وغسل کا حکم	۳۔۱۱۷
	آبِ زم زم میں کفن کی چادریں بھگونا کیسا ہے؟	۳۔۱۲۲
	مسجد الحرام اور مسجد نبوی سے آبِ زم زم بھر کر باہر لانے کا حکم	۳۔۱۲۵
	حرم مکہ سے کوئی چیز بطور تبرک اُٹھا کر لانا	۳۔۱۲۸
	بئر طویٰ سے نبی ﷺ کے غسل فرمانے کا ثبوت	۳۔۱۳۰
	حج یا عمرہ کے بعد احرام کی چادروں کو پھینک دینا اسراف ہے	۳۔۱۳۵
	جمعہ کے روز حج کی فضیلت	۳۔۱۳۶
	آبِ زمزم کس نیت سے پیا جائے؟	۴۔۸۶
	حاجی تلبیہ پڑھنا کب موقوف کرے؟	۵۔۳۰
	کعبہ معظّمہ پر پہلی نظر پڑے تو کونسی دعا مانگے؟	۵۔۳۲
	مکہ مکرمہ سے پیدل اور سوار ہوکر منیٰ وعرفات جانے میں فرق	۵۔۴۷
	منی کی حُدود اور اس میں توسیع	۵۔۵۳
	نیو منیٰ میں خیمے لینا کیسا ہے؟	۵۔۵۶
	بیت اللہ شریف پر پہلی نظر اور دُعا	۷۔۱۰
	داہنی جانب سے ابتداء طواف کی حکمت	۷۔۱۷
	حاجی کا تجارت کرنا	۸۔۸۶
	احرام میں جوتے پہننے کی صورت	۱۰۔۳۲
	ایام منی میں گروپ آرگنائزروں کا حجاج کو منی میں چھوڑنے کی ترغیب دلانا	۱۰۔۵۵

	مسافر حاجی پر ابن السبیل کا اطلاق	۱۰۔۷۹
	حج میں خصوصا رفث، فسوق اور جدال سے منع کیوں؟	۱۱۔۱۰
	وزٹ ویزہ پر حج ادا کرنا	۱۱۔۱۳
	کامل حاجی کسے کہتے ہیں؟	۱۱۔۱۶
	حرام مال سے حج کرنے کا حکم	۱۱۔۱۸
	عمرہ کے لئے جاتے وقت کسی غیر محرمہ کو محرمہ بنانا کیسا؟	۱۱۔۲۹
	تلبیہ کہنے والے کو سلام کرنا	۱۱۔۶۹
	دم کے ذبح شدہ جانور فقراء سے خریدنا	۱۱۔۷۱
	حرم کی ایک نیکی لاکھ نیکیوں کے برابر ہے	۱۱۔۷۳
	عورتوں کے مسائل ص ۳۶۷	
	(۱) متفرق	
	کراچی سے جانے والی عورت احرام کی نیت کہاں سے کرے؟	۱۔۷۱
	عورت کن کن مردوں کے ساتھ سفرِ حج وعمرہ کے لئے جاسکتی ہے	۲۔۱۳۳
	بغیر محرم کے سفر حج کا شرعی حکم اور حکومت کی حج پالیسی	۲۔۱۳۳
	عورتوں کا بلند آواز تلبیہ پڑھنا اور دعائیں مانگنا	۲۔۱۳۹
	عورت سفر حج میں بیوہ ہوجائے تو مناسکِ حج ادا کرے یا نہ	۲۔۱۵۳
	احرام کے بغیر طواف میں عورت چہرہ نہیں کھولے گی	۲۔۱۵۳
	سرزمینِ حرم میں سر سے جوئیں نکالنا	۳۔۱۳۱
	طوافِ کعبہ اور بے پردگی یا ستر عورت	۴۔۶۷
	عام حالات میں عورت نماز میں منہ کھولے گی	۸۔۷۴
	سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حج	۱۰۔۳۶

	عورت عدت میں ہوتو محصرہ کہلائے گی یانہیں؟	۱۰_۹۱
	(ب) ایامِ مخصوصہ ص ۳۸۴	
	منیٰ میں غسل کی صورت	۲_۵۶
	منیٰ میں غسل فرض ہونے کی صورت میں تیمّم کرنے کا حکم	۲_۵۷
	حالتِ حیض میں عورت احرام کیسے باندھے اورافعال حج کیسے ادا کرے؟	۲_۱۴۰
	حالتِ حیض میں کون کون سے افعال ممنوع ہیں؟	۲_۱۴۱
	حج سے بارہ روز قبل عمرہ کے احرام کی حالت میں حیض کا آجانا	۲_۱۴۳
	حائضہ کے لئے احرام حج کے وقت غسل کا حکم	۲_۱۴۴
	اُحرِمہ مکہ آئی پھر میقات سے باہر چلی گئی واپسی کا کیا حکم ہے	۵_۱۷
	ماہواری کا اندیشہ ہوتو عورت کس حج کا احرام باندھے	۵_۲۴
	بلا احرام مکہ پہنچنے والے حاجی کا حکم (ایام مخصوصہ)	۶_۳۸
	طہر متخلّل میں کئے گئے نفلی طوافوں کا حکم	۶_۵۶
	حجِ تمتع کی نیت سے آنے والی عورت کو ماہواری آجانا	۶_۷۵
	حجِ قران کی نیت سے آنے والی عورت کو ماہواری آجانا	۶_۸۰
	ایام حیض میں پائے جانے والے طُہر میں ادا کئے گئے عمرہ کا حکم	۶_۸۲
	حج میں مانع ماہواری گولیوں کا استعمال	۶_۹۱
	سفید رطوبت آنے کی صورت میں طواف کا حکم	۷_۱۸
	مُحرمہ ماہواری آنے پر احرام کھول دے تو کیا حکم ہے؟	۷_۳۹
	طُہر متخلّل میں عمرہ ادا کرلیا تو کیا حکم ہے؟	۷_۴۱
	احرام سے باہر ہونے کے لئے نیت کی حیثیت	۹_۴۰
	حائضہ اور حج تمتع	۱۰_۳۴
	متمتعہ حائضہ حج کا احرام لب باندھے	۱۱_۲۳
	حائضہ کا عمرہ ادا کرنا	۱۱_۲۵
	دوا کے ذریعے ماہواری روکی عمرہ ادا کیا پھر آگئی تو حکم	۱۱_۲۷
	حالت ماہواری میں ادا کئے گئے طواف عمرہ کا حکم	۱۱_۳۹
	حائضہ کے طواف کی حرمت سے مراد کیا ہے؟	۱۱_۴۷
	(ج) سعی ص ۴۰۳	
	مسعیٰ مسجد الحرام کی حُدود میں ہے یا خارج	۲_۹
	حالتِ حیض میں سعی کا حکم	۲_۲۳
	(د) رمی ۴۰۶	
	عورتوں کے لئے دن میں رمی افضل ہے یا رات میں	۶_۱۷
	رمی میں عورتوں کا نائب بننا	۶_۳۳
	(ہ) تقصیر ص ۴۰۷	
	عورت کا تقصیر سے قبل کنگھی کرنا	۲_۱۱۲
	تقصیر سے قبل عورت کا اپنے سر کو ننگا کرنا	۲_۱۵۲
	عورت کے بال تقصیر کے قابل نہ ہوں تو احرام سے کیسے نکلے	۴_۹۹
	عورت کے حق میں حلق کروانا کیسا ہے	۵_۹۸
	عورت کے بال چھوٹے بڑے ہوں تو تقصیر کا حکم	۵_۹۹
	عورت کے بال چھوٹے ہوں تو تقصیر کا حکم	۶_۷
	رمی جمرۂ عقبہ کے بعد محرمہ کا دوسری محرمہ کے بال کاٹنا	۸_۲۷
	عورت کا ایک پورے سے کچھ کم بال کاٹنا	۸_۳۰

	(و) طواف زیارہ۔ وداع ص ۴۱۹	
	حیض ونفاس کے سوا تاخیر طوافِ زیارت اور دم کا حکم	۱۵۶_۱
	عورت حالتِ حیض میں طوافِ زیارت کرلے تو حج کا حکم	۱۴۶_۲
	ماہواری ختم ہونے پر طوافِ زیارت کیا کہ پھر شروع ہوگئی	۱۴۸_۲
	حائضہ عورت اور طوافِ وداع	۱۵۱_۲
	حائضہ کا بوقتِ رُخصت کعبہ کی زیارت کرنا	۳۷_۶

	جنایات ص ۴۲۴ (جُرم اور اُن کے کفارے) (ا) متفرق، (ب) خوشبو، (ج) کپڑے۔ پٹی، (د) بال، ناخن، (ہ) طواف، (و) سعی، (ز) رمی، ۴۷۸، (ح) جوں ۴۷۹ (ط) میقات، ۴۸۱ (ی) احرام پر احرام ۴۸۲	
	(ا) متفرق ۴۲۴	
	دیدہ دانستہ ترکِ واجب کا ارتکاب کرنا	۱۰۱_۲
	صدقہ کی مقدار اور اس کی ادائیگی کا حکم	۱۰۳_۲
	حلق یا تقصیر کروائے بغیر ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب	۱۰۴_۲

	اناج وغیرہ میں صدقہ کی جگہ قیمت ادا کرنے کے بارے میں سوال	۱۲۴_۴
	صدقہ حدودِ حرم میں ادا کرنا ضروری نہیں	۱۲۵_۴
	قصداً ممنوعات احرام کے مرتکب و تارکِ واجبات کا حکم	۱۸_۶
	دم فوری دینا ضروری ہے یا اس میں تاخیر کی اجازت ہے؟	۸۹_۶
	فاسد تاویل سے ممنوعات اِحرام کے مُرتکب میں مذاہب	۲۱_۷
	دَم جبر کی ادائیگی علَی التّراخی واجب ہے	۵۹_۸
	(ب) (خوشبو) ۴۳۹	
	حالتِ احرام میں کنگھی کرنے اور صابن سے نہانے کا حکم	۸۴_۱
	حالتِ احرام میں خوشبودار صابن استعمال کرنے کا حکم	۳۷_۴
	حلق کے وقت خوشبو والے صابن یا شیمپو کا استعمال	۹۳_۴
	احرام سے قبل لگائی گئی خوشبو کا احرام کے بعد ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا	۲۶_۵
	حالتِ احرام میں خوشبو سونگھنے کا حکم	۲۹_۶
	حالتِ احرام میں موتیا اور خوشبو والی کریم کا حکم	۳۱_۶
	احرام سے قبل لگائی گئی خوشبو کا بعد میں دوسرے عضو کی طرف منتقل ہونا	۱۹_۹
	کیا مُحرم عطر کی شیشی اُٹھا سکتا ہے؟	۲۱_۹
	خوشبو کا احرام کے بعد پسینے سے دوسری جگہ منتقل ہونا	۲۲_۹

	عطر کی شیشی ٹوٹنے سے احرام کو خوشبو لگنے کا حکم	۹_۲۵
	طواف عمرہ کے دوران کسی کا اُسے خوشبو لگا دینا	۹_۴۱
	(ج) کپڑے۔ پٹی ۴۵۲	
	مُحرِم کا چہرہ ڈھک کر سونا	۱_۸۹
	بغیر احرام حرم میں داخل ہونے کا حکم	۱_۱۱۶
	مُحرِم کا بھولے سے قلیل مدت کے لئے اپنے چہرے کو چُھپا لینا	۲_۱۱۳
	بھولے سے یا کسی دوسرے کے فعل سے مُحرم کے سر یا چہرے پر کپڑا آجانے کا حکم	۲_۱۱۷
	زخم پر پٹی باندھنے والے مُحرِم کا حکم	۴_۳۳
	حالتِ احرام میں نماز کے لئے ٹوپی پہننے والے کا حکم	۴_۳۵
	حالتِ احرام میں جسم پر پٹی باندھنا	۶_۲۸
	(د) حلق (بال کٹوانا)۔ ناخن ۴۶۱	
	عمرہ میں سعی کئے بغیر حلق کروانے کا حکم	۲_۱۱۰
	متمتع کا قربانی سے قبل حلق کروانا	۲_۱۲۲
	عمرہ میں بغیر طواف کئے سعی وحلق کروانے والے کا حکم	۴_۱۰۹
	حلق یا تقصیر کے بغیر احرام کھولنے والے کا حکم	۶_۶۴
	عمرہ میں حلق سے قبل مونچھیں منڈوانے کا حکم	۶_۶۹
	حلق یا تقصیر کے بغیر عمرہ کا احرام کھولنے والے کا حکم	۷_۴۶

	حلق میں چند جگہ سے بال مونڈ لینے کا حکم	۸_۶۲
	حلق سے قبل داڑھی کا خط بنوانے کا حکم	۸_۷۱
	حالتِ احرام میں دونوں ہاتھوں کے ناخن مختلف مجالس میں کاٹنے کا حکم	۹_۳۷
	عمرہ کی سعی کے دو پھیروں کے بعد حلق کروانے والے کا حکم	۹_۱۰۹
	محرم نے ایسے محرم کا سر مونڈھا جس کے احرام کھلنے کا وقت تھا	۹_۱۱۱
	(ہ) طواف ص ۴۷۳	
	طوافِ زیارت کے بعد حلق سے قبل ہمبستری کا حکم	۸_۵۵
	بے وضو نفلی طواف کا حکم	۸_۶۳
	دورانِ طواف بیوی کا ہاتھ تھامنے سے شہوت پیدا ہونا	۹_۴۳
	طواف زیارت میں شہوت سے بیوی کو چھونے کا حکم	۱۱_۴۳
	(و) سعی ۴۷۸	
	دورانِ سعی زوجین کا شہوت کے ساتھ ایک دوسرے کو چُھونا	۲_۱۲۱
	(ز) رمی ۴۷۸	
	تینوں دنوں کی رمی ترک کی تو کیا لازم ہوگا	۶_۳۵
	دس تاریخ کو رمی کرنے والے کی بقیہ دو واجبات میں ترتیب	۱۰_۶۵
	رمی میں محض بھیڑ کے خوف سے وکیل بنانا	۱۱_۵۲
	یوم نحر میں جمرہ عقبہ کے بجائے جمرہ اولی کی رمی کرنے کا حکم	۱۱_۵۳

	(ح)جوں۔مچھر مارنا۴۷۹	
	حدودِحرم میں جوئیں مارنے کا حکم	۳_۱۳۲
	محرم کومچھر نے کاٹا ہاتھ مارنے پر مرگیا تو کیا حکم ہوگا	۹_۳۴
	(ز)میقات۴۸۱	
	جدّہ والے کا شوال میں عمرہ ادا کر کے اسی سال حج کرنا	۸_۶۵
	(ح)احرام۴۸۲	
	حالتِ احرام میں کنگھی کرنا	۱_۸۷
	احرام میں وضو کرتے وقت یا کھجاتے وقت بالوں کا گرنا	۱_۸۸
	احرام میں منہ یا سر پر ہاتھ رکھنے کا حکم	۲_۱۱۵
	مکی کا عمرہ میں حلق سے قبل حج کا احرام باندھنا	۸_۵۳
	محصر ص۴۸۵	
	آفاقی کا عمرہ کے احرام کے ساتھ جدّہ سے واپس جانا	۷_۵۸
	آفاقی کا حج سے قبل عمرہ ادا کر کے واپس جانا	۷_۶۱
	مُحصَر کا حکم	۷_۶۲
	مُحصِر صرف ذبح کروانے سے احرام سے باہر ہو جائے گا	۸_۵۲
	حادثۂ منی میں فوت ہونے والوں کو محصر قرار دینا	۱۰_۸۱

	دم احصار ادا کئے بغیر ممنوعات کا ارتکاب	۱۰_۸۲
	زیارت المدینۃ المنورۃ ص۴۹۳	
	مواجہۂ اقدس پر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا	۴_۱۳۹
	مواجہۂ اقدس پر حاضری اور تحیۃ المسجد	۴_۱۴۸
	ماخوذ و مراجع	۵۰۰

العروۃ فی الحج و العمرۃ

فتاویٰ حج و عمرہ

تالیف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون: 2439799

نام کتاب	:	العروۃ فی الحج و العمرۃ ''فتاویٰ حج وعمرہ''
تصنیف	:	حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ
سن اشاعت	:	شوال المکرم 1428ھ۔نومبر 2007ء
تعداد اشاعت (پہلا ایڈیشن)		2600
ناشر	:	جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون: 2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net

www.ahlesunnat.net

پر موجود ہے۔

Ishaate Islam

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
☆	پیش لفظ	7
☆	پیش گفتار	8

عمرہ

۱۔	عمرہ کی فضیلت رمضان وغیر رمضان میں	9
۲۔	عمرہ افضل ہے یا صرف طواف کعبہ	12
۳۔	عمرہ شعبان میں شروع کر کے رمضان میں پورا کرنا	13
۴۔	مکی، آفاقی اور متمتع کے لئے عمرہ کا حکم	14
۵۔	عمرہ کا احرام جعرانہ سے باندھنا افضل ہے یا مسجد عائشہ سے	18
۶۔	کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھا ہے؟	20
۷۔	مقام تنعیم اور جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھنا	21
۸۔	۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذوالحجہ کو عمرہ کا احرام باندھنا	24
۹۔	حاجی کے لئے عمرہ کرنا کب مکروہ ہے؟	29
۱۰۔	مدینہ منورہ اور جدہ کے رہنے والوں کا اشہر حج میں عمرہ کرنا	32
۱۱۔	متمتع کا ادائیگی حج سے قبل عمرے کرنا	34
۱۲۔	عمرہ میں بے وضو طواف اور سعی کا حکم	36

حج اور اس کی اقسام

۱۔	آفاقی اشہر حج میں عمرہ ادا کرنے کے بعد میقات سے باہر جا کر اسی سال حج کرے تو کونسا حج ہوگا؟	39
۲۔	آفاقی کا عمرہ کے بعد مدینہ طیبہ سے قران کی نیت کرنا	42
۳۔	کیا آفاقی حج افراد کر سکتا ہے؟	50
۴۔	فقیر آفاقی اگر حج کر لے تو اس کا فرض ادا ہو جائے گا؟	51
۵۔	وقوف عرفہ سے قبل محرم بچے کا بالغ ہونا	68

احرام

۱۔	کراچی سے جانے والی عورت احرام کی نیت کہاں سے کرے؟	71
۲۔	حل کے رہنے والے کا حرم سے حج کا احرام باندھنا	80
۳۔	گونگے کے احرام کا حکم	83
۴۔	حالت احرام میں کنگھی کرنے اور صابن سے نہانے کا حکم	84
۵۔	حالت احرام میں کنگھی کرنا	87
۶۔	احرام میں وضو کرتے وقت یا کھجاتے وقت بالوں کا گرنا	88
۷۔	محرم کا چہرہ ڈھک کر سونا	89
۸۔	حالت احرام میں میل چھڑانے کا حکم	91
۹۔	حالت احرام میں چارپائی کی چپل پہننے کا حکم	92

Ishaate Islam

میقات

۱۔	میقاتی کے لئے حج کے احرام کا مقام	94
۲۔	حرم مکہ کی حدود اور اُن کے فاصلے	96
۳۔	مزدلفہ وعرفات حدودِ حرم میں ہے یا خارج	101
۴۔	کیا حدیبیہ، تنعیم اور جعرانہ حدودِ حرم میں ہیں؟	102
۵۔	وادیٔ عُرنہ حدودِ حرم میں ہے یا نہیں	108
۶۔	مکہ سے جعرانہ زیارت کے لئے جانے والوں کے احرام کا حکم	110
۷۔	مدینہ منورہ سے براستہ طائف بغیر احرام مکہ آنا	112
۸۔	جدہ جا کر واپس آنے والے کے احرام کا حکم	115
۹۔	بغیر احرام حرم میں داخل ہونے کا حکم	116

طواف

۱۔	طواف میں نیت کا حکم	121
۲۔	حجر اسود کے مقابل تکبیر کے ساتھ ہاتھ اُٹھانا	122
۳۔	استلامِ حجر کی کیفیت	132
۴۔	نمازِ طواف ترک کرنے کا حکم	136
۵۔	وہ اوقات جن میں نمازِ طواف پڑھنا ممنوع ہے	138
۶۔	نمازِ عصر کے بعد نمازِ طواف کا حکم	139
۷۔	طواف کے نفل پڑھے بغیر دوسرا طواف شروع کرنا	140

۸۔	نمازِ طواف پڑھے بغیر دوسرا طواف شروع کر دیا ہے، یاد آنے پر کیا کرے؟	143
۹۔	قارن اور متمتع کے حق میں طوافِ قدوم کا حکم	144
۱۰۔	حج میں طوافِ زیارت کی حیثیت	146
۱۱۔	طوافِ زیارت کے وقت کی تفصیل	148
۱۲۔	طوافِ زیارت کے کتنے پھیرے فرض ہیں؟	150
۱۳۔	کیا کوئی چیز طوافِ زیارت کا بدل ہو سکتی ہے؟	152
۱۴۔	بارہ ذوالحجہ غروبِ آفتاب سے قبل چار چکر طواف کا حکم	153
۱۵۔	حیض ونفاس کے سوا ہر خیر طوافِ زیارت اور دم کا حکم	156
۱۶۔	طوافِ وداع کس پر واجب ہے	157
۱۷۔	حج کرنے کے بعد مدینہ طیبہ جا کر دوبارہ مکہ آنے والے کے طوافِ وداع کا حکم	159

Ishaate Islam

پیش لفظ

حج اسلام کا اہم رُکن ہے جس کی ادائیگی صاحبِ استطاعت پر زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے، اس کے بعد جتنی بار بھی حج کرے گا نفل ہوگا اور پھر لوگوں کو دیکھا جائے تو کچھ تو زندگی میں ایک ہی بار حج کرتے ہیں کچھ دو یا تین بار، اقل قلیل ایسے ہوتے ہیں جن کو ہر سال یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا حج کے مسائل سے عدم واقفیت یا واقفیت کی کمی ایک فطری امر ہے۔ پھر کچھ لوگ تو اس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر ناجائز ہوتے ہیں اور کچھ علماء کرام کی طرف رجوع کرتے ہیں مناسکِ حج وعمرہ کی ترتیب کے حوالے سے ہونے والی نشستوں میں شرکت کرتے ہیں پھر بھی ضرورت پڑنے پر حج میں موجود علماء یا اپنے ملک میں موجود علماء سے رابطہ کر کے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ اور پھر علماء کرام میں جو مسائل حج وعمرہ کے لئے کُتبِ فقہ کا مطالعہ رکھتے ہیں وہ تو مسائل کا صحیح جواب دے پاتے ہیں اور جن کا مطالعہ نہیں ہوتا وہ اس سے عاجز ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کے زیرِ اہتمام نورمسجد میٹھادر میں پچھلے کئی سالوں سے ہر سال باقاعدہ ترتیب حج کے حوالے سے نشستیں ہوتی ہیں اسی لئے لوگ حج وعمرہ کے مسائل میں ہماری طرف کثرت سے رجوع بھی کرتے ہیں، اکثر تو زبانی اور بعض تحریری جواب طلب کرتے ہیں اور کچھ مسائل کے بارے میں ہم نے خود دارالافتاء کی جانب رجوع کیا اور کچھ مفتی صاحب نے ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء کے سفرِ حج میں مکہ مکرمہ میں تحریر فرمائے۔ اس طرح ہمارے دارالافتاء سے مناسک حج وعمرہ اور اس سفر میں پیش آنے والے مسائل کے بابت جاری ہونے والے فتاویٰ کو ہم نے علیحدہ کیا ان میں سے جن کی اشاعت کو ضروری جانا اس مجموعے میں شامل کر دیا اور ضخامت کی وجہ سے اسے تین حصوں میں تقسیم کر دیا، لہٰذا یہ حصہ اول ہے جسے جمعیت اشاعت اہلسنّت اپنے سلسلۂ اشاعت کے 163 ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کی کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے نافع بنائے۔ آمین

فقیر محمد عرفان ضیائی

پیشِ گفتار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس فقیر نے فاضل نوجوان حضرت مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی صاحب کے ''فتاویٰ حج وعمرہ'' کا کہیں کہیں سے مطالعہ کیا، میں اپنی بے شمار مصروفیات کی وجہ سے بالاستیعاب تو نہ پڑھ سکا لیکن جہاں جہاں سے بھی دیکھا اسے بہت خوب پایا، پورا فتاویٰ تقریباً 450 صفحات پر مشتمل ہے، میری دانست میں مولانا موصوف نے بے انتہاء محنت سے اس فتاویٰ کو نہایت ہی دلائل وبراہین سے مرتّع کیا، ہر مسئلہ کا جواب کئی کتب کے حوالوں سے نہایت ہی شرح وبسط کے ساتھ دیا، حج اور عمرہ ادا کرنے والوں کے لئے یہ ایک نہایت ہی نادر تحفہ ہے، حج وعمرہ کے مسائل سے دلچسپی رکھنے والے علماء کے لئے بھی نہایت ہی مفید ہے، بہت ممکن ہے کہ اس کے بعض مسائل یا کسی مسئلہ میں علماء کو اختلاف ہو، وہ دلائل شرعیہ کے ساتھ ان سے اختلاف کر سکتے ہیں، یہ فقیر انہیں یقین دلاتا ہے کہ مولانا حق کے قبول کرنے میں ہرگز تاخیر نہیں کریں گے۔

مولانا نے اپنی انتھک محنت سے یہ کام سرانجام دیا ہے، چونکہ مولانا ابھی نوجوان ہیں مجھے ان سے مزید علمی کارناموں کی توقع ہے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور اپنے دربار میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے، علماء وعوام کے لئے اسے نافع بنائے، اس کی اشاعت کی سعادت جمعیت اشاعت اہلسنّت کو حاصل ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ ان تمام نوجوانوں کی اور مولانا محمد عرفان قادری کی سعی کو قبول فرما کر اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین

فقیر سید شاہ تراب الحق قادری

امیر جماعت اہلسنّت پاکستان، کراچی

Ishaate Islam

عمرہ

عمرہ کی فضیلت رمضان وغیر رمضان میں

استفتاء: کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عمرہ کرنے کی کیا فضیلت ہے اور فضیلت رمضان میں ہے یا غیر رمضان میں بھی؟

(السائل: محمد عرفان المانی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: بلاشک وشبہ عمرہ فضیلت رکھتا ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

از فضائل عمرہ آنست کہ روایت کرد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ بدرستی فرمود پیغمبر خدا ﷺ کہ "اَلْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا" یعنی، عمرہ تا عمرہ کفارہ است برائے آنچہ واقع شدہ است درمیان آنہا درمعاصی وآثام، رواہ البخاری و مسلم۔

یعنی، عمرہ کے فضائل میں سے یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عمرہ تا عمرہ کفارہ ہے اس کے لئے جو واقع ہوئے ان کے درمیان معاصی اور گناہ"۔

ملا رحمت در "منسک کبیر" خود گفتہ کہ واردشدہ است حدیث کہ "ثَلَاثُ عُمَرَاتٍ كَحَجَّةٍ" ودرروایت آمدہ "عُمْرَتَانِ كَحَجَّةٍ" واین درغیر رمضان است

یعنی، مُلا رحمت نے اپنی "منسک کبیر" میں فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "تین عمرے ایک حج کی مثل ہیں" اور ایک روایت میں آیا ہے کہ

"دو عمرے ایک حج کی مثل ہیں" اور یہ حکم رمضان شریف کے علاوہ دیگر مہینوں میں ہے۔

مگر رمضان شریف میں تو ایک عمرہ کو حج کی مثل قرار دیا گیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

و اما در رمضان پس یک عمرہ مثل حج است ..... افضل اوقات عمرہ شہر رمضان است اگر چہ درشب باشد یا در روز بواسطہ آنکہ روایت کردہ شدہ است ازحضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ گفتہ پیغمبر خدا ﷺ کہ "عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً" ودرروایت دیگر آمدہ "تَعْدِلُ حَجَّةً مَعِيَ" رواہ البخاری۔(۱)

یعنی، افضل اوقات عمرہ ماہ رمضان ہے اگر چہ رات میں ہو یا دن میں، اس لئے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "رمضان شریف میں عمرہ حج کے برابر ہے" اور دوسری روایت میں ہے: "میرے ساتھ حج کے برابر ہے"۔ اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

اور امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ (۲) اور امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۰ھ (۳) کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے ایک عورت سے فرمایا:

"فَإِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فَاعْتَمِرِي فَإِنَّ عُمْرَةً فِيهِ تَعْدِلُ حَجَّةً"

یعنی، جب رمضان آئے تو عمرہ کرلینا کیونکہ رمضان میں عمرہ کرنے کا ثواب حج کے برابر ہے۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا:

۱۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب دوازدھم، فصل اول، ص ۲۳۰

۲۔ صحیح البخاری، کتاب العمرۃ، باب العمرۃ فی رمضان، الحدیث: ۱۷۸۲

۳۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل العمرۃ فی رمضان، ص ۴۶۹، الحدیث: ۱۲۵۶/۲۲۱

Ishaate Islam

"فَعُمْرَةٌ فِيْ رَمَضَانَ تَقْضِيْ حَجَّةً أَوْ حَجَّةً مَعِيْ" (٤)

یعنی، رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے یا فرمایا میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔

یاد رہے کہ یہ عمرہ ثواب میں حج کے برابر ہے نہ یہ کہ اس سے فرض ادا ہو جائے گا۔ اور غیر رمضان میں عمرہ بھی فضیلت رکھتا ہے اس پر بھی متعدد احادیث وارد ہیں جن میں سے دو تو وہ جو اوپر بیان کی گئیں کہ ''عمرہ تا عمرہ کفارہ ہے اس کے لئے جو واقع ہوئے ان کے درمیان معاصی اور گناہ'' اور ''تین عمرے ایک حج کی مثل ہیں'' اسی طرح ''دو عمرے ایک حج کی مثل ہیں''۔

علامہ محمد بن اسحاق خوارزمی حنفی متوفی ۸۲۷ھ نقل کرتے ہیں:

و قد قيل سبع أسابيع تعدل عُمرة و ثلاث عُمر تعدل حجة

یعنی، کہا گیا ہے کہ سات طواف عمرہ کے برابر ہیں اور تین عمرے حج کے برابر ہیں۔

اور لکھتے ہیں:

فقد ورد عمرتان بحجة، و هذا في غير رمضان، لأن عمرة فيه حجة (٥)

یعنی، وارد ہوا ہے کہ دو عمرے حج کے برابر ہیں اور یہ فضیلت غیر رمضان میں ہے کیونکہ رمضان میں عمرہ حج کے برابر (ثواب رکھتا) ہے۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ٨شوال المكرم ١٤٢٧ھ، ١نوفمبر ٢٠٠٦ م (227-F)

٤۔ صحيح البخاري، كتاب العمرة، باب حج النساء، الحديث: ١٨٦٣
أيضاً صحيح مسلم، كتاب الحج، باب في فضل العمرة في رمضان، ص٤٩٦، الحديث: ١٢٥٦/٢٢٢

٥۔ إثارة الترغيب و التشويق، القسم الأول: فضائل مكة الخ الفصل التاسع و العشرون في ذكر فضائل الطواف الخ، ص ١٦٠

عمرہ افضل ہے یا صرف طوافِ کعبہ

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عمرہ افضل ہے یا طوافِ کعبہ؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: عمرہ کرنا طوافِ کعبہ سے افضل ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اختلاف کردہ اند علماء در انکہ عمرہ افضل است از طواف کعبہ در اوقات جواز عمرہ یا آنکہ طواف افضل است از عمرہ، و شیخ ابن حجر مکی گفتہ کہ معتمد آنست کہ عمرہ افضل است از طواف اھ و شیخ علی قاری گفتہ کہ اظہر آنست کہ طواف افضل است بواسطہ بودن او مقصود بذات و مشروعیت او در جمیع حالات اھ، و ایں اختلاف وقتی است کہ برابر شد مدت ہر دو، اما اگر مدتِ عمرہ زیادہ باشد از مدتِ طواف لا جرم عمرہ افضل باشد از طواف کما لا یخفی (٦)

یعنی، اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے جن اوقات میں عمرہ جائز ہے اس وقت عمرہ ادا کرنا طوافِ کعبہ سے افضل ہے یا طوافِ کعبہ عمرہ سے، اور شیخ ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ معتمد قول یہ ہے کہ عمرہ ادا کرنا طوافِ کعبہ سے افضل ہے اھ۔ اور شیخ ملا علی قاری نے فرمایا کہ اظہر قول یہ ہے کہ طواف افضل ہے کہ وہ مقصود بالذات اور ہر حالت (اور ہر وقت) مشروع ہے اھ۔ اور یہ اختلاف اس وقت ہے جب کہ دونوں کی مدت برابر ہو اور اگر عمرہ کی مدت طواف سے زیادہ ہو تو پھر عمرہ یقیناً طوافِ کعبہ سے افضل ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔

٦۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب سيزدهم در ذكر بعضے مسائل متفرقات، فصل اول در بيان اقامہ نمودن در مكہ، ص ٢٣٦

Ishaate Islam

اور علامہ خوارزمی حنفی نے لکھا کہ ''کہا گیا ہے کہ سات طواف عمرہ کے برابر ہیں اور تین عمرے حج کے برابر ہیں''۔(۷)

یہ بھی عمرہ کے افضل ہونے کی دلیل ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۹ شوال المکرم ۱٤۲۷ھ، ۲۲ نوفمبر ۲۰۰٦م (220-F)

عمرہ شعبان میں شروع کرکے رمضان میں پورا کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے شعبان میں عمرہ شروع کیا اور ماہِ رمضان میں پورا کیا تو اس کا عمرہ رمضان شریف کا عمرہ کہلائے گا یا شعبان کا عمرہ؟

(السائل: شبیر، کراچی)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

ولیکن اگر شخصے شروع کرد درعمرہ درشعبان واتمام کرد اورا درر مضان پس اگر ایقاع کردہ است اکثر اشواط طواف را درر مضان آن عمرہ رمضانیہ باشد واگر نہ عمرہ شعبانیہ بود(۸)

یعنی، لیکن اگر کوئی شخص ماہِ شعبان میں عمرہ شروع کرے اور اسے ماہ رمضان میں پورا کرے پس اگر طواف کے اکثر چکروں (یعنی چار چکر) کا وقوع ماہ رمضان میں ہوا تو وہ عمرہ رمضان کا عمرہ ہے ورنہ اس کا عمرہ شعبان کا عمرہ ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۸ شوال المکرم ۱٤۲۷ھ، ۱ نوفمبر ۲۰۰٦ م (228-F)

۷۔ إثارۃ الترغیب، ص ۱٦۰

۸۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب دوازدھم، فصل در بیان فضائل عمرہ، ص ۲۳۰

مکی، آفاقی اور متمتع کے لئے عمرہ کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص مکہ میں رہتا ہو یا حل میں وہاں جائے تو اسے کثرت سے عمرے کرنا شرعاً کیسا ہے؟ اسی طرح وہ شخص جو آفاقی ہو اس کا کیا حکم ہے؟ اور پھر متمتع کے حق میں حج سے قبل عمرہ کا حکم کیا ہے؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: حج کے مہینوں کے علاوہ (یعنی شوال سے قبل اور دس ذوالحجہ کے بعد) مکہ میں مقیم شخص کو چاہئے کہ کثرت سے عمرے کرے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

باید مقیم مکہ کہ بسیار بجا آوردہ عمرہ ہا را در غیر اشہر حج۔

یعنی، مقیم مکہ کو چاہئے کہ غیر اشہر حج میں کثرت سے عمرے بجالائے۔

اور اشہر حج میں مکی یا مکہ میں آنے والا یا مواقیت کے اندر رہنے والا اور باہر سے آنے والا اگر اسی سال حج کا ارادہ نہیں رکھتا تو اُسے عمرہ کرنا روا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

امّا حکم اعتمار در اشہر حج در حق مکی وکسے کہ وارد شدہ است در مکہ وکسے کہ ساکن است در قُرب مکہ، داخل مواقیت پس آن است کہ عمرہ کردن در اشہر حج در حق او جائز است باتفاق علماء اگر دران سال حج نکند زیرا کہ این عمرہ مفرد است کما أفاد فی "شرح الکرخی" للإمام قدوری و "المبسوط" لشیخ الإسلام، "و النہایۃ"، "و العنایۃ"، و "البحر الرائق"۔

یعنی، مگر مکی اور وہ شخص جو مکہ وارد ہوا اور وہ جو قرب مکہ داخلِ مواقیت کا رہنے والا ہے، اشہر حج میں عمرہ کرے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ اسی سال حج نہ کرے تو اُسے عمرہ ادا کرنا اس کے حق میں باتفاق علماء جائز ہے کیونکہ (اس صورت میں اس کا) یہ عمرہ مفرد ہے، اسی طرح "شرح

Ishaate Islam

کرخی "للامام قدوری، "مبسوط" لشیخ الاسلام، "نهایه"، "عنایه" اور "بحر الرائق" میں افادہ کیا۔

واما، اگر عمرہ کند وبعد ازان حج نیز کند دران سال پس آن بر دو قسم است یا بر وجہ تمتع است یا بر وجہ قران واین ہر دو وجہ منہی است در حق مکی ومن فی حکمہ نہ در حق آفاقی (۹)

یعنی، اگر (کوئی شخص) عمرہ کرے اور اس کے بعد اُسی سال حج کرے پس وہ دو قسم پر ہے یا تو بر وجہ تمتع یا بر وجہ قران اور یہ ہر دو وجہ اس کے حق میں ممنوع ہیں جو مکی ہے اور وہ جو مکی کے حکم میں ہے، نہ کہ آفاقی کے حق میں۔

اس سے ثابت ہوا کہ عمرہ کرنا آفاقی کے حق میں مکروہ نہیں ہے بلکہ اسے عمرہ کرنا روا ہے اور پھر متمتع غیر السائق للہدی (یعنی ایسا متمتع جو قربانی کا جانور ساتھ نہیں لایا) مکہ معظمہ پہنچ کر عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد قبل احرام حج مزید عمرے کرسکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے اور راجح قول یہی ہے کہ کرسکتا ہے اس لئے کہ عمرے کا کوئی وقت مقرر نہیں صرف پانچ دن یعنی ۹ر ذی الحجہ سے ۱۳ر ذی الحجہ تک ناجائز ہے۔ ان ایام کے علاوہ پورے سال جب چاہے کرسکتا ہے اور قارن کو ان دنوں میں بھی عمرہ جائز ہے۔ (۱۰)

علامہ حسن بن عمار منصور اوزجندی حنفی المعروف بقاضیخان متوفی ۵۹۲ھ (۱۱) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ نظام الدین حنفی (۱۲) نقل کرتے ہیں:

وقتها جميع السنة إلا خمسة أيام تكره فيها العمرة لغير القارن وهي يوم عرفة، و يوم النحر و أيام التشريق

۹۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیردھم، فصل اول، دربیان :آداب اقامت نمودن درمکہ معظمہ، ص ۲۳٤

۱۰۔ فتاویٰ فیض الرسول، المجلد (۱)، کتاب الحج، ص ٥٤١

۱۱۔ فتاویٰ قاضیخان علی ہامش الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الحج، فصل فی العمرۃ، ص ۳۰۱

۱۲۔ الفتاویٰ الہندیہ، المجلد (۱)، کتاب المناسك، الباب السادس فی العمرۃ، ص ۲۳۷

یعنی عمرہ کا وقت پورا سال ہے سوائے پانچ ایام کے جن میں غیر قارن کو عمرہ کرنا مکروہ ہے اور وہ پانچ ایام یوم عرفہ (۹ ذی الحجہ)، یوم نحر (۱۰ ذو الحجہ) اور تین دن تشریق کے (یعنی ۱۱، ۱۲، ۱۳ غروب آفتاب تک) ہیں۔

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

جازت فی کل السنة و ندبت فی رمضان و کرهت تحریماً یوم عرفة و أربعة بعدها (۱۳)

یعنی عمرہ پورا سال جائز ہے اور رمضان میں مندوب ہے اور یوم عرفہ (۹ ذو الحجہ) اور اس کے بعد چاروں (۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذو الحجہ کے غروب آفتاب تک) میں مکروہ تحریمی ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے تصریح فرمائی کہ

وقد ذكر في "اللباب" المتمتع لا يعتمر قبل الحج قال شارحه هذا بناء على أن المكي ممنوع من العمرة المفردة أيضاً، و قد سبق أنه غير صحيح بل أنه ممنوع من التمتع و القران و هذا المتمتع آفاقيّ غير ممنوع من العمرة فجاز له تكرارها لأنها عبادة مستقله أيضاً كالطواف اهـ (۱٤)

یعنی، "اللباب" میں مذکور ہے کہ متمتع حج سے قبل (حج تمتع کے عمرہ کے سوا) عمرہ نہیں کرے گا اس کے شارح نے فرمایا ہے یہ اس بنا پر ہے کہ مکی کو عمرہ مفردہ سے بھی (شرعاً) روکا گیا ہے اور پہلے گزر چکا ہے کہ یہ قول صحیح نہیں ہے بلکہ اسے (یعنی مکی کو) تمتع اور قران سے روکا گیا ہے اور یہ متمتع (مکی نہیں ہے) آفاقی ہے جسے عمرہ سے نہیں روکا گیا تو اس کے لئے عمرہ کا تکرار جائز ہے کیونکہ عمرہ بھی طواف کی طرح ایک مستقل

۱۳۔ الدر المختار، کتاب الحج، أحکام العمرۃ، ص ٤٧٣

۱٤۔ منحة الخالق حاشیہ البحر الرائق، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب التمتع، ص ۳٦٦

Ishaate Islam

عبادت ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین نے ''درمختار'' کی عبارت "و أقام مكة حلالاً" کے تحت ''تنبیہ'' کے نام سے عنوان قائم کر کے لکھا:

أفاد أنه يفعل ما يفعله الحلال فيطوف بالبيت ما بدا له و يعتمر قبل الحج (۱۵)

یعنی، مصنف کے اس قول نے افادہ کیا کہ وہ (یعنی متمتع آفاقی) وہ سب کچھ کرے گا جو غیر احرام والا کرتا ہے پس حج سے قبل جب اس کے لئے ظاہر ہو (یعنی جب چاہے) طواف کرے اور عمرہ کرے۔

لہذا متمتع (آفاقی) کے لئے حج سے قبل عمرے کرنا جائز ہے، بہر حال اس سے انکار نہیں ہے یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور امام اہلسنت نے بھی اس مسئلہ میں اختلاف کو ذکر فرمایا ہے چنانچہ مفتی جلال الدین امجدی لکھتے ہیں: چونکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ نے بھی فتاویٰ رضویہ جلد چہارم، ص ۶۷۰ پر اس مسئلہ پر اختلاف کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے: لإختلاف العلماء فی نفس جواز العمرة فی أشهر الحج (۱۶)

اور پھر کوئی اس بنا پر شبہ میں نہ پڑے کہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ سے سکوت فرمایا ہے اس لئے متمتع کو حج سے قبل عمرہ نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ مندرجہ بالا سطور میں بیان کر دیا گیا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ضرور ہے مگر راجح یہی ہے عمرہ بلکہ عمروں کا تکرار جائز ہے، چنانچہ صدر الشریعہ کے سکوت کے بارے میں مفتی جلال الدین امجدی لکھتے ہیں:

اور اہل حرم کے عمل سے عدم جواز ظاہر ہے غالباً اس لئے صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ کے بیان سے سکوت فرمایا۔ (۱۷)

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۸ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۱ نومبر ۲۰۰۶م (225-F)

۱۵۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب التمتع، ص ۵۳۷

۱۶۔ فتاویٰ فیض الرسول: ۱/ ۵۴۱۔ ۵۴۲

۱۷۔ فتاویٰ فیض الرسول: ۱/۵۴۲

عمرہ کا احرام جعرانہ سے باندھنا افضل ہے یا مسجد عائشہ سے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص مکہ معظمہ میں ہو اور وہ عمرہ کے لئے احرام باندھنا چاہے تو کہاں سے باندھے، جعرانہ سے یا تنعیم (مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا) سے؟۔ اور لوگوں میں مشہور ہے کہ وہ جعرانہ سے عمرہ کو بڑا عمرہ اور مسجد عائشہ سے عمرہ کو چھوٹا عمرہ کہتے ہیں اور کچھ لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ جعرانہ سے نبی ﷺ نے خود عمرہ کا احرام باندھا ہے اس لئے اس میں ثواب زیادہ ہے۔

(السائل: حافظ عامر، کراچی)

باسمه تعالی و تقدس الجواب: کی حقیقی ہو یا حکمی اس کو احرام باندھنے کے لئے حدود حرم سے باہر جانا ہوگا پھر وہ جہاں سے بھی احرام باندھے مگر اس کے لئے تنعیم (مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا) سے عمرہ کا احرام باندھنا افضل ہے کیونکہ جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھنا نبی ﷺ کا فعل ہے اور تنعیم سے احرام باندھنے کا آپ نے حکم فرمایا اور احناف کے ہاں قاعدہ ہے کہ قول فعل پر راجح ہوتا ہے۔ چنانچہ اسعد محمد سعید الصاغرجی لکھتے ہیں:

و الدليل القولي مقدّم عندنا على الفعلي (۱۸)

یعنی، ہمارے نزدیک دلیل قولی (دلیل) فعلی پر مقدم ہوتی ہے۔

لہذا تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھنا افضل ہے، چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ (۱۹) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ عالم بن العلاء الانصاری متوفی ۷۸۶ھ (۲۰) نے نقل کیا کہ:

و في الهداية: إلا أن التنعيم أفضل لورود الأثر به

یعنی، "ھدایہ" میں ہے: مگر وہ وارد اثر کی وجہ سے تنعیم (سے عمرہ کا احرام

۱۸۔ التیسیر فی الفقه الحنفی، ص ۶۳۳

۱۹۔ الهدایه، المجلد (۱۔۲)، کتاب الحج، فصل، ص ۱۴۸

۲۰۔ الفتاوی التاتارخانیه، المجلد (۲) کتاب الحج، الفصل الرابع فی، ص ۳۵۷

Ishaate Islam

باندھنا) افضل ہے۔

اور علامہ فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی الحنفی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

و التنعیم أفضل لأمره علیه الصلوٰة و السلام بالاحرام منه (۲۱)

یعنی، تنعیم افضل ہے کیونکہ نبی ﷺ نے وہاں سے احرام باندھنے کا حکم فرمایا ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

افضل مکان احرام برائے عمرہ در حق اہل مکہ تنعیم است زیرا کہ امر کردہ بود حضرت پیغمبر خدا ﷺ مر عائشہ رضی اللہ عنہا را ستن احرام از تنعیم، و بعد ازان جعرانہ است (۲۲)

یعنی، اہل مکہ (یا وہ جو مکی کے حکم میں ہے اس) کے حق میں عمرہ کا احرام باندھنے کی افضل جگہ تنعیم (یعنی مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا) ہے کیونکہ نبی ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنعیم سے (عمرہ کا) احرام باندھنے کا حکم فرمایا تھا اور تنعیم کے بعد جعرانہ (دیگر جگہوں سے افضل) ہے۔

اور جعرانہ مکہ مکرمہ سے جانب طائف تقریباً 29 کلومیٹر پر واقع ہے، غزوۂ حنین سے واپسی پر حضور ﷺ نے یہاں سے عُمرے کا احرام باندھا تھا، یہ نہایت ہی پُرسوز مقام ہے، حضرت سید عبدالوہاب متقی علیہ الرحمہ نے یہاں ایک بار رات گزاری تو رات میں سو (100) مرتبہ آقا کریم ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوئے۔

اور علامہ علاؤ الدین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

و أفضله: التنعیم و هو أقرب المواضع من مکة، عند مسجد عائشة رضی الله تعالیٰ عنها، و یُعرف الآن عند العوام بالعمرة الحنفیة (۲۳)

یعنی، اس کا افضل تنعیم ہے اور تمام جگہوں میں مکہ سے زیادہ قریب ہے،

۲۱۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، المجلد (۲) کتاب الحج، ص ۲۴۸

۲۲۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب دو ازدهم در ذکر احکام عمره، ص ۲۳۰

۲۳۔ الهدیه العلائیه، أحکام الحج، العمرة و أحکامها، ص ۱۹۰

مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہے اور (وہاں سے عمرہ) اب عوام کے ہاں عمرہ جدیدہ کے نام سے معروف ہے۔ (اور اب عوام میں چھوٹا عمرہ کے نام سے معروف ہے)

اور محمد سعید الصاغرجی لکھتے ہیں:

تنعیم (عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے) افضل ہے.....اور تنعیم صرف اس لئے افضل ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ اپنی بہن (اُمّ المؤمنین) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنعیم لے جائیں کہ وہ وہاں سے احرام باندھیں۔ (۲۴)

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۸ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۱ نوفمبر ۲۰۰۶ م (229-F)

کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھا ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جعرانہ سے نبی ﷺ نے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ادا فرمایا ہے، کیا آپ ﷺ کے سوا صحابہ کرام نے بھی وہاں سے احرام باندھ کر عمرہ ادا کیا ہے؟

(السائل: رضوان ہارون، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ و تقدس الجواب: جعرانہ سے نبی ﷺ کا عمرہ کا احرام باندھنا جس طرح احادیث مبارکہ سے ثابت ہے اسی طرح صحابہ کرام علیہم الرضوان کا وہاں سے احرام باندھ کر عمرہ ادا کرنا بھی ثابت ہے، چنانچہ حدیث شریف ہے:

عن ابن عباس رضی الله عنهما: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَ أَصْحَابَهُ اعْتَمَرُوا مِنَ الْجِعْرَانَةِ، فَرَمَلُوا بِالْبَيْتِ، وَ جَعَلُوا أَرْدِيَتَهُمْ تَحْتَ

۲۴۔ التیسیر فی الفقه الحنفی، کتاب الحج، أحکام العمرة، ص ۶۳۳

Ishaate Islam

أَبَاطِهِمْ، فَدَّ فَدَفَرُهَا عَلَى عَوَاتِقِهِمُ الْيُسْرَى (۲۵)

یعنی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ نے جعرانہ سے عمرہ کیا اور (بیت اللہ کے طواف کے دوران) رمل کیا اور انہوں نے اپنی چادروں کو اپنی بغلوں کے نیچے کیا اور انہیں اپنے بائیں کندھوں پر ڈالا۔

اس حدیث کو امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے "المسند" میں، اور امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے "السنن الکبریٰ" میں روایت کیا ہے۔(۲۶)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۵ ذوالحجۃ ۱۴۲۷ھ، ۴ یناير ۲۰۰۷م (356-F)

مقام تنعیم اور جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھنا

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں مفتیانِ شرع متین کہ مکۃ المکرمہ میں مسجد عائشہ اور جعرانہ سے عمرہ کی نیت کرنے سے کیا عمرہ ادا ہو جائے گا۔ اور بڑا یا چھوٹا عمرہ کی کوئی حیثیت ہے کہ نہیں؟ برائے مہربانی احادیث اور ائمہ اربعہ کے اقوال کی روشنی میں تفصیلاً جواب عنایت فرمائیں۔ آج کل لوگوں سے سُنا ہے کہ اس طرح عمرہ ادا نہیں ہوتا عمرہ کے لئے ۳۵ کلومیٹر سے دُور جانا ہوگا۔

اور اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو یہ کہے کہ مسجدِ عائشہ اور جعرانہ سے عمرہ کے احرام کی نیت کرنے کو دل نہیں مانتا ہے۔

(السائل: محمد فاروق ناگوری، موسیٰ لین، کراچی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ و تقدس الجواب: ہر وہ شخص جو مکہ مکرمہ میں ہو اور وہ عمرہ کا احرام باندھنا چاہے اس پر لازم ہے کہ وہ حدودِ حرم سے باہر جا کر احرام

۲۵۔ سنن أبي داؤد، المجلد (۲)، کتاب المناسك، باب (۵۰) الإضطباع الخ، ص ۳۰۵، الحدیث: ۱۸۸۴

۲۶۔ السنن الکبریٰ، المجلد (۵)، کتاب الحج، باب الإضطباع للطواف، ص ۱۲۹، الحدیث: ۹۲۰۶

باندھے اور مقام تنعیم اور مقام جعرانہ دونوں حدودِ حرم سے باہر ہیں۔ لہٰذا ان مقامات سے احرام باندھنا شرعاً درست ہے۔

اور ان مقامات کا حدودِ حرم سے خارج ہونا اور ان مقامات سے احرام باندھنا احادیثِ نبویہ ﷺ سے ثابت ہے۔

مقام تنعیم کے حل ہونے اور حدودِ حرم سے خارج ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حجۃ الوداع میں نبی ﷺ کے حکم سے مقام تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ چنانچہ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

نبی ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ہمراہ حجۃ الوداع میں مدینہ سے روانہ ہوئے ہم عمرہ کا احرام باندھا پھر نبی ﷺ نے فرمایا جن کے ساتھ قربانی کا جانور ہو وہ حج کے ساتھ عمرہ کا بھی احرام باندھیں اس وقت تک احرام نہ کھولیں جب تک دونوں سے فارغ نہ ہو جائیں پھر جب میں مکہ پہنچی تو حائضہ ہو گئی (یعنی ماہواری کا خون آیا) تو میں نے نہ بیت اللہ کا طواف کیا نہ صفا مروہ کی سعی کی۔ اور میں نے بارگاہِ نبوی ﷺ میں شکایت کی۔ آپ نے فرمایا سر کھول دو، کنگھی کرو اور حج کا احرام باندھ لو اور عمرہ کو رہنے دو، میں نے ایسا ہی کیا۔ جب ہم حج پورا کر چکے تو حضور ﷺ نے (میرے بھائی) عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تنعیم سے عمرہ کرانے کے لئے روانہ کر دیا پس میں نے عمرہ کیا۔(۲۷)

اور امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ کی ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

۲۷۔ صحیح البخاری، المجلد (۱)، کتاب (۲۵) المناسك، باب (۳۱) کیف تهلُّ الحائض و النفساء، ص ۳۸۴، الحدیث: ۱۵۵۶

Ishaate Islam

"اُخْرُجْ بِأُخْتِكَ مِنَ الْحَرَمِ فَلْتُهِلَّ بِعُمْرَةٍ" (۲۸)

یعنی، اپنی بہن (اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کو حرم سے لے کر جاؤ تا کہ وہ عمرہ کا احرام باندھ لے۔

اور مقام جعرانہ کے حل ہونے اور وہاں سے عمرہ کا احرام جائز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ خود سرورِ کائنات ﷺ نے اس مقام سے عمرہ کا احرام باندھا ہے۔

چنانچہ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت قتادہ تابعی نے صحابیِ رسول ﷺ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا نبی ﷺ نے کتنے عمرے کئے ہیں؟ انہوں نے فرمایا چار۔ ایک تو حدیبیہ والا عمرہ ذوالقعدہ کے مہینے میں جہاں پر مشرکوں نے آپ کو روک دیا تھا اور دوسرا آئندہ سال اس عمرہ کی قضاء ماہ ذوالقعدہ میں جب ان سے صلح کی۔ تیسرا جعرانہ کا عمرہ جب غزوۂ حنین کا مالِ غنیمت آپ نے تقسیم کیا (چوتھا حج کے ساتھ) حضرت قتادہ کہتے ہیں میں نے پوچھا حج کتنے کئے؟ انہوں نے فرمایا ایک۔ (۲۹)

اور جعرانہ طائف اور مکہ کے درمیان واقع ہے مکہ سے یہ جگہ زیادہ قریب ہے اور تنعیم کی بنسبت جعرانہ کعبۃ اللہ سے کچھ دُور ہے اسی لئے لوگ جعرانہ سے عمرہ کو بڑا عمرہ اور تنعیم سے عمرہ کو چھوٹا عمرہ کا نام دیتے ہیں۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ دونوں مقامات حدودِ حرم سے باہر ہیں اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھنا جائز ہے اور پینتیس (۳۵) کلومیٹر کا کوئی اعتبار نہیں، اعتبار صرف حدودِ حرم کا ہے اور حدودِ حرم کسی طرف سے دُور اور کسی طرف سے نزدیک ہیں۔

اور جو شخص یہ کہے کہ تنعیم اور جعرانہ سے احرام کے جواز کو میرا دل نہیں مانتا اُسے چاہئے

۲۸۔ صحیح مسلم، کتاب (۱۵) الحج، باب (۱۷) بیان وجوہ الإحرام، ص ۴۵۰، الحدیث: ۱۲۳ (۱۲۱۱)

۲۹۔ صحیح البخاری، المجلد (۱)، کتاب (۲۶) العمرۃ، باب (۳) کم اعتمر النبی ﷺ، ص ۴۳۶، الحدیث: ۱۷۷۸

کہ اپنے دل کا علاج کرے کیونکہ احکام شرع دل کے ماننے یا نہ ماننے پر موقوف نہیں بلکہ قرآن و حدیث پر موقوف ہیں اور پھر ان مقامات کا حدودِ حرم سے خارج ہونا اور ان سے احرام عمرہ کے جواز پر نبی ﷺ کا قول و فعل صحیح احادیث کے ذریعہ مروی ہے۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

الخمیس، ۲۲ / محرم الحرام ۱۴۲۳ھ، ۴ اپریل ۲۰۰۲م (236_JIA)

۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذوالحجہ کو عمرہ کا احرام باندھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حدودِ میقات سے باہر کا رہنے والا شخص ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذوالحجہ میں عمرہ کا احرام باندھنا چاہے تو کیا حکم ہے اور اگر وہ ان تاریخوں میں احرام باندھ لے تو کیا حکم ہے اور اگر ان تاریخوں سے پہلے احرام باندھ لیا ہو تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

(السائل: خالد، حسین آباد، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: آفاقی (یعنی وہ شخص جو حدودِ میقات سے باہر کا رہنے والا ہو) پورا سال اس کے لئے عمرہ کا وقت ہے سوائے ان پانچ تاریخوں (یعنی ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذوالحجہ) کے، چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و جازت فی کلّ السنۃ و ندبت فی رمضان و کرھت تحریماً یوم عرفۃ و أربعۃ بعدھا (۳۰)

یعنی، عمرہ پورے سال جائز ہے اور رمضان میں مندوب ہے اور یومِ عرفہ اور اس کے بعد چار دنوں میں مکروہ تحریمی ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

و امّا زمان عمرہ پس اگر معتمر غیر مکّی ست زمان عمرہ او تمام سال ست لا

۳۰۔ الدر المختار، المجلد (۲)، کتاب الحج، مطلب: أحکام العمرۃ، ص ۴۷۳

Ishaate Islam

ایام خمسہ یعنی روز عرفہ وروز عید نحر وسہ روز تشریق بعد از روز نحر (۳۱)

یعنی، مگر عمرہ کا زمانہ پس اگر معتمر غیر مکی ہے تو اس کے عمرہ کا زمانہ پورا سال ہے سوائے پانچ دنوں کے، ان سے میری مراد یوم عرفہ، یوم عید الضحیٰ اور عید الضحیٰ کے بعد تین دن تشریق کے (یعنی ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذوالحجہ)

اور ان پانچ ایام میں عمرہ کی ممانعت سے مراد ہے کہ عمرہ کا احرام باندھنا اور اگر کوئی باندھ لے گا تو کراہت تحریمی کا مُرتکب ہوگا، چنانچہ لکھتے ہیں:

ابتداء احرام درین ہر پنج روزہ مکروہ ست تحریماً (۳۲)

یعنی، کہ ان پانچ ایام میں ہر ایک میں احرام کی ابتداء مکروہ تحریمی ہے۔

اور احرام باندھ لینے کی صورت میں احرام لازم ہو جائے گا اور اُسے ان ایام میں عمرہ چھوڑنا لازم ہوگا کیونکہ عمرہ تو احرام باندھنے سے لازم ہو گیا چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

لزمتہ بالشروع، لکن مع کراھۃ تحریم (۳۳)

یعنی شروع کرنے سے اُسے لازم ہو جائے گا لیکن کراہت تحریمی کے ساتھ۔

اس کے تحت علامہ محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لأن الشروع فیھا ملزم کما مرّ (۳۴)

یعنی، کیونکہ اس میں شروع ہونا لازم کرنے والا ہے جیسا کہ پہلے گزرا ہے۔

اور کراہت کی وجہ سے اُسے حکم ہے کہ وہ اپنے عمرہ کو ترک کر دے چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی نقل کرتے ہیں:

۳۱۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ٦٤

۳۲۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ٦٤

۳۳۔ الدر المختار شرح تنویر الأبصار: ۲/۵۸۸۔۵۸۹

۳۴۔ رد المحتار علی الدر المختار: ۲/۵۸۹

و قد کرھت العمرۃ فی ھذہ الأیام أیضاً فلھذا یلزمہ رفضھا ۱ ھ (۳۵)

یعنی، ان ایام میں عمرہ مکروہ بھی ہے پس اس وجہ سے اُسے عمرہ کا چھوڑنا لازم ہے۔

اور اگر چھوڑ دے تو قضاء اور دَم دونوں لازم ہوں گے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

پس اگر اختیار کرد کراہت را وابتدا کرد احرام درین ایام خمسہ امر کردہ شود اُورا برفض عمرہ، پس اگر رفض کرد قضاء کند آن عمرہ را، ولازم گردد بروی دم رفض (۳۶)

یعنی، پس اگر اس نے کراہت کو اختیار کیا اور ان پانچ دنوں میں احرام کی ابتداء کر لی تو اُسے حکم دیا جائے گا کہ وہ عمرہ تو چھوڑ دے، پس اگر وہ عمرہ کو چھوڑ دے تو اس عمرہ کی قضاء کرے گا اور اُسے عمرہ چھوڑنے کا دَم لازم آئے گا۔

اور اگر وہ عمرہ کو ان ایام میں نہ چھوڑے بلکہ ادا کر لے تو عمرہ مع الکراہت صحیح ہو جائے گا اور کوئی دَم لازم نہ ہوگا، چنانچہ لکھتے ہیں:

اگر رفض نکرد و ادا نمود عمرہ را ہم درین ایام صحیح گردد عمرۂ او مع الکراہۃ، و لازم نباشد دم بروی برائے ترک رفض (۳۷)

یعنی، اور اگر عمرہ نہ چھوڑے اور ان ہی ایام میں عمرہ ادا کر لے تو اس کا عمرہ مع الکراہت صحیح ہو جائے گا اور اس پر ترکِ رفض کی وجہ سے دَم لازم نہ ہوگا۔

اور فقہاء کرام نے ان ایام میں احرام باندھنے کو جب مکروہ تحریمی قرار دیا ہے پھر چاہے

۳۵۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۳)، کتاب الحج، باب الجنایات، مطلب: لا یجب الضمان الخ، ص ۵۸۹

۳٦۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ٦٤

۳۷۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ٦٤

Ishaate Islam

وہ اسی احرام سے مع الکراہۃ عمرہ کے افعال ادا کر لے یا توڑ کر دَم دے اور قضاء کرے اور ظاہر ہے کہ وہ کراہت تحریمی کے ارتکاب سے گنہگار رہا تو بہر صورت اُسے توبہ بھی کرنی ہوگی کیونکہ جس طرح بلاعذر واجب کا ترک گناہ ہے اسی طرح کراہتِ تحریمی کا ارتکاب بھی گناہ ہے۔

اور اگر وہ ان ایام میں احرام باندھے اور عمرہ ادا نہ کرے، احرام میں ہی رہے یہاں تک کہ ایام تشریق گزر جائیں پھر طواف وسعی کرے اور حلق بھی تو اس صورت میں بھی اس پر دَم لازم نہ ہوگا تو بہ ضرور کرنی ہوگی کہ وہ کراہت تحریمی کا مُرتکب ہوا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

ہمچنین اگر رفض نہ کردو توقف نمود تا مضٰی ایام تشریق بعد از ان طواف عمرہ کرد لازم نیاید دم بروے (۳۸)

یعنی، اسی طرح اگر عمرہ نہ چھوڑے اور توقف کرے یہاں تک کہ ایام تشریق گزر جائیں اس کے بعد طوافِ عمرہ کرے تو اس پر دَم لازم نہ ہوگا۔

ان پانچ ایام میں غیر مکی کے عمرہ کی دوسری صورت یہ ہے اس نے احرام ان پانچ دنوں سے قبل باندھا تھا پھر ابھی عمرہ ادا نہ کیا تھا کہ ایام خمسہ شروع ہو گئے تو اس پر ترکِ عمرہ لازم نہیں، اسی احرام سے عمرہ ادا کر لے تو بھی درست ہے کیونکہ ان ایام میں عمرہ کا احرام ممنوع ہے نہ کہ ادائیگی جب کہ احرام ان ایام سے قبل ہو چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

أی کرہ إنشاؤھا با لإحرام لا أدائھا با لإحرام السابق (۳۹)

یعنی، ان ایام میں عمرہ کا احرام باندھنا مکروہ ہے نہ کہ احرام سابق کے ساتھ ان ایام میں ادائیگی۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

إن المکروہ إنشاء العمرۃ فی ھذا الأیام لا فعلھا فیھا بإحرام سابق (۴۰)

۳۸۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ٦٤

۳۹۔ الدر المختار: ۲/۴۷۳

۴۰۔ رد المحتار، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب القران، ص ۵۳۵

یعنی، مکروہ ان ایام میں عمرہ کو شروع کرنا ہے (یعنی احرام باندھنا ہے) نہ کہ سابق احرام کے ساتھ ادا کرنا۔

لیکن اس صورت میں بھی اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ عمرہ ادا کرنے میں اتنی دیر کرے کہ ایام تشریق (۱۱،۱۲ اور ۱۳ تاریخ) گزر جائیں، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

اما اگر احرام پیشتر از ایام مذکورہ بستہ بود پس طاری شدند بروے این ایام لازم نباشد بروے رفض عمرہ، پس اگر ادا کرد عمرہ را درین ایام با حرام سابق لا بأس بہ ست و مستحب ست کہ تاخیر نماید اداء عمرہ را تا مضٰی ایام تشریق درین صورت نیز (۴۱)

یعنی، اگر (غیر مکی نے) ایام مذکورہ سے پہلے احرام (عمرہ) باندھا ہو پھر یہ ایام آ گئے تو اس پر عمرہ کو چھوڑنا لازم نہ آئے گا، پس اگر وہ اپنے سابق احرام کے ساتھ انہی ایام میں عمرہ ادا کر لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور مستحب ہے کہ اس صورت میں بھی ادائیگی عمرہ میں تاخیر کرے یہاں تک کہ ایام تشریق گزر جائیں۔

یاد رہے کہ یہ حکم صرف آفاقی کے لئے نہیں ہے بلکہ اس حکم میں مکی اور آفاقی دونوں برابر ہیں، چنانچہ علامہ شامی "حاشیۃ المدنی" کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

"لا فرق فی ذلک بین المکی و الآفاقی الخ (۴۲)

یعنی، اس میں مکی اور آفاقی کے مابین کوئی فرق نہیں (یعنی ان ایام میں عمرہ دونوں کے لئے مکروہ ہے)۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۹ شوال المکرم ۱٤۲۷ ھ، ۲۲ نوفمبر ۲۰۰٦ م (217-F)

۴۱۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب أول: در بیان إحرام، فصل دویم، نوع دویم، ص ٦٤

۴۲۔ منحۃ الخالق علی البحر الرائق، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب التمتع، تحت قولہ: و لا تمتع و لا قران الخ، ص ۳٦٦

Ishaate Islam

حاجی کے لئے عمرہ کرنا کب مکروہ ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حاجی کے لئے عمرہ کرنا کب مکروہ ہے اور کیوں؟

بیانہ تعالیٰ و تقدس الجواب: حاجی کے لئے یوم عرفہ اور ایام تشریق میں عمرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ چاہے وہ آفاقی ہو یا مکی، چنانچہ علامہ عبداللہ بن محمود حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

و تکرہ یوم عرفۃ و النحر و أیام التشریق و قال: فی شرحہ: منقول عن عائشۃ: و الظاہر أنہ سماع من النبی ﷺ (۴۳)

یعنی، عمرہ یوم عرفہ اور ایام تشریق میں مکروہ ہے، سید عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، ظاہر ہے کہ وہ نبی ﷺ سے سماع ہے۔

اور علامہ مظفر الدین بن احمد بن علی ابن الساعاتی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

و تجوز کل العام إلا یوم النحر و أیام التشریق (۴۴)

یعنی، عمرہ پورے سال (بلا کراہت) جائز ہے سوائے یوم نحر اور ایام تشریق کے۔

اور امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان الکرمانی الحنفی لکھتے ہیں:

أما وقت العمرۃ فجمیع السنۃ وقت لہا: إلا أنہ یکرہ فی خمسۃ أیام: یوم عرفۃ، و یوم النحر و أیام التشریق (۴۵)

یعنی، مگر وقت عمرہ تو پورا سال اس کا وقت ہے مگر عمرہ پانچ ایام میں مکروہ

۴۳۔ المختار مع شرحہ للمصنف، الجزء (۱)، کتاب الحج، فصل فی أحکام العمرۃ، ص ۲۰۴

۴۴۔ مجمع البحرین، کتاب الحج، فصل فی العمرۃ، ص ۲۵۴

۴۵۔ المسالک فی المناسک، المجلد (۱)، القسم الثانی فی بیان نسک الحج، فصل فی وقت العمرۃ، ص ۲۹۳

ہے: یوم عرفہ، یوم نحر اور ایام تشریق۔

کراہت کی وجہ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول فرمان ہے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں ہے اور دوسری وجہ یہ بیان کی گئی کہ یہ ایام افعال حج کی ادائیگی کے ایام ہیں اور ان دنوں میں عمرہ کرنے میں مشغول ہوگا تو افعالِ حج میں سے بعض افعال کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے، چنانچہ علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی لکھتے ہیں:

و لأن علیہ فی ہذہ الأیام باقی أفعال للحج، فلو اشتغل بالعمرۃ ربما اشتغل عنہا فتفوت و لو أداہا فیہا جاز مع الکراہۃ کصلاۃ التطوع فی الأوقات الخمسۃ المکروہۃ (۴۶)

یعنی، کیونکہ ان ایام میں حاجی پر باقی افعال حج کی ادائیگی ہے، لیکن اگر وہ عمرہ میں مشغول ہوگیا تو بہت ممکن ہے کہ وہ افعال حج سے عدم توجہی کا شکار ہو جائے اور اس سے افعال حج فوت ہو جائیں اور اگر عمرہ اس نے ان ایام میں ادا کر لیا تو مع الکراہت جائز ہو گیا جیسے نفل نماز پانچ مکروہ اوقات میں ادا کرنا۔

اور مکی اور حل (یعنی مواقیت خمسہ کے اندر) کے رہنے والا اگر اسی سال حج کا ارادہ رکھتا ہو تو اُسے اشہرِ حج میں عمرہ مکروہ ہے کیونکہ اس کا حج یا تو تمتع ہوگا یا قران اور ان کے حق میں دونوں ممنوع ہیں إلا فلا مانع للمکی من العمرۃ المفردۃ فی أشہر الحج۔ فافہم

یعنی، ورنہ مکی کو اشہرِ حج میں عمرہ مفردہ سے کوئی مانع نہیں۔

اور کراہت سے مراد تحریمی ہے چنانچہ علامہ علاؤ الدین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

و کرہت تحریماً یوم عرفۃ و أربعۃ بعدہا، و أشہر الحج لمن یرید الحج من أہل مکۃ، و لمن أقام بہا قبل أشہرہ، و لمن فی داخل المیقات (۴۷)

۴۶۔ کتاب الاختیار لتعلیل المختار الجزء (۱)، کتاب الحج، فصل فی أحکام العمرۃ، ص ۲۰۴

۴۷۔ الھدیۃ العلائیۃ، أحکام الحج العمرۃ و أحکامہا، ص ۱۸۸

Ishaate Islam

یعنی، عمرہ مکروہ تحریمی ہے عرفہ اور اس کے بعد چار دن (یعنی ذوالحجہ کی ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ تاریخ) اور اشہرِ حج میں اس شخص کے لئے جو اہلِ مکہ میں سے ہو اور اس کے لئے جو اشہرِ حج سے قبل مکہ میں مقیم ہوگیا اور اس کے لئے جو حدودِ میقات کے اندر رہنے والا ہو۔

اور ''بہارِ شریعت'' میں بحوالہ ''رد المحتار'' ہے کہ

''دسویں سے تیرہویں تک حج کرنے والے کو عمرہ کا احرام باندھنا ممنوع ہے، اگر باندھا ہے تو توڑ دے اس کی قضاء کرے اور دم دے اگر کرلیا تو ہوگیا مگر دَم دے۔(۴۸)

جب کہ "تنویر الأبصار" اور "در مختار" کی عبارت "و کرهت تحریماً یوم عرفة و أربعة بعدها" (یعنی، یومِ عرفہ (۹ ذوالحجہ) اور اس کے بعد چار روز (۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ سے غروبِ آفتاب تک حاجی کے لئے عمرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے) کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

زوال سے قبل یا زوال کے بعد یومِ عرفہ کے بعد چار روز (حاجی کو عمرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے)۔(۴۹)

اور علامہ شامی "بحر الرائق" کے حاشیہ میں "حاشیة المدنی" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

لأن العمرة جائزة في جميع السنة إلا في خمسة أيام لا فرق في ذلك بين المكي و الآفاقي كما صرّح به في "النهاية"، و "المبسوط"، و "البحر"، و "أخي زاده"، و العلامة قاسم و غيرهم ا هـ (۵۰)

۴۸۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، کتاب الحج، احرام ہوتے ہوئے دوسرا احرام باندھنا، ص ۱۱۹

۴۹۔ رد المحتار على الدر المختار، المجلد (۲)، كتاب الحج، مطلب: أحكام العمرة، ص ۴۷۳

۵۰۔ منحة الخالق حاشية البحر الرائق، المجلد (۲)، كتاب الحج، باب التمتع، تحت قوله: و لا تمتع و لا قران الخ، ص ۳۶۶

یعنی، کیونکہ عمرہ پورے سال جائز ہے سوائے پانچ ایام کے، اس میں مکی اور آفاقی میں کوئی فرق نہیں جیسا کہ "نہایہ" میں (صاحب نہایہ نے)، "مبسوط" (میں صاحبِ مبسوط نے)، "بحر الرائق" (میں صاحب بحر نے)، اور اخی زادہ اور علامہ قاسم وغیرہم نے اس کی تصریح کی ہے۔

علامہ شامی نے "رد المحتار" اور "منحة الخالق" میں پانچ دنوں (یعنی ۹ تا ۱۳ ذوالحجہ) کا ذکر کیا ہے اور ''بہارِ شریعت'' میں علامہ شامی کی "رد المحتار" کے حوالے سے چار ایام کا ذکر کتابت کی غلطی یا سہوِ پرنٹنگ ہے۔

اور یاد رہے کہ متمتع کے حق میں احرامِ حج میں ایامِ حج سے قبل عمرے کرنا اصح قول کے مطابق مکروہ نہیں ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء ۸ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۱ نومبر ۲۰۰۶ م (218-F)

مدینہ منورہ اور جدہ کے رہنے والوں کا اشہرِ حج میں عمرہ کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مدینہ شریف میں رہنے والے اور جدّہ کے رہنے والے اگر حج کے مہینوں میں عمرہ کریں تو کیسا ہے؟

(السائل: آصف مدنی، حسین آباد، کراچی)

باسمہ تعالی و تقدس الجواب: مکی دو قسم کا ہوتا ہے ایک وہ جو حقیقۃً مکہ کا رہنے والا ہو، دوسرا وہ جو حدودِ میقات کے اندر کا رہنے والا ہو اگرچہ وہ حقیقت میں مکی نہیں مگر وہ مکی کے حکم میں ہے اور اسے حکماً مکی کہا جاتا ہے۔ یہ دونوں قسم کے لوگ حج کے مہینوں کے علاوہ اگر عمرہ کریں تو کوئی ممانعت نہیں مگر حج کے مہینوں (یعنی شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں) دیکھا جائے گا کہ یہ لوگ اسی سال حج کا ارادہ رکھتے ہیں یا نہیں اگر ارادۂ حج رکھتے ہوں تو ان کو مذکورہ مہینوں میں عمرہ کرنا منع ہے اگر کریں گے تو مکروہ

ہوگا اور اگر اسی سال حج کا ارادہ نہیں رکھتے تو ان کے لئے کوئی ممانعت نہیں ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

وامّا اگر معتمر مکی ست حقیقۃً یا حکماً، اما حقیقۃً پس ظاہر است ہر ایشان را عمرہ کردن در غیر اشہر حج مطلقاً، ومکروہ ست ایشان را عمرہ کردن در اشہر حج چوں قصد داشتہ باشد اداء حج را درین سال، امّا اگر قصد حج درین سال ندارند جائز باشد عمرہ در حق ایشان در اشہر حج، چنانکہ در حق غیر ایشان (۵۱)

یعنی، عمرہ کرنے والا اگر مکی ہے حقیقۃً یا حکماً، حقیقۃً مکی تو ظاہر ہے مگر حکماً تو وہ لوگ ہیں جو مواقیت خمسہ کے اندر رہنے والے ہیں، وہ مکی کے حکم میں ہیں، پس ان کو غیر اشہر حج میں مطلقاً عمرہ کرنا جائز ہے اور اگر یہ لوگ اسی سال حج کرنے کا قصد رکھتے ہوں تو ان کو اشہر حج میں عمرہ کرنا مکروہ ہے اور اگر اسی سال حج کا قصد نہیں رکھتے تو ان کے حق میں اشہر حج میں عمرہ کرنا جائز ہے جیسا کہ ان کے غیر کے حق میں۔

اور مدینہ منورہ میقات سے باہر ہے اور جدّہ میقات کے اندر ہے لہٰذا مدینہ شریف کے رہنے والے اگر اُسی سال حج کا ارادہ رکھتے ہوں یا نہ، دونوں صورتوں میں اشہر حج میں عمرہ ان کے حق میں جائز جب کہ جدّہ کے رہنے والے اگر اُسی سال حج کا ارادہ رکھتے ہوں تو اشہر حج میں عمرہ اُن کے حق میں مکروہ ہے اور اگر قصد حج نہیں تو اشہر حج میں عمرہ ان کے حق میں مکروہ نہیں جیسا کہ مدینہ شریف والوں کے لئے۔ اور مکی یا جو مکی کے حکم میں ہے اس نے اگر اشہر حج میں عمرہ کا احرام باندھا اور اُسی سال حج کا بھی ارادہ ہو تو اس سال حج نہ کرے بلکہ عمرہ مکمل کر کے آئندہ سال حج کرے اور اگر اُسی سال حج کا احرام بھی باندھ لیا ہو اور عمرہ شروع کر چکا ہو تو حج کے احرام کو توڑ دے اور دَم دے دے، اس سال عمرہ کر لے اور دوسرے سال حج کرے اور اگر وہ عمرہ توڑ دیتا ہے اور حج کرتا ہے تو بھی عمرہ توڑنے کا دم دے گا اور عمرہ ساقط ہو جائے گا اور اگر دونوں ادا کرتا ہے تو گنہگار ہوگا اور دم بھی واجب ہے کیونکہ اس شخص کے حق میں جو مکی یا مکی

۵۱۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول در بیان إحرام، فصل دوم، نوع دوم، ص ۶۴

کے حکم میں ہو ایسا کرنا جنایت ہے، چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ نقل کرتے ہیں:

ثم فی "النهاية" إضافة الإحرام إلى الإحرام فی حق المكی و من بمعناه (أی دون الآفاقی۔ رد المحتار و إرشاد الساری) جناية (۵۲)

یعنی، پھر "نہایہ" میں ہے کہ مکی اور وہ جو مکی کے حکم ہے (سوائے آفاقی کے) دونوں کے حق میں ایک احرام کو دوسرے احرام کی طرف ملانا جنایت ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ "درمختار" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

جو شخص میقات کے اندر رہتا ہے اس نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا طواف ایک پھیرا بھی کر لیا اس کے بعد حج کا احرام باندھا تو اُسے توڑ دے اور دَم واجب ہے اس سال عمرہ کر لے، سال آئندہ حج اور اگر عمرہ توڑ کر حج کیا تو عمرہ ساقط ہو گیا اور دَم دے اور دونوں کر لئے تو ہو گئے مگر گنہگار رہا اور دَم واجب۔ (۵۳)

اور جس صورت میں فقہاء کرام نے گنہگار ہونا ذکر کیا ہے اس میں توبہ بھی لازم ہوگی۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء ۸ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۱ نومبر ۲۰۰۶ م (241-F)

متمتع کا ادائیگی حج سے قبل عمرے کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج تمتع کرنے والا جب عمرہ کر کے فارغ ہو جاتا ہے اور اُسے حج تک مکہ میں رہنا ہوتا ہے تو اس دوران وہ حج سے قبل عمرہ کرنا چاہے تو عمرہ یا کئی عمرے کر سکتا ہے یا نہیں؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی)

۵۲۔ المسلك المتقسط إلى المنسك المتوسط، باب الجمع بين المسكين المتحدين، ص ۳۲۱

۵۳۔ بہار شریعت، حصہ ششم، حج کا بیان، احرام ہوتے ہوئے دوسرا احرام باندھنا، ص ۱۱۸

Ishaate Islam

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حج تمتع کرنے والا کو اس دوران عمرہ کرنا ممنوع نہیں ہے، چنانچہ ملاعلی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و الظاهر أن المتمتع بعد فراغه من العمرة لا يكون ممتنعاً من إتيان العمرة، فإنه زيادة عبادة، و هو و إن كان في حكم المكي إلّا أن المكي ليس ممنوعاً عن العمرة فقط على الصحيح، و إنما يكون ممنوعاً عن التمتع كما تقدم و الله أعلم (٥٤)

یعنی، ظاہر ہے کہ حج تمتع کرنے والے کو اپنے عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد اور عمرہ کرنا ممنوع نہیں ہے، کیونکہ یہ تو عبادت کو زیادہ کرنا ہے اور وہ اگر چہ مکی کے حکم میں ہے مگر صحیح قول کے مطابق مکی کو (ان ایام میں) صرف عمرہ کرنا ممنوع نہیں ہے، اُسے تو تمتع (یعنی اشہرِ حج میں عمرہ ادا کر کے، فراغت کے بعد اُسی سال حج کا احرام باندھنے) سے ممانعت ہے جیسے کہ گزر چکا۔ واللہ اعلم

اور اس کے حاشیہ میں علامہ حسین بن محمد سعید عبد الغنی مکی حنفی لکھتے ہیں:

قوله: و الظاهر أن المتمع بعد فراغه من العمرة لا يكون ممتنعاً من إتيان العمرة: تقدم من الشارح أنه نصّ على جواز عمرة المتمتع و سيأتي تمام الكلام على ذلك إن شاء الله تعالى ١ هـ (٥٥)

یعنی، ظاہر ہے کہ حج تمتع کرنے والے کو اپنے عمرے سے فارغ ہونے کے بعد اور عمرہ کرنا ممنوع نہیں ہے۔ شارح کے حوالے سے پہلے گزرا کہ یہ متمتع کے لئے جواز عمرہ پر نص ہے اور عنقریب اس پر مکمل بحث آئے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ

٥٤۔ المسالك المتقسط في المنسك المتوسط، باب التمتع، ص ٢٩٩

٥٥۔ إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، باب التمتع، ص ٢٩٩

اور علامہ السید ثابت أبي المعالي بن فیض خان المکناکی متوفی ۱۳۴۶ھ کے فتاویٰ میں ہے:

و الظاهر أن المتمتع بعد فراغه من العمرة، فإنه زيادة عبادة، و هو و إن كان في حكم المكي إلّا أن المكي ليس ممنوعاً عن العمرة فقط على الصحيح، و إنما يكون ممنوعاً عن التمتع كما تقدم والله تعالىٰ أعلم "ملا علي القاري، ص ١٨٠" قوله: الظاهر أن المتمتع بعد فراغه من العمرة لا يكون ممتنعاً من إتيان العمرة.....

تقدم من الشارح إنه نصّ على جواز عمرة المتمتع (٥٦)

یعنی، ظاہر ہے کہ حج تمتع کرنے والے کو اپنے عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد اور عمرہ کرنا ممنوع نہیں ہے کیونکہ یہ تو عبادت کو زیادہ کرنا ہے اور وہ اگر چہ مکی کے حکم میں ہے مگر صحیح قول کے مطابق مکی کو (ان ایام میں) صرف عمرہ کرنا ممنوع نہیں ہے، اُسے تو تمتع سے ممانعت ہے، اور ملاعلی القاری کا قول، ظاہر ہے کہ متمتع کو عمرہ سے فراغت کے بعد اور عمرہ کرنا ممنوع نہیں..... شارح کے حوالے سے پہلے گزرا کہ یہ متمتع کے لئے جواز عمرہ پر نص ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الثلثاء، ٦ ذي القعدة ١٤٢٧ هـ، ٢٨ نوفمبر ٢٠٠٦ م (264-F)

عمرہ میں بے وضو طواف وسعی کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے اگر بے وضو عمرہ کا طواف وسعی کر لئے اور احرام کھول دیا اب اس پر کیا لازم ہوگا۔ اور اگر وطن واپس لوٹ آئے تو کیا حکم ہے؟

(السائل: طالب قادری، جمشید روڈ، کراچی)

٥٦۔ فتح الرحماني، المجلد (١)، كتاب الحج، ص ٣٣٤

Ishaate Islam

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: اس صورت میں حکم یہ ہے کہ وہ جب تک مکہ میں ہوعمرہ کےطواف اورسعی کا اعادہ کرے، اوراس پر کچھ لازم نہ ہوگا سوائے اس کے کہ اس نے گناہ کا کام کیا جس کے لئے وہ توبہ کرے اوراگر وطن لوٹ آتا ہے تو اس پر دم لازم ہوگا، چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

من طاف لعمرته و سعى على غير وضوء فما دام بمكة يعيد هما فإذا أعادهما لا شيء عليه فإن رجع إلى أهله قبل أن يعيد فعليه دم لترك الطهارة فيه و لا يؤمر بالعود لوقوع التحلل بأداء الركن و ليس عليه في السعي شيء، و كذا إذا أعاد الطواف و لم يعد السعي في الصحيح كذا في "الهداية" (۵۷)

یعنی، جس نے عمرہ کا طواف اورسعی بغیر وضو کے کیا پس جب تک مکہ میں ہے ان دونوں کا اعادہ کرے گا، جب ان دونوں کا اعادہ کرلیا تو اس پر کوئی چیز نہیں ہے اوراگر ان کا اعادہ کرنے سے پہلے اپنے اہل کی طرف لوٹ گیا تو ان میں پاکی کے چھوڑنے کی وجہ سے اس پر دم ہے اور اسے لوٹنے کا حکم نہیں دیا جائے گا کیونکہ رُکن کی ادائیگی سے احرامِ عمرہ سے تحلُّل واقع ہوگیا اوراس پر سعی میں کوئی شے نہیں ہے اوراسی طرح صحیح قول کے مطابق (اس پر کچھ لازم نہیں) جب اس نے طواف کا اعادہ کیا اوراورسعی کا اعادہ نہ کیا، اسی طرح "ھدایہ" میں ہے۔(۵۸)

اس صورت میں فقہاء کرام نے طوافِ عمرہ کے اعادہ کا حکم دیا ہے اورعدمِ اعادہ کی صورت میں دَم۔ اس سے ظاہر ہے کہ بے وضو کیا ہوا طواف تو ہوگیا مگر ناقص ہوا، اس لئے جبر

۵۷۔ الفتاوی الهندیه، المجلد (۱)، کتاب الحج، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الخامس فی الطواف و السعی الخ، ص۲۴۷

۵۸۔ الهدایه، المجلد (۱۔۲)، کتاب الحج، باب الجنایات، فصل: و من طاف

نقصان کے لئے اعادہ اوراعادہ نہ کرسکنے کی صورت میں دَم کا حکم دیا، یہ اس طرح ہے کہ جیسے نماز میں کسی واجب کا ترک کہ ترکِ واجب سے نماز ہوتو گئی مگر ناقص ہوئی اورجبرِ نقصان کے لئے سجدہ سہو لازم ہوا اورسجدہ سہو نہ کرنے کی صورت میں اعادہ لازم ہوا۔ یہاں بھی اس کا پہلا طواف ادا ہوگیا تھا اگرچہ ناقص ہی ہوا، اس لئے سعی کہ جس کے لئے شرط ہے کہ وہ طواف کے بعد پائی جائے وہ طواف (اگرچہ ناقص طواف) کے بعد پائی گئی لہٰذا اس کا اعادہ لازم نہ ہوا، یہ ایسے ہی ہے کہ جیسے کسی شخص نے نمازِ عشاء پڑھی اوراس سے کسی واجب کا ترک ہوگیا اوراس نے وتر بھی پڑھ لئے بعد کو معلوم ہوا کہ مجھ پر فرض عشاء کا اعادہ واجب ہے تو اُس پر صرف فرض کا اعادہ لازم آتا ہے۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲ جمادی الأولی ۱۴۲۸ھ، ۱۹ مایو ۲۰۰۷ م (375-F)

Ishaate Islam

حج اور اس کی اقسام

آفاقی اشہرِ حج میں عمرہ کرنے کے بعد میقات سے باہر جا کر اُسی سال حج کرے تو کونسا حج ہوگا؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی آفاقی نے عمرہ اشہرِ حج میں کرلیا اب وہ مدینہ طیبہ چلا گیا پھر اسی سال اس نے حج کیا، تو حج اس نے کیا وہ حجِ تمتع ہوگیا یا حجِ افراد ہوگا؟

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: ایسے شخص کا حج، حجِ تمتع درست ہو گا۔ کیونکہ تمتع کہتے ہیں عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کرنے کو بشرطیکہ عمرہ کا وقوع اشہرِ حج میں ہو اور دونوں عبادات حقیقۃً یا حکماً ایک ہی سفر میں پائی جائیں، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

واما تمتع پس عبارت ست از اتیان بحج بعد فراغ از عمرہ وبشرط وقوع ہر دو عبادات در اشہرِ حج ودر سفر واحد حقیقۃً یا حکماً (۵۹)

یعنی، مگر تمتع پس وہ عبارت ہے حج ادا کرنے کے بعد از فراغِ عمرہ اور اس شرط کے ساتھ کہ دو عبادتوں میں سے ہر ایک کا وقوع اشہرِ حج میں اور حقیقۃً یا حکماً ایک سفر میں ہو۔

اور مذکورہ شخص نے بھی عمرہ اشہرِ حج میں کیا پھر حج کا احرام باندھا اور اس نے دونوں عبادتیں ایک ہی سفر میں ادا کیں اور اس نے عمرہ وحج کے مابین اپنے اہل کی طرف رجوع صحیح نہ کیا اگرچہ یہ مدینہ طیبہ عمرہ کا احرام کھولنے کے بعد گیا مگر وہاں اس کا اہل نہ تھا اس لئے اس کا

۵۹۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول در بیان إحرام، فصل سیوم در بیان أنواع إحرام، ص ۶۵

سفر باقی رہا۔ فقہاء کرام نے ایسی صورت کے لئے لکھا ہے کہ کوفہ کا رہنے والا اشہرِ حج میں عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول دے پھر وہ بصرہ وغیرہ چلا جائے حج کے دنوں میں وہاں سے حج کا احرام باندھ کر آئے تو متمتع ہوگا۔ چنانچہ علامہ ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

ولو اعتمر کوفی فیها و أقام بمکة أو بصرة و حجّ صحّ تمتعه (۶۰)

یعنی، اگر کوفی نے اشہرِ حج میں عمرہ کیا اور ٹھہر گیا مکہ یا بصرہ میں اور حج کر لیا تو اس کا تمتع صحیح ہوگیا۔

اور علامہ مظفر الدین احمد بن علی ابن الساعاتی حنفی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

و لو اعتمر کوفی و حلّ و خرج إلی البصرة و عاد فحجّ من عامه فهو متمتع (۶۱)

یعنی، اگر کوفہ کے رہنے والے نے عمرہ کیا اور اعمال عمرہ سے فارغ ہوکر اس نے احرام کھول دیا اور وہ بصرہ چلا گیا اور مکہ لوٹا پھر اسی سال اس نے حج کیا تو وہ متمتع ہے۔

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

کوفی أی آفاقی حلّ من عمرته فیها أی الأشهر وسکن بمکة أی داخل المواقیت

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قوله أی دخل المیقات أشار إلی أن ذکر مکة غیر قید بل المراد هی و ما فی حکمها

علامہ حصکفی اور لکھتے ہیں:

أو بصرة أی غیر بلده و حج من عامه متمتع لبقاء سفره

۶۰۔ کنز الدقائق، کتاب الحج، باب التمتع

۶۱۔ مجمع البحرین و ملتقی النیرین، کتاب الحج، فصل فی التمتع، ص ۲۳۹

Ishaate Islam

اس کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں:

قولہ أی فی غیر بلدہ، أفاد أن المراد مکان لا أھل لہ فیہ سواء اتخذ دارًا بأن نوی الإقامۃ فیہ خمسۃ عشر یوماً أو لا کما فی "البدائع" و غیرھا (٦٢)

یعنی، آفاقی نے اشہرِ حج میں عمرہ ادا کر کے احرام کھول دیا اور مکہ میں یعنی میقات کے اندر ٹھہرا (اس کے تحت علامہ شامی نے لکھا) مصنف کا قول "داخل المیقات" یہ اس طرف اشارہ ہے کہ مکہ قید کے طور پر ذکر نہیں کیا گیا بلکہ اس سے مراد مکہ ہے اور وہ جو مکہ کے حکم میں ہے۔ (صاحبِ دُر لکھتے ہیں) یا بصرہ میں یعنی اپنے شہر کے علاوہ کسی شہر میں ٹھہرا (اس کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں) اس سے مستفاد یہ ہے کہ کسی ایسے مکان میں ٹھہرا جہاں اس کے اہل وعیال نہ ہوں، چاہے اسے گھر بنالیا، اس طرح کہ وہاں پندرہ دن رہنے کی نیت کی یا نہ کی (صاحبِ دُر لکھتے ہیں) اور اس نے اسی سال حج کیا تو وہ متمتع ہے اس کا سفر باقی رہنے کی وجہ سے۔

اور علامہ محمد طاہر سنبل کی حنفی لکھتے ہیں:

وھو صریح فی أن من وصل من المدینۃ مثلاً و أحرم بعمرۃ فی أشھر الحج و حلّ منھا ثم طلع إلی الطائف لزیارۃ الحبر رضی اللہ عنہ، أو للتنزہ ثم أحرم بحج منہ أنہ لا شی علیہ سوی دم التمتع ثم رأیت عبارۃ "غایۃ البیان" صریحۃ فی ذلک و ھذا معنی قول الکنز و لو اعتمر کوفی فیھا و أقام بمکۃ أو بصرۃ و حجّ صح تمتعہ و تمامہ فی شروحہ (٦٣)

٦٢۔ الدر المختار و رد المحتار، المجلد (٢)، کتاب الحج، باب التمتع، ص ٥٤١۔٥٤٢

٦٣۔ فتاویٰ العلامہ محمد طاہر سنبل المکی علی ھامش قرۃ العین بفتاویٰ علماء الحرمین، کتاب الحجّ، ص ٣٢

یعنی، یہ اس میں صریح ہے کہ مثلاً کوئی شخص مدینہ منورہ سے (مکہ) پہنچا اور اشہرِ حج میں عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ ادا کر کے احرام کھول دیا پھر بڑے عالم کی زیارت یا باغ اور سبزہ کی سیر (یا خوشی میں شرکت) کے لئے طائف گیا پھر وہاں سے اس نے حج کا احرام باندھا تو اس پر کچھ نہیں سوائے دمِ تمتع کے۔ پھر میں نے اس میں ''غایۃ البیان'' کی صریح عبارت دیکھی۔ اور یہ ''کنز الدقائق'' کے اس قول کے معنی ہیں، ''اگر اشہرِ حج میں عمرہ کیا اور مکہ یا بصرہ میں ٹھہرا اور (اسی سال) حج کیا تو دونوں کا تمتع صحیح ہوا'' اور اس کا تمام ''کنز'' کی شروح میں ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ٢٩ شوال المکرم ١٤٢٧ ھ، ٢٢ نوفمبر ٢٠٠٦ م (219-F)

آفاقی کا عمرہ کے بعد مدینہ طیبہ سے قران کی نیت کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ علماء کرام سے جب یہ پوچھا گیا کہ ایک حاجی جو فرض حج ادا کر چکا ہے کراچی سے ایام مناسکِ حج سے کئی روز پہلے آیا اور اس نے عمرہ کا احرام کراچی سے باندھا اور یہاں آکر عمرہ ادا کر کے احرام عمرہ کھول دیا پھر اگر وہ میقات سے باہر مثلاً مدینہ منورہ جاتا ہے اور وہاں سے حج وعمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھ کر آجائے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اس طرح کرے اور اس کا حجِ قران ہوجائے گا یا نہیں تو بعض نے فرمایا کہ اس کا حجِ قران ہوگا اور بعض دیگر نے فرمایا کہ قران درست نہ ہوگا کیونکہ اس کا حج حجِ تمتع ہے

(السائل: محمد یٰسین، حال مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں پہلا قول درست ہے کہ اُسے میقات سے باہر جانے کی صورت میں وہاں عمرہ وحج کا ایک ساتھ احرام باندھ کر

Isnate Islam

آنا جائز ہے اور اس صورت میں اس کا قران بھی درست ہوگا۔ کیونکہ جب وہ اشہرِ حج میں کراچی سے صرف عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آیا تھا اور وہ مکہ مکرمہ آ کر عمرہ ادا کر کے احرام سے فارغ ہوگیا تو اس پر لازم نہیں ہوا کہ وہ اسی سال حج بھی کرے کیونکہ وہ اپنے ساتھ جانور نہیں لایا کہ اس پر حج تک احرام میں رہنا لازم ہو چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

تمتع کی صورتیں ہیں ایک یہ کہ اپنے ساتھ قربانی کا جانور لایا، دوسری یہ کہ نہ لائے جو جانور نہ لایا وہ میقات سے عمرہ کا احرام باندھے مکہ مکرمہ میں آ کر طواف وسعی کرے اور سر مونڈ وائے اب عمرہ سے فارغ ہوگیا اور طواف شروع کرتے ہی یعنی سنگِ اسود کو بوسہ دیتے وقت لبیک ختم کر دے اب مکہ میں بغیر احرام کے رہے۔

اور جانور لانے والے کے لئے لکھتے ہیں:

اب مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ سے فارغ ہو کر بھی مُحرِم رہے جب تک قربانی نہ کرے، اُسے سر مونڈوانا جائز نہیں جب تک قربانی نہ کر لے ورنہ دم لازم آئے گا پھر وہ تمام افعال کرے جو اس کے لئے بتائے گئے کہ جانور نہ لایا تھا، اور دسویں تاریخ کو رمی کر کے سر مونڈ وائے، اب دونوں احرام سے ایک ساتھ فارغ ہوگیا۔

اور لکھتے ہیں:

جو جانور لایا وہ بہر حال قارن کی مثل ہے۔(۶۴)

لہٰذا ثابت ہوا کہ جانور نہ لانے کی صورت میں اس کے لئے حج کرنا لازم نہ ہوا، اسی لئے مذکور آفاقی اگر اشہرِ حج میں عمرہ کرنے کے بعد وطن لوٹ جائے تو اُسے یہ بھی روا ہے، اور اس آفاقی کا حجِ تمتع تب ہوگا جب وہ اشہرِ حج میں عمرہ کرنے کے بعد بلاتحلّل الم صحیح اسی سال حج کرے گا اور یہ صحتِ تمتع کی شرط ہے یعنی تمتع کے صحیح ہونے کی شرط ہے اگر یہ شرط پائی گئی تو تمتع صحیح ہوگا ورنہ نہیں جیسا کہ "حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب" (ص۶۸) میں ہے اور اس

۶۴۔ بہار شریعت، جلد(۱)، حصہ(۶)، تمتع کا بیان، تمتع کے شرائط، ص۹۶، ۹۷

کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اگر الم صحیح نہ پایا گیا تو اسے تمتع لازم ہوگیا اس کا مطلب تو یہ ہے کہ الم صحیح نہ پانے کی صورت میں اس کا تمتع صحیح ہو جائے گا تبھی تو قرآن کریم میں یہ ارشاد ہوا:

﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ (۶۵)

ترجمہ: جس نے عمرہ سے حج کی طرف تمتع کیا اس پر قربانی ہے۔

اور فرمایا کہ

﴿ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ (۶۶)

ترجمہ: یہ اس کے لئے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو۔

اور جب تک وہ عمرہ کے بعد حج کا احرام نہیں باندھتا تو اس کا تمتع نہ ہوا، کیا معلوم کہ وہ عمرہ کے بعد اس سال حج ہی نہ کرے یا عمرہ کے بعد الم صحیح کرے اور الم صحیح کے معنی ہیں کہ عمرہ کے بعد احرام کھول کر اپنے وطن واپس جائے اور وطن سے مراد وہ جگہ ہے جہاں وہ رہتا ہے پیدائش کا مقام اگرچہ دوسری جگہ ہو۔(۶۷)

پھر اُسی سال صرف حج کا احرام باندھ کر آئے اور حج کرے تو اس کا حج حجِ افراد ہوگا، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں:

لہٰذا اگر وہ عمرہ کرنے کے بعد وطن گیا پھر واپس آ کر حج کیا تو تمتع نہ ہوا۔(۶۸)

لہٰذا اس کا تمتع تب ہوگا جب وہ میقاتی عمرہ کے بعد اس سال حج کا بھی احرام باندھے چنانچہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

تمتع اُسے کہتے ہیں کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرے پھر اسی سال حج کا احرام باندھے۔(۶۹)

لہٰذا ثابت ہوگیا کہ جب اس کے حج کا تمتع ہونا متعین نہیں ہوا، تو اُسے جائز ہے کہ وہ عمرہ کے بعد حجِ قران کرے اور اگر یہ کہا جائے کہ جب وہ شخص کراچی سے عمرہ کا احرام باندھ کر آیا

۶۵۔ البقرہ:۲/۱۹۶ ۶۶۔ البقرہ: ۲/۱۹۶

۶۷۔ بہار شریعت:۱/۶/۹۶ ۶۸۔ بہار شریعت:۱/۶/۹۶

۶۹۔ بہار شریعت:۱/۶/۹۵

تھا اور اس کا اسی سال حج کا بھی ارادہ تھا لہٰذا اسی سال اگر وہ حج کرتا تو بہر صورت اس کا حج حجِ تمتع ہی ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا یہ ارادہ معتبر نہیں اور اس ارادے کی وجہ سے اُس پر اس سال حج کرنا لازم نہیں ہوا اگر یہ ارادہ معتبر ہوتا تو اُس پر اسی سال حج لازم ہوجاتا حالانکہ ایسا نہیں ہے، اور پھر اس کا اس سال حج ضروری نہیں کہ تمتع ہی واقع ہو کیونکہ اگر اس سے اشہرِ حج میں عمرہ سے فراغت کے بعد حج کے مابین الِمام صحیح پایا جاتا ہے تو اس کا حج حجِ افراد ہوتا، اگر صرف اس کے ارادے سے اس سال حج لازم ہوجاتا تو اُسے صرف عمرہ کر کے جانا اور اس سال حج ترک کرنا جائز نہ ہوتا اور اگر اس کے اس ارادے سے تمتع متعین ہوجاتا تو اس کے لئے اس سال حجِ افراد جائز نہ ہوتا اور حجِ افراد کر کے تمتع کو توڑنے کی صورت میں اس پر کچھ لازم آتا حالانکہ ایسا بالکل نہیں ہے اور جس نے اشہرِ حج میں صرف عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ ادا کیا اب وہ اسی سال کسی بھی صورت میں قِران نہیں کرسکتا، یہ کہیں بھی نہیں لکھا ہوا۔

اور پھر کچھ لوگ اس میں الِمام کی بحث کرتے ہیں اُن کے لئے عرض یہ ہے کہ الِمام کی دو قسمیں ہیں ایک الِمام صحیح جیسے متمتع اشہرِ حج میں عمرہ ادا کر کے اپنے اہل کو لوٹے تو اس کا یہ الِمام صحیح ہے اب اگر وہ اسی سال صرف حج کا احرام باندھ کر آتا ہے اور حج کرتا ہے تو اس کا حج تمتع نہیں ہوگا۔ اور دوسرا ہے الِمام فاسد جیسے قارن وہ اگر اشہرِ حج میں عمرہ کر کے اپنے اہل کو لوٹ جائے اور اسی سال آ کر حج بھی کرے تو اس کا یہ الِمام فاسد ہے جو قِران کو باطل نہیں کرتا اسی لئے فقہاء کرام نے تصریح کی کہ صحتِ قِران کے لئے عدمِ الِمام شرط نہیں ہے جیسا کہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی کے ''لباب'' میں یہی کلمات ہیں اور ملا علی قاری حنفی مصنّفِ لُباب کی مناسک پر دوسری کتاب سے نقل کرتے ہیں:

اعلم أن الِمام الصحيح المبطل للحكم لا يتصوّر في حق القارن

یعنی، جاننا چاہئے کہ الِمام صحیح جو حکم کو باطل کرنے والا ہے وہ قارن کے حق میں متصوّر نہیں ہے۔

اور لکھتے ہیں:

و اعتبر الِمام القارن لما صحّ قران المكي الخارج إلى الآفاق (۷۰)

یعنی، اگر قارن کے الِمام کا اعتبار کیا جاتا تو آفاق کو جانے والے مکی کا قِران درست نہ ہوتا (حالانکہ ایسے مکی کا قِران درست ہے)۔

لہٰذا قِران کے بارے میں اُن کا الِمام کی بحث کرنا بے فائدہ ہے۔

احقر نے حج کے لئے آنے سے قبل برادرم مولانا محمد عرفان صاحب ضیائی کی طرف سے دیئے گئے مسائلِ حج کے جوابات تحریر کرنے میں فقہ حنفی کی جو کُتُب میسر آسکیں سب کے کتاب الحج اور بالخصوص مناسکِ حج پر لکھی ہوئی کُتُب کی ورق گردانی کی اور مجھے مذکورہ صورت میں قِران کے عدمِ جواز کا کوئی قول نظر نہیں آیا اگر کسی کی نظر میں ایسا کوئی قول ہو تو پیش کرے فقیر بسر چشم قبول کرنے اور اپنے اس فتویٰ سے رجوع کے لئے ہمہ وقت تیار ہے کیونکہ و الحق أحق أن يتبع۔ کُتُبِ مناسک میں صورت مذکورہ میں حجِ قِران کے جواز کا قول مذکور ہے۔

چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی "لباب المناسك" اور اس کی شرح میں ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

(السادس أن يكون آفاقياً و لو حكماً فلا قران للمكي) أي الحقيقي (إلا إذا خرج إلى الآفاق قبل أشهر الحج، قيل: و لو فيها فيصح منه القران لصيرورته آفاقياً حكماً) أي كما أنه لا يجوز القران للآفاقي إذا دخل مكة وصار من أهلها حكماً هذا، و فيه أن اشتراط الآفاق إنما هو للقران المسنون لا لصحة عقد الحجّ و العمرة (۷۱)

یعنی، چھٹی شرط یہ ہے کہ وہ قارن آفاقی ہو، اگرچہ حکماً (آفاقی ہو) پس مکی یعنی حقیقی (مکی) کے لئے قِران نہیں مگر جب وہ (مکی حقیقی) حج کے مہینوں سے قبل آفاق کی جانب (یعنی میقات سے باہر) نکلا (اور عمرہ و

۷۰۔ السلك المتقسّط إلى المنسك المتوسّط، ص ۲۸۷

۷۱۔ السلك المتقسّط إلى المنسك المتوسّط، باب القران، فصل في شرائط صحة القران، ص ۲۸۶

Ishaate Islam

حج کا احرام باندھ کر آیا تو اس کا قران صحیح ہے)، کہا گیا کہ اگرچہ (مکی حقیقی) حج کے مہینوں میں نکلا تو اس کا قران صحیح ہے، اس لئے کہ وہ حکماً آفاقی ہوگیا یعنی جیسا کہ قران آفاقی کے لئے جائز نہیں جب وہ مکہ میں داخل ہوگیا (اور میقات سے باہر نہ گیا)۔ اور اس میں آفاقی کی شرط قران مسنون کے لئے ہے نہ عقد حج وعمرہ کی صحت کے لئے۔

مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہے قران مسنون کے لئے آفاقی ہونا شرط ہے پھر آفاقی چاہے حقیقی ہو یا حکمی اور مکی، اگر اشہرِ حج سے قبل میقات سے باہر چلا جائے وہاں سے عمرہ، حج کا احرام باندھ کر آجائے تو اس کا قران بھی درست ہوجاتا ہے اور اگر مکی حقیقی اشہرِ حج میں نکلا اور قران کا احرام باندھ کر آیا تو ایک قول کے مطابق وہ بھی قارن ہوجائے گا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی اسی باب کی دوسری فصل (أی فیما لا یشترط فیہ) میں لکھتے ہیں:

فیصح من مکی خرج إلی الآفاق

یعنی، جو مکی آفاق کو نکلا اس سے قران صحیح ہے۔

اور اس کے تحت ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أی یصح القران من مکی خرج إلی الآفاق، ثم رجع إلی مکۃ فقرن و طاف لعمرتہ فی الأشہر ثم حج من عامہ، فإنہ مع کونہ ألم بأہلہ صحّ قرانہ لکونہ محرماً (۷۲)

یعنی، مکی آفاق کو نکلا پھر مکہ کو لوٹا اور اس نے قران کیا (یعنی آفاق سے عمرہ و حج کا ایک ساتھ احرام باندھا) اور اشہرِ حج میں عمرہ کا طواف کیا پھر اسی سال (اسی احرام سے) حج کیا، پس اس کے لئے اپنے اہل کے ساتھ ملنے کے باوجود محرم ہونے کی وجہ اس کا قران درست ہوا۔

اور امام اہلسنّت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ علامہ علاؤالدین حصکفی اور علامہ شامی کی عبارت قولہ: "ھو أفضل أی: من التمتع و کذا من الإفراد" (یعنی قران تمتع سے افضل ہے

۷۲۔ المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط، ص ۲۸۷

اسی طرح حج افراد سے) کے تحت لکھتے ہیں:

أقول و باللہ التوفیق: المحرم إمّا یأتی فی عام واحد بنسک واحد أو بنسکین، علی الأول منفرد بالحج إن حج و بالعمرۃ إن اعتمر علی الثانی إمّا أن یحرم بہما معاً أو بکل علی حدۃ علی الأول قارن مطلقاً علی ما فی المحیط (أی فی المحیط البرہانی) و استظہرہ القاری فی "شرح اللباب" و بشرط أن یقع أکثر طواف العمرۃ فی أشہر الحج علی ما فی "اللباب" و قال المحقّق علی الإطلاق (إنہ الحق)، و علی الثانی إمّا أن یقدم إحرام العمرۃ أو الحج، فی الوجہ الأول إن أحرم بالحج قبل أن یطوف للعمرۃ أربعۃ أشواط، فقارن مطلقاً الخ (۷۳)

یعنی، میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ مُحرِم ایک سال میں ایک نُسک (یعنی حج یا عمرہ) کے ساتھ آئے گا یا دو نُسک (یعنی حج وعمرہ) کے ساتھ، پہلی صورت پر اگر حج کرے گا تو منفرد بالحج اور اگر عمرہ کرے تو منفرد بالعمرہ کہلائے گا، دوسری صورت میں وہ اُن دونوں (حج وعمرہ) کا احرام ایک ساتھ باندھے گا یا علیحدہ علیحدہ، پہلی صورت میں مطلق قارن کہلائے گا جیسا کہ محیط (یعنی محیط البرہانی) میں ہے اور ملا علی قاری نے "شرح اللباب" میں اس کو ظاہر فرمایا ہے اور "لباب" میں اس شرط کے ساتھ (قارن قرار پائے گا) کہ عمرہ کے طواف کا اکثری حصہ حج کے مہینوں میں ہونا چاہئے اور محقق علی الاطلاق (علامہ ابن ہمام) "مطلق" کے قائل ہیں اور بے شک یہی حق ہے، اور دوسری صورت میں یا تو وہ عمرہ کے احرام کو مقدم کرے گا یا حج کے احرام کو، پہلی صورت میں اگر اُس نے عمرہ کے طواف کے چار چکر سے پہلے اُس نے حج کا

۷۳۔ ردّ المحتار علی درّ المختار، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب القران

احرام باندھا تو وہ مطلقاً قران قرار پائے گا۔ الخ

اس عبارت میں بھی قران کے لئے مذکور ہے کہ قارن عمرہ و حج دونوں کے احرام کے ساتھ میقات سے آئے یا کسی ایک کے احرام سے آنے یعنی حج یا عمرہ کے احرام کے ساتھ آئے اگر عمرہ کے احرام کے ساتھ آیا اس کے چار چکر پورے کرنے سے قبل اس نے حج کی نیت کر لی تو بھی قارن ہو جائے گا اور صورت مسئولہ میں بھی حاجی جب میقات سے حج وعمرہ دونوں کے احرام سے آیا تو وہ مطلقاً قارن ہو گیا اور آفاقی کے حق میں قران کے لئے یہ شرط کہیں مذکور نہیں ہے کہ اس نے اشہرِ حج میں اگر عمرہ کر لیا ہوگا تو اب وہ کسی صورت میں قارن نہیں ہو سکتا اگر چہ وہ میقات سے حج وعمرہ کا احرام باندھ کر آجائے یا ایسے شخص کے لئے یہ شرط بھی کہیں مذکور نہیں کہ اُسے قران کے لئے وطن واپس جانا ضروری ہے ورنہ قران نہیں ہوگا، علاوہ ازیں حجِ قران کی تعریف اور اس کی شرائط پر غور کیا جائے تو کہیں بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ صورت مذکورہ میں قران درست نہ ہوگا۔ جیسا کہ علامہ ابو الحسن احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ قران کے بارے میں لکھتے ہیں:

و صفة القران أن يهل بالعمرة و الحج من الميقات معاً (۷٤)

یعنی قران کی تعریف یہ ہے کہ وہ میقات سے عمرہ اور حج کا ایک ساتھ احرام باندھے۔

اور بعض لوگ مفتی اعظم پاکستان مفتی وقار الدین متوفی ۱۴۱۳ھ کے حوالے سے زبانی بیان کرتے ہیں کہ آپ فرماتے تھے کہ قران کے لئے وطنِ اصلی سے احرام باندھنا ضروری ہے حالانکہ حضرت کے مجموعہ فتاویٰ ''وقار الفتاویٰ'' میں دو فتاویٰ خود اس قول کے خلاف ہیں جو اُن کی طرف منسوب کیا جاتا ہے چنانچہ وہ دونوں فتاویٰ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ **الاستفتاء:** کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے میں جو حجاج کرام حج سے پہلے مکہ مکرمہ سے عمرہ کر کے مدینہ طیبہ چلے جاتے ہیں، جب وہ حج کے لئے مکہ واپس ہوں گے تو کیا ان کے لئے دوبارہ عمرہ کرنا ضروری ہے کہ نہیں؟ اور اگر حج وعمرہ کا

۷٤۔ مختصر القدوری، کتاب الحج، باب القران

ایک ساتھ احرام باندھ لیں تو قارن کے حکم میں داخل ہو جائیں گے کہ نہیں؟

الجواب: ایسے لوگ مکہ مکرمہ میں بغیر احرام کے داخل نہیں ہو سکتے، لہٰذا حج وعمرہ کا احرام باندھ لیں تو قارن ہو جائیں گے۔ (۷۵)

۲۔ **الاستفتاء:** کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید حجِ ''قران'' کرنا چاہتا ہے مگر حکومتِ پاکستان نے اُسے حج سے پہلے مدینہ طیبہ بھیج دیا، اب زید مدینہ طیبہ سے حجِ قران کا احرام باندھ سکتا ہے کہ نہیں؟ نیز حدودِ حرم سے نکل کر حجِ قران کا احرام باندھا جا سکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب: صورتِ مسئولہ زید مدینہ منورہ سے حجِ قران (جب عمرہ اور حج ایک ہی احرام سے کیا جائے تو اسے حجِ قران کہتے ہیں) کا احرام باندھ سکتا ہے، میقات کے اندر رہنے والوں کے لئے قران جائز نہیں، اسی طرح میقات سے باہر والا جب حرم پہنچا اور عمرہ کر لیا اور میقات سے باہر نہ گیا تو قران نہیں کر سکتا۔ (۷٦)

لہٰذا ان فتاویٰ کی روشنی میں حضرت کی طرف منسوب قول کا درست نہ ہونا روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۳ ذوالحجة ۱٤۲۷ھ، ۲۳ دیسمبر ۲۰۰٦ م (314-F)

کیا آفاقی حجِ افراد کر سکتا ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا آفاقی حج افراد کر سکتا ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: آفاقی حج افراد کر سکتا ہے، چنانچہ

۷۵۔ وقار الفتاویٰ، جلد (۲)، کتاب الحج، ص ۴۴۴۔۴۴۵

۷٦۔ وقار الفتاویٰ، جلد (۲)، کتاب الحج، ص ۴۴۹۔۵۵۰

Ishaate Islam

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

واما انواع مشروعہ از احرام چہار اند یکے از قران دویم تمتع، سیوم افراد حج چہارم افراد عمرہ، واین چہار نوع از احرام مشروع اند لیکن نوع اول و ثانی از انہا مشروع اند در حق آفاقی فقط ونوع ثالث ورابع مشروع اند در حق جمیع مردم از آفاقی ومکی ومیقاتی (۷۷)

یعنی، احرام کی مشروع صورتیں چار ہیں، ایک حج قران کے لئے، دوسرے حج تمتع کے لئے، تیسری حج افراد کے لئے، چوتھی افراد عمرہ کے لئے، اور احرام کی یہ چار صورتیں مشروع ہیں لیکن پہلی اور دوسری صورت (یعنی قران وتمتع کے لئے احرام) فقط آفاقی کے حق میں مشروع ہے اور احرام کی تیسری اور چوتھی صورت سب لوگوں کے لئے مشروع ہے چاہے وہ آفاقی ہو یا مکی یا میقاتی۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعۃ، ۲ ذوالحجہ ۱۴۲۷ھ، ۲۲ دیسمبر ۲۰۰۶ م (313-F)

فقیر آفاقی اگر حج کرلے تو اس کا فرض ادا ہو جائے گا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فقیر آفاقی اگر حج کرلے اس طرح کہ کوئی اسے لے جائے یا اس کے اخراجات اس کے ہاتھ دیئے بغیر ادا کردے اور وہ فقیر اس طرح حج کرلے تو اس کا حج فرض ہوگا یا نفل اور مالدار ہونے کے بعد اس پر فرض کی ادائیگی لازم ہوگی یا فقط اُس حج کی ادائیگی سے فرض اس کے ذمے سے ساقط ہوگیا؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: فقیر آفاقی (یعنی جو حدود میقات سے باہر کا رہنے والا ہو) جب فرض کی نیت سے یا مطلق نیت کے ساتھ حج کرے گا تو اس کا

۷۷۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول، فصل سیوم در بیان انواع احرام، ص ۶۵

فرض ادا ہو جائے گا، مالدار ہونے کے بعد اس پر حج لازم نہ ہوگا۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ الآیۃ (۷۸)

ترجمہ: ''اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے''۔ (کنز الایمان)

اور استطاعت وجوب کی شرط ہے نہ کی شرط جواز اور حج کے فرض سے واقع ہونے کی شرط، جو فقیر کے حق میں کہا جا سکے کہ اس کا حج ادا نہیں ہوا، لہذا فقیر اگر حج کرلے تو اس کا فرض ادا ہو جائے گا۔

فقہاء کرام نے سواری اور توشہ پر قُدرت کے بارے میں تصریح کی ہے کہ یہ وُجوب کی شرطیں ہیں، چنانچہ علامہ عبدالرحمن بن محمد بن سلیمان المدعو شیخی زادہ حنفی متوفی ۱۰۷۸ لکھتے ہیں:

وهما من شروط الوجوب عند الفقهاء (۷۹)

یعنی، وہ دونوں فقہاء کے نزدیک وجوب کی شروط سے ہیں۔

اور ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

السادس: الاستطاعة وهي شرط الوجوب لاشرط الجواز، و الوقوع عن الفرض، حتى لو تكلّف الفقير و حجّ و نوى حجّ الفرض أو أطلق جاز له، و سقط عنه فرضه (۸۰)

یعنی، چھٹی شرط استطاعت ہے اور یہ وجوب کی شرط ہے، جواز اور حج کے فرض واقع ہونے کی شرط نہیں ہے، حتی کہ اگر فقیر تکلف کرے اور حج کرلے اور فرض حج کی نیت کرلے یا مطلق نیت کرلے تو اسے جائز ہے اور اس کا فرض اس سے ساقط ہو جائے گا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

۷۸۔ ال عمران: ۹۷/۳

۷۹۔ مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، المجلد (۱) كتاب الحجّ، ص ۳۸۵

۸۰۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب شرائط الحجّ، ص ٤٤

Ishaate Islam

شرط پنجم استطاعت ست: وآن شرط وجوب ست نہ شرط صحتِ اداء، نہ شرط شروع از فرض تا آنکہ اگر تکلف کرد فقیرے و حج کرد در حال فقر و نیت کرد مر حج فرض را یا آنکہ نیت کرد مطلق حج را جائز گردد حج او و ساقط گردد از وے فرض (۸۱)

یعنی، پانچویں شرط استطاعت ہے: اور یہ وجوب کی شرط ہے، صحتِ اداء کی شرط نہیں اور نہ ہی حج کے فرض سے واقع ہونے کی شرط ہے، یہاں تک کہ کوئی فقیر اگر تکلف کرلے اور حالتِ فقر میں حج کرلے اور حج میں خاص فرض کی نیت کرے یا مطلق حج کی نیت کرے تو اس کا حج جائز ہو جائے گا اور اس سے فرض ساقط ہوجائے گا۔

اور فقہاءِ احناف میں سے کسی نے اس کا خلاف نہیں کیا، یعنی کسی نے استطاعت کو صحتِ اداء کی شرط قرار نہیں دیا اور نہ ہی کسی نے یہ کہا کہ یہ حج کے فرض سے واقع ہونے کی شرط ہے چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں، اور ان سے فقیہ عبدالرحمٰن بن محمد بن سلیمان شیخی زادہ متوفی ۱۰۷۸ھ نقل کرتے ہیں:

واعلم أن القدرة على الزاد و الراحلة شرط الوجوب لا نعلم عن أحدٍ خلافه (۸۲)

یعنی، جان لے کہ توشہ اور سواری پر قدرت حج کے وجوب کی شرط ہے (فقہاءِ کرام میں سے) ہم کسی سے اس کا خلاف نہیں جانتے۔

اور یہ اہلیت کی شرط نہیں ہے چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام لکھتے ہیں:

بخلاف اشتراط الزاد و الراحلة في حق الفقير فإنه للتيسير لا الأهلية فوجب على فقراء مكة (۸۳)

۸۱۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، مقدمه الرساله، فصل اول، شرائط حج، ص ۲۵

۸۲۔ فتح القدير، المجلد (۲)، كتاب الحجّ، تحت قوله: ثم قيل هو شرط الخ، ص ۳۲۹

۸۳۔ فتح القدير، المجلد (۲)، كتاب الحجّ، تحت قوله: لقوله عليه الصلاة و السلام: أيّما عَبْدٍ، ص ۳۲۵

یعنی، بخلاف فقیر کے حق میں توشہ وسواری کی شرط کرنے کے پس تحقیق وہ شرط آسانی کے واسطے ہے نہ کہ اہلیت کے واسطے تو فقراءِ مکہ پر حج واجب ہے۔

جیسے فقیر اگر پیدل چل کر مکہ مکرمہ پہنچے اور حج کرلے تو اس کا فرض ادا ہوجائے گا اور مالدار ہونے کے بعد اس پر حج لازم نہیں ہوگا چنانچہ قاضی القضاۃ امام فخر الملۃ والدین حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ (۸۴) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ (۸۵) نقل کرتے ہیں:

و الفقير إذا حجّ ماشياً ثم أيسر فلا حجّ عليه

یعنی، فقیر نے جب پیدل حج کیا پھر وہ غنی (مالدار) ہوا تو اس پر (دوبارہ) حج کرنا لازم نہیں۔

اور امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام لکھتے ہیں:

قالوا: لو تحمل العاجز عنهما فحجّ ماشياً يسقط عنه الفرض، حتى لو استغنى لا يجب عليه أن يحجّ (۸۶)

یعنی، فقہاءِ کرام نے فرمایا کہ سواری اور توشہ سے عاجز شخص جب (مشقت) برداشت کرلے اور پیدل حج کرلے تو اس سے حج کا فرض ساقط ہوجائے گا، یہاں تک کہ اگر وہ مالدار ہوا تو اس پر (دوبارہ) حج کرنا واجب نہ ہوگا۔

جب پیدل حج کرلینے والے فقیر آفاقی کا فرض ادا ہوجاتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ شخص جسے دوسرا اپنے خرچ پر لے گیا اور وہ بغیر اپنا کچھ خرچ کئے وہاں پہنچ گیا اور اس نے فرض کی نیت سے یا مطلق نیت سے حج کرلیا تو اس کا فرض ادا ہوگیا۔

۸۴۔ فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ الهنديه، المجلد (۱)، كتاب الحج، ص ۲۸۱، ۲۸۲

۸۵۔ الفتاوىٰ الهنديه، المجلد (۱)، كتاب المناسك، الباب الأول، ص ۲۱۷

۸۶۔ فتح القدير، المجلد (۲)، كتاب الحجّ، تحت قوله: ثم قيل هو، ص ۳۲۹

Ishaate Islam

اور معذور افراد پر حج فرض نہیں اگر چہ مالدار ہوں، یہی ظاہر الروایۃ ہے، چنانچہ امام اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

و أما فی ظاهر الرواية عنه أنه لا يجب الحجّ على الزمن و المفلوج، و المقعد و مقطوع الرجلين و إن ملكوا الزاد و الراحلة، و هو رواية عنهما، حتى لا يجب الاحجاج عليهم بمالهم (۸۷)

یعنی، مگر امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ظاہر روایت میں ہے کہ لولے، لنگڑے، مفلوج پر اور وہ جس کے دونوں پاؤں کٹے ہوئے ہوں اس پر حج فرض نہیں، اگر چہ یہ لوگ توشہ اور سواری کے مالک ہوں اور یہی صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے حتی کہ اُن پر اپنے مال سے حج کروانا لازم نہیں۔

اور اگر یہ لوگ فرض کی ادائیگی کی نیت سے حج کرلیں اور بعد میں اللہ تعالیٰ ان کو صحت عطا فرمادے تو ان پر (دوبارہ) حج کی ادائیگی لازم نہیں، چنانچہ صاحب ہدایہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

من سقط عنه فرض الحجّ لزمانه أو مرضه أو لكونه مقعدًا أو مفلوجاً فحجّ على تلك الحالة، يقع عن حجّة الإسلام إذا كان حرّاً عاقلاً بالغًا، فإنه كالفقير إذا حجّ، ثم استغنى (۸۸)

یعنی، جس شخص پر سے فرض حج ساقط ہوگیا اس کے لولے ہونے کی وجہ سے یا اس کے مرض کی وجہ سے یا اس کے لنگڑے ہونے کی وجہ سے یا اس کے فالج زدہ ہونے کی وجہ سے، اور اس نے اپنی اسی حالت میں حج کرلیا تو اس کا اس حال میں حج کرنا حجِ اسلام واقع ہوجائے گا جب کہ

۸۷۔ الكفاية شرح الهداية مع فتح القدير، المجلد (۲)، كتاب الحجّ، تحت قوله: و أما المقعد، ص ۳۲۶

۸۸۔ كتاب التجنيس و المزيد، المجلد (۲)، كتاب الحجّ، مسئلة (۱۲۹٤)، ص ٤٦١

وہ آزاد، عاقل، بالغ ہو۔ پس وہ فقیر کی مثل ہے جب اس نے (اپنے حالِ فقر میں) حج کیا پھر مالدار ہوا۔

اور امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام لکھتے ہیں:

و من الفروع: أنه لو تكلّف هؤلاءِ الحجّ بأنفسهم سقط عنهم، و معنى هذا أنهم لو صحّوا بعد ذالك لا يجب عليهم الأداء، لأن سقوط الوجوب عنهم لدفع الحرج فإذا تحملوه وقع عن حجّة الإسلام كالفقير إذا حجّ هذا (۸۹)

یعنی، فروعات میں سے ہے کہ اگر یہ (یعنی معذور) لوگ خود حج کا تکلّف کرلیں تو (فرض) ان سے ساقط ہوجائے گا، اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے بعد اگر وہ صحیح ہوگئے تو ان پر حج کی ادائیگی واجب نہیں، کیونکہ ان سے وجوب کا سقوط دفعِ حرج کے لئے تھا، پس جب انہوں نے اس حرج کو برداشت کرلیا تو ان کا حج حجۃ الاسلام واقع ہوگیا، جیسے فقیر جب یہ حج کرلے (تو اس سے فرض ساقط ہوجاتا ہے، مالدار ہونے کے بعد اسے حج لازم نہیں ہوتا)۔

لہٰذا جب بیماروں اور اپاہجوں کا حج فرض ادا ہوجاتا ہے تو اس فقیر کا حج بطریقِ اَولیٰ ادا ہوجائے گا جسے کوئی اپنے خرچے پر سفرِ حج پر لے گیا اور اس نے حج کرلیا، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ صاحب بحر کی عبارت (قوله) كالفقير إذا حج کے تحت لکھتے ہیں:

أى فإنه يسقط عنه الفرض حتى لو استغنى لا يجب عليه أن يحجّ (۹۰)

یعنی، فقیر نے جب حج کیا تو اُس سے فرض ساقط ہوجائے گا، یہاں تک

۸۹۔ فتح القدير، المجلد (۲)، كتاب الحج، تحت قوله: و كذا صحة الخوارج، ص ۳۲۷

۹۰۔ منحة الخالق على البحر الرائق، المجلد (۲)، كتاب الحج، ص ۳۱۲

Ishaate Islam

کہ اگر وہ مالدار ہوگیا اس پر لازم نہ ہوگا کہ وہ (دوبارہ) حج کرے۔

اور فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ فقیر آفاقی جب مکہ مکرمہ پہنچ جائے تو وہ مثل مکی کے ہوجاتا ہے اور اس کے حق میں ثبوتِ استطاعت کے لئے سواری کی شرط باقی نہیں رہتی، کیونکہ مکی کے حق میں سواری شرط نہیں، چنانچہ امام ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و لیس من شرط الوجوب علی أهل مکة و من حولهم الراحلة، لأنه لا تلحقهم مشقّة زائدة فی الأداء، فأشبه السعی إلی الجمعة (۹۱)

یعنی، اہلِ مکہ اور اس کے اردگرد رہنے والوں پر سواری شرطِ وجوب سے نہیں، کیونکہ ان کو حج کی ادائیگی میں زائد مشقت لاحق نہیں ہوتی، پس (حج ان کے لئے) جمعہ کی طرف سعی کے مشابہ ہے۔

اور علامہ فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

و لیس من شرط الوجوب علی أهل مکة، و من حولهم الراحلة لأنهم لا یلحقهم مشقّة، فأشبه السعی إلی الجمعة (۹۲)

یعنی، اہلِ مکہ اور اس کے اردگرد رہنے والوں پر سواری شرطِ وجوب میں سے نہیں، کیونکہ ان کو مشقت لاحق نہیں ہوتی، پس (حج ان کے لئے) جمعہ کی طرف سعی کے مشابہ ہوگیا۔

اور علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

أما المکّی فلا تشترط الراحلة فی حقّه، لأنه لا یلحقه المشقّة بالمشی فأشبهه السعی إلی الجمعة (۹۳)

یعنی، مگر مکی تو اس کے حق میں سواری شرط نہیں، کیونکہ چلنے سے اُسے

۹۱۔ الهدایه، المجلد (۱۔۲)، کتاب الحج، ص ۱۴۶

۹۲۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، المجلد (۲)، کتاب الحج، ص ۲۳۹

۹۳۔ النهر الفائق شرح کنز الدقائق، المجلد (۲)، کتا الحج، تحت قوله: و قدر مزاد و راحله، ص ۵۶

مُشقت لاحق نہیں ہوتی تو (اس کے لئے حج) جمعہ کی طرف سعی کرنے کے مشابہ ہے۔

اس لئے مکی پر سواری نہ ہونے کے باوجود حج فرض ہے، چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

فإن کان مکّیاً أو داخل المیقات فعلیه الحجّ، و إن لم یقدر علی الراحلة (۹۴)

یعنی، اگر مکی ہے یا میقات کے اندر رہنے والا تو اس پر حج لازم ہے اگرچہ وہ سواری پر قادر نہ ہو۔

لہٰذا اس طرح استطاعت اُس فقیر کے حق میں بھی متحقق ہوگئی جو مکہ معظمہ پہنچ گیا اور اس پر حج فرض ہوگیا، اگر کوئی کہے کہ فقیر میں تو استطاعت نہ تھی تو اس کا حج فرض کیسے ادا ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب تک وہ وہاں نہ گیا تھا تو وہ مستطیع نہ تھا اور اس پر حج بھی فرض نہ تھا جب وہاں پہنچ گیا تو وہ مستطیع ہوا اور اس پر حج فرض ہوگیا، جب اس نے حج کیا تو فرض ادا ہو گیا، فقہاء کرام نے اس مسئلہ کو مسافر کی نماز کے باب میں بھی ذکر کیا ہے چنانچہ اس باب میں بحث کا آغاز یوں ہے کہ امام شافعی نے مسافر کی نماز کے بارے میں فرمایا کہ اس کا فرض تو چار رکعت ہیں ہے روزے کا اعتبار کرتے ہوئے قصر رخصت ہے جب کہ احناف نے فرمایا مسافر کا فرض ہی دو رکعت ہے اور دلیل یہ ہے کہ شفع ثانی نہ قضاء کیا جاتا ہے اور نہ ہی مسافر نمازی اس کے ترک پر گنہگار رہتا ہے اور یہی شفع ثانی کے نفل ہونے کی دلیل ہے برخلاف روزے کے کیونکہ سفر میں چھوڑا ہوا روزہ قضاء کیا جاتا ہے۔(۹۵)

تو اس پر دو اعتراض وارد ہوئے، دوسرا اعتراض یہ ہے، چنانچہ علامہ جلال الدین خوارزمی لکھتے ہیں:

و الثانی: أن الفقیر لو لم یحجّ لیس علیه قضاء و لا إثم، و إذا

۹۴۔ فتح القدیر، المجلد (۲)، کتاب الحج، تحت قوله: فاضلاً عن المسکن، ص ۳۲۲

۹۵۔ الهدایه، المجلد (۱۔۲)، کتاب الصلاة، باب المسافر، ص ۸۷

Ishaate Islam

حجّ کان فرضاً، فلم یکن ما ذکرتم آیة النافلة

یعنی، دوسرا یہ کہ فقیر اگر حج نہ کرے تو نہ اس پر قضاء ہے اور نہ گناہ، اور اگر حج کر لے تو اس کا حج فرض واقع ہوجاتا ہے، تو جو تم نے ذکر کیا وہ نفل ہونے کی دلیل نہ بنا۔

اور اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

و الثانی: بأنه لما أتی مکة صار مستطیعاً فیفترض علیه، و یأثم بترکه کالأغنیاء (۹۶)

یعنی، دوسرے کا جواب یہ کہ فقیر جب مکہ آیا تو مستطیع ہوگیا اور حج اس پر فرض ہوگیا اور وہ ترک کرنے سے مالداروں کی مثل گنہگار ہوگا۔

اور امام اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ اسی بحث میں لکھتے ہیں:

فإن قیل: یشکل علی هذا الفقیر الذی یحجّ حجّة الإسلام فإنها تقع فرضاً و مع ذلك أنه لو لم یأت بها لم یکن علیه قضاء، و لا إثم لعدم الاستطاعة۔ قلنا: لما أتی مکة صار مستطیعاً فیفترض علیه حتی أنه لو ترکها یأثم کما یفترض علی الأغنیاء المستطیعین فی الآفاق (۹۷)

یعنی، پس اگر اعتراض کیا جائے یہ مشکل ہے اس فقیر پر جو حجۃ الاسلام کرے تو اس کا حج فرض واقع ہوجاتا ہے باوجودیکہ اگر وہ (فقیر) حج نہ کرے تو عدمِ استطاعت کی وجہ سے تو نہ اس پر قضاء ہے اور نہ گناہ۔ ہم (اس کے جواب میں) کہتے ہیں: فقیر جب مکہ آیا تو مستطیع ہوگیا اور اس

۹۶۔ العنایه شرح الهدایه علی هامش فتح القدیر، المجلد (۲) کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، تحت قوله: بخلاف الصوم، ص ۶

۹۷۔ الکفایه شرح الهدایه مع فتح القدیر، المجلد (۲)، کتاب الحج، تحت قوله: لنا أن الشفع الثانی الخ، ص ۶۔۷

پر حج فرض ہوگیا، یہاں تک کہ وہ اُسے ترک کرے گا تو گنہگار ہوگا جیسا کہ آفاق میں استطاعت رکھنے والے مالداروں پر فرض ہے۔

اور مخدوم محمد جعفر بن مخدوم عبدالکریم بوبکانی حنفی (من اعیان القرن العاشر الهجری) نقل کرتے ہیں:

فی "الخوارزمی" فی باب المسافر، الفقیر الذی یحجّ حجّة الإسلام یقع فرضاً، لأنه لما أتی مکة صار مستطیعاً فیفرض علیه حتی لو ترکها یأثم، و فی "عقد اللآلی": و من حجّ و هو فقیر، ثم استغنی لم یجب علیه حجّة أخری (۹۸)

یعنی، "خوارزمی" کے باب المسافر میں ہے کہ فقیر حجۃ الاسلام کرتا ہے تو اس کا حج فرض واقع ہوجاتا ہے، کیونکہ جب وہ مکہ آیا تو مُستطیع ہوگیا اور اس پر حج فرض ہوگیا، یہاں تک کہ اگر ترک کرے تو گنہگار ہوگا۔ اور "عقد اللآلی" میں ہے کہ جو شخص حج کرے اس حال میں کہ وہ فقیر ہو، پھر مالدار ہوجائے تو اس پر دوسرا حج واجب نہ ہوگا۔

لہٰذا ثابت ہوگیا کہ فقیر جب فرض کی نیت یا مطلق نیت سے حج کرے گا تو اس کا فرض ادا ہوجائے گا۔ مالدار ہونے کی صورت میں اس پر دوبارہ حج فرض نہ ہوگا۔

چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اگر حج کرد فقیر در حال فقر خود بعد از اں غنی گشت جائز باشد حج سابق مر اُو را از حج اسلام، و ہمیں ست حکم ہر شخصے کہ واجب نباشد حج بروے در حالی و اداکند وی حج را در ان حال و بعد از اں واجب شود حج دیگر بروی مگر چہار کس صبی، و مجنون، بندہ، و کافر (۹۹)

یعنی فقیر اگر اپنی حالتِ فقر میں حج کر لے، اس کے بعد مالدار ہوجائے

۹۸۔ المنانه فی المرمه عن الخزانه، کتاب الحج، ص ۳۸۳

۹۹۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، مقدمه الرساله، نوع دویم، ص ۳۴

Ishaate Islam

تو اس کا سابق حج (جو اس نے حالتِ فقر میں کیا) حجِ اسلام سے جائز ہو جائے گا، اور یہی حکم ہے ہر اس شخص کا جس پر کسی حال میں حج واجب نہ ہوا اور وہ اسی حال میں حج کر لے، اس کے بعد اس پر دوسرا حج واجب ہو جائے (تو اس پر حج لازم نہ ہوگا) مگر چار قسم کے لوگ اس حکم میں داخل نہیں: (۱) بچہ، (۲) مجنون، (۳) غلام، (۴) کافر۔

لہٰذا اُسے چاہئے کہ وہ فرض کی ادائیگی کی نیت سے حج کرے تا کہ اس کا فرض ادا ہو جائے اور اگر وہ مطلق نیت سے حج کرے گا تو بھی فرض ادا ہو جائے گا مگر جب اس نے نفل کی نیت کی تو اس کا حج نفل ہوگا کیونکہ اس کا حج فرض تب واقع ہوگا جب وہ نفل یا نذر کی نیت نہ کرے، چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام لکھتے ہیں:

بخلاف الفقير إذا حجّ حيث يقع عن الفرض إن لم ينو النفل مع أنه لا يأثم بتركه، لأنه افترض عليه حين صار داخل المواقيت (۱۰۰)

یعنی، برخلاف فقیر کہ جب وہ حج کرے تو اس کا حج فرض واقع ہوتا ہے اگر وہ نفل کی نیت نہ کرے باوجودیکہ وہ ترکِ حج کی وجہ سے گنہگار نہیں ہوتا، کیونکہ اس پر حج اس وقت فرض ہوا جب وہ داخل المواقیت ہوا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

آنچہ گفتیم کہ اگر حج کرد فقیر بے در حال فقر او یا کسی کہ واجب نیست حج بروی در حال عدم وجوب حج بر اُو و بعد از ان غنی شد یا واجب گشت حج بروی جائز گردد حج اُو از حج اسلام، آن وقتی ست کہ نیت کردہ باشد در وقت احرام خود حج فرض را یا مطلق حج را، اما اگر تقیید نمود بحج نفل یا نذر پس واقع نہ گردد حج سابق از حج اسلام (۱۰۱)

۱۰۰۔ فتح القدیر، المجلد (۲) کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، تحت قولہ: و ھذا ابہ النافلہ، ص ٦

۱۰۱۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، مقدمہ الرسالہ، نوع دویم در ذکر شرائط و خوب اداء حج، ص ۳٤

یعنی، ہم نے جو یہ کہا کہ فقیر اگر اپنی حالتِ فقر میں حج کرے یا وہ شخص جس پر حج واجب نہیں وہ حالت عدم وجوبِ حج میں حج کرے اس کے بعد وہ مالدار ہو جائے یا اس پر حج واجب (فرض) ہو جائے تو اس کا حج (سابقہ) حجِ اسلام سے جائز ہو جائے گا، یہ اس وقت ہے کہ اس نے اپنے احرام کے وقت حجِ فرض یا مطلق حج کی نیت کی ہو، اور اگر اس نے اپنے حج کو نفل یا نذر (مَنّت) کے ساتھ مقید کر لیا تو اس کا سابق حج، حجِ اسلام واقع نہ ہوگا۔

اور استطاعت کے تحقق کی وجہ سے جو حج اس کے ذمے فرض ہوا وہ باقی رہے گا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی "لباب المناسك" میں اور اس کی شرح میں ملا علی القاری (۱۰۲) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی (۱۰۳) نقل کرتے ہیں:

في "اللباب": الفقير الآفاقي إذا وصل إلى ميقات فهو كالمكي قال شارحه..... و ليفيد أنه يتعين عليه أن ينوي حج الفرض ليقع عن حجة الإسلام و لا ينوي نفلاً على زعم أنه فقير لا يجب عليه الحج و هو آفاقي، فلما صار كالمكي وجب عليه، فلو نوى نفلاً لزمه الحجّ ثانياً، و لو أطلق يصرف إلى الفرض و اللفظ للقاري

یعنی، "لباب" میں ہے کہ فقیر آفاقی جب میقات کو پہنچ گیا تو وہ مثل مکی کے ہے، اس کے شارح (ملا علی القاری) فرماتے ہیں ..... چاہئے کہ (مندرجہ بالا عبارت) اس کا فائدہ دے کر اس پر متعین ہو گیا کہ وہ حج فرض کی نیت کرے تا کہ اس کا حج حجۃ الاسلام واقع ہو جائے، اس زعم کی بناء پر کہ وہ فقیر ہے، اس پر حج فرض نہیں وہ نفل کی نیت نہ کرے کیونکہ

۱۰۲۔ لباب المناسك، و السلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب شرائط الحج، ص ٤١، ٤٢

۱۰۳۔ رد المحتار على الدر المختار، المجلد (۲)، كتاب الحجّ، مطلب: فيمن حجّ بمالٍ حرام، ص ٤٦٠

Ishaate Islam

اس پر حج فرض نہ تھا اس حال میں کہ وہ آفاقی تھا، پس جب وہ مکی کی مثل
ہوگیا تو جب اس پر فرض ہوگیا، پس اگر اس نے نفلی حج کرلیا تو اس پر
واجب ہے کہ وہ دوبارہ حج کرے اور اگر مطلق حج کیا تو (اس کا حج)
فرض حج کی طرف پھر جائے گا (یعنی فرض حج ادا ہوجائے گا)۔

مخدوم عبدالواحد سوستانی حنفی متوفی ۱۲۴۴ھ سے یہی سوال ہوا تو آپ نے لکھا کہ اس کا حج فرض واقع ہوگا چنانچہ وہ سوال اور اس کا جواب مندرجہ ذیل ہے:

سوال: ما قولهم فی حجّ الفقیر الآفاقی هل یقع حجّه عن الفرض إذا أیسر أم لا؟ بینوا توجروا

جواب: الظاهر أنه یقع عن الفرض لما فی "خزانة المفتین": الفقیر إذا حجّ ماشیاً ثم أیسر لا حجّ علیه، و فی "العالمگیریة" الفقیر إذا حجّ ماشیاً ثمّ أیسر لا حجّ علیه، کذا فی "فتاوی قاضی خان"، فی "عقد اللآلی" و من حجّ وهو فقیر ثم استغنی لم یجب علیه حجّة أخری انتهیٰ، **فإن قلت:** قد تقرّر أن الحریّة و البلوغ و القدرة علی الزاد و الراحلة کلّها شرائط الوجوب کما فی "العالمگیریة" و غیرها، و قد ذکروا أن الصبی و العبد لو حجّا، ثم زال الصبا و الرّق فعلیهما حجّة الإسلام، ففی "خزانة المفتین" لو حجّ الصبی کان علیه حجّة الإسلام إذا بلغ، و لو حجّ قبل العتق مع المولی لا یجوز عن حجّة الإسلام و علیه الحجّ إذا اعتق انتهیٰ، فما الفرق بین الفقیر و أخویه بعد اشتراك جمیعهم فی عدم وجود شرط الوجوب فی حقّهم حیث حجّ الأول من الفرض دون أخویه، قلت لم أر إلی الآن من تصدّی للفرق بینهم لکن یمکن أن یقال فی وجه الفرق بینهما: أن الفقیر إذا حضر فی أشهر الحجّ بمکة یصیر الحجّ فرضاً علیه بعارض الحضور لوجود الاستطاعة کما فی "فرائض الإسلام" حیث قال: قد یصیر الحجّ فرضاً بعارض علی غیر المستطیع کتاجٍ و قضاءٍ بعد قوافٍ، أو فسادٍ، أو إحصارٍ بعد ما

شرع فیه بمباشرة الإحرام أو دخول الفقیر أول مرّة فی أشهر الحجّ بمکة أو داخل المواقیت و لو بغیر إحرام کما صرّح به الملا علی القاری فی شرح "المنسك المتوسط" فی موضعین منه، انتهیٰ، فیوجه حجّ الفقیر بعد حضوره بمکة بصفة الفرضیة فیقع عن حجة الإسلام و أما الصبیّ و العبد فلا یجب علیهما الحجّ أصلاً و لو کانا بمکة فلو حجّا یکون تطوّعاً فلا یقوم مقام الفرض، لأن الصبیّ غیر مکلّف و الحجّ عبادة و العبادات بأسرّها موضوعة عن الصبیان کما فی "الهدایة" فحجّه یکون تطوّعاً صرّح به فی "العالمگیریة" حیث قال: لو أن الصبیّ حجّ قبل البلوغ لا یکون ذالك من حجّة الإسلام و یکون تطوّعاً و فی "فرائض الإسلام" لا یقع حجّ الصبیّ و لو عاقلاً عن الفرض بل یقع نفلاً انتهیٰ، و العبد و إن کان مکلّفاً بسائر الفرائض لکن لعدم ملکه وقوت حق المولی لا یجب علیه الحجّ و لو کان بمکة صرّح به فی "البحر" حیث قال: و لا حجّ علی عبدٍ أو مدبّرٍ أو أم ولدٍ أو مکاتبٍ أو مبعضٍ أو ماذونٍ فی الحجّ و لو کان بمکة لعدم ملکه لفوات حق المولی، و المولی و إن أذن له فحقّه إعارة منافعه و الحج لا تجب بقارورة عاریة انتهیٰ فیقع حجّه نفلاً صرّح به فی "فرائض الإسلام" حیث قال لو حجّ المملوك کلاً أو بعضاً ولو بإذن مالکه لا یقع فرضاً بل نفلاً، انتهیٰ، و قد تقرّر أن النفل لا یقوم مقام الفرض، و أیضاً قد ورد التصریح فی الحدیث بعدم اعتداد حجّ الصبیّ و العبد، عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قال رسول الله ﷺ: "أَیُّمَا صَبِیٍّ حَجَّ، ثُمَّ بَلَغَ الْحِنْثَ، فَعَلَیْهِ أَنْ یَحُجَّ حَجَّةً أُخْرَی، وَ أَیُّمَا أَعْرَابِیٍّ حَجَّ، ثُمَّ هَاجَرَ، فَعَلَیْهِ أَنْ یَحُجَّ حَجَّةً أُخْرَی، وَ أَیُّمَا عَبْدٍ حَجَّ، ثُمَّ أُعْتِقَ، فَعَلَیْهِ أَنْ یَحُجَّ حَجَّةً أُخْرَی" رواه الحاکم، و قال صحیح علی شرط الشیخین، و المراد بالأعرابی الذی لم یهاجر من لم یسلم کما فی "الفتح"، و فی "الهدایة" إنما

Ishaate Islam

شرط الحرّية و البلوغ لقوله عليه الصلوٰة و السلام: "أيّما عَبْدٍ حَجَّ عَشْرَ حِجَجٍ ثُمَّ أُعْتِقَ فَعَلَيْهِ حِجَّةُ الْإِسْلَامِ، وَ أَيُّمَا صَبِيٍّ حَجَّ عَشْرَ حِجَجٍ، ثُمَّ بَلَغَ فَعَلَيْهِ حَجَّةُ الْإِسْلَامِ، انتهىٰ"، و بما حرّرنا ظهر الفرق بين الفقير في قيام حجّه مقام الفرض، و بين العبد و الصبي في عدم وقوع حجّهما من حجّة الإسلام من وجهين، أحدهما عقلي و هو أن الفقير و إن لم يجب عليه الحجّ لعدم استطاعته لكن إذا حضر بمكة في موسم الحجّ فقد وجب عليه هناك فيقع حجّه فرضاً فيقوم مقام حجّة الإسلام ويؤيّده ما في "متانة الروايات" في "الخوارزمي": الفقير الذي يحجّ حجّة الإسلام يقع فرضاً لأنه لما أتى مكة صار مستطيعاً فيفرض عليه حتى لو تركها يأثم، و أما الصبيّ و العبد فلا يجب عليهما الحجّ أصلاً سواء كانا بمكة أو غيرها فلا يقوم حجّهما مقام الفرض، و الفرق أن الفقير يجب عليه الحجّ بمكة لوجود الاستطاعة، و العبد و الصبيّ لم يجب عليهما و لو كانا بمكة لعدم التكليف في الصبيّ و عدم المملكية و فوت حق المولى في العبد، و الثاني نقلي: وهو وجود الحديث الناطق بوجوب حجة أخرى في العبد و الصبيّ و عدم وجود مثل ذلك في الفقير فافهم فإنه نفيس لا يوجد في كتاب۔ و الله الملهم للصواب (۱۰۴)

یعنی، **سوال:** فقیر آفاقی کے بارے میں فقہاء کرام کا کیا فرمانا ہے جب وہ مالدار ہو جائے تو کیا اس کا حج فرض واقع ہو جائے گا یا نہیں؟ بیان کیجئے اور اجر پائیے۔

جواب: ظاہر ہے کہ اس (فقیر آفاقی) کا حج فرض واقع ہوگا، اس لئے کہ "خزانة المفتين" میں ہے کہ فقیر آفاقی جب پیدل حج کرلے پھر مالدار ہو جائے تو اس پر حج لازم نہیں ہے اور "فتاویٰ عالمگیریہ" میں ہے کہ فقیر جب پیدل حج کرلے پھر مالدار ہو گیا تو اس پر حج لازم نہیں ہے، اسی طرح "فتاویٰ قاضی خان" میں ہے۔ "عقد اللآلی" میں ہے کہ جس نے حج کیا اس حال میں کہ وہ فقیر تھا پھر مالدار ہو گیا تو اس پر دوسرا حج واجب نہیں ہوگا۔ انتہیٰ،

۱۰۴۔ فتاویٰ واحدی، المجلد (۱)، کتاب الحج، ص ۳۳۳، ۳۳۴

فَإِنْ قُلْتَ : (پس اگر تو اعتراض کرے) کہ ثابت ہے کہ آزادی، بلوغ اور زادوسواری پر قدرت تمام وجوب حج کی شرائط ہیں جیسا کہ "عالمگیریہ" وغیرہا میں ہے اور انہوں نے ذکر کیا کہ بچہ اور غلام اگر حج کرلیں پھر (بلوغت سے) بچپن اور (آزادی سے) غلامی زائل ہو جائے تو ان دونوں پر حجۃ الاسلام لازم ہے۔ تو "خزانة المفتين" میں ہے کہ بچے نے اگر حج کیا تو جب بالغ ہو تو اس پر حجۃ الاسلام لازم ہے، اور غلام نے آزادی سے قبل اپنے مولیٰ کے ساتھ حج کیا تو اس کا حج حجۃ الاسلام سے جائز نہیں اور اس پر حج لازم ہے جب وہ آزاد ہو، انتہیٰ۔ تو ان کے حق میں شرط وجوب نہ پائے جانے کے اشتراک کے بعد فقیر اور دوسروں (یعنی بچہ اور غلام) میں کیا فرق ہے؟ جب کہ پہلے کا (یعنی فقیر کا حالتِ فقر میں کیا ہوا حج) فرض سے ہے سوائے دوسروں کے۔ **قُلْتُ** (میں کہوں گا) کہ میں نے اب تک کسی کو نہیں دیکھا کہ کوئی ان میں فرق بیان کرنے کے درپے ہوا ہو، لیکن ممکن ہے ان میں فرق کی وجہ کے بیان میں کہا جائے کہ فقیر جب حج کے مہینوں (یعنی شوال، ذوالقعدہ، اور ذوالحجہ کے دس دنوں) میں مکہ حاضر ہوا تو اس پر حضور (مکہ) کے عارض ہونے، استطاعت کے پائے جانے کی وجہ سے حج فرض ہو گیا جیسا کہ (مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی، متوفی ۱۱۷۴ھ کی کتاب) "فرائض الإسلام" میں ہے کہا کہ کبھی غیر مستطیع (استطاعت نہ رکھنے والے) پر کسی عارض کی وجہ سے حج فرض ہو جاتا ہے جیسا مکّت سے اور فواتِ حج کے بعد قضاء سے یا فسادِ حج کے بعد قضاء سے یا احرام باندھنے کے بعد محصور ہو جانے سے، یا حج کے مہینوں میں فقیر کے مکہ معظمہ یا مواقیت کے اندر داخل ہونے کی وجہ سے اگرچہ داخلہ بغیر احرام کے ہو جیسا کہ ملا علی القاری نے "شرح المنسك المتوسط" میں اس کی دو جگہ تصریح کی ہے، انتہیٰ۔ تو فقیر کا حج مکہ مکرمہ حاضر ہونے کے بعد صفتِ فرضیت کے ساتھ ہو جاتا ہے اور حجۃ الاسلام سے واقع ہوتا ہے مگر بچہ اور غلام تو ان پر اصلاً حج فرض نہیں اگرچہ وہ دونوں مکہ معظمہ میں ہوں، پس اگر وہ حج کریں گے تو ان کا حج نفل واقع ہوگا اور نفل فرض کے قائم مقام نہیں ہوتا کیونکہ بچہ غیر مکلف ہے اور حج عبادت ہے اور عبادت اصلاً بچوں سے اٹھائی گئی ہیں جیسا کہ "ہدایہ" میں ہے تو اس کا حج نفل واقع ہوگا، "فتاویٰ عالمگیریہ" میں اس کی تصریح کی جب کہ کہا بچہ اگر بلوغ سے قبل حج

Ishaate Islam

کرے تو اس کا حج حجۃ الاسلام نہ ہوگا اور وہ نفل ہوتا ہے۔ اور (مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی کی کتاب) "فرائض الإسلام" میں ہے کہ بچے کا حج فرض واقع نہیں ہوتا اگرچہ بچہ عاقل ہو بلکہ اس کا حج نفل واقع ہوتا ہے، انتہیٰ۔ اور غلام اگرچہ تمام فرائض کا مکلّف ہے لیکن اس کی عدمِ ملک اور حقِ مولیٰ کے فوت ہونے کی وجہ سے اس پر حج واجب نہیں اگرچہ وہ مکہ معظّمہ میں ہو۔ "بحر الرائق" میں اس کی تصریح کی جب کہ کہا کہ عبد (غلام) یا مُدبّر یا اُمِ ولد یا مکاتب، مُبعض، ماذون فی الحج پر حج نہیں عدمِ ملک اور حقِ مولیٰ کے فوات کی وجہ سے اگرچہ وہ مکہ معظّمہ میں ہو، مولیٰ نے اگرچہ اس کی اجازت دے دی ہو تو اس کا حق اس کے منافع کا اعارہ ہے اور حج عاریۃً لی ہوئی قدرت سے واجب نہیں ہوتا، انتہـــــیٰ۔ تو اس کا حج نفلی واقع ہوگا اس کی (مخدوم ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ نے) "فرائض الإسلام" میں تصریح کی جب کہ فرمایا اگر کُلی یا جزوی مملوک نے حج کیا اگرچہ اپنے مالک کے اذن سے کیا تو اس کا حج فرض واقع نہ ہوا بلکہ نفل ہوا، انتہیٰ۔ اور ثابت ہے کہ نفل فرض کے قائم مقام نہیں ہوتا اور حدیث شریف میں بچے اور غلام کے حج کو (فرض سے) شمار نہ کرنے کی تصریح بھی وارد ہوئی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس بچے نے حج کیا پھر وہ بالغ ہوا تو اس پر لازم ہے کہ دوسرا حج کرے، اور جس اعرابی نے حج کیا پھر اس نے ہجرت کی تو اس پر لازم ہے کہ دوسرا حج کرے اور جس غلام نے حج کیا پھر وہ آزاد ہوا تو اُس پر لازم ہے کہ دوسرا حج کرے''۔ اسے امام حاکم نے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث علی شرط الشیخین صحیح ہے، اور اعرابی سے مراد وہ ہے جس نے نہ ہجرت کی نہ اسلام لایا، جیسا کہ "فتح القدیر" میں ہے اور "ھدایہ" میں ہے کہ حُریت اور بلوغ کی شرط نبی ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے ہے کہ ''جس غلام نے دس حج کئے پھر آزاد ہوا تو اُس پر حجۃ الاسلام لازم ہے، جس بچے نے دس حج کئے پھر بالغ ہوا تو اُس پر حجۃ الاسلام لازم ہے''، انتہیٰ۔ اور جو ہم نے تحریر کیا اس سے فقیر کا حج فرض کے قائم مقام ہونے اور غلام اور بچے کا حج حجۃ الاسلام سے واقع نہ ہونے کے مابین فرق دو وجوہ سے ظاہر ہوگیا، ان میں سے ایک وجہ عقلی ہے اور وہ یہ کہ فقیر پر اگرچہ اس کی استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے اس پر حج واجب نہیں لیکن جب وہ موسمِ حج میں مکہ حاضر ہوا تو

اس پر وہاں واجب ہوگیا اور اس کا حج فرض واقع ہوا تو حجۃ الاسلام کے قائم مقام ہو جائے گا اور اس کی تائید اس سے ہو جاتی ہے جو "متانۃ الروایات" میں ہے: "خوارزمی" میں ہے کہ فقیر حجۃ الاسلام کرتا ہے تو فرض واقع ہو جاتا ہے کیونکہ جب وہ مکہ آیا تو مستطیع ہوگیا تو اس پر حج فرض ہوگیا یہاں تک کہ اگر وہ اُسے ترک کرے گا تو گنہگار ہوگا، مگر بچہ اور غلام تو ان پر اصلاً حج فرض نہیں، چاہے وہ دونوں مکہ میں ہوں یا غیر مکہ میں تو ان کا حج فرض کے قائم مقام نہ ہوگا۔ اور فرق یہ ہے کہ بے شک فقیر پر حج مکہ میں وجودِ استطاعت کی وجہ سے واجب ہے اور غلام اور بچے پر واجب نہیں اگرچہ وہ دونوں مکہ میں ہوں، بچے میں مکلّف نہ ہونے کی وجہ سے اور غلام میں عدم ملکیت اور مولیٰ کا حق فوت ہو جانے کی وجہ سے۔ دوسری وجہ نقلی ہے اور وہ حدیث شریف جو غلام اور بچے کے حق میں (غلام کے آزاد ہونے اور بچے کے بالغ ہونے کے بعد) دوسرے حج کے وُجوب کے ساتھ ناطق ہے اور فقیر کے حق میں اس کی مثل کا عدم وجود ہے (یعنی اس کی مثل کوئی حدیث شریف موجود نہیں ہے)۔ پس خوب سمجھ کیونکہ یہ ایک نفیس مسئلہ ہے جو کسی کتاب میں نہیں پایا جاتا۔ واللہ الملہم للصواب

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعۃ ۸ شوال المکرم ۱۴۲۷ ھ، ۱ نوفمبر ۲۰۰۶ م (239-F)

وقوفِ عرفہ سے قبل مُحرِم بچے کا بالغ ہونا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی آفاقی اپنے ساتھ اپنے خرچے پر اپنے فقیر بچے کو لے گیا اور وقوفِ عرفہ سے قبل وہ بچہ بالغ ہوگیا تو کیا وہ نئے سرے سے حج کے لئے احرام باندھے گا یا اسی احرام سے حج مکمل کرے گا، وہ کیا کرے کہ وہ حج کرے اور اس کا فرض ادا ہو جائے؟

(السائل: حافظ رضوان، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اُسے چاہئے کہ وقوفِ عرفہ سے قبل

دوبارہ فرض کی نیت سے احرام باندھ کر حج کرے، چنانچہ علامہ زین الدین نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

و لو جدّده بعد بلوغه قبل وقوف الفرض أجزأه لأنه يمكنه الخروج عنه لعدم اللزوم (۱۰۵)

یعنی، اگر اس نے بالغ ہونے کے بعد وقوف عرفہ سے قبل ازسرنو احرام باندھا اور فرض کی نیت کر لی تو اسے جائز ہوگیا (یعنی اس کا فرض حج ادا ہو گیا) کیونکہ اُسے احرام لازم نہ ہونے کی وجہ سے اس سے نکلنا ممکن ہے۔

اور اگر اس نے ۹ ذی الحجہ کو زوال کے بعد وقوف کر لیا اگرچہ ایک لحظہ کے لئے ہی کیا ہو، پھر بالغ ہوا تو اب اُسے تجدید احرام جائز نہیں، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نقل کرتے ہیں:

فلو وقف بعد الزوال و لو لحظة ثم بلغ ليس له التجديد و إن بقي وقت الوقوف لتمام حجّه إذا الحجّ بعد التمام لا يقبل النقض، و لا يصحّ أداء حجّتين في عامٍ واحدٍ بالإجماع كذا ذكره القاضي محمد عبد في شرحه "خلاصة المناسك على لباب المناسك" الخ (۱۰۶)

یعنی، پس اگر ایک لمحہ بھی زوال کے بعد وقوف کیا پھر بالغ ہوا تو اُسے تجدید (احرام) جائز نہیں اگرچہ وقوف کا وقت باقی ہو، اس کے حج کے مکمل ہونے کی وجہ سے، کیونکہ حج کے مکمل ہونے کے بعد نقض کو قبول نہیں کرتا، اور اس پر اجماع ہے کہ ایک سال میں دو حج کی ادائیگی صحیح نہیں، اس طرح قاضی عبد نے "خلاصة المناسك على لباب المناسك" میں ذکر کیا ہے۔

۱۰۵۔ البحر الرائق: ۳۱۶/۳

۱۰۶۔ منحة الخالق على البحر الرائق، المجلد (۲)، كتاب الحجّ، تحت قوله: و لو جدّده بعد بلوغه، ص ۳۱۶

یہ بچہ وقوفِ عرفہ سے قبل بالغ ہوا تو وقوف سے قبل اگر تجدیدِ احرام کر کے وقوفِ عرفہ کرے اور حج کا دوسرا رکن طوافِ زیارت ادا کر لے تو اس کا فرض ادا ہو جائے گا جیسا کہ فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ اس کا حج حجِ اسلام سے ہوگا، چنانچہ علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

و لو جدّد الإحرام بأن لبّى و نوى حجّة الإسلام و وقف بعرفة و طاف طواف الزيارة يكون عن حجّة الإسلام بلا خلاف (۱۰۷)

یعنی، اور اگر اس نے تجدید احرام کیا تلبیہ پڑھی اور حجِ اسلام کی نیت کی اور عرفہ کا وقوف کیا اور طوافِ زیارۃ ادا کیا تو یہ بغیر کسی اختلاف کے حجِ اسلام سے ہوگا۔

اگر کہا جائے کہ جب یہ مکہ آیا تو نابالغ تھا اور فقہاء نے لکھا ہے کہ بچہ حج کرے تو اس کا حج نفل ہوتا ہے بالغ ہونے کے بعد اس پر حج فرض ہو جائے گا تو فرض ادا کرنے کے لئے دوبارہ حج کرنا ہوگا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب وہ مکہ آیا تو اس پر حج فرض نہ تھا کہ وہ نابالغ تھا پھر جب وقوفِ عرفہ سے قبل وہ بالغ ہوگیا اور اس میں اہلیت آگئی کہ وہ فرض حج ادا کرے تو اس کا حج فرض واقع ہو سکے، اگرچہ جب وہ آیا تھا تو اہل نہ تھا اور مکہ میں ہونے کی وجہ سے وہ مستطیع ہوگیا، اگرچہ جب وہ آیا تھا تو اس وقت فقیر تھا مستطیع نہ تھا لہٰذا وہ اب فرض کی ادائیگی کی نیت سے یا مطلق نیت سے حج کرے گا تو اس کا فرض ادا ہو جائے گا۔ مزید تفصیل کے لئے فقیر آفاقی کے حج والے مسئلے کا مطالعہ کیجئے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الاربعه ۱ شوال المكرم ۱۴۲۷ھ، ۱ نومبر ۲۰۰۶ م (242-F)

۱۰۷۔ بدائع الصنائع، المجلد (۲)، كتاب الحج، فصل في شرائط فرضيته، ص ۴۶

Ishaate Islam

احرام

کراچی سے جانے والی عورت احرام کی نیت کہاں سے کرے؟

استفتاء: کیافرماتے ہیں علمائے کرام کہ حج وعمرہ میں احرام کی صورت میں شرعی پردہ عورت نہیں کرسکتی تو حج وعمرہ میں احرام کراچی ہی سے پہن لینا چاہئے یا عمرہ کے وقت وہاں پر۔اگر احرام پہن کر نیت جہاز میں بھی کریں تو بھی جہاز کے سفر اور ائیر پورٹ پر جگہ جگہ بے پردگی ہوسکتی ہے اس کا کیا حل ہونا چاہئے اور بالخصوص اس صورت میں جب عورت شرعی پردہ کرتی ہو اور مدنی برقعہ پہنتی ہو؟

(السائل: بنت سلیمان، کھارادر کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئولہ میں احرام کی نیت میقات سے قبل ہی کرنی ہوگی، چاہے وہ اپنے گھر سے کرے یا کراچی ائیر پورٹ سے کرے، یا جہاز میں سوار ہوکر کرے، یا جہاز اڑنے کے بعد کرے، مگر دورانِ سفر ہی چونکہ ہوائی جہاز میقات سے گزرتا ہے اور میقات کے گزرنے کا صحیح پتہ نہیں چلے گا لہٰذا اسے جہاز کے پرواز کرنے سے پہلے یا پرواز کرنے کے تھوڑی دیر بعد احرام کی نیت کرلینی چاہئے کیونکہ میقات سے بغیر احرام کے گزرنا جائز نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

"لَا یُجَاوِزُ اَحَدُ الْمِیْقَاتَ اِلَّا مُحْرِمًا الحدیث" (۱۰۸)

یعنی، کوئی میقات سے بغیر احرام کے نہ گزرے۔

میقات سے احرام باندھنا حج کے واجبات میں سے ہے جیسا کہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

واجبات الحج إنشاء الإحرام من المیقات (۱۰۹)

۱۰۸۔ الدرایہ فی تخریج أحادیث الهدایہ، المجلد (۱)، ص ۲۳۵

۱۰۹۔ نور الإیضاح، کتاب الحج، ص ۴۱۴

یعنی، میقات سے احرام کی ابتداء حج کے واجبات سے ہے۔

اسی طرح علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و إنشاء الإحرام من المیقات (۱۱۰)

یعنی، واجبات (حج وعمرہ) سے ہے میقات سے احرام کی ابتداء۔

اور میقات وہ مقام ہے جہاں سے حرم مکہ کو جانے والا بغیر احرام کے نہیں گزر سکتا خواہ وہ حج وعمرہ کا ارادہ رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو، چنانچہ امام ابو الحسن احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں: و المواقیت التی لا یجوز أن یتجاوزها الإنسان إلا محرماً اور اس کے تحت امام ابو بکر بن علی حدادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

یعنی لا یتجاوزها إلی مکة (۱۱۱)

یعنی، مواقیت وہ ہیں جن سے انسان بغیر احرام کے نہیں گزرے گا یعنی مکہ کی طرف (بغیر احرام کے) نہیں گزرے گا۔

اور علامہ عبد الغنی المیدانی تلمیذ علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

و المواقیت أی المواضع التی لا یجوز أن یتجاوزها الإنسان مریداً مکة إلا محرماً بأحد النسکین (۱۱۲)

یعنی، مواقیت وہ جگہیں ہیں جہاں سے مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ رکھنے والے انسان کو حج وعمرہ میں سے کسی ایک کے احرام کے بغیر گزرنا جائز نہیں۔

کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

"لَا یُجَاوِزُ اَحَدُ الْمِیْقَاتَ اِلَّا مُحْرِمًا"

یعنی، کوئی شخص میقات سے بغیر احرام کے نہ گزرے۔

جیسا کہ علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

۱۱۰۔ الدر المختار، المجلد (۲)، ص ۴۶۸

۱۱۱۔ الجوهرة النیرة شرح مختصر القدوری، الجزء (۱)، کتاب الحج، ص ۱۹۳

۱۱۲۔ اللباب شرح الکتاب علی هامش الجوهرة النیرة، الجزء (۱)، کتاب الحج، ص ۱۹۳

Ishaate Islam

و المواقيت أي المواضع التي لا يجاوزها مريد مكه إلا مُحرمًا، و قال الشامي في شرحه أي بحج أو عمرة (۱۱۳)

یعنی، مواقیت وہ جگہیں ہیں جہاں سے مکہ مکرمہ کا ارادہ رکھنے والا حج یا عمرہ کے احرام کے بغیر نہیں گزرے گا۔

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ثم الآفاقي إذا انتهى إليها على قصد دخول مكة عليه أن يحرم قصد الحج أو العمرة أو لم يقصد عندنا (۱۱٤)

یعنی، آفاقی جب مکہ مکرمہ جانے کے ارادے سے میقات پر پہنچے گا تو ہمارے نزدیک اس پر لازم ہے کہ احرام باندھے حج کا ارادہ ہو یا عمرہ کا یا دونوں میں سے کسی کا ارادہ ہو۔

اور احرام کو میقات سے مؤخر کرنا حرام ہے جیسا کہ علامہ حصکفی لکھتے ہیں:

و حرم تأخير الإحرام عنها كلّها لمن أتى لآفاقي قصد دخول مكة يعني الحرم (۱۱۵)

یعنی، وہ آفاقی جو حرم مکہ مکرمہ کا قصد رکھتا ہوا سے احرام کو تمام مواقیت سے مؤخر کرنا حرام ہے۔

میقات سے باہر سے جو شخص آئے اور بغیر احرام مکہ مکرمہ چلا جائے اگر چہ وہ حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو مگر حج یا عمرہ واجب ہو جائے گا پھر اگر واپس میقات کو نہ جائے وہیں احرام باندھ لے تو دَم واجب ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں دونوں صورتوں میں دَم ساقط ہو جائے گا جیسا کہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

و من جاوز الميقات و هو يريد الحج و العمرة غير محرم فلا

۱۱۳۔ اللر المختار، المجلد (۱)، كتاب الحج، بيان المواقيت، ص ٤٧٤

۱۱٤۔ الهداية، المجلد (۱۔۲)، كتاب الحج، فصل، ص

۱۱۵۔ اللر المختار، المجلد (۲)، كتاب الحج، ص ٤٧٧

يخلوا أما أن يكون أحرم داخل الميقات أو عاد الى الميقات ثم أحرم، فإن أحرم داخل الميقات ينظر إن خاف فوت الحج متى عاد فانه لا يعود و يمضي في إحرامه و لزمه الدم و إن كان لا يخاف فوت الحج فانه يعود إلى الوقت و إذا عاد إلى الوقت فلا يخلوا أما أن يكون حلالاً أو محرماً فإن عاد حلالاً ثم أحرم سقط عنه الدم و إن عاد إلى الوقت محرماً قال أبو حنيفة إن لبّى سقط عنه الدم و إن لم يلت لا يسقط و عندهما يسقط في الوجهين (۱۱٦)

یعنی، اگر کوئی شخص حج اور عمرہ کے ارادے سے جا رہا تھا اور وہ میقات سے بغیر احرام گزر گیا تو دو صورتیں ہیں یا تو اس نے میقات کے اندر سے احرام باندھا اور یا میقات پر واپس آیا اور وہاں سے احرام باندھا اگر اس نے میقات کے اندر سے احرام باندھا ہے تو دیکھا جائے گا اگر میقات پر آنے میں حج فوت ہو جانے کا اندیشہ تھا یا کسی اور وجہ سے وہ میقات پر نہیں آ سکتا تو اس صورت میں وہ میقات پر نہ جائے بلکہ اس احرام سے جو میقات سے اندر باندھا ہے سب ارکان ادا کرے اور اس پر دَم لازم ہوگا اگر حج فوت ہونے کا اندیشہ نہیں اور کوئی عذر بھی نہیں تو اسے میقات پر واپس آنا چاہئے اور اس کی بھی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ احرام کے بغیر آئے اور دوسرا یہ کہ احرام باندھ کر آئے، پھر اگر بغیر احرام آیا اور میقات سے احرام باندھا تو اس کا دَم ساقط ہو گیا اگر میقات پر احرام باندھ کر آیا تو امام اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا اگر اس نے تلبیہ پڑھ لیا تو دَم ساقط ہو جائے گا اگر نہ پڑھا تو ساقط نہ ہوگا۔

۱۱٦۔ الفتاوى الهندية، المجلد (۱)، كتاب الحج، الباب العاشر في مجاوزة الميقات الخ، ص ۲۵۳

Ishaate Islam

لہٰذا معلوم ہوا کہ احرام کراچی سے ہی باندھ لینا چاہئے ورنہ دم لازم ہوگا اور دَم سے بچنے کے لئے بغیر احرام کے میقات پر آ کر احرام باندھنا ہوگا یا احرام باندھ کر آئے تو میقات پر تلبیہ پڑھنا ہوگا اور اس میں بڑا حرج اور تکلیف ہوگی۔ البتہ مرد وعورت جو براہِ راست مکہ معظّمہ جانے کا ارادہ نہ رکھتے ہوں، بلکہ کراچی سے مدینہ منورہ ائیر پورٹ جا رہے ہوں وہ کراچی ائیر پورٹ پر احرام نہیں باندھیں گے کیونکہ مدینہ منورہ میقات سے باہر ہے، بلکہ بغیر احرام مدینہ طیبہ کی حاضری سے فراغت کے بعد مکہ مکرمہ مدینے پاک سے 12 کلومیٹر کے فاصلے پر مدینے کی میقات ذوالحلیفہ (جہاں آج کل ایک بہت بڑی مسجد بئر علی یا مسجد میقات کے نام سے موجود ہے) سے گزرنے سے قبل احرام کی نیت کرنا ہوگی۔

جب کہ سفرِ حج کے علاوہ (کیونکہ سفرِ حج میں زائر کو جدّہ ائیر پورٹ سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہوتی) صرف عمرہ پر جانے والوں کے لئے یہ رعایت ہے کہ اگر وہ کراچی سے جدّہ ائیر پورٹ پر اُتر کر براہِ راست معظّمہ جا کر عمرہ کا ارادہ نہ رکھتے ہوں بلکہ تجارت یا کسی اور حقیقی غرض سے جدہ میں کچھ ٹھہر کر پھر مکۂ معظّمہ جانا چاہتے ہوں تو وہ بغیر احرام جا سکتے ہیں، انہیں بھی کراچی سے احرام باندھنا اور نیتِ احرام ضروری نہیں، اور اب اگر وہ چاہیں تو حرمِ مکہ میں داخل ہونے سے قبل احرام باندھ کر عمرہ کرلیں اور اگر چاہیں تو اب بغیر احرام ہی مکہ معظّمہ جا سکتے ہیں۔ چنانچہ صدر الشریعہ حکیم امجد علی اعظمی "درمختار" اور "ردالمحتار" کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ:

> مکہ معظّمہ جانے کا ارادہ نہ ہو بلکہ میقات کے اندر کسی اور جگہ مثلاً جدّہ جانا چاہتا ہے تو اسے احرام کی ضرورت نہیں، پھر وہاں سے اگر مکہ معظّمہ جانا چاہے تو بغیر احرام کے جا سکتا ہے، لہٰذا جو شخص حرم میں بغیر احرام جانا چاہتا ہے وہ حیلہ کر سکتا ہے، بشرطیکہ واقعی اس کا ارادہ پہلے مثلاً جدّہ جانے کا ہو، نیز مکہ معظّمہ حج اور عمرے کی نیت سے نہ جاتا ہو مثلاً تجارت کے لئے جدّہ جاتا ہو اور وہاں سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ جانے ارادہ ہے،

> اور اگر پہلے ہی سے مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ ہے تو اب بغیر احرام کے نہیں جا سکتا۔(۱۱۷)

اب اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ کوئی احرام کی پابندیوں سے بچنے کی غرض سے یہ حیلے خواہ مخواہ کرے، کیونکہ احادیث کے مطابق احرام کی نیت کر لینے پر ہر قدم پر نیکیاں لکھی جانی شروع ہو جاتی ہیں، خطائیں مٹتی ہیں اور درجات بلند ہوتے ہے۔(بحوالہ بیہقی) پس جتنی جلدی احرام کی نیت کریں گے اتنی کثرت سے ثواب ہوگا، جب کہ دوسری صورت میں محروم۔

نیز حج وعمرہ کی نیت کر لی اور اس حال میں موت آ گئی تو قیامت تک اس کے لئے حج اور عمرے کرنے والے کا ثواب لکھا جاتا رہے گا۔

عورت حالتِ احرام میں اپنا چہرہ کھلا رکھے گی کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مُحرِمہ کو نقاب کرنے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ ابو داؤد میں حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عمر أنّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ "نَهَى النِّسَاءَ فِيْ إِحْرَامِهِنَّ عَنِ النِّقَابِ الخ" ملخصاً (۱۱۸)

دوسری حدیث میں ہے کہ

عن ابن عمر عن النبی ﷺ "اَلْمُحْرِمَةِ لَا تَنْتَقِبُ" الخ(۱۱۹)

یعنی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "عورت احرام میں نہ نقاب ڈالے" الخ۔

اور انتقاب کہتے ہیں اس پردے کو جو چہرے پر ڈالا جاتا ہے یا اس سے کسی نفیس چیز کو چھپایا جائے۔ بخاری شریف میں ہے کہ اُمُّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

لَا تَلَثَّمْ وَ لَا تَتَبَرْقَعْ (۱۲۰)

۱۱۷۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، میقات کا بیان، ص ۲۸۔۲۹

۱۱۸۔ سنن أبی داؤد، باب ما یلبس المحرم، ص ۲۸۳، الحدیث: ۱۸۲۷

۱۱۹۔ سنن أبی داؤد، المجلد (۲)، کتاب المناسك، باب ما یلبس المحرم، ص ۲۸۳، الحدیث: ۱۸۲۵۔۱۸۲۶

۱۲۰۔ صحیح البخاری، المجلد (۱)، کتاب الحج، باب ما یلبس المحرم من الثیاب الخ، ص ۳۸۱، الحدیث: ۱۵۴۲

Ishaate Islam

یعنی، عورت بحالتِ احرام اپنے ہونٹ نہ چھپائے اور نہ برقع ڈالے۔

امام ابوبکر بن علی حدادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

أما المرأة فلها أن تلبس ما شاءت من المخيط و الخفين إلا أنها لا تغطي وجهها لقوله عليه السلام: "إِحْرَامُ الْمَرْأَةِ فِيْ وَجْهِهَا" (۱۲۱)

یعنی، عورت حالت احرام میں سلے ہوئے کپڑوں اور موزوں سے جو چاہے پہنے مگر وہ اپنا چہرہ نہیں ڈھکے گی کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے''۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و اطلقه فشمل المرأة لما في "البحر" عن "غاية البيان" من أنها لا تغطي وجهها إجماعاً الخ (۱۲۲)

یعنی، مصنف نے اُسے مطلق ذکر کیا تو یہ عورت کو شامل ہے جیسا کہ "بحر الرائق" میں "غایۃ البیان" (شرح الہدایہ) کے حوالے سے ہے کہ عورت بالاجماع اپنے چہرے کو نہیں ڈھکے گی۔

اسی طرح علامہ عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

أما المرأة فتستر الرأس لكن لا تلقي الثوب على الوجه قال رسول الله ﷺ" لَا تَنْقَبُ الْمَرْأَةُ " أخرجه أبو داؤد و غيره ملخصاً (۱۲۳)

لہذا بحالت احرام عورت کو منہ چھپانا جائز نہیں، سر چھپانا جائز ہے بلکہ نامحرم اور نماز میں فرض ہے۔(۱۲۴)

۱۲۱۔ الجوهرة النيرة شرح مختصر القدوري، المجلد (۱)، ص ۱۹۶

۱۲۲۔ رد المحتار، المجلد (۲)، كتاب الحج، مطلب: فيما يحرم بالإحرام و ما لا يحرم، ص ۴۸۸

۱۲۳۔ عمدة الرعاية، المجلد (۱)، ص ۳۲۷

۱۲۴۔ فیوض الباری شرح صحیح البخاری: ۳/۶/۱۳۱

اسی طرح امام اہلسنّت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

''بلکہ نامحرم کے سامنے اور نماز میں چُھپانا فرض ہے''۔(۱۲۵)

جب یہ ثابت ہوگیا کہ بحالتِ احرام عورت کے منہ چُھپانا حرام و ناجائز ہے تو ایک قاعدہ ہے وہ یہ کہ ''جو باتیں احرام میں ناجائز ہیں وہ اگر کسی عذر سے یا بھول کر ہوں تو گناہ نہیں مگر ان پر جو شرعی جرمانہ مقرر ہے ہر طرح دینا ہوگا اگرچہ بے قصد ہوں یا سہواً یا جبراً یا سوتے میں ہوں (۱۲۶) اس سے معلوم ہوا کہ اگر قصداً ہوں تو گناہ بھی ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ عورت کتنا منہ چُھپائے اور کتنا عرصہ چُھپائے تو شرعی جرمانہ ہوگا چنانچہ امام اہلسنّت امام احمد رضا لکھتے ہیں: مرد سارا سر یا چہارم سر یا مرد خواہ عورت منہ کی نکلی ساری یا چہارم، چار پہر یا زیادہ لگاتار چُھپائیں تو دَم ہے اور چہارم سے کم، چار پہر تک یا چار سے کم اگرچہ سارا سر یا منہ تو صدقہ ہے اور چہارم سے کم چار پہر سے کم تک چُھپائیں تو گناہ ہے کفارہ نہیں۔(۱۲۷)

یہ امر تو ثابت شدہ ہے کہ عورت بحالتِ احرام اپنا منہ نہیں چُھپائے گی اگرچہ مُنہ کُھلا رکھنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے جیسا کہ امام ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

لأن المرأة لا تغطي وجهها مع أن في الكشف فتنة (۱۲۸)

یعنی، کیونکہ عورت اپنے چہرے کو نہیں ڈھکے گی اگرچہ کھولنے میں فتنہ ہے۔

اور عورت کو برقع پہننا ممنوع نہیں بلکہ منہ چھپانا منع ہے لہذا جہاں بھی برقع سے منع مذکور ہو وہاں مراد منہ کا چُھپانا ہے، جیسا کہ ''فیوض الباری'' میں ہے کہ عورت کو بحالتِ احرام برقع پہننا جائز ہے جب کہ اس کے چہرے پر نہ آئے صرف سر پر رہے۔(۱۲۹)

معلوم ہوا کہ شریعت مطہرہ کا مقصود یہی ہے کہ مُحرِمہ کا چہرہ کُھلا رہے جیسا کہ نبی کریم

۱۲۵۔ فتاویٰ رضویہ قدیم: ۴/۶۹۷

۱۲۶۔ بہار شریعت: ۶/۳۸

۱۲۷۔ فتاویٰ رضویہ قدیم: ۴/۷۱۵

۱۲۸۔ الهداية، المجلد (۱۔۲)، كتاب الحج، باب الإحرام، ص ۲۳۹

۱۲۹۔ فیوض الباری شرح صحیح البخاری: ۳/۱۳۱

Ishaate Islam

ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے''۔ اسی طرح دوسری احادیث اور عبارات فقہاء بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔

باقی رہا بے پردگی سے بچنا تو حدیث شریف میں ہے کہ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

''كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّوْنَ بِنَا وَ نَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُحْرِمَاتٌ فَإِذَا حَازُوْا بِنَا سَدَلَتْ إِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلٰى وَجْهِهَا فَإِذَا جَاوَزُوْنَا كَشَفْنَاهُ'' (۱۳۰)

یعنی، جب سوار ہمارے پاس سے گزرتے اور ہم ازواج مطہرات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ احرام کی حالت میں تھیں جب وہ گزرتے تو ہم میں سے ہر ایک پردے کو اپنے سر سے چہرے پر لٹکا لیتی جب وہ گزر جاتا تو ہم کھول دیتی تھیں۔

اس سے بوقت ضرورت چہرے کا پردہ کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ ازواج مطہرات بحالتِ احرام نبی کریم ﷺ کے ساتھ موجود تھیں جب کوئی اجنبی گزرتا وہ پردہ سر سے لٹکاتی تھیں۔ جب وہ گزر جاتا ہٹا دیتیں ظاہر ہے کہ حج میں یہ فعل بار بار ادا کرتی ہوں گی اس میں حرج تھا تکلیف تھی باوجود اس کے نبی کریم ﷺ نے انہیں مستقل پردہ کرنے کی اجازت نہ دی اور نہ ہی اس سے منع فرمایا تو اس سے ثابت ہوا کہ مُحرِمہ منہ کھلا رکھے بوقت ضرورت کسی چیز سے پردہ کر لے پھر ہٹا دے، اور وہ چیز چہرے سے دُور رہے، بہتر ہے کہ وہ کپڑا وغیرہ نہ ہو کیونکہ کپڑے میں چہرے کے ساتھ مس کرنے کا احتمال زیادہ ہوتا ہے بلکہ کوئی سخت چیز ہو جیسا کہ امام اہلسنّت امام احمد رضا فرماتے ہیں:

تنبیہ: احرام میں مُنہ چُھپانا عورت کو بھی حرام ہے نامحرم کے آگے کوئی پنکھا وغیرہ منہ سے بچا ہوا سامنے رکھے۔ (۱۳۱)

۱۳۰۔ سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب فی المحرمۃ تغطی وجھھا، ص ۲۸۵۔ ۲۸۶

۱۳۱۔ فتاوی رضویہ، المجلد (٤)، ص ٦٩٧

اسی طرح صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ نے بھی لکھا:

تو اس کا حکم یہ ہے کہ احرام میں منہ چُھپانا عورت کو بھی حرام ہے نامحرم کے آگے کوئی پنکھا وغیرہ منہ سے بچا ہوا سامنے رکھے۔ (۱۳۲)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و إنما تستر وجهها عن الأجانب بإسدال شيٍ متجافٍ لا يمسّ الوجه و المحفوظ عن علمائنا خلافه و هو وجوب عدم مماسة شيٍ لوجهها اهـ (۱۳۳)

یعنی، عورت اپنے چہرے کو اطراف میں سے کسی ایسی شئے کے لٹکانے سے چُھپا سکتی ہے جو اس طرح جُدا رہے کہ چہرے سے مَس نہ کر سکے، لیکن ہمارے علماء سے اس کا خلاف منقول ہے اور وہ کسی شئے کا اُس کے چہرے کو نہ چُھونے کا وجوب ہے۔

ہاں عورتوں کو دستانے اور موزے پہننے کی رعایت ہے، چنانچہ صدر الشریعہ حکیم امجد علی اعظمی فرماتے ہیں کہ:

عورت کو (حالتِ احرام میں) چند باتیں جائز ہیں (جو مردوں کو جائز نہیں) مثلاً سلے ہوئے کپڑے پہننا، دستانے موزے پہننا الخ۔ (۱۳۴)

واللہ تعالی أعلم بالصواب

(2000-Fatwa)

حِل کے رہنے والے کا حرم سے حج کا احرام باندھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جدّہ میں مقیم شخص حج کے لئے آئے تو احرام کہاں سے باندھے اگر وہ وہاں سے احرام باندھ کر آتا ہے

۱۳۲۔ بہار شریعت: ۳۷/٦

۱۳۳۔ رد المحتار، المجلد (۲)، کتاب الحج، مطلب فیما یحرم بالإحرام و ما لا یحرم، ص ٤٨٨

۱۳۴۔ بہار شریعت: ۳۷/٦

Ishaate Islam

تو حکومت اُسے آنے نہیں دے گی اور جدہ کا رہنے والا مکہ کسی کام سے آئے تو اسے بغیر احرام باندھے آنا جائز ہے یا نہیں اور اگر وہ شخص اپنے کسی کام سے مکہ مکرمہ آیا جیسے حج پر آنے والے رشتہ داروں اور دوستوں سے ملنے آگیا یا ان کی خدمت کے لئے آیا پھر یہیں سے حج کا ارادہ کر لے اور مکہ سے احرام باندھ لے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر حج کے لئے ہی آیا مگر حکومت کی طرف سے دھر لئے جانے کے خوف سے بلا احرام آیا اور مکہ مکرمہ آ کر وہ مسجد عائشہ یا کسی اور جگہ حدِ حرم سے باہر گیا اور احرام باندھ کر آ گیا تو اس کا احرام دُرست ہوگا یا نہیں اور اس پر کوئی دَم لازم ہوگا یا نہیں اور اس پر اُسے توبہ کرنی ہوگی یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی، از جدہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: جدہ میقات کے اندر اور حدودِ حرم سے باہر ہے لہٰذا جدہ کا رہنے والا جب حج وعمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو بغیر احرام مکہ مکرمہ آ سکتا ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

وجائز است مر ایشان را دخولِ مکہ ودخولِ ارض حرم بغیر احرام چون ارادہ نداشتہ باشد حج وعمرہ را (۱۳۵)

یعنی، ان لوگوں کو (جو میقات پر یا میقات اور حرم کے مابین رہتے ہیں) مکہ یا حرم کی سرزمین میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے جب کہ وہ حج اور عمرہ کا ارادہ نہ رکھتے ہوں۔

اور میقات یا حِل (یعنی میقات اور حرم کے درمیان) میں رہنے والوں کے احرام کی جگہ حِل ہے چاہے عمرہ کا احرام ہو یا حج کا، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

بدانکہ کسے کہ در نفس میقاتے از مواقیت متقدمہ یا در مابین مواقیت وحرم سکونت داشتہ باشد مکانِ احرام در حق او جمیع ارض حِل ست اعنی مابین مواقیت وحرم برابر ست کہ احرام حج بندد یا احرام عمرہ و افضل در حق ایشان آنست کہ از دوازدہ خانہ خود احرام بندد (۱۳۶)

۱۳۵۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۶۰

۱۳۶۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۶۰

یعنی، جاننا چاہئے کہ جو شخص مواقیت متقدمہ میں سے کسی میقات پر یا میقات اور حرم کے مابین سکونت رکھتا ہو اس کے حق میں احرام کی جگہ تمام زمینِ حِل ہے (حِل سے) میری مراد مواقیت اور حرم کا مابین ہے۔ برابر ہے کہ حج کا احرام باندھے یا عمرہ کا، اور ان لوگوں کے حق میں افضل یہ ہے کہ اپنے گھر کے دروازے سے احرام باندھیں۔

اور یہ لوگ جب حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں تو ان پر احرام باندھ کر حرم میں داخل ہونا لازم ہے اور اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو گنہگار ہوں گے اور ان پر لازم ہوگا کہ دوبارہ حدودِ حرم سے باہر جا کر احرام باندھیں اور اگر نہ لوٹے اور حدودِ حرم کے اندر سے عمرہ کا احرام باندھا تو احرام نہ ہوگا کیونکہ اہلِ مواقیت، اہلِ حِل اور اہلِ مکہ کے لئے عمرہ کے احرام کی جگہ ہی حِل ہے اور حج کا احرام اگر حدودِ حرم کے اندر سے ہی باندھ لیا تو دم لازم ہوگا چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

اما چون ارادہ داشتہ باشند آنہا را واجب ست احرام بر ایشان برائے دخولِ حرم، پس اگر ترک کردند آثم گردند ولازم باشد بر ایشان کہ عود نمایند بسوی حِل واحرام بندند از انجا، واگر عود نہ کردند واجب گردد دم بر ایشان (۱۳۷)

یعنی، مگر جب ان کا ارادہ رکھتے ہوں تو ان پر حرم میں داخل ہونے کے لئے احرام واجب ہے پس اگر ترک کریں گے تو گنہگار ہوں گے اور ان پر لازم ہوگا کہ حِل کی جانب لوٹ کر جائیں اور وہاں سے احرام باندھیں اور اگر نہ لوٹیں تو ان پر دم واجب ہوگا۔

لہٰذا مذکور شخص کو چاہئے کہ اگر وہ جدّہ سے احرام نہیں باندھ سکتا تو حدودِ حرم شروع ہونے سے قبل احرام باندھ لے اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا اور حج کے ارادے سے حرم میں بغیر احرام کے آ جاتا ہے تو گنہگار بھی ہوگا اور اس پر لازم ہوگا کہ حرم میں آ جانے کے بعد واپس حِل (یعنی حدودِ حرم سے باہر) جا کر احرام باندھے چونکہ عمرہ یا حج کے ارادے سے حرمِ مکہ بلا احرام آنا گناہ ہے اس لئے وہ شخص حدودِ حرم سے باہر جا کر احرام باندھ کر دَم سے تو بچ گیا مگر

۱۳۷۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل دویم در بیان مواقیت احرام حج و عمرہ، ص ۶۰

Ishaate Islam

اُسے توبہ ضرور کرنی ہوگی۔

ہاں اگر وہ عمرہ یا حج کے ارادے سے مکہ نہیں آیا کسی اور کام سے آیا پھر یہاں سے اس نے حج کا ارادہ کرلیا تو حرم سے حج کا احرام باندھے اور حج کرلے تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا نہ دم اور نہ گناہ۔ کیونکہ اس وقت وہ مکی کے حکم میں ہے اور مکی اور جو مکی کے حکم میں ہے اس کے لئے حج کے احرام کی جگہ حرم ہے جیسا کہ یہ مناسک حج وعمرہ کا علم رکھنے والوں پر مخفی نہیں ہے۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۲۳ ذی القعدۃ ۱٤۲۷ ھ، ۱٤ دیسمبر ۲۰۰٦ م (289-F)

گونگے کے احرام کا حکم

استفتاء: کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص گونگا ہے بولنے سے عاجز ہے وہ جب حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے احرام کی چادریں بھی پہن لے اور پھر دو رکعت نفل بھی پڑھ لے تو اس کا احرام درست ہوجائے گا یا نہیں۔ اگر اس طرح احرام درست نہ ہو تو اُسے کیا کرنا ہوگا کہ اس کا احرام درست ہوجائے؟

(السائل: عرفان ضیائی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: گونگا احرام کے لئے دل میں احرام کی نیت کرے اور تلبیہ کے کلمات کے لئے اپنی زبان کو حرکت دے تو اس کا احرام درست ہو جائے گا۔ چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ کی "المبسوط" میں ہے:

و إذا توضأ الأخرس و لبس ثوبين و صلّى ركعتين وهو يريد الإحرام فلما انصرف نوى الإحرام بقلبه و حرّك لسانه كان محرماً (۱۳۸)

یعنی، گونگا جب وضو کرلے اور احرام کی چادریں پہن لے اور دو رکعت نفل پڑھ لے حالانکہ وہ احرام کا ارادہ رکھتا ہو، پس جب وہ نفل پڑھ کر

۱۳۸۔ کتاب الأصل المسمّیٰ بالمبسوط، المجلد (۳)، کتاب المناسك، باب التلبیۃ، ص ٤٥٦

اُٹھے تو اپنے دل میں احرام کی نیت کرے اور کلمات تلبیہ کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت دے تو وہ احرام والا ہوگیا۔

اسلام نے کسی کو اس کام کا مکلف نہیں کیا جس کی وہ استطاعت نہیں رکھتا جیسے فقیر پر زکوٰۃ فرض نہیں، چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

التكليف بحسب الاستطاعة (۱۳۹)

اور علامہ عبد اللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

التكليف بقدر الطاقة (۱٤۰)

یعنی، تکلیف (دشوار کام کا حکم دینا) بحسب استطاعت ہے یا بقدر طاقت ہے۔

اور امام اہلسنت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

تکلیف بقدر وسعت اور طاعت بحسب طاقت ہوتی ہے۔ (۱۴۱)

اور اس نے وہ کیا جو اس کی وسعت میں تھا اور اس سے زیادہ کی اُسے استطاعت نہ تھی، لہٰذا اس طرح کرنے سے اس کا احرام درست ہوجائے گا، جیسا کہ وہ نماز شروع کرتا ہے تو نماز شروع کرنے کی نیت کے ساتھ تکبیر کے لئے زبان کو حرکت دیتا ہے تو اس کی تکبیر تحریمہ درست ہوجاتی ہے۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعۃ، ۲۵ شوال المکرم ۱٤۲۷ ھ، ۱۷ نوفمبر ۲۰۰٦ م (247-F)

حالتِ احرام میں کنگھی کرنے اور صابن سے نہانے کا حکم

استفتاء: کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے جاننے والوں کے ساتھ ایک خاتون ہیں وہ حج تمتع کے ارادے سے مکہ مکرمہ پہنچی تو اسے ماہواری

۱۳۹۔ الهدایہ، المجلد (۱۔۲)، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، ص ٥٦

۱٤۰۔ کتاب الإختیار لتعلیل المختار، الجزء (۱)، کتب الصلاۃ، باب ما یفعل قبل الصلاۃ، ص ٦٤

۱٤۱۔ فتاویٰ رضویہ جلد (۳)، کتاب الصلاۃ، باب القبلۃ، ص ۱٦

IshaateIslam

شروع ہوگئی جب کہ وہ احرام میں تھیں اور حج کو ابھی دس سے زیادہ دن باقی ہیں اور اس نے احرام تو نہیں کھولا مگر بالوں کو کنگھی دے لی اور صابن سے نہالیا اور پھر ہم نے اسے ان کاموں سے بھی روک دیا ہے اب پوچھنا یہ ہے کہ یہ دو کام اس نے کر لئے ہیں تو اس پر کوئی دم تو لازم نہیں ہوگا؟

(السائل: محمد بلال گھانچی، بلیر)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئولہ میں بالوں میں کنگھی کرنے پر اگر تین سے زائد بال نکلے ہوں تو صدقہ لازم ہوگا اور اگر تین تک ہوں تو ایک مٹھی گندم دے دے یا ہر بال کے عوض ایک کھجور صدقہ کرے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

پس اگر یک دو سہ موی باشد واجب شود یک کف از گندم یا بدہد برائے موئے یک خرما، واگر زائد شوند بر سہ موئے نصف صاع گندم بدہد مادام کہ نرسد بربع راس وربع لحیہ وچوں بربع رسید ذبح شاۃ لازم گردد (۱۴۲)

یعنی، تو پس اگر بال تین تک ہوں تو ایک مٹھی گندم دے دے، یا ہر بال کے عوض ایک کھجور صدقہ دے اور اگر تین سے زائد بال گریں تو نصف صاع (سوا دو سیر یا دو کلو پینتالیس گرام تقریباً) گندم (یا اس کی قیمت) صدقہ دے، یہ مقدار چوتھائی سر یا داڑھی کے بقدر نہ ہو تو نصف صاع گندم یا اس کی قیمت ہی دیا جائے گا۔ چوتھائی کی مقدار کو پہنچ جائے تو ایک بکری (بطور دَم) ذبح کرنی ہوگی۔

اور صابن سے نہانے کی صورت میں اگر بے خوشبو کے صابن سے نہایا ہو تو مکروہ تنزیہی ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ مکروہات تنزیہیہ کے بیان میں لکھتے ہیں:

شستن سر وریش و سائر جسد بعد از تحقق احرام ببرگ درخت کنار یا صابون یا اُشنان (۱۴۳)

۱۴۲۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل ششم در بیان محرّمات احرام، ص ۸۵

۱۴۳۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۹۳

یعنی، احرام باندھنے کے بعد سر اور داڑھی اور تمام بدن کو بیری کے پتوں یا صابن یا اشنان سے دھونا (مکروہ تنزیہی ہے)۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

(مکروہ ہے) بال یا بدن کھلی یا صابن وغیرہ بے خوشبو کی چیز سے دھونا۔ (۱۴۴)

کیونکہ یہ چیزیں مَیل چُھڑاتی ہیں جب کہ حاجی کا احرام میں مَیلا کُچیلا رہنا اور پراگندہ سر رہنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو پسند ہے، چنانچہ "شرح السنّہ" میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ "کسی نے عرض کی یا رسول اللہ! حاجی کو کیسا ہونا چاہئے؟ فرمایا: پراگندہ سر، مَیلا کُچیلا" الخ (۱۴۵)

اسی لئے مَیل چُھڑانے والی چیزوں کے استعمال اور کنگھی کرنے سے حاجی کو منع کیا جاتا ہے۔

احرام اور خوشبو دار صابن: اور اگر صابن خوشبو دار ہو تو دم واجب ہوگا کیونکہ صابن میں خوشبو کا جواز خوشبو کے صابن میں پکنے سے ثابت نہیں ہوگا کہ پکنے سے جواز کھانے میں ثابت ہوتا ہے اگر یونہی ہو تو تیل میں خوشبو کے جوہر کو ڈال کر پکانے سے اس کے استعمال کا جواز بھی ثابت ہوگا حالانکہ یہ ایسا نہیں ہے اور اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ صابن میں خوشبو ڈال کر پکانے کے بعد اس کا استعمال جائز ہے تو بھی خوشبو دار صابن کے استعمال کا جواز ثابت نہیں ہوگا کیونکہ صابن میں خوشبو ڈال کر اُسے پکایا نہیں جاتا بلکہ پکنے کے بعد صابن کے سیال کو جب ٹھنڈا کیا جاتا ہے اس وقت تقریباً چالیس درجہ سینٹی گریڈ پر اس میں خوشبو ڈالی جاتی ہے اور اس درجہ حرارت پر کوئی چیز پکتی نہیں ہے، اگر اس درجہ حرارت پر چیزیں پکتی ہوں تو جب موسم گرما میں درجہ حرارت چالیس یا اس سے بڑھ جاتا ہے تو اس وقت ہر چیز پک جائے حالانکہ ایسا نہیں ہے اور اس درجہ حرارت پر صابن میں خوشبو اس لئے ڈالی جاتی ہے، کیونکہ خوشبو ڈال کر صابن کو پکانے کی صورت میں خوشبو اُڑ جاتی ہے اس طرح اس مقدار میں خوشبو باقی نہیں رہتی جتنی کی ضرورت ہوتی ہے اسی لئے خوشبو ڈالنے کے بعد صابن کو پکایا نہیں جاتا لہٰذا کسی بھی صورت میں خوشبو دار صابن کے استعمال کا جواز ثابت نہیں۔

۱۴۴۔ بہار شریعت، جلد (۱)، حصہ (۶)، احرام کا بیان، ص ۸۵۸

۱۴۵۔ بہار شریعت: ۶/۱

Ishaate Islam

اور پھر بغیر خوشبو کے صابن سے نہایا ہے تو یہ فعل مکروہ (تنزیہی) ہے مگر اس پر کوئی جزاء لازم نہ آئی بشرطیکہ نہانے میں سر کو ملنے یا صابن لگانے سے بال نہ گرے ہوں اور اگر خوشبو دار صابن سے نہایا ہے تو خوشبو کے استعمال کی وجہ سے اس پر دَم لازم آئے گا۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۹ ذی القعدۃ ۱٤۲۷ھ، ۲۰ دیسمبر ۲۰۰٦ م (305-F)

حالتِ احرام میں کنگھی کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حالت احرام میں کنگھی کرنا شرعاً کیسا ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حالت احرام میں سر یا داڑھی میں کنگھی کرنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ کنگھی کرنا زینت ہے اور مُحرِم کو زینت سے روکا گیا ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷٤ھ لکھتے ہیں:

شانہ دادن موی سر وریش خود را بعد از تحقق احرام زیرا نکہ آن از قسم زینت است، نیز در ویست احتمال قطع شدن موئہا(۱٤٦)

یعنی، احرام کے بعد سر یا داڑھی میں کنگھی کرنا (مکروہ ہے) کیونکہ یہ آرائش میں داخل ہے اور اس میں بالوں کے ٹوٹنے کا احتمال ہے۔ جس پر کفارہ لازم آئے گا۔

جس کے ایک یا دو یا تین بال ٹوٹے ہوں تو ہر بال کے بدلے ایک کھجور صدقہ دے، یا مٹھی بھر گندم صدقہ کرے یا روٹی کا ٹکڑا دے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

لو سقط من رأسه أو لحيته ثلاث شعرات عند الوضوء أو غيره (حين مسّه أو حكه) فعليه كف من طعام أو كسرة (من خبز)

۱٤٦۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل ہفتم در بیان مکروہات تنزیہیہ احرام، ص ۹۳۔۹٤

أو تمرة لكل شعرة (۱٤۷)

یعنی، اگر وضو وغیرہ کے وقت سر یا داڑھی سے تین بال گریں تو اس پر ایک مٹھی اناج یا روٹی کا ایک ٹکڑا یا ہر بال کے عوض ایک کھجور صدقہ دینا لازم ہے۔

اور اگر تین سے زائد ہوں تو نصف صاع کی مقدار (یعنی تقریباً دو کلو پینتالیس گرام) گندم (یا اس کی قیمت) دے یہ مقدار چوتھائی سر تک ہے اور چوتھائی سر کی مقدار ہونے پر دم لازم آتا ہے۔(۱٤۸)

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۹ ذی القعدۃ ۱٤۲۷ھ، ۲۰ دیسمبر ۲۰۰٦ م (308-F)

احرام میں وضو کرتے وقت یا کھجاتے وقت بالوں کا گرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حالتِ احرام میں خارش کرنے یا دورانِ وضو سر یا داڑھی کے بال گر جائیں تو شرع مطہرہ میں اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(السائل: حافظ رضوان، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اگر ایک دو یا تین بال گریں تو مٹھی بھر گندم یا ہر بال کے بدلے ایک کھجور صدقہ کرنے کا حکم ہے اور اگر تین سے زائد ہوں تو صدقہ فطر کی مقدار صدقہ دے اور اگر چوتھائی سر یا داڑھی کے برابر ہو تو دم لازم ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷٤ھ لکھتے ہیں:

اگر مُحرِم بخارید یا مسح کرد سر خود را یا لحیہ خود را یا تخلیل کرد لحیہ را در وقتِ وضو یا غیر آن پس ساقط گشتند موی از وی پس اگر یک دو سہ موی باشد واجب شود یک کف از گندم و یا بدہد برابر موئے یک شرما و اگر زائد شدند

۱٤۷۔ لباب المناسك مع شرحه، فصل فی سقوط الشعر، ص ۳٦۳

۱٤۸۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۸۵، ۸٦

بر سہ موئے نصف صاع گندم بدہد مادام کہ نرسند بہ ربع رأس و ربع لحیہ و چوں بربع رسیدند ذبح شاۃ لازم گردد، ازیں سبب گفتہ اند کہ مستحب نیست درحق مُحرِم تخلیل لحیہ دروقت وضو (۱۴۹)

یعنی، اگر مُحرِم نے کھجایا یا اپنے سر یا داڑھی کا مسح کیا یا بوقت وضو یا بغیر وضو اپنی داڑھی کا خلال کیا جس سے اس کے بال گرے، پس اگر ایک، دو، تین بال ہوں تو ایک مٹھی گندم یا ایک بال کے لئے ایک کھجور واجب ہو گی۔ اگر تین بالوں سے زیادہ ہوں تو نصف صاع گندم دے (یا اس کی قیمت) جب تک چوتھائی سر یا چوتھائی داڑھی کو نہ پہنچے، اور جب چوتھائی کو پہنچ جائیں بکری ذبح کرنا لازم ہوگی۔ اس وجہ سے علماء کرام نے فرمایا ہے کہ مُحرِم کے حق میں بوقت وضو داڑھی کا خلال مستحب نہیں ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۱۹ ذوالحجۃ ۱٤۲۷ھ، ۷ینایر ۲۰۰۷ م (360-F)

مُحرِم کا چہرہ ڈھک کر سونا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص احرام باندھنے کے بعد پوری رات منہ ڈھک کر سوتا رہا کیا اب اس پر دَم لازم ہوگا؟

(السائل: رضوان ہارون، کراچی)

بعون اللّٰہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اس شخص پر دم لازم ہے کیونکہ مُحرِم کو منہ چُھپانا ممنوع ہے، چنانچہ ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أما تغطیۃ وجھہ فحرام کالمرأۃ عندنا و بہ قال مالك و أحمد فی روایۃ (۱۵۰)

۱٤۹۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول دربیان احرام، فصل ششم در بیان بیان محرّمات احرام، ص ۸۵۔۸٦

۱۵۰۔ المسالك المتقسط فی المنسك المتوسّط، باب الجنایات، فصل فی تغطیۃ الرأس و الوجہ، ص ۳۰۷

یعنی، مگر مُحرِم کو منہ چُھپانا تو وہ ہمارے نزدیک عورت کی مثل حرام ہے (یعنی جس طرح عورت کو منہ چُھپانا حرام ہے اسی طرح مرد کو بھی) امام مالک کا یہی قول ہے اور ایک روایت میں امام احمد کا بھی۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

جائز نیست مُحرِم را پوشیدن تمام روی یا بعض آن اگر چہ مُحرِم مرد باشد یا زن (۱۵۱)

یعنی مُحرِم کو اپنا پورا یا بعض چہرہ ڈھکنا جائز نہیں اگر چہ مُحرِم مرد ہو یا عورت۔

پھر منہ چُھپانا اگر پورا دن یا پوری رات ہو تو دم لازم ہے چنانچہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان الکرمانی الحنفی لکھتے ہیں:

و عندنا مقادرۃ، ما لم یکن یوماً أو لیلۃ لا یلزمہ دم، و إن کان أقل من ذلك لزمہ صدقۃ، و إنما قدرنا بیوم کامل أو لیلۃ، لأن کمال الترفۃ لا یحصل إلا بیوم کامل فتوجب کمال الدم، و إن کان أقل من یوم تجب صدقۃ، نصف صاع من برّ کما فی صدقۃ الفطر (۱۵۲)

یعنی، اور ہمارے نزدیک اس کا اندازہ مقرر ہے جب تک ایک دن یا ایک رات نہ ہو تو اس پر دم لازم نہ ہوگا اور اگر اس سے کم ہو تو اُسے صدقہ لازم ہوگا، کیونکہ کمال نفع ایک دن یا ایک رات کے بغیر حاصل نہیں ہوتا تو کامل دم لازم ہوگا اور اگر دن (یعنی چار پہر) سے کم ہو تو نصف صاع گندم (یا اس کی قیمت) صدقہ واجب ہے جیسا کہ صدقۂ فطر میں۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۱۸ ذوالحجۃ ۱٤۲۷ھ، ٦ینایر ۲۰۰۷ م (359-F)

۱۵۱۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب، فصل ششم در بیان محرّمات احرام، ص ۸۷

۱۵۲۔ المسالك فی المناسك: ۲/ ۷۰۷

حالتِ احرام میں مَیل چھڑانے کا حکم

استفتاء: کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مُحرم کا احرام باندھنے کے بعد بدن سے مَیل چُھڑانا شرعاً کیسا ہے، اگر اس نے مَیل چُھڑایا تو اس صورت میں اس پر کچھ لازم ہوگا یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: احرام باندھنے کے بعد بدن سے مَیل چُھڑانا مکروہ تنزیہی ہے مگر اس پر کوئی جزا لازم نہ ہوگی، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ نے احرام کے مکروہات تنزیہیہ کے بیان میں کہ جن کے ارتکاب پر کوئی کفارہ لازم نہیں آتا لکھا ہے:

اما آنچہ مکروہ ست فعل آن بعد از تحقق احرام پس از انہاست ازالہ تفث بعد از احرام یعنی دُور کردن چرک از بدن زیرا کہ مناسب بحالِ مُحرم آنست کہ چرکین وغبار آلودہ باشد (۱۵۳)

یعنی، وہ افعال جن کا کرنا احرام باندھنے کے بعد مکروہ ہے ان میں سے ایک احرام باندھنے کے بعد بدن سے مَیل کُچیل کا دُور کرنا ہے کیونکہ مُحرم کے حال کے مناسب یہ ہے کہ وہ احرام میں مَیلا کُچیلا رہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ احرام کے مکروہات کے بیان میں لکھتے ہیں:

احرام میں یہ باتیں مکروہ ہیں، بدن کا مَیل چُھڑانا الخ (۱۵۴)

لہٰذا مُحرم کو مَیل نہیں چُھڑانا چاہئے اگر چہ اس پر کوئی جزاء لازم نہیں ہوتی علماء کرام نے تو یہاں تک فرمایا کہ اگر خالص پانی سے ہاتھ وغیرہ دھوئے تو اس میں بھی مَیل چُھڑانے کی

۱۵۳۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل ہفتم در بیان مکروہات تنزیہیہ احرام، ص ۹۳

۱۵۴۔ بہار شریعت، جلد (۱)، حصہ (۶)، احرام کا بیان، ص ۴۵۸

نیت نہ کرے۔ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

مستحب است کہ نیت نکند از الہ وسخ را اگر چہ بآب خالص بلکہ قصد کند طہارت یا دفع حرارت (۱۵۵)

یعنی، مستحب ہے کہ مَیل چُھڑانے کی نیت نہ کرے اگر چہ خالص پانی سے غسل کرے بلکہ طہارت (کے حصول) یا حرارت (گرمی) کے دفیعہ کا قصد کرے۔

کیونکہ حاجی کا احرام میں میلا کُچیلا رہنا اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب کو پسند ہے، چنانچہ ''شرح السنۃ'' میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ''کسی نے عرض کی یا رسول اللہ! حاجی کو کیسا ہونا چاہئے، فرمایا پراگندہ سر، مَیلا کُچیلا'' الخ۔ (۱۵۶)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۹ ذی القعدۃ ۱۴۲۷ھ، ۲۰ دیسمبر ۲۰۰۶ م (307-F)

حالتِ احرام میں چارپٹی کی چپل پہننے کا حکم

استفتاء: کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں نے کراچی سے عمرہ کا احرام باندھا، دوپٹی کی چپل کی بجائے چارپٹی کی چپل پہن لی جب کہ اس میں پاؤں کے اُوپر اُبھری ہوئی ہڈی ظاہر تھی وہ چپل میں چھپی ہوئی نہ تھی، جب میں عمرہ کر کے آ گیا تو ایک عالم دین نے دیکھا تو مجھے اس سے منع کیا کہ احرام میں ایسی چپل نہ پہنو، اب عرض یہ ہے کہ میں نے تو وہ چپل احرام میں پہن لی اب مجھ پر کچھ لازم تو نہ ہوگا؟

(السائل: ایک حاجی از محلہ مسفلہ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں کچھ بھی لازم نہ آئے گا جب کہ اُبھری ہوئی ہڈی ظاہر تھی جو کہ وسطِ قدم میں ہوتی ہے البتہ ایسا جوتا یا چپل وغیرہ پہننا جس سے یہ ہڈی چُھپ جائے ممنوعاتِ احرام سے ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

۱۵۵۔ حیاۃ القلوب، باب اول، فصل ہشتم در بیان مباحاتِ احرام، ص ۹۶

۱۵۶۔ بہار شریعت، حصہ ششم، ص ۶

Ishaate Islam

مُحرم (مرد) کے لئے موزے، تراہیں اور ایسی چیز پہننا جائز نہیں جس سے کعبِ قدم ڈھک جائے، چاہے ایک ہی پاؤں میں پہنے، احرام کے معاملے میں کعب سے مراد پُشتِ قدم کی اُبھری ہوئی درمیانی ہڈی ہے نہ کہ ٹخنہ جو وضو میں پاؤں دھونے کی حد ہے اور مداس (عربی جوتی) اور مکعب ہندی (جوتے کی ایک قسم ہے) جو اُبھری ہوئی ہڈی تک نہیں پہنچتے ہمارے نزدیک اُن کا پہننا جائز ہے۔(۱۵۷)

لہٰذا ضروری نہیں کہ حالتِ احرام میں دوپٹی کی ہی چپل پہنی جائے، اگر چارپٹی والی ایسی چپل ہے جس سے پاؤں کی اُبھری ہوئی ہڈی نہیں چھپتی تو اس کے پہننے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

ہاں عورتوں کے لئے دستانے اور موزے پہننے کی رعایت ہے چنانچہ صدر الشریعہ مولانا امجد علی فرماتے ہیں کہ:

عورتوں کو (حالتِ احرام میں) چند باتیں جائز ہیں (جو مردوں کو جائز نہیں) مثلاً موزے، دستانے، سلے ہوئے کپڑے پہننا۔ الخ (۱۵۸)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۱۷ ذوالحجۃ ۱۴۲۷ھ، ۲۷ دیسمبر ۲۰۰۶ م (F-333)

۱۵۷۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول، فصل ششم، ص ۸۶

۱۵۸۔ بہار شریعت، حصہ ششم، احرام میں مرد وعورت کا فرق، ص ۳۷

میقات

میقاتی کے لئے حج کے احرام کا مقام

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حل کا رہنے والا حج کے ارادے سے حل سے آیا اور اس نے آ کر حرم سے حج کا احرام باندھا تو کیا اس پر دم لازم آئے گا یا نہیں؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حل (یعنی میقات اور حد وحرم کے درمیان) کا رہنے والا جب حج یا عمرہ کی نیت سے آئے تو اُسے حل سے احرام باندھنا لازم ہو گا، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

بدانکہ کسے کہ در نفس میقات از مواقیت متقدمہ یا در مابین مواقیت وحرم سکونت داشتہ باشد، مکان احرام در حق او جمیع ارضِ حل ست یعنی مابین مواقیت وحرم، بر ایں ست کہ احرام حج بندد یا احرام عمرہ (۱۵۹)

یعنی، جاننا چاہئے کہ جو شخص مواقیت میں سے کسی میقات پر یا مواقیت اور حرم کے مابین رہتا ہو، اس کے حق میں احرام کا مقام جمیع حل ہے، میری مراد ہے کہ مواقیت اور حرم کا مابین چاہے حج کا احرام باندھے یا عمرہ کا۔

ان لوگوں کے حق میں افضل یہ ہے کہ اپنے گھروں سے ہی احرام باندھیں، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

افضل در حق ایشان آنست کہ از دروازۂ خانہ خود احرام بندد (۱۶۰)

یعنی ان کے لئے افضل یہ ہے کہ اپنے گھر کے دروازہ سے احرام باندھیں۔

اور حل کا رہنے والے کے حق میں احرام کے واجبات سے ہے کہ وہ حل سے احرام

۱۵۹۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول، فصل دوم، ص ۶۰

۱۶۰۔ حیاۃ القلوب، فی زیارۃ المحبوب، باب اول، فصل دوم، ص ۶۰

Ishaate Islam

باندھے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

واما واجبات إحرام، پس آن نیز دو چیز اند یکے آنکہ احرام بندد از میقات اعنی از مکانے کے معین کردہ شدہ است آن برائے احرام (۱۶۱)

یعنی، پس احرام کے واجبات دو چیزیں ہیں، ان میں سے ایک احرام کا میقات سے باندھنا ہے یعنی وہ مکان کہ جسے احرام کے لئے معین کیا گیا ہے۔

اور حل کا رہنے والا اگر حج کا ارادہ رکھتا ہو اور وہ حل سے احرام نہ باندھے مکہ مکرمہ پہنچ جائے تو وہ گنہگار ہوگا اور اس پر لازم ہے کہ وہ واپس حل جا کر احرام باندھے اگر وہ ایسا نہ کرے اور حرم سے ہی حج کا احرام باندھ لے اور حج کر لے تو اس پر دم لازم آئے گا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فعليهم العود إلى وقت أي ميقات شرعي لهم لارتفاع الحرمة، و سقوط الكفارة، فإن لم يعودوا فعليهم الدم و الإثم لازم لهم (۱۶۲)

یعنی، تو ان پر میقات کی طرف لوٹنا لازم ہے یعنی ارتفاعِ حرمت اور سقوطِ کفارہ کے لئے انہیں ان کی شرعی میقات کی (لوٹنا لازم ہے) پس اگر نہ لوٹے تو ان پر دم اور گناہ لازم ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

اما چوں ارادہ داشتہ باشد آنہا را واجب ست احرام بر ایشان برائے دخول حرم، پس اگر ترک کردند آثم گردند لازم باشد بر ایشان کہ عود نمایند بسوی حل واحرام بندند از انجا، واگر عود نکردند واجب گردد دم بر ایشان (۱۶۳)

یعنی، مگر جب وہ ان کا ارادہ رکھتے ہوں تو ان پر حرم میں داخل ہونے

۱۶۱۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب أول دربیان إحرام، فصل أول، ص ۵۱، ۵۲

۱۶۲۔ السلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب فرائض الحج، فصل، ص ۹۵

۱۶۳۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب أول، فصل دویم، بیان مکان إحرام در حق میقاتی، ص ۶۰

کے لئے احرام واجب ہے، پس اگر ترک کر دیں تو گنہگار ہوں گے، ان پر لازم ہوگا کہ حل واپس جا کر وہاں سے احرام باندھیں، اگر وہ نہ لوٹے تو ان پر دم واجب ہوگا۔

جب ان میں سے حج یا عمرہ کے ارادہ سے حرم میں آنے والوں کو احرام باندھ کر آنا لازم ہے اور ترک کی صورت میں ان پر دو چیزیں لازم ہوئیں ایک گناہ دوسرا دم اور دم تو حل کو واپس جا کر احرام باندھنے سے ساقط ہو جاتا ہے مگر گناہ تو اس کے لئے سچی توبہ کرنا ضروری ہے۔

یاد رہے اس صورت میں اس شخص سے دو واجب ترک ہوئے، ایک بلا احرام حرم میں داخل ہوا اور دوسرا یہ کہ اس حالت میں اس پر حل لوٹنا واجب ہوا اس نے وہ بھی ترک کیا، یعنی حرم کے اندر سے احرام باندھ لیا، اس طرح اُس نے دو واجب ترک کئے تو دو دم لازم ہونے چاہئیں کہ ایک دم بلا احرام دخولِ حرم کی وجہ سے اور دوسرا ترکِ عود کی وجہ سے مگر دو دم لازم نہ ہوں گے ایک ہی دم دینا ہوگا، چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

إلّا أنه لا يجب عليه دم آخر بترك هذا الواجب (۱۶۴)

یعنی، مگر یہ کہ اس پر اس واجب کے ترک پر دوسرا دم واجب نہ ہوگا۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں حل کو لوٹے تو دم دینا ہوگا اور اگر حل کو لوٹ کر احرام وہاں باندھ لیتا ہے تو دم ساقط ہو جائے گا اور دونوں صورتوں میں توبہ کرنی ہوگی۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۶ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۱۹ نومبر ۲۰۰۶ م (253-F)

حرمِ مکہ کی حدود اور اُن کے فاصلے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حرمِ مکہ کی حدود کون کون سی ہیں اور مسجد الحرام سے ان کا فاصلہ کتنا کتنا ہے؟

(السائل: گل احمد، نور مسجد)

۱۶۴۔ السلك المقسط فی المنسك المتوسط

Ishaate Islam

بسم اللہ تعالیٰ و تقدس الجواب: حدودِحرم کے بارے میں علامہ ابو الولید محمد بن عبداللہ بن احمد ازرقی لکھتے ہیں:

من طريق المدينة دون التنعيم عند بيوت غفار على ثلاثة أميال، و من طريق اليمن طرف إضاءة لبن في ثنية لبن، على سبعة أميال، و من طريق جادة منقطع الأعشاش على عشرة أميال، و من طريق الطائف على طريق عرفة من بطن نمرة، على أحد عشر ميلاً، و من طريق العراق على ثنية جبل بالمقطع، على سبعة أميال، و من طريق الجعرانة في شعب آل عبدالله بن خالد بن أسيد على تسعة أميال (١٦٥)

یعنی، تنعیم کے علاوہ مدینہ کی راستے بنوغفار کے گھروں کے قریب تین میل کے فاصلے پر ہے، اور یمن کے راستے سے.....سات میل کے فاصلے پر ہے، اور جدہ کے راستے پر.....دس میل کے فاصلے پر ہے، اور طائف کے راستے سے عرفہ نمرہ کے بطن سے گیارہ میل کے فاصلے پر ہے، اور عراق کے راستے پر .....سات میل کے فاصلے پر ہے، اور جعرانہ کے راستے سے آل عبداللہ بن خالد بن اسید کی گھاٹی میں نو میل کے فاصلے پر ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

پس حد آں طریق مدینہ منورہ بقرب تنعیم است بر سہ میل از مکہ معظمہ، و از طریق جعرانہ حدِ حرم در شعب عبداللہ بن خالد است بر نہ میل از مکہ، و از طریق جدہ بر دہ میل است، و از طریق طائف حدِ حرم بر عرفات است در بطن عُرنہ بہفت میل از مکہ، و از طریق عراق حدِ حرم بر ثنیہ جبلی است کہ در مقطع ست بر مسافت ہفت میل نیز

١٦٥۔ أخبار مكة، المجلد (٢)، باب ذرع طواف سبع بالكعبة، ذكر حدود الحرم الشريف

یعنی اس کی حد مدینہ منورہ کے راستے کی طرف سے تنعیم کے قریب مکہ مکرمہ سے تین (شرعی) میل کے فاصلہ تک ہے اور جعرانہ کے راستے سے شعب خالد بن عبداللہ (یعنی خالد بن عبداللہ کی گھاٹی) تک ہے جو مکہ مکرمہ سے نو (شرعی) میل کے فاصلے پر ہے۔ جدہ کی طرف سے مکہ مکرمہ سے دس (شرعی) میل تک اور طائف کی طرف سے عرفات پر بطنِ عُرنہ تک ہے، یہ فاصلہ مکہ مکرمہ سے سات (شرعی) میل کی مسافت پر ہے۔ اور عراق کی طرف سے ثنیہ پہاڑ پر ہے اور یہ فاصلہ مکہ مکرمہ سے سات شرعی میل کی مسافت پر ہے۔

اور لکھتے ہیں: کما نظم القاضی أبو الفضل النووی بقولہ شعر

و للحرم التحديد من أرض طيبة ثلاثة أميال إذا رمت اتقانه
و سبعة أميال عراق و طائف و جادة عشر ثم تسع جعرانة
و من يمن سبع بتقديم سينها و قد كملت فاشكر لربك إحسانه

یعنی، قاضی ابو الفضل نووی نے حدودِحرم کو اشعار میں نظم کیا جن کا مفہوم یہ ہے:

یعنی حدحرم مدینہ منورہ کی جانب تین (شرعی) میل تک ہے اور طائف و عراق کی جانب سات (شرعی) میل اور جدہ کی طرف سے دس (شرعی) میل اور جعرانہ کی طرف سے نو (شرعی) میل اور یمن کی طرف سے سات (شرعی) میل۔ (١٦٦)

اور ابراہیم رفعت پاشا متوفی ۱۳۵۳ھ لکھتے ہیں:

قد ذكر المسافات بينها (حدّ الحرم) و بين المسجد الحرام التقي الفاسي في كتابه "شفاء الغرام" و نحن نذكرها نقلاً عنه مبينين مقدارها بالأمتار، فحدّ الحرم من جهة الطائف على طريقه عرفة من بطن عَرَنَة ٢/٧، ٢١ ٣٧ ذراع بالذراع اليد، أي ١٨٣٣٣ متر و ذلك

١٦٦۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب سيزدهم در بعضے مسائل متفرقہ، فصل دهم درميان تقدير حدود حرم مكہ معظمہ، ص ٢٨٣

Ishaate Islam

من حُفَر باب بنی شیبة إلی العلمین اللذین هما علامة لحدّ الحرم من جهةعرفة، و حدّه من جهة العراق و اللذین هما بحادة وادی نخلة ۲۷۲۵۲ ذراع بذراع الید، و تعادل ۱۳۳۵۳/۵ متر، و حدّه من جهة التنعیم و هی طریق المدینة و ما یلیها ۱۲٤۲۲۰ ذراع بذراع الید، أی ٦۱٤۸ متر و ذلك من باب العمرة إلی أعلام الحرم التی فی الأرض من هذه الجهة لا التی علی الجبل، و حدّه من جهة الیمن من حفر باب إبراهیم إلی علامة حدّ الحرم فی هذه الجهة ۲٤۵۰۹،٤/۷ ذراع بذراع الید، و تعادل ذلك ۱۲۰۰۹/۷۵ متر، و علی حدّ الحرم من جهة الجنوب مکان یقال له: أضاءة، ومن المغرب بمیل قلیل إلی الشمال قریة الحدیبیة و هی التی تمت بها بیعة الرضوان، ومن الشرق علی طریق الطائف مکان یقال له: الجعرانة أحرم النبی ﷺ مرجعه من الطائف بعد فتح مکة (انظر الرسم۸۲) و هذه الدائرة جعلها الله مثابة للناس و أمنا بل أمن فیها الحیوان و النبات محرم التعرض لصیدها و منع أن یختلی خلاها (حشیشها) أو یعضد شوکها (۱٦۷)

یعنی، علامہ تقی الفاسی نے اپنی کتاب "شفاء الغرام" میں حدودِ حرم اور مسجد الحرام کی درمیانی مسافت ذکر کی ہے ہم ان سے نقل کرتے ہوئے اس کی مقدار کو میٹروں میں بیان کرتے ہیں، پس حرم کی حدّ طائف کی جانب عرفات کی راہ سے بطنِ محرّ سے ۳۷۲۱،۲/۷ شرعی گز یعنی ۱۸۳۳۳ میٹر اور وہ باب بنی شیبہ کی دیواروں سے لے کر ان دو نشانات تک جو عرفات کے جہت سے ہیں حدِّ حرم کی علامت ہے۔ اور حرم کی حدِّ عراق کی جہت سے باب بنی شیبہ کی دیواروں سے لے کر ان دو نشانات تک جو راہِ عراق میں حدِّ حرم کی علامت ہیں اور وہ دونوں وادیٔ نخلہ میں ہے ۲۷۲۵۲ شرعی گز ہے جو ۱۳۳۵۳/۵ میٹر کے برابر ہے اور حرم

۱٦۷۔ مرءآة الحرمین، مواقیت و أعلام الحرم، ص ۲۲۵

کی حدّ جہت تنعیم میں اور وہ مدینہ کا راستہ ہے اور جو علاقہ اس سے ملا ہوا ہے ۱۲۴۲۲۰ ہاتھ ہے یعنی ٦۱۴۸ میٹر اور یہ فاصلہ باب العمرہ کی دیواروں سے لے کر حرم کی ان علامات تک ہے جو زمین میں ہیں نہ کہ جو پہاڑ پر ہیں اور حرم کی حدّ جہتِ یمن میں باب ابراہیم کے دیواروں سے لے کر اس علامت تک جو اس جہت میں حدِّ حرم کی علامت ہے ۲۴۵۰۹،۴/۷ ہاتھ ہے جو کہ ۱۲۰۰۹/۵۷ میٹر کے برابر ہے جنوب کی طرف جانب حرم کی حدّ وہ جگہ ہے جسے اَضاءۃ کہا جاتا ہے اور مغرب کی سمت میں ایک میل سے کم شمال کی جانب قریۂ حدیبیہ ہے یہ وہی جگہ ہے جہاں بیعۃ الرضوان مکمل ہوئی اور مشرق کی جانب طائف کے راستے پر ایک جگہ ہے جسے جعرانہ کہا جاتا ہے یہیں سے نبی ﷺ نے فتح مکہ کے بعد طائف سے لوٹتے ہوئے احرام باندھا، یہی وہ دائرہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بنایا بلکہ اس میں حیوان ونباتات امن والے ہو گئے، پس حرم کے شکار سے تعرض حرام ہے اس کے گھاس کو اکھاڑنا اور کانٹے کو توڑنا ممنوع ہے۔

اور شیخ الیاس عبد الغنی نے لکھا ہے کہ حرم کے رقبہ کا دائرہ ۱۲۷ کلومیٹر ہے اور کل رقبہ ساڑھے پانچ سو مربع کلومیٹر ہے (۱٦۸) اور مسجد حرام اور حدودِ حرم کے مابین مسافت کا تقریبی اندازہ جدید پیمانے میں ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے:

تنعیم (مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا) سے	۷،۵ کلومیٹر
نخلہ سے	۱۳ کلومیٹر
اَضاءۃ لبن سے	۱۳ کلومیٹر
جعرانہ سے	۲۲ کلومیٹر
حدیبیہ سے	۲۲ کلومیٹر (شمیسیہ یا شمیسی اس گاؤں کا جدید نام ہے)
عرفات سے	۲۲ کلومیٹر (۱٦۹)

بظاہر حدودِ حرم مختلف ادوار کے علماء نے جو بیان فرمائیں وہ مختلف ہیں لیکن حقیقت میں

۱٦۸۔ تاریخ مکہ مکرمہ، حرم مکہ کی حدود، ص ۱۵

۱٦۹۔ تاریخ مکہ مکرمہ، ص ۱٦

Ishaate Islam

مختلف ادوار میں کعبہ معظمہ سے حدِ حرم تک موجود راہ میں گھاٹیوں اور پہاڑیوں کی موجودگی و عدم موجودگی کے سبب اور جدید راستوں کے ملنے یا بننے پر راہ کی مسافتیں کم یا زیادہ ہونے کے سبب مختلف نظر آتی ہیں، حقیقت میں حدودِ حرم وہی ہیں جو رسالت مآب نے بیان فرمائیں، اور وہ ہر سمت پر نشان زدہ ہیں، جسے مختلف ادوار کے علماء نے اپنے دَور کے اندر پیمانہ ناپ کر بیان فرمائیں، جو ہمیں مختلف نظر آتی ہیں۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۸شوال المکرم ۱٤۲۷ھ، ۱نومبر ۲۰۰٦م (236-F)

مزدلفہ وعرفات حُدودِ حرم میں ہیں یا خارج

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا مزدلفہ اور عرفات حُدودِ حرم میں داخل ہیں؟

(السائل: عرفان ضیائی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: مزدلفہ حُدودِ حرم میں داخل ہے جب کہ عرفات حُدودِ حرم سے خارج ہے کیونکہ عرفات کی طرف حرم کی حدِ بطنِ عُرنہ تک ہے۔ کیونکہ منیٰ مکہ کے مشرق میں مائل بجنوب ہے اس سے آگے مشرق کی جانب مزدلفہ ہے اور اس سے آگے عرفات ہے۔ امام محمد بن اسحاق خوارزمی حنفی متوفی ۸٦۷ھ لکھتے ہیں:

منی خارج مکة من جانب الشرقی تمیل إلی الجنوب قلیلاً، و مزدلفة فوق منی من الجانب الشرقی أیضاً، و عرفات فوق مزدلفة من الجانب الشرقی أیضاً تمیل إلی الجنوب (۱۷۰)

یعنی، منیٰ مکہ مکرمہ سے خارج مشرق کی جانب مائل بجنوب ہے اور مزدلفہ منیٰ سے اوپر (کی طرف) ہے، وہ بھی مشرق کی جانب ہے اور عرفات مزدلفہ سے اوپر (کی طرف) ہے وہ بھی مشرق کی جانب مائل

۱۷۰۔ إثارة الترغیب و التشویق، القسم الأول، الفصل الخامس و الخمسون فی ذکر ما جاء فی بناء المسجد الحرام الخ، ص ۳۰۲

بجنوب ہے۔

اور اس جانب حرم کی حدّ بطنِ عُرنہ ہے جیسا کہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

وازطریق طائف حدِّ حرم برعرفات است وبطن عُرنہ (۱۷۱)

یعنی، طائف کے راستے سے حدِّ حرم عرفات پر ہے بطنِ عُرنہ میں۔

اور شیخ ابراہیم رفعت پاشا متوفی ۱۳۵۳ھ نے "شفاء الغرام" کے حوالے سے نقل کیا ہے:

فحدّ الحرم من جهة الطائف علی طریق عرفة من بطن عُرنة (۱۷۲)

یعنی، پس حرمِ مکہ کی حد طائف کی جانب عرفات کے راستے پر بطنِ عُرنہ ہے۔

تو جب اس جانب حدِّ حرم بطنِ عُرنہ ہے جو کہ عرفات سے متصل ہے تو ظاہر ہے کہ مزدلفہ حُدودِ حرم میں ہے اور عرفات خارج

اور علامہ محمد سلیمان اشرف لکھتے ہیں:

تمام مکہ مکرمہ، منیٰ، مزدلفہ یہ سب حرم کی حدود کے اندر ہیں البتہ عرفات داخل حرم نہیں۔ (۱۷۳)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۵شوال المکرم ۱٤۲۷ھ، ۱۷نومبر ۲۰۰٦م (250-F)

تنعیم اور جعرانہ حدودِ حرم میں ہیں؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مزدلفہ حرم میں ہے یا خارج از حرم ہے؟

۱۷۱۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب سیزدهم در بعضے مسائل متفرقه، فصل دهم در بیان تقدیر حدود حرم مکه معظمه، ص ۲۸۳

۱۷۲۔ مرء آة الحرمین، المجلد (۱)، مواقیت و أعلام الحرم، ص ۲۲۵

۱۷۳۔ الحج مصنفہ محمد سلیمان اشرف، ص ۱۳۱

Ishaate Islam

(۲) حرم کی حدود کیا ہیں؟

(۳) منیٰ، مزدلفہ، حدیبیہ، عرفات، تنعیم اور جعرانہ میں سے کون کون سے مقامات حرم میں ہیں؟ بینوا و توجروا

(السائل: محمد عرفان قادری، نور مسجد کاغذی بازار، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: (۱) مزدلفہ حرم کی حدّ کے اندر ہے چنانچہ علامہ سید محمود احمد رضوی لکھتے ہیں: ''عرفات خارج از حرم ہے، قریش زمانہ جاہلیت میں عرفات میں وقوف نہیں کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے ہم اہل اللہ ہیں، حرم سے باہر کیوں جائیں، اس کی جگہ وہ مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے جو حرم کی حدّ کے اندر ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

﴿ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ﴾ الآیۃ (۱۷۴)

ترجمہ: ''اے قریشیو! تم بھی وہیں سے پلٹو جہاں سے لوگ واپس ہوتے ہیں'' (۱۷۵)

اور علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

إن قريشاً كانوا يقولون نحن أهل الله فلا نخرج من الحرم و كان غيرهم يقفون بعرفة و عرفة خارج الحرم فبين الله تعالىٰ في قوله (ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ) و فيه و كانوا يقولون عزتنا بالحرم و سكاننا فيه و نحن جيران الله فلا نرى الخروج عنه إلى الحل عند وقوفنا في الحج الخ (۱۷۶)

یعنی قریش (زمانہ جاہلیت میں) کہتے ہم اہل اللہ ہیں لہٰذا ہم حرم سے نہیں نکلیں گے اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ عرفات میں وقوف کرتے اور عرفات حرم سے باہر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان میں فرمایا کہ

۱۷۴۔ البقرۃ: ۱۹۹/۲

۱۷۵۔ فیوض الباری شرح بخاری، المجلد (۳)، حصہ ہفتم، ص ۹

۱۷۶۔ عمدۃ القاری، کتاب الحج، باب الوقوف بعرفۃ، المجلد (۷)، ص ۲۵۵

''اے قریشیو! تم بھی وہیں سے پلٹو جہاں سے لوگ واپس ہوتے ہیں''۔ اسی میں ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ہماری عزت حرم کے ساتھ ہے اور ہماری رہائش حرم میں ہے اور ہم اللہ کے گھر کے پڑوسی ہیں تو ہم حج میں وقوف کے وقت حل کی طرف نکلنا اچھا نہیں سمجھتے۔

اور علامہ شمس الدین ترمتاشی حنفی لکھتے ہیں: و يستحب أن يأتيها ماشياً (تنویر الأبصار) اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

أي إذا قرب منها يدخلها ماشياً تأدباً و تواضعاً لأنها من الحرم (۱۷۷)

یعنی، مستحب ہے کہ مزدلفہ پیدل آئے یعنی جب مزدلفہ کے قریب پہنچے تو ادب اور تواضع کے لئے پیدل داخل ہو کیونکہ مزدلفہ حرم سے ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ مزدلفہ حدِّ حرم کے اندر ہے۔

(۲) حدود حرم یہ ہیں:

۱۔ **تنعیم:** آج کل یہ مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام سے معروف ہے اور یہ مسجد الحرام سے شمال کی جانب مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ روڈ پر واقع ہے، اور حدود حرم میں سے یہ قریب ترین حدّ ہے۔

۲۔ **جعرانہ:** آج کل اس جگہ ایک بستی ہے جو وادیٔ سرف کے شروع میں ہے اور یہاں ایک مسجد ہے جس سے عمرہ کرنے والے احرام باندھتے ہیں اور یہ مسجد الحرام سے شمال مشرقی سمت میں ہے۔

۳۔ **حدیبیہ:** مکہ جدّہ کی قدیم شاہراہ پر ایک مقام ہے، آج کل یہ جگہ شمیسی کے نام سے معروف ہے، یہ مسجد الحرام کی مغربی سمت میں ہے بقول صاحب ہدایہ کے اس کا کچھ حصہ حرم میں ہے، اس جگہ ایک نئی مسجد تعمیر کی گئی ہے اور ایک قدیم مسجد کے آثار بھی ملتے ہیں۔

۴۔ **نخلہ:** یہ مقام مکہ اور طائف کے درمیان ہے جو مسجد الحرام سے مشرق اور شمال کی سمت حرم

۱۷۷۔ رد المحتار، المجلد (۲)، کتاب الحج، فصل فی الإحرام وصفۃ المفرد بالحج، مطلب: فی إجابۃ الدعاء، ص ۵۰۸

Ishaate Islam

کی حدّ ہے۔

۵۔ **اضاءۃ لبن:** یہ ایک جھیل نما مقام ہے جو مسجد الحرام کی جنوبی سمت میں حرم کی حدّ ہے آج کل یہ جگہ عقیشیہ کے نام سے معروف ہے۔

جبکہ عرفات حدودِ حرم سے خارج ہے، مسجد الحرام کی مشرقی سمت میں مائل بجنوب واقع ہے۔

اور قاضی ابو الفضل نووی نے مدینہ منورہ، عراق، طائف، جدہ، جعرانہ اور یمن کی جانب کو مسجد الحرام سے حرم کی حدّ کا فاصلہ اس وقت کی پیائش کے پیمانے سے ذکر کیا ہے چنانچہ وہ فاصلہ یہ ہے:

.....مدینہ منورہ کی جانب سے تین میل	.....عراق کی جانب سے سات میل
.....طائف کی جانب سے سات میل	.....جدہ کی جانب سے دس میل
.....جعرانہ کی جانب سے نو (۹) میل	.....یمن کی جانب سے سات میل

اور قاضی ابو الفضل نے اسے ایک شعر میں بیان کیا اور وہ شعر مندرجہ ذیل ہے:

و للحرم التحديد من أرض طيبة ثلاثة أميال إذا رمت اتقانه

و سبعة أميال عراق و طائف و جدة عشر ثم تسع جعرانه

و من يمن سبع بتقديم سينها و قد كلمت فاشكر لربك احسانه (۱۷۸)

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

پس حد آن طریق مدینہ منورہ بقرب تنعیم است بر سہ میل از مکہ معظمہ واز طریق جعرانہ حد حرم در شعب آل عبد اللہ بن خالد است بر نہ میل از مکہ و از طریق جدہ بر دہ میل است واز طریق طائف حد حرم بر عرفات است و بطن عرنہ بر ہفت میل از مکہ واز طریق عراق حد حرم بر ثنیہ جبلی است کہ در قطع است بر مسافت ہفت میل۔ (۱۷۹)

۱۷۸۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۳۸۳

۱۷۹۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۲۸۳

یعنی، پس حرم کی حدِ طریق مدینہ منورہ سے تین میل ہے مکہ معظمہ سے اور طریق جعرانہ سے حدِ حرم شعب عبد اللہ بن خالد میں ہے بطن عُرنہ میں سات میل مکہ سے اور طریق عراق سے حدِ حرم ثنیہ پر ہے جو ایک پہاڑ ہے جو سفر کے لحاظ سے سات میل ہے۔

(۳) منیٰ حرم میں ہے، چنانچہ علامہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

لأن السنّة جرت في الحج بالحلق بمنى و هو من الحرم (۱۸۰)

یعنی، کیونکہ حج میں منیٰ میں حلق کرنے کی عادت جاری ہے اور منیٰ حرم سے ہے۔

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

من الحرم على فرسخ من مكة (۱۸۱)

یعنی، منیٰ حرم کا ایک قریہ ہے مکہ سے ایک فرسخ پر ہے۔

.....مزدلفہ حرم میں ہے، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لأنها من الحرم المحترم (۱۸۲)

یعنی، کیونکہ مزدلفہ حرم محترم سے ہے۔

.....حدیبیہ کا بعض حصہ حرم میں ہے اور باقی حِل میں، چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی لکھتے ہیں:

و بعض الحديبية من الحرم (۱۸۳)

۱۸۰۔ الهدايه، كتاب الحج، باب الجنايات، فصل من طاف الخ، ص ۱۸۲

۱۸۱۔ الدر المختار، المجلد (۲) كتاب الحج، فصل في الإحرام وصفه المفرد بالحج، ج ص ۵۰۳

۱۸۲۔ رد المحتار على الدر المختار، المجلد (۲)، كتاب الحج، فصل في الإحرام وصفه المفرد بالحج، مطلب: إجابه الدعاء، ص ۵۰۳

۱۸۳۔ الهدايه، كتاب الحج، باب الجنايات، فصل: من طاف طواف القدوم الخ، ص ۱۸۲

Ishaate Islam

یعنی، حدیبیہ کا کچھ حصہ حرم میں ہے۔

.....عرفات حدودِ حرم سے باہر ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن أبی بکر مرغینانی لکھتے ہیں:

لأن أدا الحج فی عرفة و هی فی الحل (الهداية) قال العينی فی شرحه: و الحال أن عرفة فی الحل، و قال لأنها خارجة عن حد الحرم (١٨٤)

یعنی، حج کی ادائیگی عرفات میں ہے اور وہ حل میں ہے، علامہ عینی نے اس کی شرح میں فرمایا: حالانکہ عرفات حل میں ہے اور فرمایا کہ وہ حدِ حرم سے خارج ہے۔

.....تنعیم حدِ حرم سے خارج ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن أبی بکر مرغینانی لکھتے ہیں:

و أمر أخا عائشة أن يعمّرها من التنعيم، و هی فی الحل (١٨٥)

یعنی، نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی کو حکم فرمایا کہ انہیں تنعیم سے عمرہ کرائے اور وہ حل میں ہے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

هو موضع قريب من مكة عند مسجد عائشة رضی الله عنها، و سمی تنعيماً لأن يمينه جبلاً يقال له نعيم و عن شماله جبل يقال له ناعماً (١٨٦)

یعنی، تنعیم مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک جگہ ہے اور اس کا نام تنعیم اس لئے رکھا گیا کہ اس کی بائیں طرف ایک پہاڑ ہے جسے نعیم اور دائیں طرف ایک پہاڑ ہے جسے ناعم کہا جاتا ہے۔

.....جعرانہ حدِ حرم سے خارج ہے، چنانچہ مفتی محمد وقارالدین لکھتے ہیں:

(عمرہ کے) احرام کے لئے حرم سے باہر (حقیقۃً یا حکماً مکی کے واسطے)

١٨٤۔ البناية فی شرح الهداية للعينی، المجلد (١)، الجزء (٢)، كتاب الحج، فصل فی المواقيت، ص ١٤١٧

١٨٥۔ الهداية، كتاب الحج، فصل فی المواقيت، ص ١٤٨

١٨٦۔ البناية فی شرح الهداية، المجلد (١)، الجزء (٢)، كتاب الحج، فصل فی المواقيت، ص ١٤٠٧

قریب ترین میقات (یہاں میقات سے مراد حدِ حرم ہے نہ کہ حدِ حل) "تنعیم" ہے اور سب سے دور میقات "جعرانہ" ہے۔(١٨٧)

اور حضور ﷺ نے طائف سے واپسی پر جعرانہ سے احرام باندھا تھا اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جعرانہ حدودِ حرم سے باہر ہے۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ١٧ شوّال ١٤٢١ھ، ١٣ يناير ٢٠٠١م (267-F)

وادیٔ عُرَنہ حدودِ حرم میں ہے یا نہیں

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فقہاء کرام کی عبارات میں ہے کہ "وادیٔ عُرنہ عرفات سے خارج ہے" اگر عرفات سے خارج ہے تو کیا حدودِ حرم سے بھی خارج ہے یا نہیں؟ عرفات کی مسجد کہاں ہے، عرفات میں ہے یا اس سے باہر؟

(السائل: حافظ محمد فاروق، بیٹھادر، کراچی)

باسمه تعالیٰ و تقدس الجواب: وادیٔ عُرنہ مکہ مکرمہ کی ایک وادی ہے اور مسجد نمرہ کا اگلا حصہ اس وادی میں ہے اور یہ حدودِ عرفات اور حدودِ حرم دونوں سے باہر حل میں واقع ہے، حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اس وادی میں مشہور ترین خطبہ ارشاد فرمایا، جو خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے معروف ہے، اس اعتبار سے اس وادی کی شان نرالی ہے، اسی طرح "تاریخ مکہ" (ص ١٣٠) میں ہے۔

اور علامہ حسن بن محمد سعید عبدالغنی مکی حنفی لکھتے ہیں:

و قال العلامة طاهر سنبل فی حواشيه المسمّاة "ضياء الأبصار" عند قول صاحب الدر المختار: "عرفات كلّها موقف إلا بطن عرفة بفتح الراء و ضمها وادٍ من الحرم غربی مسجد عرفة" ما نصّه قوله واد من الحرم فيه نظر، فإن المشاهدة تقتضی

١٨٧۔ وقارالفتاویٰ، المجلد (٢)، کتاب المناسک، احرام کہاں سے باندھا جائے، ص ٤٥٢

Ishaate Islam

خلاف ذلك ..... ثم رأيت في "الروضة" للإمام الناطفي ما نصّه: و عُرنة ليست من عرفة، عُرنة و عرفة ليستا من الحرم

یعنی، علامہ طاہر سنبل حنفی نے "ضیاء الأبصار" کے نام سے لکھے ہوئے اپنے حواشی میں صاحب درمختار کے قول کہ "پورا عرفات وقوف کی جگہ ہے سوائے بطنِ عُرنہ کے اور عُرنہ مسجد عرفہ کی مغربی جانب ایک وادی ہے"، صاحب دُرر نے جو اپنے قول میں تصریح کی کہ ایک وادی ہے اس میں نظر (وفکر) ہے، پس بے شک مشاہدے کا تقاضا اس کے خلاف ہے (یعنی وہ حرم سے نہیں ہے)۔

اور وادی عُرنہ کے عرفات سے خارج ہونے پر عباراتِ مُتون سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ففيها (أي عبارات المتون): ثم صلّ بعد زوال الظهر و العصر الخ..... ثم رح بعد الجمع إلى الموقف، فدلّ على أن موضع الجمع ليس من الموقف و صرّح به في "غاية البيان" بأنه ليس من عرفة، و كذا في "غاية السروجي" كما في "المنسلك الكبير" (۱۸۸)

یعنی، پس مُتون کی عبارت میں ہے کہ پھر زوال کے بعد ظہر اور عصر پڑھ الخ..... پھر جمع بین الصلاتین کے بعد وقوف کی جگہ کی طرف جا۔ تو مُتون کی عبارت نے اس بات پر دلالت کی کہ جمع بین الصلاتین کی جگہ (یعنی بطنِ عُرنہ) وقوف کی جگہ نہیں ہے اور "غایۃ البیان" میں اس کی تصریح کی کہ وہ وادی عرفات میں (شامل) نہیں ہے، اسی طرح "غایۃ السروجی" میں ہے جیسا کہ "منسلک کبیر" میں ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا کہ عرفات کی مسجد پوری کی پوری نہ خارج عرفات ہے اور نہ

۱۸۸۔ إرشاد الساري إلى مناسك الملّا علي القاري، باب الوقوف بعرفات فصل في الجمع بين الصلاتين بعرفة، ص ۲۱۲۔۲۱۳

داخل چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و هو (أي مسجد نمرة) في أواخر عرفات بقربها بل قيل إن بعضها منها (۱۸۹)

یعنی، مسجد نمرہ عرفات کے آخر میں اس کے قریب ہے بلکہ کہا گیا کہ اس کا کچھ حصہ عرفات میں ہے۔

اور مناسک ملا علی قاری کے حاشیہ میں علامہ حسین بن محمد سعید عبد الغنی مکی حنفی لکھتے ہیں:

جزم صاحب الغاية بأن مسجد عرفة ليس من عرفات، و قال الطرابلسي، قيل: مقدم هذا المسجد في طرف وادي عُرنة لا في عرفات (۱۹۰)

یعنی، صاحب غایہ نے اس بات پر جزم کیا کہ مسجد عرفہ عرفات میں نہیں ہے اور طرابلسی نے فرمایا کہ اس مسجد کا اگلا حصہ وادیٔ عُرنہ میں ہے نہ کہ عرفات میں۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ١٤ ذي القعدة ١٤٢٧ھ، ٦ ديسمبر ٢٠٠٦ م (272-F)

مکہ سے جعرانہ زیارت کے لئے جانے والوں کے احرام کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زیارات کے لئے جانے والے حاجیوں نے دیگر زیارات سے فارغ ہوکر جعرانہ جانے کا پروگرام بنایا، ان میں سے ایک حاجی چاہتا ہے کہ میں وہاں جاؤں اور عمرہ نہ کروں کیونکہ بڑھاپے اور بیماری کے سبب

۱۸۹۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسط، باب الوقوف بعرفات فصل في الجمع بين الصلاتين بعرفة، ص ۲۱۲

۱۹۰۔ إرشاد الساري إلى مناسك الملّا علي القاري، باب الوقوف بعرفات، فصل في الجمع بين الصلاتين بعرفة، ص ۲۱۲

Ishaate Islam

اس کے لئے عمرہ ادا کرنا مشکل ہے، کیا شرعاً اس شخص کو اجازت ہے کہ وہ ایسا کرے۔

(السائل: محمد رضوان ہارون، لبیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: یاد رہے کہ جعرانہ حدودِ حرم سے تو خارج ہے مگر میقات کے اندر ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

وتنعیم وجعرانہ ہر دو در ارضِ حل وخارج از ارضِ حرم (۱۹۱)

یعنی، تنعیم اور جعرانہ دونوں زمینِ حل میں ہیں اور زمینِ حرم سے خارج ہیں۔

حج یا عمرہ کے ارادے کے بغیر مکہ مکرمہ یا سرزمینِ حرم آنے والے پر حج یا عمرہ کا احرام اس وقت لازم ہوتا ہے جب وہ پانچوں میقاتوں میں سے کسی میقات کے باہر سے آئے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اگر آفاقی عبور کند بریں مواقیت مذکورہ وارادہ داشتہ باشد دخولِ مکہ یا دخولِ ارضِ حرم را واجب گردد بروی ادائے احد النسکین اعنی حج یا عمرہ، وواجب شود بروئے احرام برائے آن (۱۹۲)

یعنی، آفاقی اگر مواقیت مذکورہ میں سے کسی میقات کو عبور کرے اور مکہ مکرمہ یا ارضِ حرم میں داخل ہونے کا قصد رکھتا ہو اس پر دو نُسک یعنی، حج یا عمرہ میں سے کوئی ایک واجب ہوگا اور اس پر اس نُسک کا احرام باندھنا واجب ہوگا۔

صورت مسئولہ میں حاجیوں کا پروگرام جعرانہ جانے کا ہے اور جعرانہ میقات کے اندر زمینِ حل میں ہے لہٰذا اس پر وہاں سے احرام باندھ کر آنا واجب نہیں ہے کیونکہ ارضِ حل سے آنے والے کے لئے بلا احرام زمینِ حرم یا مکہ مکرمہ آنا جائز ہے جب کہ وہ حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتے ہوں چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

۱۹۱۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل دویم در بیان مواقیت احرام، ص ۶۲

۱۹۲۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول، فصل دویم، ص ۵۸

وجائز ست مرایشان را دخول مکہ ودخول ارضِ حرم بغیر احرام چون ارادہ نداشتہ باشد حج وعمرہ را (۱۹۳)

یعنی، ان کو مکہ مکرمہ یا زمینِ حرم میں بلا احرام داخلہ جائز ہے جب وہ حج اور عمرہ کا ارادہ نہ رکھتے ہوں۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

مکہ والے اگر کسی کام سے بیرونِ حرم جائیں تو انہیں واپسی کے لئے احرام کی حاجت نہیں اور میقات سے باہر جائیں تو اب بغیر احرام کے واپس آنا انہیں جائز نہیں۔ (۱۹۴)

لہٰذا صورت مسئولہ میں زائر کا نفلی عمرہ کی غرض سے احرام باندھنا جائز ہے بلکہ افضل ہے اور اگر کسی عذر کی بناء پر یا بلا عذر احرام نہیں باندھتا تو اسے رخصت ہے کیونکہ اس پر احرام واجب نہیں جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں مذکور ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۲۳ ذی القعدۃ ۱۴۲۷ھ، ۱۴ دیسمبر ۲۰۰۶م (291-F)

مدینہ منورہ سے براستہ طائف بغیر احرام مکہ آنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم مدینہ منوّرہ میں رہتے ہیں یہاں کی حکومت حج کی اجازت نہیں دے رہی اور مدینہ منوّرہ سے ہم سیدھے مکہ مکرمہ بھی نہیں آسکتے، ہمارا ارادہ ہے کہ ہم میاں بیوی طائف جائیں گے وہاں ایک رات ٹھہرنے کے بعد مکہ مکرمہ آئیں گے اور حج ادا کریں گے، کیا طائف سے بلا احرام مکہ مکرمہ آسکتے ہیں یا نہیں، اگر نہیں آسکتے تو احرام پہن کر وہاں سے ہم مکہ کو آنہیں سکتے، ہم وہاں سے حج کی نیت کرلیں اور اپنے سادہ کپڑوں میں ہی مکہ آجائیں یہاں آکر احرام کے کپڑے

۱۹۳۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب: ص ۶۰

۱۹۴۔ بہار شریعت، حصہ ششم، حج کا بیان، میقات کا بیان، ص ۴۵۳

Ishaate Islam

پہن لیں تو ہم پر کیا لازم ہوگا؟

(السائل: ظفر حسین، مدینہ منورہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ طائف میقات سے باہر ہے اور طائف کی جانب میقات ''قرن المنازل'' ہے اور طائف کے راستے سے آنے والوں کی یہی میقات ہے، اگر کوئی یہاں سے مکہ مکرمہ بغیر احرام کے آجائے تو اس پر لازم ہوگا کہ وہ دوبارہ میقات جائے اور احرام باندھ کر آئے، اگر نہیں جاتا اور مکہ مکرمہ سے ہی حج کا احرام باندھ لیتا ہے اور حج کرتا ہے تو اس پر دم لازم آئے گا۔ اور اگر احرام تو میقات سے باندھتا ہے مگر سلے ہوئے کپڑے نہیں اُتارتا تو یاد رکھنا چاہئے احرام دو چادریں پہن لینے سے نہیں ہوتا بلکہ نیت احرام کے بعد تلبیہ کہہ لینے سے ہوتا ہے اور وہ انہوں نے کر لیا لہٰذا احرام کی نیت درست ہوگئی اور پھر اگر احرام کی نیت سے لے کر سلے ہوئے کپڑے اُتارنے تک اگر بارہ گھنٹے گزر جائیں تو دم لازم آجاتا ہے اور اگر اس سے قبل اُتار دیتا ہے اور احرام کی بے سلی چادریں پہن لیتا ہے تو اس پر صدقہ لازم ہوگا۔ اور عورت کا حکم یہ ہے کہ اُسے سلے ہوئے کپڑے پہننے کی ممانعت نہیں ہے، اس کے لئے سلے ہوئے کپڑے پہننا افضل بلکہ ضروری ہے:

لأن بناء حالها على الستر لقوله ﷺ: "اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ مَسْتُوْرَةٌ" (۱۹۵)

یعنی، کیونکہ عورت کے حال کی بنا پردے پر ہے اس لئے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ''عورت عورت مستورہ ہے''۔

لأن في ترك ذلك ظهور عورتها، و المرأة عورة مستورة بالنص (۱۹۶)

یعنی، کیونکہ اس کے ترک میں اس کی عورت کا ظاہر ہونا ہے حالانکہ عورت عورت مستورہ ہے۔

اسے صرف چہرے کو چھپانا ممنوع ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

۱۹۵۔ السالک فی المناسک: ۳۲۶/۱

۱۹۶۔ السالک فی المناسک، فصل فی إحرام المرأة الأفعال فیه، ص ۳۵۱

جائز نیست محرم را پوشیدن تمام روی یا بعض آن اگر چہ محرم مرد باشد یا زن (۱۹۷)

یعنی، مُحرم کو تمام چہرہ یا اس کے کچھ حصے کو چھپانا جائز نہیں اگر چہ مُحرم مرد ہو یا عورت۔

اور ہدایہ، عنایہ اور فتح القدیر (۳۴۶/۲۔۳۴۷) میں مذکور حدیث شریف میں ہے:

"إِحْرَامُ الْمَرْأَةِ فِيْ وَجْهِهَا"

یعنی، عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے۔

لہٰذا اگر وہ چہرے کو ممنوع طریقے سے چھپاتی ہے اور مکہ مکرمہ آکر کھولتی ہے تو دیکھا جائے گا کہ چہرے کے چھپانے کو بارہ گھنٹے گزرے ہیں یا اس سے کم تو پہلی صورت میں دم اور دوسری صورت میں صدقہ دینا ہوگا اور اگر ممنوع طریقے پر نہیں چھپاتی تو کچھ بھی لازم نہ ہوگا۔ چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اما پوشیدن روئے بعد از احرام پس جائز نیست زن را چنانکہ جائز نیست مرد را پس اگر بپوشد زنی روئے خود را بہ برقع لازم آید بروی اثم و کفارہ و لیکن اگر بپوشد زنے روئے خود را بہ برقع و مانند آن و دُور دارد آن را از مماس روئے خود بچوبی یا بغیر آن جائز بود بلکہ مستحب باشد علی ما صرّح بہ فی "فتح القدیر" (۱۹۸)

یعنی، مگر احرام کے بعد چہرے کو ڈھانپنا عورت کو جائز نہیں جیسا کہ مرد کو جائز نہیں، پس اگر کوئی عورت اپنے چہرے کو برقع سے ڈھانپ لے تو اس پر گناہ اور کفارہ لازم آئے گا لیکن اگر کسی عورت نے اپنے چہرے کو برقع اور اس کی مثل کسی چیز سے ڈھانپا اور کپڑے کو کسی لکڑی یا کسی اور چیز کے ذریعے اپنے چہرے سے مُس ہونے سے دُور رکھا تو جائز ہے

۱۹۷۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول، فصل ششم دربیان محرمات احرام الخ، ص ۸۶

۱۹۸۔ حیاۃ القلوب فی زیارہ المحبوب، باب اول، فصل پنجم، در بیان کیفیت احرام زن، ص ۸۱

Ihnate Islam

بلکہ مستحب ہے، اس بنا پر جس کی تصریح صاحب فتح القدیر نے "فتح القدیر" میں کی ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۳ذوالحجة ۱٤۲۷ھ، ۲۳دیسمبر ۲۰۰٦م (325-F)

جدہ جا کر واپس آنے والے کے احرام کا حکم

استفتاء: کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کچھ تاجر کرام کا ارادہ مکہ مکرمہ سے جدّہ جانے کا ہے کیا واپسی پر ان کو احرام باندھ کر آنا ضروری ہے یا بغیر احرام کے بھی آسکتے ہیں؟

(السائل: C/O سید محمد ہاشم شاہ نعیمی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ان تاجر کرام پر لازم نہیں کہ وہ احرام باندھ کر جدّہ سے مکہ آئیں کیونکہ جدّہ حل میں ہے نہ کہ میقات سے باہر، اور میقات کے باہر سے آنے والے قاصدِ مکہ یا حرم پر واجب ہوتا ہے کہ وہ میقات سے حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر آئے اور حل میں یا میقات پر یا حدودِ حرم میں رہنے والے پر احرام باندھ کر آنا واجب نہیں ہوتا بشرطیکہ وہ حج یا عمرہ کی نیت سے نہ آئے ہوں، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷٤ھ لکھتے ہیں:

جائز ست مر ایشان را دخول مکہ و دخول حرم بغیر احرام چوں ارادہ نداشتہ باشد حج وعمرہ را (۱۹۹)

یعنی، ان لوگوں کے لئے (یعنی جو حل یا میقات پر رہتے ہوں) بلا احرام دخول مکہ اور دخول حرم جائز ہے جب کہ حج وعمرہ کا ارادہ نہ رکھتے ہوں۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۵ذوالحجة ۱٤۲۷ھ، ۲۵دیسمبر ۲۰۰٦م (327-F)

۱۹۹۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، مقدمہ الرسالہ فصل دویم در بیان مواقیت احرام حج و عمرہ، ص ٦۰

بغیر احرام حرم میں داخل ہونے کا حکم

استفتاء: کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پاکستان سے عمرہ کرنے کے ارادہ سے مکہ مکرمہ آیا اس نے وہیں سے عمرہ کا احرام باندھا تھا مکہ مکرمہ آکر عمرہ ادا کیا پھر مدینہ منوّرہ چلا گیا وہاں سے واپس مکہ بغیر احرام کے آیا، یہاں اس نے کوئی عمرہ بھی ادا نہ کیا اس طرح وہ جدہ وہاں سے کراچی پاکستان چلا گیا، اس صورت میں اس پر کوئی دم وغیرہ لازم ہوگا یا نہیں؟

(السائل: قدوائی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: آفاقی جب بھی مکہ مکرمہ یا حرم میں داخل ہونے کے ارادے سے میقات سے گزرے گا تو اس پر واجب ہوگا کہ وہ حج یا عمرہ کا احرام باندھے، اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا بلکہ بغیر احرام کے مکہ آجاتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ میقات کو لوٹے اور حج یا عمرہ کا احرام باندھے اور مکہ آکر اُسے ادا کرے، اگر وہ ایسا بھی نہیں کرتا تو وہ دو حال سے خالی نہیں ہوگا یا تو اس نے حل سے احرام باندھ کر عمرہ کیا ہوگا یا عمرہ ہی نہ کیا ہوگا اور وطن واپس لوٹ گیا جیسا کہ صورت مسئولہ میں ہے تو اس پر دم متعین ہو جائے گا اور دم حدودِ حرم میں دینا ضروری ہے لہٰذا وہ خود آئے یا کسی کو اپنا وکیل بنا دے کہ وہ حرم کی حدود میں اس کی طرف سے دم دے دے۔ چنانچہ ملا رحمت اللہ سندھی حنفی "لباب المناسك" میں اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱٤ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

"ومن دخل" أی من أهل الآفاق "مكة" أو الحرم "بغير إحرام فعليه أحد النسكين" أی من الحج أو العمرة، و كذا عليه دم المجاوزة أو العود "فإن عاد إلى ميقات من عامه فأحرم" بحج فرض "أی أداء"، أو قضاء أو نذر أو عمرة نذر "أو قضاء" و كذا عمرة سنة و مستحبة "سقط به" أی بتلبيته للإحرام من

Ishaate Islam

الوقت "ما لزمه بالدخول من النسك" أي الغير المتعين، "و دم المحاوزة و إن لم ينو" أي بالإحرام "عما لزمه" أي بالخصوص لأن المقصود تحصيل تعظيم البقعة، و هو حاصل في ضمن كل ما ذكر، و هذا استحسان، و القياس أن لا يسقط و لا يجوز إلا أن ينوي ما وجب عليه للدخول، وهو قول زفر: كما لو تحوّلت السنّة، فإنه لا يجزيه إلا بالاتفاق عما لزمه إلا بتعيين النية، و لعل الفرق بين الصورتين عند الأئمة الثلاثةأن السنة الأولى كانا لمعيار لما التزمه، فيتارج في ضمن مطلق النية و مقيدها بخلاف السنة القابلة لأنها ليست لما ذكرناه قابلة (۲۰۰)

یعنی، اہلِ آفاق میں سے جو مکہ یا حرم بغیر احرام کے داخل ہوا تو اس پر دو نُسک یعنی حج وعمرہ میں سے ایک لازم ہے، اور اسی طرح بغیر احرام کے میقات سے گزرنے کا دم یا میقات کو احرام کے لئے لوٹنا لازم ہے، پس اگر وہ اُسی سال میقات کو لوٹا پھر وہاں سے حج فرض اداء، یا قضاء یا نذر یا عمرہ نذر یا قضاء کا احرام باندھا، اسی طرح عمرہ سنّت یا عمرہ مستحبہ کا احرام باندھا تو میقات سے احرام کی تلبیہ کہنے سے اس پر جو غیر متعین نسک (حج یا عمرہ) داخل ہونے کے سبب لازم ہوا تھا وہ ساقط ہوگیا اور بغیر احرام کے میقات سے گزرنے کا دم (بھی) ساقط ہوگیا اگر چہ اس نے اسی احرام میں خصوصاً اُسی کی نیت نہ کی ہو جو اسے لازم ہوا، کیونکہ مقصد تو (اس) خطہ کی تعظیم کا حصول ہے اور وہ سب (یعنی حج وعمرہ، اداء و قضاء، نذر وسنّت) کے ضمن میں حاصل ہو جاتا ہے اور یہ استحسان ہے

۲۰۰۔ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، فصل في مجاوزة المیقات بغیر احرام، ص ۹۸

اور قیاس یہ ہے کہ ساقط نہ ہو اور اس کی نیت کئے بغیر جائز نہ ہو جو حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونے کے سبب واجب ہوا، اور یہ امام زفر کا قول ہے، جیسا کہ سال بدل جائے پس اس وقت اس کے ذمہ جو (عبادت حج یا عمرہ) لازم ہوا تھا وہ نیت کو تعیّن کے بغیر بالاتفاق جائز نہ ہوگا۔ دونوں صورتوں (یعنی بلا احرام میقات سے گزرنے کے بعد اسی سال واپس میقات سے احرام باندھنے اور دوسری صورت یہ کہ دوسرے سال میقات سے احرام باندھنے) میں ائمہ ثلاثہ کے نزدیک فرق شاید یہ ہے کہ جس کا اس شخص نے التزام کیا ہے پہلا سال اس کے لئے مثل معیار کے ہے تو وہ مطلق اور مقید نیت (دونوں) کے تحت داخل ہوگا بخلاف آئندہ سال کے کہ یہ سال اُسے قبول کرنے والا نہیں جیسے ہم نے ذکر کیا۔

اور اگر وہ میقات کو نہ لوٹا بلکہ (بغیر احرام کے میقات سے) گزرنے کے بعد احرام باندھ لیا تو دم ساقط نہ ہوگا اور اگر حج یا عمرہ کے لئے اسی سال احرام نہ باندھا تو اُسے جو لازم ہوا (یعنی حج یا عمرہ) وہ ساقط نہ ہوگا مگر یہ کہ خصوصاً اسی کی نیت کرے جو اُسے بغیر احرام کے داخل ہونے کے سبب لازم ہوا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

چوں آفاقی تجاوز کرد میقات را بغیر احرام وعود کرد در ہموں سال بسوی میقاتے از مواقیت متقدمہ واحرام بست از انجا بہ نیت حج فرض اداء یا قضاء، یا بہ نیت حج نذر یا حج نفل یا بہ نیت عمرہ نذر یا عمرہ قضاء، یا عمرہ سنّت، یا عمرہ مستحب در جمیع این صور ساقط گردد از وی آنچہ لازم شدہ بود بروے از ادائے احد النسکین، و نیز ساقط گشت از وی دم ہر چند کہ نیت نکردہ است احرام را از آنچہ واجب شدہ بود بروے بسبب دخول بغیر احرام زیرا کہ مقصود تعظیم بقعہ ست، و آن حاصل می آید در ضمن جمیع صُور

مذکورہ، وتقیید نمودیم ہموں سال بواسطہ آنکہ اگر عود نکرد در سال مجاوزۃ بلک در سال دیگر ساقط نگردد از وے نسک و نہ دم مگر آن گاہ کی تعین کند نیت احرام را از انچہ لازم شدہ بود بروے بسبب دخول بغیر احرام، و تقیید کردیم بہ عود برائی آنکہ اگر عود نکرد بسوئی مواقیت آفاقیہ بلک احرام بست از حل یا از حرم ساقط نگردد از وے نہ نسک و نہ دم (۲۰۱)

یعنی، جب کوئی آفاقی بغیر احرام کے میقات سے گزر آیا پھر اس سال وہ مواقیت متقدمہ میں سے کسی میقات پر گیا اور وہاں اس نے حج فرض ادا یا قضا یا حج نفل یا حج نذر، یا عمرہ نذر یا عمرہ قضا یا عمرہ سنّت، یا عمرہ مستحب کی نیت سے احرام باندھا تو ان تمام صورتوں میں اس کے ذمے دو عبادتوں میں سے ایک عبادت اور جو دم حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونے کی وجہ سے واجب ہو گیا تھا وہ ساقط ہو گیا، چاہے اس نے بوقت احرام اس کی نیت نہ کی ہو۔ اس لئے کہ اصل مقصد تو اس مبارک خطہ کی تعظیم ہے وہ ان مذکورہ صورتوں کے ضمن میں حاصل ہو جاتی ہے۔ اور ہم نے جو اس سال کی قید لگائی ہے وہ اس لئے کہ جس سال گزرا تھا اسی سال میقات پر واپس نہ جائے گا بلکہ دوسرے سال جائے گا تو وہ سزا ساقط نہ ہوگی یعنی دم بھی اور کسی ایک عبادت کی ادائیگی اس کے ذمے باقی رہے گی، ہاں جب احرام میں ان کی نیت کر لے گا تو ساقط ہو جائے گی اور میقات پر لوٹنے کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ میقات آفاقیہ پر لوٹ کر نہ جائے بلکہ حل یا حرم سے ہی احرام باندھ لے تو اس کے ذمے سے نہ عبادت ساقط ہوگی نہ دم

اور صحیح یہ ہے کہ عبادت ساقط ہو جائے گی دم ساقط نہ ہوگا چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی

۲۰۱۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل دویم در بیان مواقیت احرام حج و عمرہ، ص ۵۹

کے پوتے مخدوم محمد ابراہیم ٹھٹھوی "حیاۃ القلوب" کی عبارت "ساقط نہ گردد از وے نہ نسک و نہ دم" کے تحت لکھتے ہیں:

صواب آن ست کہ گفتہ شود ساقط نہ گردد از وے دم فقط زیرا کہ باحرام احد النسکین اگرچہ بغیر عود بسوی میقات ساقط می شود آنچہ لازم شدہ است بروی از احد النسکین الحاجۃ اعمرہ و باقی نماندہ است مگر مجرد مجاوزہ بغیر عود مع احرام باحد النسکین وآن موجب اثم ودم است کما لا یخفی قادر (۲۰۲)

یعنی، صحیح یہ ہے کہ یہاں پر کہنا چاہئے تھا کہ اس کے ذمے سے دم ساقط نہ ہوگا کیونکہ بغیر میقات تک لوٹے، اگر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لے تو اس پر دو واجب شدہ عبادتوں میں سے ایک ساقط ہو جاتی ہے چاہے وہ حج ہو یا عمرہ اور اب سوائے نسکین (حج وعمرہ) میں سے کسی ایک کے لئے میقات پر نہ لوٹنے کے اور کوئی بات نہ رہی اور یہ گناہ باعث دَم ہے۔

اور میقات پر لوٹنے کے لئے ضروری نہیں کہ اسی میقات پر جائے جہاں سے آیا تھا احرام باندھنے کے لئے وہ کسی قریبی میقات بھی جا سکتا ہے مثلاً پاکستان سے گیا بغیر احرام مکہ میں داخل ہو گیا، اب مدینہ طیبہ یا طائف یا کسی اور میقات سے باہر جا کر آئے اور بغیر احرام کے مکہ آنے کی صورت میں اس پر دَم لازم آیا تھا وہ تو کسی میقات پر جا کر احرام باندھ کر آنے سے ساقط ہو جائے گا مگر بلا احرام آنے سے جو گناہ لازم آیا اس کے لئے سچی توبہ کرنی ہوگی۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں اس شخص پر لازم ہے وہ مکہ کو حج یا عمرہ کے احرام کے ساتھ آئے، اگر اسی سال آتا ہے تو تعیّن ضروری نہیں، اس سے حج یا عمرہ کا احرام آنا اور دَم دونوں ساقط ہو جائیں گے اور اگر اس سال نہیں آتا تو سقوطِ نُسک ودَم کے لئے تعیّن نیت ضروری ہوگا اور ہر صورت میں توبہ لازم ہوگی۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۲۸ ذی القعدۃ ۱۴۲۷ھ، ۱۹ دیسمبر ۲۰۰۶م (301-F)

۲۰۲۔ حاشیہ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، مقدمہ الرسالہ، فصل دویم در بیان مواقیت احرام، ص ۵۹

Ishaate Islam

طواف

طواف میں نیت کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طواف میں نیت شرط ہے یا بلانیت طواف ہوجائے گا اور اگر شرط ہے تو کس کس طواف میں صرف طواف فرض اور واجب میں یا ہر طواف میں؟

(السائل: محمد عارف، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: نیت ہر طواف میں صحت طواف کی شرط ہے یا بلانیت طواف کیا تو طواف نہیں ہوگا چاہے طواف فرض ہو یا واجب یا نفل، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

پنجم نیت کردن برائے طواف اگرچہ بروجہ اطلاق باشد و این نیت از شروط صحت طواف ست خواہ طواف حج باشد یا غیر آن (۲۰۳)

یعنی، پانچواں فرض طواف کی نیت ہے چاہے (نیت) مطلق ہو اور طواف میں نیت طواف کے صحیح ہونے کی شرائط سے ہے، چاہے وہ طواف حج کا ہو یا غیر حج کا۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

اس میں (یعنی طواف زیارت میں) بلکہ ہر طواف میں نیت شرط ہے، اگر نیت نہ ہو طواف نہ ہوا، مثلاً دشمن یا درندے سے بھاگ کر پھیرے کئے طواف نہ ہوا، بخلاف وقوف عرفہ کے کہ وہ بغیر نیت بھی ہو جاتا ہے مگر یہ

۲۰۳۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، مقدمہ الرسالہ فصل سیوم در بیان فرائض و واجبات و سنن الخ، فرائض، ص ۴۱

نیت شرط نہیں کہ یہ طواف زیارت ہے بحوالہ "جوہرۃ النیرہ" (۲۰۴)

یاد رہے کہ نیت دل کے ارادے کا نام ہے زبان سے نیت کرنا شرط نہیں بلکہ مستحسن ہے یعنی کعبہ کے گرد سات چکر طواف کرنے کے ارادے سے لگائے تو اس کا طواف درست ہوگیا اگرچہ طواف شروع کرتے وقت اس نے زبان سے نیت نہ کی تھی۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۳ ذوالحجۃ ۱۴۲۷ھ، ۲۳ دیسمبر ۲۰۰۶م (315-F)

حجرِ اسود کے مقابل تکبیر کے ساتھ ہاتھ اُٹھانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حجرِ اسود کے مقابل تکبیر کہتے وقت ہاتھ اٹھانا کیسا؟ سنت یا مستحب اور ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں؟ اور ہاتھ اُٹھا کر انہیں چھوڑ دیا جائے یا انہیں چوم لیا جائے؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اس وقت ہاتھ اٹھانا سنت ہے، چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

إنما قلنا بأنه يرفع يديه لقوله عليه الصلاة و السلام: لَا تُرْفَعُ الْأَيْدِيْ إِلَّا فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ: فِيْ اِفْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، وَ فِي الْقُنُوْتِ، وَ فِي الْوِتْرِ، وَ فِي الْعِيْدَيْنِ، وَ عِنْدَ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ، وَ عَلَى الصَّفَا وَ الْمَرْوَةِ، وَ بِعَرَفَاتٍ، وَ بِجَمْعٍ (۲۰۵)

یعنی، ہم کہتے ہیں کہ وہ ہاتھ اُٹھائے گا اس لئے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ہاتھ نہ اٹھائے جائیں مگر سات مقامات پر، ابتداء نماز میں، قنوت میں، عیدین میں، استلام کے وقت، صفا اور مروہ پر، عرفات میں اور مزدلفہ میں۔

۲۰۴۔ بہار شریعت، جلد (۱)، حصہ (۶)، منیٰ کے اعمال اور حج کے بقیہ افعال، طواف فرض، ص ۴۹۱

۲۰۵۔ السالک فی المناسک: ۳۸۷/۱

Ishaate Islam

اورمخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

سنّت است رفع یدین کند در وقت گفتن تکبیر بمقابلہ حجر اسود

یعنی، سنّت ہے کہ حجر اسود کے مقابل تکبیر کہتے وقت رفع یدین کرے

اور ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں اس کے بارے میں دو قول ہیں ایک یہ کہ کندھوں کے برابر تک اُٹھائے جائیں اور دوسرا یہ کہ کانوں تک اٹھائے جائیں چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی لکھتے ہیں:

یرفع یدیه حذاء منکبیه أو أذنیه مستقبلاً بباطن کفیه الحجر (۲۰۶)

یعنی، اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کندھوں کے برابر یا کانوں کے برابر اپنی دونوں ہتھیلیوں کو حجر اسود کی جانب کرتے ہوئے اُٹھائے۔

بعض نے رفع یدین کو مطلق ذکر کیا اس کی تصریح نہیں کی کہ کہاں تک اُٹھائے جیسا کہ علامہ ابو الحسن احمد بن محمد بن احمد البغدادی المعروف بالقدوری متوفی ۴۲۸ھ نے لکھا کہ

و کبّر و رفع یدیه (۲۰۷)

یعنی، تکبیر کہے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اُٹھائے۔

اور اکثر نے لکھا کہ ہاتھ اُٹھائے جیسا کہ نماز میں اُٹھاتا ہے، چنانچہ علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۲ھ (۲۰۸) اور امام مظفر الدین احمد بن ثعلب ابن الساعاتی متوفی ۶۹۴ھ (۲۰۹) لکھتے ہیں:

و رفع یدیه کالصلاۃ

یعنی، نماز (میں ہاتھ اٹھانے) کی مثل ہاتھ اُٹھائے۔

اور علامہ حسن بن منصور اوزجندی المعروف بقاضیخان متوفی ۵۹۲ھ (۲۱۰) اور ان سے

۲۰۶۔ لباب المناسك، باب دخول مكة، فصل الشروع فی الطواف

۲۰۷۔ مختصر القدوری، كتاب الحج

۲۰۸۔ المختار مع شرحه للمصنّف، الحز (۱)، كتاب الحج، فصل فی دخول الحرم، ص ۱۸۹

۲۰۹۔ مجمع البحرين و ملتقى النيرين، كتاب الحج، فصل فی صفة أفعال الحج

۲۱۰۔ فتاوی قاضيخان على هامش الهندية، المجلد (۱)، كتاب الحج، فصل فی كيفية الحج، ص ۲۹۲

علامہ نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ (۲۱۱) نقل کرتے ہیں:

و یستقبله و یکبر رافعاً یدیه کما یکبر للصلاۃ ثم یرسلهما

یعنی، حجرِ اسود کی طرف منہ کر کے ہاتھ اُٹھاتے ہوئے تکبیر کہے جیسا کہ نماز کے لئے تکبیر کہتا ہے، پھر ان کو چھوڑ دے۔

اور حنفی جب ہاتھ اٹھانے کے بارے میں کما فی الصلاۃ (جیسا کہ نماز میں) کہے تو اس سے ظاہر یہی ہے کہ اس کی مراد کانوں تک ہاتھ اُٹھانا ہے جیسا کہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی کی کتاب "لباب المناسك" میں عبارت کہ "وہ کندھوں یا کانوں تک ہاتھ اُٹھائے" کے تحت ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أی کما فی الصلاۃ، و هو الأصح (۲۱۲)

یعنی، جیسا کہ نماز میں اور یہی اصح ہے۔

اور بعض فقہاء کا قول ہے کہ کندھوں تک ہاتھ اُٹھائے جیسا کہ علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں کہ و رفع یدیه کما فی الصلاۃ لکن حذاء منکبیه (۲۱۳) اور علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی نے "بدائع" (۲۱۴) سے نقل کیا اور ان سے علامہ نظام الدین حنفی نے کہ

و فی "البدائع" و غیره، و الصحیح أنه یرفع یدیه حذاء منکبیه کما فی "النهر الفائق" و اللفظ للهندیة (۲۱۵)

یعنی، "بدائع الصنائع" وغیرہ میں ہے: صحیح یہ ہے کہ وہ کندھوں کے برابر تک ہاتھ اُٹھائے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

۲۱۱۔ الفتاوی الهندية، المجلد (۱)، كتاب الحج، الباب الخامس فی صفة الحج، ص ۲۲۵

۲۱۲۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسط، باب دخول مكة، فصل فی صفة الخ، ص ۱۳۰

۲۱۳۔ بدائع الصنائع: ۱۴۶/۲

۲۱۴۔ النهر الفائق: ۷۴/۲

۲۱۵۔ الفتاوی الهندية: ۲۲۵/۱

Ishaate Islam

فقد إختلف التصحیح (۲۱۶)

یعنی، تصحیح میں اختلاف ہے۔

اور خود لکھا ہے کہ

کالصلاۃ: أی حذاء أذنیه

یعنی، نماز کی مثل ہاتھ اٹھائے یعنی اپنے دونوں کانوں کے برابر تک۔

امام محمد بن اسحاق خوارزمی حنفی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

و یستقبله بوجهه رافعاً یدیه حذاء أذنیه کما فی الصلاۃ (۲۱۷)

یعنی، حجر اسود کی طرف اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے ہوئے متوجہ ہو جیسا کہ نماز میں۔

اور امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

ثم یأتی الحجر الأسود، و یقف بحیاله، و یستقبل بوجهه رافعاً یدیه حذاء أذنیه کما فی الصلاۃ بالحدیث المشهور (۲۱۸)

یعنی، پھر حجر اسود کے پاس آئے اور اس کے سامنے کھڑا ہو جائے اور اس کا استقبال اپنے چہرے کے ساتھ کرے، اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں تک اٹھاتے ہوئے جیسا کہ نماز میں، حدیث مشہور کی دلالت سے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

اب کعبہ کی طرف منہ کر کے ذرا دہنی طرف رکنِ یمانی کی جانب سنگِ اسود کے قریب یوں کھڑا ہو کہ تمام پتھر اپنے دہنے ہاتھ کو رہے پھر طواف کی نیت کر اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ طَوَافَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ اس نیت کے بعد کعبہ کو منہ کئے اپنی ذرا دہنی جانب چلو جب سنگِ اسود کے

۲۱۶۔ رد المحتار علی الدر المختار: ۴۹۳/۲

۲۱۷۔ إشارۃ الترغیب و التشویق، القسم الأول، الفصل الحادی و الخمسون، ص ۲۷۳

۲۱۸۔ المسالك فی المناسك، المجلد (۱)، فصل قبل فصل فی حقیقة الطواف، ص ۳۸۵

مقابل ہو (اور یہ بات ادنیٰ حرکت سے حاصل ہو جائے گی) کانوں تک ہاتھ اس طرح اُٹھاؤ کہ ہتھیلیاں حجرِ اسود کی طرف رہیں اور کہو بِسْمِ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ، وَ الصَّلَاۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ''اور نیت کے وقت ہاتھ نہ اُٹھاؤ جیسے بعض مُطوِّف (طواف کرنے والے) کرتے ہیں کہ یہ بدعت ہے''۔ (۲۱۹)

لہٰذا کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اس کی تائید حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی مروی حدیث سے بھی ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

"أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ إِذَا کَبَّرَ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِہِمَا أُذُنَیْہِ"

''بے شک رسول اللہ ﷺ جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں دستہائے اقدس کانوں کے برابر تک بلند فرماتے''۔

اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی "صحیح" میں (۲۲۱) اور امام نسائی نے اپنی "سنن" میں (۲۳۰) اور امام ابن ماجہ نے اپنی "سنن" میں (۲۲۲) نے روایت کیا ہے۔

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

کیفیت رفع آن است کہ بردارد ہر دو دست را تا گوش خود چنانکہ در نماز تحقیقی کہ استقبال کند باطن کفین را بسوئی حجر، و بعد از فراغ از رفع ارسال کند ہر دو دست را (۲۲۳)

یعنی، کیفیتِ رفع یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کانوں تک اٹھائے جیسا کہ نماز میں، اس حیثیت سے کہ اپنی دونوں ہتھیلیوں کے

۲۱۹۔ بہار شریعت، حصہ (۶)، طواف کا طریقہ اور دعائیں، ص ۴۸

۲۲۰۔ صحیح مسلم، فی کتاب الصلاۃ، باب (۹) استحباب رفع الیدین حذو المنکبین مع تکبیر الإحرام

۲۲۱۔ سنن النسائی، فی کتاب الصلاۃ، باب رفع الیدین حیال أذنین

۲۲۲۔ سنن إبن ماجه، فی إقامة الصلاۃ و السنة فیها، باب رفع الیدین إذا رکع

۲۲۳۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم در بیان طواف، فصل سیوم در بیان کیفیت اداء طواف، ص ۱۲۷

Ishaate Islam

باطن سے بسوئے حجرِ اسود استقبال کرے، اور (تکبیر سے) فراغت
کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو چھوڑ دے۔

کانوں تک ہاتھ اُٹھانا مرد کے لئے کیونکہ وہ نماز کے لئے بھی کانوں تک ہاتھ اٹھاتا ہے اور عورت کندھوں تک ہاتھ اٹھائے گی اس لئے کہ وہ نماز کے لئے بھی یہیں تک ہاتھ اُٹھاتی ہے۔

امام اہلسنّت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: ہاتھوں سے اس کی طرف اشارہ کر کے انہیں بوسہ لے لو (۲۲۴)۔ اس عبارت اور اس کی مثل عبارات فقہاء سے بعض لوگوں کو اشتباہ ہوجاتا ہے کہ ہاتھ اُٹھانا اور چُومنا ایک ہی چیز ہے۔

لیکن اگر علماء وفقہاء کی اس باب میں عبارات پر غور کیا جائے تو واضح ہوجاتا ہے کہ دونوں الگ الگ ہیں جیسا کہ علامہ سید سلمان اشرف لکھتے ہیں:

اور مسجد الحرام میں حاضر ہو کر سب سے پہلے حجرِ اسود کی طرف رُخ کر کے تکبیر وتہلیل کہنا ہے، جب سنگِ مقدس کے پاس پہنچے تو رُو بکعبہ حجرِ اسود کے قریب اس کی ذی جانب یوں کھڑا ہو کہ تمام پتھر اپنے سیدھے ہاتھ کو رہے پھر طواف کی نیت کرے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ طَوَافَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ ..... اس نیت کے بعد کعبہ کو منہ کئے اپنے داہنے سمت چلے جب سنگ کے مقابل ہو جو ادنیٰ حرکت سے حاصل ہوتا ہے کانوں تک دونوں ہاتھ اس طرح اُٹھائے جیسے تکبیر تحریمہ کے وقت نماز میں ہاتھوں کو بلند کرتے ہیں لیکن ہتھیلیاں حجرِ اسود کی طرف ہوں اور کہے: بِسْمِ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَ الصَّلَاۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ..... اب میسر ہو سکے تو حجرِ مطہر پر دونوں ہتھیلیاں رکھ کر اُن کے بیچ منہ رکھ کر یوں بوسہ دے کہ آواز پیدا نہ ہو تین بار ایسا ہی کرے..... یہ بھی میسر نہ آئے تو ہاتھوں سے اس کی طرف

۲۲۴۔ انوار المناسک، طریقہ طواف، ص ۳۲

اشارہ کر کے ہاتھوں کو بوسہ دے لے، اصطلاحِ شرع میں اسے تقبیل و استلام کہتے ہیں ملخصاً۔ (۲۲۵)

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی نے طریقہ طواف میں پانچ امور کا ذکر کیا ہے ان میں سے پانچواں یہ ہے کہ میسر ہو سکے تو حجرِ اسود پر دونوں ہتھیلیاں اور اُن کے بیچ میں منہ رکھ کر یوں بوسہ دو کہ آواز پیدا نہ ہو تین بار ایسا ہی کرو، یہ نصیب ہو تو کمالِ سعادت ہے یقیناً تمہارے محبوب ومولیٰ محمد رسول اللہ ﷺ نے بوسہ دیا اور رُوئے مقدس پر اس پر رکھا ہے، خوش نصیبی کہ تمہارا منہ وہاں تک پہنچے اور ہجوم کے سبب نہ ہو سکے تو وہاں اوروں کو ایذا نہ دو نہ آپ دبو کچلو بلکہ اس کے عوض ہاتھ سے چُھو کر اُسے چوم لو اور ہاتھ نہ پہنچے تو لکڑی سے چُھو کر چوم لو، اور یہ بھی نہ ہو سکے تو ہاتھوں سے اس کی طرف اشارہ کر کے ہاتھوں کا بوسہ دے لو..... اور حجرِ اسود کو بوسہ دینے یا ہاتھ یا لکڑی سے چھو کر چوم لینے کا اشارہ کر کے ہاتھوں کو بوسہ دینے کو استلام کہتے ہیں۔ (۲۲۶)

مندرجہ بالا عبارت کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوئی کہ وہاں جو اُمور انجام دیئے ہیں اُن میں سے ایک نیت، دوسرا تکبیر وتہلیل کے ساتھ کانوں تک ہاتھ اُٹھانا، تیسرا حجرِ اسود کو بوسہ دینا۔ اور جو ہاتھ سے اشارہ کر کے اُسے بوسہ دینا ہے وہ ایک مستقل امر نہیں ہے بلکہ بوسہ دینے کے قائم مقام ہے تو کیفیت یہ ہوگی کہ جب نیت کر لے گا تو تکبیر وتہلیل کے ساتھ کانوں تک ہاتھ اٹھائے گا پھر حجرِ اسود کو بوسہ دینے کا موقع میسر آئے تو دے، بوسہ میسر نہ آئے تو ہاتھ سے چُھو کر اُسے چوم لے (بشرطیکہ حالتِ احرام میں نہ ہو کیونکہ حجرِ اسود پر کثیر مقدار میں خوشبو لگی ہوتی ہے اور خوشبو ممنوعاتِ احرام سے ہے)، یہ بھی نہ ہو سکے تو لکڑی سے چھو کر چوم لے اور یہ بھی نہ ہو تو ہاتھ سے اشارہ کر کے اُسے چومے۔ آپ نے دیکھا کہ جس ہاتھ اُٹھانے کی بات کُتُبِ فقہ کے حوالے سے گزری وہ اور ہے اور جس میں اشارہ کر کے ہاتھوں کو چومنے کا ذکر ہے وہ اور ہے وہاں ہاتھ کانوں تک لے جا کر انہیں چھوڑ دینے کی تصریح تھی، یہاں چوم لینے کا ذکر ہے۔

تو ہجوم کے وقت بحالتِ احرام پہلے نیت کرے گا پھر حجرِ اسود کے مقابل ہو کر تکبیر وتہلیل

۲۲۵۔ الحج مصنفہ سید سلمان اشرف، حجرِ اسود، ص ۷۸۔۷۹

۲۲۶۔ بہارِ شریعت: ۶/۴۸

Ishaate Islam

کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اُٹھائے گا اور پھر حجرِ اسود کی طرف اشارہ کر کے انہیں چُوم لے گا کہ جسے استلام الحجر کہتے ہیں۔ اب یہ بات کہ کانوں تک ہاتھ اُٹھانے کے بعد انہیں چھوڑ دے پھر اشارے کے لئے ہاتھ اُٹھائے یا کانوں تک ہاتھ اُٹھانے کے فوراً بعد اُن سے حجرِ اسود کی طرف اشارہ کر کے انہیں چومے اس کی تفصیل یہ ہے کہ چونکہ فقہاء کرام نے تکبیر کے باب میں لکھا ہے کہ کانوں تک ہاتھ اُٹھائے اور چھوڑ دے تو نتیجہ یہ نکلا کہ صورت مذکورہ میں بھی تکبیر کے لئے ہاتھ اُٹھاتے ہوئے ہاتھ چھوڑ کر اشارہ کے لئے انہیں دوبارہ اٹھائے۔

اب رہی یہ بات کہ حجرِ اسود کو اس پر منہ رکھ کر چومنے یا ہاتھ سے چُھو کر ہاتھ کو چومنے یا لکڑی سے چُھو کر چومنے کی استطاعت نہ ہو تو حجرِ اسود کی جانب صرف اشارہ کر کے ہاتھوں کو چومنے کے لئے انہیں کہاں تک اُٹھائے تو اس باب میں فقہاء کا قول ہے:

و یشیر بکفّیه نحو الحجر .....ثم یقبّل کفیه (۲۲۷)

یعنی، اپنے دونوں ہاتھوں سے حجرِ اسود کی جانب اشارہ کرے.....پھر اُن کو چوم لے۔

اور امام ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

یشیر بکفّیه نحو الحجر کأنه واضع علی الحجر مع التکبیر و التهلیل، ثم یقبّل کفّیه (۲۲۸)

یعنی، اپنے دونوں ہاتھوں سے حجرِ اسود کی جانب تکبیر و تہلیل کہتے ہوئے اشارہ کرے گویا وہ حجرِ اسود پر ہاتھ رکھے ہوئے ہے پھر اُن کو چوم لے۔

اور اس باب میں صریح عبارت علامہ سراج الدین ابن نجیم حنفی حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ نے نقل فرمائی ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

و فی "الخانیة" ذکر مسح الوجه بالیل مکان التقبیل لکن بعد أن یرفع یدیه کما فی الصلاة، کذا فی "المحتبیٰ"، و "مناسك

۲۲۷۔ فتاویٰ قاضیخان علی هامش الفتاویٰ الهندیه: ۲۹۲/۱

۲۲۸۔ المسالك فی المناسك: ۳۸۶/۱

الکرمانی"، زاد فی "التحفة" و یرسلها ثم یستلم (۲۲۹)

یعنی، "فتاویٰ خانیہ" میں بوسہ دینے کی جگہ (اشارے کے بعد) ہاتھوں کو چہرے پر ملنے کا ذکر کیا لیکن یہ رفع یدین کے بعد جیسا کہ نماز میں، اسی طرح "محتبیٰ" اور "مناسک کرمانی" (المسالك فی المناسك) میں ہے اور "تحفة الفقہا" میں زیادہ کیا (رفع یدین کے بعد) دونوں ہاتھوں کو چھوڑ دے پھر استلام کرے۔

ان عبارات میں استلام کے واسطے صرف اشارہ کے لئے ہاتھ اُٹھانے کا ذکر ہے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کہ کہاں تک اُٹھائے۔ ظاہر یہی ہے کہ اشارہ کے لئے سینے کے برابر سے لے کر کندھوں تک یا کندھوں سے تھوڑا اوپر تک ہاتھ اُٹھائے گا کہ اگر کوئی شخص حجرِ اسود کے پاس کھڑا ہو تو اُسے حجرِ اسود کو چُھونے کے لئے کہاں تک ہاتھ اُٹھانے پڑیں گے اس کی حد مقرر نہیں کی جا سکتی کیونکہ جو دراز قد ہوگا اور جو درمیانہ قد ہوگا اور جو پست قد ہوگا سب کے ہاتھ اُٹھانے کی حد الگ الگ ہوگی، جب یہاں مقصود اشارہ ہے جو بالفعل چومنے کے قائم مقام ہے تو ہر شخص اپنے قد کے حساب سے ہاتھ اُٹھائے گا۔ بہر حال اشارہ میں ہاتھ کی ہتھیلیاں حجرِ اسود کی جانب رکھے گا کیونکہ یہ اشارہ اس بات کا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ حجرِ اسود پر رکھ رہا ہے پھر ان کو چوم رہا ہے۔

اور استلام ہر چکر میں مسنون ہے چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

کلّما مرّ بالحجر فعل ما ذکر من الاستلام

یعنی، جب جب حجرِ اسود سے گزرے استلام کرے۔

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قوله: من الاستلام: فهو سنّة بین کل شوطین کما فی "غایة البیان"

یعنی، استلام طواف کے ہر دو چکروں کے مابین مسنون ہے جیسا کہ

۲۲۹۔ النهر الفائق: ۷۴/۲

Ishaate Islam

"غایۃ البیان" میں ہے۔

اسی طرح حکم ہے کہ طواف کو استلام حجر کے ساتھ ختم کرے یعنی طواف پورا کر کے استلام حجر کرے، چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں (طواف کے) شروع اور آخر میں استلام درمیان کے استلام سے زیادہ مؤکد ہے (۲۳۰)

اور ہر بار رفع یدین کے بارے میں لکھتے ہیں:

و اعتقادی أن عدم الرفع هو الصواب و لم يرفعه عليه الصلاة و السلام خلافه (۲۳۱)

یعنی، میرا اعتقاد یہ ہے کہ (ہر بار میں) ہاتھ نہ اُٹھانا ہی حق ہے اور میں نے آپ علیہ الصلاۃ والسلام سے اس کا خلاف نہیں دیکھا۔

اور فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ طواف وسعی کے مابین بھی استلام کرے، جیسا کہ علامہ شمس الدین تمرتاشی نے "تنویر الأبصار" میں لکھا ہے اور علامہ شامی نے "اللباب" سے نقل کرتے ہیں کہ

و كذا يسن بين الطواف و السعي

یعنی، اسی طرح طواف اور سعی کے مابین مسنون ہے۔

یہ دراصل نوافل استلام ہے جو طواف کے ابتداء سے اختتام تک آٹھ استلام کے علاوہ ہے، اور یہ مستحب ہے جیسا کہ صدر الشریعہ محمد امجد علی فرماتے تھے:

صفا و مروہ میں سعی کے لئے (واجِ طواف ملتزم سے چمٹنے اور زمزم پینے کے بعد) پھر حجرِ اسود کے پاس آؤ اسی طرح تکبیر وغیرہ کہہ کر چومو۔ (۲۳۲)

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۸شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۱نومبر ۲۰۰۶ م (224-F)

۲۳۰۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۲)، کتاب الحج، مطلب فی طواف القدوم، ص ۴۹۸

۲۳۱۔ رد المحتار: ۲/ ۴۹۸

۲۳۲۔ بہار شریعت، حصہ ششم، صفا و مروہ کی سعی، ص ۵۳

استلام حجر کی کیفیت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ استلامُ الحجر کسے کہتے ہیں اور اس کی کیا کیفیت ہے؟

(السائل: محمد عرفان المانی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: استلام کسے کہتے ہیں؟ استلام الحجر، حجرِ اسود کو بوسہ دینے یا چھونے کو کہتے ہیں، چنانچہ امام نجم الملۃ والدین ابو حفص عمر بن محمد نسفی متوفی ۵۳۷ھ لکھتے ہیں:

و استلام الحجر الأسود: لَمْسُهُ بِفَمٍ أَوْ يَدٍ (۲۳۳)

یعنی، اور استلام حجرِ اسود: اُسے منہ یا ہاتھ سے چھونا ہے۔

اور ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ثم يستلم الحجر أي يلمسه إمّا بالقُبلة أو باليد على ما في "القاموس" (۲۳۴)

یعنی، استلام الحجر یعنی اُسے چھوئے بوسے کے ساتھ یا ہاتھ کے ساتھ اس بنا پر جو "قاموس" میں ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

حجرِ اسود کو بوسہ دینے یا ہاتھ یا لکڑی سے چھو کر چوم لینے کا اشارہ کر کے ہاتھوں کو بوسہ دینے کو استلام کہتے ہیں۔ (۲۳۵)

استلام کی کیفیت: استلام کی کیفیت کے بارے میں امام ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

۲۳۳۔ طلبۃ الطلبۃ فی اصطلاحات الفقہیۃ، کتاب المناسک، ص ۱۱۱

۲۳۴۔ المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط، ص ۱۴۴

۲۳۵۔ بہار شریعت، حصہ ششم، حج کا بیان، طواف کا طریقہ اور دعائیں، ص ۴۸

Ishaate Islam

و تفسير الاستلام أن يضع كفّيه على الحجر و يقبّله إن أمكن من غير إيذاء أحد، فإن لم يمكنه السجود يقتصر على التقبيل، فإن يمكنه ذلك من غير إيذاءٍ يستلمه بيده، فإن لم يمكنه ذلك من غير إيذاءٍ يشير بكفّيه نحو الحجر، كأنه واضع على الحجر مع التكبير و التهليل، ثم تقبّل كفّيه (۲۳۶)

یعنی، استلام کی تفسیر یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو کسی کو ایذاء دیئے بغیر اپنی دونوں ہتھیلیاں حجرِ اسود پر رکھے اور انہیں بوسہ دے، پس اگر ممکن نہ ہو تو صرف بوسہ پر اکتفاء کرے پھر اگر یہ بھی بغیر ایذاء دیئے ممکن نہ ہو تو اپنے ہاتھ سے استلام کرے، پھر اگر بغیر ایذاء کے یہ بھی ممکن نہ ہو تو اپنے دونوں ہاتھوں سے حجرِ اسود کی طرف تکبیر و تہلیل کہتے ہوئے اشارہ کرے گویا کہ وہ حجرِ اسود پر ہاتھ رکھے ہوئے ہے پھر ان کو بوسہ دے۔

اور علامہ حسن بن منصور اوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

و يستلم الحجر و تفسير ذلك أن يضع كفّيه الحجر و يقبّل الحجر إن استطاع من غير أن يؤذي أحداً لأن رسول الله ﷺ فعل ذلك، و الحكمة في تقبيل الحجر ما روي عن عليّ رضي الله عنه أنه قال: "وَ يَشْهَدُ لِمَنِ اسْتَلَمَهُ" لمّا أخذ الله الميثاق على بني آدم من ذريّته كتب بذلك كتاباً فجعله في جوف الحجر، فيجيء يوم القيامة، و إن لم يستطع استلام الحجر من غير أن يؤذي أحداً لا يستلمه، لكن يستقبل الحجر و يكبّر و يشير بكفّيه نحو الحجر و يكبّر و يهلّل و يحمد الله تعالىٰ و يصلّي على النبي ﷺ، ثم يقبّل كفّيه (۲۳۷)

۲۳۷۔ المسالك في المناسك، المجلد(۱)، ص ۳۸۵۔ ۳۸۶

۲۳۸۔ فتاوىٰ قاضيخان على هامش الفتاوى الهندية، المجلد (۱)، كتاب الحج، فصل في كيفية إداء الحج، ص ۲۹۲

یعنی، استلام حجر تو اس کی تفسیر یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ حجرِ اسود پر رکھے اور کسی کو ایذاء پہنچائے بغیر حجرِ اسود کو بوسہ دے، اگر استطاعت رکھتا ہو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیا اور حجرِ اسود کو بوسہ دینے کی حکمت وہ ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم سے پختہ عہد لیا تو اُسے لکھا اور حجرِ اسود کے درمیان رکھ دیا تو حجرِ اسود قیامت میں آئے گا ہر اس شخص کی گواہی دے گا جس نے اس کا استلام کیا ہوگا''۔ اور اگر کسی کو ایذاء پہنچائے بغیر استلام حجر کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو استلام نہ کرے لیکن حجرِ اسود کی طرف منہ کرے اور اپنی ہتھیلیوں سے حجرِ اسود کی طرف اشارہ کرے اور تکبیر و تہلیل کرے، اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے، نبی ﷺ پر درود پڑھے پھر اپنی ہتھیلیوں کو چُوم لے۔

اور علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و صفة الاستلام يضع كفّيه على الحجر و يضع فمه بين كفيه و يقبّله بغير صوتٍ إن تيسّر و إلّا يمسحه بالكفّ و يقبّله و يستحب أن يسجد عليه (أي يضع وجهه أو جبينه على هيئة السجود) و يكرّره مع التقبيل ثلاثاً، و إن لم يتيسّر ذلك لمس الحجر شيئاً (أي من عصاً و نحوها) و قبّل ذلك الشيء إن أمكنه و إلّا يقف بحياله مستقبلاً له رافعاً يديه مشيراً بهما إليه كأنه واضع يديه عليه و قبّل كفيه بعد الإشارة، صرّح به الحدادي (۲۳۸)

یعنی، استلام کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اگر میسر ہو تو حجرِ اسود پر دونوں ہتھیلیاں رکھے اور ان کے مابین اپنا منہ رکھے اور حجرِ اسود کو بغیر آواز کے بوسہ دے ورنہ حجرِ اسود کو ہاتھ سے چھو کر چوم لے اور مستحب ہے اس پر جھکے (یعنی اپنا چہرہ یا پیشانی اس پر سجدے کی ہیئت میں رکھے) اور اسے تین

۲۳۸۔ لُباب المناسك مع شرحه لملّا علي القاري، فصل في صفة الشروع في الطواف، ص ۱۴۴۔ ۱۴۵

بار کرے اور اگر یہ میسر نہ ہو اور ممکن ہو تو چھڑی وغیر ہا سے حجرِ اسود کو چُھو کر اُسے چُوم لے ورنہ حجرِ اسود کی جانب منہ کر کے کھڑا ہو اور اپنے دونوں ہاتھوں کو حجرِ اسود کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بلند کرے گویا کہ اپنے ہاتھ حجرِ اسود پر رکھ رہا ہے اور اشارے کے بعد اُن کو چُوم لے (شارح قدوری ابوبکر بن علی) الحدادی نے (سراج الوہاج میں) اس کی تصریح کی ہے۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

صفة الإستلام أن يضع كفّيه على الحجر و يقبّله ذلك إن أمكنه من غير أن يؤذي أحداً كذا في "المحيط"

یعنی، استلام کی کیفیت یہ ہے کہ اپنی دونوں ہتھیلیاں حجرِ اسود پر رکھے اور بوسہ دے، اگر کسی کو ایذا دیئے بغیر ممکن ہو، اسی طرح "محیط" میں ہے۔

و إلّا مسّ الحجر بيده و قبّل يده و إن لم يستطع ذلك أمس الحجر شيئًا في يده من عرجون و غيره ثم قبّل ذلك الشيء كذا في "الكافي" (۲۳۹)

یعنی، ورنہ حجرِ اسود کو ہاتھ سے چُھو کر اُسے بوسہ دے اور اگر اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اپنے ہاتھ میں موجود لکڑی وغیرہ سے اُسے چُھوئے، پھر اس کو بوسہ دے۔ اسی طرح "کافی نسفی" میں ہے۔

لکھتے ہیں:

فإن لم يستطع شيئًا من ذلك يستقبله و يرفع يديه مستقبلاً بباطنهما إيّاه و يكبّر و يحمد و يصلّي على النّبي ﷺ كما في "فتح القدير" (۲۴۰)

۲۳۹۔ الکافی فی شرح الوافی للنّسفی: ۱/۰، ۴۵، مصوّر مخطوط

۲۴۰۔ الفتاوی الهندیه، المجلد (۴)، کتاب الحج، الباب الخامس فی صفة الحج، ص ۲۲۵

یعنی، پھر ان میں سے کسی کی بھی استطاعت نہ رکھتا ہو تو حجرِ اسود کی طرف رُخ کرے اور دونوں ہاتھ اس طرح اُٹھائے کہ ان کی ہتھیلیاں حجرِ اسود کی جانب ہو جائیں تکبیر، تہلیل اور تحمید کہے اور نبی ﷺ پر درود پڑھے۔

اس طرح "فتح القدیر" میں ہے۔

اور اشارے سے استلام کرنے میں ہاتھ کہاں تک اُٹھائے اس کی تصریح نظر سے نہیں گزری البتہ اپنے دونوں ہاتھوں سے حجرِ اسود کی جانب اس طرح اشارہ کرنے کا حکم ہے گویا اس پر ہاتھ رکھے ہوئے ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہاں ہاتھ اُٹھانے سے مقصود اشارہ کرنا ہے تو ہاتھ حجرِ اسود کے برابر سینے یا کندھوں تک اُٹھیں گے اور وہ تکبیر جس کے ساتھ رفع یدین کا حکم ہے اور وہ استلام الحجر سے قبل ہے اس میں کانوں تک ہاتھ اُٹھانے کا حکم اور استلام الحجر حجرِ اسود کو بوسہ دینے کا نام ہے جو کہ نیتِ طواف اور تکبیر مع رفع یدین کے بعد ہے اور اس کے بعد پھیرے میں اور طواف کے اختتام پر مسنون ہے، پھر بوسہ نہ دے سکنے اور اس کے بعد ذکر کی گئی کیفیتوں پر قدرت نہ پانے کی صورت میں ہاتھوں سے اشارہ کر کے انہیں چُومنے کا حکم ہے۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۶ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۱۹ نومبر ۲۰۰۶ م (252-F)

نمازِ طواف ترک کرنے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج اور عمرہ میں نمازِ طواف واجب ہے تو اس کے ترک کرنے پر کیا لازم آتا ہے اور اگر کچھ بھی لازم نہیں آتا تو اس کی وجہ کیا ہے؟

(السائل: محمد نبیل قادری، لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: نمازِ طواف اگرچہ واجب ہے مگر اس کے ترک پر دم لازم نہیں ہوتا، کیونکہ یہ حج یا عمرہ کے واجبات سے نہیں ہے بلکہ طواف کے واجبات سے ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ نماز اس طواف کرنے والے پر بھی واجب ہے جو حج

Ishaate Islam

یا عمرہ کے طواف کے علاوہ اور کوئی طواف کرے، اس کے علاوہ فقہاء کرام نے اور وجوہ بھی بیان کی ہیں چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اما عدم وجوب دم در ترک دو رکعت طواف پس بواسطہ آن کہ دو رکعت واجب طواف اند نہ واجب حج وعمرہ، لہٰذا واجب باشد ادائے آنہا بر کسی کہ طواف کند بلکہ بغیر احرام حج وعمرہ یا بواسطہ آنکہ وجوب آن دو رکعت مختلف فیہ ست یا بجہت آنکہ جمیع عمر وقت آنہا ست پس متصوّر نگردد ترک آنہا تا مدتِ حیات (۲۴۱)

یعنی، دو رکعت (نمازِ) طواف ترک کرنے پر دم لازم نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دو رکعت پڑھنا طواف کے واجبات سے ہے نہ کہ حج وعمرہ کے واجبات سے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا پڑھنا اس شخص پر واجب ہے جو حج اور عمرہ کے علاوہ کوئی اور طواف کرے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان رکعات کا وجوب مختلف فیہ۔ یا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی ادائیگی کا وقت تمام عمر ہے اس لئے جب تک زندگی ہے ان کا ترک متصوّر نہ ہوگا۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ "عالمگیری" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

اگر بھیڑ کی وجہ سے مقامِ ابراہیم میں نماز نہ پڑھ سکے تو مسجد شریف میں کسی اور جگہ پڑھے، اور مسجد الحرام کے علاوہ کہیں اور پڑھی جب بھی ہو جائے گی۔

نیز "لباب" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

حرم مکہ کے اندر جہاں بھی ہو۔ (۲۴۲)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعۃ، ۱۶ ذوالحجۃ ۱۴۲۷ھ، ۵ یناير ۲۰۰۷ م (348-F)

۲۴۱۔ حبلۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، مقدمہ الرسالہ، فصل سیوم، تعلیل در واجبات، اربعہ اُولیٰ از واجبات عشرہ، ص ۴۶

۲۴۲۔ بہار شریعت، حصہ ششم، نماز طواف، ص ۸۴

وہ اوقات جن میں نمازِ طواف پڑھنا ممنوع ہے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ وہ کونسے اوقات ہیں جن میں طواف کرنے والا طواف تو کرے مگر نمازِ طواف نہ پڑھے؟

(السائل: سلیم گھانچی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: نمازِ طواف واجب ہے چاہے طواف فرض ہو یا واجب، سنّت ہو یا نفل۔ اور نمازِ طواف نہ پڑھنے کا مطلب ہے کہ مندرجہ ذیل مذکور مخصوص اوقات میں نہ پڑھے، جب وہ وقت ختم ہو جائے تو جتنے طواف اس وقت میں کئے تھے ان کے نوافل ذمہ میں بدستور واجب رہیں گے، اور وہ اوقات جن میں طواف کرنے والا نمازِ طواف نہیں پڑھے گا مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ سورج نکلنے سے بقدر نیزہ اونچا ہونے تک۔ (یعنی فجر کا وقت ختم ہونے کے بعد سے 20 منٹ)

۲۔ عین دوپہر کے وقت جب سورج سر پر ہو۔ (یعنی ظہر کا وقت شروع ہونے سے پہلے ٹھوٹی کبریٰ)

۳۔ سورج زرد پڑ جانے کے بعد غروب ہونے تک۔ (یعنی مغرب کا وقت شروع ہونے سے پہلے آخری بیس منٹ)

۴۔ صبح صادق کے بعد سورج نکلنے تک۔ (فجر کا وقت شروع ہونے سے اشتہا تک)

۵۔ عصر کے فرض حنفی وقت میں پڑھنے کے بعد سورج کے زرد پڑنے تک۔ (یعنی عصر پڑھ لی اب مغرب کے وقت تک)

۶۔ سورج غروب ہونے کے بعد مغرب کی نماز سے پہلے۔ (یعنی مغرب کے ابتدائی وقت سے نماز مغرب پڑھ لینے تک)

۷۔ ہر خطبہ کے وقت عموماً اور خطبۂ جمعہ کے وقت خصوصاً۔

۸۔ امام کے فرض میں ہونے کے وقت۔

نمازِ طواف کا پہلے تین اوقات میں پڑھنا بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے، اور باقی پانچ وقتوں

میں سید احمد حموی کے قول (فی شرح الکنز) کے مطابق مکروہ تحریمی ہے اور ملا علی القاری کے "شرح المناسك" میں قول سے مستفاد یہ ہے کہ ان میں کراہت تنزیہی ہے۔ اسی طرح "حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب" (باب سیوم فصل ہفتم ص ۱۵٤) میں ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۱۷ ذوالحجۃ ۱٤۲۷ھ، ٦ یناير ۲۰۰۷ م (350-F)

نمازِ عصر کے بعد نمازِ طواف کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس نے نماز عصر پڑھنے کے بعد اگر نفلی طواف کیا تو وہ نمازِ طواف کب پڑھے اگر نماز مغرب کے بعد پڑھے تو سنتوں کے بعد پڑھے یا پہلے پڑھے؟

(السائل: محمد صابر، صابر گارمنٹس، میٹھادر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: نمازِ طواف میں اصل تو یہ ہے کہ طواف کے بعد نمازِ طواف کو مؤخر نہ کرے اور اگر مؤخر کرے گا تو کراہت لازم ہوگی، ہاں اگر طواف سے ایسے وقت میں فارغ ہوا کہ مکروہ وقت تھا تو اس وقت نمازِ طواف نہیں پڑھے گا بلکہ مکروہ وقت کے بعد پڑھے گا اور صورت مسئولہ میں چونکہ اس شخص نے عصر نماز پڑھنے کے بعد طواف کیا اور عصر نماز کے بعد غروب آفتاب تک نفل پڑھنا مکروہ ہے اس لئے وہ نمازِ طواف کو غروب آفتاب تک مؤخر کرے گا۔ اور غروب آفتاب کے بعد پہلے مغرب کے فرض پڑھے گا فرائض کے بعد نمازِ طواف پڑھے کہ واجب ہے نیز ان کا ذمے کے ساتھ تعلق سنتِ مغرب سے قبل ہوا ہے، پھر سنتیں پڑھے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷٤ھ لکھتے ہیں:

سنّت است موالاۃ بین فراغ از طواف وبین الرکعتین پس تاخیر کردن آنہا را از طواف مکروہ باشد مگر آنکہ وقت کراہت نماز باشد، آنگاہ باید کہ تاخیر کند مثلاً اگر طواف کرد بعد صلاۃ العصر تاخیر کند رکعتین را تا مغرب پس اوّلاً فرض مغرب ادا کردہ دو رکعت بجا آورد بعد از ان سنّت مغرب

اشتغال نماید زیرا کہ دو رکعت طواف واجب اند ونیز سابق گزشتہ است تعلق آنہا بذمہ قبل از سنّت پس تقدیم کردہ شود آنہا بر سنّت (۲٤۳)

یعنی طواف سے فراغت اور دو رکعت (نمازِ طواف) پس ان کے مابین موالات (یعنی پے در پے کرنا) سنّت ہے، پس ان کی ادائیگی میں تاخیر کرنا مکروہ ہے مگر یہ کہ کراہت نماز کا وقت ہو، اس وقت چاہئے کہ (نمازِ طواف کی ادائیگی میں) تاخیر کردے مثلاً اگر نماز عصر کے بعد طواف کرے تو دو رکعت نمازِ طواف کا ادائیگی میں مغرب تک تاخیر کرے پھر پہلے مغرب کے فرض ادا کرے پھر دو رکعت (نمازِ طواف) ادا کرے اس کے بعد سنّتِ مغرب میں مشغول ہو، کیونکہ دو رکعت نماز طواف واجب ہے، اور نیز ان دو رکعت کا تعلق ذمے میں سنّتِ مغرب سے سابق ہوا ہے پس ان کو مقدم کیا جائے گا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ٥ جمادی الأولی ۱٤۲۸ھ، ۲۲ مایو ۲۰۰۷ م (380-F)

طواف کے نفل پڑھے بغیر دوسرا طواف شروع کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز طواف پڑھنا کیا ہے واجب یا سنّت اور اگر واجب ہے تو کیا نفل طواف کے لئے بھی اور کوئی شخص طواف کرنے کے بعد نفل نہ پڑھے پھر طواف شروع کردے اس طرح چند مکمل طواف کرنے کے بعد سب کی نماز ایک ساتھ پڑھ لے تو کیا ایسا کرنا درست ہے اور اگر تین چار طواف کر کے صرف دو رکعت ہی پڑھ لے تو صحیح ہے یا نہیں؟

(السائل: خرم عبدالقادر)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: ہر طواف کے بعد دو رکعت نماز

۲٤۳۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم دربیان طواف، فصل سیوم، ص ۱۳٥

Ishaate Islam

طواف پڑھنا واجب ہے چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

یجب بالختم علی الصحیح بعد کل أسبوع (۲٤٤)

یعنی، صحیح قول کے مطابق ہر سات چکر (یعنی کامل طواف) کے بعد (دو رکعت نماز طواف) واجب ہے۔

ہر طواف کے بعد دو رکعت پڑھنا واجب ہے چاہے نفل ہو یا واجب چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و أطلق الأسبوع تشمل طواف الفرض و الواجب و السنّة و النفل خلافاً لمن قید وجوب الصلاة بالواجب، قال فی "الفتح": هو لیس بشیء لإطلاق الأدلة (۲٤٥)

یعنی، مصنف نے سات چکر کا مطلق ذکر کیا، لہذا یہ طواف فرض، واجب، سنّت اور نفل (سب) کو شامل ہوگیا بر خلاف اس کے جس نے نماز طواف کو طواف واجب کے ساتھ مقید کیا (اس کے بارے میں) امام ابن الھمام نے "فتح القدیر" میں فرمایا کہ اس قول کا کچھ اعتبار نہیں کیونکہ (نماز طواف کے لزوم کی) ادلہ مطلق ہیں۔

بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو ورنہ مکروہ وقت نکلنے کے بعد پڑھے، چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

و یصلّی لکلّ أسبوع رکعتین فی الوقت الذی یباح فیه التطوّع کذا فی "شرح للطحاوی" (۲٤٦)

یعنی، ہر سات چکروں (یعنی ایک مکمل طواف) کے لئے اس وقت دو رکعت پڑھے گا جس میں نفل پڑھنا مباح ہے۔ اسی طرح "شـــــرح

۲٤٤۔ الدر المختار، المجلد (۲)، کتاب الحج، ص ٤۹۹

۲٤٥۔ رد المحتار علی الدر المختار: ۲/٥۸٥، مطلب فی طواف القدوم

۲٤٦۔ الفتاوی الهندیة: ۱/۲۲٤

الطحاوی" میں ہے۔

اور چند طواف کو اکٹھا کر کے سب کی نماز ایک ساتھ پڑھنا مکروہ ہے چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں:

و یکره له الجمع بین الأسبوعین بغیر صلاة بینهما فی قول أبی حنیفة و محمد رحمهما الله تعالیٰ (۲٤۷)

یعنی، طواف کرنے والے کے لئے دو طواف کو ان کے درمیان نماز طواف پڑھے بغیر جمع کرنا امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک مکروہ ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

و فی "السراج" یکره عندهما الجمع بین أسبوعین، أو أکثر بلاصلاة بینهما (۲٤۸)

یعنی، اور "السراج الوهاج" میں ہے، امام اعظم اور امام محمد علیہما الرحمہ کے نزدیک دو یا زیادہ طواف کو درمیان میں نماز طواف پڑھے بغیر جمع کرنا مکروہ ہے۔

اسی طرح "فتاویٰ یورپ" (کتاب الحج، ص ۳۲۹) میں بھی ہے۔

اور یہ کراہت اس وقت ہے جب مکروہ وقت نہ ہو اور اگر ایسا وقت ہے جس میں نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے تو چند طواف کی نماز کو جمع کرنا مکروہ نہیں ہے، چنانچہ علامہ سید محمد امین عابدین شامی نقل کرتے ہیں:

و الخلاف فی غیر وقت الکراهة، أما فیه فلا یکره إجماعاً و یؤخر الصلاة إلی وقت مباح ا ه (۲٤۹)

۲٤۷۔ الفتاوی الهندیه، المجلد (۱)، کتاب الحج، الباب الخامس فی کیفیه أداء الحج، ص ۲۳٤

۲٤۸۔ رد المحتار علی الدر المختار: ۲/٤۹۹

۲٥۹۔ رد المحتار علی الدر المختار: ۲/٥۸٥

Ishaate Islam

یعنی، اور یہ اختلاف غیر وقت کراہت میں ہے لیکن کراہت کے وقت میں (طواف کی نماز کو جمع کرنا) بالاجماع مکروہ نہیں اور اس صورت میں نمازِ طواف کو وقتِ مباح تک مؤخر کرے گا۔

اور اس وقت اس کو ہر طواف کے لئے دو رکعت نماز طواف پڑھنا لازم ہوگی چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

و علیہ لکلّ أسبوع رکعتان (۲۵۰)

یعنی اس پر سات چکر کے لئے دو رکعات پڑھنا لازم ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

اگر بھول کر ایک طواف کے بعد بغیر نماز پڑھے دوسرا طواف شروع کر دیا ہے تو اگر ابھی ایک پھیرا پورا نہ کیا ہو تو چھوڑ کر نماز پڑھے، اور کر لیا ہے تو اس طواف کو پورا کر کے (دو طواف کی دو، دو رکعات) نماز پڑھے (اور اس طرح کرنا مکروہ ہے)۔ (۲۵۱)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ۱۳ ذی القعدۃ ۱۴۲۷ھ، ۵ دیسمبر ۲۰۰۶ م (F-268)

نمازِ طواف پڑھے بغیر دوسرا طواف شروع کر دیا، یاد آنے پر کیا کرے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہر طواف کے بعد دو رکعت نماز طواف واجب ہے اور مکروہ وقت نہ ہو تو نماز طواف کے بغیر دوسرا طواف کرنا درست نہیں کہ مکروہ ہے اب اگر کسی شخص نے ایک طواف کیا اور نماز طواف بھول گیا دوسرا طواف شروع کر دیا، طواف شروع کیا ہی تھا کہ اسے یاد آ گیا تو کیا کرے اور اگر ایک چکر یا دو چکر پورے کرنے کے بعد یاد آیا تو کیا کرے؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی، مکہ مکرمہ)

۲۵۰۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۲)، کتاب الحج، مطلب: فی طواف القدوم، ص ۵۸۰

۲۵۱۔ بہار شریعت، حصہ ششم، طواف کے مکروہات، ص ۶۲

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اس مسئلہ کے بارے میں مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اگر طواف کردہ فراموش نمود دو رکعت طواف را پس یا دنیاورد آنہا را اگر بعد از انکہ شروع کرد در طواف دیگر، اگر یاد آورد او قبل از تمام یک شوط قطع کند او را تا حاصل گردد موالات بین الطواف والرکعتین کہ آن سنّت است، واگر یاد آورد بعد تمام یک شوط یا زیادہ از ان قطع نکند آن طواف را کہ شروع نمودہ است در وی بلکہ اتمام کند رودا زیرا نکہ اتمام شوط بمنزلہ اداء رکعت است، وبعد فراغ طواف بگذارد برائے ہر اسبوعے دو رکعت مستقلہ (۲۵۲)

یعنی، اگر کسی نے طواف کیا اور دو رکعات نماز طواف پڑھنا بھول گیا اور جب دوسرا طواف شروع کر دیا تب یاد آئیں تو اگر پہلا چکر پورا کرنے سے پہلے یاد آ جائے تو وہ چکر وہیں چھوڑ دے تا کہ تسلسل جو طواف اور دو رکعت (نمازِ طواف) میں سنّت ہے وہ حاصل ہو جائے اور اگر ایک چکر پورا ہونے یا کئی چکروں کے بعد یاد آئے تو اب طواف نہ توڑے بلکہ اُسے پورا کر لے، کیونکہ ایک چکر کو پورا کر لینا ایک رکعت ادا کر لینے کے مرتبے میں ہے اور طواف سے فارغ ہونے کے بعد سات چکر کے لئے مستقل دو رکعت (دو دو کر کے چار رکعت نمازِ طواف پڑھے)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۱۷ ذوالحجۃ ۱۴۲۷ھ، ۶ یناير ۲۰۰۷ م (F-351)

قارن اور متمتع کے حق میں طوافِ قدوم کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا قارن اور متمتع بھی طواف قدوم کرے گا یا نہیں؟

۲۵۲۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم در بیان طواف، فصل ہشتم، ص ۱۵۶

Ishaate Islam

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: قارن طواف قدوم کرے گا نہ کہ متمتع چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

طواف قدوم کہ او را طواف تحیۃ نیز گویند و آن سنّت مؤکدہ است درحق آفاقی کہ مفرد باشد بحج یا قارن نہ درحق مفرد بعمرہ و متمتع و نہ درحق مکی و میقاتی اگرچہ مفرد بحج باشد (۲۵۳)

یعنی، طواف قُدوم اسے طواف تحیۃ بھی کہتے ہیں وہ حج افراد اور قران والے کے لئے سنّت مؤکدہ ہے جب کہ وہ آفاقی ہو، نہ کہ صرف عمرہ کرنے والے اور حج تمتع کرنے والے کے لئے اور نہ ہی مکی اور میقاتی کے لئے اگرچہ وہ حج افراد ہی کریں۔

اور قارن عمرہ پورا کر کے طواف قُدوم کرے گا چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

(قارن) عمرہ پورا کرنے کے بعد طواف قُدوم کرے (۲۵۴)

لہٰذا متمتع پر طواف قُدوم نہیں ہے ہاں اگر وہ حج کی سعی پہلے کرنا چاہے تو اس پر لازم ہوگا کہ احرام حج کے بعد نفلی طواف کرے پھر سعی کرے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

یتنفل بطواف بعد الإحرام بالحج یضطبع فیہ و یرمل ثم یسعی بعدہ (۲۵۵)

یعنی، حج کے احرام کے بعد نفلی طواف کرے جس (کے تمام چکروں) میں اضطباع کرے اور (پہلے تین چکر میں) رمل کرے پھر اس کے بعد سعی کرے۔

چنانچہ صدر الشریعہ مولانا امجد علی لکھتے ہیں:

۲۵۳۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم دربیان طواف، فصل اول در بیان انواع طواف، ص ۱۱۳۔۱۱۴

۲۵۴۔ بہار شریعت، جلد (۱)، حصہ (۶)، قران کا بیان، ص ۴۹۵

۲۵۵۔ لباب المناسک، باب الخطبۃ، فصل فی إحرام الحاج من مکۃ المشرفۃ

مفرد و قارن تو حج کے اصل اور سعی سے طواف قدوم میں فارغ ہو لئے، مگر متمتع نے حو طواف و سعی کئے وہ عمرے کے لئے، حج کے رمل و سعی اس سے ادا نہ ہوئے اور اس پر طواف قدوم ہے نہیں کہ قارن کی طرح اس میں یہ امور کر کے فراغت پالے، لہٰذا اگر وہ بھی پہلے سے فارغ ہو لینا چاہے تو جب حج کا احرام باندھے اس کے بعد ایک نفل طواف میں رَمل و سعی کرے، اب اسے بھی طواف زیارت میں ان امور کی حاجت نہ ہو گی۔ (۲۵۶)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۹ ذی القعدۃ ۱۴۲۷ھ، ۲۰ دیسمبر ۲۰۰۶ م (302-F)

حج میں طوافِ زیارت کی حیثیت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص سخت بیمار یا زخمی ہونے کے سبب طواف زیارت نہ کر سکے تو اس کے لئے کوئی رعایت ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(السائل: انعام، از طائف)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: طواف زیارت فرض ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و ھذا الطواف ھو المفروض فی الحج و لا یتم الحج إلا بہ

یعنی، یہ طواف حج میں فرض ہے اور اس کے بغیر حج پورا نہیں ہوتا۔

اس کے تحت ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أی: لکونہ رکناً بالإجماع (۲۵۷)

۲۵۶۔ بہار شریعت، حصہ ششم، ایام اقامت کے اعمال، ص ۶۱

۲۵۷۔ المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط، باب طواف الزیارۃ، ص ۲۵۶

Ishaate Islam

یعنی، طوافِ زیارت کے بالاجماع رُکن ہونے کی وجہ سے۔ (اس کے سوا حج پورا نہیں ہوتا)

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

هو ثانی رُکنی الحج (۲۵۸)

یعنی، یہ حج کا دوسرا رُکن ہے۔

اور اس کے صحیح ہونے کی مدّت مقرر نہیں ہے، دسویں ذوالحجہ کی صبح صادق سے لے کر حاجی اپنی زندگی میں جب بھی کرے گا ادا ہو جائے گا، اور وقتِ وجوب یوم نحر اور ایام تشریق ہیں، تاخیر کے سبب دم لازم آتا ہے اور تاخیر بلا عذر ہو تو گناہ بھی، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

ومر طواف زیارت را وقت جواز است و وقتِ وجوب، اما وقت جواز پس اول آن طلوع از فجر از روز نحر ست و نیست آخر برائی او در حق جواز بلکہ جمیع عمر اوست، اما وقت وجوب پس بدانکہ واجب ست اداء طواف زیارت در ایام نحر و اگر تاخیر کرد او را از ایام نحر آثم گردد و لازم آید دم بروے (۲۵۹)

یعنی، طوافِ زیارت کے لئے ایک وقتِ جواز ہے اور ایک وقتِ وجوب۔ مگر وقتِ جواز پس اس کا اول یوم نحر کی طلوع فجر سے ہے اور جواز کے حق میں اس (حاجی) کی آخر نہیں ہے بلکہ اس کی تمام عمر ہے، مگر وقتِ وجوب پس جان لے کہ طوافِ زیارت کی ادائیگی ایام نحر میں واجب ہے اور اس کی ادائیگی میں ایام نحر سے تاخیر کرے گا تو گناہ گار ہوگا اور دَم لازم آئے گا۔

اور جب تک طوافِ زیارت نہ کرے زندگی بھر اس پر بیوی سے مجامعت حلال نہ ہو

۲۵۸۔ رد المحتار، المجلد (۲)، کتاب الحج، فصل فی الإحرام، مطلب: طواف الزیارۃ، ص ۵۱۷

۲۵۹۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم در بیان طواف، فصل اول در بیان انواع طواف، ص ۱۱۴

گی۔ اور بیماری یا زخم یا کسی اور معقول عذر کے سبب اگر اُسے طوافِ زیارت کو ان ایام سے مؤخر کرے گا تو جب ادا کرے تو دَم دینا ہوگا اور عذر کے سبب سے تاخیر کرنے پر وہ گنہگار نہ ہوگا۔ صرف عورت جب اس میں عذر حیض ونفاس کی وجہ سے تاخیر کرے تو اس پر نہ دَم ہے نہ گناہ۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۱۷ ذوالحجۃ ۱۴۲۷ھ، ۵ یناير ۲۰۰۷ م (357-F)

طوافِ زیارت کے وقت کی تفصیل

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ

۱- کیا کوئی شخص ۱۰ ذوالحجہ کے غروبِ آفتاب سے پہلے رمی سے فراغت حاصل کر کے غروبِ آفتاب کے بعد قربانی کرتا ہے اور حلق کے بعد مکہ مکرمہ جا کر طوافِ زیارت کس وقت تک ادا کر سکتا ہے؟

۲- کیا کوئی شخص ۱۰ ذوالحجہ کی رمی سے فراغت کے بعد ۱۱ ذوالحجہ کے طلوعِ آفتاب کے بعد قربانی وحلق سے فراغت کے بعد طوافِ زیارت کے لئے مکہ مکرمہ جا سکتا ہے؟

(السائل: محمد افضال عطاری، برنس روڈ، کراچی)

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ و تقدس الجواب:

طواف زیارۃ کا واجب وقت: طواف زیارت کا واجب وقت دس، گیارہ اور بارہ ذوالحجہ (کے غروبِ آفتاب تک) ہے۔ چنانچہ امام ابوبکر بن علی حدادی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

والطواف المفروض وقته أيام النحر (۲۶۰)

یعنی، طواف مفروض کا وقت ایام نحر ہے۔

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

ثم طاف طواف الزيارة من أيام النحر الثلاثة بيان لوقته الواجب (۲۶۱)

۲۶۰۔ الجوهرة النيرة، المجلد (۱)، كتاب الحج، ص ۲۰۵

۲۶۱۔ الدر المختار، المجلد (۲)، كتاب الحج، فصل فی الإحرام وصفه المفرد بالحج، ص ۵۱۷

Ishaate Islam

یعنی پھر طوافِ زیارت کرے ایامِ نحر کے تین دنوں میں، یہ اس طواف کے واجب وقت کا بیان ہے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

والزمان وهو يوم النحر وما بعده (٢٦٢)

یعنی، طوافِ زیارت کا زمانہ یومِ نحر (۱۰ ذوالحجہ) اور اس کا مابعد (یعنی ۱۱ اور ۱۲ ذوالحجہ) ہے۔

طوافِ زیارت کے وقت کی ابتداء: اور طوافِ زیارت کے وقت کی ابتداء، دسویں ذوالحجہ کی طلوعِ فجر سے ہے اس سے قبل نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ علامہ ابوبکر بن علی حدادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

وأول وقت الطواف بعد طلوع الفجر من يوم النحر لأن ما قبله من الليل وقت وقوف بعرفة والطواف مرتب عليه (٢٦٣)

یعنی، اس طواف کا اول وقت یومِ نحر کی طلوعِ فجر سے ہے کیونکہ اس کے ماقبل رات کو وقوفِ عرفہ کا وقت ہے اور طواف اسی پر مرتب ہے۔

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

وأول وقته بعد طلوع الفجر من يوم النحر (٢٦٤)

یعنی، اس طواف کا اول وقت یومِ نحر کی طلوعِ فجر سے ہے۔

افضل وقت: اور طوافِ زیارت دسویں تاریخ میں کرنا افضل ہے۔ چنانچہ علامہ ابوبکر بن علی حدادی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

وأول هذه الأيام أفضل كما في التضحية (٢٦٥)

٢٦٢۔ رد المحتار، المجلد(٣)، كتاب الحج، فصل في الإحرام وصفه المفرد بالحج، مطلب: معنى طواف الزيارة، ص ٥١٧

٢٦٣۔ الجوهرة النيرة، المجلد(١)، كتاب الحج، ص ٢٠٥

٢٦٤۔ الدر المختار، المجلد(٣)، كتاب الحج، فصل في الإحرام وصفه المفرد بالحج، ص ٥١٧

٢٦٥۔ الجوهرة النيرة، المجلد(١)، كتاب الحج، ص ٢٠٥

یعنی، ان ایام کا پہلا دن افضل ہے جیسا کہ قربانی کرنے میں پہلا دن افضل ہے۔

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

وهو فيه أي الطواف في يوم النحر الأول أفضل۔ (٢٦٦)

یعنی، طوافِ زیارت یومِ نحر میں پہلے دن افضل ہے۔

تاخیر کی وجہ سے دم لازم ہوگا: اور اگر کوئی اس وقت (یعنی بارہ ذی الحج کے غروب تک) میں طواف ادا نہ کرسکا تو بہرحال اس کو طواف کرنا لازم اور تاخیر کی وجہ سے دم دینا لازم ہوگا۔ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فإن أخر عنها أي أيام النحر ولياليها منها كره تحريماً ووجب الدم لترك الواجب (٢٦٧)

یعنی، اگر طوافِ زیارت کو نحر کے دنوں اور راتوں سے مؤخر کیا تو مکروہ تحریمی ہے اور ترکِ واجب کی وجہ سے دم واجب ہے۔

اور دم دینے کے ساتھ سچی توبہ بھی کرنی ہوگی کہ واجب کا ترک گناہ ہے اور گناہ سے معافی کی صورت سچی توبہ کے سوا کچھ نہیں۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۲۵ شوال المکرم ۱۴۲۳ھ/ ۳۰ دسمبر ۲۰۰۲ء (391_JIA)

طوافِ زیارت کے کتنے پھیرے فرض ہیں؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ طوافِ زیارت کے کتنے پھیرے فرض ہیں جن سے یہ رکن ادا ہوجائے اور کوئی شخص چار یا پانچ چکر کرنے کے بعد بغیر چکر پورے کرنے سے قبل جماع کرلے تو آیا اس کا فرض ادا ہوگیا یا نہیں؟

٢٦٦۔ الدر المختار، المجلد(٢)، كتاب الحج، فصل في الإحرام وصفه المفرد بالحج، ص ٥١٨

٢٦٧۔ الدر المختار، المجلد(٢)، كتاب الحج، فصل في الإحرام، صفه المفرد بالحج، ص ٥١٨-٥١٩

Ishaate Islam

اگر ادا ہوگیا تو اس پر کچھ لازم ہوگا یا نہیں؟

(السائل: عرفان ضیائی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: طوافِ زیارت چار چکر فرض ہیں اور باقی تین چکر واجب ہیں چنانچہ علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

ایں طواف رکن حج است باجماع وقدر فرض از ان چہار شوط است و باقی واجب است (۲۶۸)

یعنی، علماءِ امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ طواف حج کا رکن ہے، اس طواف کے چار چکر کے بقدر فرض ہیں اور باقی واجب۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

سیوم از شرط صحت طواف اتیان اکثر طواف است یعنی اشواط اربعہ از وی چہ ہموں ست مقدار فرض از وے وآنچہ زائد راست بروے واجب است (۲۶۹)

یعنی، طواف کے صحیح ہونے کے لئے اس کا اکثر حصہ یعنی چار چکر پورے کرنا شرط ہے کیونکہ طواف کی یہی مقدار فرض ہے اور باقی واجب۔

علامہ ابو الاخلاص حسن بن شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

و الرکن الثانی ھو أکثر طواف الإفاضۃ (۲۷۰)

یعنی، حج کا دوسرا رکن طوافِ افاضہ (یعنی طوافِ زیارت) کا اکثر ہے۔

اس کے تحت علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

و ھو أربعۃ أشواط و الثلاثۃ الباقیۃ واجبۃ یجبر ترکھا بالدم (۲۷۱)

۲۶۸۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب نہم: دربیان طواف زیارۃ، فصل دویم: دربیان شرائط صحت طوافِ زیارۃ، ص ۲۰۹

۲۶۹۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سویم: دربیان شرائط صحہ طواف، فصل دویم: دربیان شرائط صحت طوافِ زیارۃ، ص ۱۱۵۔۱۱۶

۲۷۰۔ مراقی الفلاح، کتاب الحج، ص ۴۱۴

۲۷۱۔ حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الحج، ص ۷۲۹

یعنی، وہ چار چکر (فرض) ہیں اور باقی تین واجب ہیں، اور اُسے اس صورت میں دم دینا ہوگا۔

صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

یہ طواف حج کا دوسرا رکن ہے اس کے سات پھیرے کئے جائیں گے جن میں چار پھیرے فرض ہیں کہ بغیر ان کے طواف ہوگا ہی نہیں اور پورے سات کرنا واجب، تو اگر چار پھیروں کے بعد جماع کیا تو حج ادا ہوگیا مگر دم واجب ہوگا کہ واجب کا ترک ہوا۔ (۲۷۲)

اور دم سرزمین حرم میں دینا ہوگا اور اس میں سے خود نہیں کھا سکتا نہ ہی اغنیاء، کیونکہ دم جبر ہے نہ کہ دم شکر۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۵ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۱۷ نوفمبر ۲۰۰۶ م (251-F)

کیا کوئی چیز طوافِ زیارت کا بدل ہوسکتی ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص کا طوافِ زیارت رہ جائے اور وہ اپنے وطن واپس چلا جائے اور وہ واپس بھی نہ آئے کہ طوافِ زیارت کرے تو اس کی کوئی صورت ہے کہ اس سے یہ طواف ساقط ہوجائے؟

(السائل: محمد ذلیل قادری، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: طوافِ زیارت حج کا دوسرا رکن ہے اور اس کو ادا کئے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا اور اس کے جواز کا وقت تا دم مرگ ہے جب بھی کرے گا ادا ہوجائے گا اگرچہ بارہ ذوالحجہ کے غروب آفتاب کے بعد تک مؤخر کرنے کی صورت میں اس پر دم لازم آئے گا اور جب تک اسے ادا نہ کرے گا عورت اُسے حلال نہ ہوگی۔ اور یہ رُکن ہے اسی لئے کوئی چیز اس کا بدلہ بھی نہیں ہوسکتی، ہاں ایک صورت ہے کہ جس میں اس کو ادا کئے

۲۷۲۔ بہار شریعت، جلد ہشتم، حج کا بیان، طواف فرض، ص ۸۵۔۸۶

Ishaate Islam

بغیر بدنہ دینے سے حج کامل ہو جاتا ہے وہ یہ کہ کوئی شخص وقوف عرفہ کرنے کے بعد فوت ہو جائے اور وفات سے قبل حج کو پورا کرنے کی وصیت کر جائے تو اس صورت میں بدنہ دینے سے اس کا حج مکمل ہو جاتا ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

فوت نمی شود طواف زیارت قبل از موت و جائز نمی شود بدل از وی زیرا کہ این طواف رُکن حج است و بدل جائز نمی شود از رُکن الا در مسئلہ واحدہ کہ فوت نمود شخصے بعد از وقوف عرفات قبل طواف الزیارت پس وصیت کرد باتمام حج خود واجب گردد بدنہ از بقیہ اعمال حج چنانکہ وقوف مزدلفہ و رمی جمار و طواف زیارت و طواف وداع و کامل گردد حج او (۲۷۳)

یعنی، موت آنے تک طواف زیارت فوت نہیں ہوتا اور اس کا بدل جائز نہیں کیونکہ یہ طواف حج کا رُکن ہے، اور رُکن کا بدل کوئی چیز نہیں ہو سکتی سوائے ایک صورت کے (اور وہ صورت یہ ہے) کہ اگر کوئی شخص وقوفِ عرفات کے بعد طوافِ زیارت سے قبل فوت ہو جائے اور حج کو پورا کرنے کی وصیت کر جائے تو بقیہ اعمال حج جیسے وقوفِ مزدلفہ، رمی جمار، طوافِ زیارت، اور طوافِ وداع کے لئے ایک بدنہ واجب ہو جائے گا اور اس کا حج کامل ہو جائے گا۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۵ ذوالحجة ۱٤۲۷ھ، ٤ یناير ۲۰۰۷م (343-F)

بارہ ذوالحجہ غروب آفتاب سے قبل چار چکر طواف کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے ایک ساتھی نے بارہ ذوالحجہ کو شام کے وقت طوافِ زیارت شروع کیا، چار چکر پورے ہوئے تھے کہ سورج غروب ہو گیا، باقی تین پھیرے سورج غروب ہونے کے بعد پورے کئے، اس

۲۷۳۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب نهم، فصل دویم دربیان شرائط صحّه طواف زیارة، ص ۲۱۰

صورت میں کیا اس پر کوئی دم تو لازم نہیں ہوگا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: طوافِ زیارت حج کا دوسرا فرض ہے اس کے بغیر حج پورا نہیں ہوتا، چنانچہ علامہ ابو منصور کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

و إنه فرض لا يتم الحج بدونه (۲۷٤)

یعنی، یہ فرض ہے اس کے بغیر حج پورا نہ ہوگا۔

اس کے سات چکروں میں سے چار چکر فرض ہیں باقی تین واجب، چنانچہ محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

وقدر فرض از ان چہار شوط است و باقی واجب است (۲۷۵)

یعنی، اس طواف کے چار چکر کے بقدر فرض ہے باقی واجب۔

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۱ھ لکھتے ہیں:

الركن الثانی هو أكثر طواف الإفاضة (۲۷٦)

یعنی، دوسرا رکن طوافِ زیارۃ کا اکثر ہے۔

اور جب اس نے فرض کو ادا کر لیا تو اس کے لئے عورت حلال ہو گئی کیونکہ فرض چار چکر سے ادا ہو گیا، چنانچہ علامہ کرمانی حنفی لکھتے ہیں:

فإذا طاف فقد حلّ له النساء و توابعها لقوله ﷺ "إِذَا طُفْتُمْ بِالْبَيْتِ حَلَلْتُنَّ لَكُمْ" (۲۷۷)

یعنی، پس جب طوافِ زیارت کر لیا تو اس کے لئے عورتیں اور اس کے توابع حلال ہو گئے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: "جب تم نے طواف کر

۲۷٤۔ المسالك فی المناسك: ۱/٤۲٦

۲۷۵۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب نهم، فصل دویم، ص ۲۰۹

۲۷٦۔ مراقی الفلاح، کتاب الحج، ص ٤۱٤

۲۷۷۔ المسالك فی المناسك، المجلد (۱)، القسم الثانی، فصل دخول مكه لطواف الزيارة، ص ۵۹۲

Ishaate Islam

لیا تو عورتیں تمہارے لئے حلال ہوگئیں''۔

اور اس فرض کا ایام نحر میں ادا کرنا یعنی بارہ ذوالحجہ کے غروب آفتاب سے قبل ادا کرنا واجب ہے اور فرض صرف چار چکر ہیں جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

پانزدہم بودن اکثر طواف زیارت در ایام نحر برقول امام ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ (۲۷۸)

یعنی، پندرھواں واجب امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے قول کے مطابق طوافِ زیارت کا اکثر حصہ ایام نحر میں ہونا ہے۔

اور صورت مسئولہ میں اس نے طوافِ زیارۃ کے چار چکر غروب آفتاب سے قبل کر لئے باقی رہے تین تو ان کا ادا کرنا واجب ہے اور ان تین کا ایام نحر میں ہونا واجب نہیں، جیسا کہ مندرجہ بالا عبارت سے واضح رہے کہ باقی تین پھیروں کا ادا کرنا واجب رہا، اگرچہ ایام نحر کے غیر میں ہو اور وہ بھی اس نے بارہ کے غروب آفتاب کے بعد ادا کر لئے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

شانزدہم فعل آنچہ زائدست بر اکثر طوافِ زیارت یعنی اداء اشواط ثلاثہ اخیرہ از جملہ اشواط سبعہ اگرچہ در غیر ایام نحر باشد (۲۷۹)

یعنی، سولھواں واجب طوافِ زیارت کے اکثر حصہ کے علاوہ یعنی سات میں سے تین چکروں کا ادا کرنا وہ اگرچہ غیر ایام نحر میں ہوں۔

لہٰذا مذکور شخص سے طوافِ زیارت کی ادائیگی میں کسی واجب کا ترک نہ ہوا اس لئے اس پر کوئی دم لازم نہ آیا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذوالحجۃ ۱٤۲۷ھ، یناير ۲۰۰۷ م (339-F)

۲۷۸۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، مقدمہ الرسالہ، فصل سیوم، ص ۴۳

۲۷۹۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۴۳

حیض ونفاس کے سوا تاخیر طوافِ زیارت اور دم کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک خاتون کو بخار ہوگیا اس لئے وہ طوافِ زیارت بارہ ذوالحجہ کی مغرب تک نہ کر پائی اور ہم نے سُنا ہے کہ عورتوں کو مجبوری کی حالت میں اس کی اجازت ہوتی ہے اور وہ طوافِ زیارت بارہ تاریخ کے غروبِ آفتاب کے بعد کر لیں تو ان پر دم لازم نہیں ہوتا۔

(السائل: محمد انعام از طائف)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: بارہ ذوالحجہ کے غروب آفتاب تک طوافِ زیارت نہ کرنے کی وجہ سے عورت پر صرف دو صورتوں میں دم لازم نہیں ہوتا، ایک یہ کہ وہ حالتِ حیض میں ہو، دوسری یہ کہ وہ حالتِ نفاس میں ہو کیونکہ ان دو حالتوں میں طواف کرنا حرام ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

جائز است مرزن حائض را جمیع افعال حج وعمرہ از احرام وقوفِ عرفات و سعی بین الصفا والمروۃ وغیر آن لا طوافِ کعبہ کہ آن جائز نیست ومراد بعدم جواز مر حائض را حرمت فعل اوست الخ (۲۸۰)

یعنی، حائضہ (اور نفاس والی عورت) کو تمام افعال حج وعمرہ کی ادائیگی جائز ہے جیسے احرام باندھنا، وقوفِ عرفات، صفا ومروہ کے مابین سعی وغیرہا سوائے طوافِ کعبہ کے کہ وہ جائز نہیں اور حائضہ کے لئے اس کے عدم جواز سے مراد اس کے اس فعل کا حرام ہونا ہے۔

اسی لئے طوافِ زیارت میں تاخیر کی وجہ سے دم کا لازم نہ ہونا انہی دو حالتوں کے ساتھ خاص ہے چنانچہ علامہ ابومنصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

لا دم علیہا لتأخیر طواف الزیارۃ عن أیامہ بعذر الحیض و النفاس لکونہا معذورۃ فیہا (۲۸۱)

۲۸۰۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم، فصل پنجم در بیان احرام زن، ص ۸۳

۲۸۱۔ المسالک فی المناسک، القسم الثانی، فصل فی إحرام المرأۃ و الأفعال فیہ، ص ۳۵۲

Ishaate Islam

یعنی، حیض اور نفاس کے عذر کے سبب طوافِ زیارت کو اس کے (واجب) ایام سے مؤخر کرنے کی وجہ سے عورت پر دم لازم نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس میں معذور ہے۔

اور ان دو حالتوں کے علاوہ جمیع حالات میں عورت کے لئے وہی حکم ہے جو مرد کے لئے کہ طوافِ زیارت کو اس کے واجب وقت سے مؤخر کرنے کی صورت میں اس پر دم لازم ہوگا جس طرح مرد ایسا کرے تو اس پر دم لازم آتا ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۱۳ ذوالحجة ۱٤۲۷ھ، ۲ یناير ۲۰۰۷ م (336-F)

طوافِ وداع کس پر واجب ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم مقامی لوگ ہیں کیا ہم پر بھی طوافِ وداع لازم ہے؟

(السائل: ایک حاجی، از ریاض)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: طوافِ وداع کے وجوب کا تعلق مقامی اور غیر مقامی حاجی کے ساتھ نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق آفاقی اور غیر آفاقی حاجی کے ساتھ ہے یعنی یہ طواف اُن پر واجب نہیں جو مکہ یا میقات کے اندر یا میقات پر رہتے ہوں بلکہ اُن پر واجب ہے جو میقات کے باہر رہتے ہوں جب کہ وہ رخصت ہونے کا ارادہ کریں۔ چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

سیوم طوافِ وداع است کہ آن را طوافِ صدر نیز گویند وصدر بفتحتین بمعنی رجوع است وآن واجب است بر آفاقی کہ مفرد حج باشد یا متمتع یا قارن نہ بر مفرد بعمرہ نہ بر مکی ومیقاتی، واول وقت جوازِ طوافِ وداع بعد طوافِ زیارت است ونیست آخر برائے او درحق جواز بلکہ جمیع عمر

وقت است ومستحب آن ست کہ ایقاع کند او را در حالۃ خروج برائے سفر در وقت ارادۂ رجوع بسوئے اہل خود (۲۸۲)

یعنی، تیسرا طوافِ وداع ہے کہ اسے طوافِ صدر بھی کہتے ہیں اور صدر صاد اور دال کی زبر کے ساتھ بمعنی لوٹنے کے ہے اور یہ طواف آفاقی پر واجب ہے جو مفرد بالحج ہو یا قارن ہو یا متمتع ہو۔ صرف عمرہ کرنے والے اور مکی ومیقاتی پر واجب نہیں۔ اور اس کے جواز کا اول وقت طوافِ زیارت کے بعد ہے اور اس کے جواز کا آخری کوئی وقت نہیں بلکہ تمام عمر اس کا وقت ہے اور مستحب یہ ہے کہ جب اپنے اہل کو لوٹنے کا ارادہ کرے تو نکلتے وقت طوافِ وداع کرے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

جب ارادہ رخصت کا ہو طوافِ وداع بے رمل وسعی واضطباع بجا لائے کہ باہر والوں پر (یعنی آفاقی حاجی پر) واجب ہے۔ (۲۸۳)

اور طوافِ وداع کی ادائیگی کے لئے یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ارکانِ حج مکمل ہونے کے بعد حاجی نے کوئی بھی طواف چاہے کسی نیت سے کیا ہو اس سے طوافِ وداع ادا ہو جاتا ہے۔ اور افضل یہ ہے کہ جب واپسی کا ارادہ کرے تو اہتمام کے ساتھ آخری طواف کرے اور بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ وداع کی نیت سے طواف کر لیتے ہیں پھر اس کے بعد مکہ سے واپسی سے قبل ان کو اور طواف کرنے کا موقع میسر آجاتا ہے تو بھی طواف نہیں کرتے کہ ہم وداع کی نیت سے طواف کر چکے ہیں حالانکہ ایسا کچھ نہیں ہے کہ جو وداع کے نیت سے طواف کر لے اور اس کے بعد وہ اور طواف نہ کر سکتا ہو بلکہ اُسے چاہئے کہ اگر موقع میسر آتا ہے تو اور طواف بھی کر لے کہ طواف وہ عبادت ہے جو اس مقام کے علاوہ کہیں اور نہیں ہو سکتی اور پھر نہ جانے کب یہ موقع ملے، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی "عالمگیری" کے حوالے سے فرماتے ہیں:

۲۸۲۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم، فصل اول، ص ۱۱٤

۲۸۳۔ بہار شریعت، جلد (۱)، حصہ (٦)، طوافِ رخصت، ص ۴۹۴

Ishaate Islam

سفر کا ارادہ تھا، طوافِ رخصت کر لیا مگر کسی وجہ سے ٹھہر گیا، اگر اقامت کی نیت نہ کی تو وہی طواف کافی ہے، مگر مستحب یہ ہے کہ پھر طواف کرے کہ پچھلا (سب سے آخر) کام طواف رہے۔ (۲۸۴)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۱۳ ذوالحجة ۱٤۲۷ھ، ۲ یناير ۲۰۰۷ م (340-F)

حج کرنے کے بعد مدینہ طیبہ جا کر دوبارہ مکہ آنے والے کے طوافِ وداع کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طوافِ وداع کرنے کے بعد حاجی مدینہ منورہ چلا گیا، اب وہ وطن واپسی آنے سے قبل مکہ مکرمہ گیا تاکہ عمرہ کر کے جائے تو اس صورت میں اُسے دوبارہ طوافِ وداع کرنا واجب ہوگا یا واجب اس طوافِ وداع سے ادا ہوگیا جو اس نے حج کے بعد مدینہ طیبہ جاتے وقت کیا تھا۔

(السائل: محمد عرفان ضیائی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُسے دوبارہ طواف کرنا لازم نہیں کیونکہ طوافِ صدر عمرہ کرنے والے پر واجب نہیں، حاجی پر اس وقت واجب ہوتا ہے جب وہ مکہ مکرمہ سے نکلنے کا ارادہ کرے، چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

و طواف الصدر، واجب على الحاج إذا أراد الخروج من مكة فليس على المعتمر طواف الصدر و لا يجب على أهل مكة و أهل المواقيت و من دونهم، كذا في "الإيضاح"، ولا يجب على الحائض و النفساء و لا على فائت الحج، كذا في "المحيط السرخسي" (۲۸۵)

۲۸٤۔ بهار شریعت، حصہ ششم، طوافِ رخصت، ص ۹۱

۲۸۵۔ الفتاوى الهندية، المجلد (۱)، كتاب الحج، الباب الخامس في كيفية أداء الحج، ص ۲۳٤

یعنی، طوافِ صدر حاجی پر اس وقت واجب ہے جب وہ مکہ معظمہ سے چلے جانے کا ارادہ کرے، عمرہ کرنے والے پر، اہلِ مکہ پر اور اہلِ میقات اور میقات کے اندر رہنے والوں پر طوافِ صدر واجب نہیں، اسی طرح "ایضاح" میں ہے۔ حیض والی اور نفاس والی عورت پر اور اس شخص پر جس کا حج فوت ہوگیا ہے طوافِ صدر واجب نہیں، اسی طرح "محیط سرخسی" میں ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

سوم طواف وداع است کہ آن را طواف صدر نیز گویند وصدر بفتحتین بمعنی رجوع است، وآن واجب است بر آفاقی کہ مفرد بحج باشد یا متمتع یا قارن، نہ بر مفرد بعمرہ، ونہ بر مکی ومیقاتی (۲۸۶)

یعنی، تیسرا طوافِ وداع ہے اور اسے طوافِ صَدَر بفتحتین (صاد اور دال پر زبر سے) بمعنی رجوع (یعنی لوٹنا) ہے اور آفاقی (حاجی) پر واجب ہے مُفرد ہو یا قارن ہو یا متمتع بصرف عمرہ والے پر اور مکی اور میقاتی پر واجب نہیں۔

البتہ رخصت ہوتے وقت ہر ایک کے لئے اہتمام کے ساتھ آخری طواف کرنا مستحسن ہے اگرچہ عمرہ کرنے والے پر یہ طواف واجب نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۲۵ شوال المكرم ۱٤۲۷ھ، ۱۷ نوفمبر ۲۰۰٦ م (248-F)

۲۸٦۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب سیوم: در بیان طواف، فصل اول: در بیان انواع طواف، ص ۱۱٤

Ishaate Islam

العروۃ فی الحج و العمرۃ

فتاویٰ حج و عمرہ

تالیف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون: 2439799

نام کتاب	:	العروۃ فی الحج و العمرۃ ''فتاویٰ حج وعمرہ''
تصنیف	:	حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ
سن اشاعت	:	ذی قعدہ 1428ھ۔دسمبر 2007ء
تعداد اشاعت (بار اول)	:	2600
ناشر	:	جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون: 2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net

www.ahlesunnat.net

پر موجود ہے۔

Ishaate Islam

ملاعلی قاری نے امام محمد علیہ الرحمہ کی مندرجہ عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا:

لأن فيه منفعة الفقراء، قلتُ: و محنة الأغنياء (٤٣)

یعنی، اس میں فقراء کا فائدہ ہے اور (ملاعلی قاری فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں مالداروں کے لئے آزمائش ہے۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ٨شوال المکرم ١٤٢٧ھ، ١نومبر ٢٠٠٦م (233-F)

حج کی سعی نہیں کی تو حاجی پر کوئی پابندی باقی رہے گی؟

استفتاء: کیافرماتے ہیں علماءدین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے طوافِ زیارت کے بعد سعی میں تأخیر کی تو اس پر کوئی پابندی رہے گی یا نہیں؟

(السائل: عرفان ضیائی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: اس شخص پر احرام کی کوئی پابندی نہیں رہے گی کیونکہ سوائے بیوی کے حلال ہونے کے باقی ساری پابندیاں حلق یا تقصیر سے ختم ہوگئیں، باقی رہی یہ آخری پابندی وہ بھی طوافِ زیارت سے ختم ہوگئی۔ اسی لئے اگر کوئی شخص طوافِ زیارت کے بعد سعی سے قبل اپنی بیوی سے جماع کر لے تو اس پر کچھ لازم نہیں آتا، چنانچہ امام ابومنصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ٥٩٧ھ لکھتے ہیں:

و لو سعى بعد ما حلّ من حجّته و واقع النساء أجزأه

یعنی، اگر کسی شخص نے اپنے حج سے (طوافِ زیارت کر کے) فارغ ہونے اور بیویوں سے جماع کرنے کے بعد سعی کی تو اُسے جائز ہے۔

کیونکہ سعی کے لئے کوئی وقت متعین نہیں، چنانچہ امام کرمانی لکھتے ہیں:

٤٣۔ المسالك المتقسّط إلى المنسك المتوسط، ص٣٩٣

لأن السعي غير مؤقّت فشرطه أن يوجد بعد الطّواف و قد وُجِد (٤٤)

یعنی، کیونکہ سعی غیر مؤقت ہے پس اس کی شرط یہ ہے کہ وہ طواف کے بعد پائی جائے اور وہ پائی گئی۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ٢٥شوال المکرم ١٤٢٧ھ، ١٧نومبر ٢٠٠٦م (249-F)

٤٤۔ السالك في المناسك، المجلد (١)، فصل: الترتيب منه، ص٤٧٣

Ishaate Islam

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
☆	پیش لفظ	8

سعی

۱۔	مسعیٰ مسجد الحرام کی حدود میں ہے یا خارج	9
۲۔	سعی میں ایک چکر سے مراد	12
۳۔	حج کی سعی اور احرام	14
۴۔	حج کی سعی میں افضل کیا ہے؟ طواف زیارت سے پہلے کرنا یا بعد میں	15
۵۔	منیٰ روانگی سے قبل حج کی سعی کرنا جائز ہے	19
۶۔	منیٰ روانگی سے قبل کی جانے والی حج کی سعی میں احرام کا حکم	22
۷۔	حالتِ حیض میں سعی کا حکم	23
۸۔	حج کی سعی میں تاخیر کا حکم	25
۹۔	حج کی سعی کئے بغیر وطن واپسی کا حکم	27
۱۰۔	حج کی چھوڑی ہوئی سعی دوسرے سفر میں ادا کرنے پر دم ساقط ہوگا یا نہیں؟	28
۱۱۔	حج کی سعی نہیں کی تو کیا حاجی پر کوئی پابندی باقی رہے گی؟	33

مناسکِ منیٰ

۱۔	آٹھ ذوالحجہ کو منیٰ جانا اور نو کی رات منیٰ میں گزارنا	35
۲۔	گیارہ اور بارہ ذوالحج کی راتیں منیٰ میں گزارنا	38
۳۔	۱۱ اور ۱۲ تاریخ کو رمی کا حکم	41
۴۔	غروبِ آفتاب کے بعد رمی کا حکم	51
۵۔	ترکِ رمی کا حکم	52
۶۔	منیٰ میں غسل کی صورت	56
۸۔	منیٰ میں غسل فرض ہونے کی صورت میں تیمم کرنے کا حکم	57

مناسکِ عرفات

۱۔	وقوفِ عرفہ اور رؤیتِ ہلال	59
۲۔	کیا یومِ عرفہ ایامِ حج میں شامل ہے	62
۳۔	وقوفِ عرفہ کامل وقت مسجد نمرہ کے عرفات سے خارج حصے میں گزارنے والے کا حکم	63
۴۔	حاجی اور یومِ عرفہ کا روزہ	67
۵۔	عرفات میں نو ذوالحجہ کو جمع بین الصلاتین کا حکم	70

مناسکِ مزدلفہ

۱۔	شبِ مزدلفہ میں مغرب وعشاء کا حکم	74

Ishaate Islam

۲۔	مزدلفہ میں حقوق العباد کی معافی	80
۳۔	مزدلفہ سے منیٰ کو کب روانہ ہو	83

قربانی

۱۔	حج تمتع اور قران میں جانور ذبح کرتے وقت نیت	88
۲۔	متمتع جانور ذبح نہ کر سکے تو کیا کرے	88
۳۔	قربانی پر قدرت نہ رکھنے والے حاجی کے لئے روزوں کا حکم	90

حلق وقصر

۱۔	عمرہ والا احرام کھول کر حلق یا قصر کرائے یا کھولنے سے قبل	95
۲۔	عمرہ کر کے سر کا کچھ حصہ منڈ لیا تو احرام سے باہر ہوا یا نہیں	96
۳۔	تقصیر میں ایک پورے سے کم بال کتوانے کا حکم	97
۴۔	احرام کھولنے کے وقت اپنے جیسے کا سر مونڈنا	98

جنایات (جُرم اور اُن کے کفارے)

۱۔	دیدہ ودانستہ ترکِ واجب کا ارتکاب کرنا	101
۲۔	صدقہ کی مقدار اور اس کی ادائیگی کا حکم	103
۳۔	حلق یا تقصیر کروائے بغیر ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب	104
۴۔	عمرہ میں سعی کئے بغیر حلق کروانے کا حکم	110
۵۔	عمرہ کی سعی کے بعد حلق یا تقصیر کے بغیر دوسرے احرام کا حکم	110

۶۔	عورت کا تقصیر سے قبل کنگھی کرنا	112
۷۔	مُحرِم کا بھولے سے قلیل مدت کے لئے اپنے چہرے کو چھپالینا	113
۸۔	احرام میں منہ یا سر پر ہاتھ رکھنے کا حکم	115
۹۔	بھولے سے یا کسی دوسرے کے فعل سے مُحرِم کے سر یا چہرے پر کپڑا آجانے کا حکم	117
۱۰۔	دورانِ سعی زوجین کا شہوت کے ساتھ ایک دوسرے کو چھونا	121
۱۱۔	متمتع کا قربانی سے قبل حلق کروانا	122
۱۲۔	رمی، قربانی، حلق اور طواف زیارت میں ترتیب کا حکم	123

عورتوں کے مسائل

۱۔	عورت کن کن مردوں کے ساتھ سفرِ حج وعمرہ کے لئے جا سکتی ہے	133
۲۔	بغیر محرم کے سفرِ حج کا شرعی حکم اور حکومت کی حج پالیسی	133
۳۔	عورتوں کا بلند آواز تلبیہ پڑھنا اور دعائیں مانگنا	139
۴۔	حالتِ حیض میں عورت احرام کیسے باندھے اور افعال حج کیسے ادا کرے؟	140
۵۔	حالتِ حیض میں کون کون سے افعال ممنوع ہیں؟	141
۶۔	حج سے بارہ روز قبل عمرہ کے احرام کی حالت میں حیض کا آجانا	143
۷۔	حائضہ کے لئے احرام حج کے وقت غسل کا حکم	144
۸۔	عورت حالتِ حیض میں طوافِ زیارت کر لے تو حج کا حکم	146

Ishaate Islam

۹۔	ماہواری ختم ہونے پر طوافِ زیارت کیا کہ پھر شروع ہوگئی	148
۱۰۔	حائضہ عورت اور طوافِ وداع	151
۱۱۔	تقصیر سے قبل عورت کا اپنے سر کو ننگا کرنا	152
۱۲۔	احرام کے بغیر طواف میں عورت چہرہ نہیں کھولے گی	153
۱۳۔	عورت سفرِ حج میں بیوہ ہوجائے تو مناسکِ حج ادا کرے یا نہ	153

تمام ممبران کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اس سے پہلے اکتوبر کی کتاب میں آپ حضرات کو ہم 2008ء میں ممبرشپ جاری رکھنے کے لئے اور نئی ممبرشپ حاصل کرنے کے لئے فارم جاری کر چکے ہیں، لہٰذا آپ حضرات سے گزارش ہے کہ جن حضرات نے اب تک اپنے فارم پُر کر کے روانہ نہیں کئے وہ جلد از جلد اپنی ممبرشپ جاری رکھنے اور نئی ممبرشپ حاصل کرنے کے لئے رابطہ کریں۔ پرانے ممبران اگر خط نہ بھیجنا چاہیں تو منی آرڈر پر اپنا فون نمبر اور موجودہ ممبرشپ نمبر لکھ کر روانہ کریں۔

نوٹ: جن حضرات کو ممبرشپ فارم نہیں ملا ان کے لئے فارم کتاب کے آخر میں موجود ہے۔

دیگر معلومات کے لئے فون پر رابطہ کریں: فون: 021-2439799

صبح 8 تا 11، شام 4 تا 12

پیش لفظ

حج اسلام کا اہم رُکن ہے جس کی ادائیگی صاحبِ استطاعت پر زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے، اس کے بعد جتنی بار بھی حج کرے گا نفل ہوگا اور پھر لوگوں کو دیکھا جائے تو کچھ تو زندگی میں ایک ہی بار حج کرتے ہیں کچھ دو یا تین بار، اقل قلیل ایسے ہوتے ہیں جن کو ہر سال یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا حج کے مسائل سے عدم واقفیت یا واقفیت کی کمی ایک فطری امر ہے۔ پھر کچھ لوگ تو اس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر ناجائز ہوتے ہیں اور کچھ علماء کرام کی طرف رجوع کرتے ہیں مناسکِ حج وعمرہ کی ترتیب کے حوالے سے ہونے والی نشستوں میں شرکت کرتے ہیں پھر بھی ضرورت پڑنے پر حج میں موجود علماء یا اپنے ملک میں موجود علماء سے رابطہ کر کے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ اور پھر علماء کرام میں جو مسائل حج وعمرہ کے لئے کُتبِ فقہ کا مطالعہ رکھتے ہیں وہ تو مسائل کا صحیح جواب دے پاتے ہیں اور جن کا مطالعہ نہیں ہوتا وہ اس سے عاجز ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کے زیرِ اہتمام نور مسجد مینجادر میں پچھلے کئی سالوں سے ہر سال باقاعدہ ترتیب حج کے حوالے سے نشستیں ہوتی ہیں اسی لئے لوگ حج وعمرہ کے مسائل میں ہماری طرف کثرت سے رجوع بھی کرتے ہیں، اکثر تو زبانی اور بعض تحریری جواب طلب کرتے ہیں اور کچھ مسائل کے بارے میں ہم نے خود دارالافتاء کی جانب رجوع کیا اور کچھ مفتی صاحب نے ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء کے سفرِ حج میں مکہ مکرمہ میں تحریر فرمائے۔ اس طرح ہمارے دارالافتاء سے مناسکِ حج وعمرہ اور اس سفر میں پیش آنے والے مسائل کے بابت جاری ہونے والے فتاویٰ کو ہم نے علیحدہ کیا ان میں سے جن کی اشاعت کو ضروری جانا اس مجموعے میں شامل کر دیا اور ضخامت کی وجہ سے اسے تین حصوں میں تقسیم کر دیا، لہٰذا یہ حصہ دوم ہے جسے جمعیت اشاعت اہلسنّت اپنے سلسلۂ اشاعت کے 164ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کی کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے نافع بنائے۔ آمین

فقیر محمد عرفان ضیائی

Ishaate Islam

سعی

مسعیٰ مسجد الحرام کی حُدود میں ہے یا خارج

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسعیٰ (سعی کی جگہ) مسجد الحرام کی حدود کے اندر ہے یا خارج، اور عورت حیض اور نفاس کی حالت میں سعی کرسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: مسعیٰ مسجد الحرام سے خارج ہے، چنانچہ امام محمد بن اسحاق خوارزمی حنفی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

واعلم أن البيت في وسط المسجد الحرام، و المسجد الحرام في وسط مكة، والصفا خارج المسجد من الجانب الشرقيّ، و الصفا في جهة الجنوب، و المروة كذلك في الجانب الشماليّ (۱)

یعنی، جان لیجئے کہ بیت اللہ مسجد الحرام کے وسط میں ہے اور مسجد الحرام مکہ معظمہ کے وسط میں ہے، اور صفا مشرق کی جانب مسجد الحرام سے خارج ہے اور صفا جہتِ جنوب میں ہے اور مروہ اسی طرح (مسجد الحرام سے خارج) جانبِ شمالی میں ہے۔

علامہ ابو الولید محمد بن عبداللہ بن احمد ازرقی لکھتے ہیں:

عن علي الأزدي قال: سمعت أبا هريرة يقول: إنا لنجد في كتاب الله عزّ و جلّ أن حدّ المسجد الحرام من الحزورة إلى

۱۔ إثارة الترغيب و التشويق إلى المساجد الثلاثة و البيت العتيق، القسم الأول، الفصل الخامس و الخمسون في ذكر ما جاء في بناء المسجد الحرام الخ، ص ۳۰۲

المسعى (۲)

یعنی، علی ازدی سے مروی ہے کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ ہم کتاب اللہ عزّ وجلّ میں پاتے ہیں کہ مسجد حرام کی حدّ حزورہ سے مسعیٰ تک ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ مسعیٰ (سعی کی جگہ) مسجد سے خارج ہے۔

اور مسعیٰ جب مسجد سے خارج ہے تو حائضہ ونفساء عورت کو وہاں جانے کی ممانعت بھی نہیں کیونکہ ممانعت تو دُخولِ مسجد سے ہے، امام ابو داؤد نے اپنی ''سنن'' میں اور امام بخاری نے ''تاریخ کبیر'' میں اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا جس میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

" لَا أُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَّ لَا جُنُبٍ"

یعنی، پس حائضہ اور جنبی کے لئے مسجد کو حلال نہیں کرتا۔

اور ابن ماجہ اور طبرانی کی اُمّ المؤمنین اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے بلند آواز سے ارشاد فرمایا کہ ''مسجد جنبی اور حائضہ کے لئے حلال نہیں''۔

اور فقہاء کرام نے بھی لکھا ہے کہ حائضہ عورت کو مسجد میں آنا ممنوع ہے چنانچہ امام ابو الحسن احمد بن محمد القدوری متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

لا تدخل المسجد (۳)

یعنی، (حائضہ عورت) مسجد میں داخل نہ ہوگی۔

برہان الشریعۃ محمود بن صدر الشریعہ احمد بن عبید اللہ المحبوبی "وقاية الرواية" میں لکھتے ہیں:

يمنع الصلاة و الصوم و دخول المسجد الخ (باب الحيض)

یعنی، حیض نماز، روزہ اور دخولِ مسجد سے مانع ہے۔

اور حافظ الدین ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ "كنز الدقائق"

۲۔ أخبار مكة، المجلد (۲)، باب ذكر غور زمزم و ما جاء في ذلك، ذكر حدّ مسجد الحرام، ص ۶۳

۳۔ مختصر القدوري، كتب الطهارة، باب الحيض

Ishaate Islam

میں لکھتے ہیں:

و یمنع صلاةً، و صوماً، و دخول مسجدٍ الخ (باب الحیض)

یعنی، حیض نماز، روزہ اور دخولِ مسجد سے مانع ہے۔

اور حیض ونفاس طواف سے بھی مانع ہے جیسا کہ "وقایة الروایة" اور "کنز الدقائق" میں ہے۔

اور امام ابوالحسن احمد بن محمد القدوری متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

و لا تطوف بالبیت (مختصر القدوری)

یعنی، وہ بیت اللہ کا طواف نہیں کرے گی۔

اور طوافِ کعبہ سے ممانعت کی وجہ دخولِ مسجد ہے، چنانچہ شارح وقایہ علامہ عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعۃ "وقایة الروایة" کے قول "یمنع الطواف" کے تحت لکھتے ہیں:

لکونه یُفعل فی المسجد (٤)

یعنی، طواف سے ممانعت اس لئے ہے کہ طواف مسجد میں ہوتا ہے۔

پھر ایک سوال یہ ہے کہ جب طواف مسجد میں ہوتا ہے اس لئے حالتِ حیض میں ممنوع ہے پھر جب فقہاء کرام نے فرمایا کہ حائضہ مسجد میں داخل نہیں ہوگی تو طواف سے ممانعت ثابت ہوگئی اور متون جو کہ مختصر ہیں ان میں طواف کی ممانعت کو صراحۃً ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی تو اس کے جواب میں علامہ ابوبکر بن علی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

فإن قیل: الطواف لا یکون إلا بدخول المسجد فقد عرف منعها منه فما الفائدة فی ذکر الطواف، قیل: یتصور ذلك فیما إذا حائها الحیض بعد ما دخلت المسجد و قد شرعت فی الطواف أو نقول لما کان للحائض أن تصنع ما یصنعه الحاج من الوقوف و غیره ربما یظن ظان أنها یجوز لها الطواف أیضاً کما جازلها الوقوف و هو أقوی منه فأزال هذا الوهم

٤۔ شرح الوقایہ، کتاب الطهارة، باب الحیض

بذلك (٥)

یعنی، پس اگر کہا جائے کہ طواف دخولِ مسجد کے بغیر نہیں ہوتا اور اس سے منع تو پہلے جان لیا گیا تو طواف کے ذکر کا کیا فائدہ ہے؟ اس کے جواب میں کہا گیا کہ وہ اس صورت میں متصور ہے کہ جب عورت کو حیض آئے تو وہ مسجد کے اندر ہو اور وہ طواف شروع کردے یا طواف کے صراحۃً ذکر کے فائدے کے بارے میں ہم کہیں گے کہ جب حکم تھا کہ حائضہ عورت وہ کرے جو حاجی کرتے ہیں جیسے وقوفِ عرفہ وغیرہ، کبھی گمان کرنے والا یہ گمان کرلے کہ اس کے لئے طواف بھی جائز ہے جیسا کہ اس کے لئے وقوفِ عرفہ جائز ہے اور وہ اس سے زیادہ قوی ہے تو طواف کا صراحۃً ذکر کرکے اس وہم کا ازالہ کردیا گیا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ۲۹ شوال المکرم ۱٤۲۷ھ، ۲۱ نومبر ۲۰۰٦م (257-F)

سعی میں ایک چکر سے مراد

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چکر کا مطلب ہوتا ہے کہ جہاں سے چلے گھوم کر اس جگہ واپس پہنچے، اسی طرح سعی میں ایک چکر صفا سے صفا پر شمار ہونا چاہئے جس طرح کہ طواف میں ہے تو سعی میں اس طرح چکر شمار ہوگا یا صفا سے مروہ ایک چکر اور مروہ سے صفا دوسرا چکر شمار کیا جائے گا؟ نیز اگر کسی نے مروہ سے سعی شروع کی تو اس کا چکر کہاں سے شمار ہوگا؟

(السائل: سید طاہر نعیمی، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: مختار مذہب یہی ہے کہ سعی میں چکر اسی طرح شمار ہوگا کہ صفا سے مروہ ایک چکر اور مروہ سے صفا دوسرا، چنانچہ علامہ سراج الدین

٥۔ الجوهرة النیرة، المجلد (۱)، کتاب الصلاة، باب الحیض، ص ۳۸

Ishaate Islam

علی بن عثمان اَوسی حنفی متوفی ۵۶۹ھ لکھتے ہیں:

و السعی من الصفا إلی المروۃ شوط، و من المروۃ إلی الصفا شوط ھو المختار (۶)

یعنی، اور سعی صفا سے مروہ ایک چکر ہے اور مروہ سے صفا ایک الگ چکر ہے، یہی مختار ہے۔

اور جس نے مروہ سے سعی شروع کی اور وہ صفا پر آیا تو اس کا یہ چکر شمار نہ ہوگا بلکہ اب وہ صفا سے مروہ کی جانب چلے گا تو وہ اس کا پہلا چکر ہوگا، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ کی "کتاب الاصل" میں ہے:

و إن بدء بالمروۃ و ختم بالصفا حتی فرغ أعاد شوطاً واحداً لأن الذی بدأ فیہ بالمروۃ ثم أقبل منھا إلی الصفا لا یعتد بہ (۷)

یعنی، اگر سعی کو مروہ سے شروع کیا اور صفا پر ختم کیا یہاں تک کہ فارغ ہو گیا تو ایک چکر کا اعادہ کرے (یعنی صفا سے مروہ تک کے چکر کا اعادہ کرے) کیونکہ وہ چکر کہ جس میں وہ مروہ سے شروع ہوا اور صفا کو آیا وہ (سعی) میں شمار نہیں کیا گیا۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ "درمختار" اور "عالمگیری" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

اگر مروہ سے سعی شروع کی تو پچھلا پھیرا کہ مروہ سے صفا کو ہوا شمار نہ کیا جائے گا، اب کے صفا سے مروہ کو جائے گا وہ پچھلا پھیرا ہوگا۔(۸)

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲ جمادی الأولی ۱۴۲۸ھ، ۱۹ مایو ۲۰۰۷ م (371-F)

۶۔ الفتاوی السراجیہ، کتاب الحج، باب ترتیب أفعال الحج، ص ۳۲

۷۔ المبسوط، المجلد (۲)، کتاب المناسک، باب السعی بین الصفا و المروۃ، ص ۳۴۲

۸۔ بہار شریعت، حصہ ششم، صفا و مروہ کی سعی کا بیان، ص ۵۹

حج کی سعی اور احرام

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگوں نے چار پانچ روز بعد حج کی سعی کی اور بغیر احرام کے کی تو کیا ان کی سعی ادا ہو جائے گی اور یہ بھی کہ اس سے قبل نفلی طواف ضروری ہوگا جس طرح منیٰ روانگی سے قبل نفلی طواف کے بعد سعی کرنے کا حکم تھا یا بغیر طواف کئے کرنا کافی ہوگی؟

(السائل: محمد نبیل قادری از لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالی و تقدس الجواب: حج کی سعی غیر موقّت ہے اور واجباتِ حج سے ہے اس کی ادائیگی میں بلا وجہ تاخیر نہیں کرنی چاہئے لیکن اگر کسی عذر کی وجہ سے یا بلا عذر تاخیر کی تو جب بھی ادا کرے گا ادا ہو جائے گی اور واجب ذمے سے ساقط ہو جائے گا اور تاخیر کی وجہ سے کوئی دم یا صدقہ بھی لازم نہ ہوگا اور سعی جب طوافِ زیارت کے بعد کرے تو اس میں احرام شرط نہیں۔ چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ "جوھرۃ النیرۃ" سے نقل کرتے ہیں کہ

"سعی میں احرام اور زمانہ حج شرط نہیں، نہ کی ہو تو جب بھی ادا کر لے ادا ہو جائے گی"۔(۹)

اور اس میں احرام شرط نہیں جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں ہے اسی طرح نفلی طواف بھی شرط نہیں کیونکہ اس سعی کو جب حاجی نے طوافِ زیارت کے بعد ادا کیا تو اس کے ذمے میں واجب ہو چکی تھی تو جب بھی ادا کرے گا تو اپنے ذمے سے واجب کو ساقط کرے گا، یہ اس طرح ہے جس طرح کسی شخص نے عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ کا طواف کرنے کے بعد چند دن تک کسی وجہ سے سعی نہ کر سکا اور احرام ہی میں رہا تو جب بھی وہ سعی کرے گا تو سعی ادا ہو جائے گی اور سعی کے لئے نفلی طواف کی حاجت بھی نہ ہوگی کیونکہ اس سعی کے وجوب طواف کی وجہ سے ہے وہ اسے ادا کر چکا، اب نئے طواف کی حاجت نہیں۔ اسی طرح یہاں بھی جس طواف

۹۔ بہار شریعت، جلد (۱)، سعی کی غلطیاں، ص ۵۰۵

Ishaate Islam

کی وجہ سے یہ سعی لازم ہوتی ہے وہ طوافِ زیارت ہے وہ اُسے ادا کر چکا، اب سعی ادا کرنے کے لئے نئے طواف کی حاجت نہیں، طوافِ زیارت میں چونکہ احرام شرط نہیں اس لئے سعی میں بھی احرام شرط نہیں جب کہ طوافِ زیارت حلق کے بعد ہو کیونکہ حاجی طوافِ زیارت اگر حلق سے قبل کرتا تو احرام میں کرتا تو بھی درست ہو جاتا اگرچہ یہ خلافِ سنّت ہے اور اگر حلق کے بعد کرتا تو بلا احرام کرتا، یہی حکم سعی کا ہے کہ طوافِ زیارت کے بعد سعی اگر حلق سے قبل کرے تو احرام میں کرے اور بعد میں کرے تو بغیر احرام کے کرے گا۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ١٥ ذوالحجة ١٤٢٧ھ، ٤ يناير ٢٠٠٧ م (342-F)

حج کی سعی میں افضل کیا ہے؟ طوافِ زیارت سے پہلے کرنا یا بعد میں

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ منیٰ روانگی سے قبل طوافِ زیارت کی سعی کر لینا جائز ہے مگر افضل کیا ہے کہ طوافِ زیارت کی سعی طوافِ زیارت کے بعد کرے یا منیٰ روانگی سے قبل احرام باندھ کر رمل واضطباع کے ساتھ نفلی طواف کرنے کے بعد کرے؟

(السائل: طالب قادری، جمشید روڈ، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یہی سوال علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی نے لکھا ہے کہ:

وهل الأفضل تقديم السعي أو تأخيره إلى وقته الأصلي

یعنی، کیا سعی کی تقدیم افضل ہے یا اس کی اپنے اصلی وقت (یعنی طوافِ زیارت کرنے کے بعد) کی طرف تأخیر۔

تو خود ہی جواب میں لکھتے ہیں کہ:

قيل الأول، و قيل: الثاني

یعنی، کہا گیا کہ پہلا (یعنی تقدیمِ سعی) افضل ہے، اور کہا گیا کہ دوسرا (یعنی طوافِ زیارت کے بعد سعی کرنا) افضل ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ فضیلت میں اختلاف ہے اور اختلاف غیر قارن کے حق میں ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و الخلاف في غير القارن

یعنی، اختلاف غیر قارن میں ہے۔

اور ملا علی قاری حنفی اس کے تحت لکھتے ہیں:

و هو المفرد مطلقاً و المتمتع آفاقياً بلا شبهة أو مكياً ففيه مناقشة (١٠)

یعنی، اور غیر قارن مطلقاً مفرد بالحج سے اور بلاشبہ متمتع آفاقی ہے یا مکی ہے تو اس میں مناقشہ ہے۔

اور قارن کے بارے میں علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

أما القارن فالأفضل له تقديم السعي أو يسنّ (١١)

یعنی، قارن تو اس کے لئے سعی افضل ہے یا مسنون ہے۔

اگر قارن کے لئے تقدیم سعی افضل ہو تو تاخیر بلا کراہت جائز قرار دی جائے گی اور اگر مسنون ہو تو تاخیر مکروہ تنزیہی ہوگی چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ علامہ رحمت اللہ سندھی کی مندرجہ بالا عبارت کہ قارن کے لئے تقدیم سعی افضل ہے کے تحت لکھتے ہیں:

و يجوز تأخيره بلا كراهة

یعنی، اور اس کی تأخیر بلا کراہت جائز ہے۔

اور قارن کے لئے تقدیم سعی مسنون ہے کے تحت لکھتے ہیں:

أي فيكره تأخيره لأنه ﷺ طاف طوافين و سعى سعيين قبل

١٠۔ السلك المتقسط في المنسك المتوسط، ص ٢٠٧

١١۔ لباب المناسك مع شرحه لملا علي القاري، فصل في إحرام الحاج من مكة المشرفة، ص ٢٠٧

Ishaate Islam

الوقوف بعرفة (١٢)

یعنی، یا مسنون ہے یعنی تو اس کی تاخیر مکروہ ہے کیونکہ نبی ﷺ نے وقوفِ عرفہ سے قبل دوطواف اور دوسعیاں فرمائیں۔

اور ہم نے کراہت کو تنزیہی کے ساتھ مقید کردیا کیونکہ یہ کراہت سنّت کے مقابلے میں ہے نہ کہ واجب کے مقابلے میں۔

لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ حج افراد کرنے والے کے لئے متمتع آفاقی اور مکی کے لئے تقدیم سعی افضل ہے یا اس میں اختلاف ہے بعض نے تقدیم سعی کے افضل ہونے کو ترجیح دی ہے اور چنانچہ امام ابومنصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ حاجی کے منیٰ روانہ ہونے سے قبل طوافِ زیارت کی سعی کرنے کے بارے میں لکھتے ہیں:

و هو أفضل عندنا لما مرّ في فصل طواف القدوم (١٣)

یعنی، یہ ہمارے نزدیک افضل ہے جیسا کہ طوافِ قدوم کی فصل میں گزرا۔

اور امام کرمانی کے نزدیک یہ فضیلت اس وقت ہے جب وہ یوم ترویہ یعنی آٹھ ذوالحجہ کے زوال سے قبل طواف وسعی کرلے ورنہ افضل یہ ہے کہ وہ بلاسعی منیٰ کو روانہ ہوجائے اور طوافِ زیارت کے بعد سعی کرے چنانچہ لکھتے ہیں:

روى الحسن عن أبي حنيفة رضي الله عنه أنه إذا أحرم بالحج يوم التروية أو قبله إن شاء طاف و سعى قبل أن يأتي إلى منى، و هذا أفضل عندنا إلا أن يهل بعد الزوال من يوم التروية، فحينئذ الرواح إلى منى أفضل، لأن بعد الزوال الرواح إلى منى مستحق عليه، و قد ضاق وقته، فلا يجوز الإشتغال بفعل ليس بموضع له في ذلك الوقت بخلاف ما قبل الزوال، فإن الرواح

١٢۔ السالك المتقسط في المنسك المتوسط، فصل في إحرام الحاج من مكة المشرفة، ص ٢٠٧

١٣۔ المسالك المناسك: ٤٨٢/١

لم يستحق فيه قصار كسائر الأيام (١٤)

یعنی، حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب وہ آٹھ تاریخ کو یا اس سے قبل چاہے کہ منیٰ جانے سے قبل سعی کرلے اور یہ ہمارے نزدیک افضل ہے مگر یہ کہ وہ آٹھ ذوالحجہ کو زوال کے بعد احرام باندھے تو اس وقت منیٰ کی طرف روانگی افضل ہے (تقدیم سعی افضل نہیں) کیونکہ زوال کے بعد اس پر منیٰ کی جانب روانگی لازم ہے اور وقت تنگ ہے، تو اس وقت ایسے کام میں مشغول ہونا جائز نہیں جس کام کی اس وقت جگہ نہیں بخلاف زوال سے قبل کے کہ اس وقت منیٰ روانگی لازم نہیں تو دیگر تمام ایام کی مثل ہوگیا۔

امام کرمانی نے فرمایا کہ زوال کے بعد اس پر منیٰ کی جانب روانگی لازم ہے، اس سے مراد ہے کہ یہ روانگی سنّت کی ادائیگی کے لئے لازم ہے نہ کہ واجب کی ادائیگی کے لئے کیونکہ منیٰ میں قیام مسنون ہے نہ کہ واجب۔

جب کہ بعض نے تاخیر سعی کو افضل قرار دیا ہے چنانچہ ملاعلی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ دوسرے قول یعنی تاخیر سعی کے افضل ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں:

و صححه ابن الهمام وهو الظاهر خصوصاً للمكي فإن فيه خلافاً للشافعي

یعنی، اسے (صاحب فتح القدیر امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد) ابن الہمام (متوفی ۸۶۱ھ) نے صحیح قرار دیا ہے اور یہی ظاہر ہے خصوصاً مکی کے واسطے، پس اس میں امام شافعی کا خلاف ہے۔

اور ملاعلی قاری دوسری صورت یعنی عدم تقدیم سعی کو ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

و الخروج عن الخلاف لكونه أحوط مستحب بالإجماع، فينبغي أن يكون هو الأفضل بلا خلاف و نزاع (١٥)

١٤۔ السالك في المناسك، المجلد (١)، القسم الأول، فصل في بيان أنواع الأطوفه، ص ٤٢٤

١٥۔ السلك المتقسط في المنسك المتوسط، فصل في إحرام الحاج من مكة المشرفة، ص ٢٠٧

Ishaate Islam

یعنی، خلاف سے نکلنا بالاجماع مستحب ہے کیونکہ وہ احوط ہے یعنی اس میں زیادہ احتیاط ہے، تو چاہئے کہ کسی اختلاف ونزاع کے بغیر یہی افضل ہو۔

بہر حال جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور منیٰ روانگی سے قبل یقیناً اس قدر بھیڑ نہیں ہوتی کہ جس قدر بھیڑ اس تاریخ کے بعد پائی جاتی ہے تو عورتوں، بوڑھوں اور بیمار ومعذور افراد کے حق میں بہتر یہی ہے کہ وہ موقع پاکر روانگی سے قبل ہی نفلی طواف کے ساتھ حج کی سعی کرلیں۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعۃ، ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ، ۱۱ مایو ۲۰۰۷ م (366-F)

منیٰ روانگی سے قبل حج کی سعی کرنا جائز ہے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کل آپ سے تربیت حج کے بیان میں ہم نے سُنا ہے کہ احرام کے بعد منیٰ روانہ ہونے سے قبل اگر کوئی شخص نفلی طواف کے بعد سعی کرلے تو طوافِ زیارت کے بعد سعی کی ضرورت نہیں، صرف طوافِ زیارت کرلینا کافی ہے، میں نے یہ مسئلہ اپنے بہنوئی سے اور والدہ وغیرہ سے بیان کیا تو بہنوئی کہنے لگے کہ یہ ان لوگوں نے خود بنالیا ہے، برائے مہربانی اس پر کچھ روشنی ڈالئے تاکہ اس کے لئے جواب ہوجائے۔

(السائل: ایک حاجی از لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: مسئلہ وہی ہے جو میں نے بیان کیا اس وقت چند کُتُب کے سوا میرے پاس کوئی کتاب موجود نہیں ہے جو موجود ہیں ان کی مدد سے اس مسئلہ کو واضح کردیتا ہوں، چنانچہ فقہاءِ احناف میں سے مناسکِ حج کے ماہر فقیہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان حنفی متوفی ۵۹۷ھ مناسکِ حج پر اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

و إذا أراد المحرم بالحج من مكة أن يطوف و يسعى قبل أن يأتي منى، و يقدم السعي على طواف الإفاضة بعد طواف

تطوّع جاز ذلك

یعنی، اور مکہ سے حج کا احرام باندھنے والا چاہے کہ وہ منیٰ جانے سے قبل طواف وسعی کرلے اور طواف زیارت کی سعی (طواف زیارت سے پہلے) نفلی طواف کے بعد کرلے تو جائز ہے۔

منیٰ روانگی سے قبل جوازِ سعی کے تو امام شافعی بھی قائل ہیں چنانچہ علامہ کرمانی لکھتے ہیں:

و عند الشافعي رحمه الله أيضاً يجوز ذلك (۱۶)

یعنی، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی وہ جائز ہے۔

اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ثم إن أراد المكي أي المكي و من بمعناه تقديم السعي على طواف الزيارة أي مع أن الأصل في السعي أن يكون عقيبه، لمناسبة تأخير الواجب عن الركن، إلا أنه رخص تقديمه في الجملة بعلّة الزحمة فحينئذ يتنفل بطواف لأنه ليس للمكي و من في حكمه طواف القدوم الذي هو سنّة للآفاقي، فيأتي المكي بطواف نفل بعد الإحرام بالحج ليصح سعيه الخ (۱۷)

یعنی، پھر اگر مکی اور وہ جو مکی کے حکم میں ہے طوافِ زیارت سے قبل سعی کرنا چاہے یعنی باوجود اس کے کہ واجب کے رُکن سے مؤخر ہونے کی مناسبت سے اصل یہ ہے کہ وہ طواف کے بعد ہو، مگر علّت ازدحام کے سبب فی الجملہ سعی کو مقدم کرنے کی رخصت دی گئی، تو اس وقت وہ نفلی طواف کرے گا کیونکہ مکی اور جو مکی کے حکم میں ہے اس کے لئے طواف قدوم نہیں ہے جو کہ آفاقی کے لئے سنّت ہے، پس مکی احرام باندھنے کے بعد نفلی طواف کرے تاکہ اس کی سعی درست ہوجائے۔

۱۶۔ السالك في المناسك، المحلد (۱)، القسم الثاني في بيان نسك الحج الخ، فصل، ص ۴۸۲

۱۷۔ السلك المتقسط في المنسك المتوسط، فصل في إحرام الحاج من مكة المشرفة، ص ۲۰۷

IslahateIslam

اورمخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ مناسک حج پر لکھی ہوئی اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں:

ولہذا گفتہ اند کہ اگر مکی احرام حج بستہ است وی خواہد کہ تقدیم کند سعی را قبل از طواف زیارت بواسطہ خوف ازدحام خلق در وقت طواف زیارت پس باید کہ او طواف کند بطریق نفل تا صحیح افتد سعی بعد از وی زیرا نکہ در حق مکی قدوم نیست پس تقدیم کند طواف نفل را بر سعی وسنّت باشد کہ رمل کند واضطباع کند درین طواف پس شروع نماید در سعی (۱۸)

یعنی، اس لئے فرمایا ہے کہ اگر مکی (اور جو مکی کے حکم میں ہے یعنی متمتع) حج کا احرام باندھ کر وہ چاہتا ہے کہ طواف زیارت کی سعی پہلے کر لے اس لئے کہ طواف زیارت کے وقت لوگوں کے ازدحام کا خوف ہے تو اسے چاہئے کہ نفلی طواف کرے تا کہ اس کے بعد اس کی سعی صحیح ہو جائے کیونکہ مکی کے حق میں طواف قدوم نہیں ہے، اس لئے وہ پہلے نفلی طواف کرے اس کے بعد سعی اور سنّت یہ ہے کہ اس طواف میں رمل اور اضطباع کرے، پھر سعی کرے۔

اور امام اہلسنّت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

مفرد و قارن تو حج کی رمل و سعی سے طواف قدوم میں فارغ ہوئے، مگر متمتع نے جو طواف و سعی کئے وہ عمرے کے لئے، حج کے رمل و سعی اس سے ادا نہ ہوئے، اس (یعنی متمتع) پر طواف قدوم ہے نہیں کہ قارن کی طرح اس میں یہ امور کر کے فراغت پا لے۔ لہذا اگر وہ بھی پہلے سے فارغ ہو لینا چاہے تو جب حج کا احرام باندھے گا، اس کے بعد ایک نفل طواف میں رمل و سعی کے کرے، اب اُسے طواف زیارت میں ان کی

۱۸۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب چہارم دربیان سعی بین الصفا و المروۃ، فصل اول در بیا ن شرائط صحت سعی، ص ۱۵۷

حاجت نہ ہوگی۔ (۱۹)

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۱۴ ذوالحجة ۱۴۲۷ھ، ۳ یناير ۲۰۰۷ م (341-F)

منیٰ روانگی سے قبل کی جانی والی حج کی سعی میں احرام کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ وقوف عرفہ سے قبل سعی کرے تو اس سے قبل نفلی طواف کرنا لازم ہوتا ہے کیونکہ سعی بغیر طواف کے مشروع نہیں تو کیا اس سعی میں احرام کا ہونا شرط ہے؟ طواف سے قبل احرام باندھنا ضروری ہے یا سعی سے فارغ ہو کر حج کا احرام باندھ سکتا ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالی و تقدس الجواب: فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ طواف زیارت کی سعی اگر وقوف عرفہ سے قبل ہو تو اس میں بھی احرام شرط ہوگا، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ "الباب" کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

حج کی سعی اگر وقوف عرفہ سے قبل کرے تو وقت سعی میں بھی احرام ہونا شرط ہے اور وقوف عرفہ کے بعد ہو تو سنّت یہ ہے کہ احرام کھول چکا ہو (۲۰)

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

یوم ترویہ میں کہ آٹھویں تاریخ کا نام ہے، جس نے احرام نہ باندھا تھا باندھ لے اور ایک نفل طواف میں رمل و سعی کرے جیسا کہ اوپر گزرا (۲۱)

لہذا معلوم ہوا کہ اس سعی سے قبل حج کا احرام باندھنا ضروری ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۱۲ ذوالحجة ۱۴۲۷ھ، ۱ یناير ۲۰۰۷ م (335-F)

۱۹۔ فتاویٰ رضویہ، المجلد (۶)، انوار البشارۃ (احکام حج)، ص ۴۰۷

۲۰۔ بہار شریعت، جلد (۱)، حصہ (۶)، صفا و مروہ کی سعی، ص ۵۹

۲۱۔ بہار شریعت، جلد (۱)، حصہ (۶)، منیٰ کی روانگی اور وقوف عرفہ، ص ۶۶

Ishaate Islam

حالتِ حیض میں سعی کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت نے طوافِ زیارت کرلیا اور اس کو ماہواری شروع ہوگئی تو کیا وہ اس حالت میں سعی کرسکتی ہے اور اگر وہ اس حال میں سعی کرلے تو اس پر کچھ لازم تو نہیں آئے گا؟

(السائل: محمد نبیل قادری از بلیک جگ گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئولہ عورت اس حالت میں صفا ومروہ کی مابین سعی کرسکتی ہے اور اگر کرلے تو نہ اس پر کچھ لازم ہوگا اور نہ ہی وہ گنہگار ہوگی، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

جائز است مر زن حائض را اداء جمیع افعال حج وعمرہ از احرام وقوف عرفات وسعی بیان الصفا والمروۃ وغیر آن لا طواف کعبہ الخ (۲۲)

یعنی، عورت کو جمیع افعال حج وعمرہ کی ادائیگی جائز ہے جیسے احرام باندھنا، وقوف عرفات اور صفا ومروہ کے مابین سعی کرنا وغیرہا سوائے طواف کعبہ کے الخ۔

خلیفۂ امام اہلسنّت حضرت مولانا محمد سلیمان اشرف لکھتے ہیں:

کیونکہ سعی کے لئے طہارت واجب نہیں مستحب ہے اس لئے حائض و نفساء اور جنب کو بھی سعی کی اجازت ہے، قاعدہ کلیہ طہارت وعدم طہارت کا مناسکِ حج میں یہ ہے کہ جو اعمال مسجد الحرام میں ادا ہوں گے اُن کے لئے طہارت واجب ہے اور جو اعمال مسجد الحرام سے خارج ادا کئے جائیں گے ان کے لئے طہارت مستحب ومستحسن ہے۔ (۲۳)

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور جماعت علمائے ہند نے اس قاعدے کو نقل

۲۲۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول فصل پنجم، در کیفیت احرام زن، ص ۸۳

۲۳۔ رسالہ الحج، ص ۱۱۹

کیا ہے:

و الأصل أن كل عبادة تؤدى لا في المسجد من أحكام المناسك فالطهارة ليس من شرطها كالسعي و الوقوف بعرفة و المزدلفة و رمي الجمار، و كل عبادة في المسجد فالطهارة شرطها (۲۴)

یعنی، مناسک حج کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر مسجد الحرام میں اس کا ادا کرنا نہیں ہے تو پھر طہارت شرط نہیں ہے جیسے سعی اور عرفات ومزدلفہ کا وقوف اور رمی جمار، اور وہ عبادت جو مسجد میں ادا کی جائے گی اس میں طہارت شرط ہے۔

لہٰذا اسی قاعدہ کلیہ کی بناء پر حیض والی عورت کی سعی جائز ہے۔ اور یاد رہے کہ مسعیٰ مسجد حرام سے خارج ہے بعض فقہاءِ احناف نے اس کی تصریح کی ہے اور اس کے علاوہ متون معتبرہ وشروح معتمدہ وکُتُبِ مناسک میں حالتِ حیض میں سعی کا جواز مذکور ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مسعیٰ مسجد حرام سے خارج ہے اور طواف کے بعد سعی کے لئے نکلنے کے آداب میں ہے کہ پہلے بایاں پاؤں رکھے کیونکہ مسجد کے آداب سے ہے کہ اس میں داخل ہوتے وقت دایاں پہلے رکھے اور نکلتے وقت بایاں چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی "لباب" میں اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

و يقدم رجله اليسرى للخروج أي كما هو مطلق آداب الخروج من المسجد (۲۵)

یعنی، (طواف سے فارغ ہوکر سعی کو جانے کے لئے) نکلنے کے واسطے بایاں پاؤں پہلے رکھے گا جیسا کہ یہ مطلقاً مسجد سے نکلنے کے آداب میں سے ہے۔

۲۴۔ الفتاوی، المجلد (۱)، کتاب المناسك، الباب الخامس فی کیفیۃ أداء الحج، ص ۲۲۷

۲۵۔ المسلك المتقسط إلى المنسك المتوسط، باب السعي بين الصفا و المروۃ، ص ۱۷۹

Ishaate Islam

اس سے بھی ثابت ہے کہ مسعیٰ مسجد سے خارج ہے اور مسجد حرام سے مسعیٰ کا اتصال، مسجد ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۱۳ ذوالحجۃ ۱٤۲۷ھ، ۲ یناير ۲۰۰۷ م (337-F)

حج کی سعی میں تاخیر کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے تمتع کیا جس میں طوافِ زیارت کے بعد سعی نہ کی اور نہ ہی اس نے یہ سعی پہلے کی تھی اور طوافِ زیارت کے ایام ختم ہوگئے اب اس کے لئے کیا حکم ہے؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اسے چاہئے کہ وہ جب تک مکہ مکرمہ ہے تو سعی کر لے اور اس پر کچھ لازم نہ ہوگا کیونکہ سعی غیر موقّت ہے، چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان الکرمانی الحُنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

لأن السعي غير مؤقّت (۲٦)

یعنی، کیونکہ سعی غیر مؤقّت ہے۔

اور اسعد محمد سعید الصاغرجی "درمختار و رد المحتار" کی تلخیص میں لکھتے ہیں:

لأن السعي غير مؤقت بل الشرط أن يأتي به بعد الطواف و قد وجد (۲۷)

یعنی، کیونکہ سعی غیر موقّت ہے بلکہ شرط یہ ہے کہ سعی طواف کے بعد پائی جائے وہ پائی گئی۔

صحتِ سعی کی ایک شرط اس کا طواف کے بعد پایا جانا ذکر کیا گیا اور طواف چاہے فرض

۲٦۔ المسالك في المناسك، المجلد (۱)، القسم الثاني، فصل في الترتيب فيه (أي في السعي)، ص ٤٧٣

۲۷۔ التيسير في الفقه الحنفي، كتب الحج، باب الجنايات، ص ٦٧٤

ہو یا نفل، طواف کے بعد سعی کی گئی تو درست ہو جائے گی، فرق صرف یہ ہے کہ حج سے قبل کرے گا تو احرام میں نفل طواف کے بعد کرے گا اور اگر وقوف کے بعد کرے گا تو طوافِ زیارت کے بعد کرے گا تو احرام ہونا شرط نہ ہوگا، دس ذی الحجہ کو حلق کے بعد کرے گا تو بغیر احرام میں کرے گا اور حلق سے قبل کیا تو طوافِ زیارت کی طرح سعی بھی احرام میں کرے گا، اس لئے نہیں کہ احرام اس طواف وسعی کے لئے شرط ہے بلکہ اس لئے کہ حلق یا تقصیر سے قبل اُسے سلے ہوئے کپڑے جائز نہیں۔

اور پھر صورت مسئولہ میں حج کی کوئی پابندی بھی اس کے ساتھ متعلق نہیں اس لئے کہ سوائے جماع کے ساری پابندیاں تو حلق یا قصر سے اُٹھ گئیں باقی رہی تھی آخری پابندی وہ طوافِ زیارت کے ساتھ معلّق تھی، وہ بھی اس نے کر لیا تو اب تو اس پر کوئی پابندی باقی نہ رہی اور سعی میں تأخیر کی کہ بارہ (۱۲) ذوالحجہ کا آفتاب غروب ہوگیا یعنی طوافِ زیارت کا واجب وقت گزر گیا اس کے بعد سعی کی تو اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی لکھتے ہیں:

لو أخّر السعي عن أيام النحر، و لو شهورًا لا شيء عليه

یعنی، اگر سعی میں قربانی کے دنوں سے (یعنی ۱۰، ۱۱، ۱۲ کے غروب آفتاب سے) سے مؤخر کیا، اگر چہ کئی ماہ (اس میں تاخیر کی) تو اس پر کچھ (لازم) نہیں۔

اس کے تحت ملا علی القاری متوفی ۱۰۱٤ھ لکھتے ہیں:

إلا أنه يكره له (۲۸)

یعنی، سعی کو ایام نحر سے مؤخر کرنا مکروہ ہے۔

اور یہاں کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہوگی کیونکہ کراہت تحریمی ہوتی تو کوئی جرمانہ لازم آسکتا تھا حالانکہ کوئی جرمانہ لازم نہیں ہوا اور اگر کوئی شخص سعی چھوڑ کر آجاتا ہے تو دَم دے دے کہ اس کا تدارک ہو جائے اور اگر دَم نہیں دیتا واپس جا کر وہ اسے ادا کرتا ہے اگر چہ کئی ماہ بعد تو بھی سعی ادا ہو جائے گی اور اس پر کچھ لازم نہیں آئے گا جیسا کہ فقہاء کرام

۲۸۔ السالك المتقسّط في المنسك المتوسط، باب الجنايات، فصل في الجناية في السعي، ص ۳٥٦

Ishaate Islam

نے اس کی تصریح کی ہے اگر چہ تاخیر شرعاً ناپسندیدہ ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۸شوال المکرم ۱٤۲۷ ھ، ۱نوفمبر ۲۰۰٦ م (231-F)

حج کی سعی کئے بغیر وطن واپسی کا حکم

استفتاء: کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے حج کیا اوراس نے حج کی سعی چھوڑ دی اور وطن واپس آ گیا، اب اس کے حج کا کیا حکم ہے؟

(السائل ظفر، کھار اور، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اس کا حج تو ہوگیا اور سعی چونکہ واجباتِ حج سے تھی جس کے ترک پر دم لازم ہوگا چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱٦۱ ھ لکھتے ہیں:

و من ترك السعي بين الصفا و المروة، فعليه دم و حجّه تام كذا في "القدوري" (۲۹)

یعنی، جس نے صفا ومروہ کے مابین سعی کو چھوڑ دیا تو اس پر دم لازم ہے اوراس کا حج تام ہے، اسی طرح "قدوری" میں ہے۔

اور دم سرزمین حرم پر دینا ضروری ہے لہٰذا اُسے چاہئے کہ خود نہ جا سکے تو کسی عمرہ یا حج کے لئے جانے والے کو رقم دے کر اپنا وکیل بنادے کہ حدودِ حرم میں وہ اس کی طرف سے دم کا جانور ذبح کردے۔ اور اُسے چاہئے کہ توبہ بھی کرے کہ ترکِ واجب گناہ ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲ جمادی الأولی ۱٤۲۸ ھ، ۱۹ مایو ۲۰۰۷ م (376-F)

۲۹۔ الفتاوی الهندیه، المجلد (۱)، کتاب الحج، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الخامس فی الطواف و السعی الخ، ص ۲٤۷

حج کی چھوڑی ہوئی سعی دوسرے سفر میں ادا کرنے پر دَم ساقط ہوگا یا نہیں؟

استفتاء: کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر حاجی طوافِ زیارت کے بعد سعی کی ادائیگی میں دیر کردے یہاں تک کہ ایام نحر (قربانی کے دن) گزر جائیں تو اس پر کیا لازم ہوگا اور کون سی چیز اس پر حرام رہے گی اور اگر وہ سعی کئے بغیر وطن واپس ہوگیا تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ اور اگر وطن سے دوسرے سفر حج یا عمرہ میں آ کر چھوڑی ہوئی سعی کرلے تو دَم ساقط ہوگا یا نہیں؟

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اس پر کوئی پابندی نہیں کیونکہ حج میں دو احلال ہیں ایک حلق یا تقصیر ہے، دوسرا طوافِ زیارت، پہلے سے ہر شے حلال ہوجاتی ہے سوائے بیوی کے ساتھ جماع اور دواعی جماع کے اور دوسرے سے یہ بھی حلال ہوجاتا ہے، چنانچہ ملا علی القاری متوفی ۱۰۱٤ ھ لکھتے ہیں:

إذفي الحجّ إحلالين: أن إحلال بالحلق، و يحلّ به كلّ شيء إلّا النّساء، وإحلالاً بطواف الزيارة، ويحلّ به النّساء أيضاً (۳۰)

یعنی، کیونکہ حج میں دو احلال ہیں، احلال بالحلق اور اس سے ہر شے حلال ہوجاتی ہے سوائے عورت کے اور دوسرا طوافِ زیارت سے احلال اور اس سے عورت بھی حلال ہوجاتی ہے۔

اور علماء کرام نے تصریح کی ہے کہ حاجی اگر حلق کے بعد طوافِ زیارت کر کے فارغ ہو اور اس نے بیوی سے جماع کیا پھر سعی تو اس پر کچھ لازم نہیں آئے گا۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

لو طاف لحجته و واقع النساء ثم سعى بعد ذلك أجزأه (۳۱)

۳۰۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب طواف الزیارة، ص ۲۳۲

۳۱۔ لباب المناسك مع شرحه لملا علی القاری، باب الجنایات، فصل: فی الجنایه فی السعی

Ishaate Islam

یعنی، اگر اپنے حج کے لئے طواف کیا اور بیویوں سے جماع کیا پھر اس کے بعد سعی کی تو اسے جائز ہوا۔

اور امام ابومنصور بن مکرم بن شعبان الکرمانی الحنفی لکھتے ہیں:

و لو سعی بعد ما حلّ من حجّته و واقع النساء أجزأه، لأن السعی غیر مؤقّت فشرطه أن یوجد بعد الطواف و قد وُجد (۳۲)

یعنی، اگر حج سے (طواف زیارت کر کے) فارغ ہوا اور بیویوں سے جماع کیا پھر سعی کی تو اسے جائز ہے کیونکہ سعی غیر مؤقت ہے پس اس کی شرط یہ ہے طواف کے بعد ہو اور وہ پائی گئی (یعنی سعی کا طواف کے بعد ہونا پایا گیا)۔

جماع کے جواز کی وجہ یہ ہے کہ اس پر احلال موقوف نہیں ہے چنانچہ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

و أما السعی عندنا من الواجبات فلا یتوقّف الإحلال علیه (۳۳)

یعنی مگر سعی ہمارے نزدیک واجبات سے ہے تو احلال اس پر موقوف نہیں۔

اور علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی لکھتے ہیں:

لو أخّر السعی عن أیام النحر، و لو شهوراً لا شیء علیه (۳٤)

یعنی، اگر سعی کو قربانی کے دنوں (یعنی ۱۰، ۱۱ اور ۱۲ تاریخ کے غروب آفتاب) سے مؤخر کیا، اگرچہ کئی ماہ (اس میں تاخیر کی) تو اس پر کچھ (لازم) نہیں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس پر کوئی پابندی باقی نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس تأخیر کی وجہ سے اس پر کچھ لازم آیا کیونکہ سعی مؤقت نہیں ہے اس کی شرط یہی ہے کہ طواف کے بعد ہو جیسا کہ مندرجہ بالا عبارت فقہاء سے ثابت ہے اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی

۳۲۔ المسالك فی المناسك، المجلد (۱) القسم الثانی فی بیان نسك الحج من فرائضه و سننه الخ، فصل فی الترتیب فیه (أی فی السعی)، ص ۴۷۳

۳۳۔ المسلك المتقسّط إلی المنسك المتوسّط، باب طواف الزیارة، ص ۲۰۶

۳٤۔ لُباب المناسك، باب طواف الزیارة

۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فالسعی و إن جاز تأخیره عن أیام النحر و التشریق الخ (۳۵)

یعنی، سعی اگرچہ یوم نحر اور ایام تشریق سے اس کی تأخیر جائز ہے الخ۔

ہاں اگر اس نے سعی کو ترک کر دیا اور وطن چلا گیا تو ترک سعی کی وجہ سے اس پر دم لازم ہوگا، کیونکہ سعی حج کے واجبات میں سے ہے اور ترک واجب کی وجہ سے دم لازم ہوگا۔

اور ایسا واجب جو مؤقت نہ ہو اس کے ترک کا تحقق خروج مکہ کے ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے "تنویر الأبصار" کی عبارت کہ "طواف صدر کے ترک پر دم لازم ہے" کے تحت لکھا ہے:

و لا یتحقق الترك إلا بالخروج من مكة (۳٦)

یعنی، ترک متحقق نہیں ہوتا مگر مکہ مکرمہ سے نکلنے سے۔ (یعنی مکہ مکرمہ سے نکلے گا تو ترک متحقق ہو جائے گا)

کیونکہ جب تک وہ مکہ میں ہے اس وقت تک اُس سے اس کا مطالبہ نہیں ہے، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لأنه ما دام فیها لم یطالب به ما لم یرد السفر (۳۷)

یعنی، کیونکہ جب تک مکہ میں ہے اس سے اس کا مطالبہ نہیں کیا جاتا جب تک وہ سفر کا ارادہ نہ کرے۔

اور اگر وہ سفر کا ارادہ کر لیتا ہے تو اب اس سے شرعاً مطالبہ ہے کہ وہ طواف صدر کرے جب نہیں کرتا اور چلا جاتا ہے تو ترک متحقق ہو جاتا ہے اور پھر اگر اس واجب کے ترک پر لازم آنے والا دم نہیں دیتا بلکہ آ کر ادا کرتا ہے چاہے کتنا عرصہ بعد ہی آئے تو اُس پر کچھ لازم نہیں آتا چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

۳۵۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب الجنایات، مطلب: لا یجب الضمان الخ، ص ۵۷۹

۳٦۔ الدر مختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ص ۵۵۳

۳۷۔ رد المحتار علی الدر المختار: ۵۵۳/۲

Ishaate Islam

أشار بالترك إلى أنه لو أتى بما تركه فإنه لا يلزمه شيئ مطلقاً لأنه ليس بمؤقّت (۳۸)

یعنی، مصنف نے ترک فرما کر اس طرح اشارہ کیا کہ اگر وہ اسے ادا کر لیتا ہے جسے اس نے ترک کر دیا تو اس پر مطلقاً کچھ لازم نہ ہوگا کیونکہ وہ (یعنی طوافِ صدر) مؤقت نہیں ہے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی صاحب بحر کی مندرجہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

أی ليس له وقت يفوت بفوته (۳۹)

یعنی، اس کے لئے کوئی وقت (مقرر) نہیں ہے کہ جس کے فوت ہونے سے طوافِ صدر فوت ہو جائے۔

اسی طرح سعی بھی حج کے واجبات سے ہے اور غیر مؤقت ہے یعنی اس کے لئے بھی کوئی وقت مقرر نہیں ہے جیسا کہ پہلے گزرا، اس لئے تاخیر پر کوئی چیز لازم نہیں آتی اور جب تک واپسی کا ارادہ نہ کرے اس سے سعی کا مطالبہ نہیں پھر اگر سعی کئے بغیر چلا جائے تو ترکِ سعی متحقق ہو جاتا ہے اب اس کی دو صورتیں ہیں یا تو لوٹ آئے اور سعی کرے تو اس صورت میں یہ واجب اس کے ذمے سے ساقط ہو جائے گا اگر نہ لوٹا تو دم دینا ہوگا پھر لوٹنے کی دو صورتیں ہیں اگر حدودِ میقات کے اندر سے لوٹا تو بلا احرام آسکتا ہے اور اگر میقات سے باہر نکل گیا پھر لوٹا تو حرم میں داخل ہونے کے لئے احرام باندھ کر آنا ہوگا اگر عمرے کا احرام باندھ کر آیا ہے تو پہلے عمرہ مکمل کرے گا پھر وہ سعی کرے گا جسے چھوڑ گیا تھا اور اگر حج کا احرام باندھ کر آتا ہے پھر حجِ تمتع ہے یا حجِ افراد یا حجِ قران، اگر تمتع ہے اور ہدی ساتھ نہیں لایا تو عمرہ کے افعال سے فارغ ہو کر چھوڑی ہوئی سعی کرے اگر حج تمتع ہے اور ہدی لایا ہے یا حج قران ہے عمرہ کے بعد احرام کے ساتھ ہی سعی کرے گا اور اگر حجِ افراد ہے تو طوافِ قدوم کے بعد سعی کرے گا، چنانچہ صاحب فتح

۳۸۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق، المجلد (۳)، کتاب الحج، باب الجنایات، ص ۲۱

۳۹۔ رد المحتار علی الدر المختار: ۲/۵۵۳

القدیر کے شاگرد (کما فی منحة الخالق للشامی) علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و لو ترك السعي و رجع إلى أهله فأراد العود يعود بإحرام جديد و إذا أعاد سقط الدم (۴۰)

یعنی، اگر سعی کو چھوڑ دیا اور اپنے اہل کی طرف لوٹا (یعنی میقات سے نکل گیا۔ مناسک ملا علی قاری) پھر مکہ لوٹنے کا ارادہ کیا تو نئے احرام کے ساتھ لوٹے گا (یعنی حرم میں داخل ہونے کے لئے۔ مناسک ملا علی قاری) پس جب اس نے (چھوڑی ہوئی سعی) کا اعادہ کر لیا تو دم ساقط ہوگا۔

اس کے تحت ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و قدم تقدّم أنه إذا عاد بإحرام جديد فإن كان بعمرة فبأتي أو لاً بأفعال العمرة، ثم يسعى، وإن كان بحج فبطوف أو لاً طواف القدوم ثم يسعى بعده (۴۱)

یعنی، پہلے بیان ہوا کہ وہ نئے احرام کے ساتھ لوٹے گا پس اگر عمرے کا احرام ہے تو پہلے عمرے کے افعال ادا کرے پھر سعی کرے گا اور اگر حج کا احرام ہے تو پہلے طوافِ قدوم کرے پھر اس کے بعد سعی کرے۔

اب یہ مسئلہ کہ سعی چھوڑ کر وطن چلے جانے کے بعد واپس آکر سعی ادا کر کے دم ساقط کروانا افضل ہے یا اس صورت میں دم دے دینا افضل ہے پھر چاہے واپس آئے یا نہ آئے تو فقہاء کرام نے فرمایا ہے ایسی صورت میں دم دے دینا افضل ہے، چنانچہ ''کتاب الاصل'' میں امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں:

و الدم أحب إليّ من الرجوع (۴۲)

یعنی، میرے نزدیک لوٹنے سے دم دے دینا زیادہ پسندیدہ ہے۔

۴۰۔ لباب المناسك، باب الجنايات، فصل فی الجنايه فی السعی

۴۱۔ المسلك المتقسّط إلى المناسك المتوسط، باب الجنايات، فصل فی الجنايه فی السعی، ص ۳۹۳

۴۲۔ المبسوط، المجلد (۲)، كتاب المناسك، باب السعی بين الصفا و المروة، ص ۳۴۲

Ishaate Islam

مناسکِ منیٰ

آٹھ ذوالحجہ کو منیٰ جانا اور نو کی رات منیٰ میں گزارنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نو ذوالحجہ کی رات منیٰ میں گزارنا کیا ہے اور اسی طرح آٹھ کے دن کو منیٰ میں جانا کیا ہے اور جو حاجی اس رات کو منیٰ میں نہ گزارے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: نو ذوالحجہ کی رات منیٰ میں بسر کرنا سنّت ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و إن بات بمكة تلك الليلة جاز و أساء (٤٥)

یعنی، ۹ ذوالحجہ کی رات اگر مکہ میں بسر کی تو جائز ہے اور اس نے اسائت کی (یعنی بُرا کیا)۔

اس کے تحت ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أی ترك السنّة على القول بها فقال الفارسي تبعاً كما في "المحيط" المبيت بها سنّة (٤٦)

یعنی، سنّت کے قول کی بنا پر ترک سنّت کی وجہ سے اسائت لازم آئی ہے، علامہ فارسی نے "محیط" کی اتباع میں فرمایا: منیٰ میں (نو ذوالحجہ کی) رات بسر کرنا سنّت ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

٤٥۔ لباب المناسك، باب خطبه يوم السابع، فصل في الرواح

٤٦۔ المسالك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب خطبه يوم السابع من ذي الحجه، فصل: في الرواح، ص ٢٠٨

المبيت بها فإنه سنّة كما في "المحيط" (٤٧)

یعنی، (نو تاریخ کی) رات منیٰ میں بسر کرنا تو وہ سنّت ہے جیسا کہ "محیط" میں ہے۔

اور اگر کسی نے یہ رات منیٰ میں بسر نہ کی پھر چاہے وہ یہ رات مکہ میں رہا ہو یا عرفات میں یا کسی اور جگہ، اس نے سنّت کے خلاف کر کے بُرا کیا، چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

و إن بات بمكة ليلة عرفة و صلى بها الفجر، ثم غدا منها إلى عرفات و مرّ على منىٰ جاز ذلك، و لكنه مسيء فيه، لأن الرواح إلى منىٰ يوم التروية سنّة و ترك السنّة مكروه إلا للضرورة، ملخصاً (٤٨)

یعنی، اور اگر عرفہ کی رات مکہ میں بسر کی اور نماز فجر وہیں ادا کی پھر وہاں سے عرفات روانہ ہوا اور منیٰ سے گزرا تو اُسے وہ جائز ہوا لیکن وہ اس میں اساءت (بُرا) کرنے والا ہوا، کیونکہ آٹھ ذوالحجہ کو منیٰ جانا سنّت ہے اور ترکِ سنّت مکروہ ہے مگر یہ کہ کسی شرعی ضرورت کی وجہ سے ہو۔ (تو مکروہ نہیں)

اور علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۰ھ لکھتے ہیں:

و إن بات بمكة تلك الليلة جاز و أساء (٤٩)

یعنی، اگر وہ رات مکہ میں بسر کی تو جائز ہوا اور اس نے بُرا کیا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

٤٧۔ رد المحتار على الدر المختار، المجلد (٢)، كتاب الحج، فصل في الإحرام، مطلب: في الرواح إلى عرفات، ص ٥٠٢

٤٨۔ المسالك في المناسك، فصل في الرواح من مكه إلىٰ منىٰ، ص ٤٨٧

٤٩۔ لُباب المناسك، باب خطبه يوم السابع، فصل في الرواح

Ishaate Islam

بودن شب عرفہ در منیٰ سنّت است، پس اگر توقف نمود شب عرفہ در مکہ یا در عرفات یا در جائے دیگر اساءت کردہ باشد بسبب ترک سنّت (۵۰)

یعنی، عرفہ کی رات کو منیٰ میں ہونا سنّت ہے پس اگر شب عرفہ مکہ میں ٹھہرا رہا یا عرفات میں یا کسی اور جگہ تو اس نے ترکِ سنّت کے سبب اسائت کی۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

اگر عرفہ کی رات مکہ میں گزاری اور نویں کو فجر پڑھ کر منیٰ سے ہوتا ہوا عرفات میں پہنچا تو حج ہو جائے گا مگر بُرا کیا کہ سنّت کو ترک کیا۔ (۵۱)

اسی طرح وہ شخص جو رات منیٰ میں تو تھا مگر طلوعِ آفتاب سے قبل عرفات کو نکلا اس نے بھی بُرا کیا، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں:

یوہیں اگر رات منیٰ میں گزاری مگر صبح صادق ہونے سے پہلے یا نماز فجر سے پہلے یا آفتاب نکلنے سے پہلے عرفات چلا گیا تو بُرا کیا۔ (۵۲)

اور آٹھ تاریخ دن میں منیٰ کو نکلنا سنّت ہے اور اس کا تارک سنّت کا تارک ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

خروج کردن از مکہ بسوی منیٰ در روز ترویہ سنّت است پس اگر خروج نہ کرد دران روز اساءت کردہ باشد بواسطہ مخالفت سنّت مگر آن کہ بعذرے باشد۔ (۵۳)

یعنی، آٹھ ذوالحجہ کو مکہ سے منیٰ کی جانب نکلنا سنّت ہے پس اگر اس روز نہ نکلا تو بُرا کیا، اس وجہ سے کہ اس نے سنّت کی مخالفت کی مگر یہ کہ اس کا نہ نکلنا کسی عذر (شرعی) کی وجہ سے ہو۔

اور دن میں بھی سورج نکلنے کے بعد منیٰ کو روانہ ہونا افضل ہے اور اگر کوئی طلوعِ آفتاب

۵۰۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب پنجم، فصل چہارم، ص ۱۷۱

۵۱۔ بہار شریعت، حصہ (۶)، حج کا بیان، منیٰ کی روانگی اور عرفہ کا وقوف، ص ۶۷

۵۲۔ بہار شریعت، حصہ (۶)، ص ۶۷

۵۳۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۱۷۱

سے قبل گیا تو بھی جائز ہے اسی طرح زوال کے بعد بھی جائز ہے کیونکہ ظہر کی نماز وہاں پڑھنی ہے، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی لکھتے ہیں:

(۸ ذی الحج) جب آفتاب نکل آئے منیٰ کو چلو، اگر آفتاب نکلنے کے پہلے ہی چلا گیا جب بھی جائز ہے، مگر بعد میں بہتر ہے، اور زوال کے بعد بھی جا سکتا ہے مگر ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھے، نیز آگے لکھتے ہیں کہ آج ظہر سے نویں کی صبح تک پانچ نمازیں یہاں (منیٰ میں) پڑھو، یہاں رات کو ٹھہرو۔ (۵۴)

اور دیکھا گیا ہے کہ اکثر معلّم رات کو ہی تاج کرام کو منیٰ سے عرفات پہنچا دیتے ہیں اور گروپ والے بھی یہی چاہتے ہیں کہ اُن کے حاجی رات کو ہی عرفات پہنچ جائیں تاکہ دن میں ٹریفک جام ہونے کے باعث اُن کے حاجی پریشان نہ ہوں اور یہ حقیقت ہے کہ جو گاڑیاں نو تاریخ کو دیر سے نکلتی ہیں وہ اکثر راستے میں پھنس جاتی ہیں۔ تو ان لوگوں کو چاہئے کہ اپنے معلّم کو مجبور کریں کہ علی الصبح اُن کو گاڑی فراہم کرے تاکہ ترکِ سنّت بھی نہ ہو اور بھیڑ میں پھنسنے کا اندیشہ بھی نہ رہے، اگرچہ افضل یہ ہے کہ طلوعِ آفتاب کے بعد عرفات کو روانہ ہو۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ۶ ذی القعدۃ ۱۴۲۷ھ، ۲۸ نومبر ۲۰۰۶ م (262-F)

گیارہ اور بارہ ذوالحج کی راتیں منیٰ میں گزارنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کی راتوں میں کوئی حاجی ایک پہر کے لئے بھی منیٰ نہ آئے تو کیا اس پر کچھ واجب ہوگا؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: ایام رمی کی راتیں منیٰ میں گزارنا

۵۴۔ بہار شریعت، حصہ ششم، ص ۶۶

Ishaate Islam

فی المناسك، باب فی رمی الجمار، و أحمد فی "مسنده" (٦/ ٩٠)، و أبو یعلی فی "مسنده" و ابن حبان فی "صحیحه" و الدارقطنی فی "سننه" و الحاکم فی "المستدرك"

یعنی، (طوافِ زیارت کی ادائیگی کے بعد) نبی ﷺ پھر مکہ مکرمہ سے منیٰ تشریف لائے اور ایامِ تشریق کی راتیں وہیں گزاریں۔

اور امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

لما روی: "أنّ النّبیّ ﷺ بَاتَ بِمِنیً لَیَالِیَ الرَّمْیِ" وهذه البیتوتة سنّةٌ عندنا (٥٥)

یعنی، اس لئے کہ مروی ہے: ''بے شک نبی ﷺ نے رمی کی راتیں منیٰ میں گزاریں'' اور یہ راتیں (منیٰ میں) گزارنا ہمارے نزدیک سنّت ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی لکھتے ہیں:

و السنّة أن یبیت بمنی لیالی أیام الرمی (٥٦)

یعنی، سنّت یہ ہے کہ حاجی ایام رمی کی راتیں منیٰ میں گزارے۔

اور ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لأن البیتوتة بمنی لیالیها سنّة عندنا (٥٧)

یعنی، کیونکہ یہ راتیں منیٰ میں گزارنا ہمارے نزدیک سنّت ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

دسویں، گیارہویں، بارہویں کی راتیں منیٰ میں بسر کرنا سنّت ہے۔(۵۸)

٥٥۔ المسالك فی المناسك، المجلد (١)، فصل فی دخول مكة بطواف الزیارة، ص٥٩٣

٥٦۔ لباب المناسك، باب طواف الزیارة، فصل إذا فرغ من الطواف

٥٧۔ المسلك المتقسّط، باب طواف الزیارة، فصل إذا فرغ من الطواف، ص ٢٦٠

٥٨۔ بہارِ شریعت، حصہ(٦)، حج کا بیان، طوافِ فرض، ص ۸۷

لہٰذا جو شخص ان راتوں میں ایک پہر کو بھی منیٰ نہ آئے وہ تارکِ سنّت ہوگا اور اس کا یہ فعل مکروہ ہوگا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی "لباب" میں اور ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

"و لو بات" أکثر لیلها فی غیر منی "کره" أی تنزیهاً، "و لا یلزمه الشیء" أی عندنا (٥٩)

یعنی، اگر اس نے یہ راتیں منیٰ کے علاوہ اور جگہ گزاریں تو مکروہ تنزیہی ہوگا اور ہمارے نزدیک اُسے کچھ لازم نہ ہوگا۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فیبیت بها للرمی أی لیالی أیام الرمی، هو السنّة، فلو بات بغیره کره، و لا یلزمه شیء (٦٠)

یعنی، حاجی رمی کے لئے ایامِ رمی کی راتیں منیٰ میں گزارے گا یہ سنّت ہے، پس اگر اس نے منیٰ کے علاوہ کسی اور جگہ راتیں گزاریں تو مکروہ نہ ہوگا اور اس پر کچھ لازم نہ ہوگا۔

اور کچھ لازم نہ ہونا اس لئے ہے کہ رمی کی راتیں منیٰ میں بسر کرنا واجب نہیں، چنانچہ علامہ مظفر الدین ابن الساعاتی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

و لا نوجب المبیت فی هذه اللیالی بمنیً و یکره ترکه (و قال ابن ملك فی شرحه: أی لیالی الرمی، و هی لیلة الحادی عشر، و الثانی عشر، و الثالث عشر) (٦١)

یعنی، ہم ان راتوں کو منیٰ میں بسر کرنا واجب نہیں کرتے (شارح ابن

٥٩۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، ص ٢٦٠

٦٠۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (٢)، كتاب الحج، مطلب: فی حكم صلاة العید و الجمعة فی منیٰ، ص ٥٢٠

٦١۔ مجمع البحرین، فصل فی صفة أفعال الحج، ص ٢٣١

Ishaate Islam

ملک نے فرمایا: یعنی وہ راتیں یہ ہیں: گیارہ، بارہ اور تیرہ کی رات) اور اس کا ترک مکروہ ہے۔

اور شارح ابن ملک نے منیٰ میں بسر ہونے والی راتوں میں تیرہ کی رات بھی ذکر کی ہے تو تیرہ کی رات منیٰ میں بسر کرنا اس شخص کے حق میں مسنون ہوگا جسے ۱۲ تاریخ کا سورج منیٰ میں ہی غروب ہو جائے اور کراہت سے مراد ظاہر ہے کہ تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی کہ وہ واجب کے مقابل ہوتی ہے جب کہ منیٰ میں رات کا قیام ہمارے نزدیک سرے سے واجب ہی نہیں بلکہ مسنون ہے۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ٦ ذی القعدة ١٤٢٧ھ، ٢٨ نومبر ٢٠٠٦ م (263-F)

گیارہ اور بارہ تاریخ کو رمی کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ گیارہ اور بارہ کو رمی زوال سے قبل کرنا شرعاً کیسا ہے؟ اگر کوئی شخص زوال سے قبل رمی کرلے تو وہ رمی شمار ہوگی یا نہیں اگر نہیں تو کیا اس پر اس سے مشروع وقت میں اعادہ لازم ہوگا اور بعض حنفی علماء کرام زوال سے قبل رمی کو جائز قرار دیتے ہیں ان کے قول کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کی رمی کا وقت زوال کے بعد شروع ہوتا ہے اور صحیح، ومشہور قول کے مطابق اس سے قبل رمی کی تو درست نہ ہوگی، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

> وقت صحت برائے رمی جمرات ثلاثہ در روز ثانی وثالث از ایام نحر ابتداء آن بعد از زوال است پس جائز نیفتد رمی قبل از وی درین ہر دو روز بر قول صحیح مشہور رو ہو مختار صاحب "الہدایة"، و"قاضی خان"، و

"الکافی" و"البدائع" وغیرہم، وردر وایتی آمدہ کہ جائز است رمی درین دو روز قبل از زوال نزد ابی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ، اگر چہ افضل بعد الزوال است ولیکن ظاہر الروایة قول اول است۔ (۳۰۳)

یعنی، ایام نحر کے دوسرے اور تیسرے روز رمی جمرات کے درست ہونے کے وقت کی ابتداء زوال کے بعد ہے، پس ان دونوں دنوں میں زوال سے قبل رمی صحیح مشہور قول کے مطابق جائز نہ ہوگی اور یہی قول صاحب "ہدایہ"، "قاضی خان"، صاحب "کافی"، اور صاحب "بدائع" و غیرہم کا مختار ہے۔ اور ایک روایت (جو کہ غیر ظاہر الروایت ہے) میں آتا ہے کہ ان دونوں دنوں میں زوالِ آفتاب سے قبل رمی امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز ہے، اگر چہ افضل رمی بعد الزوال ہے، لیکن ظاہر الروایت پر بالاقول ہے (جو کہ عدم جواز کا قول ہے)۔

اور "حیاة القلوب" کے حاشیہ میں ہے:

و احترز فی "المحیط" بقوله: "فی ظاهر الروایة" عمّا ذکره الحاکم فی "المنتقیٰ" عن الإمام أنه لو أراد النفر فی الیوم الثالث قبل الزوال جاز له أن یرمی، کذا فی "المبسوط" و کثیر من المعتبرات، وهی روایة عن أبی یوسف، کذا فی "شرح الطحاوی" و علی هذه الروایة عمل الناس الیوم، و فیها رحمة الراحة من الرحمة (ضیاء الأبصار حاشیة لنسك الدر المختار، شیخ محمد طاهر سنبل المکی علیه الرحمه)۔ صحیح آنست کہ مصنف قدس اللہ سرہ نوشت قول ثانی ضعیف و مرجوح است۔ در "غنیة الناسك" مصنفہ سید حسن شاہ مہاجر مکی می نویسد: فلا

۶۲۔ حیاة القلوب، باب دهم، فصل چهارم دربیان وقت رمی جمار، ص ۲۱۶

یجوز قبل الزوال فی ظاهر الروایة، و علیه الجمهور و من أصحاب المتون و الشروح و الفتاوی، قال فی "الفیض": وهو الصواب اھ و روی حسن الخ وهو خلاف ظاهر الروایة، و خلاف النّصّ من فعله ﷺ، و فعل الصحابة بعدهٗ، و قال فی "البدائع": و هذا باب لا یعرف بالقیاس بل التوقیف اھ، و قال فی "الفتح": لا یجوز فیهما قبل الزوال اتفاقاً لوجوب إتباع المنقول لعدم المعقولیة اھ، قال فی "البر": ما اتفق علیه أصحابنا فی الروایات الظاهرة یفتی به قطعاً و اختلفوا فیما اختلفوا فیه اھ، و قال الشارح: و الصحیح أنه لا یصح فی الیومین إلا بعد الزوال مطلقاً اھ (۶۳)

یعنی، اور "محیط" میں اپنے قول "فی الظاهر الروایة" میں اس سے احتراز کیا جسے حاکم نے "منتقیٰ" میں امام اعظم سے ذکر کیا کہ اگر حاجی تیسرے دن زوال سے قبل کوچ کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے جائز ہے کہ رمی کرلے، اسی طرح "مبسوط" اور کثیر معتبرات میں ہے کہ یہ امام ابو یوسف سے ایک روایت ہے اسی طرح "شرح الطحاوی" میں ہے۔ اور اس پر آج لوگوں کا عمل ہے اور اسی میں زحمت سے راحت ہے (ضیاء الأبصار حاشیه نسك در مختار لشیخ محمد طاهر سنبل مکی حنفی علیه الرحمه) اور صحیح وہی ہے جسے مصنف (مخدوم محمد ہاشم) قدس سرہ نے ذکر کیا، دوسرا قول ضعیف اور مرجوح ہے۔ "غنیة الناسك" "مصنفہ سید حسن شاہ مہاجر مکی میں لکھتے ہیں: پس ظاہر الروایۃ میں رمی قبل الزوال جائز نہیں ہے اور اصحاب

۶۳۔ حاشیه حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، ص ۲۱۶۔۲۱۷

متون وشروح اور فتاوی سے جمہور علماء اسی پر ہیں۔ "فیض" میں فرمایا: یہی صواب ہے اھ اور حسن بن زیاد نے روایت کیا ہے الخ (امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے کہ اگر وہ ایام نحر کے تیسرے روز (یعنی بارہ ذوالحجہ کو) کوچ کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ زوال سے قبل رمی کرلے، اگرچہ زوال کے بعد رمی کرنا افضل ہے اور جو شخص اس روز کوچ کا ارادہ نہیں رکھتا اس کے لئے زوال سے قبل رمی کرنا جائز نہیں ہے۔ غنیة الناسك باب رمی الجمار، ص ۱۸۱) اور وہ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے اور حضور ﷺ کے فعل اور آپ کے بعد آپ کے صحابہ کرام کے فعل کی تصریح کے خلاف ہے اور "بدائع" میں فرمایا یہ باب (یعنی حج کا باب) قیاس سے نہیں پہچانا جاتا بلکہ توقیف سے پہچانا جاتا ہے اھ اور "فتح القدیر" میں فرمایا ان دونوں دنوں میں رمی زوال سے قبل بالاتفاق جائز نہیں کیونکہ معقولیت نہ ہونے کی وجہ سے منقول کی اتباع واجب ہونے کے سبب (رمی قبل الزوال جائز نہیں) اھ اور "در مختار" میں فرمایا: روایاتِ ظاہرہ جس پر ہمارے اصحاب نے اتفاق کیا قطعاً اسی پر فتویٰ دیا جائے گا اور فقہاء کا فتویٰ دینے میں ان روایات کے بارے میں اختلاف ہے جن میں ہمارے اصحاب نے اختلاف کیا اھ ("در مختار" کی یہ عبارت "غنیة الناسك" کے مطبوعہ نسخے میں اس مقام پر نہیں ہے۔ نعیمی) اور شارح نے فرمایا: اور صحیح یہ ہے کہ رمی ان دونوں گیارہ اور بارہ تاریخ میں مطلقاً درست نہیں مگر زوال کے بعد۔

اور علامہ سراج الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ صاحب کنز کے قول "قارم الجمار الثلاث فی ثانی النحر بعد الزوال" (پھر یوم نحر کے دوسرے روز زوال کے بعد تینوں جمرات کی رمی کر) کے تحت لکھتے ہیں:

Ishaate Islam

بیان لأول وقته، و هذا هو المشهور عن الإمام

یعنی، (مصنف کا یہ قول ان دنوں میں) رمی کے اول وقت کا بیان ہے) اور امام اعظم (کے اقوال میں) سے مشہور (قول) ہے۔

پھر امام اعظم سے غیر مشہور قول کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

و الظاهر الأول (٦٤)

یعنی، ظاہر الروایت پہلا قول ہے۔

لہٰذا بہر صورت ان دونوں کی رمی قبل الزوال صحیح نہ ہوگی۔

جب فقہاء کرام نے صراحۃً لکھا ہے کہ یوم نحر کے دوسرے اور تیسرے روز صحتِ رمی کا ابتدائی وقت زوالِ آفتاب کے بعد سے ہے اور اس سے قبل رمی درست نہ ہوگی تو ظاہر تو یہی ہے کہ کہ جب رمی درست نہ ہوئی تو اعادہ لازم ہوا اور وقت میں اعادہ نہ کرنے کی صورت میں دم لازم ہو مگر کُتُبِ فقہ خصوصاً کُتُبِ مناسک میں ایسی صورت میں دَم کا لازم ہونا نظر سے نہیں گزرا۔

اور بعض حنفی علماء کا ۱۱، ۱۲ کی قبلِ زوال رمی کو جائز کہنا ہرگز ہرگز درست نہیں، ان کا یہ قول قابل اعتبار نہیں کیونکہ کُتُبِ فقہ میں تصریح موجود ہے کہ قبلِ زوال رمی کا درست نہ ہونا ظاہر الروایت ہے اور ظاہر الروایت کے بارے میں علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

معناه ما كان من المسائل في الكتب التي رويت عن محمد بن الحسن رواية ظاهرة يفتى به و إن لم يصرحوا بتصحيحه (٦٥)

یعنی، ظاہر الروایۃ کا معنی یہ ہے کہ وہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہو جو اُن کُتُب میں ہے جنہیں امام محمد بن حسن شیبانی سے روایت ظاہرہ کے ساتھ روایت کیا گیا ہے، اسی پر فتویٰ دیا جائے گا اگرچہ انہوں نے اس (مسئلہ) کی تصحیح کی صراحت نہ کی ہو۔

٦٤۔ النهر الفائق شرح كنز الدقائق، المجلد (٢)، كتاب الحج، باب الإحرام، ص ٩١

٦٥۔ مجموعة رسائل ابن عابدين، شرح الرسالة المسماة بعقود رسم المفتي، ص ١٦

ہاں ایک صورت ہے کہ جب مسئلہ تو کُتُبِ ظاہر الروایہ میں مذکور ہو اور فقہاء کرام نے دوسری روایت کی تصحیح کی ہو جو ظاہر الروایہ کُتُب کے غیر میں مروی ہو تو اس وقت اس کا اتباع ہوگا کہ جس کی فقہاء کرام نے تصحیح کی، چنانچہ لکھتے ہیں:

نعم لو صححوا رواية أخرى من غير كتب ظاهر الرواية يتبع ما صححوه (ص ١٢٤)

یعنی، ہاں اگر دوسری روایت کی تصحیح کی غیر کُتُبِ ظاہر الروایہ سے اس کا اتباع کیا جائے جس کی تصحیح کی ہو۔

اور ظاہر الروایۃ میں غالب یہی ہوتا ہے کہ وہ ائمہ ثلاثہ (امام اعظم، ابو یوسف اور محمد حسن) کا قول ہو یا ان کے بعض کا قول ہو:

لكن الغالب الشائع في ظاهر الرواية أن يكون قول الثلاثة أو بعضهم (ص ١٦)

یعنی، لیکن ظاہر الروایہ میں غالب اور شائع ہے کہ وہ ائمہ ثلاثہ یا ان میں سے بعض کا قول ہو۔

لیکن اس کے لئے ایک قاعدہ ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

و ذكر المحقق ابن الهمام كما في فتاوى تلميذه العلامة قاسم أن ما لم يحك محمد فيه خلافاً فهو قولهم جميعاً (ص ١٩)

یعنی، محقق ابن ہمام نے ذکر کیا جیسا کہ ان کے شاگرد علامہ قاسم کے ''فتاویٰ'' میں ہے جب تک اس مسئلہ میں امام محمد اختلاف کی حکایت نہ کریں تو وہ ان سب (یعنی آئمہ ثلاثہ امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد) کا قول ہوتا ہے۔

اور اور علامہ حسن بن منصور اوزجندی قاضیخان متوفی ۵۹۲ھ (٦٦) لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی متوفی ۸۷۹ھ (٦٧) اور ان سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی

٦٦۔ (فتاوى قاضيخان على هامش الفتاوى الهندية، المجلد (١)، ص ٣

٦٧۔ و التصحيح و الترجيح على مختصر القدوري، مقدمة المؤلف، ص ١٢٤۔ ١٢٥

Ishaate Islam

(٦٨) نقل کرتے ہیں:

المفتی فی زماننا من أصحابنا إذا استفتی فی مسئلة و سئل عن واقعة إن کانت المسئلة مروية عن أصحابنا فی الرواية الظاهرة بلا خلاف بينهم فإنه يميل إليهم و يفتی بقولهم و لا يخالفهم برأيه و إن کان مجتهداً متقناً، لأن الظاهر أن يکون الحق مع أصحابنا و لا يعدوهم، و إجتهاده لا يبلغ اجتهادهم و لا ينظر إلی قول من خالفهم و لا يقبل حجته الخ

یعنی، ہمارے زمانے میں ہمارے اصحاب میں سے مفتی سے جب کسی بارے میں فتویٰ طلب کیا جائے یا کسی واقعہ کے بارے میں پوچھا جائے تو مسئلہ اگر ہمارے اصحاب سے ان کے آپس میں کسی اختلاف کے بغیر روایت ظاہرہ میں مروی ہو تو وہ ان کی طرف مائل ہوگا، اُن کے قول پر فتویٰ دے گا اور اپنی رائے سے اُن سے اختلاف نہیں کرے گا اگر چہ وہ (خود) مجتہد منتقن ہو، کیونکہ ظاہر ہے کہ حق ہمارے اصحاب کے ساتھ ہے تو وہ ان سے تجاوز نہیں کرے گا اور اس کا اجتہاد اُن کے اجتہاد کو نہیں پہنچتا اور جو اُن کی مخالفت کرے اس کے قول کی طرف نظر نہ کی جائے اور اس کی حجت قبول نہ کی جائے۔

اس سے ثابت ہوا کہ مقلّد اگر مجتہد ہو تو اُسے بھی ظاہر الروایت کا خلاف جائز نہیں، جب اس مقلّد کے لئے یہ حکم ہے جو مجتہد بھی ہے تو پھر مقلّد محض کے لئے بھلا ظاہر الروایت کا خلاف کیسے جائز ہوسکتا ہے، لہٰذا اس مسئلہ میں ظاہر الروایۃ پر یہی عمل ہوگا۔

اور اگر کوئی یہ کہے کہ جواز کا قول بھی امام اعظم سے ایک روایت ہے تو اس کے لئے عرض یہ ہے کہ اس سے انکار نہیں کہ فقہاء کرام نے بھی یہی لکھا ہے مگر ساتھ ہی یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ عدم جواز کا قول ظاہر الروایۃ ہے اور امام اعظم سے مشہور روایت ہے۔ اور ظاہر

٦٨۔ مجموعہ رسائل ابن عابدین، شرح الرسالہ المسماۃ بعقود رسم المفتی، ص ٢٤۔ ٢٥

الروایۃ اور مشہور قول ہی راجح ہے اور دوسری روایت نوادر کی روایت ہے اور غیر مشہور قول ہے اس لئے وہ مرجوح ہے اور مرجوح راجح کے مقابلے میں کالعدم ہوتا ہے چنانچہ علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی لکھتے ہیں:

و المرجوح فی مقابلة الراجح بمنزلة العَدَم (٦٩)

یعنی، مرجوح راجح کے مقابلے میں عدم کے مرتبے میں ہوتا ہے۔

اور علامہ قاسم حنفی، امام شہاب الدین ابو العباس احمد بن ادریس قرافی مصری مالکی متوفی ٦٨٤ھ کی کتاب "الإحکام فی تمییز الفتاوی عن الأحکام و تصرّفات القاضی و الإمام" سے نقل کرتے ہیں:

و إن کان مقلّداً جاز له أن يفتی بالمشهور فی مذهبه و أن يحکم به و إن لم يکن راجحاً عنده ..... و إما اتباع الهوی فی الحکم أو الفتيا فحرام إجماعاً، و أما الحکم أو الفتيا بما هو مرجوح فخلاف الإجماع اهـ (٧٠)

یعنی، اور اگر مقلِّد ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے مذہب میں (اپنے امام کے) مشہور (قول) پر فتویٰ دے اور اُسی کے ساتھ حکم کرے اگر چہ (وہ مشہور قول) اس کے اپنے نزدیک راجح نہ ہو..... مگر حکم اور فتویٰ میں خواہش کی پیروی تو وہ اجماعاً حرام ہے اور مرجوح قول پر حکم کرنا یا فتویٰ دینا تو یہ اجماع کے خلاف ہے۔

اور جب ان ایام میں غروبِ آفتاب کے بعد بھی رمی جائز ہے اگر چہ مکروہ ہے کیونکہ ان ایام میں صحتِ رمی کا وقت بالاتفاق دوسرے دن کے طلوعِ فجر تک ہے اس لئے دن کی رمی آنے والی رات میں کرے گا تو بھی درست ہو جائے گی اگر چہ غروبِ آفتاب کے بعد مکروہ ہے چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ٩٧٠ھ لکھتے ہیں:

٦٩۔ التصحیح و الترجیح، مقدمہ المؤلف، ص ١٢١

٧٠۔ التصحیح و الترجیح علی مختصر القدوری، ص ١٣٠

و هو ممتد إلى طلوع الشمس من الغد فلو رمى ليلاً صح و كره، كذا في "المحيط" (۷۱)

یعنی، وہ (یعنی صحت رمی کا وقت) اگلے روز کے طلوعِ آفتاب تک ہے لہٰذا اگر اس نے رات میں رمی کی تو درست ہوگئی، اگرچہ مکروہ ہے۔

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

ذكر مثله في "البحر العميق" و "منسك الفارسي"، و الطرابلسي و يخالفه ما في "لباب المناسك" و "شرحه" (أي الممسلك المتقسّط) من أنه إذا طلع الفجر فقد فات وقت الأداء عند الإمام خلافاً لهما و بقي وقت القضاء اتفاقاً فهو صريح في أن آخر الرمي في هذين اليومين إلى طلوع الفجر، و أقره عليه الشارح المرشدي و مثله في "منسك العفيف" و يدل عليه قول صاحب البدائع فإن آخر الرمي فيها إلى الليل فرمى قبل طلوع الفجر جاز و لا شيء عليه لأن الليل وقت الرمي في أيام الرمي لما روينا من الحديث ١ هـ..... و قول الحدادي في "الجوهرة النيرة" فإن رمى بالليل قبل طلوع الفجر جاز و لا شيء عليه ١ هـ و كان فيه اختلاف الرواية (۷۲)

یعنی، اس کی مثل "البحر العمیق"، "منسک الفارسی" اور "منسک الطرابلسی" میں ذکر کیا گیا اور جو "لباب المناسک" (یعنی ان سب میں ہے کہ جوازِ رمی وصحتِ رمی کا وقت طلوعِ آفتاب تک ہے) اور اس کی شرح میں ہے وہ اس کے مخالف ہے کہ جب (دوسرے دن کی) فجر

۷۱۔ البحر الرائق: ۲/۲۳۸

۷۲۔ منحة الخالق حاشية البحر الرائق، المجلد (۲)، كتاب الحج، باب الإحرام تحت قول الكنز: ثم إلى منى فلرم الخ و تحت قول البحر: و هو ممتد إلى طلوع الشمس، ص ۳۴۸

طلوع ہوئی تو امام اعظم کے نزدیک وقتِ ادا فوت ہوگیا برخلاف صاحبین کے اور قضاء کا وقت بالاتفاق باقی رہا اور یہ اس میں صریح ہے کہ ان دو دنوں (یعنی گیارہ اور بارہ ذوالحجہ) میں رمی کا آخری وقت طلوعِ فجر تک ہے اور اسی کو شارح مرشدی (یعنی علامہ حنیف الدین) نے ثابت رکھا اور اسی کی مثل "منسک العفیف" میں ہے اور اسی پر صاحب بدائع (علامہ علاؤ الدین کاسانی) کا قول دلالت کرتا ہے کہ ان دونوں میں رمی کا آخری وقت رات تک ہے پس جس نے طلوعِ فجر سے قبل رمی کر لی تو جائز ہے اور اس پر کچھ لازم نہیں کیونکہ رات ایام رمی میں رمی کا وقت ہے اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے ہم نے روایت کیا الخ اور (علامہ ابو بکر بن علی) حدادی کا "الجوهرة النيرة" میں قول ہے کہ پس اگر رات میں طلوعِ فجر سے قبل رمی کر لی تو جائز ہے اور اس پر کچھ نہیں الخ (علامہ شامی فرماتے ہیں) گویا کہ اس میں (یعنی ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذوالحجہ کو صحتِ رمی کے آخری وقت میں) روایت کا اختلاف ہے۔

بہر حال ہم متفق علیہ وقت یعنی طلوعِ فجر کو لے لیں تو بھی گیارہ اور بارہ کو زوال سے لے کر طلوعِ فجر تک کافی وقت ہے۔

اور پھر کمزور، ضعیف اور خواتین ازدحام کی وجہ سے اگر بعد المغرب یا رات کو رمی کریں تو ان کے لئے کراہت تنزیہی بھی نہیں ہے تو مرجوح قول پر عمل کر کے اجماع کا خلاف کرنا اور دوسروں کو یہی فتویٰ دینا سمجھ سے بالاتر ہے۔ باقی رہا امام اہلسنّت کے فتاویٰ میں ضرورت کے تحت زوال سے قبل رمی کے جواز کا ذکر تو اس کے لئے عرض ہے، امام اہلسنّت نے اپنے ایک فتویٰ میں اس کا ذکر کیا اور وہاں جو صورت مذکور ہے وہ فی زمانہ پائی ہی نہیں جاتی اور فی زمانہ اس کے پائے جانے کا امکان بھی نہیں اور پھر امام اہلسنّت نے اسی مقام پر یہ بھی لکھا ہے کہ ''یہ (یعنی گیارہ اور بارہ تاریخ کو زوال سے قبل رمی) ہمارے مذہب ظاہر الروایۃ میں گناہ

Ishaate Islam

ہے''، علماء کرام کو چاہئے کہ وہ خود بھی مذہب میں راجح اور صحیح اقوال پر عمل کریں اور دوسروں کو بھی اسی کے مطابق فتویٰ دیں۔ اس کے لئے وہ کُتُبِ فقہ کا مطالعہ کریں خصوصاً حج پر جانے والے اور وہ جن سے مناسکِ حج کے بارے کثرت سے سوال ہوتے ہیں وہ فقہ حنفی کی کُتُب میں مناسکِ حج وعمرہ کے مسائل کا ضرور مطالعہ رکھیں پھر بھی کسی مسئلہ کے بارے میں علم نہ ہو تو کُتُب کی طرف مراجعت کریں کُتُب میسر نہ آنے کی صورت میں ایسے علماء کی طرف خود رجوع کریں کہ جن کی مناسک پر اچھی نظر ہو پھر سائل کو وہ مسئلہ بتائیں ورنہ سائل کو دوسرے حنفی عالم کی طرف بھیج دیں۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۱۷ ذی القعدۃ ۱٤۲۷ھ، ۹ دیسمبر ۲۰۰٦م (276-F)

غروبِ آفتاب کے بعد رمی کا حکم؟

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا کوئی شخص شرعی عذر کے بغیر صرف ہجوم کی وجہ سے ۱۰ ذوالحجہ کی رمی غروبِ آفتاب کے بعد کرسکتا ہے؟

(السائل: محمد افضال عطاری، برنس روڈ، کراچی)

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ و تقدس الجواب: رمی اپنے وقت میں کرنا واجب ہے اور دس تاریخ کی رمی کا آخری وقت ۱۱ ذوالحجہ کی صبح صادق تک ہے اور رات میں رمی کرنا اس شخص کے لئے مکروہ تنزیہی ہے جو معذور نہ ہو اور جو معذور ہو اس کے لئے کراہت باقی نہیں رہتی۔ جیسے بیمار، کمزور اور خواتین وغیرہا۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں کہ

ویکرہ للفجر أی من الغروب إلی الفجر و کذا یکرہ قبل طلوع الشمس "بحر" وھذا عند عدم العذر الخ (۷۳)

۷۳۔ رد المحتار، المجلد (۲)، کتاب الحج، فصل فی الاحرام، وصفہ المفرد بالحج، مطلب: فی رمی جمرۃ العقبہ، ص ۵۱۵

یعنی اور غروب آفتاب سے لیکر فجر تک رمی کرنا مکروہ ہے اس طرح سورج نکلنے سے پہلے بھی مکروہ ہے۔ "بحر الرائق" اور یہ کراہت اس وقت ہے جب کوئی عذر نہ ہو۔

اور مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد وقار الدین متوفی ۱۴۱۳ھ لکھتے ہیں کہ

''رات میں رمی کرنا اگرچہ مکروہ ہے، مگر عذر کی وجہ سے یہ کراہت باقی نہیں رہتی۔''(۷۴)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۲۵ شوال المکرم ۱٤۲۳ھ/ ۳۰ دسمبر ۲۰۰۲ء (392_JIA)

ترکِ رمی کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے رمی نہ کی، کیا اس پر اس واجب کے ترک کے علاوہ اور کوئی دم لازم ہوگا جیسے ترکِ ترتیب وغیرہ؟

(السائل: سلیم، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: مفتی وقار الدین علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

مگر ایک دن کی رمی ترک ہونے سے بھی ایک دم اور صرف ایک جمرہ کی رمی ترک ہونے سے بھی ایک دم اور تینوں دنوں کی رمی ترک ہونے سے بھی ایک دم لازم آئے گا۔ لہٰذا اگر کوئی ایسا عذر ہو جس کی وجہ سے رمی نہیں کرسکتا ہے تو تیسرے دن دم دے گا، اور یہ دم زمین حرم پر دینا ضروری ہے۔(۷۵)

فقہاء کرام نے ایک دن کی رمی ترک ہوجانے پر بھی ایام رمی گزر جانے کے بعد ترکِ رمی کا دَم دینے کا حکم کیا ہے اس کی وجہ اگر ایک دن کی رمی ترک ہوئی اور اس نے دَم دے دیا

۷٤۔ وقار الفتاویٰ، المجلد (۲)، کتاب المناسک، رمی کا بیان، رمی میں نائب بنانے کی شرعی حیثیت، ص ۴۶۱

۷۵۔ وقار الفتاویٰ: ۲/۴۶۱

Ishaate Islam

پھر خدانخواستہ دوسرے یا تیسری دن کی رمی بھی ترک ہوگئی تو دوسرا دَم دینا پڑے گا، اسی طرح اگر ایک دن کی رمی ترک ہو جانے پر دَم دے دیا اور دوسرے دن پھر رمی نہ کرسکا تو اس نے اس دن کا دَم دے دیا پھر اگر تیسرے دن بھی رمی نہ کی تو تیسرا دَم پھر دینا ہوگا۔ اور اگر رمی ایک دن کی یا دونوں کی یا تینوں دنوں کی ترک ہوئی اور ایام رمی گزرنے کے بعد اس نے دَم دیا تو ایک ہی دَم کافی ہوگا رمی چاہے ایک دن کی ترک ہوئی ہو یا تینوں دنوں کی۔

چنانچہ مفتی محمد وقار الدین لکھتے ہیں: رمی ایک دن کی چھوٹ جائے یا تینوں دنوں کی، ایک شیطان کی چھوٹ جائے یا تینوں کی، ایک قربانی واجب ہوگی، اور یہ قربانی زمینِ حرم پر کرنا واجب ہوگی۔ (۷۶)

علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

و لو ترك رمي الحمار كلّها أو يوم واحد أو جمرة العقبة يوم النحر فعليه شاة (۷۷)

یعنی، اگر تمام جمرات کی رمی ترک کی یا ایک دن کی یا یومِ نحر میں جمرہ عقبہ کی (تمام صورتوں میں) اس پر بکری (دم کے طور پر ذبح کرنا) لازم ہے۔

اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

معناه: أنه تركها حتى غربت الشمس من آخر أيام التشريق، لأنه ترك واجباً من جنس واحدٍ، و إن لم تغرب الشمس يرميها على الترتيب، لكن يجب الدم لتأخيرها عنده ..... و ترك رمي يوم واحد عباضة مقصوصة، و كذا جمرة العقبة يوم النحر فتجب شاة (۷۸)

۷۶۔ وقار الفتاویٰ، جلد (۲)، کتاب المناسک، رمی کا بیان، ص ۴۶۱

۷۷۔ المختار: ۱/ ۲۱۱

۷۸۔ کتاب الاختیار لتعلیل المختار، المجلد (۱)، کتاب الحج، باب الجنایات، ص ۲۱۱

یعنی، اس کا معنی یہ ہے اس نے رمی کو ترک کر دیا یہاں تک کہ ایام تشریق کے آخری یوم کا سورج غروب ہوگیا، کیونکہ اس نے ایک ہی جنس کا واجب ترک کیا اور اگر سورج غروب نہ ہوا تو ترتیب کے ساتھ رمی کرے گا، لیکن (اس صورت میں) رمی میں تاخیر کی وجہ سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک دم واجب ہے برخلاف صاحبین کے اور ایک دن کی رمی کا ترک عبادتِ مقصودہ (کا ترک) ہے، اس طرح یومِ نحر میں جمرۂ عقبہ کی رمی (عبادتِ مقصودہ ہے اور اس کے ترک عبادتِ مقصودہ کا ترک ہے) تو (بطور دم) بکری (کا ذبح کرنا) واجب ہے۔

اور تمام صورتوں میں ایک ہی دم لازم آنے کی وجہ یہ ہے کہ جنایات ایک ہی جنس کی ہیں، چنانچہ امام کرمانی لکھتے ہیں:

إنما قلنا إنه يكفيه دم واحد لأن الزمان كلّه من جنس واحد صورةً و معنىً، فصار كأنه ترك عبادةً واحدةً عن وقتها، فيكفيه دم واحد (۷۹)

یعنی، ہم نے کہا اُسے ایک دم کافی ہے کیونکہ (رمی کا) کل زمانہ صورۃً اور معنیً ایک جنس ہے، تو یہ ایسے ہوگیا گویا اس نے ایک عبادت کو اپنے وقت سے ترک کیا تو اُسے ایک دم کافی ہے۔

اور فقیہ ابو الفتح ظہیر الدین الولوالجی متوفی ۵۴۰ھ لکھتے ہیں:

و الرميات جنس واحد صورةً و معنىً، إذا اجتمعت صارت كجناية واحدة فيكفيه دم واحد (۸۰)

یعنی، رمیاں صورۃً اور معنیً ایک جنس ہیں، جب جمع ہوگئیں تو ایک جنایت کی مثل ہوگئیں تو ایک دم کافی ہے۔

۷۹۔ المسالك في المناسك، المجلد (۲)، فصل في جنايات عرفة و مزدلفه و منى، ص ۷۸۰

۸۰۔ الفتاوى الولوالجيه، المجلد (۱)، كتاب الحج، الفصل الرابع، ذكر أيام رمي الحمار، ص ۲۵۹

Ishaate Islam

اورعلامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم متوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

إنما اكتفى بدم واحد بترك كل الرمي لإتحاد الجنس كما في الحلق (۸۱)

یعنی کل رمی کو ترک کرنے پر ایک ہی دم کافی ہے کیونکہ جنس متحد ہے۔

لہٰذا ایسا حاجی جس نے رمی نہ کی ہو اُسے چاہئے کہ ایام رمی گزرنے کے بعد حرم میں دم دے چنانچہ امام ابومنصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

و عليه دم واحد في قول أصحابنا جميعاً (۸۲)

یعنی، اگر ایامِ تشریق کے آخری دن کا سورج غروب ہوگیا اس سے رمی ساقط ہوگئی اور ہمارے جمیع اصحاب (احناف) کے قول میں اس پر ایک دم لازم ہوگیا۔

اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ رمی واجب ہے اور واجب کا بلاعذر ترک کرنا گناہ ہے تو بلا عذر ترکِ رمی کی بناپر جو گناہ لازم آیا وہ دَم دینے سے معاف نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے سچی توبہ بھی کرنا ضروری ہے اور پھر ہر دن بلکہ ہر جمرہ کی رمی کا ترک ایک الگ گناہ ہے۔ کسی شخص سے ایک دن کی رمی بلاعذر ترک ہوئی جس سے وہ گنہگار ہوا تو اس نے اس گناہ کی معافی کے لئے توبہ کی اور توبہ کی شرط ہے کہ وہ اس گناہ کے دوبارہ نہ کرنے کا سچا ارادہ رکھتا ہو اور دوبارہ وہ گناہ نہ کرنے کے پختہ عزم کے ساتھ توبہ کرے اور یہ شخص جب توبہ کرے گا تو یہی کہے گا یا اللہ اس دن کی رمی میں نے چھوڑ کر گناہ کیا تو مجھے معاف فرمادے اور اس کا عزم مصمّم یہ ہونا چاہئے کہ آئندہ یہ گناہ نہیں کروں گا جب وہ اس طرح توبہ کرے گا تو دوسرے اور تیسرے روز کی رمی کو کبھی بھی بلاعذر نہیں چھوڑے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے حدودِ حرم میں وعدہ کر چکا ہے اور ایک مسلمان عزت وحُرمت والے دنوں میں عظمت والے مقام پر بڑی شان والے ربّ سے کیا ہوا وعدہ ایک ہی دن بعد یا دو دن بعد توڑنے کی جسارت نہیں کرے گا۔

۸۱۔ النهر الفائق، المجلد (۲)، كتاب الحج، باب الجنايات، ص ۱۲۹

۸۲۔ المسالك في المناسك: ۷۸۰/۲

اور علماء کرام خصوصاً حج کی تربیت کرنے والوں اور حج وعمرہ کے بابت میں مسائل بتانے والوں کو چاہئے کہ لوگوں میں خصوصاً مالداروں میں جو سوچ پیدا ہورہی ہے کہ واجب ہی تو ہے دَم دے دیں گے اس طرح وہ اس واجب کو ترک کردیتے ہیں۔ اس غلط اور فاسد سوچ کا ازالہ کرنے کی کوشش کریں ورنہ ایک دن ایسا آئے گا کہ یہ لوگ حج کے صرف دو رُکن ادا کریں گے باقی تمام واجبات کے تارک ہوجائیں گے اُن کو بتائیں کہ تم دَم دے کر ترکِ واجب کا تدارک تو کرلو گے مگر عمداً قصداً بلاعذر ترک پر جو اللہ واحد القہار ناراض ہوا اور تم گنہگار ہوئے اس کا کیا کرو گے جس مال پر تم اتراتے ہوئے بر ملا ترکِ واجب کا ارتکاب کر رہے ہو اور اس پر دلیر ہورہے ہو وہ مال اللہ تعالیٰ ہی کا دیا ہوا ہے کہ جس کی تم نافرمانی کرتے ہو، جسے تم ناراض کرتے ہو، اس نے اگر تمہیں مالدار سے مفلس کر دیا اور تم کوڑی کوڑی کے محتاج ہوگئے تو کیا کرو گے۔ اس لئے تم اپنی اس منفی سوچ کو ترک کردو۔ اور پھر ترکِ واجب پر لازم آنے والے گناہ کا ایک ہی حل ہے کہ تم سچی توبہ کرو اور سچی توبہ یہی ہے کہ تم آئندہ وہ گناہ نہ کرنے کے عزم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور رو رو کر گڑ گڑا کر التجا کرو اپنے گناہ کی معافی مانگو۔ اس طرح ان کی تربیت کی جائے انہیں سمجھایا جائے تو امید ہے کہ یہ منفی سوچ ختم ہو جائے اور ہمارے یہاں کے عام لوگ وہاں دوسروں کو دیکھ کر بہت جلد ان کا اثر لیتے ہیں۔ ان میں کچھ اُمور تو اچھے ہوتے ہیں مگر اکثر غیر مستحسن جیسے غیر احرام میں ننگے سر نماز، احرام میں سلائی والے کپڑے وغیرہا تو اس بارے میں بھی عازمینِ حج وعمرہ کی اصلاح ضروری ہے، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ۷ ذی القعدة ۱۴۲۷ھ، ۲۹ نومبر ۲۰۰۶ م (266-F)

منیٰ میں غسل کی صورت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر حیض کا اختتام منیٰ میں ہو تو عام رواج میں عورت کو اسی وقت نہانا ہوتا ہے وہاں غسل خانوں کی نوعیت

کے پیش نظر عورت کیا کرے؟

(السائل: خواتین از لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: منیٰ، عرفات یا مزدلفہ میں ادا کئے جانے والے مناسکِ حج میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو حالتِ حیض میں یا حیض ختم ہونے کے بعد غسل نہ کرنے کی حالت میں ادا نہ ہو سکے اور نماز کی ادائیگی حالتِ حیض میں ویسے ہی ممنوع ہے اور حیض کے ختم ہونے کے بعد نماز ادا کرنے کے لئے عورت پر فرض ہے کہ وہ غسل کرے کیونکہ بغیر غسل کے نماز نہ ہوگی اور وہاں موجود غسل خانوں میں غسل کیا جا سکتا ہے صرف نماز کے اوقات میں رش ہوتا ہے دیگر اوقات میں بھیڑ نہیں ہوتی اور جہاں تک غسل خانوں میں بدن یا کپڑوں کے ناپاک ہونے کا احتمال ہے تو اس کے لئے غسل سے قبل غسل خانے کو پانی سے دھولیا جائے۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٤ذوالحجة ١٤٢٧ھ، ٢٤ دیسمبر ٢٠٠٦ م (318-F)

منیٰ میں غسل فرض ہونے کی صورت میں تیمّم کرنے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سردی کا موسم ہے اور منیٰ میں گرم پانی موجود نہ ہو تو ایک خاتون کا کہنا ہے ٹھنڈے پانی سے جوڑوں کا درد شروع ہو جاتا ہے اور جسم اکڑ جاتا ہے جس سے بڑی تکلیف ہوتی ہے اب اُسے اگر ماہواری کے بند ہونے پر غسل کرنا ہو تو کس طرح پاک ہوگی، کیا تیمّم کی اجازت ہے؟

(السائل: خاتون از لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں سوال سے ظاہر ہے کہ ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہے گرم پانی نہیں کرتا تو اس صورت میں گرم پانی سے غسل ضروری ہوگا، تیمّم جائز نہیں اور فی زمانہ موسم سرما میں منیٰ میں گرم پانی موجود ہوتا ہے اگر زیادہ گرم نہ ہو

تو ٹھنڈا بھی نہیں ہوگا اور اگر غسل خانہ میں موجود پانی گرم نہ ہو تو پانی گرم کیا جا سکتا ہے۔ پھر بھی شک ہو کہ گرم پانی میسر آئے گا یا نہیں تو ایک عدد بالٹی یا ٹب اور الیکٹرک ہیٹر ساتھ لے جایا جا سکتا ہے، اور وہاں پر بجلی موجود ہوتی ہے اس سے پانی گرم کیا جا سکتا ہے اور پھر چند خیموں کے بعد ایک کچن بنا ہوا ہے جہاں ایام منیٰ میں کھانا وغیرہ پکتا ہے عورت اپنے مُحرِم کے ذریعے وہاں سے پانی گرم کروا سکتی ہے۔ یہ بھی نہ ہو تو اگر عورت منیٰ میں ہے تو منیٰ سے مکہ دُور نہیں مکہ آ کر غسل کر سکتی ہے بہر حال اُسے غسل کرنا ہوگا۔ ہاں اگر کسی ایسی جگہ ہو جہاں گرم پانی کے حصول پر قدرت نہ ہو اور ٹھنڈا پانی ضرر دیتا ہو تو تیمّم جائز ہوگا۔ اس صورت میں غسل کے لئے تیمّم کرنا جائز ہوگا اور گرمی کے موسم یا گرمی کے وقت پانی ضرر نہ دیتا ہو تو ایسے وقت میں تیمّم کرنا جائز نہ ہوگا بلکہ غسل لازم ہوگا، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ١٣٦٧ھ لکھتے ہیں:

> بیماری میں اگر ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہے اور گرم پانی نقصان نہ کرے تو گرم سے وضو اور غسل ضروری ہے، ہاں اگر ایسی جگہ ہو کہ گرم پانی نہ مل سکے تو تیمّم کرے۔ یونہی ٹھنڈے وقت میں وضو یا غسل نقصان کرتا ہے اور گرم وقت میں نہیں، تو ٹھنڈے وقت تیمّم کرے اور پھر جب گرم وقت آئے تو آئندہ نماز کے لئے وضو کر لینا چاہئے جو نماز اس تیمّم سے پڑھ لی اس کے اعادہ کی حاجت نہیں۔ (٨٣)

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٤ذوالحجة ١٤٢٧ھ، ٢٤ دیسمبر ٢٠٠٦ م (321-F)

٨٣۔ بہار شریعت، جلد (١)، حصہ دوم تیمّم کے مسائل، ص ٤٨

Ishaate Islam

مناسکِ عرفات

وقوفِ عرفہ اور رویتِ ہلال

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بسا اوقات حکومت ذوالحجہ کا چاند کا اعلان غلط کر دیتی ہے بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے دس (۱۰) ذوالحجہ کو وقوف عرفہ کیا ہے حالانکہ وقوف عرفہ تو نو (۹) ذوالحجہ کو ہوتا ہے، اس صورت میں لوگوں کے حج کا کیا ہوگا جب کہ اب تدارک بھی ممکن نہیں ہوتا اور اگر اگلے سال حج کا حکم دیا جائے تو عظیم حرج واقع ہو جاتا ہے۔ اور اگر لوگوں نے حکومت کے اعلان پر آٹھ (۸) کو وقوفِ عرفہ کیا تو آٹھ (۸) تاریخ کو یا نو کی دوپہر سے قبل شرعی طور پر رویت کا ثبوت ملا جس کے مطابق عرفہ اگلا دن ہے اور جس دن لوگوں نے وقوف کیا تھا وہ آٹھ (۸) تاریخ ہے تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

اگر دوسرے دن عرفات کے وقوف کا حکم کیا جائے تو اس میں بھی بہت مشقت ہے، ظاہر ہے کہ سب کے سب تو دوسرے دن وقوف کے لئے جاتے نہیں اور حکومت کی طرف سے بھی دوسرے دن احرام کے ساتھ عرفات جانے پر پکڑ ہوتی ہے تو ایسی صورت میں تو حاجی مجبور ہو کر رہ جاتے ہیں پھر اگر ان پر دوسرے سال قضاء کا حکم لگایا جائے تو اس میں اور بھی مشقت ہے کہ کتنے حاجی تو دوسرے سال آنے کی استطاعت نہیں رکھتے اور پھر حکومتِ پاکستان کی طرف سے ایک عام حاجی پر پانچ سال تک حج کی پابندی ہوتی ہے۔

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: پہلی صورت میں سب کا حج ادا ہو جائے گا اور دوسری صورت میں دوسرے دن وقوف سب پر لازم ہوگا، چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان الکرمانی الحنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

قال: و إذا التبس على الناس هلال ذي الحجة، ووقف الناس بعد أن اكملوا عدة ذي القعدة ثلاثين يوماً، ثم تبيّن أن ذلك اليوم كان يوم النحر فوقوفهم صحيح و حجّهم صحيح استحساناً لقوله عليه الصلوٰة و السلام: "حَجُّكُمْ يَوْمَ تَحُجُّوْنَ" (۸٤)

جعل وقت الحج، الوقت الذي يقف فيه الناس بالجماعة، لأن هذا مما لا يمكن الاحتراز عنه مع حصول المشقّة العظيمة من قطع السفر البعيد و انفاق الأموال الكثيرة، فالله رحم هذه الأمة، و جوّز ذلك صيانة لطاعتهم عن الإبطال،

قال ولو وقفوا يوم التروية لا يجزيهم، لأن ذلك ممّا يمكن التحفّظ و الاحتراز عنه، وفيه أداء الطاعة و الفريضة قبل دخول وقتها، بخلاف المسألة الأولى (۸۵)

یعنی، جب لوگوں پر ذوالحجہ کا چاند مشتبہ ہو گیا اور لوگوں نے ذوالقعدہ کے تیس (۳۰) دن پورے کر کے وقوف کر لیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ دن تو یوم نحر تھا تو ان کا وقوف صحیح ہے اور ان کا حج استحساناً صحیح ہے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ''تمہارا حج اس دن ہے جس دن تم حج کرتے ہو''۔ نبی ﷺ نے اس وقت کو حج قرار دیا جس میں لوگ جماعت کے ساتھ وقوف کرتے ہیں، کیونکہ یہ وہ ہے جس سے مشقت عظیمہ، حصول کے سفر بعید طے کرنے، اور اموالِ کثیرہ خرچ کرنے کے باوجود جس سے احتراز ممکن نہیں، تو اللہ تعالیٰ نے اس امت پر رحم فرمایا اور بندوں کی طاعت کو ابطال سے بچانے کے لئے اسے جائز فرما دیا

۸٤۔ ذکرہ السرخسی فی "مبسوطہ": ٤/٦٥

۸۵۔ المسالك المناسك، المجلد (۱) فصل فی اشتباہ یوم عرفہ، ص ۵۱۵، ۵۱۶

فرمایا اگر لوگوں نے یوم ترویہ (۸ ذوالحجہ) کو وقوف کیا تو انہیں جائز نہ ہو گا کیونکہ یہ وہ ہے جس سے تحفظ اور اس سے احتراز ممکن ہے اور اس میں طاعت وفریضہ کی ادائیگی، اس فریضہ کا وقت داخل ہونے سے قبل ہے بخلاف پہلے مسئلے کے۔

لہٰذا پہلی صورت میں حج درست ہو جائے گا اور دوسری صورت کہ وقوف آٹھ ذوالحجہ کو کیا بعد کو معلوم ہوا کہ یوم عرفہ کل ہے تو سب کو اس روز وقوف لازم ہوگا اگر چہ اس میں بھی بڑی مشقت ہے لیکن یہ مشقت اس مشقت سے کم ہے کہ جہاں تدارک ممکن نہ تھا اس لئے شرع نے تدارک کے امکان اور عدم امکان کا اعتبار کیا جہاں تدارک ممکن نہ تھا وہاں جواز کا حکم دیا اور جہاں ممکن تھا وہاں تدارک کرنے کا حکم دیا اور تدارک یہ ہے کہ دوسرے روز عرفات جانا اور وقوف کرنا اور پھر یہ بات بھی یاد رہے کہ کسی آدمی نے بھی کہہ دیا کہ چاند فلاں تاریخ کو ہوا ہے تو اس کا اعتبار کیونکر ہوگا جب تک رؤیت اور شہادت کے تمام تقاضوں کو مدنظر نہ رکھا جائے ہر کسی کی بات معتبر نہ ہوگی کیونکہ ایک دو کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ پچیس تیس لاکھ عازمینِ حج کا مسئلہ ہے، لہٰذا جب تک رؤیت اپنے تمام شرعی تقاضے پورے نہ کرتی ہو اس کا ہرگز اعتبار نہ کیا جائے اور اس وقت تک نبی ﷺ کے فرمان "حَجُّكُمْ يَوْمَ تَحُجُّونَ" "تمہارا حج اس دن ہے جس دن تم حج کرتے ہو" پر عمل کیا جائے، ہاں اگر ایسی رؤیت کی ایسی شہادت آتی ہے کہ جس کا شرعاً اعتبار لازم ہے تو اس رؤیت کا اعتبار کیا جائے گا اور عازمینِ حج کو دوسرے دن وقوف کرنا لازم ہوگا جیسا کہ مندرجہ بالا عبارات میں مذکور ہے اور اُن لوگوں پر اس حج کی قضاء بھی لازم رہے گی اگر اگلے سال نہیں آ سکتا تو اس سے اگلے سال آئے، غرض یہ کہ زندگی میں اس کو آنا ہو گا نہ آ سکے تو مرنے سے قبل حج کی وصیت کرنی ہوگی یہ ایسے ہے جیسے کسی پر حج فرض ہو گیا پھر مالی طور پر کمزور ہو گیا تو فرض تو بہر حال اس پر باقی رہتا ہے چاہے قرض لے کر ادا کرے فرض تو اُسے ادا کرنا ہوگا ورنہ مرنے سے قبل اُسے اس کے لئے وصیت تو کرنا ہوگی۔

یا یوں سمجھیں کہ بالفرض ایک لاکھ ایسے حاجی کسی ملک سے روانہ ہوں کہ جن پر حج فرض

تھا میقات سے قبل کسی ملک میں روک لئے جائیں یہاں تک کہ ایام حج گزر جائیں تو فرض ان پر باقی رہے گا کوئی بھی فرض کے سقوط کا قائل نہیں اور پھر اگر کسی میقات سے احرام باندھ لیا ہو روکے جائیں تو دم احصار بھی دیں گے اور فرض بھی ان پر باقی رہے گا، اگر چہ یہ لوگ زر کثیر خرچ کر کے مشقت عظیمہ اُٹھا کر یہاں پہنچے مگر فرض ادا نہ کر سکے، لہٰذا مشقت کی وجہ سے فرض اگر باقی رہے یا قضاء لازم ہو تو اُسے ساقط نہیں کیا جا سکتا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۸ شوال المکرم ۱٤۲۷ ھ، ۱ نوفمبر ۲۰۰٦ م (226-F)

کیا یومِ عرفہ ایام حج میں شامل ہے

استفتاء: حج کے مہینے شوال، ذوالقعدہ، اور ذوالحجہ ہیں ان میں ذوالحجہ کا پورا مہینہ ان میں شامل ہے یا اس کے کچھ دن، اگر کچھ دن تو یوم نحر (دس ذی الحجہ) ان میں شامل ہے یا نہیں؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ حج کے مہینے تین ہیں، پہلا شوال، دوسرا ذوالقعدہ اور تیسرا ذوالحجہ ہے، پھر ان کے مابین ذوالحجہ میں اختلاف ہے، امام مالک کے نزدیک پورا مہینہ اشہرِ حج میں شامل ہے اور احناف اور حنابلہ کے نزدیک ذوالحجہ کے دس دن اشہر حج میں شامل ہیں یعنی اشہرِ حج کا آخری دن ذوالحجہ کی دسویں تاریخ ہے جسے یوم نحر کہتے ہیں جب کہ شوافع کے نزدیک یوم نحر اس میں داخل نہیں، ان کے نزدیک دسویں تاریخ کی رات اشہرِ حج کی آخری ہے۔ ہماری دلیل نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ:

"يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ يَوْمُ النَّحْرِ" (رواہ أبو داؤد)

یعنی، یوم حج اکبر یوم نحر ہے۔

اور یوم نحر میں حج کا ایک رکن طوافِ زیارت ادا کیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ متعدد افعالِ حج اس دن میں ادا ہوتے ہیں جیسے جمرۂ عقبہ کی رمی، ذبح، حلق۔ چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ ھ لکھتے ہیں:

و أما یوم النحر: فقد ذکر أبو بکر الرازی ما یدل علی أنه من أشهر الحج (٨٦)

یعنی، مگر یوم نحر تو امام ابوبکر رازی نے ذکر کیا جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ یوم نحر اشہر حج میں سے ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ٢٩ شوال المکرم ١٤٢٧ھ، ٢٢ نومبر ٢٠٠٦ م (223-F)

وقوفِ عرفہ کا مکمل وقت مسجد نمرہ کے عرفات سے خارج حصے میں گزارنے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص نے وقوفِ عرفہ کا وقت مسجد نمرہ میں گزار دیا یا وہ وہیں سے مزدلفہ کو لوٹا جب کہ اس مسجد کا کچھ حصہ عرفات سے خارج ہے تو اس کا یہ رکن ادا ہو گیا یا نہیں اور مسجد نمرہ کی حقیقت کیا ہے اور یہ دو حصوں میں کیوں ہے؟

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئولہ میں جیسا کہ سوال میں مذکور ہے کہ مسجد نمرہ کا کچھ حصہ عرفات سے خارج اور کچھ عرفات میں ہے، تو ظاہر ہے کہ اگر وقوف کے وقت سے قبل اس حصے میں گیا جو عرفات سے خارج ہے، اور وقوف کا وقت ختم ہونے کے بعد وہیں سے مزدلفہ لوٹا اور اس دوران حدودِ عرفات میں بالکل داخل نہ ہوا تو اس کا وقوف نہ ہوا اور وقوفِ عرفات ہی حج کا وہ اعظم رُکن ہے کہ وہ فوت ہو جائے تو حج ہی فوت ہو جاتا ہے، کیونکہ وہ حصہ جو عرفات سے خارج ہے وہ وقوف کی جگہ نہیں، اگر کسی نے وہاں وقوف کیا تو باتفاق ائمہ اربعہ یہ وقوف صحیح نہ ہوگا۔ اور فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ ''عرفات کی زمین کے علاوہ کہیں وقوف کیا تو وقوف صحیح نہ ہوگا، چاہے وہاں وقوف عمداً کیا ہو یا بھول کر، جگہ سے

٨٦۔ کتاب المنتقی و المزید، المجلد (٢) کتاب الحج، مسألہ (١٣٠٧)، ص ٤٦٩

واقفیت کی بنا پر ہو یا ناواقفیت کی بنا پر''۔(٨٧)

اور مسجد نمرہ کے عرفات سے خارج حصے میں بیٹھنے والے کی چند صورتیں ہیں اور وہ یہ ہیں کہ جو شخص وقوف عرفہ کے وقت میں اس حصے میں داخل ہوا اُسے بہر صورت عرفات کی حدود میں داخل ہو کر مسجد نمرہ میں داخل ہونا پڑے گا کہ اس مسجد کا دروازہ حدودِ عرفات میں ہے، تو جب وہ دروازے سے داخل ہو تو وقوف پایا گیا، یہاں تک کہ اس رات کے کسی بھی حصے میں نکلا تو اس کا وقوف ہو گیا کہ وہ وقت وقوف میں عرفات میں داخل ہوا، اگرچہ ایک لمحہ کے لئے تو وقوفِ عرفہ ہو گیا کیونکہ میدانِ عرفات کی حد کے اندر وقوف کے وقت ایک لحظہ کے لئے داخل ہو جانا وقوف کی فرض مقدار کو پورا کر دیتا ہے۔

اور وقوف عرفہ کا وقت امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک ٩ ذوالحجہ کے زوال شمس کے بعد شروع ہوتا ہے سوائے امام احمد کے، ان کے نزدیک پورا دن وقوف کا وقت ہے اور اس کا آخری وقت چاروں ائمہ کے نزدیک دس ذوالحجہ کی صبح صادق تک ہے۔(٨٨)

پھر دیکھا جائے گا کہ وہ حدودِ عرفات میں داخل ہونے کے بعد کب نکلا، اگر وہ وقوف کے وقت سے قبل آیا تھا اور غروب آفتاب کے بعد وقوف کے وقت میں نکلا تو فبہا ورنہ اگر غروب آفتاب سے قبل نکلا تو اس پر دم واجب ہوگا۔

اور اگر وہ دس ذوالحجہ کی رات کے کسی بھی حصے میں نکلا تو بھی اس کا وقوف ہو گیا کیونکہ وقوفِ عرفہ کا آخری وقت دس ذوالحجہ کی فجر کا طلوع ہونا ہے چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

و قوله فی أوانه: و هو من زوال یوم عرفة إلی قبیل طلوع فجر النحر (٨٩)

٨٧۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب ششم در بیان وقوف بعرفات، فصل اول در بیان قدر مفروض، ص ١٧٦

٨٨۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب اول، فصل ششم، ص ١٧٦

٨٩۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (٢)، کتاب الحج، مطلب: فی فروض الحج وواجباته، ص ٤٦٧

Ishaate Islam

یعنی، وقوفِ عرفہ کا وقت یومِ عرفہ کے زوال سے لے کر یومِ نحر کے طلوع ہونے سے پہلے تک ہے۔

اور ایک صورت ہے جو فی زمانہ بظاہر ممکن نظر نہیں آتی وہ یہ کہ وہ ۹ تاریخ کو زوال سے قبل داخل ہوا ہو اور دس تاریخ کی طلوعِ فجر یا اس کے بعد نکلا تو کہا جائے گا کہ اس کا وقوف فوت ہوگیا کیونکہ وقوفِ عرفہ حج کا رُکن ہے چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و الوقوف فی أوانه (۹۰)

یعنی، وقوف کے وقت میں وقوف کرنا حج کا فرض ہے۔ اور اس رُکن کے فوت ہوجانے سے حج فوت ہوجاتا ہے۔

اور مسجد کا نام، مسجد نمرہ تو اس مغرب کی سمت ایک چھوٹی پہاڑی ہے جس کا نام نمرہ ہے، اسی مناسبت سے اسے مسجد نمرہ کہا جاتا ہے۔ عرفہ کے روز رسول اللہ ﷺ نے یہیں ایک خیمہ قائم فرمایا تھا، زوال کے بعد آپ نے قریب ہی وادیٔ عُرنہ میں خطبہ ارشاد فرمایا، نماز کی امامت فرمائی، پھر جبلِ رحمت کے قریب چٹانوں کے پاس تشریف لائے، غروبِ آفتاب تک یہیں دُعا میں مشغول رہے، غروب کے بعد مزدلفہ کے لئے روانہ ہوئے۔ حدیث شریف میں ہے:

وَ أَمَرَ بِقُبَّةٍ مِنْ شَعَرٍ تُضْرَبُ بِنَمِرَةَ فَسَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ لَا تَشُكُّ قُرَيْشٌ إِلَّا أَنَّهُ وَاقِفٌ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ كَمَا كَانَتْ قُرَيْشٌ تَصْنَعُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَجَازَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى أَتٰى عَرَفَةَ، فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهُ بِنَمِرَةَ فَنَزَلَ بِهَا، حَتّٰى إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ، أَمَرَ بِالْقَصْوَاءِ، فَرُحِلَتْ لَهُ، فَأَتٰى بَطْنَ الْوَادِيْ، فَخَطَبَ النَّاسَ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ، وَ لَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا، ثُمَّ رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى أَتَى الْمَوْقِفَ الخ ملخصًا (۹۱)

۹۰۔ الدر المختار: ۴۶۷/۲

۹۱۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ، ص ۴۰۵۔ ۴۰۶، برقم: ۱۲۱۸/۱۴۷

یعنی، آپ نے بالوں سے بنے ہوئے ایک خیمہ کو مقام نمرہ میں نصب کرنے کا حکم فرمایا، پھر رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے، قریش کو یقین تھا کہ آپ مشعر الحرام (مزدلفہ) میں ٹھہر جائیں گے جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں قریش کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ وہاں سے گزر کر عرفات پہنچے، وہاں مقام نمرہ میں اپنا خیمہ نصب کیا ہوا پایا، آپ اس خیمہ میں ٹھہرے حتی کہ سورج ڈھل گیا پھر آپ نے اپنی اونٹنی قصواء کو تیار کرنے کا حکم فرمایا، پھر آپ نے بطن وادی میں آکر لوگوں کو خطبہ دیا، پھر اذان و اقامت ہوئی اور آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی پھر اقامت ہوئی اور آپ نے عصر کی نماز پڑھائی، ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی اور نماز نہ پڑھی، پھر رسول اللہ ﷺ سوار ہوئے یہاں تک کہ وقوف کی جگہ (جبل رحمت کے پاس) آئے الخ

جس جگہ آنحضرت ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا تھا اور نماز پڑھائی تھی وہاں دوسری صدی ہجری میں یہ مسجد بنادی گئی، اور رسول اللہ ﷺ نے وادیٔ عُرنہ میں حج کا خطبہ ارشاد فرمایا تھا اور یہ وادیٔ عرفات سے باہر ہے جیسا کہ فقہاء کرام کی تصریحات سے ثابت ہے، بالآخر اس جگہ جو مسجد بنی وہ بھی عرفات سے باہر تھی۔ بعد میں اس میں توسیع ہوتی رہی، یہی وجہ ہے کہ مسجد نمرہ دو حصوں میں تقسیم ہے، اگلا حصہ عرفات سے باہر ہے اور یہ مسجد کا قدیم حصہ ہے اور پچھلا حصہ عرفات کے اندر ہے اور یہ بعد کی توسیعات ہیں اور یہ مسجد عرفات کی مغربی حُدود پر واقع ہے اور اس وقت مسجد کے اندر بھی عرفات کی حدّ کو واضح کرنے کے لئے بورڈ لگے ہوئے ہیں جس سے حاجی بآسانی جان سکتا ہے کہ یہ حصہ عرفات میں ہے یا نہیں۔ اور یہ کہنا کہ حضور ﷺ نے خطبہ جبلِ رحمت کے پاس دیا سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ مندرجہ سطور میں مذکور مسلم شریف کی حدیث سے واضح طور پر مذکور ہے کہ آپ نے خطبہ نمرہ کے مقام پر دیا اور نمرہ حدودِ عرفات سے باہر ہے اور فقہاء احناف نے لکھا ہے کہ عرفات آنے کے بعد امام نے پہلے خطبہ دینا ہے اور پھر ظہر وعصر کی

Ishaate Islam

نمازیں پڑھائی ہیں۔ چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فبعد الزوال قبل صلاة الظهر خطب الإمام في المسجد خطبتين كالجمعة الخ (۹۲)

یعنی، (یومِ عرفہ) تو زوال کے بعد نمازِ ظہر سے قبل امام مسجد میں جمعہ کی مثل دو خطبے دے گا۔

اور مسجد سے مراد مسجدِ نمرہ ہے چنانچہ "در" کی اپنی عبارت کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں:

ثم سار إلى المسجد أي مسجد نمرة (۹۳)

یعنی، اس سے بھی ثابت ہے کہ خطبہ ونمازِ مسجدِ نمرہ میں ہے اور اس کا کچھ حصہ عرفات سے خارج ہے۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۱۴ ذی القعدة ۱۴۲۷ھ، ۶ دیسمبر ۲۰۰۶ م (271-F)

حاجی اور یومِ عرفہ کا روزہ

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ حاجی کو یومِ عرفہ کا روزہ رکھنا چاہئے یا افطار کرنا چاہئے، اگر رکھ لے تو کیا حکم ہے؟

(السائل: عبدالواحد، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: بعض فقہاء کرام نے لکھا ہے اگر حاجی سمجھے کہ روزہ اُسے افعالِ حج کی ادائیگی سے عاجز نہیں کرے گا اور ادائیگیٔ افعال میں اُسے روزے کے سبب نقاہت وکمزوری نہیں ہوگی تو وہ روزہ رکھ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور بعض نے لکھا کہ اس صورت میں اس کے لئے روزہ مستحب ہے، اور یہ بھی فرمایا حاجی یومِ عرفہ اگر اپنے اندر نقاہت محسوس کرے یا اُسے اس کا خوف ہو اور وہ روزے سے ہو اس

۹۲۔ الدر المختار: ۲/۵۰۴

۹۳۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۲)، کتاب الحج، مطلب: الرواح إلی عرفات، ص ۵۰۴

صورت میں اُسے افطار کرنے کی اجازت ہے کہ بعد میں اس کی قضا کر لے گا اور نقاہت و کمزوری محسوس ہونے یا اس کا خوف ہونے کی صورت میں روزہ رکھنا مکروہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ علامہ عالم بن العلاء الانصاری متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

و لا بأس بصوم عرفة وهو أفضل لمن قوي عليه في السفر و الحضر، رواه الحسن، و قد روي فيه نهي، و كذا صوم يوم التروية، و قيل: النهي في حق الحاج إن كان يضعفه أو يخاف الضعف، و في "الذخيرة" الواقف بعرفات إذا كان صائماً و خاف أن يضعفه يفطر، و في "الفتاوى العتابية" صوم يوم عرفة و التروية مستحب في حق غير الحاج و كذا من لا يخاف الضعف من الحاج (۹۴)

یعنی، یومِ عرفہ کا روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں اور یہ روزہ اس کے لئے افضل ہے جو سفر وحضر میں اس کی طاقت رکھتا ہو، اسے حسن بن زیاد نے روایت کیا، اور اس میں نہی (منع) کو بھی روایت کیا گیا ہے، اسی طرح یومِ ترویہ (۸ ذوالحجہ) کا روزہ، اور کہا گیا ہے نہی (ممانعت) حاجی کے حق میں ہے، اگر روزہ اُسے کمزور کرے یا اُسے کمزوری کا خوف ہو اور ''ذخیرہ'' میں ہے کہ عرفات میں وقوف کرنے والا جب روزہ دار ہو اور اُسے خوف ہو کہ روزہ اُسے کمزور کر دے گا تو وہ افطار کر لے (یعنی اس صورت میں اس پر قضا لازم ہوگی) اور ''فتاوی عتابیہ'' میں ہے کہ غیر حاجی کے حق میں یومِ عرفہ اور یومِ ترویہ (یعنی ۸ اور ۹ ذوالحجہ) کا روزہ مستحب ہے، اس طرح حاجیوں میں سے اس حاجی کے حق میں جسے کمزوری کا خوف نہ ہو۔

۹۴۔ الفتاوی التاتارخانیة، المجلد (۲)، کتاب الصوم، الفصل الثامن فی بیان الأوقات التی یکرہ فیها الصوم، ص ۲۹۵

Ishaate Islam

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: و عرفة و لو لحاج لم يضعفه

اور اس کے تحت علامہ سید محمد ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

صفة لحاج أي كان لا يضعفه عن الوقوف بعرفات، و لا يحل بالدعوات "محيط" فلو أضعفه كره (۹۵)

یعنی، مندوب ہے عرفہ کا روزہ اگرچہ حاجی کے لئے جب کہ حاجی کو کمزور نہ کرے (درمختار) یہ حاجی کی صفت ہے یعنی روزہ اگر اُسے وقوفِ عرفات سے کمزور نہیں کرتا اور دعائیں مانگنے میں حائل نہیں ہوتا۔ "محیط" میں ہے اگر اسے کمزور کرتا ہے تو مکروہ (تحریمی کما فی الدر) ہے۔

اور بعض نے لکھا اس روز حاجی کے لئے مسنون یہ ہے کہ وہ روزہ دار نہ ہو، چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

أما سنته فالاغتسال ..... وأن يكون مفطراً الخ (۹۶)

یعنی، مگر وقوف عرفہ کی سنّتیں پس غسل کرنا ہے..... اور روزہ دار نہ ہونا ہے الخ

اور بعض نے مطلق مکروہ لکھا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یوم عرفہ کی صبح حاجی منیٰ سے عرفات کا سفر کرتا ہے پھر وقوفِ عرفہ اور عصر تا مغرب دعا و مناجات میں رہتا ہے اور یہ وہ وقت ہوتا ہے جب روزہ دار طبعی طور پر کمزوری محسوس کرنے لگتا ہے کہ وہ اس وقت زیادہ محنت نہیں کر پاتا، اس طرح زیادہ بول بھی نہیں پاتا جب کہ اس نے اس وقت قیام کرنا ہے اور پورا وقت دعا و التجا میں گزارنا ہے تو روزہ دار حاجی کے بارے میں قوی امکان اور غالب گمان یہی ہے کہ وہ قیام و دعا میں روزے کی وجہ سے پیدا ہونے والی کمزوری کے سبب اس میں سُست پڑ جائے، لہٰذا اس کے حق میں افضل ہے کہ روزہ نہ رکھے اور غالب کا اعتبار کرتے ہوئے بعض فقہاء نے اس روز

۹۵۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۲)، کتاب الصوم، ص ۳۹۱

۹۶۔ الفتاوی الهندیه، المجلد (۱)، کتاب الحج، الباب الخامس فی کیفیه الحج، ص ۲۲۹

حاجی کے لئے روزہ کو مطلق مکروہ لکھا ہے، اس طرح آٹھ تاریخ کے روزے کو بھی حاجی کے حق میں مکروہ لکھا، چنانچہ علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری حنفی متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

و يكره صوم يوم عرفة بعرفات و كذا يوم التروية، لأنه يعجزه عن أداء أفعال الحج (۹۷)

یعنی، عرفات میں یوم عرفہ کا روزہ رکھنا مکروہ ہے اور اسی طرح یوم ترویہ (۸ ذوالحجہ) کا روزہ کیونکہ روزہ حاجی کو افعالِ حج کی ادائیگی سے عاجز کر دے گا۔

اور جہتِ کراہت کو ترجیح اس وجہ سے بھی ہے کہ حاجی کے حق میں اس روز روزہ سے ممانعت حدیث شریف سے ثابت ہے، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

اُمّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیہقی و طبرانی رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عرفہ کے روز روزہ کو ہزار دن کے برابر بتاتے۔ مگر حج کرنے والے پر جو عرفات میں ہے، اُسے عرفہ کے دن کا روزہ مکروہ ہے کہ ابو داؤد و نسائی و ابن خزیمہ رحمہم اللہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے عرفہ میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ (۹۸)

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۸ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۱ نومبر ۲۰۰۶ م (235-F)

عرفات میں نو ذوالحجہ کو جمع بین الصلاتین کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ عرفات میں جمع بین الصلاتین کو واجب سے بھی بڑھ کر جانتے ہیں اس جمع کی شرائط اور صحتِ

۹۷۔ خلاصه الفتاوی، المجلد (۱)، کتاب الصوم، الفصل الخامس فی الحظر و الإباحة، ص ۲۶۴

۹۸۔ بہار شریعت، حصہ (۵)، روزہ کا بیان، روزہ نفل کے فضائل

Ishaate Islam

اقتداء کی شرطیں بھی نظر انداز کر دیتے ہیں، آپ بتائیے کہ یہ جمع ہمارے فقہ میں کیا ہے واجب ہے یا مستحب؟

(السائل: محمد نبیل قادری)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: عرفات میں یوم عرفہ نماز ظہر وعصر کو ظہر کے وقت میں جمع کرنا ہمارے نزدیک مستحب ہے جب کہ یہ جمع ان شرائط کے مطابق ہو جن کا پایا جانا اس وقت اور اس مقام پر جمع بین الصلاتین کے لئے ضروری ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

واز انہاست جمع کردن میان نماز ظہر وعصر در وقت بشروطی کہ ذکر آنہا ہم درباب مذکور خواہد آمد (۹۹)

یعنی، حج کے مستحبات میں سے ظہر اور عصر کی نمازوں کا ظہر کے وقت ان شرائط کے مطابق جمع کرنا جو باب مذکور (یعنی باب وقوف) میں ذکر کی جائیں گی۔

اور علامہ محمد سلیمان اشرف لکھتے ہیں:

ظہر اور عصر جمع کرنے کی اجازت آج چند شرائط کے ساتھ ہیں، نو (۹) ذی الحج ہو، مقام عرفات ہو، نماز جماعت کے ساتھ ہو، جماعت کا امام امیر المؤمنین یا اس کا نائب ہو، اگر کسی نے امام کے ساتھ نہیں پڑھی تنہا پڑھی یا اپنی جماعت علیحدہ قائم کی تو اس کے لئے جمع کرنا ہرگز جائز نہیں۔ (۱۰۰)

اور لکھتے ہیں:

آج عصر کی نماز قبل از وقت پڑھنا اس وقت جائز ہے جب کہ جمع کی ساری شرطیں پائی جائیں۔ (۱۰۱)

۹۹۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، مقدمہ الرسالہ، فصل سیوم، مستحبات حج، ص ۴۸

۱۰۰۔ الحج، مصنفہ محمد سلیمان اشرف، ص ۱۴۱

۱۰۱۔ الحج، ص ۱۴۱

لہٰذا اس تاریخ کو اس مقام پر جمع بین الصلاتین تب مستحب ہے جب جمع کی شرائط پائی جائیں اور مستحب کا حکم کیا ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

حکم مستحبات آنست کہ حاصل شود مر فاعل آنہا را اجر زائد بفعل آنہا اگرچہ اجر او فروتر ست از اجر فعل سنت موکدہ وفوت می شود اجر بترک آن ولازم نمی آید بترک آن اسائت وکراہت بخلاف سنت مؤکدہ کہ کراہت واسائت در ترک آن لازم است (۳۹۳)

یعنی، مستحبات کا حکم یہ ہے کہ ان کے کرنے والے کو ان کی ادائیگی پر زائد اجر وثواب ملتا ہے گو کہ وہ اجر سنت مؤکدہ کے ثواب سے کم ہے اور ان (یعنی مستحبات) کے ترک کر دینے پر زائد اجر نہیں ملتا اور ان کے ترک پر کراہت واسائت بھی لازم نہیں آتی بخلاف سنت مؤکدہ کے کہ ان کے ترک پر کراہت اور اسائت لازم آتی ہے۔

یہ تو اس صورت میں ہے جب جمع بین الصلاتین کی شرائط پائی جائیں اور فی زمانہ شرائطِ جمع کا تحقق مشکل ہے اور شرائط کے تحقق کی صورت میں بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ خیمے اکثر اوقات مسجد سے بہت دُور ہوتے ہیں، کچھ حاجیوں کو بسیں رات میں ہی خیمے تک پہنچا دیتی ہیں اور دن میں ازدحام کی وجہ سے بمشکل خیموں تک پہنچا پاتی ہیں، بسا اوقات ایسے بھی دیکھنے میں آیا کہ حاجی راستوں میں ہی بسوں میں مقید ہوتا ہے اور وہ اگر خیمہ میں ہے تو وہاں سے نکل کر اقتداء امام کے لئے جانا دشوار اور وہیں پر مائک کی آواز پر اقتداء درست نہیں ہوگی، اور پھر خیمہ دُور ہے تو صحتِ اقتداء کی شرائط متحقق نہ تو نماز ہی نہ ہوگی۔ تو ایک مستحب عمل کے حصول کے لئے عرفہ کے روز میدان عرفات میں فرض نماز کا ترک حماقت کے سوا کچھ نہیں۔ اور یہی لوگ جو ایک مستحب کے حصول کے لئے بحث ومباحثہ کرتے ہیں سمجھانے پر بھی ماننے کو تیار نہیں ہوتے ان کو دیکھو گے تو ان متعدد سنتوں کو بھی ترک کر دیتے ہیں جو مؤکدہ ہیں اور واجب کے ترک کے لئے بھی بہانے تلاش کرتے ہیں اور لوگوں کی دیکھا دیکھی کئی ایسے کام

۱۰۲۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۴۹

Ishaate Islam

کرتے ہیں جو ممنوع ہوتے ہیں اور کئی ایسے کام چھوڑ دیتے ہیں جو سنّت یا واجب ہوتے ہیں اور دلیل ان کی عوام الناس ہوتے ہیں حالانکہ وہ کسی فعل کے جواز وعدم جواز کی دلیل نہیں ہیں، معیارِ اسلام نہیں، معیارِ اسلام قرآن وسنّت ہیں اور قرآن وسنّت سے مقصود ہدایت ہے اور ہدایت کا حصول اَوامر پر عمل اور منہیات سے اجتناب کے ذریعے ہے اور فقہ کے نام سے ان کو مرتّب کیا گیا ہے، لہٰذا ہمیں اپنی فقہ کو دیکھنا ہے نہ کہ کسی اور کو۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۳۰ ذوالحجة ۱٤۲۷ ھ، ۲۳ دیسمبر ۲۰۰٦ م (317-F)

مناسکِ مزدلفہ

شبِ مزدلفہ میں مغرب وعشاء کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ مزدلفہ میں مغرب وعشاء کو ملا کر پڑھنا یعنی جمع بین الصلاتین کیا ہے؟ نیز بتائیے کہ مغرب وعشاء ملا کر پڑھنے کی صورت میں درمیان میں سنّتیں پڑھے یا نہیں اور اگر پڑھ لے تو کیا حکم ہے؟ اور یہ بھی بتائیے کہ جماعت کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں ہر نماز کے لئے الگ اقامت کہی جائے یا ایک اقامت ہی کافی ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: امام اعظم امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک مزدلفہ میں مغرب کی نماز کو مؤخر کر کے عشاء کے وقت میں پڑھنا واجب ہے اور ان کی دلیل نبی ﷺ کا قول اور فعل ہے، چنانچہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما مروی ہے، فرماتے ہیں:

"دَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ عَرَفَةَ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِالشِّعْبِ نَزَلَ فَبَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوْءَ، فَقُلْتُ لَهُ: الصَّلَاةَ، قَالَ: "اَلصَّلَاةُ أَمَامَكَ" فَرَكِبَ فَلَمَّا جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلّٰى الْمَغْرِبَ الخ (۱۰۳)

یعنی، رسول اللہ ﷺ عرفات سے لوٹے ایک گھاٹی پر اُتر کر بول فرمایا پھر وضو فرمایا اور خفیف وضو فرمایا، میں نے عرض کی نماز، آپ نے

۱۰۳۔ رواه البخاری فی "صحیحه" فی کتاب الوضوء، باب إسباغ الوضوء، الحدیث: ۱۳۹، و أیضاً فی باب الجمع بین الصلاتین بالمزدلفة، و مسلم فی "صحیحه" فی کتاب الحج، باب الإفاضة من عرفات إلی الخ، الحدیث: ۱۲۸۰/۲۷٦، و اللفظ لمسلم

Ishaate Islam

فرمایا ''نماز کی جگہ تمہارے آگے ہے'' (یعنی مزدلفہ میں) پھر سوار ہوئے جب مزدلفہ آئے تو آپ اُترے، آپ نے وضو فرمایا اور مکمل وضو فرمایا پھر نماز کی اقامت کہی گئی پھر آپ نے مغرب کی نماز پڑھی الخ۔

اسی طرح دوسری روایت ہے کہ

عن ابن عمر قال جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَ الْعِشَاءِ بِجَمْعٍ صَلَّى الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا وَ الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ الخ رواه مسلم فی "صحيحه" فی كتاب الحج، باب الإفاضة من عرفات الخ، الحديث: ١٢٨٨/٢٩

یعنی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب وعشاء نماز جمع کر کے پڑھی آپ مغرب کی تین رکعات اور عشاء کی دو رکعت پڑھیں۔

تو مندرجہ بالا احادیث میں سے حدیث اسامہ میں ہے کہ جب انہوں نے نبی ﷺ کو نماز مغرب یاد دلائی تو آپ نے فرمایا:

"اَلصَّلَاةُ أَمَامَكَ"

یعنی نماز کا وقت آگے ہے۔

اس میں اشارہ ہے کہ تأخیر واجب ہے اور تأخیر اس لئے واجب ہے کہ مزدلفہ میں دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھا جا سکے اسی لئے جب کوئی راستے میں مغرب پڑھ لے جب تک طلوع فجر نہ ہو اس پر اعادہ واجب ہوتا ہے وہ اس لئے کہ دونوں نمازیں جمع کی جا سکیں اور علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

هذا إشارة إلى أن التأخير واجب، إنما وجب ليمكنه الجمع بين الصلاتين بالمزدلفة فكان عليه الإعادة ما لم يطلع الفجر ليصير جامعاً بينهما (١٠٤)

١٠٤۔ الهداية، المجلد (١۔٢)، كتاب الحج، باب الإحرام، ص١٥٨

یعنی، یہ اشارہ ہے اس طرف کہ تأخیر واجب ہے اور یہ تأخیر اس لئے واجب ہے کہ مزدلفہ میں دونوں نمازیں جمع کی جا سکیں تو جب تک طلوع فجر نہ ہو تو اس پر اعادہ واجب ہے تا کہ وہ دونوں نمازوں کو جمع کرنے والا ہو جائے۔

اور پھر مشاہدہ یہی ہے کہ ابھی عشاء کا بہت وقت باقی ہوتا ہے لوگ راستے میں ہی نمازیں پڑھنا شروع کر دیتے ہیں اور ہمارے حنفی بھائی بھی ان کی دیکھا دیکھی نماز پڑھ لیتے ہیں جب کہ نماز مغرب وعشاء کو عشاء کے وقت مزدلفہ میں پڑھنا واجب ہے تو ایسی صورت میں یہ لوگ ترک واجب کا ارتکاب کرتے ہیں جب یہ لوگ مزدلفہ پہنچ جائیں تو ان پر لازم ہے کہ نماز مغرب راستہ میں پڑھنے کی صورت میں اس کا اعادہ کریں اور اگر دونوں ہی راستے میں پڑھ لی تھیں تو دونوں کا اعادہ کریں کیونکہ ان کو راستے میں مغرب نماز پڑھنا جائز نہ تھا، چنانچہ امام ابو الحسین قدوری متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

و من صلّى المغرب في الطريق لم يجز عند أبي حنيفة ومحمد (١٠٥)

یعنی، جس نے راستے میں نماز مغرب پڑھ لی تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جائز نہ ہوئی۔

اور جب تک طلوع فجر نہ ہو اعادہ لازم ہے، چنانچہ علامہ قاسم بن قطلو بغا مصری حنفی متوفی ۸۷۹ھ لکھتے ہیں:

و عليه إعادتها ما لم يطلع الفجر و قال أبو يوسف يجزيه و قد أساء و رجح في "الهداية" وغيرها دليلها و اعتمد قولهما المحبوبي و النسفي (١٠٦)

یعنی، اور جب تک فجر طلوع نہ ہو اس پر (راستے میں پڑھی ہوئی) نماز کا اعادہ واجب ہے اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں راستے میں پڑھی ہوئی

١٠٥۔ مختصر القدوری مع التصحیح و الترجیح، کتاب الحج، ص٢١٠

١٠٦۔ التصحیح و الترجیح، کتاب الحج، ص٢١٠

Ishaate Islam

نماز اُسے جائز ہوگئی اور اس نے (راستے میں نماز پڑھ کر) اسائت کا ارتکاب کیا (یعنی بُرا کیا) اور "ہدایہ" وغیرہا میں طرفین کی دلیل کو ترجیح دی گئی اور ان دونوں ائمہ کے قول پر محبوبی (نے وقایۃ الروایہ میں) اور نسفی نے (کنز الدقائق میں) اعتماد کیا۔

اور اگر کسی نے مزدلفہ آ کر راستے میں پڑھی نماز کا اعادہ نہ کیا یہاں تک کہ فجر کا وقت شروع ہوگیا تو اعادہ ساقط ہوجائے گا چنانچہ علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

و إذا طلع لا يمكنه الجمع فسقطت الإعادة (۱۰۷)

یعنی، فجر طلوع ہوجائے اس کے لئے جمع بین الصلاتین ممکن نہ رہے تو اعادہ ساقط ہے۔

اور ترک واجب وعدم اعادہ کے باوجود ایسے شخص پر دَم وغیرہ کچھ لازم نہ ہوگا کیونکہ یہ واجب اُن واجبات میں سے ہے کہ جن کے ترک پر دَم لازم نہیں آئے گا چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

دویم آنکہ ترک کنند تاخیر مغرب را برائے جمع اُو با عشاء در مزدلفہ (۱۰۸)

یعنی، دوسرا یہ کہ مغرب کو عشاء کے ساتھ مزدلفہ میں پڑھنے کے لئے مغرب کی تاخیر کو ترک کردے۔

اور عدم وجوب دَم کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اما وجوب دم در ترک تاخیر مغرب برائے جمع او با عشا در مزدلفہ پس بواسطہ آنکہ تصریح واقع شدہ است از ابی حنیفہ بآنکہ چون تاخیر نکرد مغرب در شب مزدلفہ بلکہ ادا کرد ہر نمازی را در وقت خود پس اورا ترک کرد واجب را در حق نماز مغرب ولیکن چون طالع گشت فجر از شب مزدلفہ منقلب گشت مغرب بجواز وزائل گشت نقصان از وی (۱۰۹)

۱۰۷۔ الهدایه، المجلد (۱۔۲)، کتاب الحج، باب الإحرام، ص ۱۵۸

۱۰۸۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۴۵

۱۰۹۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، مقدمہ الرسالہ، فصل سیوم، ص ۴۶

یعنی، نمازِ مغرب کو عشاء کے ساتھ ملا کر مزدلفہ میں پڑھنے کے لئے مؤخر کرنے کے ترک پر دَم کا واجب ہونا اس واسطے سے ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے تصریح واقع ہوئی ہے کہ جب مزدلفہ کی رات مغرب کو مؤخر نہ کرے بلکہ اسے اپنے وقت پر ہی ادا کرلے اور واجب کو ترک کر دے تو اس نے نمازِ مغرب کے حق میں واجب کو چھوڑ دیا، لیکن شبِ مزدلفہ کی فجر طلوع ہوجائے تو مغرب کا فرض پھر کے جائز ہوجائے گا اور اس سے (ترکِ واجب کا) نقصان زائل ہوجائے گا۔

اور مغرب وعشاء کے مابین سنّتیں ونوافل کچھ نہیں پڑھے گا کیونکہ مندرجہ بالا سطور میں بیان کردہ حدیثِ اُسامہ میں ہے:

"فَلَمَّا جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ نَزَلَ وَ تَوَضَّأَ وَ أَسْبَغَ الْوَضُوْءَ ثُمَّ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَنَاخَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيْرَهُ فِيْ مَنْزِلِهٖ ثُمَّ أُقِيْمَتِ الْعِشَآءُ فَصَلَّاهَا وَ لَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا رواه البخاری و مسلم۔ و اللفظ لمسلم

یعنی، رسول اللہ ﷺ جب مزدلفہ تشریف لائے آپ اُترے، آپ نے وضو فرمایا اور مکمل وضو فرمایا پھر نماز کی اقامت کہی گئی پھر آپ نے مغرب کی نماز پڑھی ہر شخص نے اپنے اونٹ کو اس کی جگہ بٹھا دیا پھر عشاء کی اقامت کہی گئی آپ نے نمازِ عشاء پڑھی اور آپ نے ان دونوں (یعنی مغرب وعشاء کے فرائض) کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی۔

تو اس حدیث میں تصریح ہے کہ آپ ﷺ نے مغرب وعشاء کے مابین کوئی نماز نہیں پڑھی، اس لئے فقہاء احناف نے فرمایا کہ حاجی درمیان میں سنّتیں نہیں پڑھے گا، چنانچہ امام ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

لا يتطوّع بينهما لأنه يخل بالجمع (۴۰۱)

۱۱۰۔ الهدایه، المجلد (۱۔۲)، کتاب الحج، باب الإحرام، ص ۱۷۶

IslamicUrdu

یعنی، نمازِ مغرب وعشاء کے مابین نفل نہیں پڑھے گا کیونکہ یہ جمع کو مخل ہے۔

اور رہی یہ بات کہ یہاں پر دونوں نمازیں ایک اذان اور ایک اقامت یا ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھی جائیں گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ حاجی اس روز مغرب وعشاء ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ عشاء کے وقت میں ادا کرے گا، علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

و لنا رواية جابر رضي الله عنه "أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلٰوة و السَّلَامُ جَمَعَ بَيْنَهُمَا بِأَذَانٍ وَ إِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ" و لأن العشاء في وقته فلا يفرد بالإقامة إعلاماً بخلاف العصر بعرفة لأنه مقدم على وقته فأفرد بها لزيادة الإعلام (۱۱۱)

یعنی، (اگر چہ مندرجہ بالا حدیث میں دو اقامتوں کا ذکر ہے مگر) ہماری دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ "نبی ﷺ نے مغرب اور عشاء دونوں کو ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ جمع فرمایا" (دوسری دلیل یہ ہے کہ) کیونکہ عشاء اپنے وقت پر ہے لہٰذا خبر دینے کے لئے علیحدہ سے اقامت نہیں کہی جائے گی برخلاف عرفات میں نمازِ عصر کے (کہ جمع کی شرائط پائی جانے کی صورت میں وہاں اس کے لئے الگ اقامت تھی) کیونکہ (وہاں) وہ اپنے وقت پر مقدم تھی تو خبر دینے کے لئے اقامت الگ سے کہی گئی۔

ہاں اگر مغرب پڑھ کر اس کے بعد سنّتیں پڑھ لے تو عشاء کے لئے الگ سے اقامت کا حکم ہوگا، چنانچہ علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

و لو تطوّع أو تشاغل بشيء أعاد الإقامة لوقوع الفصل (۱۱۲)

یعنی، اگر (مغرب وعشاء کے فرائض کے درمیان سنّتیں یا) نفل پڑھ

۱۱۱۔ الهداية، المجلد (۱۔۲)، كتاب الحج، باب الإحرام، ص۱۵۸

۱۱۲۔ الهداية، المجلد (۱۔۲)، كتاب الحج، باب الإحرام، ص۱۵۸

لے یا کسی چیز میں مشغول ہوگیا تو فصل (جدائی) واقع ہونے کی وجہ سے (عشاء کے لئے) اقامت کا اعادہ کرے گا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۴ شوال المکرّم ۱۴۲۸ھ، ۷ نوفمبر ۲۰۰۷ م (415-F)

مزدلفہ میں حقوق العباد کی معافی

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مزدلفہ میں وقوف کرنے والے کے تمام حقوق العباد بھی معاف کردیئے جاتے ہیں یا قیامت میں اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر کے ظالم کو اختیار دے گا، چاہے معاف کرے یا بدلہ لے یا اللہ تعالیٰ ان کو جمع کر کے پھر خود چاہے تو ظالم کو معاف کرے، مظلوم کو اچھا بدلہ عطا کردے؟

(السائل: محمد اشفاق، بہادر آباد، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: قاضی علی بن جار اللہ ابن ظہیرہ قرشی رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے ہی سوال کے جواب میں لکھتے ہیں، چنانچہ وہ سوال وجواب مندرجہ ذیل ہے:

سئل: عن الواقف بمزدلفة هل تغفر ذنوبه كلها حتى مظالم العباد محّاناً أم لابدّ أن يجمع الظالم و المظلوم فإن شاء اقتص للمظلوم وإن شاء غفر للظالم و أرضى المظلوم؟

فأجاب: ظاهر الحديث يدل على غفران كلّها و هو اللائق بحلم اللّٰه وسعت رحمته، فإن في الحديث أنه أعاد الدعاء المزدلفة أجيب إلى ما سأل صلى اللّٰه عليه وسلم فإنه قال: "إِنَّ شِئْتَ أَعْطَيْتَ لِلْمَظْلُوْمِ الْجَنَّةَ وَ غَفَرْتَ لِلظَّالِمِ" فظاهره الغفران محّاناً لما في الحديث، فأجيب إلى ما سأل، و أما أنه يتحم

علیہ أن یجمع بین الظالم و المظلوم فلا نقول بہ، و لم یرد ما یدُل علی ذلك، لکن الحدیث فیہ إعلال من حیث الراوی، وھو کنانة أو أبو عباس بن مرداس، قال ابن حبان فی "کتاب الضعفاء": کنانة منکر الحدیث جداً فلا أدری التخلیط منہ أو من أبیہ، و أیّھما کان فھو ساقط الاحتجاج، قال البیھقی: وھذا الحدیث لہ شواھدٌ کثیرةٌ ذکرناھا فی "کتاب الشعب" فإن صحّ بشواھدہ فقیہ الحجة، وإن لم یصحّ فقد قال اللّٰہ تعالی: ﴿وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ﴾ (النساء: ٤/٤٨۔ ١١٦) و ظلم بعضھم بعضاً دون الشرك۔ انتھیٰ، و فی بعض طرق الحدیث: "أیْ رَبِّ إنْ شِئْتَ أدْخَلْتَ أوْ أعْطَیْتَ الْمَظْلُوْمَ الْجَنَّةَ، وَ غَفَرْتَ لِلظَّالِمِ" وفی بعض طرقہ: "إنْ شِئْتَ أثَبْتَ الْمَظْلُوْمَ مِنَ الْخَیْرِ"، قال أکمل الدین فی "شرح الھدایة" بأن یرضی الخصوم بالإزدیاد فی مثوباتھم حتی یترکوا خصوماتھم فی الدماء، و المظالم۔ انتھی، و علی کلّ تقدیر ففضل اللہ واسع، ولہ أن یعذّب الطائع و یعفو عن الظالم لا یُسأل عما یفعل، واللّٰہ تعالیٰ أعلم (١١٣)

یعنی، مزدلفہ میں وقوف کرنے والے کے متعلق پوچھا گیا، کیا اس کے سارے گناہ مفت معاف کر دیئے جائیں گے یہاں تک اس کے بندوں پر مظالم بھی یا ضروری ہے کہ ظالم اور مظلوم کو جمع کیا جائے، پھر چاہے تو مظلوم کے لئے بدلہ لے اور چاہے تو ظالم کو معاف فرما دے اور مظلوم کو راضی فرما دے۔ تو جواب دیا کہ حدیث شریف کا ظاہر سب

١١٣۔ فتاویٰ ذخیرة علی فتاویٰ قاضیخان، کتاب الحج، ص ٦، مخطوط مصوّر

کی بخشش (یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بخشش) پر دلالت کرتا ہے، پس حدیث شریف میں ہے کہ نبی ﷺ نے جب مزدلفہ میں دوبارہ دعا کی تو جو آپ ﷺ نے دعا فرمائی اُسے قبول کر لیا گیا اور اللہ تعالیٰ جس کی رحمت وسیع ہے اس کے حلم کے لائق یہی ہے۔ پس حضور ﷺ نے اللہ پاک کی بارگاہ میں عرض کیا: ''اگر تو چاہے مظلوم کو جنت عطا فرما دے اور ظالم کو بخش دے'' کیونکہ اس سے ظاہر بغیر بدلہ بخشش ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ کو وہ عطا کیا گیا جس کا آپ نے اپنے ربّ سے سوال کیا۔ اور یہ بات کہ اس پر واجب ہے کہ وہ ظالم اور مظلوم کو ایک جگہ جمع کرے، تو ہم یہ بات نہیں کہتے کیونکہ ایسی کوئی حدیث وارد نہیں ہے جو اس پر دلالت کرے، لیکن حدیث شریف تو اس میں راوی کی طرف سے إعلال ہے اور وہ کنانہ یا ان کے باپ عباس بن مرداس ہیں، ابن حبان نے "کتاب الضعفاء" میں کہا کہ کنانہ منکر الحدیث ہے، پس میں نہیں جانتا کہ تخلیط کنانہ سے یا اس کے باپ کی طرف سے ہے اور ان دونوں میں سے جو بھی ہو وہ ساقط الاحتجاج ہے، امام بیہقی نے فرمایا کہ اس حدیث کے کثیر شواہد ہیں جنہیں میں نے ''کتاب الشعب'' میں ذکر کیا ہے، پس حدیث اگر اپنے شواہد کے ساتھ صحیح ہے تو اس میں حُجت ہے اور اگر حدیث صحیح نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اس سے نیچے معاف فرما دیتا ہے'' حالانکہ بعض نے بعض پر ظلم کیا ہے نہ کہ شرک، اور بعض طُرقِ حدیث میں ہے: ''اے ربّ اگر تو چاہے تو داخل فرما دے مظلوم کو جنّت میں یا مظلوم کو جنّت عطا فرما دے اور ظالم کو معاف فرما دے'' اور بعض طُرقِ حدیث میں ہے: ''اگر تو چاہے تو مظلوم کو خیر عطا فرما دے''۔ اور علامہ اکمل الدین نے ''شرح ہدایہ'' میں فرمایا کہ: اس طرح کہ (اس روز) مخاصمت کا حق رکھنے والوں کو ان کے

Ishaate Islam

ثوابوں میں زیادتی دے دے، یہاں تک کہ وہ خون اور مظالم میں اپنی مخاصمت چھوڑ دیں۔ انتہی، ہر تقدیر پر اللہ تعالیٰ کا فضل وسیع ہے، وہ مالک ہے کہ (چاہے) اطاعت گزار کو عذاب دے اور ظالم کو معاف فرما دے۔ وہ جو بھی کرے اس سے سوال نہیں کیا جا سکتا۔

اور امام اہلسنّت امام احمد رضا حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

اب دربارِ اعظم کی دوسری حاضری کا وقت آیا، ہاں کرم کے دروازے کھولے گئے ہیں کل عرفات میں حقوق اللہ معاف ہوئے تھے، یہاں حقوق العباد معاف فرمانے کا وعدہ ہے۔(۱۱۴)

لہٰذا ظاہر تو سب کی بخشش ہے باقی بخشش کس طرح ہو تو اللہ تعالیٰ کا فضل وسیع ہے اور ذوالفضل کی بارگاہ سے امید یہی ہے کہ وہ بغیر بدلہ کے معاف فرما دے اور مظلوم کو اپنی جناب سے ثواب عطا کر دے کہ جس سے وہ راضی ہو جائے۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

(245-F)

مزدلفہ سے منیٰ کو کب روانہ ہو

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مزدلفہ سے کب منیٰ کو جانا چاہئے سورج طلوع ہونے سے قبل یا سورج طلوع ہونے کے بعد؟

(السائل: ایک حاجی، از لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یاد رہے کہ ''وقوفِ مزدلفہ کا وقت طلوعِ فجر سے اُجالا ہونے تک ہے اس کے درمیان میں وقوف نہ کیا تو فوت ہو گیا اگر اس وقت یہاں سے ہو کر گزر گیا تو وقوف ہو گیا بحوالہ عالمگیری (۱۱۵) اس لئے حاجی کو چاہئے کہ سورج نکلنے سے قبل جب خُوب اُجالا ہو جائے تو مزدلفہ سے منیٰ کو نکل جائے، یہی سنّت ہے اور

۱۱۴۔ انوار البشارہ، فصل پنجم منیٰ و مزدلفہ و باقی افعالِ حج، ص ۵۲

۱۱۵۔ بہارِ شریعت: ۹/۶/۷

اگر وہ طلوعِ آفتاب کے بعد نکلا تو یہ خلافِ سنّت ہوا مگر اُس پر اِس صورت میں کچھ لازم نہ ہو گا، چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و الحاصل أن الإفاضة على وجه السنّة، أن يكون بعد الإسفار من المشعر الحرام

یعنی، حاصل کلام یہ ہے کہ مزدلفہ سے سنّت کے مطابق رجوع یہ ہے کہ وہ خُوب اُجالا ہو جانے کے بعد مشعر حرام سے ہو۔

اور لکھتے ہیں:

و كذا لو دفع بعد طلوع الشمس سواء أفاض معه أم لا لا يلزم منه شيء و يكون مسيأً لتركه السنّة

یعنی اور اس طرح اگر طلوعِ شمس کے بعد لوٹا، چاہے امام کے ساتھ لوٹا ہو یا نہ تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا اور وہ سنّت کو ترک کرنے کی وجہ سے اسائت (یعنی بُرا) کرنے والا ہوگا۔

اور اس کے سنّت ہونے کی دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت ہے:

قَالَ إِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا لَا يُفِيْضُوْنَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَ يَقُوْلُوْنَ: أَشْرِقْ ثَبِيْرُ، وَ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَالَفَهُمْ، ثُمَّ أَفَاضَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ (۱۱۶)

یعنی، بے شک آپ فرماتے ہیں کہ مشرکین مزدلفہ سے طلوعِ آفتاب سے قبل نہیں لوٹتے تھے اور کہتے تھے اے (جبل) ثبیر روشن ہو جا، اور نبی ﷺ نے ان کی مخالفت فرمائی، پھر طلوعِ آفتاب سے قبل (منیٰ کو) لوٹے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

چون فارغ شود از وقوفِ مزدلفہ و اسفار بسیار شود پس سنّت آن است کہ

۱۱۶۔ هداية السالك إلى المذاهب الأربعة في المناسك، المجلد (۲)، الباب الحادي عشر، فصل في الدفع من مزدلفه إلى منى، ص ۱۰۷۴

Ishaate Islam

افاضہ نماید از مزدلفہ ہمراہ امام قبل از طلوع شمس، پس اگر توقف کردتا طلوع شمس در مزدلفہ خلاف سنّت کردہ باشد ولیکن لازم نباشد بروے چیزے از کفارت (۱۱۷)

یعنی، جب وقوفِ مزدلفہ سے فارغ ہوجائے اور خوب اُجالا ہوجائے تو سنّت یہ ہے کہ امام کے ساتھ مزدلفہ سے سورج نکلنے سے قبل لوٹے، پس اگر وہ طلوعِ آفتاب تک مزدلفہ میں ٹھہرا تو خلافِ سنّت کیا لیکن اس کی وجہ سے اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

ہاں اگر طلوعِ فجر سے پہلے یہاں سے چلا گیا تو اس پر دَم واجب ہوگیا اور اس حکم سے بیماروں، عورتوں اور ضعیفوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ "فتاویٰ عالمگیری" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

طلوعِ فجر سے پہلے جو یہاں (یعنی مزدلفہ) سے چلا گیا اس پر دَم واجب ہے مگر جب بیمار ہو یا عورت یا کمزور کہ ازدحام (بھیڑ) میں ضرر کا اندیشہ ہے اس وجہ سے پہلے چلا گیا تو اس پر کچھ نہیں۔ (۱۱۸)

اور اگر طلوعِ فجر کے بعد نمازِ فجر ادا کرنے سے پہلے منیٰ کو گیا تو اس نے بُرا کیا مگر دَم لازم نہ ہوا چنانچہ صدر الشریعہ "عالمگیری" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

نماز سے قبل مگر طلوعِ فجر کے بعد یہاں سے چلا گیا یا طلوعِ آفتاب کے بعد گیا بُرا کیا اس پر دَم واجب نہیں۔ (۱۱۹)

اور اگر وہ خُوب اُجالا ہوجانے کے بعد لوٹا اور لوگوں کے ازدحام یا کسی اور وجہ سے حدودِ مزدلفہ سے نہ نکلا تھا کہ سورج طلوع ہوگیا تو اس صورت میں وہ سنّت کا خلاف کرنے والا نہ ہوگا جیسا کہ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

حتی لو طلعت الشمس علیه و هو بمزدلفة لا یکون مخالفاً

۱۱۷۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب هفتم، فصل ششم دربیان کیفیه رجوع از مزدلفه بسوئے منی، ص ۱۹۸

۱۱۸۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، مزدلفہ کی روانگی اور اس کا وقوف ص ۷۹

۱۱۹۔ بہارِ شریعت: ۶/۷۹

للسنّة (۱۲۰)

یعنی، (خُوب اُجالا ہوجانے کے بعد حاجی مشعرِ حرام سے لوٹا) حتی کہ اس پر سورج طلوع ہوگیا اور وہ مزدلفہ میں تھا تو سنّت کا مخالف نہ ہوگا۔

اور اگر کوئی طلوعِ فجر کے بعد مزدلفہ میں پہنچا تو ترکِ سنّت ہوئی مگر دَم وغیرہ اس پر واجب نہیں کیونکہ رات مزدلفہ میں گزارنا سنّت ہے اور سنّت کے ترک پر دَم لازم نہیں آتا۔

اور یاد رہے مزدلفہ سے واپسی میں دوڑنا درست نہیں ہے بلکہ سکون اور وقار سے چلیں، چنانچہ امام عز الدین بن جماعہ کنانی متوفی ۷۶۷ھ لکھتے ہیں:

و السنّة: أن یتوجهوا إلی منی قبل طلوع الشمس و علیهم السکینة بالاتفاق، اقتداءً بالنبی ﷺ (۱۲۱)

یعنی، سنّت ہے کہ طلوعِ آفتاب سے قبل لوٹیں اور لوٹتے وقت اُن پر سکون لازم ہو۔

ہاں جب وادیٔ محسّر آئے تو وہاں سے تیزی کے ساتھ گزرے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

فإذا بلغ بطن محسّر أسرع قلر رمیة حجر و إن کان ماشیاً حرّك دابته إن کان راکباً (۱۲۲)

یعنی، پس جب وادیٔ محسّر کے بطن میں پہنچے تو پتھر پھینکنے کی مقدار چلنے میں جلدی کرے اگر پیدل ہو اور اگر سوار ہو تو اپنی سواری تیز کرے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

جب وادیٔ محسّر پہنچو تو پانچسو پینتالیس ہاتھ بہت جلد تیزی کے ساتھ چل کر نکل جاؤ مگر نہ وہ تیزی جس سے کسی کو ایذاء ہو۔ (۱۲۳)

۱۲۰۔ السلك المتقسط فی المنسك المتوسط، فصل فی التوجه إلی منی، ص ۲۴۴

۱۲۱۔ هدایة السالك إلی مذاهب الأربعة فی المناسك: ۳/۱۰۷۵

۱۲۲۔ لباب المناسك، فصل فی التوجه إلی منی

۱۲۳۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، منیٰ کے اعمال اور حج کے بقیہ افعال، ص ۸۲

Ishaate Islam

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

هذا يستحب عند الأئمة الأربعة

یعنی، یہ (یعنی اس مقام سے تیز گزرنا) ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل) کے نزدیک مستحب ہے۔

فقد روى أحمد عن جابر أن النَّبِيَّ ﷺ أَوْضَعَ فِي وَادِي مُحَسِّرٍ أي أَسْرَعَ

یعنی، امام احمد نے حضرت جابر سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے وادیٔ محسر میں (گزرنے میں) جلدی کی۔

و في "المؤطا" أن ابن عمر كَانَ يُحَرِّكُ رَاحِلَتَهُ فِي مُحَسِّرٍ قَدْرَ رَمْيَةِ حَجَرٍ

یعنی، "مؤطا" میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وادی محسر میں پتھر پھینکنے کی مقدار اپنی سواری کو تیز کر دیتے۔

اور لکھتے ہیں کہ

و يقول في مروره: اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَ لَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَ عَافِنَا قَبْلَ ذَالِكَ (١٢٤)

یعنی، اے اللہ ہمیں اپنے غضب سے ہمیں قتل نہ کر اور اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک نہ کر اور اس سے پہلے ہمیں عافیت دے۔

اور وادی محسر منیٰ اور مزدلفہ کے بیچ میں ایک نالہ ہے دونوں کی حدود سے خارج، مزدلفہ سے منیٰ کو جاتے ہوئے بائیں ہاتھ کو جو پہاڑ پڑتا ہے اس کی چوٹی سے شروع ہو کر 545 ہاتھ تک ہے یہاں اصحاب فیل (ہاتھی والے) آ کر ٹھہرے اور اُن پر عذاب ابابیل اُترا تھا۔ لہٰذا اس جگہ سے جلد گزرنا اور عذاب الٰہی سے پناہ مانگنا چاہئے۔ (۱۲۵)

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الثلاثاء ٢٨ ذي القعدة ١٤٢٧ھ، ١٩ ديسمبر ٢٠٠٦ م (300-F)

١٢٤۔ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب احكام المزدلفة، فصل في آداب التوجه إلى منى، ص ٢٤٥

١٢٥۔ بہار شریعت، حصہ ششم، مزدلفہ سے روانگی اور اس کا وقوف، ص ۸۲

قربانی

حج تمتع اور قران میں جانور ذبح کرتے وقت نیت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج تمتع یا حج قران میں جانور کو ذبح کرتے وقت دم شکر کی نیت کرنا ضروری ہے یا پہلے سے ہر متمتع یا قارن کو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے جانور قربان کرنا ہے اور اس کی نیت بھی ہوتی ہے وہی نیت کافی ہوگی؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: اسے نئی نیت کرنا ضروری نہیں وہی سابقہ نیت کافی ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

احتیاج نیست بسوی نیت برائی ذبح وکافی باشد نیت سابقہ کہ کردہ است

در وقتِ احرام (۱۲۶)

یعنی، ذبح کے لئے نیت کی ضرورت نہیں، نیت سابقہ جو احرام کے وقت کی تھی وہی کافی ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الثلاثاء ٢٨ ذي القعدة ١٤٢٧ھ، ١٩ ديسمبر ٢٠٠٦ م (299-F)

متمتع جانور ذبح نہ کر سکے تو کیا کرے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے حج تمتع کیا اس پر قربانی لازم ہوئی لیکن وہ غریب ہے قربانی کی اس میں ہمت نہیں تو وہ کیا

١٢٦۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب ہشتم در بیان آنچہ متعلق است از مناسک منیٰ، فصل سیوم در بیان ذبح ہدی الخ، ص ٢٠٣

Ishaate Islam

کرے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: متمتع پر قربانی واجب ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

پس اگر قارن یا متمتع است واجب باشد ذبح بروے (۱۲۷)

یعنی، پس اگر حاجی قارن یا متمتع ہے تو اس پر ذبح واجب ہے۔

اور اگر کوئی شخص محتاج ہو کہ اپنا اسباب بیچ کر بھی قربانی نہ کر سکتا ہو تو قربانی کے بدلے اس پر دس (۱۰) روزے واجب ہوں گے، چنانچہ قرآن کریم میں ہے

﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ط﴾ الاية (۱۲۸)

ترجمہ: پھر جسے مقدور نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات جب اپنے گھر پلٹ کر جاؤ، یہ پورے دس ہیں۔ (کنز الایمان)

اس کے تحت مفسر صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

یعنی یکم شوال سے نویں ذی الحجہ تک احرام باندھنے کے بعد اس درمیان میں جب چاہے رکھ لے خواہ ایک ساتھ یا متفرق کر کے، بہتر یہ ہے کہ ۷۔۸۔۹ ذی الحجہ کو رکھے۔ (خزائن العرفان)

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

محتاج محض جس کی ملکیت میں نہ قربانی کے لائق جانور ہو، نہ اس کے پاس اتنا نقد یا اسباب کہ اُسے بیچ کر لے سکے وہ اگر قران یا تمتع کی نیت کر لے گا تو اس پر قربانی کے بدلے دس روزے واجب ہوں گے، تین

۱۲۷۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب ہشتم دربیان آنچہ متعلق است از مناسک منیٰ، فصل سیوم دربیان ذبح ھدی الخ، ص ۲۰۳

۱۲۸۔ البقرہ: ۲/۱۹۶

تو حج کے مہینوں میں یعنی یکم شوال سے نویں ذی الحجہ تک احرام باندھنے کے بعد اس بیچ میں جب چاہے رکھ لے ایک ساتھ خواہ مجد امجدا۔ اور بہتر یہ ہے کہ سات، آٹھ، نو کو رکھے اور باقی سات تیرھویں ذوالحجہ کے بعد جب چاہے رکھے اور بہتر ہے کہ گھر پہنچ کر ہوں۔ (۱۲۹)

اور خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ محمد سلیمان اشرف نقل کرتے ہیں:

و الأفضل أن يصوم قبل يوم التروية بيوم و يوم التروية و يوم عرفة (الهداية)

افضل یہ ہے کہ تین روزے حج سے قبل رکھے گا انہیں ساتویں آٹھویں اور نویں کو رکھے۔ (۱۳۰)

لہٰذا اُسے چاہئے کہ وہ قربانی کے بدلے مندرجہ بالا سطور میں ذکر کردہ ترتیب کے مطابق دس (۱۰) روزے رکھے۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ۲۸ ذی القعدۃ ۱۴۲۷ھ، ۱۹ دیسمبر ۲۰۰۶ م (298-F)

قربانی پر قدرت نہ رکھنے والے حاجی کے لئے روزہ کا حکم

استفتاء: ہم نے سُنا ہے کہ ۹ ذی الحج کا روزہ حاجیوں کو مکروہ ہے جب کہ علماء اس شخص کے بارے میں حکم دیتے ہیں کہ جس پر قربانی لازم ہو اور وہ قربانی نہ کر سکے تو اُسے دس روزے یعنی تین حج میں اور سات بعد میں رکھنے ہوتے ہیں، اس کے بارے میں علماء فرماتے ہیں افضل ہے کہ وہ تین روزے ۷، ۸، ۹ تاریخ کو رکھے تو کیا یہاں پر کراہت لازم نہ ہوگی؟ اسی طرح ۸ ذوالحج کے روزے کا حکم بھی بتائیں۔

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: اور یوم ترویہ یعنی ۸ ذوالحجہ کے

۱۲۹۔ بہار شریعت، جلد (۱)، حصہ (۶)، منیٰ کے اعمال اور حج کے بقیہ افعال، ص ۸۳

۱۳۰۔ کتاب ''الحج'' منیٰ میں دسویں تاریخ، ص ۱۳۹

Ishaate Islam

روزے کا بھی وہی حکم ہے جو یوم عرفہ کے روزے کا ہے جیسا کہ "حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب" (ص۱۷۸) میں ہیں۔

اور ایام حج کے تین روزے یکم شوال سے نویں ذی الحجہ تک احرام باندھنے کے بعد اس درمیان میں حاجی جب چاہے رکھ سکتا ہے باقی رہا علماء کرام کا یہ لکھنا کہ افضل ہے کہ ۷، ۸ اور ۹ کو رکھے یہ اس کے لئے افضل ہے جو طاقت رکھتا ہو کیونکہ فقہاء کرام نے یوم عرفہ اور یوم ترویہ کے روزے میں کراہت وعدم کراہت، استحباب اور عدم استحباب کی صورتیں ذکر کی ہیں اور اس سے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا یعنی ساتھ یہ نہیں لکھا کہ اس قاعدے اور اصول میں وہ شخص داخل نہیں کہ جس پر ذبح پر قدرت نہ ہونے سے دس روزے لازم ہیں۔ لہٰذا اس شخص کے لئے بھی اصول یہی ہے جو دوسروں کے لئے ہے۔

جہاں تک ۹ ذوالحجہ کے روزے کا سوال ہے تو اس کے لئے عرض یہ ہے کہ حاجی کے یوم عرفہ کا روزہ مطلقاً مکروہ نہیں اگر روزے کی طاقت رکھتا ہو تو مکروہ نہیں ہے اور اگر کمزور ہے تو مکروہ ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی یوم عرفہ کے مستحبات میں لکھتے ہیں:

و الصوم لمن قوی و الفطر للضعیف (۱۳۱)

یعنی، قوی (طاقت ور) کے لئے روزہ مستحب ہے اور ضعیف کے لئے افطار۔

اور ملا علی قاری نقل کرتے ہیں کہ علامہ کرمانی فرماتے ہیں:

لا یکرہ للحاج الصوم فی یوم عرفۃ عندنا إلّا إذا کان یضعفہ من أداء المناسك، فحینئذٍ ترکہ أولی (۱۳۲)

یعنی، ہمارے نزدیک (یعنی احناف کے ہاں) حاجی کے لئے یوم عرفہ کا روزہ مکروہ نہیں ہے مگر جب روزہ اُسے ادائیگی مناسک سے کمزور کر دے تو اس وقت اس کا ترک اَولیٰ ہے۔

۱۳۱۔ لباب المناسك مع شرحہ، ص ۲۲۸

۱۳۲۔ السلك المتقسط إلی المنسك المتوسط، فصل فی شرائط صحۃ الوقوف، ص ۲۲۸

اور بعض فقہاء کرام نے حاجی کے لئے اس دن کا روزہ مکروہ لکھا ہے تو اس کا جواب یہ ہے انہوں نے غالب کا اعتبار کیا ہے کیونکہ اس زمانے میں غالب واکثر یہی تھا کہ اس دن روزہ رکھنے کی وجہ سے حاجیوں کو مناسک کی ادائیگی میں مشکل پیش آتی تھی جس کا اندازہ پانچویں چھٹی صدی ہجری اور فی زمانہ کے حالات اور سہولتوں کو دیکھ کر بخوبی لگایا جا سکتا ہے چنانچہ ملا علی قاری "فتاویٰ خانیہ" میں مذکور قول کراہت ذکر کرتے ہوئے اس کا جواب دیتے ہیں:

و أمّا ما فی "الخانیۃ": و یکرہ صوم یوم عرفۃ بعرفات، و کذا صوم یوم الترویۃ لأنہ یعجزہ عن أداء أفعال الحج فمبنی علی حکم الأغلب (۱۳۳)

یعنی، مگر جو "خانیہ" میں ہے کہ یوم عرفہ کا روزہ عرفات میں مکروہ ہے اور اسی طرح یوم ترویہ (۸ ذوالحجہ) کا روزہ (مکروہ ہے) کیونکہ وہ اُسے افعالِ حج کی ادائیگی سے عاجز کر دیتا ہے (ملا علی قاری اس قول کے جواب میں فرماتے ہیں کہ) یہ قول اَغلب حکم پر مبنی ہے۔

لہٰذا عام حالات میں حاجی کے لئے اس دن کا روزہ مستحب ہے بشرطیکہ وہ بلا مشقت اس پر قدرت رکھتا ہو اور یہ روزہ اس کے یوم عرفہ کے معمولات پر اثر انداز نہ ہو چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

روزہ داشتن در حق کسی قدرت داشتہ باشد بر آں بغیر مشقت، چہ وارد شدہ است کہ "صوم عرفہ کفارت دو سالہ است سال گزشتہ و سال آئندہ" کما رواہ مسلم عن أبی قتادۃ (۱۳۴)

یعنی، روزہ رکھنا اس شخص کے حق میں (مستحب) ہے جو (اس پر) بغیر کسی مشقت کے قدرت رکھتا ہو کیونکہ وارد ہے کہ "عرفہ کا روزہ دو سال (کے گناہوں) کا کفارہ ہے سال گزشتہ اور سال آئندہ" جیسا کہ اس

۱۳۳۔ السلك المتقسط، ص ۲۲۸

۱۳۴۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب ششم، فصل اول، ص ۱۷۸

IslamicIslam

حدیث کو امام مسلم نے حضرت ابو قتادہ سے روایت کیا ہے۔

اور کراہت کی صورت میں کراہت مطلقہ نہیں ہے بلکہ مقیدہ بالتنزیہ ہے چنانچہ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و قد ثبت أنه ﷺ أفطر يوم عرفة مع كمال القوة، إلا أنه أراد دفع الحرج عن الأمة لكنه لم ينه أحداً من صومه، فلا وجه لكراهته على الإطلاق، بل لابد أن تتقيد بالتنزيه على الوجه المشروع فيما تقدم، والله أعلم (١٣٥)

یعنی، نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے کمالِ قوت کے باوجود عرفہ کے روز افطار فرمایا، مگر (آپ کے افطار کی وجہ) یہ کہ آپ ﷺ نے اُمّت سے حرج کو دفع کرنے کا ارادہ فرمایا، لیکن آپ نے کسی (حاجی) کو (اس دن) اس کے روزے سے منع نہیں فرمایا، تو علی الاطلاق کراہت کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ کراہت کو مشروع وجہ پر تنزیہ کے ساتھ مقید کیا جائے جو پہلے گزری۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

ولہٰذا افطار فرمود پیغمبر خدا ﷺ در روز عرفہ تعلیماً للجواز و دفعاً للحرج عن الأمّة (١٣٦)

یعنی، لہٰذا نبی ﷺ نے جواز کی تعلیم اور اُمّت سے حرج کو دفع فرمانے کے لئے افطار فرمایا۔

اسی لئے فقہاء کرام نے قدرت نہ ہونے کی صورت میں اس روز ترکِ صوم کو مستحب لکھا ہے چنانچہ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

و في "الفتح القدير" إن كان يضعفه عن الوقوف و الدعوات

١٣٥۔ السلك المنقسط، ص٢٢٨۔ ٢٢٩

١٣٦۔ حياة القلوب، ص١٧٨

فالمستحب تركه (١٣٧)

یعنی، اور "فتح القدیر" میں ہے کہ جب روزہ اُسے وقوفِ عرفہ اور وہاں دعاؤں سے کمزور کر دے تو اس کا ترک مستحب ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

واما کسی قدرت ندارد پس مستحب در حق او افطار است (١٣٨)

یعنی، اگر کسی کو قدرت نہ ہو تو اس کے حق میں افطار مستحب ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ٨ رجب المرجب ١٤٢٨ھ، ٢٤ یولیو ٢٠٠٧ م (416-F)

١٣٧۔ السلك المنقسط، ص٢٢٨

١٣٨۔ حياة القلوب، ص١٧٨

Ishaate Islam

حلق و قصر

عمرہ والا احرام کھول کر حلق یا قصر کرائے یا کھولنے سے قبل

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عمرہ کرنے والا افعال عمرہ سے فارغ ہوکر احرام کھول کر حلق یا قصر وغیرہ کرائے گا، یا حلق یا قصر کرانے کے بعد احرام کھولے گا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: احرام کھولنے سے مراد اگر یہ ہے کہ مرد اُوپر کی چادر اُتار کر رکھدے تا کہ بال وغیرہ نہ لگیں پھر حلق یا قصر کرائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور صرف چادر کا اُتار دینا احرام کھولنا نہیں کہلاتا۔ اور اگر مراد یہ ہے کہ احرام کی چادریں اُتار کر سلے ہوئے کپڑے پہنے یا سر یا چہرہ ڈھانپ لے یا خوشبو لگا لے غرض یہ کہ ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب شروع کر دے اس کے بعد حلق یا قصر کروائے تو یہ ممنوع وناجائز ہے، اُسے ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب سے قبل حلق یا قصر کے ذریعے احرام سے فارغ ہونا پڑے گا، اگر اس نے ایسا نہ کیا ممنوعات کا ارتکاب پہلے شروع کر دیا، پھر دیکھا جائے گا کہ اس نے اپنی جہالت کی بنا پر حلال ہونے کی نیت سے ممنوعات احرام کا ارتکاب کیا ہے یا وہ جانتا ہے کہ محض احرام سے باہر ہونے کی نیت کر لینے سے وہ احرام سے باہر نہ ہوگا تو پہلی صورت میں ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب پر ایک ہی جزاء لازم ہوگی، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

وواجب آید بر این شخص دم واحد برائے جمیع آنچہ ارتکاب کرد، ہر چند کہ ارتکاب کرد جمیع محظورات را، متعدد نہ شود بروے جزاء بہ تعدد جنایات

چوں نیت کردہ است رفضِ احرام را (۱۳۹)

یعنی، اس شخص پر تمام ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب پر ایک ہی دم واجب ہوگا، چاہے اس نے جمیع ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کیا ہو۔ جب اس نے اس سے احرام کھولنے کا ارادہ کر لیا تو جنایات کے تعدد سے جزائیں متعدد نہ ہوں گی۔

اور دوسری صورت میں جتنے جُرم ہوں گے اتنی ہی جزائیں اُس پر لازم ہوں گی۔ چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اما کسی کہ می داند کہ خارج شدہ ام من از احرام از ین قصد پس معتبر نباشد از وی قصدِ رفض ومتعدد گردد جزاء بروی بہ تعدد جنایات اتفاقا بینا اور بین الشافعی (۱۴۰)

یعنی، اگر کوئی یہ جانتا ہے کہ میں اس قصد سے احرام سے خارج نہ ہوں گا تو ایسے شخص کا ارادۂ رفض معتبر نہیں اور اس پر ہمارے اور امام شافعی کے نزدیک بالاتفاق ہر جنایت پر علیحدہ جزاء واجب ہوگی۔

لہٰذا اُسے چاہئے کہ حلق یا تقصیر سے قبل نہ سلے ہوئے کپڑے پہنے اور نہ خوشبو لگائے اسی طرح کسی بھی محظورِ احرام کا ارتکاب نہ کرے باقی صرف اوپر کی چادر اُتار کر رکھ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعۃ، ۲۴ ذی القعدۃ ۱۴۲۷ھ، ۱۵ دیسمبر ۲۰۰۶م (292-F)

عمرہ کر کے سر کا کچھ حصہ منڈایا تو احرام سے باہر ہوا یا نہیں

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں نے آج عمرہ کیا اور پورا سر نہیں منڈوایا بلکہ دونوں اطراف دائیں اور بائیں سے تھوڑی تھوڑی جگہ

۱۳۹۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول، فصل دہم دربیان کیفیت خروج از احرام، ص ۱۰۳

۱۴۰۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۱۰۳۔۱۰۴

Ishaate Islam

پر حلق کروالیا میں اس طرح احرام سے باہر ہوگیا ہوں یا نہیں، اگر نہیں تو اس کا کفارہ کیا ہے جب کہ میرے سر کے بال بہت چھوٹے ہیں کیونکہ میں چند روز قبل عمرہ کر چکا ہوں؟

(السائل: ایک حاجی، از لبیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: جس کے سر پر ایک پورے سے کم بال ہوں اس کے لئے سر منڈوانا ہی ضروری ہوتا ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں سر منڈوانا متعین تھا اور حلق کی کم از کم مقدار چوتھائی سر ہے اگر کسی نے اس سے کم حلق کیا تو وہ احرام سے خارج نہ ہوگا، اس طرح "حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب" (باب ہشتم، فصل ششم) میں ہے اور اب دیکھا جائے کہ پورے سر میں جتنے حصے کا حلق ہوا وہ سر کا چوتھا حصہ بنتا ہے تو کچھ لازم نہ ہوگا سوائے اس کے کہ خلافِ سنّت ہوا کیونکہ پورے سر کا حلق ہمارے نزدیک سنّت ہے، اور اگر حلق شدہ حصہ چوتھائی سر سے کم ہو تو اس حلق سے احرام سے نکلنا نہ پایا گیا پھر اگر حکم سے جہل کی بنا پر ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کیا تو ایک ہی دم لازم ہوگا۔ اور اگر جانتا تھا کہ اس سے وہ احرام سے خارج نہ ہوگا پھر ممنوعاتِ احرام میں سے جن جن کا ارتکاب ہوا وہ احرام پر جنایتیں ہوں گی مثلاً صرف سلے ہوئے کپڑے پہنے۔ یا سر ڈھکا، یا خوشبو لگائی، یا جماع کیا یا شہوت کے ساتھ بوس کنار یا چھونا پایا گیا۔ غرض یہ کہ جنایات کے کفارے کے لزوم میں جنایتوں کو دیکھا جائے گا اور بعض میں مدت کو بھی دیکھا جائے گا جیسے سلے ہوئے کپڑے پہننے یا سر ڈھکا اور اسے چار پہر نہ گزرے تو ایک صدقہ اور دونوں کام کئے چار پہر نہ گزرے تو دو صدقے، اور حکم تفصیل بتانے پر بتایا جائے گا۔ اور اس صورت میں حلق کروانا بھی لازم ہے، اور توبہ بھی۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعۃ، ۲ ذوالحجہ ۱٤۲۷ھ، ۲۲ دیسمبر ۲۰۰٦ م (312-F)

تقصیر میں ایک پورے سے کم بال کٹوانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک خاتون نے افعالِ عمرہ پورے کرنے کے بعد اپنے سر کے چند بال تقریباً 30، 35 ہوں گے

ایک پورے کے برابر کٹوائے اس کے بعد اس نے احرام کی پابندی ختم کردی اور اسے ابھی بارہ گھنٹے نہیں گزرے ہوں گے اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا وہ اتنے بال کٹوانے سے احرام سے باہر ہوگئی یا نہیں اگر نہیں ہوئی تو اس پر کیا لازم ہے، جب کہ اس نے سوائے بے خوشبو کے صرف سے کپڑے دھونے اور رات کو سونے کے اور جس میں منہ ڈھکا ہوگا کچھ نہیں کیا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اس عورت پر لازم ہے کہ وہ پہلی فرصت میں تقصیر کروائے کہ پورے سر کے بال کر کے تین حصے کرلیں پھر ایک حصہ کو لے کر انگلی کے پورے سے کچھ زائد کاٹ دے کیونکہ جس طرح اس نے بال کٹوائے تھے وہ تقصیر کے لئے کافی نہیں، اس کے بعد سونے میں منہ ڈھکنے کی وجہ سے اس پر ایک صدقہ لازم ہوگا جو اگر مکہ مکرمہ ہی میں ادا کرنا چاہیں تو اس سال (یعنی ۱۴۲۸ھ۔۲۰۰۶م) کے حساب سے صدقہ تقریباً پانچ ریال ہوگا نیز اسے اپنے شہر جا کر جو وہاں فطرے کی رقم بنتی ہے اپنی ملکی کرنسی میں صدقہ ادا کرسکتی ہے، یہ اس صورت میں ہے جب کہ پورے چار پہر یعنی 12 گھنٹے منہ ڈھکنا نہ پایا گیا ہو ورنہ دم لازم ہوگا۔ اور بے خوشبو کے صرف سے کپڑے دھونے میں کچھ کفارہ لازم نہ آئے گا۔ ہاں اگر کوئی بے خوشبو کے صابن یا صرف کے استعمال کے وقت میل چھڑانے کی نیت کرے گا تو مکروہ تنزیہی ہوگا کہ جس پر کوئی کفارہ لازم نہیں آتا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۵ ذوالحجۃ ۱٤۲۷ھ، ۲۵ دیسمبر ۲۰۰٦ م (330-F)

احرام کھولنے کے وقت اپنے جیسے کا سر مونڈنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج میں دس ذوالحجہ کی رمی سے فارغ ہونے کے بعد یا عمرہ میں سعی سے فارغ ہوکر اپنا سر خود مونڈ سکتا ہے یا نہیں۔ اسی طرح دو ایسے حاجی یا عمرہ کرنے والے جنہوں نے سر منڈوانا تھا ایک دوسرے کا سر

Ishaate Islam

مونڈ سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز محرم یا غیر محرم کا سر مونڈنے والے مُحرِم وغیر مُحرِم کا کیا حکم ہے؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حلق کے وقت اپنا سر خود مونڈنا جائز ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

إذا حلق رأسه عند جواز التحلل لم يلزمه شيء، ملخصاً (١٤١)

یعنی، جب مُحرِم نے جوازِ تحلّل کے وقت اپنا سر خود مونڈا تو اس پر کچھ لازم نہیں۔

اسی طرح اُس وقت دو مُحرِم ایک دوسرے کا سر مونڈیں تو جائز ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی "لباب المناسك" میں اور اس کی شرح میں ملا علی قاری لکھتے ہیں:

إذا حلق أي المحرم رأس غيره أي ولو كان محرماً، عند جواز التحلل أي الخروج من الإحرام بأداء أفعال النسك، لم يلزمه شيء الأولى لم يلزمها شيء (١٤٢)

یعنی، جب محرم نے دوسرے کے سر کو جوازِ تحلّل کے وقت مونڈا اگرچہ دوسرا مُحرِم ہو یعنی افعالِ نُسک ادا کر کے احرام سے نکلنے کے وقت مونڈا تو اسے کچھ لازم نہیں۔ اَولیٰ یہ ہے کہ کہا جائے دونوں پر کچھ لازم نہیں۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ١٣٦٧ھ "منسك" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

جب احرام سے باہر ہونے کا وقت آ گیا تو اب مُحرِم اپنا یا دوسرے کا سر مونڈ سکتا ہے اگرچہ دوسرا ابھی مُحرِم ہو۔ (١٤٣)

اور مفتی محمد وقار الدین متوفی ١٤١٣ھ لکھتے ہیں:

حج اور عمرے میں جب حلق یا قصر کا وقت آ جائے تو جو حاجی اپنا سر مونڈ

١٤١۔ لباب المناسك، باب مناسك منى، فصل فى الحلق و التقصير

١٤٢۔ المسلك المتقسط إلى المنسك المتوسط، باب مناسك منى، فصل فى الحلق و التقصير، ص ٢٥٣

١٤٣۔ بہار شریعت، حصہ (٦)، حلق وتقصیر، ص ٨٤

سکتا ہے اسی طرح دو مُحرِم بھی ارکان ادا کرنے کے بعد ایک دوسرے کا سر مونڈ سکتے ہیں۔ (١٤٤)

ہاں ایسا مُحرِم کہ جس کے جوازِ تحلّل کا وقت نہیں آیا تو وہ غیر مُحرِم اور مُحرِم کا سر نہیں مونڈ سکتا چاہے جس کا سر مونڈ رہا ہے اس مُحرِم کے جوازِ تحلّل کا وقت آیا ہو یا نہ آیا ہو پھر مُحرِم کا سر مونڈا ہے تو مونڈنے والے پر صدقہ لازم ہے اور غیر مُحرِم یا اس شخص کا سر مونڈا ہے کہ جس کے جوازِ تحلّل کا وقت آ گیا ہے تو مونڈنے والے پر کچھ خیرات کرنا لازم ہے، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی "فتاوی عالمگیری" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

مُحرِم نے دوسرے مُحرِم کا سر مونڈا اس پر بھی صدقہ ہے خواہ اس نے اُسے حکم دیا ہو یا نہیں، خوشی سے مونڈوایا یا مجبور ہو کر اور غیر مُحرِم کا مونڈا تو کچھ خیرات کر دے۔ غیر مُحرِم نے مُحرِم کا سر مونڈا اس کے حکم سے یا بلا حکم تو مُحرِم پر کفّارہ ہے اور مونڈنے والے پر صدقہ اور وہ مُحرِم مونڈنے والے سے اپنے کفّارے کا تاوان نہیں لے سکتا الخ۔ (١٤٥)

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ٨شوال المكرم ١٤٢٧ھ، ١نومبر ٢٠٠٦ م (232-F)

١٤٤۔ وقار الفتاوی، المجلد (٢)، کتاب المناسك، ص ٤٥٣

١٤٥۔ بہار شریعت، حصہ ششم، حج کا بیان، جرم اور اُن کے کفارے کا بیان، ص ١٠٥

Ishaate Islam

جنایات (جُرم اور اُن کے کفارے)

دیدہ دانستہ ترکِ واجب کا ارتکاب کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ترکِ واجب کا حکم کیا ہے، بعض لوگ تو اس وجہ سے ترکِ واجب کا ارتکاب کر دیتے ہیں کہ ان کو علم ہی نہیں ہوتا کہ یہ واجب ہے اور ان کا نظریہ ہوتا ہے کہ ہمیں تو علم ہی نہیں ہم پر دم وغیرہ لازم نہیں اور بعض کو علم ہوتا ہے اور جان بوجھ کر ترکِ واجب کا ارتکاب کرتے ہیں اور برملا فخریہ طور پر کہتے ہیں کہ دم دے دیں گے ان سب کا کیا حکم ہے؟

(السائل: محمد اشفاق قادری از لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حج کے واجبات میں سے چند واجبات کے ترک پر علماء کرام نے دم یا صدقہ کے لازم نہ ہونے کا ذکر کیا ہے چاہے ان کا ترک کسی عذر کی وجہ سے ہو یا بلا عذر ہو ان میں سے ایک دو رکعت نمازِ طواف ہے دوسرا واجب نمازِ مغرب مزدلفہ میں پڑھنے کے لئے اُسے عشاء تک مؤخر کرنا، تیسرا مزدلفہ میں رات گزارنا اور چوتھا واجب حجرِ اسود سے طواف کی ابتداء ہے جیسا کہ "حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب" (ص ٤٦) میں ہے۔

اور کچھ واجبات ایسے ہیں کہ جن کا ترک اگر کسی عذر کی وجہ سے ہو تو دم وغیرہ لازم نہیں آتا جیسے طواف وسعی میں مرض یا پاؤں کٹے ہوئے ہونے یا کبر سنی کے سبب پیدل نہ چل سکا۔ اسی طرح طوافِ زیارت کو حیض یا نفاس کے سبب واجب ایام سے مؤخر کر دیا یا وقوف مزدلفہ کو ازدحام وضعف کی بنا پر ترک کیا یا حلق یا قصر کسی عذر کی بنا پر ترک کیا وغیرہ، یعنی کسی واجب کو ایسے عذر کے سبب ترک کیا کہ جس عذر کو شرع نے معتبر کہا ہو تو اس کے ترک پر بھی دم یا صدقہ لازم نہیں آتا۔

اس کے علاوہ بقیہ واجبات میں سے حاجی نے اگر کسی ایک کو بھی ترک کر دیا چاہے اس کا ترک مسئلہ سے عدم واقفیت کی بنا پر ہو یا بھول جانے کی وجہ سے ہو یا سہواً ہو یا قصداً ہو بہر صورت جزاء لازم آئے گی۔ باقی رہا گناہ تو وہ صرف ایک صورت میں لازم آئے گا وہ یہ کہ حاجی نے اس واجب کا ترک جان بوجھ کر کیا ہو۔

چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ١١٧٤ھ لکھتے ہیں:

حکم واجبات آنست اگر ترک کرد یکے از آنہا صحیح باشد حج اُو ولازم آید بروے دم یا صدقہ بر ابرست کہ ترک کردہ باشد آن را عمداً یا سہواً یا نسیاناً، یا جہلاً لیکن چون ترک کرد بطریق تعمد آثم باشد اگر چہ دم دہد ومرتفع نگردد آن اثم بغیر توبہ (١٤٦)

یعنی، واجبات کا حکم یہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی ایک کو ترک کر دے تو اس کا حج صحیح ہو جائے گا اور اس پر دم یا صدقہ لازم آئے گا چاہے اُسے عمداً یا سہواً یا نسیاناً یا علم نہ ہونے کی وجہ سے ترک کیا ہو لیکن جب جان بوجھ کر ترک کیا ہو تو گنہگار ہوگا اگر چہ دم دے دے اور وہ گناہ بغیر توبہ کے نہ اٹھے گا۔

اور بعض لوگوں کا دیدہ دانستہ جان بوجھ کر بغیر کسی انتہائی مجبوری کے واجبات کو ترک کر دینا اور پھر یہ سوچ کر کہ کیا ہوا واجب ہی تو ہے ہم دم دے دیں گے، یہ انتہائی قبیح اور بہت بُری سوچ اور گھٹیا نظریہ ہے جو اُن میں جنم لے رہا ہے، یہ اللہ عزّ وجلّ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی نافرمانی پر دلیری اُن کے خلاف اعلانیہ بغاوت ہے، ایسے لوگوں کو اللہ عزّ وجلّ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے۔ یہ تو واجبات ہیں جن کے ساتھ ان کا یہ معاملہ ہے شرع مطہرہ نے تو ہمیں سنّتوں کی بھی پابندی کا سبق سکھایا ہے اور بتایا ہے کہ ترکِ سُنّن محرومیوں کا سبب ہے، پھر یہ لوگ خود قصداً ظاہر ظہور، کُھلم کُھلا ترکِ واجب کا ارتکاب کرتے ہیں اور دیگر عوام جو انہیں دیکھ کر ترکِ واجب کے مُرتکب ہوں گے اس کا وبال کس پر ہوگا۔ تو یقیناً جس طرح

١٤٦۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، مقدمہ الرسالہ، فصل سیوم، ص ٤٥

Ihaate Islam

اس کا گناہ اُن مُرتکبین پر ہوگا اسی طرح اس کا وبال اِن ناعاقبت اندیشوں پر بھی ہوگا۔

پھر ان لوگوں سے پوچھو کہ تم دم تو دے دو گے مگر اس پر ہونے والے گناہ کو کیسے معاف کرواؤ گے۔ احکم الحاکمین کے احکام کی کُھلم کُھلا مخالفت کر کے اس کے عذاب کو تم نے دعوت دی ہے تو اس کی ناراضگی اور غضب سے کس طرح بچو گے۔ بس اس کی ایک ہی صورت ہے وہ یہ کہ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچے دل سے نادم ہوں، آنسو بہائیں، روئیں اور گڑگڑائیں، اپنے کئے پر شرمندہ ہوں۔ اس کی معافی مانگیں اور آئندہ ایسی حرکت نہ کرنے کا اس بے نیاز سے وعدہ کریں اور امید رکھیں کہ اللہ عزّ وجلّ ان کی توبہ کو قبول فرمائے گا۔ اور اس کے سوا اُن کے لئے اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ جس کے احکامات کی قصداً خلاف ورزی کرنے میں تم جس مال پر اِتراتے ہو کہ دم دے دیں گے وہ مال بھی اسی کا عطا کردہ ہے، وہ چاہے تو ایک لمحہ سے بھی قبل تمہیں فقیر ومحتاج کر دے لہٰذا اس کے غضب سے ڈرا جائے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعۃ، ١٦ ذوالحجۃ ١٤٢٧ھ، ٥ینایر ٢٠٠٧ م (F-349)

صدقہ کی مقدار اور اس کی ادائیگی کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج کے باب میں جہاں صدقہ کا حکم دیا جاتا ہے تو اس کی مقدار کیا ہوتی ہے اور وہ حرم میں ہی دینا لازم ہوتا ہے یا حرم سے باہر اپنے وطن جا کر بھی دے سکتا ہے؟

(السائل: C/O محمد عارف عطاری)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اس باب میں صدقہ کی مقدار وہی ہے جو صدقۂ فطر میں ہوتی ہے یعنی اگر جَو یا کھجور یا کشمش سے دے تو ایک صاع اور گندم سے دے تو نصف صاع چنانچہ سیر کے پیمانے کے مطابق تقریباً سوا دو سیر (دو کلو پینتالیس گرام

تقریباً) گندم یا اس کی قیمت دے گا۔

اور صدقہ سرزمین حرم پر دینا ضروری نہیں لیکن افضل یہی ہے کہ صدقہ سرزمینِ حرم میں دے کیونکہ حرمِ مکہ میں ایک نیکی لاکھ نیکیوں کے برابر ہے اور اگر قیمت دیتا ہے تو اس کا تعین اسی مقام کے موجودہ نرخ سے کیا جائے جہاں وہ ہے مثلاً اس سال (١٤٢٧ھ/٢٠٠٦م) نصف صاع گندم کی قیمت مکہ مکرمہ میں پانچ ریال ہے تو اگر مکہ میں اسی سال ادا کرے گا تو پانچ ریال ہی دے گا اور دوسرے سال اگر یہ قیمت چھ ریال ہو جائے تو چھ دے گا اور اسی طرح مدینہ منورہ میں اگر نصف صاع گیہوں کی قیمت ساڑھے پانچ ریال ہو اور وہاں ادا کرنا چاہے تو ساڑھے پانچ ریال ادا کرے گا۔

اسی طرح جہاں ادا کرتا ہے وہاں کے اعتبار سے ہی قیمت کا تعین کیا جائے گا مثلاً اگر مکہ مکرمہ میں نصف صاع گندم کی وہ قیمت ادا کرے جو پاکستان میں ہے پھر چاہے وہ سعودی کرنسی میں ادا کرے یا پاکستانی کرنسی میں، بہرصورت جائز نہ ہوگا بلکہ اُسے مکہ مکرمہ میں رائج کرنسی یعنی ریال میں وہاں کا نرخ معلوم کرنا ہوگا پھر چاہے اس قیمت کو سعودی کرنسی میں ادا کرے یا کسی اور کرنسی میں۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٢٦ ذی القعدۃ ١٤٢٧ھ، ١٧ دیسمبر ٢٠٠٦ م (F-295)

حلق یا تقصیر کروائے بغیر ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے گروپ میں ایک بوڑھے شخص نے پاکستان سے عمرہ کا احرام باندھا، یہاں مکہ مکرمہ آ کر عمرہ کا طواف کیا اور سعی بھی کی مگر اس نے حلق یا قصر نہ کروایا، اپنے ہوٹل کے کمرے میں آ کر احرام کھول دیا اور سلے ہوئے کپڑے پہن لئے اس کو آج تیسرا دن ہے، آپ شرع مطہر کی روشنی میں یہ بتائیں کہ اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

Ishaate Islam

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُسے حلق نہ کروانے اور محظوراتِ احرام (یعنی ممنوعاتِ احرام) کے ارتکاب کی وجہ سے ایک دَم لازم ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ ان ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب جیسے سلے ہوئے کپڑے پہننا، سر اور منہ کو ڈھکنا اور خوشبو لگانا وغیرہا کا ارتکاب احرام سے نکلنے کے لئے اپنی جہالت کی بنا پر کیا ہے۔ اور اگر اس نے ان مُحرّمات کا ارتکاب احرام سے باہر نکلنے کے لئے نہ کیا ہو تو جتنے جُرم تھے اتنی ہی جزائیں اس پر لازم آتیں چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

شرط خروج از احرام حج وعمرہ حلق رُبع سر یا تقصیر رُبع اوست در وقت حلق، پس اگر حلق وتقصیر نمود بیرون نیاید از احرام اگرچہ بگذرند بروے سالہائے بسیار، وہر بارے کہ ارتکاب کند محظورے را لازم می شود بروے جزائے علیحدہ مگر آنکہ ارتکابِ محظورات متعدد بلیتِ ترکِ احرام بودہ باشد کہ آنگاہ جزاء واحد لازم آید کما سیأتی قریباً (۱۴۷)

یعنی، حج وعمرہ سے نکلنے کی شرط حلق کے (مقررہ) وقت میں چوتھائی سر کا منڈوانا یا چوتھائی سر کا قصر کروانا ہے، اگر کسی نے نہ سر منڈوایا اور نہ قصر کروایا تو احرام سے باہر نہیں نکلے گا، چاہے اسے بے شمار سال گزر جائیں۔ اس دوران ہر بار جب وہ محظورِ احرام کا ارتکاب کرے گا اسے علیحدہ جزاء لازم ہوگی جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا۔

اور لکھتے ہیں:

آنچہ گفتیم کہ شرط است وقوعِ حلق یا قصر در وقت او پس بدانکہ ابتداءِ وقت حلق در حج از طلوعِ فجر روزِ نحر است ودر عمرہ بعد از اتیان اکثر طواف است، ولیکن آخر ندارد در حق صحت بلکہ جمیع عمر وقت اوست ہر وقتی کہ حلق نماید از احرام بیرون آید اگرچہ واجب است وقوعِ حلقِ حج در

۱۴۷۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل دہم در کیفیت خروج از احرام، ص ۱۰۲

ایامِ نحر بعد از رمی جمرہ عقبہ، وواجب است وقوعِ حلقِ عمرہ بعد از سعی بین الصفا والمروۃ در عمرہ (۱۴۸)

یعنی، ہم نے حلق یا قصر کے وقت مقررہ ہونے کی جو شرط بیان کی ہے تو جاننا چاہئے کہ حلق کا وقت حج کے لئے پس ذوالحجہ کی صبح صادق سے اور عمرہ کے لئے طواف کے اکثر (یعنی، چار) پھیرے کرنے کے بعد شروع ہوتا ہے (یعنی اگر طواف کے چار پھیروں کے بعد حلق کروالیا تو عمرہ تو ادا ہوگیا مگر چونکہ سعی سے فراغت سے قبل کرلیا پس دَم لازم ہے) لیکن حلق وتقصیر صحیح ہونے کا آخری وقت کوئی مقرر نہیں، ساری عمر اس کا وقت ہے جب بھی سر منڈائے گا یا قصر کرائے گا احرام سے باہر ہو جائے گا۔ اگرچہ حج میں رمی جمرۂ عقبہ کے بعد ایامِ نحر میں حلق کرالینا واجب ہے اور عمرہ میں سعی کے بعد واجب ہے۔

اور وہ احرام توڑنے کی نیت کرلے تب بھی مُحرِم ہی رہے گا احرام سے باہر نہیں نکلے گا چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

پس چنین خارج نگردد بہ نیت رفض واحلال وواجب آید بر این شخص دم واحد برائے جمیع آنچہ ارتکاب کرد ہر چند کہ ارتکاب کرد جمیع محظورات را دو متعدد نشود بروے جزاء بہ تعدد جنایات چون نیت کردہ است رفضِ احرام را زیرا کہ او ارتکاب نمودہ است محظورات را بتاویل اگرچہ فاسد است، معتبر باشد در رفعِ ضمانات دنیویہ، پس گویا کہ موجود شد ند این ہمہ محظورات از جہت واحدہ بسببِ واحد، پس متعدد نگردد جزاء بروی این مذہب ماست، وامام نزد شافعی پس لازم آید بروی برائے ہر محظورے علیحدہ جزا (۱۴۹)

۱۴۸۔ حیاۃ القلوب، ص ۱۰۲

۱۴۹۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۱۰۳

Ishaate Islam

یعنی، اس طرح احرام توڑنے اور حلال ہونے کی نیت سے بھی احرام سے خارج نہ ہوگا اور اس شخص پر تمام ممنوعات کے ارتکاب کا ایک ہی دم واجب ہوگا، چاہے تمام ممنوعات کا مُرتکب ہوا ہو، اور جب اس نے احرام توڑنے کی نیت کر لی تو متعدد جنایات پر متعدد جزائیں اس لئے واجب نہ ہوں گی کہ ان ممنوعات کا ارتکاب اس نے اس تاویل سے کیا ہے (وہ تاویل یہ ہے کہ میں نے احرام توڑنے کی نیت کر لی تھی اس لئے یہ ممنوعات میرے لئے ممنوع نہ رہے)۔ اور تاویل کو کہ فاسد ہے مگر وہ دینی ضمانتوں کے اُٹھ جانے کے بارے میں معتبر ہوگی، پس کہا کہ یہ تمام ممنوعات ایک ہی جہت سے ایک ہی سبب کے باعث واقع ہوئے اس لئے جزائیں بھی اس پر متعدد واجب نہ ہوں گی یہ ہمارا مذہب ہے، مگر امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک ہر ممنوع پر جزاء علیحدہ ہوگی۔

اور ہمارے اور امام شافعی کے مابین یہ اختلاف تب ہے جب اس نے احرام توڑنے کے ارادے سے ایسا کیا اور جہالت کی بناء پر سمجھ لیا کہ اب میں احرام سے باہر ہو گیا ورنہ ہر جنایت پر الگ جزا لازم ہوگی چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

واین اختلاف وقتی ست کہ شخص مذکور کہ نیت رفضِ احرام کردہ است گمان می برد بسبب جہل خود کہ او خارج گشتہ است از احرام بسبب این قصد، لہٰذا کسی کہ می داند کہ خارج نشدہ ام من از احرام بسبب این قصد معتبر نباشد ازوی قصد رفض ومتعدد گردد جزاء بروی بہ تعدد جنایات اتفاقاً بیننا وبین الشافعی، چنانکہ متعدد می گردد اتفاقاً بر شخص کہ قصد نہ کردہ است رفض را اصلاً (۱۵۰)

یعنی، یہ اختلاف بھی اس وقت ہے جب اس شخص نے (ان ممنوعات کے ارتکاب میں) احرام توڑنے کی نیت کی ہو اور اپنی جہالت سے سمجھ لیا ہو کہ اس نیت کرنے سے وہ احرام سے نکل گیا، لیکن اگر کوئی یہ جانتا ہے کہ میں اس نیت کر لینے سے احرام سے نہیں نکلا ہوں تو ایسے شخص سے

۱۵۰۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۱۰۳۔۱۰۴

احرام توڑنے کی نیت معتبر نہیں ہوگی۔ اس پر ہمارے اور امام شافعی کے نزدیک بالاتفاق ہر جنایت پر علیحدہ جزاء واجب ہوگی جیسا کہ باتفاق احناف وشوافع اس شخص پر (جزائیں) متعدد ہوں گی، جس نے احرام توڑنے کی سرے سے نیت ہی نہ کی ہو۔

لہٰذا مذکور شخص اگر یہ جانتا تھا کہ میں اس طرح سے احرام سے نہیں نکلوں گا یا اسے یہ بتایا گیا تھا تو دیکھنا ہوگا کہ سعی عمرہ کے بعد اس نے کن کن ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کیا ہے تو جتنی اس نے جنایتیں کی ہوں گی تو ان جنایتوں کے مطابق اتنی ہی جزاؤں کا حکم دیا جائے گا۔

اور اگر اُسے اس بارے میں شک تھا کہ میں صرف نیت کر لینے سے احرام سے باہر نکلوں گا یا نہیں یا اسے معلوم تو تھا کہ محض نیت کرنے سے میں احرام سے باہر نہیں نکلوں گا مگر وہ بھول گیا تو بھی اس پر جنایات کے مطابق جزائیں لازم ہوں گی چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

شیخ علی قاری گفتہ کہ باید کہ معتبر نباشد قصد رفض از شخصی کہ شاک باشد در مسئلہ یا ناسی باشد حکم او را۔ اھ (۱۵۱)

یعنی، اور ملا علی القاری (حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں کہ احرام توڑنے کی نیت اس شخص کی معتبر نہ ہونی چاہئے جسے مسئلہ میں کوئی شک ہو یا اس کے حکم کو وہ بھول گیا ہو۔

اور یاد رہے کہ مذکورہ مسئلہ میں اسے حلق یا قصر بہر صورت کروانا ہوگا اگرچہ کتنا عرصہ کیوں نہ گزر گیا ہو چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

اگر مُحرِم بعد از احرام قصد کرد رفض احرام را پس ارتکاب کردن گرفت محظوراتِ احرام را چنانکہ ارتکاب کند آنہا را شخص غیر مُحرِم از بس تخیط و تطیب وحلق و جماع وقتلِ صید وامثال آن، پس بیرون نمی آید این شخص بارتکاب این چیزہا از احرام بالاجماع (۱۵۲)

۱۵۱۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۱۰۴

۱۵۲۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول، فصل دہم در بیان کیفیت خروج از احرام، تنبیہ حسن، ص ۱۰۳

یعنی، اگر مُحرِم نے احرام توڑنے کا ارادہ کرلیا اور اس نے اس ارادے سے ایسے ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کرنا شروع کر دیا جیسے غیر مُحرِم کرتا ہے جیسا کہ سلے ہوئے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، سر منڈوانا، جماع کرنا اور شکار کو قتل کرنا وغیرہا، تو ان افعال کے کرنے کے باوجود وہ باجماع علماءِ کرام احرام سے نہ نکلے گا۔

ہاں ایک صورت ہے کہ جس میں مذکور شخص محض نیت کرنے سے احرام سے نکل جاتا اور اس پر کوئی جزاء بھی لازم نہ ہوتی وہ یہ ہے کہ اس کے سر میں ایسے زخم ہوں جن کی بنا پر نہ حلق ممکن ہو اور نہ ہی قصر چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

آنچہ گفتیم کہ شرطِ خروج از احرام حلق سر یا قصر اوست استثناء کردہ شود سہ صورت را کہ حاصل می شود در انہا خروج از احرام بغیر حلق وقصر یکے آن کہ متعذر شوند حلق وقصر بسبب آنکہ در سر جراحتے دارد کہ مانع است از حلق وقصر، درین صورت خارج گردد از احرام بمجرد نیتِ خروج بغیر چیزے دیگر ولازم نیاید بروے دم ونہ صدقہ (۱۰۳)

یعنی، ہم نے جو یہ کہا کہ احرام سے نکلنے کے لئے حلق یا قصر شرط ہے تو اس میں تین صورتیں مستثنیٰ ہیں۔ ان میں حلق یا قصر شرط نہیں ان صورتوں میں بغیر حلق وقصر بھی احرام سے نکل آئے گا۔ پہلی صورت یہ ہے کہ حلق و قصر متعذر ہو، سر میں کسی ایسے زخم کے سبب جو حلق وقصر سے مانع ہوں تو اس صورت میں محض احرام سے نکلنے کی نیت کرنے سے احرام سے بغیر کچھ اور کئے باہر ہو جائے گا اور اس پر نہ دم لازم آئے گا اور نہ صدقہ۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۲ ذوالقعدہ ۱۴۲۷ھ، ۱۳ دیسمبر ۲۰۰۶ م (288-F)

۱۰۳ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول، فصل دہم، ص ۱۰۲

عمرہ میں سعی کئے بغیر حلق کروانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص عمرہ میں سعی کو چھوڑ دے اور حلق کے بعد احرام کھول دے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

(السائل: حافظ عبدالرحمٰن، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں عمرہ ادا ہوگیا اور اس پر دَم لازم آیا کہ اس نے حلق کے وقت سے قبل حلق کروایا چنانچہ ملا علی القاری الحنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لو طاف، ثم حلق، ثم سعی صحّ سعیه، و علیه دم لتحلّله قبل وقته و سببه علی أداء واجبه (۱۰۴)

یعنی، اگر طواف (عمرہ میں) کرلیا، پھر حلق کیا، پھر سعی کی تو اس کی سعی صحیح ہوگئی اور اس پر وقت تحلّل کی وجہ سے دَم لازم آیا اور (اس لئے کہ) اُس نے اُسے (یعنی حلق کو عمرہ کے ایک) واجب کی ادائیگی سے پہلے کیا۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲ جمادی الأولی ۱۴۲۸ھ، ۱۹ مایو ۲۰۰۷ م (373-F)

عمرہ کی سعی کے بعد حلق یا تقصیر کے بغیر دوسرے احرام کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عمرہ کا احرام باندھا، طواف وسعی کے بعد حلق یا تقصیر نہیں کروائی گویا کہ اس نے سمجھ لیا کہ سعی سے اس کا عمرہ مکمل ہوگیا اور پھر دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا اور پھر عمرہ ادا کیا، سعی کے بعد حلق یا تقصیر نہیں کروائی اور وہ ابھی حدودِ حرم میں ہے؟

(السائل: جرم عبدالقادر، رنچھوڑ لائن، کراچی)

۱۰۴ المسلک المتقسط فی المنسک المتوسّط، باب السعی بین الصفا و المروۃ، فصل فی شرائط السعی، ص ۱۹۳

Ishaate Islam

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: جاننا چاہئے کہ جس طرح حج میں حلق یا تقصیر واجب ہے اسی طرح عمرہ میں بھی حلق یا تقصیر واجب ہے اور دونوں میں حلق یا تقصیر کا حدودِ حرم میں ہونا ضروری ہے، فرق صرف یہ ہے کہ عمرہ میں حلق یا تقصیر کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے، جیسا کہ شیخ الاسلام علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

التقصير و الحلق في العمرة غير مؤقّت بالزمان بالإجماع لأن أصل العمرة لا يتوقّت به بخلاف المكان، لأنه مؤقّت به فإن لم يقصر حتى رجع و قصر فلا شيء عليه في قولهم جميعاً معناه إذا خرج المعتمر ثم عاد (۱۵۵)

یعنی عمرہ میں تقصیر اور حلق بالاجماع غیر موقّت ہے کیونکہ اصل عمرہ اس کے ساتھ موقّت نہیں برخلاف مکان کے کیونکہ وہ اس کے ساتھ موقّت ہے، پس اگر عمرہ ادا کرنے والے نے تقصیر (یا حلق) نہ کروایا (اور حرم سے نکل گیا) حتی کہ (واپس) لوٹا اور تقصیر کروائی تو اس پر تمام ائمہ کے قول کے مطابق کچھ لازم نہیں، معنی یہ ہے کہ جب معتمر حرم سے نکل گیا پھر لوٹا (اور اس نے تقصیر یا حلق کروایا تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا)۔

اور اگر کوئی شخص عمرہ کی سعی کے بعد حلق یا تقصیر کو ترک کردے اور دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لے تو اس پر دم لازم ہوگا کیونکہ عمرہ میں دوسرا احرام اسی وقت باندھ سکتا ہے جب پہلے عمرہ سے حلق یا تقصیر کے ذریعے فارغ ہوجائے گا، چنانچہ علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

من فرغ من عمرته إلا التقصير فأحرم بأخرى فعليه دم لإحرامه قبل الوقت، (لأن وقته بعد الحلق الأول) لأنه جمع بين إحرامي العمرة، و هذا مكروه فيلزمه الدم و هو دم جبر و كفارة (۱۵۶)

۱۵۵۔ الهداية، المجلد (۱۔۲) كتاب الحج، باب الجنايات، فصل، ص ۱۸۲

۱۵۶۔ الهداية، المجلد (۱۔۲)، كتاب الحج، باب إضافة الإحرام إلى الإحرام، ص ۱۹۴

یعنی، جس شخص نے عمرہ ادا کیا اور تقصیر نہ کروائی پھر دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا تو اس پر دم لازم ہے اس لئے کہ اس نے وقت سے قبل احرام باندھا (کیونکہ دوسرے عمرہ کے احرام کا وقت پہلے عمرہ کے حلق کے بعد ہے)۔ کیونکہ اس نے عمرہ کے دو احرام کے مابین جمع کردیا اور یہ مکروہ ہے تو اُسے دم لازم ہوا اور یہ دم جبر وکفارہ ہے۔

نیز اس نے پہلے عمرہ کی سعی کے بعد اور دوسرے عمرہ کی نیت سے قبل اگر ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کیا ہوگا تو جیسے ممنوع کا ارتکاب کیا اس کے مطابق شرعی جرمانہ اس پر لازم ہوگا اور وہ جرمانہ صدقہ بھی ہوسکتا ہے اور دم بھی۔ ایک بھی ہوسکتا ہے زائد بھی۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲ جمادی الأولی ۱۴۲۸ھ، ۱۹ مایو ۲۰۰۷ م (372-F)

عورت کا تقصیر سے قبل کنگھی کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں اپنی اہلیہ کے ساتھ مسجد عائشہ گیا ہم نے وہاں سے عمرہ کا احرام باندھا مکہ آکر طوافِ کعبہ کیا اور سعی بھی کرلی اب میری بیوی نے قصر سے قبل اپنے بالوں کو کنگھی دی تاکہ بال سیدھے ہوجائیں پھر قصر کروایا تو کیا اس صورت میں اس پر کچھ لازم آئے گا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں دیکھا جائے گا کہ کنگھی سے بال ٹوٹے ہیں یا نہیں، اگر نہ ٹوٹے ہوں تو اس پر کچھ نہیں، سوائے اس کے کہ اس نے بُرا کیا کیونکہ قصر یا حلق سے قبل احرام برقرار رہتا ہے اور حالتِ احرام میں زینت ممنوع ہے اور کنگھی دینا زینت ہے، اور اس میں بال ٹوٹنے کا احتمال ہوتا ہے۔ اور اگر کنگھی دینے سے بال ٹوٹے ہوں تو دیکھا جائے گا کتنے ٹوٹے ہیں اگر ایک یا دو یا تین ہوں تو ہر بال کے بدلے

Ishaate Islam

کھجور صدقہ کرے، یا مٹھی بھر گندم صدقہ کرے اور اگر تین سے زائد ہوں تو صدقۂ فطر کی مقدار گندم یا جَو یا ان کی قیمت صدقہ کرنا لازم ہوگی اور یہ مقدار چوتھائی سر تک رہتی ہے، چوتھائی سر کی مقدار ہونے پر دم لازم آتا ہے۔ چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

پس اگر یک دو سہ موی باشد واجب شود یک کف از گندم یا بدہد برائے موئے یک خرما، اگر زائد شوند بر سہ موئے نصف صاع گندم بدہد مادام کہ نرسد بربع رأس وربع لحیہ، وچون بربع رسید ذبح شاۃ لازم گردد (۱۵۷)

یعنی، پس اگر تین بال تک ہوں تو ایک مٹھی گندم دے دے، یا ہر بال کے عوض ایک کھجور صدقہ دے، اور اگر تین بالوں سے زائد گریں نصف صاع گندم صدقہ دے، یہ مقدار چوتھائی سر یا داڑھی کے بقدر نہ ہو تو نصف صاع (یعنی تقریباً دو کلو پینتالیس گرام) گندم ہی دیا جائے گا، چوتھائی کی مقدار کو پہنچ جائے تو بکری ذبح کرنی لازم ہوگی۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعہ، ۲ ذوالحجہ ۱۴۲۷ھ، ۲۲ دیسمبر ۲۰۰۶ م (311-F)

مُحرِم کا بُھولے سے قلیل مدت کے لئے اپنے چہرے کو چُھپا لینا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ محرم نے بھولے سے کپڑے سے منہ صاف کیا اور اس کا کچھ یا پورا منہ کچھ وقت کے لئے چُھپ گیا تو اس صورت میں اس پر کچھ لازم آئے گا یا نہیں؟ اور اگر ٹشو پیپر وغیرہ سے ناک صاف کرنے کی حاجت پیش آجائے تو وہ ناک کو کس طرح صاف کرے اور اگر چہرے پر پسینہ شدید ہو تو اُسے ٹشو پیپر وغیرہ سے کیسے صاف کرے؟

(السائل: C/O محمد عارف عطاری، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: منہ کی نکلی پوری چُھپے یا چوتھائی اگر

۱۵۷۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول فصل ششم در بیان محرّمات احرام، ص ۸۵

لگاتار چار پہر ہو تو دم لازم آتا ہے اس سے کم ہو تو صدقہ چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ "فتاوی عالمگیری" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

مرد یا عورت نے مونہہ کی نکلی ساری یا چہارم چُھپائی یا مرد نے پورا یا چہارم سر چُھپایا تو چار پہر یا زیادہ لگاتار چُھپانے میں دم ہے اور کم میں صدقہ اور چہارم سے کم کو چار پہر تک چُھپایا تو صدقہ ہے اور چار پہر سے کم میں کفارہ نہیں مگر گناہ ہے۔ (۱۵۸)

اس صورت میں اس نے یا تو پورے یا چوتھائی چہرہ کو چُھپایا ہوگا اور ظاہر ہے کہ چہرہ کا چُھپانا قلیل مُدّت کے لئے پایا گیا اس لئے اس پر صرف صدقہ لازم ہوگا۔ اور اگر چوتھائی چہرہ سے کم چہرہ کو چُھپانا پایا گیا اور مُدّت قلیل ہے تو اس پر صدقہ بھی لازم نہ ہوگا۔

یاد رہے کہ لزومِ جزا میں چہرے کا اپنے فعل سے چُھپنا اور کسی دوسرے کے فعل سے چُھپنا ایک ہی حکم رکھتا ہے ہاں لزومِ گناہ میں دونوں میں فرق ہے کہ پہلی صورت میں میں محظورِ احرام کا مُرتکب ہونے کی وجہ سے گنہگار ہوگا جب کہ دوسری صورت میں گنہگار نہ ہوگا۔

اور بے خوشبو کے ٹشو پیپر وغیرہ سے بوقت حاجت ناک صاف کرنے میں حرج نہیں جب کہ صاف کرتے وقت ٹشو پیپر چوتھائی چہرے کو نہ چُھپائے تو مُحرِم کو چاہئے کہ ایسی صورت میں کامل احتیاط سے کام لے ٹشو پیپر وغیرہ کو ایک جگہ جمع کر کے تہہ کر لے تاکہ چہرے پر پھیلنے سے چہرہ کے ڈھکنے کا احتمال نہ رہے اور ناک کے اسی مقام پر اُسے لگائے جہاں اس نے صاف کرنی ہے۔ اسی طرح اگر پسینہ وغیرہ پونچھنے کی حاجت پیش آئے تو بھی ٹشو پیپر کو ہاتھ سے جمع کر کے یکے بعد دیگرے چہرے کے تھوڑے تھوڑے حصے پر مَس کرتا جائے اس طرح وہ پسینے کو خشک کر لے اُسے پھیلا کر پسینے کو صاف نہ کرے کہ اس میں چہرے کا ڈھکنا پایا جائے گا جو کہ احرام کی حالت میں مرد وعورت دونوں کے لئے ممنوع ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۵ ذی القعدۃ ۱۴۲۷ھ، ۱۶ دیسمبر ۲۰۰۶ م (294-F)

۱۵۸۔ بہار شریعت، جلد (۱)، حصہ (۶)، جرم اور ان کے لئے کفارے کا بیان، ص ۵۰۱۔۵۰۲

Ishaate Islam

احرام میں منہ یا سر پر ہاتھ رکھنے کا حکم

استفتاء: کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہاتھ سے ناک صاف کیایاناک پر ہاتھ رکھا، اسی طرح سر پر ہاتھ رکھے یا اپنے ہاتھوں کومنہ پر اس طرح پھیرا کہ منہ چُھپ گیا جیسا کہ عموماً پسینہ وغیرہ آجانے پر یا وضو کے بعد چہرہ صاف کرنے میں ہوتا ہے تو اس صورت میں کچھ کفارہ لازم آئے گا یا نہیں؟

(السائل: C/O محمد عارف عطاری، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اگر ناک صاف کیایا اس پر ہاتھ رکھایا سر پر ہاتھ رکھا تو کچھ بھی لازم نہیں آئے گا کیونکہ اسے ناک ڈھکنا اور سر چھپانا نہیں کہا جاتا چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی مباحات احرام کے بیان میں لکھتے ہیں: و وضع یدہ أو یدغیرہ علی رأسہ أو أنفہ اور اس کے تحت ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أی بالاتفاق، لأنہ لا یسمّی لابساً للرأس و لا مغطیاً للأنف (۱۵۹)

یعنی، اپنا یا دوسرے کا ہاتھ اپنے سر یا ناک پر رکھنا بالاتفاق مباح ہے کیونکہ اسے سر کو ڈھکنے والا اور سر کو چھپانے والا نہیں کہا جاتا۔

علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور جماعت علماء ہند نے نقل کیا کہ

لا بأس بأن یضع یدہ علی أنفہ کذا فی "البحر الرائق" (۱۶۰)

یعنی، اس میں کوئی حرج نہیں کہ محرم اپنا ہاتھ اپنے ناک پر رکھے، اسی طرح "بحر الرائق" میں ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

نہادن دست خود یا دست غیر خود بر سر خود، یا بر بینی خود زیرا کہ تسمیہ کردہ

۱۵۹۔ المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط، فصل فی مباحاتہ، ص ۱۳۶

۱۶۰۔ الفتاوی الهندیة، المجلد (۱)، کتاب الحج، الباب الرابع فیما یفعلہ المحرم بعد الإحرام، ص ۲۲۴

نمی شود در عرف لابس رأس و نہ بساتر بینی (۱۶۱)

یعنی، اپنا یا دوسرے کا ہاتھ اپنے سر یا ناک پر رکھنا (مباحاتِ احرام میں سے ہے) کیونکہ عُرف میں اس کو نہ سر ڈھانکنے والا کہتے ہیں اور نہ ناک کو چُھپانے والا۔

باقی رہا چہرہ تو اُسے چھپانا جائز نہیں ہے، چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و تغطیہ الرأس أی کلّہ أو بعضہ لکنہ فی حق الرجل و الوجہ أی للرجل و المرأۃ (۱۶۲)

یعنی، مرد کے لئے پورے سر یا اس کے کچھ حصے کو ڈھانکنا اور مرد وعورت کے لئے چہرے کو ڈھانکنا محرّمات احرام میں سے ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

جائز نیست مُحرِم را پوشیدن تمام روی یا بعض آن اگر چہ مُحرِم مرد باشد یا زن (۱۶۳)

یعنی، مُحرِم کے لئے اپنے پورے چہرے کو چُھپانا جائز نہیں، مُحرِم چاہے مرد ہو یا عورت (دونوں کا یہی حکم ہے)۔

لہٰذا صرف ناک یا منہ یا سر پر ہاتھ رکھنے میں حرج نہیں ہے اور چہرے پر ہاتھ پھیرنے کی صورت میں بھی کچھ لازم نہیں آئے گا کیونکہ اسے فقہاء کرام نے اسے محرّمات احرام میں ذکر نہیں کیا اور اسے عادۃً وعرفاً ڈھکنا نہیں کہا جاتا، اور اس طرح ہاتھ پھیرنا کہ چہرہ کُل یا چوتھائی چُھپ جائے اس سے احتراز کرنا چاہئے کیونکہ فقہاء کرام نے اسے مُباحاتِ احرام میں ذکر نہیں کیا، علاوہ ازیں ہاتھ پھیرنے میں بال گرنے کا بھی احتمال ہے، اور تولئے یا دوسرے کسی کپڑے سے ایسا کرنا ممنوع ہے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں ہے۔ اور کپڑے سے ناک

۱۶۱۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول، فصل ہشتم، در بیان مباحات احرام، ص ۹۷

۱۶۲۔ المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط، فصل: فی محرّمات الاحرام، ص ۱۳۱

۱۶۳۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول، فصل ہشتم در بیان محرّمات احرام، ص ۸۷

Ishaate Islam

صاف کرنے کی حاجت ہوتو اس طرح صاف کرے کہ کپڑے سے چہرے کا چوتھائی حصہ نہ ڈھکنے پائے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۲۶ ذی القعدۃ ۱۴۲۷ھ، ۱۶ دیسمبر ۲۰۰۶ م (296-F)

بُھولے سے یا کسی دوسرے کے فعل سے مُحرِم کے سر یا چہرے پر کپڑا آجانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ احرام میں کبھی کبھار بھولے سے سر پر احرام کی چادر آجاتی ہے اور کبھی دوسرے اپنی چادر درست کرتے ہیں تو کسی مُحرِم کے منہ پر لگ جاتی ہے تو اس صورت میں کیا مُحرِم پر کچھ لازم ہوگا یا نہیں؟ اسی طرح چہرے کا معاملہ ہے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

(السائل: محمد اشفاق قادری، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: سر اور چہرے کا چُھپانا مُحرّمات احرام میں سے ہے اس لئے جائز نہیں چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و تغطیۃ الرأس أی کلّہ أو بعضہ لکنہ فی حق الرجل (۱۶۴)

یعنی، مُحرّمات احرام میں سے پورے سر یا اس کے کچھ حصے کو ڈھانکنا ہے لیکن یہ حکم مرد کے لئے ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

جائز نیست مُحرِم را اگر مرد باشد پوشیدن تمام سر یا بعض آن

یعنی، جائز نہیں مرد مُحرِم کو پورے یا بعض سر کا ڈھکنا۔

اور لکھتے ہیں:

۱۶۴۔ السلک المتقسّط فی المنسک المتوسّط، فصل فی محرّمات الإحرام، ص ۱۳۱

حرمت پوشیدن سر در حق مرد مُحرِم نیز وقتی باشد کہ پوشد آن را چیزے کہ پوشیدہ شود بآن سر را بطریق عادت چنانچہ جامہ و مانند آن باطین یا حناء کونۃ (۱۶۵)

یعنی، مُحرِم مرد کے لئے سر چُھپانے کی حُرمت اس صورت میں ہے جب کسی ایسی چیز سے سر چُھپائے جس سے عام طور پر عادتاً سر چُھپایا جاتا ہو جیسے کپڑا (رومال وغیرہ) یا گیلی مٹی، یا کوٹی ہوئی مہندی۔

اور چہرہ چُھپانا مرد وعورت دونوں کو ناجائز ہے چنانچہ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

و الوجہ أی للرجل و المرأۃ (۱۶۶)

یعنی، مُحرّمات احرام میں سے ہے مرد اور عورت کا چہرہ کا چُھپانا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

جائز نیست مُحرِم را پوشیدن تمام روی یا بعض آن اگرچہ مُحرِم مرد باشد یا زن (۱۶۷)

یعنی، مُحرِم عورت ہو یا مرد اسے پورا چہرہ یا کچھ حصہ ڈھانکنا جائز نہیں۔

اور ممنوعات احرام کے ارتکاب پر جزاؤں کے لزوم میں سہو، نسیان اور عمد تینوں برابر ہوتے ہیں اور اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ ممنوع کا ارتکاب اپنے فعل سے ہو یا دوسرے کسی کے فعل سے ہو، بہر حال جزا لازم ہوجائے گی، صرف دوسرے کے فعل سے ہونے کی صورت میں گناہ نہیں ہوگا۔

صورت مذکورہ میں مرد کا پورا سر ڈھک جائے یا چوتھائی اس پر صدقہ لازم ہوگا اسی طرح چہرہ کی ٹکلی پوری ڈھکے یا چوتھائی تو صدقہ ہے چوتھائی سے کم میں کچھ نہیں، چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان الکرمانی لکھتے ہیں:

۱۶۵۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول، فصل ششم در بیان محرمات احرام، ص ۸۷

۱۶۶۔ السلک المتقسّط فی المنسک المتوسّط، ص ۱۳۱

۱۶۷۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۸۷

Ishaate Islam

و لو غطّى ربع رأسه ما عرف، و ان كان أقل من ذلك فعليه صدقة لحفة الجناية (۱٦۸)

یعنی، اگر چوتھائی سر یا اس سے زائد کو ایک کامل دن تک ڈھکے رکھا تو اس پر دم لازم ہے، کیونکہ چوتھائی کُل کے قائم مقام ہے اور اگر اس سے کم ہو تو جنایت کے خفیف ہونے کی وجہ سے صدقہ لازم ہوگا۔

اور اگر چوتھائی سر یا چہرے کے ڈھکنے کی مدت چار پہر ہو جاتی تو دَم لازم آتا چنانچہ لکھتے ہیں:

و عندنا مقادرة، ما لم يكن يوماً أو ليلةً لا يلزمه دم، و إن كان أقل من ذلك لزمه صدقة، و إنما قدرنا بيوم كامل أو ليلة، لأن كمال الترفة لا يحصل إلا بيوم كامل فتوجب كمال الدم، و إن كان أقل من يوم تجب صدقة، نصف صاع من برّ كما في صدقة الفطر (۱٦۹)

یعنی، اور ہمارے نزدیک اس کا اندازہ مقرر ہے جب تک ایک دن یا ایک رات نہ ہو تو اس پر دم لازم نہ ہوگا اور اگر اس سے کم ہو تو اُسے صدقہ لازم ہوگا، کیونکہ کمال نفع ایک دن یا ایک رات کے بغیر حاصل نہیں ہوتا تو کامل دم لازم ہوگا اور اگر (کامل) دن (چار پہر) سے کم ہو تو نصف صاع گندم صدقہ واجب ہے جیسا کہ صدقۂ فطر میں۔ (یعنی، تقریباً دو کلو پچاس گرام گندم یا اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہوگا)

اور چہرے کا وہی حکم ہے جو سر کا حکم ہے یعنی چوتھائی چہرہ کُل چہرے کے قائم مقام ہے اور اس میں بھی دم کے وجوب کے لئے ایک دن یا ایک رات ڈھکا ہونا ضروری ہے اور اس مقدار سے کم میں صدقہ واجب ہے، چنانچہ امام کرمانی لکھتے ہیں:

۱٦۸۔ المسالك في المناسك: ۲/ ۷۰۷

۱٦۹۔ المسالك في المناسك: ۲/ ۷۰۸

و كذا الحكم في الوجه: عندنا لا يجوز تغطيته، و لو غطاه تجب الفدية كما في الرأس (۱۷۰)

یعنی، چہرے میں حکم اسی طرح ہے ہمارے نزدیک چہرے کو ڈھکنا جائز نہیں اور اگر چہرے کو ڈھک دیا تو فدیہ واجب ہے جیسا کہ سر کے ڈھکنے میں۔

امام شمس الدین ابو بکر محمد سرخسی لکھتے ہیں، ہماری دلیل اعرابی کی حدیث ہے جب کہ انہیں اونٹنی نے گرا دیا اور اس سے ان کا انتقال ہوگیا اور وہ حالتِ احرام میں تھے تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ وَ وَجْهَهُ" و في هذا تنصيص على أن المحرم لا يغطي رأسه و وجهه

یعنی، ''اس کے سر اور چہرے کو (کفن سے) نہ ڈھکو''، یہ اس بات میں نص ہے کہ مُحرِم اپنے سر اور چہرے کو نہ ڈھکے۔

اور لکھتے ہیں:

و رخّص رسول الله ﷺ لعثمان رضي الله عنه حين اشتكت عينه في حال الإحرام أن يغطي وجهه، فتخصيصه حالة الضرورة بالرخصة دليل على أن المحرم منهي عن تغطية الوجه (۱۷۱)

یعنی، رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو چہرہ ڈھکنے کی اجازت دی جب کہ حالتِ احرام میں ان کی آنکھ میں تکلیف ہوئی، تو حالتِ ضرورت کے ساتھ رخصت کی تخصیص اس بات کی دلیل ہے کہ مُحرِم کو چہرے کا ڈھکنا ممنوع ہے۔

۱۷۰۔ المسالك في المناسك: ۲/ ۷۰۸

۱۷۱۔ كتاب المبسوط، المجلد (۲)، الجزء (٤)، كتاب المناسك، ص ۸

Ishaate Islam

اسی طرح ''بہارشریعت میں بحوالہ عالمگیری'' ہے۔(۱۷۲)

لہٰذا ثابت ہوا کہ دم کے لزوم کے لئے کم از کم چوتھائی چہرے کا ڈھکنا اور اس حالت پر چار پہر گزرنا ضروری ہے۔

اور اگر چہرہ تو چوتھائی یا اس سے زیادہ ڈھکا مگر وقت چار پہر سے کم گزرا تو صدقہ لازم ہوگا۔

اور اگر چہرہ چوتھائی سے کم ڈھکا اور اس پر چار پہر گزر گئے تو بھی صدقہ لازم ہوگا۔

اور اگر چہرہ چوتھائی سے کم ڈھکا اور اس پر وقت کے چار پہر بھی نہ گزرے تو اس پر کچھ نہیں۔

اور ظاہر ہے کہ جب کسی نے چادر درست کی اور دوسرے کے چہرے یا سر پر لگ گئی تو غالب یہی ہے کہ کم از کم چوتھائی سر یا چہرہ پر لگ ہی جائے گی اور جب اتنا سر یا چہرہ کپڑے سے چھپ گیا اگرچہ دوسرے کے فعل سے ہو یا اپنے فعل سے یا بھول کر ہو اگرچہ قلیل وقت کے لئے ہو صدقہ واجب ہو جائے گا۔ ہاں اگر چوتھائی سر یا منہ سے کم ہو تو کچھ لازم نہ ہوگا۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۲۷ ذی القعدۃ ۱٤۲۷ھ، ۱۸ دیسمبر ۲۰۰٦ م (297-F)

دورانِ سعی زوجین کا شہوت کے ساتھ ایک دوسرے کو چھونا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی بیوی کا ہاتھ تھامے عمرہ کی سعی کر رہا تھا کہ اُسے شہوت پیدا ہوگئی، اس صورت میں اس کا عمرہ صحیح ہوا یا نہیں اور اس پر کیا لازم آئے گا اور عورت کے لئے کیا حکم ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں مرد پر دم لازم ہوگا چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی اور ملا علی قاری لکھتے ہیں:

۱۷۲۔ حصہ ششم، حج کا بیان، جرم اور اُن کے کفارے ص ۱۰۳

باشر أو عانق أو قبّل أو لمس بشهوة فقد لكل فأنزل أو لم ينزل أي في الجميع فعليه دم كما في "المبسوط" و "الهداية"، و "الكافي" و "البدائع" و "شرح المجمع و غيرها" (۱۷۳)

یعنی، شہوت کے ساتھ مباشرت کی یا بوسہ لیا یا چھوا تو تمام صورتوں میں اس پر دم لازم ہے جیسا کہ مبسوط، ہدایہ، کافی، بدائع اور شرح المجمع وغیرہا میں ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳٦۷ھ "در مختار" اور "رد المحتار" (۵۵٤/۲) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

مباشرت فاحشہ اور شہوت کے ساتھ بوس وکنار اور بدن کو مس کرنے میں دم ہے اگرچہ انزال نہ ہو۔(۱۷۴)

اور اس فعل سے اگر عورت کو بھی لذت کا احساس ہوا ہو تو اس پر بھی دم لازم ہے چنانچہ "جوهرة النيرة" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

مرد کے ان افعال سے عورت کو لذت آئے تو وہ بھی دم دے۔(۱۷۵)

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱ ذوالحجہ ۱٤۲۷ھ، ۲۱ دیسمبر ۲۰۰٦ م (310-F)

متمتع کا قربانی سے قبل حلق کروانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی قربانی نہ ہوئی تھی اسے بتایا گیا کہ تیری قربانی ہوگئی ہے تو اس نے حلق کروادیا تو اس صورت میں اس پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: محمد رضوان، لبیک حج گروپ، کھارادر)

۱۷۳۔ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الجنايات، فصل في حكم دواعي الجماع، ص ۳۸۰

۱۷٤۔ بہارشریعت، جلد(۱)، حصہ(٦)، ص ۱۰٦

۱۷۵۔ بہارشریعت، جلد(۱)، حصہ(٦)، حج کا بیان، جرم اور ان کے کفارے کا بیان، ص ۱۰٦

Ishaate Islam

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: اس صورت میں اس شخص پر دم لازم ہے کیونکہ ہم احناف کے نزدیک متمتع رمی، ذبح اور حلق میں ترتیب واجب ہے، جب اس نے ذبح سے قبل حلق کروالیا تو ترتیب برقرار نہ رہی جو کہ واجبات میں سے ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ واجبات حج کے بیان میں لکھتے ہیں:

بست وششم: تقدیم رمی جمار بر ذبح در حق قارن ومتمتع.....بست وہشتم: تقدیم ذبح ہدی بر حلق در حق قارن ومتمتع أیضاً (۱۷۶)

یعنی، چھبیسواں (واجب): رمی جمار کا ذبح پر مقدم ہونا قارن اور متمتع کے حق میں۔ اٹھائیسویں (واجب): ذبح ہدی کا بھی حلق پر مقدم ہونا قارن اور متمتع کے حق میں۔

لہٰذا ترکِ واجب کی وجہ سے اس پر دم لازم آئے گا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لو حلق المفرد أو غیرہ قبل الرمی، أو القارن أو المتمتع قبل الذبح فعلیہ دم (۱۷۷)

یعنی، اگر مفرد یا غیر مفرد (قارن یا متمتع) نے اس سے قبل حلق کیا یا قارن یا متمتع نے ذبح سے قبل حلق کیا، یا قارن یا متمتع نے رمی سے قبل ذبح کیا تو اس پر (ترکِ ترتیب کی وجہ سے) دم لازم ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۸شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۱نومبر ۲۰۰۶ م (234-F)

رمی، قربانی، حلق اور طوافِ زیارت میں ترتیب کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں

۱۷۶۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، مقدمہ الرسالہ، فصل سیوم، واجباب حج، ص ۴۴

۱۷۷۔ لباب المناسک، باب الجنایات، فصل فی ترک الترتیب بین أفعال الحج

کہ جیسے رمی، قربانی اور حلق میں ترتیب واجب ہے اسی طرح طوافِ زیارت کا ان تین اُمور کے بعد کرنا واجب ہے یا مسنون ہے

(السائل: محمد عرفان ضیائی، نور مسجد مٹھادر، کراچی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ و تقدس الجواب: روزِ نحر (یعنی دس ذو الحجہ کو) اعمالِ مشروعہ چار ہیں

۱۔ رمی جمرہ عقبہ	۲۔ جانور کی قربانی
۳۔ حلق یا قصر	۴۔ طوافِ زیارت

اور اگر کسی نے طواف کے ساتھ سعی نہ کی تو اس کے لئے پانچویں چیز سعی بھی مشروع ہے۔(۱۷۸)

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ (۱۷۹) اور علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ (۱۸۰) لکھتے ہیں:

واعلم أن مایفعل یوم النحر أربعۃ: الرمی، والنحر، والحلق، والطواف

یعنی، جاننا چاہئے کہ حاجی (قارن یا متمتع) دسویں ذوالحجہ جو کو کام کرے گا وہ چار ہیں: (۱) رمی جمرہ عقبہ، (۲) جانور کی قربانی، (۳) حلق (یا تقصیر)، (۴) طوافِ زیارت

علامہ ابوبکر بن علی حدادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

قال فی "النہایۃ": "الأمور الأربعۃ وھی الرمی والذبح والحلق، والطواف تفعل فی أول أیام النحر علی الترتیب وضابطۃ" "ر ذ

۱۷۸۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب للمخدوم محمد ھاشم الثتوی، باب نہم، فصل الثانی، ص ۲۱۰

۱۷۹۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق، المجلد (۳)، کتاب الحج، باب الجنایات، فصل، تحت قولہ أو أخّر الحلق الخ، ص ۲۴

۱۸۰۔ النہر الفائق شرح کنز الدقائق، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب الجنایات، تحت قولہ: أو طواف الرکن، ص ۳۰

Ishaate Islam

ح ط "فالراء الرمی ، والذال الذبح ، والحاء الحلق ، والطاء الطواف الخ (۱۸۱)

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی ۱۱۰۸ھ (۱۸۲) اور ان سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ (۱۸۳) نقل کرتے ہیں:

فیجب فی یوم النحر أربعة أشیاء : الرمی ، ثم الذبح لغیر المفرد ، ثم الحلق ، ثم الطواف

یعنی ، دسویں ذوالحجہ کو حاجی (قارن یا متمتع) پر چار چیزیں واجب ہیں:

(۱) رمی ، (۲) قربانی ، (۳) حلق ، (۴) طواف زیارت۔

اور طواف زیارت کے درست ہونے کا وقت دسویں ذوالحجہ کی صبح صادق سے شروع ہوتا ہے۔ اس وقت سے قبل اگر کسی نے طواف زیارت کرلیا تو وہ طواف درست نہ ہوگا۔ اور دسویں کی صبح صادق کے بعد کرے گا تو درست ہوجائے گا اگر چہ وہ رمی وحلق سے قبل ہی کیوں نہ کرلے، چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ (۱۸۴) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ (۱۸۵) نقل کرتے ہیں:

أول وقت صحته إذا طلع الفجر من یوم النحر ولو قبل الرمی والحلق

یعنی ،طواف زیارت کے درست ہونے کا اوّل وقت وہ ہے جب دسویں

۱۸۱۔ الجوهرة النیرة ، المجلد (۱) ، کتاب الحج ، تحت قوله: وقد حل له کل شئ الخ ص ۲۰۵

۱۸۲۔ الدر المختار ، المجلد (۲) ، کتاب الحج ، باب الجنایات ، ص ۵۵٤

۱۸۳۔ رد المحتار علی الدر المختار ، المجلد (۲) کتاب الحج ، مطلب : فی فروض الحج و واجباته، ص ٤۷۰

۱۸۴۔ البحر الرائق ، المجلد (۲) ، کتاب الحج ، باب الإحرام ، تحت قوله: ثم إلی مکة یوم النحر الخ ، ص ۳٤۷

۱۸۵۔ منحة الخالق علی البحر الرائق ، المجلد (۳) ، کتاب الحج ، باب الجنایات ، تحت قوله : وقد نص فی "المعراج" الخ ، ص ۲٤

ذوالحجہ کی فجر طلوع ہوجائے ، اگر چہ رمی اور حلق سے قبل ہو (یعنی رمی اور حلق سے قبل طواف زیارت کرلے تو طواف درست ہوجائے گا)۔

اس سے معلوم ہوا اگر کسی شخص نے حلق (سر منڈوانے) سے قبل طواف زیارت کرلیا تو اُس کا طواف درست ہوجائے گا اور اس طرح کرنے اس پر کچھ لازم نہیں آئے گا

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی سر منڈوانے سے قبل طواف زیارت کرنے والے کے بارے میں لکھتے ہیں:

وقد نصّ فی "المعراج" فی مسئلة حلق القارن قبل الذبح أنه إذا قدّم الطواف علی الحلق لا یلزمه شئ (۱۸٦)

یعنی ، اور ''معراج'' میں قارن (حاجی) کے قربانی سے قبل حلق کرنے کے مسئلہ میں تصریح فرمائی ہے کہ حاجی نے جب حلق سے قبل طواف زیارت کرلیا تو اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا (کیونکہ طواف زیارت اور ان اُمور ثلاثہ میں ترتیب واجب نہیں بلکہ سنّت ہے)

اور علامہ سراج الدین عمر ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

نقل فی مسئلة حلق القارن قبل الذبح عن "مبسوط" شیخ الإسلام أنه لو قدّم الطواف علی الحلق لا یلزمه شئ (۱۸۷)

یعنی، قارن (حاجی) کے ذبح سے قبل حلق کرنے کا مسئلہ میں شیخ الاسلام کی کتاب "مبسوط" سے منقول ہے کہ اگر حاجی نے طواف کو حلق پر مقدم کیا تو اس پر کوئی چیز لازم نہ آئے گی

اور علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

إن طاف قبل الحلق لاشئ علیه ، لکن لا یحل بهذا الطواف

۱۸٦۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق ، المجلد (۳) ، کتاب الحج ، باب الجنایات ، تحت قوله : أو أخّر الحلق الخ ، ص ۲٤

۱۸۷۔ النهر الفائق شرح کنز الدقائق ، المجلد (۳) ، کتاب الحج ، باب الجنایات ، تحت قوله: طواف الرکن ، ص ۱۳۰

Ishaate Islam

بل یحل بحلق (۱۸۸)

یعنی، اگر حلق (سر منڈوانے) سے قبل طوافِ زیارت کرلیا تو اس پر کچھ لازم نہ آئے گا، لیکن اس طواف سے وہ احرام سے فارغ نہ ہوگا بلکہ حلق (یعنی سر منڈوانے) سے وہ احرام سے فارغ ہوگا

جس طرح حلق سے قبل طوافِ زیارت کرنے سے کچھ لازم نہیں آئے گا اسی طرح رمی سے قبل طوافِ زیارت کرلیا تو بھی ایسا کرنے والے پر کچھ لازم نہ ہوگا چنانچہ علامہ علی بن سلطان ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ولو طاف أی المفرد وغیرہ قبل الرمی والحلق لاشیٔ علیہ (۱۸۹)

یعنی، اگر مفرد حاج اور اس کے غیر (متمتع اور قارن) نے (جمرہ عقبہ کی) رمی (یعنی کنکریاں مارنے) اور حلق (یعنی سر منڈوانے) سے قبل طوافِ زیارت کرلیا تو اس پر کچھ لازم نہیں

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

لکن لا شیٔ علی من طاف قبل الرمی والحلق (۱۹۰)

یعنی، لیکن جس نے طوافِ زیارت رمی (یعنی جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے) اور حلق (یعنی سر منڈوانے یا تقصیر) سے پہلے کیا تو اس پر کچھ لازم نہیں آئے گا۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

فلو طاف قبل الرمی والحلق لا شیٔ علیہ (۱۹۱)

۱۸۸۔ حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار، المجلد (۱)، کتاب الحج، باب الجنایات، تحت قولہ: والحلق، ص ۵۲۵

۱۸۹۔ المسلک المتقسط: فی المنسک المتوسط، باب الجنایات، فصل فی ترک الترتیب بین أفعال الحج، ص ۳۹۶

۱۹۰۔ الدر المختار، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب الجنایات، ص ۵۵۴

۱۹۱۔ الدر المختار، المجلد (۲) کتاب الحج، تحت قول التنویر: والترتیب الأتی الخ ص ۴۷۰

یعنی، پس اگر رمی اور حلق سے قبل طوافِ زیارت کرلیا تو اس پر کچھ لازم نہ آئے گا۔

اسی طرح قارن یا متمتع حاجی نے اگر قربانی سے قبل طواف زیارت کرلیا تو اس پر بھی کچھ لازم نہیں ہوگا کہ جس طرح رمی اور طوافِ زیارت میں ترتیب واجب نہیں اسی طرح قربانی اور طوافِ زیارت میں بھی ترتیب واجب نہیں، چنانچہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

إذا لم یجب ترتیب الطواف علی الرمی لم یجب علی الذبح (۱۹۲)

یعنی، جب طوافِ زیارت کی ترتیب رمی پر واجب نہیں تو اس کی ترتیب قربانی پر بھی واجب نہیں ہے

چنانچہ علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی حنفی لکھتے ہیں:

و کذا لو طاف القارن والمتمتع قبل الذبح، لأن الطواف إذا کان لا یلزم بتقدمہ علی الرمی المتقدم علی الذبح شیٔ فمن باب أولی أن لا یلزم فی تقدمہ علی الذبح الواجب فی القارن والمتمتع الخ (۱۹۳)

یعنی، اور اسی طرح اگر قارن اور متمتع نے قربانی سے قبل طوافِ زیارت لیا (تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا) کیونکہ جب رمی جو قربانی پر (ترتیب میں) مقدم ہے اس سے قبل طوافِ زیارت کرنے سے کچھ لازم نہیں آتا تو قارن اور متمتع کے لئے قربانی سے قبل طوافِ زیارت کرنے سے بطریقِ اولی کچھ لازم نہیں آئے گا

اور فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ طوافِ زیارت اور اُمورِ ثلاثہ (یعنی رمی وذبح وحلق) میں ترتیب واجب نہیں بلکہ سنّت ہے۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی اور علامہ علی

۱۹۲۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب الجنایات، ص ۵۵۵

۱۹۳۔ حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار، المجلد (۱)، باب الجنایات، ص ۵۲۵

Ishaate Islam

بن سلطان ملا علی القاری متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

وأما الترتيب بينه أي بين طواف الزيارة وبين الرمي والحلق أي كونه بعدهما ، فسنّة (۱۹٤)

یعنی ، اگر ترتیب طوافِ زیارت اور رمی وحلق کے مابین یعنی طوافِ زیارت کا رمی وحلق کے بعد ہونا تو وہ سنّت ہے

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

وأما الترتيب بين الطواف وبين الرمي والحلق فسنّة فلو طاف قبل الرمي والحلق لا شيء عليه ويكره "لباب" (۱۹۵)

یعنی، اور مگر طوافِ زیارت اور رمی وحلق میں ترتیب تو وہ سنّت ہے، پس اگر رمی وحلق سے قبل طوافِ زیارت کرلیا تو اس پر کچھ لازم نہیں، اور مکروہ ہوگا۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

أما الترتيب بينه وبين الرمي والحلق فسنّة (۱۹٦)

یعنی، مگر طوافِ زیارت اور رمی وحلق میں ترتیب تو وہ سنّت ہے

لہٰذا طوافِ زیارت اور اُمورِ ثلاثہ (رمی، قربانی اور حلق) میں ترتیب سنّت ہے نہ کہ وہ واجب اسی لئے فقہاء کرام نے تصریح کردی کہ طوافِ زیارت اور اُمورِ ثلاثہ میں ترتیب واجب نہیں، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی طوافِ زیارت اور رمی وحلق کے مابین ترتیب کے بارے میں لکھتے ہیں:

۱۹٤۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط ، باب طواف الزيارة ، فصل : في شرائط صحة الطواف ، ص ۲۵۷

۱۹۵۔ الدر المختار ، المجلد (۲) كتاب الحج ، تحت قول التنوير : والترتيب الأتي الخ ص ٤۷۰

۱۹٦۔ رد المحتار على الدر المختار ، المجلد (۲) كتاب ، الحج ، مطلب : في طواف الزيارة ، ص ۵۱۷ أيضاً منحة الخالق على البحر الرائق ، المجلد (۲) ، كتاب الحج ، باب الإحرام ، تحت قول صاحب البحر : وقول المصنف : فطف الخ ، ص ۳٤۷

وليس بواجب (۱۹۷)

یعنی، (ان کے مابین) ترتیب واجب نہیں

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

والحاصل أن الطواف لا يجب ترتيبه على شيء من الثلاثة (۱۹۸)

یعنی، حاصل کلام یہ ہے کہ طوافِ زیارت کی ترتیب اُمورِ ثلاثہ پر واجب نہیں ہے

جب رمی وحلق میں مفرد بالحج کے لئے اور رمی، قربانی اور حلق میں قارن اور متمتع کے لئے ترتیب واجب ہے تو پھر اس ترتیب کا خلاف کرنے کی صورت میں دم واجب ہوتا ہے، چنانچہ علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی حنفی لکھتے ہیں:

وأنما يلزم الدم إن حلق قبل الرمي مطلقاً أو ذبح قبل الرمي وكان قارناً أو متمتعاً (۱۹۹)

یعنی، دم صرف اس صورت میں لازم ہوگا جب وہ مطلقاً رمی سے قبل حلق کرے یا رمی سے قبل قربانی کرے اور وہ قارن یا متمتع ہو۔

اور اُمورِ ثلاثہ سے قبل طوافِ زیارت کرنا سنّت کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ ضرور ہوگا چنانچہ علامہ علی بن سلطان ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

إلا أنه قد خالف السنّة فكره على ما صرّح به غير واحد (۲۰۰)

یعنی مگر یہ کہ اس نے سنّت کا خلاف کیا تو (اس کا یہ فعل) مکروہ ہوگا بنا بر اس کے کہ جس کی سوائے ایک کے باقی نے تصریح کی۔

۱۹۷۔ لباب المناسك مع شرحه ، باب طواف الزيارة ، فصل : في شرائط صحة الطواف ، ص ۲۵۷

۱۹۸۔ رد المحتار على الدر المختار ، المجلد (۲) ، كتاب الحج ، مطلب : في فروض الحج و واجباته، ص ٤۷۰

۱۹۹۔ حاشية الطحطاوي على الدر المختار ، المجلد (۱) ، كتاب الحج ، باب الجنايات ، ص ۵۲۵

۲۰۰۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط ، باب طواف الزيارة ، فصل في شرائط صحة الطواف ، ص ۲۵۷

Ahnaafate Islam

لہٰذا فقہائے کرام نے اس کے مکروہ ہونے کی تصریح کی ہے جیسا کہ علامہ علاؤ الدین حصکفی نے "در مختار" کے کتاب الحج میں فرائض وواجباتِ حج کے بیان میں لکھا: "ویکرہ" (مکروہ ہے) اور باب الجنایات میں لکھا ہے: "نعم یکرہ" (ہاں مکروہ ہے) اور شیخ رحمت اللہ سندھی نے "لباب المناسك" کے باب الجنایات، فصل فی ترك الترتیب بین أفعال الحج میں لکھا: "ویکرہ" اور (مفرد بالحج کو رمی وحلق سے قبل طوافِ زیارت کرنا) مکروہ ہے اور ملا علی القاری نے لکھا: "مکروہ" ہے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں گذرا۔

اور اس کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہوگی کیونکہ یہ کراہت ترکِ سنّت کی وجہ سے لازم آئی چنانچہ ملا علی قاری "لباب المناسك" کی عبارت "ویکرہ" کی شرح میں لکھتے ہیں

أی لترکه السنّة (۲۰۱)

یعنی، اس لئے کہ اس نے سنّت کو ترک کیا۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ فقہاء کرام نے لکھا ہے ایسا کرنے والے پر کچھ لازم نہیں، اگر کراہت تحریمی ہوتی تو اُس پر کچھ لازم ضرور آتا اور علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی نے "درمختار" پر اپنے "حاشیہ" میں تصریح فرمائی ہے کہ صاحب در کے قول: "مکروہ ہے" سے مراد مکروہ تنزیہی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

قوله: یکره أی تنزیهًا لأنها فی مقابلة السنّة (۲۰۲) قوله: نعم یکره أی تنزیه کما یفاد ممّا تقدم (۲۰۳)

یعنی، صاحب در کا قول: "مکروہ" ہے یعنی مکروہ تنزیہی ہے، کیونکہ وہ سنّت کے مقابلہ میں ہے (دوسرے مقام پر لکھا) صاحب در کا قول: "ہاں مکروہ ہے" کا مطلب ہے مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ جو پہلے گذرا اس سے مستفاد ہے۔

۲۰۱۔ المسلك المتقسّط، باب الجنایات، فصل: فی ترك الترتیب بین أفعال الحج، ص ۳۹٦

۲۰۲۔ کتاب الحج، ص ٤۸٦

۲۰۳۔ کتاب الحج، باب الجنایات، ص ٥۲٥

اور بعض علماء کرام طوافِ زیارت اور اُمورِ ثلاثہ کے مابین ترتیب کو بھی واجب سمجھتے ہیں اور قلّتِ مطالعہ یا کُتُبِ فقہ کی طرف عدمِ مراجعت کی بنا پر اس میں نزاع بھی کرتے ہیں، انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ ترتیب تو رمی وذبح وحلق میں واجب ہے نہ کہ طوافِ زیارت اور اُمورِ ثلاثہ (یعنی رمی، قربانی اور حلق) میں۔ چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

وإنما یجب الترتیب الثلاثة: الرمی، ثم الذبح، ثم الحلق لکن المفرد لاذبح علیه فبقی علیه الترتیب بین الرمی والحلق (۲۰٤)

یعنی، اور ترتیب صرف تین میں واجب ہے: (۱) رمی، (۲) پھر ذبح، (۳) پھر حلق، لیکن مفرد بالحج پر ذبح نہیں تو اس پر رمی اور حلق میں ترتیب باقی رہے گی۔

اور "بہارِ شریعت" کی عبارت جو طوافِ زیارت اور اُمورِ ثلاثہ کے مابین ترتیب کے وجوب کو ثابت کرنے کے لئے پیش کی جاتی ہے اس سے مراد یومِ نحر میں کئے جانے والے اعمالِ مشروعہ کا بیان کرنا ہے نہ کہ سب میں ترتیب کو واجب بتانا کیونکہ جو ترتیب وہاں مذکور ہے اس میں تین کے مابین ترتیب واجب اور اُن کی چوتھے یعنی طوافِ زیارت کے ساتھ ترتیب مسنون ہے جیسا کہ فقہ حنفی کی معتبر ومعتمد کُتُب میں اس کی تصریح مذکور ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۱ جمادی الأخری ۳۰ یولیو ۲۰۰۵ م (84-F.inp)

۲۰٤۔ الرد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۲)، کتاب الحج، مطلب: فی فروض الحج و واجباته، ص ٤۷۰

Ishaate Islam

عورتوں کے مسائل

عورت کن کن مردوں کے ساتھ سفر حج وعمرہ کے لئے جاسکتی ہے

الاستفتاء: کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت اپنے داماد کے ساتھ حج یا عمرہ کے لئے جاسکتی ہے نیز کن کن کے ساتھ اس کا یہ سفر جائز ہے؟

(السائل: محمد سلیم برکاتی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: داماد کے ساتھ نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہوجاتا ہے اور عورت ہر اس مرد کے ساتھ سفر کرسکتی ہے جس کے ساتھ نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہو، چنانچہ علامہ فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

لها أن تخرج مع كل محرم على التأبيد بنسب أو رضاع أو مصاهرة (۲۰۵)

یعنی، عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ ہر اس مرد کے ساتھ سفر کو نکلے کہ جس سے اس کا نکاح نسب یا رضاعت، یا مصاہرت (سسرالی رشتے) کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے حرام ہے۔

لیکن عورت اگر جوان ہو تو اُسے اپنے داماد سے دُور رہنا ہی بہتر ہوتا ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲ جمادی الأولی ۱۴۲۸ھ، ۱۹ مایو ۲۰۰۷ م (374-F)

بغیر محرم کے سفرِ حج کا شرعی حکم اور حکومت کی حج پالیسی

الاستفتاء: محترم علامہ صاحب، عورت کے بغیر محرم کے سفرِ حج کی ادائیگی کا شرعی حکم اور حکومت کی حج پالیسی، اس کے بارے میں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ قرآن و

۲۰۵۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، المجلد (۲)، کتاب الحج، ص ۲۴۳

حدیث اور ائمہ کے اقوال کی روشنی میں جواب دیں۔ مزید یہ کہ گذشتہ حکومتیں اور موجودہ حکومت نے جو اس سلسلے میں اقدام کئے انہیں بھی واضح کر کے ممنون فرمائیں۔ آیا حکومت کی پالیسی اسلام کے قوانین کے مطابق ہے یا نہیں اور اگر نہیں ہے تو اسے صحیح کرنے کیلئے اپنی ذاتی آراء سے نوازیں۔ مزید یہ کہ اس موضوع پر کن کُتب سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

(السائل: محمد حسین، از جامع مسجد ربانی، کھوکھراپار نمبر ۴، ملیر، کراچی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ وتقدس: جس عورت کو حج کے لئے شرعی سفر کرنا پڑے اور اس کے ساتھ اس کا شوہر یا محرم نہ ہو تو اس پر حج فرض نہیں۔

سفر کی قسمیں: کیونکہ سفر کی دو قسمیں ہیں: ایک اضطراری ہے اور دوسرا اختیاری۔

اضطراری سفر کا حکم یہ ہے کہ اس کے لئے محرم یا شوہر کی کوئی قید نہیں جیسا کہ علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

''اور ہجرت کرنے والی عورت کا مسئلہ مجدا ہے کیونکہ وہ اختیاراً نہیں بلکہ اضطراراً نجات حاصل کرنے کے لئے جارہی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر اس کو راستہ میں مسلمانوں کا لشکر مل جائے اور اس کو پناہ اور امن حاصل ہوجائے تو اب بغیر محرم کے جانا اس کے لئے جائز نہیں ہے اور پہلے اپنی جان بچانے کے لئے اس کا جانا اضطراراً تھا''۔ (۲۰۶)

اور اختیاری سفر کا حکم یہ ہے کہ بغیر محرم یا شوہر کے عورت تین دن یا اس سے زائد کا سفر نہیں کرسکتی اور حج کا سفر اختیاری ہے اضطراری نہیں۔

قرآن: قرآن میں ہے:

﴿لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾ (۲۰۷)

ترجمہ: اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے۔ (کنز الایمان)

۲۰۶۔ المبسوط، جلد (۴)، ص ۱۱۱

۲۰۷۔ آل عمران: ۹۷

Ishaate Islam

اللہ تعالیٰ نے حج اس پر فرض فرمایا جو استطاعت رکھتا ہو تو جیسے کسی کے پاس زادِ راہ نہ ہو تو اس میں حج کی استطاعت نہیں ہوتی، اور جو عاقل و بالغ نہ ہو اس میں بھی استطاعت نہیں ہوتی، اسی طرح وہ عورت جس کے ساتھ اس کا محرم یا شوہر نہ ہو اس میں بھی حج کی استطاعت نہیں کیونکہ عورت کو بغیر محرم یا شوہر کے سفر کرنا حرام ہے اور یہ اس وقت ہے جب عورت کو حج کے لئے شرعی سفر کرنا پڑے (یعنی عورت کی رہائش اور حرم مکہ کے درمیان تین دن پیدل سفر کی مسافت ہو)۔

احادیث: چنانچہ حدیث شریف میں ہے

۱۔ عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما أن رسول اللّٰہ ﷺ قال: "لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ ثَلَاثًا، إِلَّا وَ مَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ"۔ (۲۰۸)

یعنی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی عورت بغیر محرم کے تین دن کا سفر نہ کرے۔

۲۔عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما عن النبی ﷺ قال: "لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ، تُسَافِرُ مَسِيْرَةَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، إِلَّا وَ مَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ"۔ (۲۰۹)

یعنی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتی ہو وہ بغیر محرم کے تین راتوں کی مسافت نہ کرے۔

۳۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ ثَلَاثًا، إِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ"۔ (۲۱۰)

۲۰۸۔ صحیح مسلم، کتاب (۱۵) الحج، باب (۷۴) سفر المرأۃ مع محرم الی حج و غیرہ، ص ۵۰۰، الحدیث:۴۱۳ (۱۳۳۸)

۲۰۹۔ صحیح مسلم، ص ۵۰۰، الحدیث:۴۱۴ (۱۳۳۸)

۲۱۰۔ صحیح مسلم، ص ۵۰۰، الحدیث:۴۱۷ (۱۳۳۸)

یعنی، بغیر محرم کے عورت تین دن کا سفر نہ کرے۔

۴۔حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ، أَنْ تُسَافِرَ سَفَرًا يَكُوْنُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَصَاعِدًا، إِلَّا وَ مَعَهَا أَبُوْهَا أَوِ ابْنُهَا أَوْ زَوْجُهَا أَوْ أَخُوْهَا أَوْ ذُوْ مَحْرَمٍ مِنْهَا"۔ (۲۱۱)

یعنی، جو عورت اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر یقین رکھتی ہے اس کے لئے اس کے باپ، بیٹے، بھائی، شوہر یا کسی اور محرم کے بغیر تین دن کا سفر حلال نہیں۔

۵۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ مُسْلِمَةٍ تُسَافِرُ مَسِيْرَةَ لَيْلَةٍ إِلَّا وَ مَعَهَا رَجُلٌ ذُوْ حُرْمَةٍ مِّنْهَا"۔ (۲۱۲)

یعنی، کسی عورت کو بھی جائز نہیں کہ وہ ایک رات کا سفر بھی بغیر محرم مرد کے کرے۔

۶۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ!

إِنَّ امْرَأَتِيْ خَرَجَتْ حَاجَّةً، وَ إِنِّيْ اكْتُتِبْتُ فِيْ غَزْوَةِ كَذَا وَ كَذَا، فَقَالَ "انْطَلِقْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ"۔ (۲۱۳)

یعنی، میری بیوی حج کو جا رہی ہے اور میرا نام فلاں فلاں جہاد میں لکھا ہوا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جاؤ تم اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

اور حج کا سفر اختیاری ہے اضطراری نہیں اس لئے اسے بغیر شوہر یا محرم کے جانا شرعاً جائز

۲۱۱۔ صحیح مسلم، ص ۵۰۱، الحدیث:۴۲۳ (۱۳۴۰)

۲۱۲۔ صحیح مسلم، ص ۵۰۱، الحدیث:۴۱۹ (۱۳۳۹)

۲۱۳۔ صحیح مسلم، ص ۵۰۱، الحدیث:۴۲۴ (۱۳۴۱)

Ishaate Islam

نہیں جیسا کہ مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہے اور احناف کا یہی نظریہ ہے چنانچہ امام شمس الدین سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

''ہمارے نزدیک بغیر شوہر یا مُحرم کے عورت کا سفر حج پر جانا جائز نہیں''۔(۲۱۴)

اسی لئے احناف کے نزدیک مُحرم یا شوہر کا ساتھ ہونا عورت پر وجوبِ حج کی شرائط میں سے ہے یعنی جب عورت اور مکہ مکرمہ کے درمیان تین دن یا اس سے زیادہ کی مسافت ہو تو عورت پر حج فرض ہونے کے لئے شرط ہے کہ اس کے ساتھ شوہر یا اس کا مُحرم ہو اگر یہ شرط پائی گئی تو حج فرض ہوگا اور اگر نہ پائی گئی تو حج بھی فرض نہیں بالکل اسی طرح جیسے بالغ ہونا وجوب حج کی شرط ہے تو نابالغ پر حج فرض نہیں کیونکہ وجوب حج کی ایک شرط بلوغ مفقود ہے۔ چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

و منها المَحرم للمرأة شابةً كانت أو عجوزاً إذا كانت بينها و بين مكة مسيرة ثلاثة أيام هكذا في "المحيط"۔ (۲۱۵)

یعنی، وجوب حج کی شرائط میں سے عورت کے لئے محرم (یا شوہر) کا ساتھ ہونا ہے عورت چاہے جوان ہو یا بوڑھی جبکہ اس کے اور مکہ مکرمہ کے مابین تین دن کی مسافت ہو اسی طرح "محیط" میں ہے۔

نابالغ پر حج فرض نہیں مگر جانے سے اُسے منع نہیں کیا جائے اور عورت کا معاملہ دوسرا ہے وہ اگر مُحرم یا شوہر کے بغیر جائے تو گنہگار ہوگی جیسا کہ مندرجہ بالا احادیث سے واضح ہے۔

اور اس معاملے حکومت کی پالیسی بھی وہی ہے جو ہم احناف کا مذہب ہے یعنی قانوناً بھی ہر اس عورت کو حج کے سفر پر جانے کی اجازت نہیں دی جاتی جس کے ساتھ مُحرم یا شوہر نہ ہو۔

ہاں عورت اگر بغیر مُحرم کے حج کا سفر کر لیتی ہے تو گنا ہگار ہوگی مگر اس کا حج ادا ہو جائے

۲۱۴۔ المبسوط، جلد(۴)، ص ۱۱۱

۲۱۵۔ الفتاوی الهندیه، المجلد(۱)، کتاب المناسك، الباب الأول فی تفسیر الحج وفرضیته و وقته و شرائطه الخ، ص ۲۱۷، ۲۱۹

گا، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی ''جوہرہ'' کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

عورت بغیر محرم یا شوہر کے حج کو گئی تو گناہگار ہوئی مگر حج کرے گی تو حج ادا ہو جائے گا۔(۲۱۶)

نیز وہ عورت کہ جو استطاعت رکھتی ہے مگر اس کا کوئی مُحرم اپنے خرچ پر اس کے ساتھ جانے کے لئے تیار نہیں اس صورت میں عورت پر یہ لازم ہے کہ محرم کا نفقہ بھی برداشت کرے اور اگر وہ دونوں (یعنی اپنے اور ساتھ جانے والے محرم) کے سفری اخراجات پر قدرت نہیں رکھتی تو ایسی صورت میں اس پر حج فرض نہیں، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی ''درمختار'' اور ''رد المحتار'' کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

محرم کے ساتھ جائے تو اس (محرم) کا نفقہ عورت کے ذمہ ہے، لہٰذا اب یہ شرط ہے کہ وہ اپنے اور محرم کے نفقہ پر قادر ہو۔(۲۱۷)

یہ مسئلہ جمیع کُتُبِ فقہ وفتاویٰ میں مذکور ہے جیسے ہدایہ، شرح وقایہ، کنز الدقائق، قدوری، نور الایضاح، فتح القدیر، کفایہ، عنایہ، بنایہ، تبیین الحقائق، بحر الرائق، جوہرۃ النیرہ، مراقی الفلاح، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، درمختار، ردالمحتار، حاشیۃ الطحطاوی علی الدر، فتاویٰ قاضیخان، فتاویٰ بزازیہ، فتاویٰ ہندیہ، فتاویٰ رضویہ، بہارِ شریعت وغیرھا۔ ان کے علاوہ خصوصاً حج کے موضوع پر لکھی گئی کتب ورسائل موجود ہیں، جیسے مناسک ملا علی قاری، حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ''انوار البشارہ'' مصنفہ امام اہلسنت امام احمد رضا علیہ الرحمہ اور علامہ فیض احمد اویسی مدظلہ کی کتاب ''حج کا ساتھی'' بہت مفید ہیں ان کے علاوہ آپ بہارِ شریعت حصہ(۶) اور رفیق الحرمین سے بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۱۸ /محرم الحرام ۱۴۲۳ھ، ۳۰ اپریل ۲۰۰۲ء (235_JIA)

۲۱۶۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، وجوب ادا کے شرائط، ص ۱۲

۲۱۷۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، وجوب ادا کے شرائط، ص ۱۲

Ishaate Islam

عورتوں کا باآواز بلند تلبیہ پڑھنا اور دعائیں مانگنا

استفتاء: کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت احرام باندھنے کے بعد تلبیہ اور دعائیں کتنی آواز کے ساتھ پڑھے، بعض عورتوں کو دیکھا ہے خصوصاً طواف میں باآواز بلند دعائیں پڑھتی ہیں، بسا اوقات تو ایک آگے زور سے پڑھ رہی ہوتی ہے باقی اس سے سُن کر پڑھتی ہیں اور کبھی تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ عورت ومرد طواف کر رہے ہوتے ہیں عورت آگے پڑھ رہی ہوتی ہے اور مرد اس سے سُن کر اس کے ساتھ پڑھ رہا ہوتا ہے؟

(السائل: محمد سلیم گھانچی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: ان کا یہ فعل شرعاً ممنوع وحرام ہے کیونکہ عورت کی آواز بھی عورت ہے، چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن سفیان کرمانی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

أن لا ترفع صوتها بالتلبية، لما روى أن النبي ﷺ سمع صوت امرأة فقال: "عَقْرى حَلْقى" أي عقر الله، فأصابها وجع في حلقها، و المعنى فيه، و هو أن صوتها سبب الفتنة (۲۱۸)

یعنی، عورت تلبیہ کہتے ہوئے اپنی آواز کو بلند نہ کرے، کیونکہ مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک عورت کی آواز سُنی تو ارشاد فرمایا: ''حلق میں درد ہو''، یعنی درد پیدا کردے اللہ، تو اس عورت کے حلق میں درد ہوگیا، اور اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ عورت کی آواز فتنہ کا سبب ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

سویم آنکہ رفع نہ کند زن صوت خود را بتلبیہ بخلاف مرد (۲۱۹)

۲۱۸۔ المسالك في المناسك، المجلد (۱)، القسم الثاني، فصل في إحرام المرأة و الأفعال فيه، ص ۳۵۱

۲۱۹۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول، فصل پنجم، ص ۸۲

یعنی، تیسرا یہ کہ عورت تلبیہ کہتے ہوئے اپنی آواز بلند نہ کرے گی بخلاف مرد کے۔

تو ثابت ہوا کہ عورت کو تلبیہ اتنی آواز سے کہنی ہے کہ اس کی آواز خود اس کے اپنے کانوں تک آئے بشرطیکہ فضاء میں شور نہ ہو، اور دیگر اذکار اور دعاؤں میں بھی عورت کے لئے یہی حکم ہے، اس کا خلاف کرنے والی خواتین اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی بجائے اسے ناراض کرنے والا کام کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے، آمین

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٤ ذوالحجة ١٤٢٧ھ، ٢٤ دیسمبر ٢٠٠٦ م (326-F)

حالتِ حیض میں عورت احرام کیسے باندھے اور افعال حج کیسے ادا کرے؟

استفتاء: کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مکہ مکرمہ میں عورت اگر حج کا احرام باندھنے کے وقت حالتِ حیض میں ہو تو احرام کیسے باندھے اور حج کے باقی افعال کیسے ادا کرے؟

(السائل: خواتین لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: احرام باندھنے کے وقت عورت اگر حالتِ حیض میں ہو تو وہ اسی حالت میں احرام باندھے گی غسل کرے گی اور اپنی رہائش گاہ سے بغیر نفل پڑھے حج کے احرام کی نیت کرے گی اور تلبیہ کہے گی، احرام کی نیت سے تلبیہ کہتے ہوئے وہ احرام والی ہوجائے گی کہ اس حالت میں اُسے کوئی نماز پڑھنا جائز نہیں، نہ فرض اور نہ نفل، اسی طرح حیض کی وجہ سے مٰنی روانگی سے قبل نفلی طواف بھی نہیں کرے گی کہ اس حالت میں اُسے مسجد میں داخل ہونا ممنوع ہے اس لئے طواف کرنا بھی ممنوع ہے اور یہ طواف نفل ہے اس لئے اس کے بعذر اور بلاعذر ترک پر اس پر کوئی جزا بھی لازم نہیں آتی، اور وہ عورت آٹھ تاریخ کو منیٰ میں ہوگی تو دعاء واستغفار کرتی رہے درود شریف پڑھتی رہے، اسی طرح نو تاریخ کو عرفات میں وقوف کرے اور حالتِ حیض وقوفِ عرفہ کو مانع نہیں وہاں بھی دُعا و استغفار

Ibaate Islam

کرے پھر مزدلفہ میں رات کا قیام اور صبح صادق کے بعد کا وقوف کرے ہر جگہ نماز نہ پڑھے اور قرآن نہ پڑھے کہ اس حالت میں ممنوع ہیں رمی کرے اور قربانی کے بعد قصر کروا کر احرام سے فارغ ہو جائے پھر حیض اگر دس تاریخ کو بند ہو تو غسل کر کے اپنی سہولت کے ساتھ طوافِ زیارت کر لے اور اگر گیارہ کو بند ہو جائے تو گیارہ کو طوافِ زیارت کرے اور گیارہ اور بارہ تاریخ کو رمی کا وقت ہم احناف کے نزدیک زوالِ آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور صبح صادق تک رہتا ہے اگرچہ غروبِ آفتاب تک مسنون اور اس کے بعد بلا عذر شرعی ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اس لئے گیارہ اور بارہ کی رمی بھی ان اوقات کے اندر کرے اور اگر حیض بارہ تاریخ کو ختم ہو تو دیکھا جائے گا کہ کس وقت ختم ہوا، اگر اس تاریخ کو غروبِ آفتاب سے اتنا قبل ختم ہوا کہ غسل کر کے غروب سے قبل چار پھیرے طواف کر سکتی تھی تو واجب ہے کہ وہ کرے کوتاہی کی صورت میں دم لازم ہو جائے گا اور حیض غروبِ آفتاب سے اتنا قبل ختم ہوا کہ غسل کر کے چار پھیرے طواف کے نہ ہو سکتے تھے یا غروبِ آفتاب کے بعد ختم ہو تو دونوں صورتوں میں اس پر کچھ لازم نہ ہوگا جب بھی حیض سے پاک ہو غسل کر کے طوافِ زیارت کرے کہ فرض ہے۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٤ ذوالحجۃ ١٤٢٧ھ، ٢٤ دیسمبر ٢٠٠٦ م (319-F)

حالتِ حیض میں حج میں کون کون سے افعال ممنوع ہیں؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ وہ عورت جسے ماہواری آ جائے تو ایام حج میں وہ کون کون سے اعمال کر سکتی ہے اور کس کس فعل سے اُسے شرع مطہر نے روکا ہے اور اگر عورت اس حالت میں طواف کر لے تو اس کا کیا حکم ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ١١٧٤ھ لکھتے ہیں:

جائز است مرزن حائض را ادا جمیع افعال حج وعمرہ از احرام و وقوف

عرفات وسعی بین الصفا والمروۃ وغیر آن الا طواف کعبہ کہ آن جائز نیست ومراد بعدم جواز مر حائض را حرمت فعل اوست نہ عدم صحت او اصلاً (٢٢٠)

یعنی، حائضہ عورت کو حج وعمرہ سے تمام افعال احرام، وقوفِ عرفات، صفا ومروہ کے مابین سعی وغیرہ جائز ہیں سوائے طوافِ کعبہ کے کہ وہ جائز نہیں، اور خاص حائضہ عورت کے لئے طواف کے عدم جواز سے مراد یہ (یعنی طواف) کرنا ہے نہ یہ کہ (اگر کیا تو) بالکل صحیح ہوگا ہی نہیں۔

اور حالتِ حیض میں طوافِ زیارت کرنے کی صورت میں اس پر بدنہ لازم ہوگا یعنی جو جُرم اس سے سرزد ہوا ہے اس کی سزا یہ ہوگی کہ سرزمینِ حرم میں اونٹ یا گائے ذبح کرے اور سچی توبہ بھی کرے۔ اور اگر ابھی مکہ میں ہی تھی کہ ماہواری ختم ہوگئی تو اس پر واجب ہوگا کہ طوافِ زیارت کا اعادہ کرے اور اعادہ کرنے کی صورت میں بدنہ ساقط ہو جائے گا اور پھر بھی توبہ کرنی ہوگی۔ چنانچہ ملا علی قاری متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

و طافت ثم عاد دمها فی أیام عادتها یصح طوافها و لزمها بدنة و کانت عاصیة أی من وجهین لدخول المسجد و نقص الطواف و علیها أن تعید طاهرة فإن أعادته یسقط ما وجب أی من البدنة و علیها التوبة من جهة المعصیة و لو مع البدنة (٢٢١)

یعنی، عورت نے طواف کیا پھر اس کا خون اس کی عادت کے ایام میں دوبارہ آ گیا تو اس کا طواف صحیح ہوگیا اور اُسے بدنہ لازم ہوگیا اور وہ گنہگار ہوئی یعنی دونوں وجوہ مسجد میں داخل ہونے اور اس حالت میں طواف کرنے سے اور اس پر دم لازم ہے کہ پاک ہو کر طواف کا اعادہ کرے، پس اگر وہ اعادہ کر لیتی ہے تو اس پر سے وہ ساقط ہوگیا جو

٢٢٠۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول، فصل پنجم، ص ٨٣

٢٢١۔ المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط، فصل: حائض طهرت فی أیام النحر، ص ٣٨٨

واجب ہو یعنی بدنہ اور اس پر معصیت کی جہت سے توبہ لازم ہے اگرچہ بدنہ دے دے۔

اور ان سے مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی نقل کرتے ہیں:

اگر طوافِ زیارت کردز نے در حالتِ حیض صحیح گردد طواف در حق سقوطِ فرضیت و لازم آید بروی ذبح بدنہ و عاصیہ گردد بسبب دخول در مسجد و طواف بغیر طہارت و واجب باشد بروئے اعادہ آن طواف مع الطہارۃ پس اگر اعادہ کرد ساقط گردد بدنہ از وی و واجب باشد بروے توبہ از معصیت اگرچہ دہد بدنہ اھ(۲۲۲)

یعنی، اگر حیض والی عورت طواف زیارت کرلے تو سقوطِ فرضیت کے لئے یہ طواف کافی ہوجائے گا اور اس پر بدنہ (یعنی اونٹ یا گائے) کا ذبح کرنا لازم آئے گا اور ناپاکی کی حالت میں مسجد میں داخل ہونے اور (اسی حالت میں) طواف کرنے کے سبب گنہگار ہوگی۔ اور اسی طہارت کے ساتھ اس طواف کا اعادہ واجب ہوگا، پس اگر اس نے اعادہ کرلیا تو اس سے بدنہ (یعنی اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا) ساقط ہوجائے گا، اور اس پر گناہ سے توبہ واجب ہوگی اگرچہ بدنہ دے دے۔ (یعنی گائے یا اونٹ ذبح کردے)۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم، ذوالحجة ١٤٢٧ھ، یناير ٢٠٠٧ م (355-F)

حج سے بارہ روز قبل عمرہ کے احرام کی حالت میں حیض کا آجانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک خاتون حج تمتع کے ارادے سے مکہ مکرمہ پہنچی کہ اس کے ایام ماہواری شروع ہوگئے اب وہ کیا

۲۲۲۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول، فصل پنجم، ص ۸۳۔۸۴

کرے؟ جب کہ حج کو ابھی بارہ یا تیرہ دن باقی ہیں؟

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اس عورت کو چاہئے کہ وہ احرام کی پابندی میں رہے، یہاں تک کہ اس کی ماہواری ختم ہو اور ماہواری ختم ہونے کے بعد غسل کرے اور غسل میں میل نہ چھڑائے کہ وہ حالتِ احرام میں ہے اور اس حالت میں بدن سے میل چھڑانا ممنوع ہے، کیونکہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو حاجی کا احرام میں پراگندہ سر اور میلا کچیلا رہنا پسند ہے، جیسا کہ بہار شریعت (۶/۶) میں "شرح السنہ" کے حوالے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث ہے کہ "کسی نے عرض کی یا رسول اللہ! حاجی کو کیسا ہونا چاہئے؟ فرمایا: "پراگندہ سر، میلا کچیلا" الخ

پھر عمرہ ادا کرکے اپنے احرام کو کھولے اور اگر اس نے بے علمی کی بناء پر عمرہ کی ادائیگی سے قبل ہی احرام سے نکلنے کی نیت کرلی تو اس نیت سے وہ احرام سے تو باہر ہوجائے گی مگر اس پر صرف ایک دَم اور عمرہ کی قضاء لازم ہوگی اور اگر وہ جانتی ہے کہ ادائیگی عمرہ سے قبل محض ترکِ احرام کی نیت کرلینے سے وہ احرام سے نہیں نکلے گی پھر بھی اس نے ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب شروع کردیا تو جتنے جُرم اس سے سرزد ہوئے اتنی ہی جزائیں اس پر لازم ہوں گی اور عمرہ کی قضاء بھی کرنی ہوگی اور توبہ بھی کذا فی "حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب" للمخدوم محمد ہاشم التتوی الحنفی

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۹ ذی القعدة ١٤٢٧ھ، ۲۰ دیسمبر ۲۰۰۶ م (304-F)

حائضہ کے لئے احرامِ حج کے وقت غسل کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم کراچی سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئے، عمرہ کیا، احرام سے فارغ ہوگئے اب مکہ سے حج کا احرام

Ishaate Islam

باندھنا ہے اور احرام کے لئے غسل کا حکم ہے کیا وہ عورت بھی احرام کے لئے غسل کرے گی جو اس وقت ماہواری میں ہو؟

(السائل: حاجی ازلبیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حائضہ عورت کے لئے احرام سے قبل غسل کرنا مستحب و مستحسن ہے کیونکہ وہ حائضہ جو حج افراد کا احرام باندھ کر مکہ داخل ہو اس کے لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ وہ بھی غسل کرے تو جب حالت احرام میں حائضہ کو دخولِ مکہ کے لئے غسل کا حکم ہے تو احرام سے قبل بطریقِ اَولیٰ اسے غسل کا حکم دیا جائے گا مگر یہ غسل فرض یا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے، چنانچہ علامہ ابومنصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

و كذا تغتسل الحائض و النفساء، لأن هذا للتنظيف لا للصلاة، و النبي ﷺ أمر عائشة رضي الله عنها بالغسل عند الدخول بمكة، و هي كانت حائضاً (۲۲۳)

یعنی، اس طرح حائضہ اور نفاس والی عورت غسل کرے کیونکہ یہ غسل صفائی کے لئے ہے نہ کہ نماز کے لئے، اور نبی ﷺ نے اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو مکہ داخل ہوتے وقت غسل کا حکم فرمایا، حالانکہ وہ حیض سے تھیں۔

اور بغیر غسل کئے احرام باندھنا مکروہ تنزیہی ہے اگرچہ عورت حائضہ یا نفاس والی ہو اسی طرح مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ کی کتاب "حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب" کے باب اول، فصل ہشتم میں ہے۔ کیونکہ اس وقت غسل مسنون ہے اور سنّت کا خلاف مکروہ تنزیہی ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۵ ذوالحجة ۱٤۲۷ھ، ۲۵ دیسمبر ۲۰۰٦ م (331-F)

۲۲۳۔ المسالك في المناسك، القسم الثاني في بيان نسك الحج الخ، فصل منه، ص ۳۷٤

عورت حالتِ حیض میں طوافِ زیارت کرلے تو حج کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے ساتھ خواتین میں سے ایک خاتون کے ایام چل رہے ہیں، اس وجہ سے طوافِ زیارت نہ کرسکی اور وقتِ روانگی بھی قریب ہے، امید نہیں کہ پاک ہوسکے اور یہ طواف فرض ہے، اس صورت اس فرض کو ادا کرنے کے لئے اگر طوافِ زیارت کرلے تو فرض ادا ہوجائے گا یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ایسی صورت پیش آجائے تو روانگی مؤخر کروانی چاہئے اور ائیر لائن والے، پاکستانی سفارت خانے والے، مکتب کے معلّم اور مؤسسہ والے، سب کے سب اس اضطراری امر اور عورت کی مجبوری کو بخوبی سمجھتے ہیں کیونکہ چاروں مذاہب میں حتی کہ وہاں کے مقامی علماء کے ہاں بھی طوافِ زیارت کئے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا اور پھر کوئی حالتِ حیض میں طوافِ زیارت کے جواز کے قائل بھی نہیں اور پھر یہ مسئلہ کثیر الوقوع بھی ہے، اس لئے روانگی مؤخر کروانا اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ اور بسا اوقات عورت روانگی مؤخر کروانے پر راضی نہیں ہوتی تو اس صورت میں اُسے سمجھایا جائے کہ تیرا حج پورا نہیں ہوا کیونکہ حج کا ایک فرض ابھی باقی ہے۔ اور تیرے یہاں آنے، اتنا سفر کرنے، مشقت اٹھانے، اتنا روپیہ خرچ کرنے کا کیا مقصد جب حج ہی پورا نہ ہو۔ اور جو فرض باقی ہے اس کو ادا کئے بغیر عورت مرد پر کبھی حلال نہیں ہوتی۔ اس طرح کی باتیں کر کے اُسے راضی کیا جائے اور سوال میں جس صورت کے بارے میں پوچھا گیا ہے اسے انتہائی مجبوری کی حالت میں اختیار کیا جائے جب اور کوئی چارہ نہ ہو۔ اور صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ وہ عورت اگر اسی حال میں طواف کرلے تو اس کا فرض ادا ہوجائے گا اور بدنہ بھی لازم ہوگا یعنی اس پر لازم ہے کہ ایک گائے یا اونٹ اس حال میں طوافِ زیارت کرنے کے جرمانے کے طور پر حدودِ حرم میں ذبح کروائے اور ساتھ توبہ بھی کرے کہ

Ishaate Islam

اس حال میں طواف کرنا گناہ ہے۔ چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

جائز است مرزن حائض را اداء جمیع افعال حج وعمرہ از احرام وقوف عرفات وسعی بین الصفا والمروۃ وغیر آن الا طواف کعبہ کہ آن جائز نیست ومراد بعدم جواز طواف مر حائض را حرمت فعل اوست نہ عدم صحت او اصلاً۔ لہٰذا علامہ ابن امیر الحاج در ''منسک'' خود گفتہ کہ اگر حائض گشت زنے قبل از اداء طواف زیارت وعزم کردند رفقاء او بر رجوع بسوئے وطن قبل از طہارت پس باید آن زن نزد عالمے وپرسد کہ آیا من طواف کنم یا نہ واگر من طواف کنم صحیح گردد حج من یا نہ۔ باید کہ جواب دادہ شود اورا آن کہ جائز نیست ترا دخول مسجد و نہ طواف واگر داخل شدی وطواف کردی معصیت کردی وآثم گشتی ولیکن صحیح افتد حج تو ولازم آمد بر تو ذبح بدنہ یعنی اشتر یا گاوے واین مسئلہ کثیر الوقوع است کہ متحیر میشوند زنان دروی اھ ومولانا علی قاری در ''شرح منسک متوسط'' آوردہ کہ اگر طواف زیارت کردز نے در حالت حیض صحیح گردد طواف در حق سقوط فرضیت ولازم آید بروے ذبح بدنہ وعاصیہ گردد بسبب دخول مسجد وطواف بغیر طہارت وواجب باشد بروے اعادہ آن طواف مع الطہارۃ پس اگر اعادہ کرد ساقط گردد بدنہ از وے وواجب باشد بروے توبہ از معصیت اگر چہ بدنہ دہد اھ(۲۲۴)

یعنی، حائضہ عورت کو حج وعمرہ کے تمام افعال جیسے احرام، وقوفِ عرفات، سعی سب کرنا جائز ہے سوائے طوافِ کعبہ کے کہ وہ جائز نہیں اور جائز نہ ہونے سے مراد اس کے فعل کا حرام ہونا ہے نہ یہ کہ اصلاً ادا ہی نہیں ہوگا، چنانچہ علامہ ابن امیر الحاج نے اپنی ''منسک'' میں لکھا طوافِ زیارت کی ادائیگی سے قبل کسی عورت کو حیض آجائے اور اس کے

۲۲۴۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول، فصل پنجم دربیان کیفیت احرام زن، ص۸۳۔ ۸۴

رفقاء اس کے پاک ہونے سے قبل وطن لوٹنے لگیں تو وہ عورت کسی عالم کے پاس آکر مسئلہ دریافت کرے کہ ایسی حالت میں طواف کروں یا نہ کروں اور اگر کرلوں تو میرا حج صحیح ہوجائے گا یا نہیں، تو اسے جواب میں بتانا چاہئے کہ تمہارا مسجد حرام میں داخل ہونا اور طواف کرنا جائز نہیں۔ اگر تم نے ایسا کرلیا تو گناہ کیا اور گنہگار ہوئیں لیکن تمہارا حج صحیح ہوگیا اور تم پر بدنہ یعنی ایک اونٹ یا گائے کو ذبح کرنا لازم ہے اور یہ مسئلہ اکثر درپیش آتا ہے اور عورتوں کو بڑی پریشانی ہوتی ہے اھ۔

اور مولانا علی قاری نے ''شرح منسك متوسط'' (۲۲۵) میں لکھا کہ اگر حیض والی طوافِ زیارت کرلے تو سقوطِ فرضیت کے لئے یہ طواف صحیح ہوجائے گا اور اس پر بدنہ (اونٹ یا گائے کو) ذبح کرنا لازم آئے گا اور مسجد میں بغیر پاکی کے داخل ہونے اور ناپاکی کی حالت میں طواف کرنے کا گناہ ہوگا۔ اور پاکی کی حالت میں اس طواف کا اعادہ اس پر لازم ہوگا۔ اگر اس نے اعادہ کرلیا تو یہ قربانی اس سے معاف ہوجائے گی، اور قربانی کے باوجود اس گناہ پر توبہ اس پر لازم ہوگی اھ۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۱۹ ذوالحجة ۱٤۲۷ھ، ۸ینایر ۲۰۰۷ م (353-F)

ماہواری ختم ہونے پر طوافِ زیارت کیا کہ پھر شروع ہوگئی

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کو اس کی عادت کے مطابق پانچ دن ماہواری آچکی اس کے بعد اس نے پاک ہوکر غسل کرلیا، غسل کے بعد اس نے نماز شروع کردی اور طوافِ زیارت بھی کرلیا، پھر ساتویں دن اسے دوبارہ ماہواری ہوگئی، اس صورت میں اس کا طواف درست ہوگیا یا نہیں اور اس

۲۲۵۔ السلك المتقسط فی المنسك المتوسط، فصل: حائض طهرت فی آخر أیام النحر، ص۳۸۸

Ishaate Islam

عورت پر کچھ لازم ہوا یا نہیں؟

(السائل: محمد قطانی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ دوسری بار آنے والا خون ماہواری کے دس دن پورے ہونے پر یا دس پورے ہونے سے قبل ختم ہوا تو کئے ہوئے طواف سے فرض تو ادا ہوگیا مگر اس پر بدنہ یعنی گائے یا اونٹ کا ذبح کرنا لازم ہوگیا اور وہ گنہگار ہوئی، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی متوفی ۹۹۶ھ لکھتے ہیں:

فطافت ثم عاد دمها فی أیام عادتها یصح طوافها و لزمها بدنة و کانت عاصیة (لُباب المناسك) و فی شرحه: أی من وجهین لدخول المسجد و نفس الطواف (۲۲۶)

یعنی، عورت نے طواف زیارت کرلیا پھر اس کی عادت کے ایام میں ماہواری کا خون دوبارہ آ گیا تو اس کا طواف صحیح ہوگیا اور اس پر بدنہ لازم ہوگیا اور وہ گنہگار ہوئی۔ یعنی دو وجوہ سے ایک مسجد میں داخل ہونے اور دوسری نفسِ طواف کی وجہ سے۔

اور اس پر لازم ہے کہ ماہواری سے پاک ہونے کے بعد طوافِ زیارت دوبارہ کرے اگر وہ ایسا کرلیتی ہے تو اس پر سے بدنہ ساقط ہوجائے گا، چنانچہ لکھتے ہیں:

و علیها أن تعید طاهرة، فإن أعادته سقط ما وجب (۲۲۷)

یعنی، اس پر لازم ہے کہ وہ پاک ہوکر طواف زیارت کا اعادہ کرے، پس اگر وہ اس کا اعادہ کرلیتی ہے تو اس پر سے وہ ساقط ہوگیا جو واجب ہوا تھا (یعنی بدنہ ساقط ہوجائے گا)۔

اور گناہ بہر حال باقی رہے گا جس کے لئے توبہ کرنا ضروری ہوگی، چنانچہ مندرجہ بالا عبارت کے تحت ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

۲۲۶۔ المسلك المتقسط إلی المنسك المتوسط، ص ۳۸۸

۲۲۷۔ لباب المناسك مع شرحه، باب الجنایات، فصل: حائض طهرت فی آخر أیام النحر، ص ۳۸۸

و علیها التوبة من جهة المعصیة و لو مع البدنة (۲۲۸)

یعنی، اس پر معصیت (گناہ) کی جہت سے سچی توبہ لازم ہے اگر بدنہ بھی دے دے۔

اور اس صورت میں بظاہر عورت کا قصور تو نہیں کیونکہ اُسے عادۃً ماہواری آ چکی اور اس نے غسل کرلیا پھر طوافِ زیارت کیا اور طواف کرلینے کے بعد حیض کی مدّت یعنی دس دنوں کے اندر اُسے ماہواری دوبارہ شروع ہوگئی تو فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اس کا طواف صحیح ہوگا اور اس پر بدنہ لازم آیا اور وہ گنہگار رہوئی اور اگر وہ دوبارہ آئے ہوئے ماہواری کے خون کے ختم ہونے پر وہ غسل کرے اور طواف کرلے تو بدنہ ساقط ہوجائے گا تو بہر حال کرنی ہوگی، اور جو معصیت واقع ہوجانے کی وجہ سے توبہ کا حکم لگایا گیا ہے اس کے بارے میں اگر کہا جائے کہ شاید اس لئے کہ مدّت ماہواری جب دس دن ہے اور اس مدّت میں طہرِ مُتخلّل بھی حیض ہی کہلاتا ہے تو اُسے اس مدّت میں یعنی دس دن تک انتظار کرنا چاہئے تھا کہ مدّت میں حیض کا احتمال باقی رہتا ہے اور اس صورت میں پھر یہ کہ عورت اپنی عادت کے مطابق ماہواری سے پاک ہوگئی اور طوافِ زیارت کا واجب وقت ابھی باقی ہے اور حیض کی مدّت بھی ابھی باقی ہے پھر اگر وہ مدّتِ حیض گزار کر طوافِ زیارت کرتی ہے تو واجب وقت نکل جاتا ہے تو اس کا مطلب ہوگا کہ عورت نے قدرت وفرصت میسر آنے کے باوجود طوافِ زیارت اپنے وقت پر نہیں کیا جس کی بناء پر اس پر دم لازم آئے گا۔ تو اس کے باوجود توبہ کا حکم دیا گیا شاید یہ حکم احتیاط پر مبنی ہے۔

اور اگر دوسری بار آنے والا خون دس دن کے بعد تک جاری رہا تو کئے ہوئے طواف سے فرض ساقط ہوجائے گا اور اس صورت میں عورت پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا۔ کہ وہ ماہواری نہیں بلکہ استحاضہ ہے جیسا کہ کُتُبِ فقہ میں مذکور ہے۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۱۸ ذوالحجة ۱٤۲۷ھ، ۷ یناير ۲۰۰۷ م (352-F)

۲۲۸۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، فصل: حائض طهرت فی آخر أیام النحر، ص ۳۸۸

Ishaate Islam

حائضہ عورت اور طوافِ وداع

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طوافِ وداع واجب ہے، ایک عورت نے طوافِ زیارت کیا تو اس کے ایام شروع ہو گئے اسے اتنا موقع نہ ملا کہ اور طواف کرتی یہاں تک کہ اس کی وطن روانگی کا وقت آ گیا یا مدینہ منورہ روانہ ہو گئی تو اس صورت میں کیا کرے؟

(السائل: محمد نبیل قادری از بیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں عورت کو چاہئے کہ وہ طوافِ وداع نہ کرے اور وطن یا شیڈول کے مطابق مدینہ منورہ چلی جائے یہ طواف اگرچہ آفاقی کے لئے واجب ہے مگر حائضہ اور نفاس والی عورت سے یہ واجب ایسی صورت میں ساقط ہو جاتا ہے اور نہ اس واجب کے ترک پر گنہگار رہوتی ہے اور نہ ہی دم لازم آتا ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

دوازدہم آنکہ اگر زن حائض گشت قبل از اداء طوافِ وداع وہنوز پاک نشدہ است کہ رفقاء او قصد رجوع ببلدہ او کردند وتا طہارت این زن فرصت نمی کنند پس ساقط گردد طوافِ وداع از ین زن ولازم نمی آید چیزے بروے بترک آن الخ (۲۲۹)

یعنی، بارہواں یہ کہ اگر عورت کو طوافِ وداع ادا کرنے سے قبل ماہواری آ گئی اور وہ ابھی حیض سے پاک نہ ہوئی تھی کہ اس کے رفقاء نے اس کے شہر رجوع کا قصد کر لیا اور اس عورت کے پاک ہونے تک فرصت نہ دی تو اس عورت سے طوافِ وداع ساقط ہو جائے گا اور اُس پر اس کے ترک کی وجہ سے کچھ لازم نہ آئے گا۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ ''عالمگیری'' کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

۲۲۹۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول، فصل پنجم، ص ۸۳

حیض والی مکہ سے جانے سے قبل پاک ہو گئی تو اس پر یہ طواف واجب ہے اور اگر جانے کے بعد پاک ہوئی تو اسے یہ ضرور نہیں کہ وہ واپس آئے اور واپس آئی تو طواف واجب ہو گیا جب کہ میقات سے باہر نہ ہوئی تھی۔ (۲۳۰)

یاد رہے کہ طوافِ زیارت کے بعد اگر کوئی نفلی طواف کیا تھا تو اس سے طوافِ وداع ادا ہو گیا تھا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۱۳ ذوالحجۃ ۱٤۲۷ھ، ۲ یناير ۲۰۰۷ م (338-F)

تقصیر سے قبل عورت کا اپنے سر کو ننگا کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک خاتون نے عمرہ کیا سعی اور قصر کروانے سے قبل احرام یعنی سر کا کپڑا کھول دیا پھر قصر کروایا کیا اس صورت میں اس پر کچھ لازم ہوگا؟

(السائل: غلام رسول، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اس پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا جب کہ تقصیر سے قبل ممنوعاتِ احرام میں سے کسی ممنوع کا ارتکاب نہ کیا ہو، باقی رہا سر کے کپڑے کا کھولنا وہ تو وضو میں سر کے مسح کے لئے بھی کھولا جاتا ہے کہ اس کے کھولے بغیر مسح ہی نہیں ہو سکتا، لہٰذا سر سے کپڑا کھولنے سے اس کے احرام پر کوئی فرق نہیں پڑا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۵ ذوالحجۃ ۱٤۲۷ھ، ۲۵ دیسمبر ۲۰۰٦ م (328-F)

۲۳۰۔ بہار شریعت، جلد (۱)، حصہ (٦)، طواف رخصت، ص ۹۱

Ishaate Islam

احرام کے بغیر طواف میں عورت چہرہ نہیں کھولے گی

استفتاء: کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طواف میں اکثر عورتوں کو دیکھا ہے کہ وہ چہرہ کھولے ہوئے ہوتی ہیں اور عورت کو احرام میں تو منہ کھلا رکھنے کا حکم ہے، عام طواف میں بھی کیا اس کا حکم ہے کہ وہ منہ کو کھلا رکھے؟

(السائل: نور بیگ از لیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: احرام میں عورت کو چہرہ کھلا رکھنا ہے کہ حدیث شریف ہے:

"إِحْرَامُ الْمَرْأَةِ فِيْ وَجْهِهَا" الحدیث

یعنی عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے۔

اس لئے عورت جو طواف حالتِ احرام میں کرے گی اس میں تو اس کا چہرا کھلا ہوگا مگر جو طواف حالتِ احرام میں نہ ہو اس میں چہرے کو کھلا رکھنے کا حکم نہیں فتنہ کا سبب ہے لہٰذا عام حالت میں عورت طواف کرے تو اُسے اپنے چہرے کو چُھپانا ہوگا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۸ذوالحجۃ ۱٤۲۷ھ، ۲۸ دیسمبر ۲۰۰٦م (334-F)

عورت سفرِ حج میں بیوہ ہوجائے تو مناسکِ حج ادا کرے یا نہ

استفتاء: کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت سفرِ حج میں بیوہ ہوجائے تو کیا اس کو عدت کی حالت میں منیٰ عرفات اور مدینہ طیبہ وغیرہ جانا جائز ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اگر دورانِ حج یا حج سے قبل کسی عورت کا شوہر قضاءِ الٰہی سے انتقال کرجائے تو اس عورت کا کوئی محرم موجود ہو تو اس کے ساتھ

حج پورا کرے اگر محرم نہ ہو تو گروپ کی ایسی عورتوں کے ساتھ حج پورا کرے جو خدا ترس اور دیندار ہوں اور مقررہ مدت کے بعد گھر پہنچ کر عدت کے بقیہ ایام گھر پر پورے کرے۔

فقہ حنفی میں حکم تو یہ ہے کہ عورت اگر اپنے شوہر کے ساتھ سفر پر ہو اور سفر میں اس کے شوہر کا انتقال ہوجائے تو عورت کا گھر اگر مدتِ سفر پر نہ ہو تو اسے چاہئے گھر لوٹ آئے اور عدت کو پورا کرے اور اگر گھر اور جہاں کا قصد ہے دونوں مدتِ سفر پر ہوں تو کسی جانب سفر کو اختیار کرنا بے مُحرِم کے حرام ہے کہ اس جگہ اگر عزت وآبرو کے ساتھ رہنا میسر ہو تو اسے کسی محرم کے آنے تک یا دوسرا نکاح کرنے تک اسی جگہ رہنے کا حکم دیا جاتا، اگر اس جگہ کوئی شناسا نہ ہو کہ رہنے کا بندوبست ہوسکے یا وہاں رہنے میں عزت وآبرو کا خطرہ ہو یا قانونی طور پر مسائل ہوں جن کی بناء پر وہاں رہنا دشوار ہو تو مجبوری اور ضرورت میں اسے مذہب غیر پر عمل کی وقتی اجازت دی جائے گی اور وہ یہ ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے مذہب کے مطابق وہ اپنے قافلہ کے معتمد وثقہ عورتوں کو تلاش کرے اور ان کے ساتھ سفر کو جاری رکھے یا وطن واپس آجائے، دونوں کا اختیار ہے۔

اور جو عورت جدّہ پہنچ کر بیوہ ہوگئی اسے بے مُحرِم وطن واپس لوٹنا حرام ہے، البتہ مکہ مکرمہ جدّہ سے سفرِ شرعی کی دُوری پر نہیں لہٰذا مکہ مکرمہ چلی جائے اور حج کے بعد وہیں ٹھہرے تاکہ اس کا کوئی مُحرِم اس کو لینے کے لئے وطن سے پہنچ جائے اور اگر مُحرِم نہ ہو یا جانے آنے کے لئے تیار نہ ہو یا ایسا ہے کہ اسے دین کا کوئی لحاظ پاس نہیں ہے اور کوئی صورت نظر نہ آئے، مذہب غیر پر عمل کرے جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

كانت كمن أبانها زوجها أو مات عنها و لو في مصرٍ و ليس بينها و بين مصرها مدة سفر رجعت و لو بين مصرها مدة و بين مقصدها أقل مضت اهـ

Ishaate Islam

یعنی، کسی عورت کو اثنائے سفر شوہر نے بائن طلاق دے دی یا انتقال کر گیا اور اس عورت اور اس کے وطن کے درمیان مدّتِ سفر نہیں ہے تو وہ لوٹ آئے اور اگر وطن کے لئے مسافت سفر ہے مقصد کے لئے مسافتِ سفر نہیں تو سفر جاری رکھے۔

لیکن اس رخصت شرعی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اپنی صوابدید پر کسی عذر کو ضرورت مان لیا جائے یا کسی عام مجبوری کو ضرورت مان لیا اور مذہب غیر پر عمل کر لیا، شرعی طور پر جب تک ضرورت متحقق نہ ہو مذہب غیر پر عمل جائز نہیں اگر چہ چاروں مذاہب برحق ہیں لیکن جو جس مذہب کا مقلِّد ہے اس پر اسی کی تقلید واجب ہے ھکذا فی "فتاوی یورپ"، (ص ۳۳۱)۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۹ شوال المکرم ۱٤۲۷ھ ۲۲ نوفمبر ۲۰۰٦م (222-F)

توجہ فرمائیے

ادارے کی ہدیۃ شائع شدہ کتب

کہی ان کہی — زکوٰۃ کی اہمیت

رمضان المبارک معزز مہمان یا محترم میزبان

عیدالاضحیٰ کے فضائل اور مسائل

امام احمد رضا قادری رضوی، حنفی رحمۃ اللہ علیہ مخالفین کی نظر میں

میلاد ابن کثیر، عورتوں کے ایام خاص میں نماز اور روزے کا شرعی حکم

تخلیق پاکستان میں علماء اہلسنّت کا کردار

ان کتب خانوں پر دستیاب ہیں

مکتبہ برکات المدینہ، بہار شریعت مسجد، بہادر آباد، کراچی

مکتبہ غوثیہ ہولسیل، پرانی سبزی منڈی، بزدعسکری پارک، کراچی

ضیاء الدین پبلی کیشنز، بزد شہید مسجد، کھارادر، کراچی

مکتبہ انوار القرآن، میمن مسجد مصلح الدین گارڈن، کراچی (حنیف بھائی انگوٹھی والے)

مکتبہ فیض القرآن، قاسم سینٹر، اردو بازار، کراچی

رابطے کے لئے: 021-2439799

Ishaate Islam

محترم المقام جناب ..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان نے اپنے سلسلہ مفت اشاعت کے تحت ہر ماہ ایک مفت کتاب شائع کرتی ہے جو کہ پاکستان بھر میں بذریعہ ڈاک بھیجی جاتی ہے گزشتہ دنوں جمعیت نے سال رواں کے لئے اپنے سلسلہ مفت اشاعت کی نئی پالیسی کا اعلان کیا ہے جس کے تحت وہی فیس برقرار رکھی گئی ہے جو کہ گزشتہ کئی سالوں سے چل رہی ہے یعنی صرف -/50 روپے سالانہ۔

اس خط کے ذریعے آپ سے التماس ہے کہ آپ اس خط کے آخر میں دیئے ہوئے فارم پر اپنا مکمل نام اور پتہ خوشخط لکھ کر ہمیں منی آرڈر کے ساتھ ارسال کر دیں تا کہ آپ کو نئے سال کے لئے جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کے سلسلہ مفت اشاعت کا ممبر بنا لیا جائے۔ صرف اور صرف منی آرڈر کے ذریعے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول ہوگی، خط کے ذریعے نقد رقم بھیجنے والے حضرات کو ممبر شپ جاری نہیں کی جائے گی۔ البتہ کراچی کے رہائشی یا دوسرے جو حضرات دستی طور پر دفتر میں آ کر فیس جمع کروانا چاہیں تو وہ روزانہ شام 4 بجے سے رات 12 بجے تک رابطہ کر سکتے ہیں، ممبر شپ فارم جلد از جلد جمع کروائیں۔ جنوری تک وصول ہونے والے ممبر شپ فارم پر سال کی پوری 12 کتابیں ارسال کی جائیں گی البتہ اس کے بعد موصول ہونے والے ممبر شپ فارمز پر مہینے کے اعتبار سے بتدریج ایک ایک کتاب کم ارسال کی جائے گی مثلاً اگر کسی کا فارم فروری میں موصول ہوا تو اسے 11 کتابیں اور اگر کسی کا مارچ میں موصول ہوا تو اسے 10 کتابیں ارسال کی جائیں گی۔

نوٹ: اپنا نام پتہ، ممبر شپ نمبر (منی آرڈر اور فارم دونوں پر) اردو زبان میں نہایت خوشخط اور خوب واضح لکھیں تا کہ کتابیں بروقت اور آسانی کے ساتھ آپ تک پہنچ سکیں۔ نیز پرانے ممبران کو خط لکھنا ضروری نہیں بلکہ منی آرڈر پر اپنا موجودہ ممبر شپ نمبر لکھ کر روانہ کر دیں اور خط لکھنے والے حضرات جس نام سے منی آرڈر بھیجیں خط بھی اسی نام سے روانہ کریں۔ منی آرڈر میں اپنا فون نمبر ضرور تحریر کریں۔

نوٹ: کسی مہینے کتاب نہ پہنچنے کی صورت میں خط لکھتے وقت اس سال ملنے والی کتابوں کا تذکرہ ضرور کریں تا کہ ہمیں پریشانی نہ ہو۔

ہمارا پوسٹل ایڈریس یہ ہے:

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار، بلھادر، کراچی۔ 74000

فقط

سید محمد طاہر نعیمی (معاون محمد سعید رضا)
شعبہ نشر و اشاعت 021-2439799

.....

نام ..... ولدیت .....

مکمل پتہ .....

.....

فون نمبر ..... ممبر شپ نمبر .....

نوٹ: ایک سے زائد افراد ایک ہی منی آرڈر میں رقم روانہ کر سکتے ہیں اور فارم نہ ملنے کی صورت میں اس کی فوٹو کاپی استعمال کی جا سکتی ہے۔

Ishaate Islam

خصوصی اعلان اجتماع

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کے زیر اہتمام نور مسجد کاغذی بازار میں ہر پیر کو ایک عظیم الشان اجتماع منعقد ہوتا ہے جس میں ہر مہینے کی پہلی اور تیسری پیر کو

درس قرآن

ہوتا ہے جس میں حضرت علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی صاحب درس قرآن دیتے ہیں۔

☆

اور ہر مہینے کی دوسری اور چوتھی پیر کو

درس حدیث

منعقد ہوتا ہے جس میں علامہ مولانا مختار اشرفی صاحب درس حدیث دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً مختلف علمائے اہلسنّت آ کر اجتماع سے مختلف موضوعات پر خطاب فرماتے ہیں۔

Ishaate Islam

العروۃ فی الحج و العمرۃ

فتاویٰ حج و عمرہ

(حصہ سوم)

تالیف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:2439799

نام کتاب : العروۃ فی الحج و العمرۃ ''فتاویٰ حج وعمرہ''

تصنیف : حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

سن اشاعت : ذی الحجہ 1428ھ جنوری 2007ء

تعداد اشاعت (باراول): 2800

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net

www.ahlesunnat.net

پر موجود ہے۔

Ishaate Islam

پیش لفظ

حج اسلام کا اہم رُکن ہے جس کی ادائیگی صاحبِ استطاعت پر زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے، اس کے بعد جتنی بار بھی حج کرے گا نفل ہوگا اور پھر لوگوں کو دیکھا جائے تو کچھ تو زندگی میں ایک ہی بار حج کرتے ہیں کچھ دو یا تین بار، اقل قلیل ایسے ہوتے ہیں جن کو ہر سال یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا حج کے مسائل سے عدم واقفیت یا واقفیت کی کمی ایک فطری امر ہے۔ پھر کچھ لوگ تو اس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر ناجائز ہوتے ہیں اور کچھ علماء کرام کی طرف رجوع کرتے ہیں مناسکِ حج وعمرہ کی ترتیب کے حوالے سے ہونے والی نشستوں میں شرکت کرتے ہیں پھر بھی ضرورت پڑنے پر حج میں موجود علماء یا اپنے ملک میں موجود علماء سے رابطہ کر کے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ اور پھر علماء کرام میں جو مسائل حج وعمرہ کے لئے کُتُبِ فقہ کا مطالعہ رکھتے ہیں وہ تو مسائل کا صحیح جواب دے پاتے ہیں اور جن کا مطالعہ نہیں ہوتا وہ اس سے عاجز ہوتے ہیں۔

ہمارے ہاں جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کے زیر اہتمام نور مسجد میٹھا در میں پچھلے کئی سالوں سے ہر سال باقاعدہ ترتیب حج کے حوالے سے نشستیں ہوتی ہیں اسی لئے لوگ حج وعمرہ کے مسائل میں ہماری طرف کثرت سے رجوع بھی کرتے ہیں، اکثر تو زبانی اور بعض تحریری جواب طلب کرتے ہیں اور کچھ مسائل کے بارے میں ہم نے خود دارالافتاء کی جانب رجوع کیا اور کچھ مفتی صاحب نے ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء کے سفرِ حج میں مکہ مکرمہ میں تحریر فرمائے۔ اس طرح ہمارے دارالافتاء سے مناسک حج وعمرہ اور اس سفر میں پیش آنے والے مسائل کے بابت جاری ہونے والے فتاویٰ کو ہم نے علیحدہ کیا ان میں سے جن کی اشاعت کو ضروری جانا

اس مجموعے میں شامل کر دیا اور ضخامت کی وجہ سے اسے تین حصوں میں تقسیم کر دیا، پہلے دو حصے ماہ نومبر اور دسمبر میں شائع ہو چکے ہیں اور یہ حصہ سوم ہے جو جنوری ۲۰۰۸ء کی اشاعت میں شامل کیا جا رہا ہے، جسے جمعیت اشاعت اہلسنّت اپنے سلسلۂ اشاعت کے 165 ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کی کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے نافع بنائے۔ آمین

فقیر محمد عرفان ضیائی

Ishaate Islam

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
☆	پیش لفظ	5

متفرق

۱۔	کیا مکہ اور منیٰ الگ الگ بستی ہیں؟	7
۲۔	آفاقی کا مکہ میں پندرہ سے کم دنوں کے لئے اقامت کی نیت کرنا	27
۳۔	تئیس (۲۳) ذوالقعدہ کو فجر یا ظہر کے وقت مکہ پہنچنے والے کی نمازوں کا حکم	30
۴۔	سفر میں سُنن کا حکم	32
۵۔	آفاقی و مکی کے حق میں نفلی طواف افضل ہے یا نفل نماز	34
۶۔	مکہ مکرمہ میں استقبالِ قبلہ کا حکم	39
۷۔	جہری نماز میں ترکِ جہر کا حکم	54
۸۔	ہوائی سفر کے لئے جمع بین الصلاتین کا حکم	57
۹۔	شہر کے کسی ہوٹل میں جمعہ قائم کرنے کا حکم	67
۱۰۔	قضاء نمازوں کی ادائیگی میں ترتیب کا حکم	70
۱۱۔	مطاف میں نمازی کے آگے سے گزرنا	73
۱۲۔	نمازی کے آگے سے گزرنا اور حرم مکہ	75
۱۳۔	آبِ زم زم سے وضو غسل کا حکم	117

۱۴۔	آبِ زم زم میں کفن کی چادریں بھگونا کیسا ہے؟	122
۱۵۔	مسجد الحرام اور مسجد نبوی سے آبِ زم زم بھر کر باہر لانے کا حکم	125
۱۶۔	حرم مکہ سے کوئی چیز بطورِ تبرک اُٹھا کر لانا	128
۱۷۔	بئر طویٰ سے نبی ﷺ کے غسل فرمانے کا ثبوت	130
۱۸۔	سرزمینِ حرم میں سر سے جوئیں نکالنا	131
۱۹۔	حدودِ حرم میں جوئیں مارنے کا حکم	132
۲۰۔	بڑھاپے میں کمزور رمشانے والے کا مسجد حرام میں جانا	133
۲۱۔	نپی لگے بچے کا دورانِ طواف پیشاب کرنا	134
۲۲۔	حج یا عمرہ کے بعد احرام کی چادروں کو پھینک دینا اسراف ہے	135
۲۳	جمعہ کے روز حج کی فضیلت	136

Ishaate Islam

متفرق

کیا مکہ اور منیٰ الگ الگ بستی ہیں

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا منیٰ اور مکہ مکرمہ الگ الگ بستی ہیں، دونوں جگہ اقامت کی نیت درست ہوگی یا نہیں؟ جیسے کوئی حاجی مکہ آیا اس نے پندرہ دن سے قبل مناسک حج کی ادائیگی کے لئے منیٰ کو روانہ ہونا ہے اور وہ مکہ میں اقامت کی نیت کرے تو اس کی اقامت کی نیت درست ہو جائے گی یا نہیں؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں مکہ مکرمہ میں اقامت کی نیت درست نہ ہوگی کیونکہ اقامت کی نیت کے درست ہونے کی چند شرطیں ہیں اور اقامت کے درست ہونے کے لئے ان کا پایا جانا ضروری ہے، چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ(۱) "مجتبیٰ" سے اور ان سے علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ (۲) نقل کرتے ہیں:

قال فی "البحر" عن "المجتبیٰ" إنما تؤثر النية بخمس شرائط ترك السير، وصلاحية الموضع، و اتحاده، و المدة، و الاستقلال بالرأی ۱ ھ

یعنی، "مجتبیٰ" کے حوالے سے "البحر الرائق" میں فرمایا: نیتِ اقامت صرف پانچ شرائط کے ساتھ مؤثر ہوتی ہے (وہ شرائط یہ ہیں) (۱) چلنا ترک کرنا، (۲) جگہ کا اقامت کی نیت کی صلاحیت رکھنے والی ہونا، (۳) جن جگہوں میں اقامت کی نیت ہے ان کا اتحاد،

۱۔ غنية ذوی الأحكام فی بغية درر الحكام علی هامش الغرر و الدرر، المجلد (۱)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ۱۳۳

۲۔ البحر الرائق شرح كنز الدقائق، المجلد (۲)، كتاب الصلاة، باب المسافر، ص ۲۳۱

(۴) مُدّت (یعنی کم از کم پندرہ دن رہنے کی نیت ہو)، (۵) (نیت کرنے والے کا) مستقل بالرائے ہونا۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

و نية الإقامة إنما تؤثر بخمس شرائط: ترك السير حتى لو نوى الإقامة وهو يسير لم يصح، و صلاحيت الموضع حتى لو نوى الإقامة فی براً و بحراً و جزيرة لم يصح، و اتحاد الموضع، و الملة، و الاستقلال بالرأی ۔ هكذا فی "معراج الدراية" (۳)

یعنی، اقامت کی نیت پانچ شرائط کے ساتھ معتبر ہوتی ہے (۱) پہلی شرط یہ ہے کہ چلنا موقوف کرے پس اگر اقامت کی نیت کی اور برابر چلتا رہا تو نیت صحیح نہ ہوگی، (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ مسافر جس جگہ ٹھہرنے کی نیت کرے وہ جگہ ٹھہرنے کے لائق ہو یہاں تک کہ اگر جنگل میں یا دریا میں یا جزیرے میں ٹھہرنے کی نیت کر لی تو صحیح نہ ہوگی، (۳) تیسری شرط یہ ہے کہ کسی ایک جگہ ٹھہرنے کی نیت کرے، (۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ برابر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے، (۵) پانچویں شرط یہ ہے کہ اس کی رائے مستقل ہو۔ اسی طرح "معراج الدراية" میں ہے۔

اور اقامت کی شرائط میں سے تیسری شرط یہ ہے کہ کسی ایک جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے، جب اس نے پندرہ دن میں دو جگہ ٹھہرنے کی نیت کی تو یہ شرط متحقق نہ ہوئی اور وہ مقیم نہ ہوا۔ اگر ایک جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی اور اس کے علم میں ہے کہ انہی پندرہ دن میں مجھے کسی اور جگہ بھی جانا ہے تو دیکھا جائے گا کہ وہ دوسری جگہ (۱) اسی شہر میں ہے یا (۲) اس شہر کے توابع سے ہے یا (۳) الگ ایک مستقل جگہ ہے، نہ اس شہر میں ہے نہ اس کے توابع سے ہے تو پہلی صورت میں نیتِ اقامت درست ہو جائے گی کیونکہ شہر اپنے اطراف

۳۔ الفتاوی الهندية: ۱/ ۱۳۹

(کناروں) کی دوری کے باوجود ایک ہی خطہ شمار ہوتا ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

لأن المصر مع تباين أطرافه كبقعة واحدة (٤)

یعنی، شہر اپنے کناروں کی دوری کے باوجود ایک خطہ کی مثل ہے۔

اور دوسری صورت میں بھی میتِ اقامت درست ہوگی جیسے شہر اور قریہ میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی اور قریہ اس شہر کے تابع ہے اس طرح کہ وہ قریہ شہر کے اتنے قریب ہو کہ اس قریہ کے رہنے والوں پر جمعہ واجب ہو اور اس صورت میں شہر اور قریہ حکماً ایک ہی جگہ شمار ہوگی چنانچہ علامہ علاؤالدین ابو منصور محمد بن احمد سمرقندی متوفی ۵۳۹/۵۴۰ھ (۵) لکھتے ہیں اور ان سے قاضی محمد بن فراموز الشہیر بملا خسرو حنفی متوفی ۸۸۵ھ (٦) نقل کرتے ہیں:

و أما إذا تبع أحدهما الآخر بأن كانت قرية من المصر بحيث تجب الجمعة على ساكنها، فإنه يصير مقيماً بنية الإقامة فيهما، فيتم بدخول أحدهما، لأنهما في الحكم كموضع واحدٍ، كذا في "التحفة" ـ و اللفظ للدرر

یعنی، مگر جب ایک دوسرے کے تابع ہو اس طرح کہ وہ شہر سے اتنا قریب ہو کہ وہاں کے رہنے والوں پر جمعہ واجب ہو تو مسافر ایسی دو جگہوں کی اقامت کی نیت سے مقیم ہو جائے گا، پس وہ دونوں میں سے کسی بھی ایک میں جانے سے پوری نماز پڑھے گا کیونکہ وہ دونوں جگہیں حکم میں مثل ایک جگہ کے ہیں، اس طرح ''تحفہ'' میں ہے۔

اور علامہ فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ (۷) لکھتے ہیں اور ان سے فقیہ

٤۔ الهداية المجلد (٣۔٤)، كتاب المضاربة، ص٢٢٨

٥۔ (تحفة الفقهاء، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ٧٦

٦۔ درر الحكام شرح غرر الأحكام، المجلد (١)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص١٣٣

٧۔ تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، المجلد (١)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص٥١٣

عبد الرحمٰن بن سلیمان شیخ زادہ حنفی متوفی ۱۰۸۷ھ (۸) نقل کرتے ہیں:

و إن كان أحدهما تبعاً لآخر بأن كانت القرية قريبةً من المصر بحيث تجب الجمعة على ساكنها، فإنه يصير مقيماً يُتِمّ بدخول أحدهما أيّهما كان، لأنهما في الحكم كموطن واحد ـ اللفظ "للتبيين"

یعنی، اگر دو جگہوں میں سے ایک دوسری کے تابع ہو اس طرح کہ دوسری جگہ شہر سے قریب ہو اس حیثیت سے کہ اس جگہ کے رہنے والے پر جمعہ واجب ہو تو وہ دونوں میں سے کسی ایک موضع میں داخل ہونے سے مقیم ہو جائے گا کیونکہ وہ دونوں ایک جگہ کی مثل ہیں۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

أما إذا تبع أحدهما الآخر كقرية قريبة من المصر بحيث تجب الجمعة على ساكنها، فإنه يصير مقيماً بدخول أيهما كان للاتحاد حكماً (٩)

یعنی، مگر جب ایک جگہ دوسری جگہ کے تابع ہو شہر کے قریب قریہ کی مثل اس حیثیت سے کہ اس قریہ کے رہنے والے پر جمعہ واجب ہو پس وہ دونوں مواضع میں اتحاد کی وجہ سے جس میں بھی داخل ہوگا مقیم ہو جائے گا۔

اور قریب ہونے سے مراد یہ ہے کہ اتنا قریب ہو کہ اذان اس قریہ میں سنائی دے، یہی اکثر ائمہ کا قول ہے، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳٦۷ھ نقل کرتے ہیں:

مگر اکثر ائمہ کہتے ہیں کہ اگر اذان کی آواز پہنچتی ہو تو ان لوگوں پر جمعہ پڑھنا فرض ہے (۱۰)

٨۔ مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، المجلد (١)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ٢٤٠

٩۔ الدر المنتقى شرح الملتقى على هامش مجمع الأنهر، المجلد (١)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص٢٤١

١٠۔ بہار شریعت، حصہ (۴)، جمعہ کا بیان، ص۳۱۱

اور فقہاء کرام نے ایک جگہ کے دوسری کے تابع ہونے کے لئے یہ بھی کہا کہ دونوں میں جگہیں مستقل بنفسہ ہوں گی تو ایک جگہ دوسری کے تابع نہ ہوگی چنانچہ علامہ علاؤالدین ابو منصور بن محمد بن احمد سمرقندی متوفی ۵۳۹/۵۴۰ھ لکھتے ہیں:

فأما إذا نوى إقامة خمسة عشر يوماً في موضعين، فإن كل واحد منهما أصلاً بنفسه، فلا يكون أحدهما تبعاً للآخر، فإن نوى أن يقيم بمكة و منى فإنه لا يصير مقيماً (۱۱)

یعنی، مگر جب دو جگہوں پر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی پھر دونوں جگہوں میں سے ہر جگہ اصل بنفسہ ہے تو ایک جگہ دوسری کے تابع نہ ہوگی۔ پس اگر مکہ اور منیٰ میں (معاً) اقامت کی نیت کی تو مقیم نہ ہوگا۔

اور منیٰ مکہ مکرمہ کے تابع نہیں ہے جیسا کہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و لو نوى بموضعين ليس أحدهما تبعاً للآخر كمكة و منى لا يصير مقيماً (۱۲)

یعنی، اور اگر ایسی دو جگہوں کی نیت کی جن میں سے ایک دوسری جگہ کے تابع نہیں ہے جیسے مکہ اور منیٰ (کہ منیٰ مکہ کے تابع نہیں ہے تو ایسی صورت میں) مقیم نہ ہوگا۔

اور تیسری صورت میں پندرہ دن اقامت کی نیت درست نہ ہوگی، کیونکہ اقامت کی نیت وہی معتبر ہوتی ہے جو ایک جگہ پر ہو چاہے وہ جگہ حقیقتاً ایک ہو یا حکماً، چنانچہ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

و قال: لأن نية الإقامة ما يكون في موضع واحد، فإن الإقامة ضد السفر، و الانتقال من الأرض إلى الأرض يكون ضرباً في الأرض، و لا يكون إقامة، لو جوّزنا نية الإقامة في موضعين

۱۱۔ تحفة الفقهاء أصل بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص۷۵

۱۲۔ الدر المنتقىٰ شرح الملتقى على هامش مجمع الأنهر: ۱۶۲/۱

جوّزنا فيما زاد على ذلك، فيؤدي إلى القول بأن السفر لا يتحقق (۱۳)

یعنی، فرمایا کیونکہ نیت اقامت وہ (معتبر) ہوتی ہے جو ایک جگہ میں ہو، اور اقامت سفر کی ضد ہے اور ایک زمین سے دوسری کی طرف منتقل ہونا زمین میں سفر کرنا ہوتا ہے، اقامت نہیں ہوتی اور اگر دو جگہ (معاً) اقامت کی نیت جائز قرار دے دیں تو دو سے زائد جگہوں پر (معاً) اقامت کی نیت جائز ہو جائے گی پھر کہنا پڑے گا کہ سفر متحقق ہوتا ہی نہیں۔

اس لئے فقہاء کرام نے فرمایا کہ دو جگہ اقامت کی نیت صحیح نہیں، چنانچہ علامہ عبد اللہ بن محمود الموصلی الحنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

و لو نوى أن يقيم بموضعين لا يصح (۱۴)

یعنی، اگر نیت کی کہ وہ اقامت کرے گا دو جگہوں پر تو اس کی نیت صحیح نہیں۔

لہٰذا اس صورت میں وہ قصر کرے گا چنانچہ تاج الشریعہ لکھتے ہیں:

فيقصر إن نوى مدتها بموضعين (۱۵)

یعنی، قصر کرے گا اگر مدتِ اقامت کی مقدار دو جگہ رہنے کی نیت کی۔

اور اس کے تحت صدر الشریعہ امام عبید اللہ بن مسعود المحبوبی لکھتے ہیں:

أي يقصر الجماعة المذكورون إن نوى الإقامة نصف شهر، لأنهم لم يصيروا مقيمين بنية الإقامة (۱۶)

یعنی، قصر کرے گی مذکورہ جماعت اگرچہ انہوں نے پندرہ دن رہنے کی نیت کی ہو کیونکہ یہ لوگ اقامت کے نیت کرنے سے مقیم نہ ہوئے۔

۱۳۔ البناية: ۳۲/۳

۱۴۔ المختار مع شرحه للمصنّف، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص۱۰۷

۱۵۔ وقاية الرواية كتب الصلاة، باب صلاة المسافر

۱۶۔ شرح الوقاية المجلد (۱)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص۲۳۵

Ishaate Islam

علامہ طاہر بن عبدالرشید حنفی متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

و لو نوی الإقامة بموضعین خمسة عشر یوماً لا یصیر مقیماً (۱۷)

یعنی، اگر دو جگہ پندرہ دن اقامت کی نیت کی تو مقیم نہ ہوگا۔

اور علامہ ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں:

لو نوی خمسة عشر یوماً لکن بموضعین لا یصیر مقیماً (۱۸)

یعنی، اگر چہ اس نے پندرہ دن دو جگہ رہنے کی نیت کی تو وہ مقیم نہ ہوگا۔

دو مختلف جگہوں سے مراد ایسی دو جگہیں ہیں جو دونوں مستقل اور اصل بنفسہ ہوں، چنانچہ قاضی محمد بن فراموز الشہیر بملا خسرو حنفی متوفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں:

إن نوی فی أقل منه أو فیه بموضعین مستقلّین (۱۹)

یعنی، قصر کرے گا اگر پندرہ دن سے کم کی نیت کی یا پندرہ دن میں دو مستقل جگہ رہنے کی نیت کی۔

اور منیٰ شہر مکہ مکرمہ سے خارج ہے، چنانچہ امام محمد بن اسحاق خوارزمی حنفی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

و منیً خارج مکة من الجانب الشرقی تمیل إلی الجنوب قلیلاً (۲۰)

یعنی، منیٰ مکہ معظّمہ سے خارج تھوڑا سا مائل بجنوب مشرق کی جانب ہے۔

اور مکہ مکرمہ اور منیٰ ایک شہر نہیں، دونوں الگ الگ ہیں، چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں:

قلتُ: أرأیت الرجل إذا خرج من الکوفة إلی مکة و منی و هو

۱۷۔ خلاصة الفتاوی، المجلد (۱)، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ۱۹۹

۱۸۔ غنیة المستملی، فصل فی صلاة المسافر، ص ۵۳۹

۱۹۔ غرر الأحکام مع شرحه للمصنف: ۱/ ۱۳۳

۲۰۔ إثارة الترغیب و الشتویق، القسم الأول، الفصل الخامس و الخمسون، ص ۳۰۲

یرید أن یقیم بمکة و منی خمسة عشر یوماً أ یکمل الصلاة حین یدخل مکة؟ قال: لا، قلتُ: لِمَ؟ قال: لأنه لا یرید أن یقیم بمکة وحدها خمسة عشر یوماً، قلت: و لا تعد بمکة و منی مصراً واحداً؟ قال: لا (۲۱)

یعنی، میں نے عرض کی: مجھے بتایئے کہ ایک شخص کوفہ سے مکہ اور منیٰ کو نکلا اور اس کا ارادہ یہ ہے کہ وہ مکہ اور منیٰ میں میں پندرہ دن قیام کرے گا جب وہ مکہ میں آئے تو کیا پوری نماز پڑھے گا؟ فرمایا: نہیں، میں نے عرض کیا: کیوں؟ فرمایا: کیونکہ اس نے تنہا مکہ میں پندرہ دن اقامت کا ارادہ نہیں کیا، میں نے عرض کی: کیا آپ مکہ اور منیٰ کو ایک شہر شمار کرتے ہیں؟ فرمایا: نہیں۔

لہٰذا جس شخص نے پندرہ دن رہنے کا ارادہ کیا اور اس کی نیت یہ ہے کہ وہ پندرہ دن مکہ اور منیٰ میں رہے گا تو اس نیت سے وہ مقیم نہ ہوگا بلکہ مسافر ہی رہے گا اور نمازوں میں قصر کرے گا۔

صورت مسئولہ کے بارے میں فقہاء کرام کی مزید تصریحات ملاحظہ ہو، چنانچہ امام ابو الحسن احمد بن محمد القدوری متوفی ۴۲۸ھ (۲۲) اور علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ (۲۳) لکھتے ہیں:

و إذا نوی المسافر أن یقیم بمکة و منی خمسة عشر یوماً لم یتم الصلاة

یعنی، جب مسافر نے مکہ اور منیٰ میں پندرہ دن اقامت کی نیت کر لی تو فرائض رباعی کو پورا نہیں پڑھے گا۔

۲۱۔ کتاب الأصل المعروف بالمبسوط، المجلد (۱)، کتاب الطهارة والصلاة، باب صلاة المسافر، ص ۲۴۸۔۲۴۹

۲۲۔ مختصر القدوری، مع التصحیح و الترجیح، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ۱۸۳

۲۳۔ الهدایة، المجلد (۱۔۲)، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ۸۸

Ishaate Islam

اورعلامہ علاؤالدین ابومنصور محمد بن احمد سمرقندی لکھتے ہیں:

فإن نوى أن يقيم بمكة و منى فإنه لا يصير مقيماً (٢٤)

یعنی، پس اگر نیت کی کہ مکہ اور منیٰ میں اقامت کرے گا تو اس نیت سے وہ مقیم نہ ہوگا۔

اورعلامہ ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں:

و لو نواها بموضعين كمكة و منى لا يصير مقيماً (٢٥)

یعنی، اگر دو (مختلف) جگہوں پر (معاً) اقامت کی نیت کی جیسے مکہ معظّمہ اور منیٰ تو مقیم نہ ہوگا۔

اوردوسری جگہ لکھتے ہیں:

و كذا إن نوى خمسة عشر يوماً بموضعين كمكة و منى (٢٦)

یعنی، اوراس طرح وہ مسافر رہے گا اگر نیت کی پندرہ دن (اقامت) کی دو جگہ جیسے مکہ اور منیٰ۔

اورامام مظفرالدین احمد بن علی بن ثعلب ابن الساعاتی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

و لو نواها بمكة و منى معاً قصر (٢٧)

یعنی، اگر مکہ اور منیٰ میں ایک ساتھ (پندرہ دن) اقامت کی نیت کی تو قصر کرے گا۔

حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

أقام مكة و منىٰ مدّتها قصر (٢٨)

یعنی، مکہ مکرمہ اور منیٰ میں مدّتِ اقامت کی مقدار ٹھہرا تو قصر کرے گا۔

٢٤۔ تحفة الفقهاء، ص ٧٥

٢٥۔ ملتقى الأبحر مع شرحه كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر

٢٦۔ صغيرى، فصل فى صلاة المسافر، ص ٢٧٣

٢٧۔ مجمع البحرين ملتقى النيّرين، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ١٥٦

٢٨۔ الوافى: ١/ ١٣٣

اوراس کی شرح میں لکھتے ہیں:

أى لو نوى مدّة الإقامة بمكة و مناً قصر (٢٩)

یعنی اگر نیت کی مدّت اقامت (ٹھہرنے کی) مکہ اور منیٰ میں تو قصر کرے گا۔

اورلکھتے ہیں:

قصر الرباعيّ حتى يدخل مصره، أو ينوى الإقامة نصف شهر ببلد أو قرية لا بمكة و منى، ملخصاً (٣٠)

یعنی، مسافر چار رکعت والے فرائض کو دو پڑھے گا یہاں تک کہ داخل ہو اپنے شہر میں، یا کسی قریہ میں نصف ماہ تک اقامت کی نیت کی (تو پھر پوری پڑھے) نہ کہ مکہ معظّمہ اور منیٰ میں (یعنی اگر پندرہ دن مکہ مکرمہ اور منیٰ میں ٹھہرنے کا ارادہ کیا تو فرائض میں قصر کرے گا)۔

اس کے تحت علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

قوله: لا بمكة و لا منى: أى نوى الإقامة بمكة خمسة عشر يومًا، فإنه لا يتم الصلاة، لأن الإقامة لا تكون فى مكانين (٣١)

یعنی، اگر مکہ مکرمہ (اور منیٰ) میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لی تو فرائض رُباعی کو پورا نہیں پڑھے گا کیونکہ اقامت دو جگہوں پر نہیں ہوتی۔

اورصدرالشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

دو جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی اور دونوں مستقل ہوں جیسے مکہ و منیٰ تو مقیم نہ ہوا۔ (٣٢)

٢٩۔ الكافى شرح الوافى كليهما الصاحب الكتر، المجلد (١)، الجزء (١٢)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، رقم الورق: ١٣٣، مخطوطه مصوّر

٣٠۔ كنز الدقائق، باب صلاة المسافر

٣١۔ البحر الرائق: ٢/ ١٣٢

٣٢۔ بہارشریعت، حصہ (۴)، مسافر کی نماز کا بیان، ص ۳۰۲

اور امام حسین بن محمد بن حسین السمنقانی الحُھی متوفی ۹۴۶ھ لکھتے ہیں:

و لو أن مسافراً نوى الإقامة في موضعين خمسة عشر يوماً، و ليس بمصر واحد ولا قرية واحدة نحو أن ينوى الإقامة بمكة و منا خمسة عشر يوماً، أو بالكوفة و الحيرة لا يكون مقيماً (۳۳)

یعنی، اگر مسافر نے دو جگہ پندرہ دن اقامت کی نیت کی، نہ کسی ایک شہر میں اور نہ کسی ایک قریہ میں، جیسے مکہ معظّمہ اور منیٰ میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے یا کوفہ اور حیرہ میں (اقامت کی نیت کرے) تو مقیم نہ ہوگا۔

اور فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ مکہ اور منیٰ میں سے ہر ایک بنفسہٖ اصل ہے اور ایسی دو جگہوں میں معاً اقامت کی نیت کرنا درست نہیں ہوتی، چنانچہ علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ صاحب کی اس عبارت کے تحت لکھتے ہیں:

لا يتم إذا نوى الإقامة بمكة و منى و نحوهما من مكانين كل منها أصل بنفسه (۳٤)

یعنی، چار رکعت والے فرائض کو پورا نہیں پڑھے گا جب مکہ معظّمہ اور منیٰ اور اس کے مثل ایسی دو جگہوں پر اقامت کی نیت کی جن میں سے ہر ایک بنفسہٖ اصل ہے۔

اور علامہ سرخسی اور ان سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ نقل کرتے ہیں:

ولو نوى الإقامة في موضعين فإن كان كل منهما أصلاً بنفسه نحو مكة و منى، و الكوفة و الحيرة لا يصير مقيماً (المحيط) (۳۵)

یعنی، اگر دو جگہوں پر (معاً) اقامت کی نیت کی پس اگر دونوں جگہیں

۳۳۔ خزانة المفتين، كتاب الصلاة، فصل: في السفر، ص ۳۲، مخطوط مصوّر

۳٤۔ النهر الفائق شرح كنز الدقائق، المجلد (۱)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ۳٤٦

۳۵۔ الفتاوى الهندية: ۱ / ۱٤۰

اصل بنفسہٖ ہوں جیسے مکہ اور منیٰ اور کوفہ وحیرہ تو (ایسی دو جگہوں پر معاً اقامت کی نیت سے) مقیم نہ ہوگا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی (۳٦) اور فقیہ عبدالرحمٰن شیخی زادہ حنفی (۳۷) لکھتے ہیں: اگر دو جگہ اقامت کی نیت کی تو مقیم نہ ہوگا:

هذا إذا كان كل من الموضعين أصلاً بنفسه ملخصاً

یعنی، یہ اس وقت ہے جب دونوں میں سے ہر جگہ اصل بنفسہٖ ہو۔

اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

و لا تصح نية الإقامة ببلدتين و قل واحلة أصل بنفسها (۳۸)

یعنی، ایسے دو شہروں میں اقامت کی نیت درست نہیں جن کا ہر ایک اصل بنفسہٖ ہو۔

اور یہ بھی فرمایا ہے کہ مکہ اور منیٰ ہر ایک مستقل جگہ اور ایسی دو جگہیں جن میں سے ہر ایک مستقل ہو وہاں معاً اقامت کی نیت درست نہیں ہوتی، چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فيقصر إن نوى الإقامة في أقل منه أي نصف شهر، أو نوى فيه لكن في غير صالح، أو نوى فيه لكن بموضعين مستقلّين كمكة و منى (۳۹)

یعنی، پس کرے گا اگر نیت کی نصف ماہ سے کم اقامت کی یا نصف ماہ اقامت کی نیت کی لیکن ایسی جگہ نیت کی جو اس کی صلاحیت نہیں رکھتی یا نصف ماہ اقامت کی نیت کی لیکن دو مستقل جگہوں میں اقامت کی نیت

۳٦۔ رمز الحقائق شرح كنز الدقائق، المجلد (۱)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ۵۵

۳۷۔ مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر: ۱ / ۱٦۳

۳۸۔ نور الإيضاح و مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ۲۵۲

۳۹۔ الدر المختار: ۲ / ۱۲۵۔۱۲٦

کی جیسے مکہ معظّمہ اور منیٰ (کہ مکہ مکرمہ الگ شہر ہے اور منیٰ الگ قریہ ہے)
اور قاضی محمد بن فراموز الشہیر بملا خسرو حنفی اپنی کتاب "غرر" کی عبارت "أو فیہ بموضعین مستقلین" کے تحت لکھتے ہیں:

کمکة و منی، فانه یقصر إن لا یصیر مقیماً (٤٠)

یعنی، (قصر کرے گا اگر دو مستقل جگہوں میں نصف ماہ اقامت کی نیت کی) جیسے مکہ مکرمہ اور منیٰ (دو مستقل جگہیں ہیں لہٰذا دونوں جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی) تو وہ قصر کرے گا، کیونکہ (اس نیت سے) وہ مقیم نہ ہوا۔

اور شیخ مصطفیٰ بن محمد الطائی متوفی ۱۱۹۲ھ لکھتے ہیں:

أو ینوی إقامة نصف شهر بیللة أو قریة لا بمکة و منی و نحوهما من کل موضعین مستقلّین (٤١)

یعنی، یا کسی شہر یا کسی قریہ میں اقامت کی نیت کرے نہ کہ مکہ اور منیٰ میں اور ان کی مثل ہر دو ایسی جگہوں میں جو مستقل ہوں۔

اور علامہ عبد الغنی المیدانی الحنفی متوفی ۱۲۹۸ھ لکھتے ہیں:

لأنه لو نوی الإقامة فی موضعین مستقلین کمکة و منی لا تصح نیته (٤٢)

یعنی، کیونکہ اگر دو مستقل جگہوں جیسے مکہ معظّمہ اور منیٰ میں اقامت کی نیت کی تو اس کی نیت اقامت صحیح نہیں۔

مکہ اور منیٰ میں اقامت کی نیت سے مراد یہ ہے کہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے اور

٤٠۔ درر الحکام شرح غرر: ١/١٣٣

٤١۔ کنز البیان مختصر توفیق الرحمن علی هامش رمز الحقائق، المجلد (١)، کتاب الصلاة، باب المسافر، ص ٥٥

٤٢۔ اللباب علی هامش الجوهرة، المجلد (١)، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، تحت قوله: فلیزمه الاتمام ص ١١٠

یہ پندرہ دن اُسے مکہ اور منیٰ میں اس طرح بسر کرنے ہوں کہ ان میں سے کچھ دن مکہ میں اور کچھ دن منیٰ میں، چنانچہ علامہ عبد اللہ الزبادی الازہری لکھتے ہیں:

و لو نوی الإقامة بمکة و منی علی الاشتراك أن لا یصیر مقیماً، لأن الإقامة لا تکون فی مکانین (٤٣)

یعنی، اگر مکہ معظّمہ اور منیٰ میں علی الاشتراک اقامت کی نیت کی، مقیم نہ ہو گا کیونکہ اقامت دو جگہوں پر نہیں ہوتی۔

اور مکہ اور منیٰ میں معاً اقامت کی نیت درست نہ ہونے کی وجہ علامہ عینی حنفی بیان کرتے ہیں کہ

لأنه لم ینوی فی کل واحد منهما خمسة عشر یوماً، و إن نوی أقل من ذلك، و به لا یصیر مقیماً (٤٤)

یعنی، کیونکہ اس نے مکہ اور منیٰ میں سے ہر ایک جگہ پندرہ دن کی نیت نہیں کی، اگر چہ اُس نے اِس سے کم کی نیت کی، ایسی نیت سے وہ مقیم نہ ہوگا۔

اور ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لأن نیة الإقامة فی بلدتین، أو قریتین، أو بلدة و قریة لا تصح، فلا تصح نیة الأقامة بمکة و منی لفقد الإقامة کملا (٤٥)

یعنی، کیونکہ اقامت کی نیت دو شہروں یا دو دیہاتوں یا شہر اور قریہ میں درست نہیں، (ایک جگہ) کامل (پندرہ دن) اقامت کی نیت نہ پائی جانے کی وجہ سے، مکہ معظّمہ اور منیٰ میں اقامت کی نیت صحیح نہیں۔

لہٰذا ایسی دو یا چند جگہوں میں معاً اقامت کی نیت معتبر نہیں ہوتی جن کو ایک شہر یا قریہ

٤٣۔ الفوائد السنیة فی المسائل الدینیة، الباب العاشر: فی فصول مهمة الفصل الخامس: فی صلاة المسافر، رقم الورق: ٧٧، مخطوط مصوّر

٤٤۔ البنایة: ٣/٣٢

٤٥۔ فتح باب العنایة فی شرح کتاب النقایة، المجلد (١) کتاب الصلاة، فصل: فی صلاة المسافر، ص ٣٩٧

شامل نہ ہو، یا ایک شہر یا قریہ ان کو جمع کرنے والا نہ ہو، چنانچہ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

و الحاصل أنه لا يعتبر نية الإقامة خمسة عشر في موضعين لا يجمعها مصر واحد أو قرية واحدة، لأنه حينئذ يلزم باعتبارها في ثلاثة أمصار أو أربعة أمصار إلى خمسة عشر، فيؤدي إلى أن يكون الشخص مقيماً بنفس النزول و ذلك فاسد (٤٦)

یعنی، حاصل یہ ہے کہ ایسی دو جگہوں میں (معاً) پندرہ دن اقامت کی نیت معتبر نہیں جن کو ایک شہر یا ایک قریہ جمع نہ کرتا ہو، کیونکہ اسے معتبر ماننے کی صورت میں لازم ہوگا تین شہروں یا چار شہروں سے پندرہ شہروں تک میں معاً اقامت کی نیت معتبر ہو، تو بات یہاں تک پہنچ جائے گی کہ آدمی صرف نزول (اُترنے) سے مقیم ہو جائے اور یہ فاسد ہے۔

لہٰذا حاجی جب ایسے وقت مکہ پہنچا کہ اس کے منیٰ کی طرف روانہ ہونے کو پندرہ دن سے کم دن باقی ہوں تو وہ مکہ میں بھی قصر کرے گا اور منیٰ و عرفات وغیرہما میں بھی چنانچہ علامہ سراج الدین علی بن عثمان الاوسی الحنفی متوفی ۵۶۹ھ (٤٧) اور ان سے فقیہ عبدالرحمٰن بن محمد شیخی زادہ متوفی ۱۰۸۷ھ (٤٨) لکھتے ہیں:

رجل قدم مكة حاجّاً في عشر الأضحىٰ و هو يريد أن يقيم بها سنة، فإنه يصلي ركعتين حتى يرجع من منى، لأن نية الإقامة الحال (في المجمع: للحال) لا يعتبر بها (و في المجمع: لا معتبر بها) لأنه يحتاج إلى أن يخرج إلى منى لقضاء المناسك فصار بمنزلة نية الإقامة في غير موضعها و إذا خرج من منى

٤٦۔ النباية شرح الهداية المجلد (٣)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ٣٢

٤٧۔ الفتاوى السراجية، كتاب الحج، باب صلاة المسافر، ص ١١

٤٨۔ مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر: ١/١٦٢

يصلّي أربعاً

یعنی، ایک شخص حج کے ارادے سے ذوالحجہ کے عشرۂ اول میں مکہ مکرمہ آیا اور وہ ایک سال اقامت کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ (ایام رمی کے بعد) منیٰ سے لوٹنے تک دو رکعت پڑھے گا، کیونکہ اس حال میں اس کی اقامت کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں، اس لئے کہ وہ مناسکِ حج کی ادائیگی کے لئے منیٰ کی جانب جانے کا محتاج ہے تو اس کی اقامت کی نیت غیر موضع اقامت میں نیت کے مرتبے میں ہے اور (یہ شخص) جب منیٰ سے (مکہ) لوٹے گا تو چار پڑھے گا۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فلو دخل الحاج مكة أيام العشر لم تصح نيته، لأنه يخرج إلى منى و عرفة و بعد العود من منى تصح (٤٩)

یعنی، اگر حاجی میں مکہ آیا تو اس کی نیت اقامت درست نہیں اس لئے کہ وہ منیٰ اور عرفات کو نکلے گا اور (مناسک حج کی تکمیل کے بعد) منیٰ سے لوٹنے کے بعد اس کی نیت درست ہوگی۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی اور علامہ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں:

و ذكر في "كتاب المناسك" أن الحاج إذا دخل مكة في أيام العشر و نوى الإقامة نصف شهر لا تصح لأنه لابد له من الخروج إلى العرفات فلا يتحقق الشرط (٥٠)

یعنی، اور "خلاصہ" کے کتاب المناسک میں ذکر کیا کہ حاجی جب ذوالحجہ

٤٩۔ الدر المنتقى شرح الملتقى على هامش مجمع الأنهر، المجلد (١)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ١٦٢

٥٠۔ البحر الرائق، المجلد (٢)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ١٣٢
أيضاً الفتاوى الهندية، المجلد (١)، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر، ص ١٤٠

کے دس دنوں میں مکہ میں داخل ہوا اور اس نے نصف ماہ اقامت کی نیت کر لی تو (اس کی یہ نیت) درست نہیں کیونکہ اُسے (پندرہ دن کے اندر) عرفات کے طرف نکلنے کی ضرورت ہے، لہٰذا اقامت کی شرط متحقق نہ ہوئی۔

ہاں ایک صورت ہے جس میں مسافر دو مختلف اصل بنفسہٖ جگہوں پر اقامت کی نیت کرے اور مقیم بھی ہو جائے۔ اور وہ صورت یہ ہے کہ مسافر دو جگہوں پر رہنے کا ارادہ رکھتا ہو تو جہاں رات ٹھہرنے کا ارادہ ہو اس جگہ کی اقامت کی نیت کر لے اور پہلے وہیں جائے جہاں رات گزارنے کا ارادہ ہے تو وہ مقیم ہو جائے گا چنانچہ فقہائے کرام نے اس کی تصریح کی ہے جیسا کہ امام سرخسی نے ''محیط'' میں اور ان سے علامہ نظام الدین حنفی نے ''الفتاوی الہندیۃ'' (۱/۱۴۰) میں، علامہ طاہر بن عبد الرشید حنفی نے "خلاصة الفتاوىٰ" (۱/۹۹)، میں، علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی نے "الهداية" (۱-۲/۹۸) میں، حافظ الدین ابو البرکات نسفی نے "الكافي شرح الوافي" (۱/۱۳۳) میں، علامہ حسین بن احمد السمقانی الحنفی نے "خزانة المفتين" (ص ۳۲) میں، علامہ ابراہیم حلبی نے "ملتقى الأبحر" (باب صلاة المسافر) میں، ملا علی القاری نے 'فتح باب العناية'' (۱/۳۹۷) میں، اور علامہ عبد اللہ الزبادی نے "الفوائد السنية في المسائل الدينية" (رقم الورق:۷۷) میں اور ان کے علاوہ دیگر فقہاء نے اپنی اپنی کتاب میں نقل کیا ہے، چنانچہ "خلاصہ" کی عبارت یہ ہے کہ

إلا أن ينوى أن يقيم لياليها في أحدهما و أيامها في أخرىٰ، فإنه يصير مقيماً إذا دخل قرية التي نوى الإقامة فيها خمسة عشر ليلة، و لا يصير مقيماً بدخوله أولاً في القرية الأخرىٰ (۵۱)

یعنی، مگر یہ کہ ان دو میں سے ایک جگہ رات ٹھہرنے اور دوسری جگہ دن گزارنے کی نیت کرے تو وہ مقیم ہو جائے گا جب اس قریہ میں داخل ہوا جہاں پندرہ راتیں گزارنے کی نیت کی اور پہلے دوسرے قریہ جانے سے

۵۱۔ خلاصة الفتاوىٰ: ۱/۱۹۹

مقیم نہ ہوگا۔

یہ اس لئے کہ ہر شخص کی اقامت اس کی رات گزارنے کی جگہ کی طرف منسوب ہوتی ہے چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی (۵۲) اور فقیہ عبد الرحمٰن شیخی زادہ حنفی (۵۳) لکھتے ہیں:

لأن إقامة المرء تضاف إلى مبيته

یعنی، کیونکہ مرد کی اقامت اس کے رات گزارنے کی طرف منسوب ہوتی ہے۔

حافظ الدین ابو البرکات حنفی (۵۴) اور علامہ بدر الدین عینی حنفی (۵۵) لکھتے ہیں:

لأن موضع إقامة المرء حيث يبيت فيه، ألا ترى إنك إذا قلت للسوقي أين تسكن؟ ، يقول: في محلة كذا، وهو بالنهار في السوق و اللفظ للكافي

یعنی، مرد کی جائے اقامت وہاں ہوتی ہے جس میں وہ رات گزارتا ہے کیا نہیں دیکھا کہ تو جب بازار والے سے کہے کہ تم کہاں رہتے ہو؟ تو وہ کہے گا: فلاں محلے میں، حالانکہ وہ دن کو بازار میں ہوتا ہے۔

اور مسافر حاجی کے لئے اس صورت پر عمل پیرا ہونا مشکل ہے اُسے اس پر عمل کرنے کے لئے ایک تو مشقت برداشت کرنی ہوگی اور دوسرا وہ حج کی چند سنتوں کا تارک ہو جائے گا، اور ممکن ہے کہ کوئی واجب بھی اس سے ترک ہو جائے، جیسے حاجی یکم ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ آیا اُسے معلوم ہے کہ آٹھ کو اُسے منیٰ کو جانا ہے اور رات منیٰ میں ٹھہرنا ہے اسی طرح نو اور دس کی درمیانی رات اُسے مزدلفہ میں گزارنی ہے اور اس رات کی صبح صادق کے بعد طلوعِ آفتاب کے مابین وقوفِ مزدلفہ کرنا ہے جو کہ واجب ہے پھر رمی کے ایام پورے ہونے تک راتیں منیٰ

۵۲۔ الهداية: ۱-۲/۹۸

۵۳۔ مجمع الأنهر: ۱/۱۶۲

۵۴۔ الكافي: ۱/۱۳۳

۵۵۔ البناية: ۳/۳۲

میں بسر کرنی ہیں وہ چاہے کہ میں اقامت کی نیت کرلوں اور میری نیت صحیح بھی ہو جائے، اس طرح کہ وہ مکہ میں رات گزارنے کی نیت کرے اور اس کی نیت ہو کہ میں دن دن میں افعالِ حج کے لئے شہر مکہ سے باہر رہوں گا اور رات کو واپس آجایا کروں گا تو وہ اس پر کس طرح عمل کرے گا۔اس پر عمل کرنے کے لئے وہ آٹھ اور نو کی درمیانی رات کا منیٰ میں قیام ترک کرے گا جو کہ سنّت ہے، چنانچہ علامہ سید امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

المبیت بها فإنه سنّة كما فی "المحیط" (٥٦)

یعنی، (عرفہ کی) رات منیٰ میں بسر کرنا سنت ہے جیسا کہ "محیط" میں ہے۔

اور ایسا کرنا سنت کے خلاف ہے چنانچہ علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

و إن بات بمكة و خرج منها یوم عرفة إلی عرفات كان مخالفاً للسنّة و لا یلزم الدم (٥٧)

یعنی، اگر اس نے مکہ میں رات بسر کی اور وہیں سے عرفہ کے روز عرفات کو نکلا تو وہ سنّت کی مخالفت کرنے والے ہو گیا اور اس پر دم لازم نہ آئے گا۔

وہ نو کی صبح کو مکہ سے عرفات کے لئے نکلے گا بعد غروب آفتاب وہاں سے نکلے گا اور سیدھا مکہ مکرمہ آئے گا اور وقوفِ مزدلفہ کو ادا کرنے کے لئے صبح صادق کے وقت مزدلفہ آئے اور وقوف کرے، اگر وہ وقوف مزدلفہ کے لئے آجاتا ہے تو واجب ادا ہو گیا مگر سنّت پھر بھی ترک ہو گئی وہ یہ کہ یہ رات مزدلفہ میں بسر کرنا سنّت ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

وبودن این شب درانجا سنّت مؤکدہ است (٥٨)

٥٦۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (٢)، كتاب الحج، فصل فی الإحرام، ص ٥٠٣

٥٧۔ فتاوی قاضیخان، كتاب الحج، فصل فی كیفیة أداء الحج

٥٨۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب ہفتم، فصل دویم، ص ١٩٥۔١٩٦

یعنی، اس رات مزدلفہ میں ہونا سنّت مؤکدہ ہے۔

اور اگر وقوفِ مزدلفہ نہ کر سکا تو واجب کا تارک ہوا، چنانچہ امام مظفر الدین احمد بن علی ابن ثعلب ابن الساعاتی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

و یجب هذا الوقوف (٥٩)

یعنی، یہ وقوف واجب ہے۔

اس طرح وہ بلا عذر ترکِ واجب کر کے گنہگار ہوا اور اس پر دم لازم آیا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی متوفی ۹۹۰ھ لکھتے ہیں:

و لو ترك الوقوف بها قدفع لیلاً فعلیه دم (٦٠)

یعنی، اگر (بلا عذر) وقوفِ مزدلفہ کو ترک کیا پس رات ہی کو مزدلفہ سے لوٹ آیا تو اس پر دم لازم ہے۔

اور دس ذی الحجہ کو منیٰ کے افعال ادا کر کے رات مکہ مکرمہ جائے، رات وہاں رہے دوسرے دن پھر اُٹھے، منیٰ میں رمی جمار کرے، رات پھر مکہ مکرمہ جا کر گزارے اور بارہ ذو الحجہ کی رمی کے لئے پھر مکہ سے منیٰ کو آئے اور رمی جمار کرے اگر اس نے ایسا کیا تو ترکِ سنت کا مرتکب ہوا کیونکہ یہ راتیں منیٰ میں بسر کرنا سنّت ہے چنانچہ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لأن البیوتة بمنی لیالیها سنة عندنا (٦١)

یعنی، کیونکہ یہ راتیں منیٰ میں بسر کرنا ہمارے نزدیک سنّت ہیں۔

اور پھر اس میں مشقت کس قدر ہے اسے ہر وہ شخص جانتا ہے جو اس سفر کی سعادت حاصل کر چکا ہے، تو وہ اتنی مشقت برداشت کر کے چار رکعات تو پڑھے گا مگر ساتھ ہی متعدد سُنَن کا تارک ہوگا اور عین ممکن ہے کہ کوئی واجب بھی اس سے ترک ہو جائے، دوسری طرف اگر وہ اس طرح اقامت کی نیت نہیں کرتا اور حج کے تمام واجبات وسنن کو پورا کرتا ہے

٥٩۔ مجمع البحرین و ملتقی النیّرین، كتاب الحج، فصل فی صفة أفعال الحج، ص ٢٢٩

٦٠۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری: باب أحكام المزدلفة فصل فی الوقوف بها

٦١۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب طواف الزیارة، فصل، ص ٢٣٥

اللہ تعالیٰ کے صدقہ کو قبول کرتا ہے نمازوں میں قصر کرتا ہے تو اس کے ثواب میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوتی کیونکہ جس نے ثواب دینا ہے اس کی جناب سے مسافر کو قصر کا حکم ہے اور پھر عوام کا یہ نظریہ کہ چار رکعت میں زیادہ ثواب ہے جہالت پر مبنی ہے، انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ثواب کی کمی وزیادتی دو اور چار پر موقوف نہیں، ثواب کا ملنا اطاعت پر موقوف ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ٦ ذی القعدہ ١٤٢٧ھ، ٢٨ نوفمبر ٢٠٠٦ م (258-F)

آفاقی کا مکہ میں پندرہ سے کم دنوں کی اقامت کی نیت کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص حج کی غرض سے مکہ پہنچا اور اس نے پندرہ دن مکہ نہیں رہنا کہ اس سے قبل اُسے مدینہ منورہ جانا ہے اور وہ اس حال میں مکہ میں اقامت کی نیت کرے تو نیت درست ہوگی؟

(السائل: سہیل نور، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں مکہ مکرمہ میں اقامت کی نیت درست نہ ہوگی، کہ اس صورت میں حاجی جب مکہ مکرمہ پہنچا اور اس نے پندرہ دن سے قبل مدینہ منورہ جانا تھا اور یہ اس کے علم میں بھی تھا تو مکہ میں پندرہ دن کی اقامت کی نیت درست نہ ہوئی کیونکہ اس نے دو الگ مستقل جگہوں پر پندرہ دن اقامت کی نیت کی ہے جو کہ درست نہیں۔ حافظ ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ٧١٠ھ لکھتے ہیں:

قصر الرباعی حتی یدخل مصرہ، أو ینوی الإقامة نصف شهر ببلد أو قریة لا بمکة و منیٰ ملخصاً (٦٢)

یعنی، چار رکعت والے فرائض کو دو پڑھے گا یہاں تک کہ داخل ہو اپنے شہر میں یا کسی شہر یا قریہ میں نصف ماہ اقامت کی نیت کرے (تو پھر پوری پڑھے) نہ کہ مکہ اور منیٰ میں (یعنی اگر پندرہ دن مکہ اور منیٰ میں

٦٢۔ کنز الدقائق، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر

ٹھہرنے کا ارادہ کیا تو فرائض میں قصر کرے گا)۔

اس کے تحت علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ٩٧٠ھ لکھتے ہیں:

قوله: لا بمکة و منی، أی نوی الإقامة بمکة خمسة عشر یومًا، فإنه لا یتم الصلاة لِأن الإقامة لا تکون فی مکانین إذ لو جازت فی مکانین لجازت فی أماکن فیؤدی إلی أن السفر لا یتحقق، لأن إقامة المسافر فی المراحل لو جُمعت کانت خمسة عشر یومًا أو أکثر (٦٣)

یعنی، اگر مکہ مکرمہ (اور منیٰ) میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی تو وہ فرائض کو پورا نہیں پڑھے گا (اس لئے کہ اس نے پندرہ دن کی دو الگ الگ مواضع پر اقامت کی نیت کی چنانچہ لکھتے ہیں) کیونکہ اقامت دو (مختلف) جگہوں پر نہیں ہوتی، اقامت اگر دو الگ الگ جگہوں پر جائز ہو جائے تو متعدد الگ الگ جگہوں میں جائز ہو جائے گی تو بات یہاں تک پہنچ جائے گی کہ سفر متحقق ہی نہ ہو، کیونکہ مسافر کی مختلف مراحل میں اقامت کو جمع کا جائے تو پندرہ دن یا اسی سے بھی زیادہ ہو جاتے ہیں۔

اور علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم حنفی متوفی ١٠٠٥ھ لکھتے ہیں:

لا یتم إذا نوی الإقامة بمکة و منی و نحوهما من مکانین کل منهما أصل بنفسه، لأنها لو جازت فی مکانین لجازت فی أماکن، وحینئذ فلا یتحقق سفراً (٦٤)

یعنی، فرائض کو پورا نہیں پڑھے گا جب اس نے مکہ اور منیٰ اور ان کی مثل دو جگہوں پر اقامت کی نیت کی، جن میں سے ہر جگہ مستقل بنفسہ ہے کیونکہ اگر نیت اقامت دو جگہوں پر جائز ہو جائے تو کئی جگہوں پر بھی

٦٣۔ البحر الرائق: ٢/١٣٢

٦٤۔ النهر الفائق، المجلد (١)، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص٣٤٦

جائز ہو جائے گی اس وقت سفر متحقق نہ ہوگا۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فیقصر إن نوی الإقامة فی أقل منه أی نصف شهر أو نوی فیه لکن فی غیر صالح أو نوی فیه لکن بموضعین مستقلین کمکة و منی (٦٥)

یعنی، پس قصر کرے گا اگر نیت کی پندرہ دن سے کم اقامت کی یا پندرہ دن کی نیت کی لیکن ایسی جگہ نیت کی جو نیت اقامت کی صلاحیت نہیں رکھتی یا نیت تو ایسی جگہ کی جو نیت اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو لیکن مستقل دو مواضع کی نیت کی جیسے مکہ اور منی (کہ دونوں میں سے ہر ایک الگ بستی ہے)۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

جس نے اقامت کی نیت کی مگر اس کی حالت بتاتی ہے کہ پندرہ دن نہ ٹھہرے گا تو نیت صحیح نہیں، مثلاً حج کرنے گیا اور شروع ذی الحجہ میں ۱۵ دن مکہ مکرمہ میں ٹھہرنے کا ارادہ کیا تو یہ نیت بیکار ہے کہ جب حج کا ارادہ کیا ہے تو عرفات و منیٰ ضرور جائے گا، پھر اتنے دنوں مکہ مکرمہ میں کیونکر ٹھہر سکتا ہے۔ بحوالہ عالمگیری ''درمختار'' (٦٦)

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ٢ ذی القعدة ١٤٢٧ھ، ٢٣ نوفمبر ٢٠٠٦ م (238-F)

٦٥۔ الدر المختار: ٢/ ١٢٥، ١٢٦

٦٦۔ بہار شریعت، حصہ چہارم، نماز مسافر کا بیان، ص ٦٥

تئیس (۲۳) ذوالقعدہ کو فجر یا ظہر کے وقت مکہ پہنچنے والے کی نمازوں کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کچھ حاجی مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ ۲۳ تاریخ کو فجر یا ظہر کے وقت پہنچے کہ اگر ذوالقعدہ کا مہینہ تیس دن کا ہوتا ہے تو مکہ مکرمہ میں ان کا قیام آٹھ تاریخ کو منیٰ روانہ ہونے تک پندرہ دن ہوتا ہے اور ان کی نمازیں پچہتر (۷۵) ہو جاتی ہیں، اور اگر ذوالقعدہ کا مہینہ انتیس (۲۹) دن کا ہوتا ہے تو ان کا قیام مکہ مکرمہ میں پندرہ دن نہیں بنتا اب اس صورت میں یہ لوگ مکہ میں پھر منیٰ وعرفات و مزدلفہ میں فرائض کو پورا پڑھیں گے یا قصر کریں گے؟

(السائل: محمد شاہد، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں یہ لوگ اگر تئیس (۲۳) ذوالقعدہ کی ظہر کے وقت میں مکہ مکرمہ پہنچے اور آٹھ ذوالحجہ کی فجر سے قبل منیٰ روانگی کا ارادہ رکھتے ہوں گے تو بہر صورت مسافر ہی رہیں گے اور نمازوں میں قصر کرتے رہیں گے کیونکہ مہینہ تیس (۳۰) کا ہونے کی صورت میں بھی ان کا قیام مکہ مکرمہ میں پورے پندرہ روز نہیں ہوتا اور نماز کو پورا پڑھنے اور ان میں قصر کرنے کے باب میں ایک جگہ پندرہ روز قیام کی نیت کا اعتبار ہے، اور متعدد جگہوں پر رہنے کی نیت اِقامت کے لئے معتبر نہیں اور مکہ، منیٰ، مزدلفہ اور عرفات سب الگ الگ جگہیں ہیں، اور اس مسئلہ کی تحقیق دوسرے فتویٰ میں موجود ہے، اور اگر یہ لوگ تئیس (۲۳) ذوالقعدہ کی ظہر کے وقت مکہ مکرمہ آئے اور آٹھ ذوالحجہ کی فجر کے بعد منیٰ روانگی کا ارادہ رکھتے ہوں یا یا تئیس (۲۳) کی فجر کے وقت آئے اور آٹھ کی فجر کے بعد یا فجر سے قبل منیٰ روانگی کا ارادہ رکھتے ہوں تو اس وقت فرض رُباعی کو پورا پڑھتے رہیں گے اور مہینے کے اختتام پر دیکھیں گے کہ مہینہ تیس (۳۰) کا ہوا یا انتیس (۲۹) کا، اگر مہینہ تیس

(۳۰) کا ہو جائے تو بدستور مقیم رہیں گے اور فرائض رُباعی کو پورا پڑھتے رہیں گے، چاہے مکہ مکرمہ میں ہوں یا منیٰ یا عرفات یا مزدلفہ میں۔ اور اگر ذوالقعدہ انتیس (۲۹) کا ہو جائے تو یہ لوگ مقیم نہ رہیں گے کیونکہ منیٰ روانگی تک مکہ مکرمہ میں پندرہ دن پورے نہ ہونے کی وجہ سے ان کی اقامت درست نہ ہوئی لہٰذا وہ اس وقت سے فرائض رُباعی میں قصر کریں گے۔ اور پھر یہ بات کہ حاجیوں نے چاند نہ دیکھا یا انہیں نظر نہ آیا اور حکومت نے بھی فوراً اعلان نہ کیا بلکہ دو یا تین روز گزرنے کے بعد اعلان کیا تو اس صورت میں حاجی اپنے سابقہ طریقہ کو جاری رکھے گا یہاں تک کہ اُسے رؤیت ہلال کی خبر ہو۔

اور یہ کہ وہ ہر حال اس وقت اقامت کی نیت کر لیں پھر چاند نظر آنے کے بعد کوئی نیا فیصلہ کریں، اس کا جواب جب یہ ہے کہ مہینہ تیس دن ہونے کی صورت میں بھی مکہ مکرمہ آمد سے لے کر تو اُس کا وقت تک کہ جب وہ منیٰ روانہ ہونے کا ارادہ رکھتا ہے پندرہ دن یعنی پچھتر نمازیں پوری نہیں ہوتیں اُس اقامت کی نیت کرنا درست نہ ہوگا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ مہینہ تیس کا ہونے کی صورت میں بھی مکہ میں اس نے پندرہ دن قیام نہیں کرنا، اس لئے کہ نیتِ اِقامت کے درست ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اس کی حالت اس کی نیت کے منافی نہ ہو چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

اس کی حالت، اس کے ارادے کے منافی نہ ہو۔ (۵۸۵)

اور اس صورت میں اس کی حالت اس کی نیت کے منافی ہوگی کہ نیت اس کی پندرہ دن کی ہے اور حالت اس کی یہ ہے کہ اس نے پندرہ دن پورے ہونے سے قبل مکہ سے چلے جانا ہے لہٰذا اس کی نیت کا اعتبار نہ رہا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۲۳ ذی القعدۃ ۱٤۲۷ھ، ۱٤ دیسمبر ۲۰۰٦ م (290-F)

٦٧۔ بہار شریعت، حصہ چہارم، مسافر کی نماز کا بیان، ص ٦٣

سفر میں سُنن کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سفر میں نمازوں کو قصر کرنے کا حکم ہے یعنی چار رکعت فرائض کو دو پڑھنے کا حکم ہے اور سُنن کا کیا حکم ہے، پڑھے یا چھوڑے؟

(السائل: محمد عارف)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: قصر صرف فرائض میں ہے وتر وسُنن میں قصر نہیں ہے، سُنن کا حکم یہ ہے کہ حالتِ امن وقرار میں ہو تو پڑھے اور چلنے کی حالت میں ہو تو چھوڑ دے۔ چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

قيد بالفرائض، لا قصر في الوتر و السُّنَن، واختلفوا في ترك السُّنَن في السفر فقيل: الأفضل هو الترك ترخيصاً، و قيل: الفعل تقرّباً، وقال الهندواني: الفعل حال النزول والترك حال السير، وفي "التجنيس": و المختار أنه إن كان حال أمن و قرار يأتي بها، لأنها شُرِعَت مكملات، و المسافر إليه محتاج (٤٨)

یعنی، مصنف نے قصر کو فرض کے ساتھ مقید کیا، کیونکہ وتر اور سُنن میں قصر نہیں ہے، فقہاء کرام نے سفر میں ترکِ سُنن میں اختلاف کیا، پس کہا گیا کہ حصولِ رخصت کے لئے ترک افضل ہے اور کہا گیا کہ حصولِ تقرب کے لئے پڑھنا افضل ہے، اور ہندوانی نے فرمایا کہ حالتِ نزول میں پڑھنا اور چلنے کی حالت میں ترک ہے اور (امام ابو الحسن علی بن ابی بکر کی) ''تجنیس'' میں ہے کہ مختار یہ ہے اگر حالتِ امن وقرار میں ہو تو سُنن کو ادا کرے کیونکہ وہ مُکملات للفرائض مشروع کی گئی ہیں اور مسافر اس کی طرف محتاج ہے۔

٦٨۔ البحر الرائق، المجلد (٢) کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، تحت قولہ: من جاوز الخ، ص ١٣٠

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قولہ: و قال الهندانی الخ قال الرملی: قال فی "شرح منیة المصلی" والأعدل ما قاله الهندوانی (٦٩)

یعنی، علامہ رملی نے فرمایا کہ "شرح منیة المصلی" میں فرمایا: اعدل وہ ہے جو ہندوانی نے فرمایا۔

اور علامہ حسن بن عمار الشرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

فیقصر المسافر الفرض العلمی الرباعیّ فلاقصر للثنائی، و الثلاثی، و لا للوتر فإنه إن کان فی حال نزولٍ، و قرارٍ، و أمنٍ یأتی بالسُّنَن، و إن کان سائرًا، أو خائفاً فلا یأتی بها، و هو المختار (٧٠)

یعنی، مسافر فرض اعتقادی رُباعی کو قصر کرے، ثنائی اور ثلاثی فرائض میں قصر نہیں اور نہ وتر میں کیونکہ وہ فرض عملی ہے اور نہ سنن میں قصر ہے، پس اگر حالتِ نزول وقرار وامن میں ہو تو سُنن کو ادا کرے اور اگر چلنے کی حالت میں ہو یا حالتِ خوف میں ہو تو نہ ادا کرے اور یہی مختار ہے۔

اسی طرح علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

و بعضهم جوّزوا للمسافر ترك السُّنَن، و المختار أنه لا یأتی بها فی حال الخوف، و یأتی بها فی حال القرار و الأمن هکذا فی الوجیز للکردری (٧١)

یعنی، بعض فقہاء نے مسافر کے لئے سنّتوں کا چھوڑنا جائز رکھا ہے اور مختار یہ ہے کہ خوف کی حالت میں سنّت نہ پڑھے اور امن وسکون کی

٦٩۔ منحة الخالق علی البحر الرائق: ٢/ ١٣٠

٧٠۔ مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ٢٤٩

٧١۔ الفتاوی الهندیة المجلد (١)، کتاب الصلاة، باب الخامس عشر فی صلاة المسافر، ص ١٣٩

حالت میں سنّتیں پڑھے، اسی طرح "وجیز کردری" میں ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

سُنّتوں میں قصر نہیں بلکہ پوری پڑھی جائیں گی، البتہ خوف اور رواروی کی حالت میں معاف ہیں، البتہ امن کی حالت میں پڑھی جائیں گی، بحوالہ عالمگیری (۷۲)

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الاربعہ، ۲ ذی القعدة ١٤٢٧ ھ، ۲۳ نومبر ۲۰۰٦ م (237-F)

آفاقی ومکی کے حق میں نفلی طواف افضل ہے یا نفل نماز

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آفاقی اور مکی کے حق میں نفلی طواف کرنا افضل ہے یا حرم شریف میں نفل نماز پڑھنا؟

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن الجوزی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قال رسول الله ﷺ: "إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَ لَیْلَةٍ عِشْرِیْنَ وَ مِائَةَ رَحْمَةٍ تَنْزِلُ عَلٰی هٰذَا الْبَیْتِ: فَسِتُّوْنَ لِلطَّائِفِیْنَ، وَ أَرْبَعُوْنَ لِلْمُصَلِّیْنَ، وَ عِشْرُوْنَ لِلنَّاظِرِیْنَ" (٧٣)

یعنی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ہر دن رات میں اس گھر پر ایک سو بیس رحمتیں نازل فرماتا ہے، ساٹھ طواف کرنے والوں کے لئے، چالیس نماز پڑھنے والوں کے لئے اور بیس (ثواب کی نیت سے کعبہ کی

٧٢۔ بہار شریعت، حصہ چہارم، نماز مسافر کا بیان، ص ٦٣

٧٣۔ منیر العزم الساکن إلی أشرف الأماکن، باب ذکر فضائل الطواف، ص ١٦٥

Ishaate Islam

طرف)نظر کرنے والوں کے لئے''۔

اورامام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیت الحرام کا حج کرنے والوں پر ایک سوبیس (120) رحمتیں نازل فرماتا ہے، ساٹھ (60) طواف کرنے والوں کے لئے، چالیس (40) نماز پڑھنے والوں کے لئے، اور بیس (20) نظر کرنے والوں کے لئے۔اسی طرح ''بہارشریعت''میں ہے۔

یادرہے کہ نبی ﷺ کا یہ حکم مردوں کے لئے ہے کیونکہ نبی ﷺ کی ہی تعلیمات سے ہے کہ''عورت کومیری مسجد میں نماز پڑھنے سے زیادہ ثواب گھر میں نماز پڑھنے میں ہے''ظاہر ہے کہ یہ ارشاد آپ ﷺ نے مدینہ منورہ یا مکہ مکرمہ میں ہی فرمایا ہوگا اسی بنا پر علماء کرام نے فرمایا کہ حرمین طیبین میں بھی عورتوں کو اپنی رہائش گاہ میں نماز پڑھنا حرم میں نماز پڑھنے سے افضل ہے،صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

عورتیں نماز فرودگاہ ہی میں پڑھیں نمازوں کے لئے جو دونوں مسجد کریم حاضر ہوتی ہیں جہالت ہے کہ مقصود ثواب ہے۔(۷۴)

اور ہر شخص جانتا ہے ثواب اللہ اور اس کے رسول کا کہا ماننے میں ہے۔اور نفلی طواف کے بارے میں وہ عورت کو ہر روز ایک بار رات کے وقت طواف کا مشورہ دیتے ہیں، چنانچہ صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

عورتیں مکہ معظّمہ میں روزانہ ایک بار رات میں طواف کرلیا کریں۔(۷۵)

اور مدینہ شریف میں روضۂ رسول ﷺ پر حاضری کے لئے فرمایا:

اور مدینہ طیبہ میں صبح وشام صلاۃ وسلام کے لئے حاضر ہوتی رہیں''۔(۷۶)

اور پھر مردوں کے لئے علماء کرام کا کہنا ہے کہ آفاقی کے لئے نفلی طواف کرنا نفل نماز پڑھنے سے افضل ہے اور مکی کے لئے حج کے ایام میں نفل نماز پڑھنا نفلی طواف کرنے سے

۷۴۔ بہارشریعت:۶/۶۱

۷۵۔ بہارشریعت،حصہ ششم،ایام اقامت کے اعمال،ص۶۱

۷۶۔ بہارشریعت:۶/۶۱

افضل ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

طواف تطوع افضل است از نماز در مسجد حرام در حق غربا، و امّا متوطنانِ مکہ پس افضل در حق ایشان نماز تطوع است کذا فی ''المنسک الکبیر'' لمولانا رحمت اللہ السندی، و علامہ نووی در''ایضاح المناسک'' گفتہ کہ ہمیں است قول ابن عباس و سعید بن جبیر، عطاء و مجاہد، علامہ ابن جماعہ در''منسک کبیر'' خود گفتہ کہ ہمیں است مذہب ابی حنیفہ و مالک رحمہما اللہ، و نزد احمد طواف افضل است از نماز مطلقاً، و ہمیں است قول بعضے شافعیہ، و بعضے دیگر از ایشان قائل اند بر عکس آن اھ (۷۷)

یعنی، مسافروں کے حق میں مسجد حرام میں نفل نماز پڑھنے سے نفلی طواف کرنا افضل ہے، مگر باشندگانِ مکہ تو ان کے حق میں نفل نماز (نفلی طواف سے)افضل ہے، اسی طرح مولانا رحمت اللہ سندھی کی "منسك كبير" میں ہے اور علامہ نووی نے "ایضاح المناسك" میں فرمایا کہ حضرت ابن عباس، سعید بن جبیر، عطاء، مجاہد رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے اور علامہ ابن جماعہ نے اپنی (کتاب) "منسك كبير" میں فرمایا کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کا بھی یہی مذہب ہے اور امام احمد علیہ الرحمہ کے نزدیک طواف مطلقاً نفل نماز سے افضل ہے اور یہی قول ہے بعض شوافع کا اور بعض دیگر اس کے برعکس کے قائل ہیں۔

کیونکہ مسافر کو طواف کرنے کا موقع کچھ عرصہ کے لئے ملا ہے اگر وہ اس میں طواف کو ترجیح نہ دیں گے تو وہ موقع ان سے فوت ہو جائے گا اس لئے ان کے حق میں نفلی طواف ہی افضل ہے، چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

قال: الصلاة لأهل مكة أفضل إليّ و للغرباء الطواف، لأن

۷۷۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیزدھم، در ذکر بعضے مسائل متفرقات، فصل اوّل، در بیان اقامت نمودن در مکہ ص ۲۳۶

الصلاة تشتمل على عبادات لا يشتمل عليها الطواف، فكانت الصلاة أفضل إلّا أن الغرباء لو اشتغلوا بالصلاة لفاتهم الطواف لا إلى خلف، و لا يمكن تداركه فكان الاشتغال به أولى بخلاف المكي، وأنه لا يفوته الطواف، فكان الاشتغال بالطواف أولى (۷۸)

یعنی، فرمایا: میرے نزدیک اہلِ مکہ کے لئے نفل نماز افضل ہے اور مسافروں کے لئے طواف، کیونکہ نماز ان عبادات پر مشتمل ہے جن پر طواف مشتمل نہیں، تو نفل نماز افضل ہوئی، مگر مسافر اگر نفل نماز میں مشغول ہو گئے تو ان سے طواف فوت ہو جائے گا نہ کسی خلیفہ کی طرف، اور مسافر کے لئے اس کا تدارک ممکن نہ ہوگا تو مسافر کے حق میں طواف میں مشغول ہونا افضل ہے بخلاف مکی کے کہ اس سے طواف فوت نہیں ہوتا تو اس کا نفل نماز میں مشغول ہونا اَولیٰ ہے۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

والطواف للغرباء أفضل من الصلاة و قد مرّ (۷۹)

یعنی، نفلی طواف مسافروں کے لئے نفل نماز سے افضل ہے۔

امام اہلسنّت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

ایام اقامت (مکہ) میں جس قدر ہو سکے طواف کرتے رہیں کہ آفاقی (باہر والوں) کے لئے یہ سب بہتر عبادت ہے اور ہر سات پھیروں پر مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھیں۔(۸۰)

۷۸۔ المسلك فی المناسك: المجلد (۱)، القسم الثانی: فی بیان المناسك، فصل بعد فصل: فی شرائط صحة الطواف، ص ٤٥٤

۷۹۔ المسلك فی المناسك، المجلد۱، القسم الثانی: فی بیان تسك الحجّ الخ، فصل فی الترتیب ص ٤٧٤

۸۰۔ انوار البشارة، ص ۲۹

مکی کے حق میں نفل نماز کا افضل ہونا موسمِ حج کے ساتھ مقید ہے، چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و هو أفضل من الصلاة نافلة للآفاقي و قلبه للمكّي و في "البحر" ينبغي تقييده بالزمن الموسم و إلا فالطواف أفضل من الصلاة مطلقاً (۸۱)

یعنی، اور وہ آفاقی کے لئے نفل نماز سے افضل ہے اور مکی کے لئے اس کا الٹ ہے (یعنی اس کے لئے نفل نماز طواف سے افضل ہے)۔ اور "بحرالرائق" میں ہے کہ اس کو زمانہ حج کے ساتھ مقید کرنا چاہئے، ورنہ طواف نماز سے مطلقاً افضل ہے۔

اور اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قوله: مطلقاً أي للمكّي و الآفاقي في غير الموسم (۸۲)

یعنی، صاحبِ بحر کا قول مطلقاً یعنی مکی اور آفاقی کے لئے ایام حج کے علاوہ ایام میں (نفلی طواف، نفل نماز سے افضل ہے)۔

اور موسمِ حج کے علاوہ مکی و غیر مکی دونوں کے حق میں افضل نفلی طواف ہے چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

و الطواف نفلاً أفضل من صلاة النفل في المسجد الحرام لغير أهل مكة، و المقيمين بها بعد مضي أيام الموسم (۸۳)

یعنی، غیر مکی کے لئے نفلی طواف نفل نماز سے افضل ہے اور مکہ میں رہنے والوں کے لئے ایام حج گزرنے کے بعد نفل نماز سے نفلی طواف افضل ہے۔

۸۱۔ الدر المختار، ۲/ ۵۰۲

۸۲۔ رد المحتار على الدر المختار، المجلد(۲) كتاب الحج، مطلب: الصلاة أفضل من الطواف ص ۵۰۲

۸۳۔ الهدية العلائية أحكام الحجّ، الطواف حول الكعبة، ص ۲۰۱

Ishaate Islam

اورعلامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و الإكثار من الطواف وهو أفضل من صلاة النفل للآفاقي (٨٤)

یعنی، آفاقی کے لئے کثرت سے طواف کرنا نفلی نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

اس کے تحت علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

و عكسه للمقيم زمن الموسم، و في غيره الأفضل له الطواف أيضاً ذكره صاحب البحر (٨٥)

یعنی، زمانہ حج میں مقیم مکہ کے لئے اس کا عکس ہے اور غیر موسمِ حج میں اس کے لئے بھی طواف افضل ہے، اسے صاحبِ بحر نے ذکر کیا ہے۔

کیونکہ طواف نماز کو بھی شامل ہے، چنانچہ علامہ کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

و الثواب و الفضيلة التي وردت في الطواف أراد به الطواف مع الصلاة، فإنه يشتمل جميعاً (٨٦)

یعنی، ثواب اور فضیلت جو طواف کے بارے میں وارد ہے اس سے مراد طواف مع نماز ہے، پس وہ سب کو شامل ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ٢٩ شوال المكرم ١٤٢٧ھ، ٢٢ نوفمبر ٢٠٠٦م (216-F)

مکہ مکرمہ میں استقبالِ قبلہ کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد الحرام کی طرف رُخ کر کے مسجد سے باہر اس طرح نماز پڑھنا کہ عین کعبہ اس رُخ پر نہ ہو تو استقبالِ

٨٤۔ مراقي الفلاح في شرح نور الإيضاح

٨٥۔ حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الحجّ، ص ٧٣١

٨٦۔ المسالك في المناسك: ١/ ٤٥٤

قبلہ ہو جائے گا اور نماز ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: استقبالِ قبلہ نماز کی شرائط میں سے ایک شرط ہے، قرآن کریم میں ہے:

﴿فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ﴾ (٨٧)

ترجمہ: اپنا منہ اس کی طرف کرو۔ (کنز الایمان)

اس کے تحت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

اس سے ثابت ہوا کہ نماز میں روبقبلہ ہونا فرض ہے۔ (خزائن العرفان)

پھر جو کعبہ کے پاس ہو اُسے عین کعبہ کی جانب منہ کرنا فرض ہے اور جو دُور ہو اُسے جہتِ کعبہ کی جانب کرنا فرض ہے، چنانچہ امام مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب ابن الساعاتی الحنفی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

و يستقبل آمناً عين الكعبة إن كان بمكة، و جهتها إن نأى عنها (٨٨)

یعنی، نمازی حالتِ امن میں رُخ کرے گا عین کعبہ کی جانب اگر مکہ مکرمہ میں ہو اور جہتِ کعبہ کو اگر اس سے دُور ہو۔

اور حافظ الدین ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

و إستقبال القبلة للمكّي فرضه إصابة عينها، و لغيرها إصابة جهتها (٨٩)

یعنی، اور قبلہ رُخ ہونا، مکی کے لئے ٹھیک عینِ کعبہ کی طرف منہ کرنا ہے اور غیر مکی کے لئے اس کی سمت کی طرف۔

٨٧۔ البقرہ: ٢/ ١٤٤

٨٨۔ مجمع البحرين و ملتقى النيّرين، كتاب الصلاة، فصل: في شروط الصلاة، ص ١١٦

٨٩۔ كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة

Ishaate Islam

اورامام ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ثم من كان بمكة ففرضه إصابة عينها، و من كان غائباً ففرضه إصابة جهتها هو الصحيح، (۹۰)

یعنی، پھر جو شخص مکہ مکرمہ میں ہو تو اس پر فرض ہے ٹھیک عینِ کعبہ کی طرف منہ کرنا، اور جو غائب ہو تو اس کا فرض ہے سمتِ کعبہ کی طرف منہ کرنا، یہی صحیح ہے۔

علامہ حسن بن منصور اوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ(۹۱) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ(۹۲) نقل کرتے ہیں:

اتفقوا على أن القبلة في حقّ من كان بمكة عين الكعبة، و يلزمه التوجّه إلى عينها،

یعنی، فقہاء کا اتفاق ہے کہ جو شخص مکہ میں ہے اس کے لئے عین کعبہ قبلہ ہے، اس کے لئے عین کعبہ کی طرف منہ کرنا لازم ہے۔

علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ(۹۳) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ نظام الدین حنفی(۹۴) نقل کرتے ہیں:

و لا فرق بين أن يكون بينه و بينها حائل من جدارٍ أو لم يكن

یعنی، اس میں کوئی فرق نہیں کہ نماز پڑھنے والے اور کعبہ کے درمیان کو دیوار حائل ہے یا نہیں۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

۹۰۔ الهداية المجلد (۱۔۲)، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة التي تقدمها، ص۴۸

۹۱۔ فتاوىٰ قاضيخان على هامش الفتاوى الهندية، المجلد (۱)، كتاب الصلاة، باب الأذان، ص۶۹

۹۲۔ الفتاوى الهندية:۱/ ۶۳

۹۳۔ تبيين الحقائق، المجلد (۱)، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ص ۲۶۴

۹۴۔ الفتاوى الهندية:۱/ ۶۳

أطلق المكي فشمل من كان بمعاينتها و من لم يكن (۹۵)

یعنی، مصنف نے مکی کو مطلق رکھا تو یہ اس مکی کو شامل ہو گیا جو کعبہ کے مُعاینہ ہے اور اس کو بھی جو مُعاینہ نہیں۔

اور حافظ الدین ابو البرکات نسفی نے "الکافی" میں لکھا، اُن سے امام کمال الدین ابن ہمام(۹۶)، علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی (۹۷)، علامہ شبلی(۹۸)، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی (۹۹) اور علامہ نظام الدین حنفی(۱۰۰) نقل کرتے ہیں:

حتى لو صلّى مكّي في بيته ينبغي أن يصلّي بحيث لو أن أُزيلت الجدار أن يقع استقباله على شطر الكعبة، بخلاف الأفاقي

یعنی، یہاں تک کہ مکہ میں رہنے والا گھر میں اگر نماز پڑھے کہ درمیان سے اگر دیوار ہٹا دی جائے تو کعبۃ اللہ کا کوئی حصہ اس کے سامنے آجائے بخلاف آفاقی کے۔

اور قاضی محمد فرامرز الشہیر بملا خسرو حنفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں:

"منها" أي من شروط "استقبال عين الكعبة للمكي" اجماعاً حتى لو صلى في بيته يجب أن يصلي بحيث لو أُزيل الجداران وقع الاستقبال على عين الكعبة (۱۰۱)

۹۵۔ البحر الرائق، المجلد (۱)، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ص ۲۸۴

۹۶۔ فتح القدير:۱/ ۲۳۴

۹۷۔ البحر الرائق: ۱/ ۲۴۸

۹۸۔ حاشية الشبلي على التبيين: ۱/ ۲۶۴

۹۹۔ إمداد الفتاح، ص ۲۳۲

۱۰۰۔ الفتاوى الهندية المجلد (۱)، كتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الثالث في استقبال القبلة، ص ۶۳

۱۰۱۔ غرر الأحكام و شرحه الدرر الحكام المجلد (۱)، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج ص ۶۰

Ishaate Islam

یعنی، نماز کی شرطوں میں سے ایک شرط مکی کے لئے اجماعاً عینِ کعبہ کا استقبال ہے حتی کہ اگر وہ اپنے گھر میں نماز پڑھے تو اس پر واجب ہے کہ اس طرح پڑھے کہ اگر کعبہ اور اس کے درمیان کی دیواریں ہٹا دی جائیں تو اس کا استقبالِ عینِ کعبہ پر ہو۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی نے مکی غیر شاہد کے لئے اسے ضعیف قرار دیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

یہاں تک کہ مکی اگر اپنے گھر میں نماز پڑھے تو اُسے چاہئے کہ اس طرح نماز پڑھے کہ اگر دیواریں ہٹادی جائیں تو اس کا استقبال کعبہ کے کسی حصے پر ہو برخلاف آفاقی کے، پس اس کے موانع اگر دُور کردیئے جائیں تو شرط نہیں ہے کہ اس کا استقبال لامحالہ عینِ کعبہ پر ہو اسی طرح "کافی" میں ہے: وھو ضعیف اور وہ ضعیف ہے۔(۱۰۲)

جب کہ اطلاقِ مُتون بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مکی کے حق میں عینِ کعبہ کی طرف منہ کرنا لازم ہے چنانچہ علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

إصابة عينها أی عين القبلة التی هی الكعبة سواء كان معايناً لها أو لا، كما دل عليه اطلاق المتون (۱۰۳)

یعنی، (مکہ میں رہنے والے کے لئے فرض) عینِ کعبہ کی طرف منہ کرنا ہے یعنی عین قبلہ کی طرف جو کہ کعبہ ہے چاہے اُسے دیکھ رہا ہو یا نہ جیسا کہ مُتون کا اطلاق اسی پر دلالت کرتا ہے۔

لیکن فقہاء کرام سے یہ تصریح بھی منقول ہے کہ مکی اگر کعبۃ اللہ کے سامنے نہ ہو بلکہ ایسی جگہ ہو کہ اس کے اور کعبہ کے مابین آڑ ہو تو وہ غائب کی مثل ہے اور اسے اصح اور مختار قرار دیا ہے، چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ (۱۰۴)، علامہ زین

۱۰۲۔ البحر الرائق:۱/ ۲۴۸

۱۰۳۔ النهر الفائق:۱/ ۱۹۱

۱۰۴۔ فتح القدير، المجلد(۱)، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ص۲۳۵

الدین ابن نجیم حنفی (۱۰۵) اور شبلی حنفی (۱۰۶)، علامہ قوام الدین محمد بن محمد البخاری متوفی ۷۲۹ھ کی کتاب "معراج الدرايه شرح الهدايه" سے نقل کرتے ہیں:

و فی "الدراية": و من كان بينه و بين الكعبة حائل الأصح أنه كالغائب، و لو كان الحائل أصلياً كالجبل كان له أن يجتهد، والأولى أن يصعده ليصل إلى اليقين

یعنی، "درایہ" میں ہے کہ وہ شخص جس کے اور کعبہ کے مابین کوئی حائل (آڑ) ہو تو اصح یہ ہے کہ وہ مثل غائب کے ہے، اگرچہ حائل (آڑ) اصلی ہو جیسے پہاڑ تو اُسے جائز ہے کہ وہ (جہتِ کعبہ معلوم کرنے کے لئے) کوشش کرے اور بہتر ہے کہ وہ اس پر چڑھ جائے تا کہ وہ (جہت کو معلوم کرنے میں) یقین کی تک پہنچ جائے۔

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

قال فی "معراج الدراية" و لمن كان بمكة و بينه و بين الكعبة حائل يمنع المشاهدة كالأبنية، فالأصح أن حكمه حكم الغائب، و لو كان الحائل أصلياً كالجبل قله أن يجتهد، و الأولىٰ أن يصعد على الجبل حتى تكون صلاة إلى الكعبة يقيناً انتهى (۱۰۷)

یعنی، "معراج الدرایہ" میں فرمایا: وہ شخص جو مکہ میں ہو اور اس کے اور کعبہ کے مابین کوئی آڑ ہو جو اُسے کعبہ کے مشاہدہ سے مانع ہو جیسے عمارتیں، تو اصح یہ ہے کہ اس کا وہی حکم ہے جو مکہ سے غائب شخص کا حکم ہے اور اگر حائل (آڑ) اصلی ہو تو اُسے جائز ہے کہ وہ کوشش کرے، اور بہتر ہے کہ وہ

۱۰۵۔ البحر الرائق:۱/ ۲۸۴

۱۰۶۔ حاشية الشبلی علی التبيين:۱/ ۲۶۴

۱۰۷۔ إمداد الفتاح، باب شروط الصلاة و أركانها، ص ۲۳۱۔۲۳۲

پہاڑ پر چڑھے یہاں تک کہ اس کی نماز یقینی کعبہ کی طرف ہو۔

اور علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں:

لكن الأصح أن حكم من كان بينه و بينها بناء حكم الغائب و لو أصلياً كجبل اجتهد والأولى أن يصعده، كذا في "المعراج" (١٠٨)

یعنی، لیکن اصح یہ ہے کہ حکم اس شخص کا کہ جس کے اور کعبہ کے مابین کوئی عمارت ہو وہی حکم ہے جو (مکہ سے) غائب کا حکم ہے، اگر چہ اس کے اور کعبہ کے مابین حائل اصل ہو جیسے پہاڑ، تو وہ (جہتِ کعبہ معلوم کرنے کے لئے) اجتہاد کرے، بہتر ہے کہ اس پر چڑھ جائے، اسی طرح "معراج" میں ہے۔

علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

(و قبلة من بمكة عين الكعبة) بحيث لو زُيل الحائل أن يقع استقباله على جزء منها، لكن الأصح كما نقله المصنّف و غيره عن "معراج الدراية": أن من بينه و بينها حائل كالغائب (١٠٩)

یعنی، (اور قبلہ اس شخص کا جو مکہ میں ہو عینِ کعبہ ہے) اس طور پر کہ اگر دیوار کو زائل کر دیا جائے تو اس کا منہ کعبہ کے کسی جزء کی طرف ہو، لیکن اصح یہ ہے کہ جیسا کہ مصنّف وغیرہ نے "معراج الدرایہ" سے نقل کیا کہ (مکہ میں) جس شخص اور کعبہ کے درمیان کوئی حائل ہو وہ (مکہ سے) غائب کی مثل ہے۔

علامہ یحییٰ بن علی بن عبداللہ زندوستی کے حوالے سے صاحب ہدایہ علامہ ابوالحسن علی بن

١٠٨۔ النهر الفائق، المجلد (١)، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ص ١٩١

١٠٩۔ الدر المنتقى شرح الملتقى على هامش المجمع، المجلد (١)، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ص ٨٣

ابی بکر مرغینانی حنفی (۱۱۰)، امام کمال الدین ابن ہمام (۱۱۱)، علامہ جلال الدین خوارزمی (۱۱۲)، علامہ شبلی حنفی (۱۱۳) اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی (۱۱٤) لکھتے ہیں:

و ذكر زندوستي رحمه الله في "نظمه": أن الكعبة قبلة من يصلي في المسجد الحرام، و المسجد الحرام قبلة أهل مكة لمن يصلي في بيته، أو في البطحاء، و مكة قبلة أهل الحرم، و الحرم قبلة أهل العالم ـ و اللفظ للمرغيناني

یعنی، زندوستی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "النظم" میں ذکر کیا کہ کعبہ اس شخص کا قبلہ ہے جو مسجد الحرام میں نماز پڑھے اور مسجد الحرام اہل مکہ کا قبلہ ہے (ان میں سے) جو اپنے گھر میں یا بطحاء میں نماز پڑھے، اور مکہ اہلِ حرم کا قبلہ ہے، اور حرم اہلِ عالم کا قبلہ ہے۔

اس کے تحت صاحب ہدایہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

و هذا يشير إلى أن من كان بمعاينة الكعبة، فالشرط إصابة عينها، و من لم يكن بمعاينتها فالشرط إصابة جهتها، و هو المختار (١١٥)

یعنی، یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے جو کعبہ کے سامنے ہو، اُسے عینِ کعبہ کی طرف رُخ کرنا شرط ہے اور جو سامنے نہ ہو تو اُس کے لئے جہتِ کعبہ کو رُخ کرنا شرط ہے اور یہی مختار ہے۔

اسی طرح "تحنیس" سے امام کمال الدین نے "فتح القدیر" (۱/۲۳٤) میں علامہ

١١٠۔ التحنيس و المزيد، المجلد (١)، كتاب الصلاة، فصل: في القبلة، ص ٤٢٩۔٤٣٠، مسألة (٤٣٩)

١١١۔ فتح القدير: ١/٢٣٤

١١٢۔ امداد الفتاح، ص ٢٣٢

١١٣۔ الكفاية شرح الهداية مع الفتح: ١/٢٣٦

١١٤۔ حاشية الشبلي على التبيين: ١/٢٦٤

١١٥۔ التحنيس و المزيد: ١/٤٣٠

ابن نجیم حنفی نے، "بحر الرائق" (۱/ ۲۸٤) میں، علامہ شبلی حنفی نے "حاشیة التبیین" (۱/ ۲٦٤) میں، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی نے "امداد الفتاح" (ص ۲۳۲) میں نقل کیا ہے، چنانچہ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ سب کا قبلہ کعبہ ہی ہے نہ کہ مسجد الحرام یا حرم کعبہ، چنانچہ شمس الائمہ عبد العزیز بن احمد البخاری الحلوانی الحنفی متوفی ۴۵۲ھ کے حوالے سے علامہ شبلی حنفی (۱۱٦) اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی (۱۱۷) نقل کرتے ہیں:

قال الشیخ عبد العزیز البخاری: هذا علی التغریب و إلا فالتحقیق أن الکعبة قبله أهل العالم

اور علامہ جلال الدین خوارزمی لکھتے ہیں:

قال مولانا فخر الدین البدیعی رحمه الله: و هذا علی التغریب فأما التحقیق فالکعبة قبلة أهل العالم (۱۱۸)

یعنی شیخ عبد العزیز بخاری نے فرمایا (اور علامہ جلال الدین لکھتے ہیں: مولانا فخر الدین بدیعی علیہ الرحمہ نے فرمایا) یہ (جو زندوستی نے ذکر کیا) علی التغریب ہے ورنہ تحقیق یہ ہے کہ کعبہ اہلِ عالم کا قبلہ ہے۔

بہر حال جو شخص کعبہ کے سامنے موجود ہو اس کے لئے فرض ہے کہ وہ نماز کے لئے عینِ کعبہ کی جانب اپنا رُخ کرے اور مسجد الحرام میں وہ مقامات جہاں سے کعبہ نظر نہیں آتا وہاں صفوں کے لئے بنائے گئے نشان پر صحیح کھڑے ہونے سے عین کعبہ کو منہ کرنا حاصل ہو جائے گا کہ اُن لکیروں پر کھڑا ہونے والے کے آگے سے اگر عمارت اگر ہٹا دی جائے تو اس کا رُخ عین کعبہ کی جانب ہوگا کیونکہ یہ لائنیں اسی مقصد کے لئے لگائی گئی ہیں۔ اسی طرح مسجد سے باہر صحن میں لگائی گئی لکیروں پر کھڑا ہونے والا عین کعبہ کی طرف رُخ کرنے والا ہو جاتا ہے اگر چہ اصح ومختار قول کے مطابق ان کے لئے جہتِ کعبہ کی طرف منہ کرنا ہی کافی ہے، اور جو

۱۱٦۔ حاشیة الشبلی علی التبیین: ۱/ ۲٦٤

۱۱۷۔ إمداد الفتاح، ص ۲۳۲

۱۱۸۔ الکفایة شرح الهدایة مع الفتح: ۱/ ۲۳٦

شخص کعبہ سے آڑ میں ہو اس کے لئے جہت کعبہ کو منہ کرنا فرض ہوگا اگر چہ وہ مکہ مکرمہ میں ہی ہو کیونکہ مکہ میں رہنے والا اگر کعبہ سے آڑ میں ہو تو وہ غائب کی مثل ہے اور فقہاء نے اسے اصح اور مختار لکھا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں گزرا اور اس پر عین کعبہ کی طرف رُخ کرنے کو لازم کرنا تکلیف مالایطاق ہے جب کہ اسلام میں تکلیف بقدر طاقت ہوتی ہے، چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی لکھتے ہیں:

التکلیف بحسب الوسع (۱۱۹)

یعنی، تکلیف وسعت کی حیثیت سے ہے۔

اور علامہ عبد اللہ بن محمود الموصلی حنفی لکھتے ہیں:

التکلیف بقدر الطاقة (۱۲۰)

یعنی، تکلیف بقدرِ طاقت ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان لکھتے ہیں:

تکلیف بقدرِ وسعت اور طاعت بحسب طاقت ہوتی ہے (۱۲۱)

اس لئے صاحبِ بحر علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی کنز کی عبارت "و استقبال القبلة" کے تحت لکھتے ہیں:

أی من شروطها إستقبال القبلة عند القدرة (۱۲۲)

یعنی، نماز کی شرطوں میں سے استقبال قبلہ قدرت پائے جانے کے وقت شرط ہے۔

اسی وجہ سے مشاہدِ کعبہ کے لئے عین کعبہ پر نظر فرض ہے، چنانچہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی لکھتے ہیں:

۱۱۹۔ الهدایة: ۱۔۲/ ٥٦

۱۲۰۔ کتاب الاختیار لتعلیل المختار: ۱/ ٦٤

۱۲۱۔ فتاویٰ رضویه، جلد (۳)، باب القبلة ص ۱٦

۱۲۲۔ بحر الرائق: ۱/ ۲۸۳

اتفاقاً، لقدرته عليها يقيناً (١٢٣)

یعنی، مشاہد کعبہ پر بالاتفاق کعبہ کی طرف رُخ کرنا فرض ہے کیونکہ اُسے یقیناً اس پر قدرت حاصل ہے۔

لہٰذا عین کعبہ کی جانب منہ کرنا اس کے لئے فرض ہوگا جو کعبہ کے پاس موجود ہو کعبہ کا مشاہدہ و معاین ہو اور جو کعبہ سے دُور ہو اگر چہ مکہ میں ہی ہو اسے جہتِ کعبہ کی طرف منہ کرنا لازم ہوگا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

من كان بحضرة الكعبة يتوجه إلى عينها، و إن كان نائياً عنها يتوجّه إلى جهتها (١٢٤)

یعنی، جو شخص کعبہ کے پاس ہو تو وہ متوجہ ہوگا عین کعبہ کی جانب، اور اگر اس سے دُور ہو تو اس کی سمت کی جانب۔

اور بعض فقہاء کرام نے جس طرح غیر معاین و غیر مشاہد مکی کے لئے جہتِ کعبہ کے فرض ہونے کو "اصح ومختار" لکھا ہے اسی طرح بعض نے اسے "صحیح" لکھا ہے چنانچہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ١٠٦٩ھ لکھتے ہیں:

فللمكي المشاهد (للكعبة كما في مراقي الفلاح و إمداد الفتاح) إصابة عينها، و لغير المشاهد جهتها و لو بمكة على الصحيح (١٢٥)

یعنی، مکی کعبہ کا مشاہدہ کرنے والے کی نگاہ کا اس پر پڑنا اور کعبہ کو نہ دیکھنے والے کا اس کی سمت رُخ کرنا فرض ہے، اگر چہ وہ مکہ میں ہو صحیح مذہب کے مطابق۔

اور اس کی شرح میں و لو بمكة کے تحت لکھتے ہیں:

١٢٣۔ إمداد الفتاح، ص ٢٣٠

١٢٤۔ المختار مع شرحه للمصنّف، الجزء (١)، كتاب الصلاة، باب ما حفعل قبل الصلاة، ص ٦٤

١٢٥۔ نور الإيضاح مع مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة و أركانها، ص ١٢٤

و حال بينه و بين الكعبة بناء أو جبل على الصحيح كما في "الدراية" و "التجنيس" (١٢٦)

یعنی، (غیر مشاہد کے لئے جہتِ کعبہ کو منہ کرنا فرض ہے اگر چہ وہ مکہ میں ہو) اور صحیح قول کے مطابق مکہ میں نماز پڑھنے والے اور کعبہ کے درمیان کوئی عمارت یا پہاڑ حائل ہو (تو اُسے جہتِ کعبہ کو رُخ کرنا فرض ہے) جیسا کہ "درایۃ" اور "تجنیس" میں ہے۔

دوسری شرح میں اپنے قول "و لغير المشاهد" کے تحت لکھتے ہیں:

سواء كان بمكة أو غيرها إصابة جهتها أي الكعبة و هو الصحيح (١٢٧)

یعنی، غیر مشاہد کے لئے ٹھیک جہتِ کعبہ کو نماز میں رُخ کرنا لازم ہے چاہے وہ (غیر مشاہد) مکہ میں ہو یا غیر مکہ میں، یہی صحیح ہے۔

اور "امداد الفتاح" میں پوری بحث کے بعد بطور نتیجہ لکھتے ہیں:

و إذا علمت ما ذكرناه فالفرض لغير المشاهد إصابة جهتها و لو كان غير المشاهد بمكة (١٢٨)

یعنی، جب تو نے جان لیا جسے ہم نے ذکر کیا تو غیر مشاہد کے لئے ٹھیک کعبہ کی جہت کو رُخ کرنا فرض ہے اگر چہ وہ غیر مشاہد مکہ میں ہو۔

لہٰذا مُتون میں فقہاء کرام کے قول "مکی" سے مراد مُعاین و مُشاہد کعبہ اور "لغیرہ" سے مراد غیر مُعاین و غیر مشاہد ہے۔ جیسا کہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ١٠٨٨ھ لکھتے ہیں:

و أقره المصنّف قائلاً: و المراد بقولي: "فللمكي" مكي يعاين الكعبة و لغيره أي غير معاينها (١٢٩)

١٢٦۔ مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، ص ١٢٥

١٢٧۔ إمداد الفتاح شرح نورالإيضاح، ص ٢٣٠

١٢٨۔ إمدا د الفتاح شرح نور الإيضاح، ص ٢٣١

١٢٩۔ الدر المختار شرح تنوير الأبصار، المجلد (١)، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ص ٤٢٨

یعنی، اور مصنّف نے اس کو یہ کہتے ہوئے ثابت رکھا کہ اس قول ''مکی کے لئے'' سے میری مراد یہ ہے کہ مکی وہ جو کعبہ کا مُعاین ومُشاہِد ہو اور میرے قول ''اس کے غیر کے لئے'' سے میری مراد وہ شخص ہے جو کعبہ کا مُعاین نہ ہو۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

و الأصح أن من بينه و بينها حائل كالغائب، (۱۳۰)

یعنی، اصح یہ ہے کہ جس شخص اور کعبہ کے درمیان کچھ حائل ہو وہ غائب کی طرح ہے۔

اور غیر مُشاہِد مکی کے حق میں بقدر استطاعت و طاقت نماز میں عینِ کعبہ کو رُخ کرنے کی تحقیق لازم ہوگی جس طرح فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر حائل اصلی ہو جیسے پہاڑ تو اس پر چڑھ کر کعبہ کو دیکھ لے تا کہ اس کا کعبہ کی طرف منہ کرنا علی وجہ الیقین ہو جائے کیونکہ یقین کے مقابلے میں گمان قابلِ قبول نہیں ہوتا اور اگر اس طرح بھی کعبہ کو دیکھنے پر قدرت نہیں یا ایسی جگہ ہے کہ کعبۃ اللہ وہاں سے نظر نہیں آتا جیسے فی زمانہ بلند عمارتیں کعبہ کو دیکھنے کی راہ میں رکاوٹ ہوں تو اُسے صرف جہتِ کعبہ کی طرف منہ کرنا کافی ہوگا۔ چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

استقبالِ قبلہ عام ہے کہ بعینہ کعبہ معظّمہ کی طرف منہ ہو جیسے مکہ مکرمہ والوں کے لئے یا اس جہت کو منہ ہو جیسے اوروں کے لئے (درمختار) یعنی تحقیق یہ ہے کہ جو عین کعبہ کی سمت خاص تحقیق کر سکتا ہے اگر چہ کعبہ آڑ میں ہو جسے مکہ معظّمہ کے مکانوں میں جب کہ چھت پر چڑھ کر کعبہ کو دیکھ سکتے ہیں، تو عینِ کعبہ کی طرف دیکھنا فرض ہے، جہت کافی نہیں، اور جسے یہ تحقیق ممکن نہ ہو اگر چہ خاص مکہ معظّمہ میں ہو اس کے لئے جہتِ کعبہ کو منہ کرنا کافی ہے از افادات رضویہ۔ (۱۳۱)

۱۳۰۔ الدر المختار شرح تنوير الأبصار: ۱/۴۲۸

۱۳۱۔ بہارِ شریعت، حصہ (۳)، نماز کی شرطوں کا بیان، تیسری شرط، ص ۳۷

اور جہتِ کعبہ کو منہ ہونے کے بارے میں صدر الشریعہ محمد امجد علی (از ''درمختار'' و ''افادات رضویہ'') نقل کرتے ہیں:

جہتِ کعبہ کو منہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ مونھ کی سطح کا جو کوئی جزء کعبہ کی سمت میں واقع ہو تو اگر قبلہ سے کچھ انحراف ہے مگر منہ کا کوئی جزء کعبہ کے مواجہہ میں ہے نماز ہو جائے گی، اس کی مقدار ۴۵ درجہ رکھی گئی ہے تو اگر ۴۵ درجہ سے زائد انحراف ہے استقبال نہ پایا گیا نماز نہ ہوئی (۱۳۲)

اور وہ لوگ جو مکہ مکرمہ میں گھروں یا ہوٹلوں میں ہوں اور وہاں نماز پڑھنا چاہیں تو اُن کو اپنے گھر یا ہوٹل کی چھت سے دیکھنا چاہئے کہ وہاں سے کعبہ نظر آتا ہے یا نہیں اگر نظر آتا ہے تو ان کے حق میں عینِ کعبہ کو رُخ کرنا لازم رہے گا کہ ایسوں کے لئے فقہاء کرام کی تصریح مذکور ہے اور اگر نظر نہ آئے بہت کم ہے کہ نظر آئے تو اُن کے حق میں جہت کعبہ کو رُخ کافی ہوگا اور ہوٹلوں میں تقریباً جہتِ کعبہ کی نشاندہی کی ہوئی ہوتی ہے اس کا اعتبار کیا جائے۔

اعتراض: اگر کہا جائے فقہاء کرام نے اس پر اجماع کا ذکر کیا ہے کہ مکی کے حق میں عینِ کعبہ کو رُخ کرنا فرض ہے تو وہ اگر عینِ کعبہ کو رخ نہ کرے تو اس کی نماز کیونکر درست ہوگی؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ اجماع کو مُشاہِد ومُعاین کعبہ پر محمول کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ اجماعِ مُشاہِد کعبہ کے حق میں ہے نہ کہ غیر مُشاہِد کے حق میں، ورنہ اجماع کا دعویٰ غلط ہو جائے گا، کیونکہ دوسرے فقہاء کرام نے مکی غیر مشاہد کے حق میں جہتِ کعبہ کو رُخ کرنا فرض قرار دیا ہے اور اسے اصح، صحیح اور مختار قرار دیا ہے جیسا کہ پہلے اس کا ذکر کیا گیا ہے چنانچہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی لکھتے ہیں:

فقوله في "مجمع الروايات" قال في "الكافي" فمن كان بمكة ففرضه إصابة عينها اجماعاً يمكن حمله على ما إذا كان مشاهداً و إلا فيكف الإجماع مع ما ذكرناه (۱۳۳)

۱۳۲۔ بہارِ شریعت: ۳/۳۷

۱۳۳۔ إمداد الفتاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، ص ۲۳۲

یعنی،ان کا قول "مجمع الروایات" میں قول کہ "کافی" میں فرمایا: پس جو شخص مکہ مکرمہ میں ہوتو بالاجماع اس کا فرض ٹھیک کعبہ کی طرف رخ کرنا ہے، اسے اس پر محمول کرنا ممکن ہے جب کہ وہ مُشاہِد کعبہ ہو ورنہ جو ہم نے (اس کے خلاف فقہاء کے اقوال کو) ذکر کیا اس کے باوجود اجماع کیسے ہوگا۔

اور دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

و لیس الإجماع علی الإطلاق بل فی حقّ المشاهد للکعبة، أما من بینه و بینها حائل فلا إجماع علی إشتراط عینها فی حقّه، بل الأصح أنه کالغائب للزوم الحرج فی إلزام حقیقة المسامتة فی کل بقعة یصلی فیها (۱۳٤)

یعنی، اجماع علی الاطلاق نہیں ہے بلکہ اجماع کعبہ کے مُشاہِد کے حق میں ہے، مگر وہ شخص جس کے اور کعبہ کے مابین آڑ ہو تو اس کے حق میں عینِ کعبہ کو رُخ کرنے کی شرط کرنے پر اجماع نہیں ہے بلکہ اصح یہ ہے کہ وہ مثل غائب کے ہے کیونکہ ہر خطہ جس میں وہ نماز پڑھے اس پر حقیقۃ مسامتہ لازم کرنے میں لزوم حرج ہے۔

دوسرا اعتراض: یہ ہے کہ فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ مکی اگر گھر میں نماز پڑھے تو اس طرح پڑھے کہ اگر بیچ کی دیواریں ہٹادی جائیں تو نمازی کا رُخ کعبہ کے کسی جزء کی طرف ہو، اگر ایسا نہ ہو تو نماز درست نہ ہوگی؟

جواب: دوسرے فقہاء کرام نے اس کی بھی تصریح کی ہے کہ ایسا مکی کالغائب ہے لہٰذا اس کی نماز صرف جہتِ کعبہ کو منہ کرنے سے اسی طرح درست ہو جائے گی جس طرح آفاقی کی نماز درست ہو جاتی ہے، چنانچہ علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں:

۱۳٤۔ غنیة ذوی الأحکام فی بغیة درر الحکام المحلد (۱)، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، تحت قوله: إستقبال عین الکعبة الخ، ص ٦۰

لکن تفریعه بقوله: حتی لو صلّی فی بیته، فینبغی أن یصلّی بحیث لو أزیلت الجُدران یقع استقباله علی شطر الکعبة، یدافعه لقوله: بخلاف الآفاقی۔ قال الزاهدی: و فرض الغائب جهة الکعبة۔ انتهی (۱۳۵)

یعنی، ان کی اپنے اس قول کے ساتھ تفریع حتی کہ مکی اگر اپنے گھر میں نماز پڑھے تو اُسے چاہئے اس طرح نماز پڑھے کہ اگر اس کے اور کعبہ کے مابین دیواروں کو ہٹادیا جائے تو اس کا استقبال کعبہ کے کسی جزء پر، اس (اعتراض) کو دُور کر دیتا ہے انہی کا قول "برخلاف آفاقی کے"۔ زاہدی نے کہا کہ غائب کا فرض جہتِ کعبہ ہے۔ انتہی

هذا ما ظهر لی فی هذا الباب و الله تعالیٰ أعلم بالصواب و علمه أتم و أحکم

یوم الاربعه ۸شوال المکرم ۱٤۲۷ھ ۱نوفمبر ۲۰۰٦ م (255-F)

جہری نماز میں ترکِ جہر کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد حرام میں اپنی علیحدہ جماعت کروانے کی صورت میں امام نے جہری نماز میں فتنے کے خوف سے قرأت میں آواز کو بلند نہ ہونے دیا کبھی کبھی آواز بہت آہستہ ہو جاتی تو اس صورت میں نماز کا حکم کیا ہوگا؟ اور مسجدِ نبوی شریف میں چالیس نمازیں پڑھنے کی جو فضیلت وارد ہے وہ باجماعت نماز پڑھنے والے کے لئے ہے یا تنہا نماز پڑھنے والے کو بھی حاصل ہوگی؟

(سائل: محمد خرم عبدالقادر، رنچھوڑلائن، کراچی)

باسمه سبحانه وتعالی وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں جو نمازیں ادا کی گئیں ان میں امام نے اگر اتنی آواز کے ساتھ قرأت کی تھی کہ جسے صف اول میں سُنا جاسکتا تھا تو وہ نمازیں درست ہوگئیں۔ چنانچہ صدرالشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳٦۷ھ لکھتے ہیں:

۱۳۵۔ إمداد الفتاح شرح نور الإیضاح، ص ۲۳۲

''جہر کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے لوگ یعنی جو صفِ اول میں ہیں سُن سکیں یہ ادنیٰ درجہ ہے اور اعلیٰ درجہ کے لئے حد مقرر نہیں اور آہستہ یہ کہ خود سُن سکے''۔(۱۳۶)

اور علامہ محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۱۹۸ھ میں ہے:

وأدنى الجهر إسماع غير ممن ليس بقربه كأهل الصف الأول و أعلاه لاحد له فافهم۔ (۱۳۷)

یعنی، ادنی جہر اپنے اس غیر کو سُنانا ہے جو قریب نہ ہو جیسے پہلی صف والے اور اعلیٰ جہر کی کوئی حد نہیں۔

اور صفِ اول تک کے تمام افراد تک بھی امام کی قرأت کی آواز پہنچنا شرط نہیں چنانچہ علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

قوله (ويجب جهر الإمام) الواجب منه أدناه وهو أن يسمع غيره، ولو واحداً وإلا كان اسراراً، فلو أسمع اثنين من أعلى الجهر۔ حموى عن "الخزانة"۔ (۱۳۸)

یعنی، علامہ شرنبلالی کا قول کہ امام پر جہر واجب ہے واجب کا ادنی یہ کہ دوسرے کو سُنائے اگر چہ ایک ہی ہو ورنہ اخفا ہوگا پس اگر دو نے سُنا تو اعلیٰ جہر ہے۔

اب اگر امام نے ایسا جہر کیا جسے صف اول میں موجود چند افراد سن سکتے ہوں تو واجب ادا ہو جائے گا ورنہ ادا نہ ہوگا اور سجدہ سہو نہ کیا تو نماز واجب الاعادہ ہوگی۔ اور اگر عمداً اسے ترک کیا تو سجدہ سہو کرنے سے بھی نماز درست نہ ہوگی۔

۱۳۶۔ بهار شريعت، حصه سوم، كتاب الصلاة، قرآن مجيد پڑھنے كا بيان، ص ۷۲

۱۳۷۔ رد المحتار، المجلد (۱)، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل فى القرأة، مطلب فى الكلام الخ، ص ۵۳۵

۱۳۸۔ حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة و اركانها، فصل فى بيان واجب الصلاة، ص ۲۵۲۔۲۵۳

جہری نمازوں میں امام پر جہر واجب ہے جیسا کہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

ويجهر الإمام وجوباً فى الفجر و أولى العشائين أداءً و قضاءً الخ (۱۳۹)

یعنی، اور امام فجر، اور مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعتوں میں وجوباً قرأت کرے۔

اور امام نے اگر جہری نماز میں ایسا جہر کیا جسے صف اول میں نہ سنا جا سکتا ہو تو وہ جہر نہیں ہے لہذا سجدہ سہو لازم ہوگا بشرطیکہ عمداً ایسا نہ کیا ہو۔ چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

لو جهر الإمام فيما يخافت أو خافت فيما يجهر تلزمه سجدتا السهو لأن الجهر وموضعه والمخافة فى موضعه من الواجبات۔ (۱۴۰)

یعنی، امام نے آہستہ پڑھنے کی جگہ جہر کیا اور جہر کی جگہ آہستہ پڑھا تو اسے دو سجدے سہو لازم ہوں گے کیونکہ جہر اپنی جگہ پر اور اخفاء اپنی جگہ پر واجبات میں سے ہیں۔

اور اگر سجدہ سہو نہ کیا تو نمازیں لوٹانی ہوں گی جیسا کہ علامہ حصکفی لکھتے ہیں:

وتعاد وجوباً فى السهو إن لم يسجد له ملخصاً (۱۴۱)

یعنی، سجدہ سہو واجب ہونے کی صورت میں اگر سجدہ نہ کیا تو نماز کو لوٹانا واجب ہے۔

یہ تو سہواً ترک جہر کا حکم تھا اب اگر جان بوجھ کر جہری نماز میں جہر کو ترک کرتا ہے جیسا

۱۳۹۔ الدر المختار، المجلد (۱)، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل، ص ۵۳۲۔۵۳۳

۱۴۰۔ الهدايه، المجلد (۱۔۲)، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص ۱۵۸

۱۴۱۔ الدر المختار، المجلد (۱)، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص ۴۵۶

کہ سوال سے ظاہر ہے تو اس پر نماز کا اعادہ لازم ہوگا، سجدہ سہو کافی نہ ہوگا جیسا کہ ''بہار شریعت''(۱/۳/۷۳) میں ہے۔

یہ مسئلہ کہ جہاں نہ جماعت ملتی ہو اور الگ جماعت قائم کرنے کی صورت میں فتنے کا قوی امکان ہو وہاں نماز پنجگانہ کے لئے جماعت کروائی جائے یا انفرادی طور پر پڑھی جائے تو اس کے جواب میں حضرت ضیاء الملت علامہ مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''احتیاط اسی میں ہے کہ اپنی نماز اگر ممکن ہو سکے تو الگ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے اور اگر بہتر ہو تو انفرادی طور پر ادا کرے ویسے فساد سے بچنے کے لئے''۔(۱۴۲)

اور چالیس نمازوں کی فضیلت نماز با جماعت کے ساتھ خاص نہیں کیونکہ ''نبی ﷺ نے صرف نمازوں کا حکم فرمایا ہے کسی حدیث شریف میں یہ حکم نہیں کہ ضروری ہے کہ امام کے پیچھے پڑھی جائیں''۔(۱۴۳)

اور ایسی صورت میں جہاں جماعت نہ ملے اور نہ خود قائم کی جا سکتی ہو تنہا نماز پڑھنے والا گنہگار نہیں ہوتا کہ گناہ ترکِ واجب پر ہے اور وہاں یہ واجب ہی نہیں۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب و إلیہ المرجع والماب

۲۰ جمادی الأولی ۱۴۲۲ھ۔ ۱۱ اغسطس ۲۰۰۱م (JIA-111 Ref:090-2001)

ہوائی سفر کے لئے جمع بین الصلاتین کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہوائی سفر کے لئے جمع بین الصلاتین جائز ہے یا نہیں، سنا ہے کچھ حنفی علماء نے علانیہ با جماعت ایسا کیا ہے، کیا ان کا فعل جواز کی دلیل بن سکتا ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اللہ تعالیٰ نے ہر نماز کا ایک وقت

۱۴۲۔ امام حرم اور ہم، مصنفہ علامہ فیض احمد اویسی، قطب مدینہ کا فتویٰ، ص ۱۵

۱۴۳۔ امام حرم اور ہم، مصنفہ علامہ فیض احمد اویسی، ص ۳۴

مقرر کر دیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا﴾الآیۃ(۱۴۴)

ترجمہ: بے شک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔(کنزالایمان)

تو لازم ہے کہ اس کی اوقات کی رعایت کی جائے۔(خزائن العرفان)

اور حدیث شریف ہے:

عن عبداللہ قال "مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ جَمَعَ بَيْنَ صَلَاتَيْنِ إِلَّا بَجَمْعٍ وَ صَلَّى الصُّبْحَ يَوْمَئِذٍ قَبْلَ وَقْتِهَا" و اللفظ للنسائی، راوہ البخاری فی الحج، باب متی یصلی الفجر بجمع (برقم:۱۶۸۲)، مسلم فی الحج، باب إستحباب زیادۃ التغلیس بصلاۃ الصبح یوم النحر (برقم:۱۲۸۹) و أبو داؤد فی المناسك، باب الصلاۃ بجمع (برقم:۱۹۳۴)، و النسائی فی المواقیت، باب الجمع بین المغرب و العشاء بمزدلفۃ (برقم:۶۵۴)، و أحمد فی "مسندہ" ۱/۳۸۴

یعنی، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دو نمازیں ایک ساتھ جمع کرتے ہوئے نہیں دیکھا مگر مزدلفہ میں، اور اس دن صبح کی نماز اس کے وقت سے پہلے ادا کی۔ یہ الفاظ سنن نسائی کے ہیں، اس حدیث کو امام بخاری نے حج کے بیان میں، امام مسلم نے حج کے بیان میں، ابو داؤد نے مناسک کے ذکر میں، نسائی نے مواقیت کے بیان میں اور امام احمد نے اپنی "مسند" (۱/۳۸۴) میں روایت کیا ہے۔

اور علامہ ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

أما عدم جواز الجمع فی غیر ذلك فلحدیث: "لَيْسَ فِي النَّوْمِ

۱۴۴۔ النساء:۴/۱۰۳

التَّفْرِيْطَ إِنَّمَا التَّفْرِيْطُ فِي الْيَقْظَةِ أَنْ يُؤَخِّرَ الصَّلَاةَ حَتّٰى يَجِيْءَ وَقْتُ الْأُخْرٰى" أخرجه مسلم وغيره، و لحديث: "مَنْ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَقَدْ أَتٰى بَابًا مِنْ أَبْوَابِ الْكَبَائِرِ" أخرجه الحاكم و الترمذي لكن في سنده ضعيف جداً (١٤٥)

یعنی، مگر نماز کو اس کے وقت کے غیر میں جمع کرنے کا عدمِ جواز تو اس حدیث کی بنا پر ہے کہ تفریط نیند میں نہیں ہے وہ تو جاگنے میں ہے کہ نماز کو مؤخر کردے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آجائے، اسے مسلم وغیرہ نے تخریج کیا اور اس حدیث کی بنا پر ہے: ''جس نے دو نمازوں کو بلا عذر جمع کیا تو وہ کبائر کے ابواب کو آیا'' اسے امام حاکم اور ترمذی نے تخریج کا لیکن اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے۔

حنفیہ کے نزدیک جمع بین الصلاتین بہر صورت ناجائز ہے، چنانچہ تاج الشریعہ محمود بن صدر الشریعہ احمد بن جمال الدین عبید اللہ المحبوبی لکھتے ہیں:

و لا يجمع فرضان في وقت بلا حج (١٤٦)

یعنی، دو نمازوں کو ایک وقت میں بغیر حج (یعنی عرفات و مزدلفہ) کے جمع نہ کیا جائے۔

اور علامہ عبد اللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

و لا يُجمع بين صلاتين في وقت واحدٍ في حضرو لا سفر إلا بعرفة و المزدلفة (١٤٧)

یعنی، دو نمازوں کو ایک وقت میں نہ حضر میں اور نہ ہی سفر میں جمع کیا جائے گا سوائے عرفات اور مزدلفہ کے۔

١٤٥ـ عمدة الرعاية في حل شرح الوقاية، الملحد (١)، كتاب الصلاة، ص ١٥٠

١٤٦ـ وقاية الرواية كتاب الصلاة

١٤٧ـ المختار للفتوى، كتاب الصلاة، فصل: أحكام سجود التلاوة و الأوقات المكروهة فيها الصلاة

اور امام مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب ابن الساعاتی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

لا نجمع لسفر أو مطر (١٤٨)

یعنی، ہم نمازوں میں جمع نہیں کریں گے سفر اور بارش کی وجہ سے۔

اس کے تحت شارح ابن ملک لکھتے ہیں:

يعني الجمع بين الظهر و العصر، بين صلاتي المغرب و العشاء لعذر سفر أو مطر غير جائز عندنا خلافاً للشافعي

یعنی، ہمارے نزدیک ظہر اور عصر میں اور مغرب و عشاء میں عذر سفر یا عذر بارش کی وجہ سے جمع کرنا ناجائز ہے برخلاف امام شافعی کے۔

اور علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

عن الجمع بين الصلاتين في وقت واحد بعذر (١٤٩)

یعنی، منع کیا گیا ہے دو نمازوں کو کسی عذر کے سبب ایک وقت میں جمع کرنے سے۔

اور علامہ حسن بن منصور اوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

و لا يجوز الجمع بين الصلاتين في وقت واحد بعذر عندنا إلا صلاة الظهر و العصر بعرفة، و المغرب و العشاء بمزدلفة الخ (١٥٠)

یعنی، ہمارے نزدیک دو نماز کو ایک وقت میں کسی بھی عذر کی بنا پر جمع کرنا جائز نہیں سوائے نماز ظہر اور عصر کے عرفات میں اور نماز مغرب اور عشاء مزدلفہ میں۔

اور قاضی محمد بن فراموز الشہیر بملا خسرو حنفی متوفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں:

و لا يجمع فرضان في وقت العذر بل بحج (١٥١)

١٤٨ـ مجمع البحرين و ملتقى النيّرين، كتاب الصلاة، ص ١٠٧

١٤٩ـ كنز الدقائق، كتاب الصلاة، بيان أوقات الصلاة

١٥٠ـ فتاوى قاضيخان، على هامش الفتاوى الهندية المجلد (١)، كتاب الصلاة، باب الأذان، ص ٧٥

١٥١ـ غرر الأحكام كتاب الصلاة

Ishaate Islam

یعنی، دوفرضوں کوکسی عذر کے باعث ایک وقت میں جمع نہ کیا جائے گا
بلکہ حج (عرفات ومزدلفہ) میں (جمع کیا جائے گا)
کیونکہ جمع کرنے سے وقت میں تغیر ہوگا، چنانچہ علامہ موصلی حنفی لکھتے ہیں:

و فی الجمع تغییر الوقت (١٥٢)

یعنی، اورجمع کرنے میں وقت کی تغییر ہے۔
اگر ایک فرض کومقدم کیا تو وہ فاسد ہوگا اور اگر مؤخر کیا تو ایسا کرنا حرام ہے، اگر چہ بطور قضاء، وہ صحیح ہوجائے گا، چنانچہ علامہ شمس الدین تمرتاشی لکھتے ہیں:

و لا جمع بین فرضین فی وقت بعذر فإن جمع فسد لو قدم و حرم لو عکس و إن صح إلا لحاج بعرفة و مزدلفة (١٥٣)

یعنی، دوفرضوں میں کسی عذر کے سبب ایک وقت میں جمع نہیں، پس اگر جمع کیا تو فاسد ہے اگر مقدم کیا اور حرام ہے اگر اس کا عکس کیا، اگر چہ صحیح ہوجائے گی سوائے حاجیوں کے عرفات اور مزدلفہ میں۔
اور مخدوم عبدالواحد سیوستانی حنفی متوفی ۱۲۲۴ھ لکھتے ہیں:

فإن جمع فسد لو قدم الفرض علی الوقت و حرم لو عکس أی آخره عنه وإن صح بطریق القضاء إلا الحاجّ بعرفة و مزدلفة کما سیجیٔ (١٥٤)

یعنی، پس اگر (دوفرض کوایک وقت میں) جمع کیا تو (اور ایک فرض نماز کواپنے وقت پر) مقدم کیا تو وہ نماز فاسد ہوجائے گی (جسے مقدم کیا) اور اگر اس کا عکس کیا یعنی ایک فرض کواپنے وقت سے مؤخر کیا تو ایسا کرنا حرام ہے اگر چہ اس کا وہ فرض (جسے مؤخر کیا) بطریق قضاء درست ہو

١٥٢۔ کتاب الإختیار لتعلیل المختار: ١/٥٧
١٥٣۔ تنویر الأبصار، قبل باب الأذان
١٥٤۔ فتاویٰ واحدی، المجلد (١)، کتاب الصلاة، فائدة، ص ٨٠

جائے سوائے حاجیوں کے عرفات اور مزدلفہ میں (جمع کرنے کے)
جیسا کہ عنقریب آئے گا۔
اور امام شافعی کے ہاں جمع بین الصلاتین جائز ہے اور ان کے نزدیک جواز کی دلیل ایک حدیث شریف ہے اور فقہاء کرام نے فرمایا جسے امام شافعی نے بطور دلیل پیش کیا وہ جمع فعلی پر محمول ہے نہ کہ جمع وقتی پر، چنانچہ مخدوم عبدالواحد سیوستانی حنفی متوفی ۱۲۲۴ھ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا کہ:

لا جمع بین فرضین فی وقت بعذر سفر و مطر خلافا للشافعی، و ماروٰاه محمول علی الجمع فعلاً لا وقتاً (١٥٥)

یعنی، دوفرضوں کوسفر اور بارش کے عذر سے ایک وقت میں جمع کرنا (جائز) نہیں، برخلاف امام شافعی کے، اور جسے انہوں نے روایت کیا ہے وہ فعلاً جمع پر محمول ہے نہ کہ وقتاً جمع پر۔ (یعنی ایک وقت میں جمع کرنے پر)
اس لئے ہمارے فقہاء کرام نے فعلاً جمع کے جواز کی تصریح کی ہے، چنانچہ علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی لکھتے ہیں:

و یجوز الجمع فعلاً و لا وقتاً، وهو تفسیر ما روی: "أنّهُ ﷺ جَمَعَ بَیْنَ الصَّلَاتَیْنِ" (١٥٦)

یعنی، فعلاً جمع جائز ہے نہ کہ وقتاً۔
اور جمع فعلی کسے کہتے ہیں، اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے علامہ موصلی حنفی لکھتے ہیں:

وتفسیره: أنه یؤخّر الظهر إلی آخر وقتها، و یقدّم العصر فی أول وقتها (١٥٧)

یعنی، فعلاً جمع کی تفسیر یہ ہے کہ وہ ظہر کو اس کے آخر وقت تک مؤخر کرے

١٥٥۔ فتاویٰ واحدی: ١/ ٨٠
١٥٦۔ کتاب الإختیار: ١/٥٧
١٥٧۔ کتاب الإختیار لتعلیل المختار، المجلد (١)، کتاب الصلاة، ص٥٧

Ishaat

اورعصر کواس کےاول وقت میں مقدم کرے۔

ہاں ہمارے فقہاء کرام نے بوقت ضرورت امام شافعی کے مذہب کی تقلید کی اجازت دی ہے چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و لا بأس بالتقليد عند الضرورة لكن بشرط أن يلتزم جميع ما يوجبه ذلك الإمام (١٥٨)

یعنی، بوقت ضرورت تقلید کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن شرط یہ ہے ان تمام شرائط کا التزام کرے جسے امام (یعنی امام شافعی) نے واجب کیا ہے۔

اورمخدوم عبدالواحد سیوستانی متوفی ۱۲۲۴ھ نقل کرتے ہیں:

و لا بأس بالتقليد عند الضرورة لكن يشترط أن يلتزم جميع ما يوجبه ذلك الإمام (١٥٩)

یعنی، اور بوقتِ ضرورت (مذہب غیر کی) تقلید کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ اس تمام کا التزام کرے جسے اس امام نے واجب کیا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کونسی شرائط ہیں جسے امام شافعی نے واجب کیا ہے، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین متوفی ۱۲۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

فقد شرط الشافعي لجمع التقديم ثلاثة شروط: تقديم الأولىٰ، نية الجمع قبل الفراغ منها، و عدم الفصل بينهما بما يعد فاصلاً عرفاً، و لم يشترط في جمع التأخير سوى نية الجمع قبل خروج الأولى، "نهر" و يشترط أيضاً أن يقرأ الفاتحة في الصلاة و لو مقتدياً، و أن يعيد الوضوء من حسّ قرجه أو

١٥٨۔ الدر المختار: ١/٣٨٢۔٣٨٣

١٥٩۔ فتاوىٰ واحدی:!/٨٠

أجنبيّةً و غير ذلك من الشروط و الأركان المتعلقة بذلك الفعل (١٦٠)

یعنی، جمع تقدیم کے لئے امام شافعی کی تین شرائط ہیں: پہلی کومقدم کرے، اس میں جمع کی نیت کرنا اس سے (یعنی پہلی سے) فارغ ہونے سے قبل، اوران دونوں کے درمیان ایسے فعل سے فصل نہ کرنا جس فعل کو عُرف میں فاصل شمار کیا جاتا ہے، اورجمع تأخیر میں کوئی شرط نہیں سوائے پہلی نماز سے فارغ ہونے سے قبل دوسری کی نیت کرنے کے، نہر۔اوریہ بھی شرط کیا گیا نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھے اگرچہ مقتدی ہو، اوریہ کہ جو شخص شرمگاہ کوچُھولے یا کسی اجنبیہ عورت کوچُھولے وہ وضو دوبارہ کرے اوراس کےعلاوہ اورشروط اورارکان جواس فعل سے متعلق ہیں۔

اورمخدوم عبدالواحد سیوستانی متوفی ۱۲۲۴ھ لکھتے ہیں:

قالوا شروط التقديم ثلاثة البداية بالأولى و نية الجمع بينهما و محل هذه النية عند التحريم أعني في الأولى و يجوز في إثنائها على الأظهر و لو نوىٰ مع السلام منها جاز على الأصح و الموالاة بأن لا يطول بينهما فصل فإن طال وجب تأخير الثانية إلى وقتها الخ "بحر"۔ و يجوز بشرط العذر و الترتيب و منه الجمع و المواصلة بينهما و أن لا يتنفل بينهما بنفل و لا غيره إلا أن يقيم لها فإنه جائز الخ فتاوى وزيري۔ فالحاصل أن الجمع بعذر المطر عند الضرورة و أن كان لا بأس فيه بتقليد الإمام الشافعي لكنّه مشروط بإلتزام شرائط الجمع (١٦١)

یعنی، انہوں نے کہا کہ تقدیم کی شرطیں تین ہیں (۱) پہلی نماز سے شروع

١٦٠۔ رد المحتار: ١/٣٨٢۔٣٨٣

١٦١۔ فتاوىٰ واحدی، المجلد (١)، كتاب الصلاة، فائدة، ص ٨٠

کرنا، (۲) اوران دونوں میں جمع کی نیت کرنا اوراس کی نیت کا محل تحریمہ کے وقت ہے، میری مراد ہے کہ پہلی نماز میں تحریمہ کے وقت جمع کی نیت کرنا۔اور دورانِ نماز جمع کی نیت کرنا اظہر قول کے مطابق جائز ہے اوراگر (پہلے فرض کے) سلام کے وقت (جمع کی) نیت کی تو اصح قول کے مطابق جائز ہے۔(۳) اورموالات (یعنی پے در پے کرنا) اس طرح کہ ان دونوں کے مابین طویل فصل نہ کرے اوراگر فصل کو طویل کیاتو دوسرے فرض کی تاخیراس کے وقت تک کرنا ہوگی (یعنی پھر اُسے اپنے وقت میں ہی پڑھنا ہوگا) الخ، "بحر"۔اوربشرط عذر جائز ہے،اورترتیب ہے(یعنی ترتیب سے پڑھے کہ پہلی کو پہلے دوسری کو بعد میں ادا کرے) اوراسی سے ان دونوں کے مابین جمع اورمواصلت ہے اوروہ یہ کہ ان دونوں کے مابین نفل وغیرہ نہ پڑھے مگر یہ کہ اس کے لئے اقامت ہوجائے تو جائز ہے الخ "فتاوی وزبری"۔تو حاصل کلام یہ ہے کہ جمع بعذر ربارش عندالضرورت ہے،اوراگرعذر ہوتو اس میں امام شافعی کی تقلید کرنے میں حرج نہیں لیکن وہ (جواز) جمع کی شرائط کا التزام کرنے کے ساتھ مشروط ہے۔

لیکن ہمارے فقہاء کرام کے مُتون کا اطلاق جمع بین الصلاتین کے عدم جواز پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں مُتون کی عبارات سے واضح ہے اورمُتون کا اطلاق ہی راجح ہوتا ہے، چنانچہ مخدوم سیوستانی حنفی متوفی ۱۲۲۴ھ لکھتے ہیں:

ثم لا یخفی أن إطلاق متن الکنز و التنویر و غیرهما یأبی عن جواز الجمع مطلقاً سواء کان بتقلید و غیره و صرّحوا بترجیح إطلاق المتون فعلی هذا لا یجوز الجمع فی المطر أصلاً و لو عند الضرورة و التقلید و رعایته الشروط۔ والله أعلم(۱۶۲)

۱۶۲۔ فتاوی واحدی: ۱/۸۰

یعنی، پھر یہ مخفی نہیں کہ "کنزالدقائق" اور "تنویر الأبصار" کے متن کا اطلاق جمع بین الصلاتین کے جواز کا مطلقاً انکار کرتا ہے چاہے (کسی امام کی) تقلید کرتے ہوئے ہو یا تقلید کرتے ہوئے نہ ہو۔اور فقہاء کرام نے اطلاقِ مُتون کی ترجیح کی صراحت کی ہے تو اس بناء پر بارش میں اصلاً جمع بین الصلاتین جائز نہیں اگرچہ بوقت ضرورت ہو اور (امام شافعی کی) تقلید میں ہو اور شروطِ جمع کی رعایت کرتے ہوئے ہو۔

یہ تو تھا عندالضرورت کا حکم، اب ہوائی جہاز میں جب علماء کرام نے فرض نماز کے جواز کا فتویٰ دیا ہے تو اس سفر کے لئے جمع تقدیم ہو یا تاخیر ہو، جمع کی اصلاً کوئی ضرورت ہی نہ رہی۔لہٰذا جن حنفی علماء کے نزدیک بوقت ضرورت امام شافعی کی تقلید کرتے ہوئے جمع بین الصلاتین جائز ہے ان کے نزدیک بھی یہاں جمع بین الصلاتین جائز نہیں کیونکہ ضرورت نہیں ہے اور خود شافعی المذہب کے حق میں بھی ہوائی سفر کے لئے جمع بین الصلاتین جائز نہیں کیونکہ ان کے ہاں جواز دیگر شرائط کی طرح شرطِ ضرورت کے ساتھ مقید ہے اور یہاں ضرورت ہی نہیں۔لہٰذا ان علماء کا فعل جواز کی دلیل نہیں ہے۔

اوراگر ضرورت ہو اور حنفی جمع بین الصلاتین کرے تو اُسے امام شافعی کے نزدیک جمع بین الصلاتین کی جو شرطیں ہیں ان کی رعایت کرنا لازم ہوگا۔اور علماء کرام اگر علی الاعلان اپنے مذہب کے خلاف پر عمل کریں تو ان پر لازم ہے کہ ان کے ساتھ نماز پڑھنے والے حنفی عوام المسلمین کو اس بارے میں بتائیں کہ ہمارے مذہب میں ایسا کرنا جائز نہیں، صرف امام شافعی کے مذہب میں اس کی اجازت ہے اور ضرورت شرعی کے پائے جانے کے وقت دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنے کی ہمارے فقہاء نے اجازت دی ہے اور ضرورت ایسی ہو جسے شرع مطہرہ میں ضرورت قرار دیا جاسکے جیسے یہاں ضرورت یہ ہے کہ اگر ہم جمع بین الصلاتین نہیں کرتے تو نماز فوت ہوجائے گی۔تاکہ عوام اسے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب نہ سمجھ لیں اوران کے اندر ہمارے امام کی تقلید غیر ضروری ہونے کی سوچ پیدا نہ ہوجائے اور وہ

محض اپنی آسانی اور سہولت کے لئے دیگر ائمہ کرام کے مذہب پر عمل کرنے لگ جائیں۔ یا وہ تقلید کو غیر ضروری سمجھنے نہ لگ جائیں۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۵ ذی القعدۃ ۱٤۲۷ھ، ۷ دیسمبر ۲۰۰٦ م (273-F)

شہر کے کسی ہوٹل میں جمعہ قائم کرنے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آج جمعہ کا دن ہے اور ہم لوگ مکہ میں مقیم ہیں کہ منیٰ روانگی سے نصف ماہ قبل سے مکہ میں موجود ہیں اور ہم نے مکہ مکرمہ آتے ہی اقامت کی نیت بھی کر لی تھی اب ہم جمعہ یہاں کے امام کی اقتداء میں ادا نہیں کر سکتے تو کسی ہوٹل وغیرہ میں اپنا جمعہ قائم کر سکتے ہیں، جب کہ قانوناً ممنوع ہونے کی وجہ سے پوشیدہ رکھنا پڑے گا کہ اگر ان کو خبر ہو گی تو جیل ہو گی؟

ایک گروہ کسی اسلامی شہر گیا اور اس گروہ نے اقامت کی نیت بھی کر لی، اب جمعہ کا دن آیا بسیار تلاش کے باوجود انہیں صحیح العقیدہ سُنّی امام میسر نہیں آتا کہ جس کی اقتداء میں نمازِ جمعہ ادا کریں تو کیا ایسی صورت میں وہ کسی ہوٹل وغیرہ میں جمعہ کی نماز قائم کر سکتے ہیں جب کہ وہاں کی حکومت کی طرف سے ایسا کرنا ممنوع ہو کہ اگر حکومت کو خبر ہو گئی تو پکڑے جانے کا قوی امکان ہے۔ اس لئے اگر وہ جمعہ قائم کریں گے تو ان کو پوشیدہ رکھنا ہو گا جیسے دروازے بند کر کے یا کسی کو باہر کھڑا کر کے جو کسی انجان آدمی کو اندر نہ آنے دے وغیرہ اور اگر انہوں نے اس طرح جمعہ نماز ادا کی تو ان کی یہ نماز ہو گی یا انہیں ظہر نماز پڑھنی ہو گی۔ اسی طرح ایسی صورت میں عیدین کی نماز کا کیا حکم ہے؟

(السائل محمد فاروق بن عبد الرحیم، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ہوٹل میں جمعہ قائم نہیں کیا جا سکتا ہے اور اگر قائم کر لیا تو جمعہ ادا نہ ہو گا کیونکہ جمعہ پڑھنے کے لئے کچھ شرطیں

ہیں، ان میں سے ایک شرط بھی نہ ہو گی تو جمعہ ادا نہیں ہو گا، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی حنفی متوفی ۱۳٦۷ھ لکھتے ہیں:

جمعہ پڑھنے کے لئے چھ شرطیں ہیں کہ ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو ہو گا ہی نہیں۔ (۱٦۳)

ان میں چھٹی اور آخری شرط اِذنِ عام کا پایا جانا ہے اور یہاں اس صورت میں جمعہ ادا کرنے میں یہ شرط نہیں پائی جاتی لہٰذا جمعہ نہیں ہو گا، چنانچہ علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

شرط أدائها المصر و الخطبة و الجماعة و الإذن العام ملخصاً (۱٦٤)

یعنی، ادائیگی جمعہ کی شرط مصر، خطبہ، جماعت اور اذن عام ہے۔

اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰٦۹ھ لکھتے ہیں:

و یشترط لصحتها ستة أشیاء المصر أقناؤه ..... و الإذن العام (۱٦٥)

یعنی، اور جمعہ کی صحت کے لئے چھ چیزیں شرط کی جاتی ہیں، مصر یا فنا مصر ..... اور اِذنِ عام۔

اور اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

کذا فی "الکنز" لأنها من شعائر الإسلام، و خصائص الدین، فلزم إقامتها علی سبیل الإشتهار، و العموم (۱٦٦)

یعنی، اسی طرح "کنز الدقائق" میں ہے کیونکہ شعائرِ اسلام اور خصائصِ دین سے ہے تو اسے علی سبیل الاشتہار اور عموم قائم کرنا لازم ہے۔

اور علامہ سراج الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

۱٦۳۔ بہار شریعت، ۱/۳۰۳

۱٦٤۔ کنز الدقائق، کتاب الصلاۃ، باب الجمعة

۱٦٥۔ نور الإیضاح

۱٦٦۔ مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، کتاب الصلاۃ، باب الجمعة ص ۲۹٦۔ ۲۹۸

حتی لو غلق بابه و صلی بأتباعه لا تجوز، ولو أذن للناس بالدخول فيه جاز (١٦٧)

یعنی، حتی کہ اگر اپنا دروازہ بند کرلیا اور اپنے اتباع کے ساتھ نماز جمعہ پڑھی تو جائز نہ ہوئی اور اگر لوگوں کو داخل ہونے اجازت دے دی تو جائز ہے۔

اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی لکھتے ہے:

حتی لو غلّق الإمام بان قصوه أو المحل الذی یصلّی فيه بأصحابه لم یجز و إن أذن للناس بالدخول فيه صحت الخ (١٦٨)

یعنی، امام نے اگر اپنے محل یا جس جگہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اس کا دروازہ بند کرلیا تو جائز نہ ہو اور اگر لوگوں کو آنے کی اجازت دے دی تو نماز صحیح ہوگئی۔

اسی طرح علامہ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۹۶۵ھ نے "صغیری شرح منیة المصلّی" (١٦٩) میں لکھا ہے۔

چنانچہ صدرالشریعہ محمد امجد علی حنفی "فتاویٰ هنديه" (١٧٠) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

(٦) اِذنِ عام یعنی مسجد کا دروازہ کھول دیا جائے کہ جس مسلمان کا جی چاہے آئے کسی کو روک ٹوک نہ ہو۔ اگر جامع مسجد میں جب لوگ جمع ہو گئے دروازہ بند کر کے جمعہ پڑھا نہ ہوا۔ (١٧١)

اسی وجہ سے شہر میں فوجی اڈوں اور دیگر ایسے اداروں میں جہاں مذکور شرط مفقود ہوتی ہے جمعہ قائم کرنا جائز نہیں ہوتا اور اگر قائم کیا تو جمعہ نہ ہوگا کیونکہ وہاں عوام کو داخلے کی اجازت

١٦٧ ـ النهر الفائق، المجلد (١)، كتاب الصلاة، باب الجمعة ص ٣٦٠

١٦٨ ـ مراقی الفلاح، ص٢٩٨

١٦٩ ـ منية المصلّی و غنية المبتدی، فصل فی صلاة الجمعة، ص ٣٣١

١٧٠ ـ الفتاوىٰ الهندية المجلد (١)، كتاب الصلاة، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص١٤٨

١٧١ ـ بہارشریعت، جلد(۱)، حصہ چہارم، جمعہ کا بیان، ص ۳۰۶

نہیں ہوتی اور ان مقامات پر عیدین کا بھی وہی حکم ہے جو نماز جمعہ کا ہے۔

لہٰذا ہر شہر کہ جہاں صحیح العقیدہ امام نہ ملنے کی وجہ سے جمعہ نہ ملے اور وہاں خود بھی مشروع طریقے پر جمعہ قائم نہ کیا جا سکے تو وہاں نماز ظہر پڑھنی ہوگی۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ٢٤ ذی القعدة ١٤٢٧ھ، ١٥ دیسمبر ٢٠٠٦ م (293-F)

قضاء نمازوں کی ادائیگی میں ترتیب کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس پر مہینوں یا سالوں کی نمازیں باقی ہوں اور وہ ان کی قضاء کرے تو قضاء میں نمازوں کو ترتیب وار پڑھنا ضروری ہے یا بلا ترتیب بھی پڑھ سکتا ہے کہ پہلے ساری فجر کی نمازیں پڑھے پھر ظہر کی ایک ساتھ پڑھے؟

(السائل: سید اللہ رکھا، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: فقہاء کرام نے فرمایا کہ قضاء نمازوں کی ترتیب اسی طرح واجب ہے جس طرح وقتی اور قضاء میں ترتیب واجب ہے، چنانچہ امام مظفرالدین احمد بن علی بن ثعلب ابن الساعاتی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

و ترتّب الفوائت (مجمع البحرين)

یعنی، فوت شدہ نمازوں کو ہم ترتیب وار کرتے ہیں۔

اور اس کے تحت ابن ملک لکھتے ہیں:

يعنی نوجب الترتيب بين الفوائت و بينها و بين الوقتية (١٧٢)

یعنی، ہم فوت شدہ نمازوں میں ترتیب کو واجب قرار دیتے ہیں اور فوت شدہ اور وقتی نمازوں میں (بھی ترتیب واجب قرار دیتے ہیں)

اور علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

١٧٢ ـ حاشية مجمع البحرين، كتاب الصلاة، فصل فی قضاء الفوائت، ص١٤١

Islamic Research Institute

و الترتيب بين الفائتة، و الوقتية و بين الفوائت مستحق (۱۷۳)

یعنی، فوت شدہ نمازوں اور وقتی نمازوں میں ترتیب واجب ہے۔

اس کی دلیل میں فقہاء کرام غزوۂ خندق میں نبی ﷺ کا فعل بیان کرتے ہیں، چنانچہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

و رتّب النبی ﷺ قضاء الفوائت يوم الخندق (۱۷٤)

یعنی، نبی ﷺ نے یوم خندق فوت شدہ نمازوں کو ترتیب وار قضاء فرمایا۔

اس کے تحت علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

هذا دليل على الترتيب بين الفوائت

یعنی، یہ فوت شدہ نمازوں میں ترتیب کی دلیل ہے۔

اور لکھتے ہیں:

و الحاصل أنه لم يثبت عنه ﷺ تقديم صلاة على ما قبلها أداءً و قضاءً

یعنی، حاصل کلام یہ ہے کہ نمازوں کو ادا کرنے یا قضاء کرنے میں نبی ﷺ سے کسی نماز کو اس سے قبل والی نماز سے مقدم کرنا ثابت نہیں ہے۔

لو كان الترتيب مستحباً كما قال بعض الأئمة لتركه ﷺ مرّة بياناً للجواز و لم ينقل و لا نقل أيضاً عن أحد من الصحابة قولاً ، ولا فعلاً، و روى أنه ﷺ شغله المشركون عن أربع صلوات يوم حفر الخندق حتى ذهب من الليل ما شاء الله تعالى فأمر بلالاً فأذن ثم أقام فصلّى الظهر، ثم أقام فصلى العصر، ثم أقام فصلى المغرب، ثم أقام فصلى العشاء (۱۷۵)

۱۷۳۔ كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت

۱۷٤۔ مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت

۱۷۵۔ حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ص ٤٤١

یعنی، اگر ترتیب مستحب ہوتی جیسا کہ بعض ائمہ نے فرمایا تو آپ ﷺ بیان جواز کے لئے ایک بار ترک فرماتے اور (ایسا) منقول نہیں ہے اور صحابہ کرام سے بھی نہ قولاً منقول ہے اور نہ فعلاً، اور مروی ہے کہ آپ ﷺ کو خندق کھودنے کے دن مشرکین نے چار نمازوں سے مشغول کر دیا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے جتنا چاہا رات کا حصہ گزر گیا تو آپ نے حضرت بلال کو حکم فرمایا تو انہوں نے اذان دی پھر اقامت کہی اور ظہر کی نماز پڑھی، پھر اقامت کہی اور عصر کی نماز پڑھی، پھر اقامت کہی اور مغرب کی نماز پڑھی، پھر اقامت کہی اور عشاء کی نماز پڑھی۔

اور فوت شدہ نماز میں ترتیب کا واجب ہونا ان فوت شدہ نمازوں میں ہے جو قلیل ہوں چنانچہ "كنز الدقائق" کی عبارت "و الترتيب بين الخ" کے تحت علامہ سراج الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

الترتيب بين الصلاة الفائتة الوقتية و الترتيب أيضاً بين الفائتة القليلة على ما سيأتي مستحق أي واجب كذا في "المعراج" و غيره (۱۷٦)

یعنی، ترتیب فوت شدہ اور وقتیہ نمازوں میں اور ترتیب فوت شدہ قلیل نمازوں میں واجب ہے اسی طرح "معراج" وغیرہ میں ہے۔

اور قلیل سے مراد یہ ہے کہ فوت شدہ نمازیں چھ نہ ہوئی ہوں اور جب چھ ہو جائیں تو ان میں ترتیب ساقط ہو جائے گی، چنانچہ علامہ سراج الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

و يسقط أيضاً الترتيب بين الفائتة و الوقتية و بين الفوائت بصيرورة الفوائت ستّاً و ذلك بخروج وقت السادسة على الأصح لدخولها حينئذٍ في حدّ التكرار الموجب السقوط دفعاً للحرج (۱۷۷)

۱۷٦۔ النهر الفائق: ۱/۳۱٦

۱۷۷۔ النهر الفائق، المجلد (۱)، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ص ۲۱۷

Ishaat

یعنی، ترتیب فوت شدہ اور وقتیہ نمازوں میں اور فوت شدہ نمازوں میں ساقط ہو جاتی ہے، فوت شدہ نمازوں کے چھ ہو جانے سے اور اصح قول کے مطابق یہ (ترتیب کا سقوط) چھٹی کا وقت نکل جانے سے ہے کیونکہ اس وقت وہ تکرار کے حد میں داخل ہو گئیں، دفعِ حرج کے لئے سقوط واجب ہے۔

لہٰذا وہ شخص کہ جس کے ذمے کثیر نمازیں باقی ہوں تو وہ ان کی قضاء کرتے ہوئے بلا ترتیب بھی پڑھ سکتا ہے جیسے پہلے ساری فجر کی نمازیں پڑھ لے، پھر ظہر، پھر عصر، پھر مغرب، پھر عشاء اور وتر، البتہ ترتیب وار پڑھنا افضل ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۹ ذی القعدۃ ۱٤۲۷ھ، ۲۰ دیسمبر ۲۰۰٦ م (303-F)

مطاف میں نمازی کے آگے سے گزرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مطاف میں نمازی نماز پڑھ رہے ہوں اُن کے آگے سے طواف کی تو اجازت ہے مگر ویسے گزرنے کا حکم کیا ہے؟

(السائل: محمد عرفان وقاری، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: فقہاء کرام نے مطاف میں نماز پڑھنے والے کے آگے سے گزرنے کے جواز کی تصریح فرمائی ہے، چنانچہ سید محمد ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

وقال ثم رأیت فی "البحر العمیق" حکی عز الدین بن جماعة عن "مشکلات الآثار للطحاوی": أن المرور بین یدی المصلی بحضرة الکعبة یجوز، قلت: و هذا فرع غریب

فلیحفظ (۱۷۸)

یعنی، میں نے "بحر العمیق" میں دیکھا، "مشکلات الآثار للطحاوی" سے عزالدین بن جماعہ سے روایت ہے: کعبہ میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے، میں کہتا ہوں: یہ فرع غریب ہے چاہئے کہ اسے یاد کرے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی کے فرزند علامہ سید علاؤ الدین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

و لا یمنع المارّ، من الطائفین بین یدی المصلّی، و کذا لا یمنع مطلق مارٍّ بین یدی المصلی بحضرة الکعبة، و یجوز المرور بین یدی المصلی بحضرة الکعبة (۱۷۹)

یعنی، طواف کرنے والوں میں سے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نہ روکا جائے جائے اور اسی طرح کعبہ کے سامنے نماز پڑھنے کے آگے سے مطلق گزرنے والے کو نہ روکا جائے اور کعبہ کے سامنے نماز پڑھنے والے کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔

اور خلیفۂ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ محمد سلیمان اشرف لکھتے ہیں:

یہ مسئلہ کہ نمازیوں کے آگے سے گزرنا گناہ نہیں بلکہ جائز ہے صرف حرم بیت اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ (۱۸۰)

اور دوسرے مقام پر "رد المحتار" کی یہ عبارت نقل فرمائی ہے:

إن المرور بین یدی المصلّی بحضرة الکعبة یجوز (۱۸۱)

۱۷۸۔ رد المحتار، المجلد (۲)، کتاب الح، فصل فی الإحرام مطلب: عدم منع المارّ بین یدی المصلّی عند الکعبة ص ۵۰۲

۱۷۹۔ الهدیة العلائیة أحکام الحج، ص ۲۰۱

۱۸۰۔ الحج، مصنفہ محمد سلیمان اشرف، ص ۹۲

۱۸۱۔ الحج، مصنّفہ محمد سلیمان اشرف، ص ۹۵

یعنی، کعبہ میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۲۲ شوال المکرم ۱٤۲۷ھ، ۱٤ نوفمبر ۲۰۰٦ م (243-F)

نمازی کے آگے سے گزرنا اور حرم مکہ

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت ہے جب کہ مطاف میں لوگوں کو اس وقت بڑی پریشانی سے دوچار ہونا پڑتا ہے، جب وہ اپنے معمولات سے فارغ ہوکر مطاف سے باہر جانا چاہتے ہیں اور بعض لوگ تو بلا تأمل نمازیوں کے آگے سے گزر جاتے ہیں، کیا کسی مذہب میں اس کی اجازت ہے اور ہمارے مذہب حنفی میں اس مسئلہ کا حل کیا ہے اور اگر جائز ہے تو کسی فقیہ کا جواز میں صریح قول منقول ہے، ممانعت میں وارد احادیث کا کیا جواب دیا جائے گا؟ نیز معلی میں نمازی کے آگے سے گزرنے کا حکم کیا ہے؟ اگر چہ آپ کا اس موضوع پر ایک فتوی نظر سے گزرا ہے مگر بعض علماء طواف کرنے والوں کے سوا دوسروں کو نمازی کے آگے سے گزرنے کی اجازت نہیں دیتے، اس لئے آپ سے گزارش ہے کہ اس مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(السائل: محمد عرفان ضیائی، نور مسجد، مٹھادر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: مطاف میں لوگ اوقاتِ جماعت کے علاوہ مختلف اوقات میں فرداً فرداً نماز پڑھتے ہیں اور کبھی کبھار چند افراد مل کر باجماعت نماز بھی ادا کرتے ہیں اور اس حال میں نماز ختم کرنے کے بعد انہیں مطاف سے باہر آنے میں دُشواری ہوتی ہے اور اسی طرح ذکر واذکار میں مشغول افراد اپنے اذکار ومعمولات سے فارغ ہوکر اور طواف پورا کرنے والے نمازِ طواف پڑھنے کے بعد مطاف سے باہر نکلنے میں پریشان ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہم نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت اور رُخصت میں وارد احادیثِ

نبویہ علیہ التحیۃ والثناء اور اس باب میں واقع کلام فقہاء کی روشنی میں انام کے ابتلائے عام کا حل تلاش کرتے ہیں، سب سے پہلے ممانعت میں وارد چند احادیث ذکر کرتے ہیں، چنانچہ امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا أبو معمر، حدثنا عبدالوارث، حدثنا یونس، عن حُمید بن هلال عن أبی صالح: عن أبی هریرة، قال: قال النّبیّ ﷺ: "إذَا مَرَّ بَیْنَ یَدَیْ أَحَدِکُمْ شَیْئٌ، وَ هُوَ یُصَلِّیْ، فَلْیَمْنَعْهُ، فَإِنْ أَبٰی فَلْیَمْنَعْهُ، فَإِنْ أَبٰی فَلْیُقَاتِلْهُ، فَإِنَّمَا هُوَ الشَّیْطَانُ" و طرفه فی: ۵۰۹ (۱۸۲)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے ابو معمر نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عبدالوارث نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے یونس نے، وہ روایت کرتے ہیں حُمید بن بلال نے، وہ ابو صالح سے، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی ایک کے سامنے کوئی شئے گزرے اور وہ نماز پڑھ رہا ہو تو اُسے چاہئے کہ اُسے روک دے، پس وہ اگر انکار کرے تو اُسے چاہیے کہ اُسے روک دے، پس وہ اگر انکار کرے تو چاہئے کہ اُسے روک دے، پھر وہ اگر انکار کرے تو چاہئے کہ اس سے لڑے، پس وہ صرف شیطان ہے"۔

اور علامہ ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد ابن شاہین بغدادی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

حدّثنا عبدالله بن سلیمان بن أشعث، قال: حدّثنا هارون بن سلیمان الخزاز، قال: حدّثنا أبو بکر الحنفی، قال: حدّثنا الضحاك بن عثمان، قال: حدّثنا صدقة بن یسار، عن ابن عمر،

۱۸۲۔ صحیح البخاری، کتاب (۵۹) بدء الخلق، باب صفة أبلیس وجنوده، ص ۳٤۹، الحدیث: ۳۲۷٤

قال: قال رسول الله ﷺ: "إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ فَلْيُصَلِّ إِلٰى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ، وَ لَا يَدَعْ أَحَدًا يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ فَإِنْ أَبٰى فَلْيُقَاتِلْهُ" (۱۸۳)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن سلیمان بن اشعث، انہوں نے فرمایا کہ حدیث بیان کی ہم سے ہارون بن سلیمان الخزاز نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ابوبکر حنفی نے، وہ فرماتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہم سے ضحاک بن عثمان نے، وہ فرماتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہم سے صدقہ بن یسار نے، وہ روایت کرتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اُسے چاہئے کہ وہ ایسی چیز کی طرف نماز پڑھے جو اس کے لئے سُترہ ہو اور وہ کسی کو نہ چھوڑے کہ وہ اس کے آگے سے گزرے، پس اگر وہ انکار کرے تو اس سے لڑے''۔

اسی طرح نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت پر احادیث متعدد مُحدِّثین کی روایت سے بکثرت کُتبِ احادیث میں مذکور ہیں۔

اور رُخصت میں وارد حدیث حضرت مطلب بن ابی وَدَاعہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جیسے مُحدِّثین کرام نے اپنی اپنی اسناد سے صحاح، سُنن، جوامع اور مسانید وغیرہا میں روایت کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حدّثنا أحمد بن حنبل، حدّثنا سفيان بن عيينة، حدثني كثير بن كثير بن المطلب بن أبي وَدَاعَة، عن بعض أهله، عن جده، أنه رأى النبي ﷺ: "يُصَلِّي مِمَّا يَلِي بَابَ بَنِي سَهْمٍ، وَ النَّاسُ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَ لَيْسَ بَيْنَهُمَا سُتْرَةٌ"، قال سفيان: "لَيْسَ بَيْنَهُ

۱۸۳۔ كتاب ناسخ الحديث و منسوخه كتاب الصلاة، باب في سترة المصلّي، ص ۳۱۲

وَ بَيْنَ الْكَعْبَةِ سُتْرَةٌ"۔ و اللفظ لأبي داؤد (۱۸٤)

یعنی، ہم سے امام احمد بن حنبل نے حدیث بیان کی، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے سفیان بن عیینہ نے، وہ کہتے ہیں حدیث بیان کی مجھے کثیر بن کثیر بن عبدالمطلب بن اَبی وَدَاعہ نے وہ اپنے بعض اہل سے روایت کرتے ہیں، وہ ان کے دادا (مطلب بن اَبی وداعہ) سے کہ ''انہوں نے بابِ بنی سہم کے قریب نبی ﷺ کو اس حال میں نماز ادا فرماتے دیکھا کہ لوگ آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے اور ان کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا''۔ سفیان نے فرمایا کہ ''آپ ﷺ اور کعبہ معظّمہ کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا''۔

اور امام ابوبکر عبداللہ بن الزبیر الحمیدی متوفی ۲۱۹ھ روایت کرتے ہیں:

قال: ثنا سفيان، قال ثني كثير بن كثير بن المطلب، عن بعض أهله، أنه سمع جده المطلب بن أبي وَدَاعَة، يقول: "رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ مِمَّا يَلِيْ بَابَ بَنِيْ سَهْمٍ، وَ النَّاسُ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطَّوَافِ سُتْرَةٌ" (۱۸۵)

یعنی، فرمایا حدیث بیان کی ہم سے سفیان نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی مجھ سے کثیر بن کیثر بن المطلب نے اپنے بعض اہل سے کہ انہوں نے ان کے دادا مطلب بن ابی وَدَاعہ کو سُنا فرماتے ہیں کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو بابِ بنی سہم کے پاس نماز پڑھتے دیکھا اور لوگ آپ کے آگے سے گزر رہے تھے جب کہ آپ ﷺ اور طواف کرنے والوں کے مابین سترہ نہ تھا''۔

۱۸٤۔ المسند لأحمد (۳۹۹/٦)، المجلد (٤٥)، حديث مطلب بن أبي وداعة ص ۲۱۸، الحديث: ۲۷۲٤۱، ۲۷۲٤۲

۱۸۵۔ المسند الحميدي، المجلد (۱)، حديث المطلب بن وَدَاعَة رضي الله عنه ص ۲٦۳، الحديث: ٥۷۸

مندرجہ بالا روایت اور "سنن نسائی" کی روایت اور دیگر روایات میں لفظ "الطواف" آیا ہے اس کے اعراب کے بارے میں علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

قوله: "بين الطواف" في رواية النسائي، بفتح الطاء، و تخفيف الواو، و قد ضبطه بعضهم من أفاضل المحدّثين بضم الطاء، و تشديد الواؤ، و أراد به جمع طائف، و لكل منها وجه والله أعلم (١٨٦)

یعنی، امام نسائی کی روایت میں راوی کا قول "بين الطواف" طاء کی فتح (زبر) اور واؤ کی تخفیف (یعنی بلا تشدید زبر) کے ساتھ (یعنی، الطَّوَاف) ہے اور محدّثین میں سے بعض افاضل نے اسے ضم طاء (طاء کی پیش) اور واؤ کی تشدید کے ساتھ ضبط کیا ہے (یعنی، الطُّوَّاف پڑھا ہے) اور انہوں نے اس سے طائف (طواف کرنے والا) کی جمع کا ارادہ کیا ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے ایک وجہ ہے۔ واللہ اعلم

اور امام احمد اور امام ابوداؤد حدیثِ مطلب کے تحت لکھتے ہیں:

قال سفيان: كان ابن جريج أخبرنا عنه، قال: أخبرنا كثير بن كثير، عن أبيه، قال: فسألته، فقال: ليس من أبي سمعته، لكن من بعض أهلي عن جدّي (١٨٧)

یعنی، سفیان فرماتے ہیں کہ ابن جریج نے ہمیں اُن سے (یعنی کثیر بن کثیر سے) خبر دی تھی، فرمایا کہ ہمیں خبر دی کثیر بن کثیر نے اپنے باپ

١٨٦ ـ نخب الأفكار: ٤/٢٢٤

١٨٧ ـ سنن أبي داؤد، المجلد (٢)، كتاب (٥) المناسك، باب (٨٩) في مكة ص٣٥٤ـ٣٥٥، الحديث: ٢٠١٦

(کثیر بن مطلب بن ابی وَدَاعہ) سے، فرماتے ہیں تو میں نے اُن سے (یعنی کثیر بن کثیر سے) اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں نے اِسے اپنے باپ (کثیر بن مطلب بن ابی وَدَاعہ) سے نہیں سُنا لیکن میں نے اس حدیث کو اپنے بعض اہل (یعنی گھر والوں) سے سُنا جنہوں نے میرے دادا سے روایت کیا۔

اور امام ابوبکر عبداللہ بن الزبیر حمیدی متوفی ۲۱۹ھ نے بھی یہی لکھا اور ان کے الفاظ یہ ہیں:

قال سفيان: و كان ابن جريج حدّثنا أولاً عن كثير، عن أبيه، عن المطلب، فلما سألته عنه، قال: ليس هو عن أبي، إنما أخبرني بعض أهلي، أنه سمعه من المطلب (١٨٨)

حدیث شریف کے انہی الفاظ کو امام عزالدین بن جماعہ الکنانی متوفی ۷۶۷ھ نے "هداية السالك" (١٨٩) میں نقل کیا ہے۔

اس حدیث میں باب بنی سہم کا ذکر ہے جو کہ اب باب العُمرہ کے نام سے معروف ہے، چنانچہ امام عزالدین بن جماعہ الکنانی متوفی ۷۶۷ھ لکھتے ہیں:

باب بني سهم هو الذي يقال له اليوم باب العمرة (١٩٠)

یعنی، باب بنی سہم وہی ہے جسے آج باب العُمرہ کہا جاتا ہے۔

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا أحمد بن داؤد بن موسىٰ، قال: حدثنا إبراهيم بن بشار، قال: ثنا سفيان، قال سمعتُ ابن جريج يحدّث عن كثير بن كثير، عن أبيه، عن جده المطلب بن أبي وَدَاعَةَ فذكر مثله، غير

١٨٨ ـ المسند الحميدي: ١/٦٦٣

١٨٩ ـ هداية السالك إلى مذاهب الأربعة في المناسك، المجلد (١)، ص٧٤

١٩٠ ـ هداية السالك: ١/٧٤

أنه قال: لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطَّوَافِ سُتْرَةٌ" (۱۹۱)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے احمد بن داؤد بن موسیٰ نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ابراہیم بن بشار نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے سفیان نے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن جریج کو حدیث بیان کرتے سُنا، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر سے، وہ اپنے باپ سے، وہ ان کے دادا مطلب بن ابی وَدَاعَہ سے، اس حدیث کو سابقہ حدیث کی مثل ذکر کیا سوائے اس کے کہ کہا کہ "آپ ﷺ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی سترہ نہ تھا"۔

اس حدیث کے تحت علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

هذا إسناد حسن جيّد (۱۹۲)

یعنی، یہ سند حسن جید ہے۔

اور اس روایت کے تحت امام طحاوی حنفی لکھتے ہیں:

قال: سفيان، فحدّثنا كثير بن كثير بعد ما سمعتُه من ابن جريج، قال: أخبرني بعض أهلي و لم أسمعه من أبي (۱۹۳)

یعنی، سفیان نے فرمایا اس حدیث کو میں نے ابن جریج سے سُنا تھا اس کے بعد کثیر بن کثیر نے ہم سے حدیث بیان کی، فرمایا کہ خبر دی مجھے

۱۹۱۔ شرح معانی الآثار (۱)، کتاب الصلاۃ، باب المرور بین یدی المصلّی الخ، ص ٤٦١، الحدیث:۲۵۸۸

أيضاً تحفة الأخيار بترتيب شرح مشكل الآثار: ۲/ ۳۰۵، برقم:۹٤۹

أيضاً الحاوی فی بيان آثار الطحاوی: ۲/ ۵۷۱

۱۹۲۔ نخب الأفكار فی تنقيح مبانی الأخبار، المجلد (٤)، كتاب الصلاة، باب المرور الخ، ص ٤٤٣

۱۹۳۔ شرح معانی الآثار:۱/ ٤٦١

أيضاً تحفة الأخيار: ۲/ ۳۰۵

أيضاً الحاوی فی بيان آثار الطحاوی: ۲/ ۵۷۱

میرے بعض اہل نے اور اسے میں نے اپنے باپ (کثیر بن المطلب) سے نہیں سُنا۔

امام بیہقی لکھتے ہیں:

قال سفيان، فذهبت إلى كثير فسألتُه، قلتُ: حديث تحدّثه عن أبيك، قال: لم أسمعه من أبي حدّثني بعض أهلي عن جدّي المطلب، قال علي: قوله: لم أسمعه من أبي شديد على ابن جريج، قال أبو سعيد عثمان يعني ابن جريج لم يضبطه، قال الشيخ: و قد قيل عن ابن جريج، عن كثير، عن أبيه، قال: حدّثني أعيان بني المطلب، عن المطلب، ورواية ابن عيينة أحفظ (۱۹٤)

یعنی، سفیان نے فرمایا میں کثیر کے پاس گیا اور ان سے (اس حدیث کے متعلق) پوچھا، میں نے کہا (یہ) حدیث اِسے آپ اپنے باپ سے روایت کرتے ہو، تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اس حدیث کو میں نے اپنے باپ سے نہیں سُنا، مجھے میرے بعض اہل نے میرے دادا مطلب سے روایت کیا ہے، اور علی (بن المدینی) نے فرمایا کہ کثیر بن کثیر کا یہ کہنا کہ میں نے اسے اپنے باپ سے نہیں سنا ابن جریج پر شدید ہے، فرمایا: ابن جریج نے اسے ضبط نہیں کیا، شیخ نے فرمایا کہ سند میں یوں بھی کہا جاتا ہے از ابن جریج از کثیر، از ابیہ، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی مجھے اعیان بن المطلب نے مطلب سے، اور ابن عیینہ کی روایت اَحفظ ہے۔

امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں:

أخبرنا إسحاق بن إبراهيم، قال: أنبأنا عيسىٰ بن يونس قال: حدّثنا عبدالملك بن عبد العزيز بن جريج، عن كثير بن كثير،

۱۹٤۔ السنن الكبرىٰ للبيهقی: ۲/ ۳۸۳

عن أبيه، عن جدّه، قال: "رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ طَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ بِحِذَائِهِ فِيْ حَاشِيَةِ الْمَقَامِ، وَ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطُّوَّافِ أَحَدٌ" (۱۹۵)

یعنی، ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے خبر دی، وہ فرماتے ہیں ہمیں عیسیٰ بن یونس نے خبر دی، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج نے، وہ کثیر بن کثیر سے، وہ اپنے باپ سے، وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ نے کعبہ کا سات پھیرے طواف کیا، پھر اس کے مقابل حاشیۂ مقام میں دو رکعت نماز ادا فرمائی، آپ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی نہ تھا"۔

اور امام نسائی سے دوسری روایت ہے:

أخبرنا يعقوب بن إبراهيم، عن يحيىٰ، عن ابن جريج، عن كثير بن كثير، عن أبيه، عن المطلب بن أبي وَداعَة، قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ حِيْنَ فَرَغَ مِنْ سُبُوْعِهِ جَاءَ حَاشِيَةَ الْمَطَافِ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، وَ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطَّوَافِيْنَ أَحَدٌ" (۱۹۶)

یعنی، ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی، وہ یحییٰ سے روایت کرتے ہیں، وہ ابن جریج سے وہ کثیر بن کثیر سے، وہ اپنے باپ سے وہ مطلب

۱۹۵۔ سنن النسائی، الجزء (۲)، کتاب القبلة، باب (۹) الرخصة فی ذلك، ص ۷۳، الحدیث: ۷۵٤
أیضاً سنن الکبریٰ للنسائی، المجلد (۱)، أبواب السترة، باب الرخصة فی ذلك، ص ۲۷۳، الحدیث: ۸۳٤

۱۹۶۔ سنن النسائی، المجلد (۵)، کتاب مناسك الحج، باب (۱٦۲) أین یصلّی رکعتی الطواف، ص ۲٤۲، الحدیث: ۲۹۵٦
أیضاً سنن الکبریٰ للنسائی، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب (۱٦۲) أین یصلّی رکعتی الطواف، ص ٤۰۸۔٤۰۹، الحدیث: ۲/۳۹۵۳

بن وَدَاعہ سے، فرماتے ہیں کہ "میں نے نبی ﷺ کو دیکھا جب کہ آپ اپنے طواف کے سات چکروں سے فارغ ہوئے حاشیۂ مطاف میں تشریف لائے، پس آپ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور آپ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی نہ تھا۔

اور امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ (۱۹۷) اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ (۱۹۸) روایت کرتے ہیں اور ان سے امام عزالدین بن جماعہ الکنانی ۷٦۷ھ (۱۹۹) نقل کرتے ہیں:

حدّثنا أبو بكر بن أبي شيبة، ثنا أبو أسامة، عن ابن جريج، عن كثير بن كثير بن المطلب بن أبي وَدَاعة السَّهْمِيّ، عن أبيه، عن المطلب، قال: "رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِذَا فَرَغَ مِنْ سُبُوْعِهِ جَاءَ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِالرُّكْنِ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فِي حَاشِيَةِ الْمَطَافِ، وَ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطَّوَّافِ أَحَدٌ"۔ و اللفظ لابن ماجة۔ قَالَ ابن ماجة: هذا بمكة خاصّة

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے ابوبکر بن ابی شیبہ نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ابواُسامہ نے، وہ ابن جریج سے، وہ کثیر بن کثیر بن المطلب بن أبی وَدَاعہ سہمی سے، وہ اپنے باپ (کثیر بن المطلب) سے، وہ مطلب (بن ابی وَدَاعہ) سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ "میں نے رسول اللہ کو دیکھا جب کہ آپ اپنے طواف کے سات چکروں سے فارغ ہوکر رُکنِ اسود کے مقابل تشریف لائے پس حاشیۂ

۱۹۷۔ سنن ابن ماجة المجلد () کتاب المناسك، باب (۳۳) الرکعتین بعد الطواف، ص ٤٤۵، الحدیث: ۲۹۵۸

۱۹۸۔ المسند: ۲/۳۳۹

۱۹۹۔ هدایة السالك إلی المذاهب الأربعة فی المناسك المجلد (۱)، الباب الأول فی الفضائل، ذکر مواضع صلّی فیه النبی ﷺ حول الکعبة الشریفة ص ۷٤

Ishaat

مطاف میں دو رکعت نماز ادا فرمائی، حالانکہ آپ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی نہ تھا"۔

اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ سے ایک روایت ہے کہ حدیث بیان کی ہم سے یحییٰ بن سعید نے، وہ روایت کرتے ہیں ابن جریج سے، وہ کہتے ہیں حدیث بیان کی مجھے کثیر ابن کثیر نے اپنے باپ سے، انہوں نے مطلب بن ابی وداعہ سے، انہوں نے فرمایا:

"رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ حِيْنَ فَرَغَ مِنْ أُسْبُوْعِهِ أَتَى حَاشِيَةَ الطَّوَافِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، وَ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطَّوَافِ أَحَدٌ" (۲۰۰)

یعنی، "میں نے نبی ﷺ کو دیکھا جب آپ اپنے طواف کے سات چکروں سے فارغ ہوئے حاشیۂ طواف میں تشریف لائے، پھر دو رکعت نماز ادا فرمائی جب کہ آپ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی نہ تھا"۔

اور امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی سے ایک روایت ہے کہ

حدّثنا يونس، قال حدّثنا سفيان بن عيينة، عن كثير بن كثير، عن بعض أهله، سمع المطلب يقول: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّيْ وَ مِمَّا يَلِيْ بَابَ بَنِيْ سَهْمٍ و النَّاسُ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْقِبْلَةِ شَيْءٌ" (۲۰۱)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے یونس نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے سفیان بن عیینہ نے، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر سے، وہ اپنے بعض اہل سے کہ اس نے مطلب کو فرماتے سُنا کہ "میں نے نبی ﷺ کو باب بنی سہم (بابُ العُمرہ) کے پاس نماز پڑھتے دیکھا اور لوگ

۲۰۰۔ المسند: (۳۹۹/٦) ۲۱۹/٤٥، برقم:۲۷۲٤٤

۲۰۱۔ شرح معانی الآثار: ۱/ ٤٦ ۱، برقم:۲٦٥۱

أيضاً تحفة الأخيار: ۲/ ۳۰٥، برقم:۹٤۸

أيضاً الحاوی فی بیان آثار الطحاوی، المجلد (۲)، کتاب الصلاۃ، باب المرور بین الخ، ص ۵۷۱

آپ کے آگے سے گزر رہے تھے جب کہ آپ اور قبلہ کے مابین کوئی شئے نہ تھی"۔

اور امام طحاوی حنفی نے اس حدیث کو مندرجہ ذیل سند سے بھی روایت کیا ہے:

حدّثنا يزيد بن سنان، قال حدّثنا يزيد بن هارون، قال: أنبأنا هشام، قال: أنبأنا ابن عمّ المطلب بن أبي وَدَاعة، (وفي شرح معاني الآثار: قال: أنا هشام، أراه عن ابن عم المطلب بن أبي وَدَاعَة) عن كثير بن كثير بن المطلب بن أبي وَدَاعة، عن أبيه، عن جده عن النبي ﷺ بذلك (و في التحفة: مثله) (۲۰۲)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے یزید بن سنان نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے یزید بن ہارون نے، وہ فرماتے ہیں خبر دی ہمیں ہشام نے، وہ فرماتے ہیں خبر دی ہمیں مطلب بن اَبی وَدَاعہ کے چچا کے بیٹے نے، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر بن المطلب بن ابی وَدَاعہ سے، وہ اپنے باپ سے، وہ اُن کے دادا سے، وہ نبی ﷺ سے، اُسے یا اس کی مثل بیان کرتے ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ھ روایت کرتے ہیں:

قال لنا أبو عاصم: عن ابن جريج، عن كثير بن كثير بن المطلب بن أبي وَدَاعَة السهمي، عن أبيه، و ذكر أعمامه عن المطلب بن أبي وَدَاعَة، قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّيْ فِيْ حَاشِيَتِهِ، يعني حَاشِيَةَ الطَّوَافِ، وَ النَّاسُ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ" (۲۰۳)

۲۰۲۔ شرح معانی الآثار: ۱/ ٤٦ ۱، برقم:۲٦٥۳

أيضاً تحفة الأخيار: ۲/ ۳۰٦، برقم:۹٥۰

أيضاً الحاوی: ۲/ ۵۷۱

۲۰۳۔ التاریخ الکبیر للبخاری: ۷/ ۳۱٥۔۳۱٦

یعنی، ہمیں ابو عاصم نے فرمایا، وہ روایت کرتے ہیں ابن جریج سے، وہ کثیر بن کثیر بن المطلب بن ابی وَدَاعہ سہمی سے، وہ اپنے باپ سے، انہوں نے اُن کے چچاؤں کی روایت سے بیان کیا، وہ مطلب بن اَبی وَدَاعہ سے روایت کرتے ہیں، فرمایا کہ ''میں نے نبی ﷺ کو حاشیۂ طواف میں نماز ادا فرماتے دیکھا اور لوگ آپ ﷺ کے آگے سے گزر رہے تھے''۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

و قال محمد المثنی: نا یزید بن هارون، سمع هشام بن حسان، قال: أخبرنی ابن عم عبدالمطلب بن أبی وَدَاعَة، عن کثیر بن کثیر بن المطلب، عن أبیه، عن جده، قال: "رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ، بنحوه" (٢٠٤)

یعنی، اور محمد المثنی نے فرمایا حدیث بیان کی ہم سے یزید بن ہارون نے، انہوں نے سُنا ہشام بن حسان کو، وہ فرماتے ہیں خبر دی مجھے عبد المطلب بن ابی وَدَاعہ کے چچا کے بیٹے نے، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر بن المطلب سے، وہ اپنے باپ سے، وہ ان کے دادا سے، فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا الخ۔

حافظ محمد بن حبان بن ابی حاتم تمیمی بُستی متوفی ۳۵۴ھ روایت کرتے ہیں:

أخبرنا محمد بن إسحاق بن خزیمة قال: حدثنا یعقوب بن إبراهیم الدورقی قال: حدثنا یحیی بن سعید، عن ابن جریج، عن کثیر بن کثیر، عن أبیه أبی المطلب بن أبی وَدَاعَة أنه قال: "رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ حِیْنَ فَرَغَ مِنْ طَوَافِهِ أَتَی حَاشِیَةَ الْمَطَافِ،

٢٠٤۔ التاریخ الکبیر، المجلد (٧)، باب المیم، باب مطلب ص ٣١٦، برقم: ١١٢٨/١٩٤٢

فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ، وَ لَیْسَ بَیْنَهُ وَ بَیْنَ الطَّوَافِیْنَ أَحَدٌ" (٢٠٥)

یعنی، ہمیں خبر دی محمد بن اسحاق بن خزیمہ نے، وہ فرماتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن ابراہیم الدورقی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے یحییٰ بن سعید نے، وہ روایت کرتے ہیں ابن جریج سے، وہ کثیر بن کثیر سے، وہ اپنے والد ابی المطلب بن اَبی وَدَاعہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ طواف سے فارغ ہوئے، تو حاشیۂ مطاف میں تشریف لائے، پس دو رکعت نماز ادا فرمائی، اور آپ کے اور طواف کرنے والوں کے درمیان کوئی چیز نہ تھی''۔

حافظ ابن حبان متوفی ۳۵۴ھ سے ہی روایت ہے:

أخبرنا عمر بن محمد الهمدانی، حدثنا عمر بن عثمان، حدثنا الولید ابن مسلم، حدثنا زهیر بن محمد العنبری، حدثنا کثیر بن کثیر، عن أبیه أبی المطلب بن أبی وَدَاعَة قال: "رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یُصَلِّیْ جِذْ وَ الرُّکْنِ الْأَسْوَدِ، وَ الرِّجَالُ وَ النِّسَاءُ یَمُرُّوْنَ بَیْنَ یَدَیْهِ، مَا بَیْنَهُ وَ بَیْنَهُمْ سُتْرَةٌ" (٢٠٦)

یعنی، خبر دی ہمیں عمر بن محمد ہمدانی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عمر بن عثمان نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ولید ابن مسلم نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے زہیر بن محمد عنبری نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہمیں کثیر بن کثیر نے، وہ روایت کرتے ہیں

٢٠٥۔ الإحسان بترتیب صحیح ابن حبان، الجزء (٤)، کتاب الصلاة، باب ما یکره للمصلّی و ما لا یکره، ذکر إباحة المرور قدام المصلّی إذا صلّی إلی غیر سُترة، ص ٤٥، الحدیث: ٢٣٥٧

٢٠٦۔ الإحسان بترتیب صحیح ابن حبان، الجزء (٤) ذکر البیان بأن هذه الصلاة لم تکن الطواقین و بین المصطفی ﷺ سترةٌ، ص ٤٥۔٤٦، الحدیث: ٢٣٥٨

اپنے والد ابو المطلب بن ابی وَدَاعہ سے، فرمایا کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو رُکنِ اسود کے مقابل نماز پڑھتے دیکھا اور مرد وعورتیں آپ کے آگے سے گزر رہے تھے، آپ ﷺ اور ان کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا''۔

حافظ ابو بکر احمد بن عمرو ابن ابی عاصم الضحاک بن مخلد شیبانی متوفی ۲۸۷ھ روایت کرتے ہیں:

حدّثنی عمرو بن عثمان، نا الولید بن مسلم، نا زهیر، عن کثیر بن کثیر، عن أبیه، عن المطلب بن أبی وَدَاعَة رضی الله عنه، قال: "رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یُصَلِّیْ حِذْ وَ الرُّکْنِ الْأَسْوَدِ، وَ الرِّجَالُ وَ النِّسَاءُ یَطُوْفُوْنَ بَیْنَ یَدَیْهِ، مَا بَیْنَهُمْ وَ بَیْنَهُ سُتْرَةٌ" (۲۰۷)

یعنی، حدیث بیان کی مجھ سے عمرو بن عثمان نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ولید بن مسلم نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی زہیر نے، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر سے، وہ اپنے باپ سے، وہ مطلب بن ابی وَدَاعہ رضی اللہ عنہ سے، وہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو رُکنِ اسود کے مقابل نماز ادا فرماتے دیکھا، اور مرد و عورتیں آپ کے آگے طواف کر رہے تھے، اُن اور آپ ﷺ کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا''۔

حافظ ابو یعلی احمد بن علی موصلی تمیمی متوفی ۳۰۷ھ (۲۰۸) اور اس کی سند سے علامہ ابن اثیر جزری (۲۰۹) روایت کرتے ہیں:

حدّثنا أبو الفضل بن الحسن الطبری بإسناده إلی أبی یعلی: حدّثنا ابن نمیر، حدّثنا أبو أسامة، عن ابن جریج، عن

۲۰۷۔ الآحاد و المثانی، من ذکر (۱۵۷) المطلب بن أبی وَدَاعَة السهمی رضی الله عنه، ص ۱۵۵

۲۰۸۔ مسند أبی یعلی، المجلد (۵)، حدیث (۱۶۶) المطلب بن أبی وَدَاعَة، ص ۲۳۶، الحدیث: ۶۸۶۹

۲۰۹۔ أسد الغابة المجلد ()، مطلب (۴۹۴۶) بن أبی وَدَاعَة، ص ۳۹۶۔۳۹۷

کثیر بن کثیر بن المطلب بن أبی وَدَاعَة، عن أبیه المطلب قال: "رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ إِذَا فَرَغَ مِنْ سَبْعِهِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بَیْنَهُ وَ بَیْنَ السِّقَایَةِ، فَیُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ فِیْ حَاشِیَةِ الْمَطَافِ، وَ لَیْسَ بَیْنَهُ وَ بَیْنَ الطَّوَافِ أَحَدٌ"

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے ابو الفضل بن الحسن ابو یعلی کی طرف اپنی اسناد کے ساتھ: (ابو یعلی فرماتے ہیں) حدیث بیان کی ہم سے ابن نمیر نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ابو اُسامہ نے، وہ روایت کرتے ہیں ابن جریج سے، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر بن المطلب بن ابی وَدَاعہ سے، وہ اپنے والد مطلب سے روایت کرتے ہیں کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ اپنے طواف کے سات چکروں سے فارغ ہوئے، تو اپنے اور سقیفہ کے درمیان محاذی ہوئے، پس آپ ﷺ نے مطاف میں دو رکعت نماز پڑھی، اور آپ اور طواف کرنے والوں کے درمیان کوئی نہ تھا''۔

امام ابو الولید محمد بن عبد اللہ بن احمد الازرقی روایت کرتے ہیں:

حدّثنا أبو الولید، قال: حدّثنی جدّی، حدّثنا سفیان بن عیینة، عن کثیر بن کثیر بن المطلب بن أبی وَدَاعَة السَّهمیّ، "أَنَّهُ رَأَی النَّبِیَّ ﷺ یُصَلِّیْ مِمَّا یَلِیْ بَابَ بَنِیْ سَهْمٍ، وَ النَّاسُ یَمُرُّوْنَ بَیْنَ یَدَیْهِ، وَ لَیْسَ بَیْنَهُمْ وَ بَیْنَهُ شِبْرٌ" (۲۱۰)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے ابو الولید نے، فرمایا کہ حدیث بیان کی مجھ سے میرے دادا نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے سفیان بن عیینہ نے، وہ کثیر بن کثیر بن المطلب بن ابی وَدَاعہ سہمی سے روایت کرتے ہیں کہ ''انہوں نے نبی ﷺ کو بابِ بنی سہم (یعنی بابُ العمرہ)

۲۱۰۔ أخبار مکة للأزرقی، الجزء (۲) الصلاة فی المسجد الحرام الخ، ص ۶۷۔۶۸

کے پاس نماز پڑھتے دیکھا حالانکہ لوگ آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے اور لوگوں اور آپ کے مابین ایک بالشت (کا فاصلہ) نہ تھا"۔

امام طبرانی سے روایت ہے:

حدّثنا ورد بن أحمد بن لبيد البيروتي، ثنا صفوان بن صالح، ثنا الوليد بن مسلم، ثنا سالم الخياط و زهير بن محمد، قالا: ثنا كثير بن كثير، عن أبيه، حدثني المطلب بن أبي وَدَاعَة، قال: "رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ جِذْ وَ الرُّكْنِ الْأَسْوَدِ، وَ الرِّجَالُ وَ النِّسَاءُ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ، مَا بَيْنَهُ وَ بَيْنَهُمْ سُتْرَةٌ" (۲۱۱)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے ورد بن احمد بن لبید بیروتی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے صفوان بن صالح نے، وہ وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ولید بن مسلم خیاط اور زہیر بن محمد نے، وہ دونوں فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے کثیر بن کثیر نے اپنے باپ سے، انہوں نے حدیث بیان کی مطلب بن ابی وَدَاعہ سے، فرمایا کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجرِ اسود کے سامنے نماز ادا فرماتے دیکھا اور مرد اور عورتیں آپ کے آگے سے گزر رہے تھے، آپ ﷺ اور ان کے درمیان کوئی سُترہ نہ تھا"۔

امام طبرانی سے روایت ہے:

حدّثنا يحيىٰ بن أيوب الغلاف المصري، ثنا سعيد بن أبي مريم، ثنا محمد بن عبدالله بن عيد بن عمير، عن كثير بن كثير بن المطلب بن أبي وَدَاعَة، عن أبيه عن المطلب، "أَنَّهُ رَأَى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ إِلَى الْبَيْتِ، وَ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطَّوَافِ

۲۱۱۔ المعجم الکبیر للطبرانی: ۲/ ۲۹۰۔۲۹۱، برقم:۶۸۷

أَحَدٌ" (۲۱۲)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے یحییٰ بن ایوب غلاف مصری نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے سعید بن أبی مریم نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی محمد بن عبداللہ بن عید بن عمیر نے، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر بن مطلب بن أبی وَدَاعہ سے، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ "انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بیت اللہ کی طرف نماز ادا کرتے دیکھا، اور آپ ﷺ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا"۔

امام طبرانی سے روایت ہے:

حدّثنا أبو يزيد القراطيسي، ثنا عبدالله بن عبد الحكم، أنا الليث بن سعد (ح) و حدّثنا المطلب بن شعيب الأزدي، ثنا عبدالله بن صالح، حدثني الليث، عن ابن جريج، عن كثير بن كثير بن المطلب، عن أبيه كثير، عن المطلب بن أبي وَدَاعَة، "أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰى فِيْ حَاشِيَةِ الطَّوَافِ، لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطَّائِفِيْنَ سُتْرَةٌ" (۲۱۳)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے ابو یزید قراطیسی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن عبدالحکم نے، وہ فرماتے ہیں خبر دی ہمیں لیث بن سعد نے (ح) اور حدیث بیان کی ہم سے مطلب بن شعیب ازدی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن صالح نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی مجھ سے لیث نے، وہ روایت کرتے ہیں ابن جریج سے، وہ کثیر بن کثیر بن المطلب سے، وہ اپنے

۲۱۲۔ المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۰/ ۲۸۹، برقم:۶۸۲

۲۱۳۔ المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۰/ ۲۸۹۔۲۹۰، برقم:۶۸۳

باپ کثیر سے، وہ مطلب بن اَبی وَدَاعہ سے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے حاشیۂ طواف میں نماز ادا فرمائی اور آپ ﷺ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا''، یہ ابن صالح کے الفاظ ہیں، اور ابن الحکم نے اپنی (مروی) حدیث میں کہا کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نے اپنی سعی کو مکمل فرمایا تو حاشیۂ طواف میں نماز ادا کی، آپ ﷺ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا''۔

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی روایت کرتے ہیں:

حدّثنا أحمد بن داؤد المكي، ثنا محمد بن أبي بكر المقدمي، ثنا حماد بن زيد، عن ابن جريج، حدّثني كثير بن كثير بن المطلب، عن أبيه، حدثني أعيان المطلب، عن المطلب بن أبي وَدَاعَة، قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي حِيَالَ الرُّكْنِ، وَ الرِّجَالُ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ" (٢١٤)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے احمد بن داؤد مکی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے محمد بن ابی بکر مقدمی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے حماد بن زید نے، وہ روایت کرتے ہیں ابن جریج سے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی مجھ سے کثیر بن کثیر بن المطلب نے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی مجھے اعیانِ مطلب نے مطلب بن ابی وَدَاعہ سے فرمایا کہ ''میں نے نبی ﷺ کو رُکنِ اسود کے مقابل نماز پڑھتے دیکھا اور لوگ آپ کے آگے سے گزر رہے تھے''۔

امام طبرانی سے روایت ہے:

حدّثنا محمد بن يحيى بن منده الأصبهاني، ثنا زيد بن ثابت بن أخرم، ثنا عبدالقاهر بن شعيب، عن هشام بن حسان، عن

٢١٤۔ المعجم الكبير للطبراني ٢٠/ ٢٩٠، برقم:٦٨٤

سالم بن عبدالله، عن كثير بن المطلب، عن أبيه، عن جده، "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ مِنَ الْكَعْبَةِ، فَقَامَ حِيَالَ الرُّكْنِ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، وَ النَّاسُ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ يَطُوْفُوْنَ بِالْبَيْتِ الرِّجَالُ وَ النِّسَاءُ" (٢١٥)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یحییٰ بن مندہ اصبہانی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے زید بن ثابت بن اُخرم نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عبدالقاہر بن شعیب نے، وہ روایت کرتے ہیں ہشام بن حسان سے، وہ سالم بن عبداللہ سے، وہ کثیر بن المطلب سے، وہ اپنے باپ سے، وہ ان کے دادا سے کہ ''نبی ﷺ کعبہ معظّمہ سے باہر تشریف لائے، رُکنِ اسود کے سامنے کھڑے ہوئے پس دو رکعت نماز ادا فرمائی اور لوگ آپ کے سامنے طواف کرتے ہوئے گزر رہے تھے، ان میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی''۔

امام طبرانی سے روایت ہے:

حدثنا إبراهم بن نائلة الأصبهاني، ثنا أحمد بن حاتم بن عيسىٰ، ثنا حماد بن زيد، ثنا عمرو بن دينار، عن عباد بن عبدالمطلب، عن المطلب بن أبي وَدَاعَة: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ حِيَالَ الرُّكْنِ عِنْدَ السِّقَايَةِ، وَ الرِّجَالُ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ" (٢١٦)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے ابراہیم بن نائلہ اصبہانی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی حاتم بن عیسیٰ نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے حماد بن زید نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عمرو بن دینار نے، وہ روایت کرتے ہیں عباد بن عبدالمطلب سے، وہ مطلب

٢١٥۔ المعجم الكبير للطبراني: ٢٠/ ٢٩٠، برقم:٦٨٥

٢١٦۔ المعجم الكبير للطبراني: ٢/ ٢٩٠، برقم:٦٨٦

بن ابی وَدَاعہ سے کہ ''نبی ﷺ سقایہ کے پاس رُکنِ (اسود) کے سامنے نماز پڑھا کرتے اور مرد عورتیں آپ کے آگے سے گزرتے''۔

اور علامہ ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد ابن شاہین بغدادی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

حدّثنا محمد بن محمود بن محمد السراج، قال: حدّثنا عليّ بن مسلم، قال: حدّثنا أبو عامر، قال: حدّثنا عبدالله بن عطاء القرشي، قال: حدّثنا سفيان، عن عبدالرحمن بن المطلب بن أبي وَدَاعَة، عن أبيه، عن جدّه "أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي وَ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ يَطُوْفُوْنَ بِالْبَيْتِ سُتْرَةٌ" (۲۱۷)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے محمد بن محمود بن محمد سراج نے، انہوں نے فرمایا حدیث بیان کی ہم سے علی بن مسلم نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ابو عامر نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن عطاء قرشی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے سفیان (بن عیینہ) نے، وہ روایت کرتے ہیں عبدالرحمٰن بن مطلب بن ابی وَدَاعہ سے، وہ اپنے باپ سے، وہ ان کے دادا سے کہ ''انہوں نے نبی ﷺ کو اس حال میں نماز پڑھتے دیکھا کہ آپ اور ان لوگوں کے مابین کوئی سترہ نہ تھا جو بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے''۔

اس روایت میں ایک راوی عبدالرحمٰن ہیں جو مطلب بن ابی وداعہ سہمی کے فرزند ہیں، ابن حبان نے "الثقات" (۲۱۸) میں ان کا ذکر کیا ہے اور ان کے حالات امام بخاری کی "التاریخ الکبیر" (۲۱۹) میں امام محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ کی کتاب

۲۱۷۔ کتاب ناسخ الحدیث و منسوخہ کتاب الصلاۃ، باب فی سُترۃ المصلّی، ص ۳۱۲۔۳۱۳

۲۱۸۔ کتاب الثقات لابن حبان: ۵/۸۱

۲۱۹۔ التاریخ الکبیر للبخاری: ۵/۲۱۵، ۷۱۸۰/۱۱۰۹

"الجرح و التعدیل" (۲۲۰) بھی ہیں اور مطلب کے بارے میں ابن اثیر کی کتاب 'اُسد الغابۃ'' میں ہے کہ وہ مطلب بن ابی وداعہ الحارث بن صُہَیرہ بن سعید بن سعد بن سہم بن عمرو بن ھصیص قرشی سہمی ہیں، اور ان کی والدہ اَروی بنت الحارث بن عبدالمطلب ابن ہاشم ہیں اور یہ فتح مکہ کے روز اسلام لائے اور ان کے والد ابو وَدَاعہ یوم بدر قید کئے گئے تو ان کے بیٹے نے اپنے باپ کے فدیہ میں چار ہزار درہم ادا کیا تو آپ پہلے قیدی تھے کہ جن کا فدیہ دیا گیا، واقدی نے کہا کہ وہ مدینہ منورہ میں آئے اور وہاں ان کا گھر تھا اور نبی ﷺ سے آپ نے حدیثیں روایت کیں، اور ابو وداعہ سہمی حارث بن صبرہ جلیل القدر صحابی ہیں، وہ اور ان کے بیٹے مطلب فتح مکہ میں مسلمان ہوئے۔(۲۲۱)

امام ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ (۲۲۲) اور ان کی سند سے حافظ ابو القاسم سلیمان بن اَحمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ (۲۲۳) روایت کرتے ہیں:

حدّثنا إسحاق بن إبراهيم الدبري، عن عبدالرزاق، عن عمرو بن قيس، أخبرني كثير بن كثير بن المطلب بن أبي وَدَاعَة السهمي، عن أبيه، عن جده، قال: "رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ يُصَلِّي فِيْ مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ بِالْبَيْتِ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْقِبْلَةِ، بَيْنَ يَدَيْهِ، لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهُمْ سُتْرَةٌ" ۔ واللفظ للطبرانی

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے اسحاق بن ابراہیم دبری نے، وہ روایت کرتے ہیں عبدالرزاق سے، وہ عمرو بن قیس سے، وہ فرماتے ہیں خبر دی مجھے کثیر بن کثیر بن المطلب بن ابی وَدَاعہ سہمی نے اپنے باپ سے، انہوں نے ان کے دادا سے، فرمایا: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد

۲۲۰۔ کتاب الجرح و التعدیل: ۵/۳۴۴، برقم: ۱۳۴۷/۸۶۸۱

۲۲۱۔ الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۲۱۳/۷

۲۲۲۔ المعجم الکبیر للطبرانی، المجلد (۲۰)، مطلب بن أبی وَدَاعۃ، ص۲۸۸، الحدیث: ۶۸۰

۲۲۳۔ المصنّف لعبد الرزاق، المجلد (۲)، کتاب الصلاۃ، باب (۱۲۱) لا یقطع الصلاۃ شیءٌ بمکۃ ص ۲۱، الحدیث: (۶۳۲) ۲۳۹۰

Ishaate Islam

حرام میں نماز ادا فرماتے دیکھا اور لوگ آپ ﷺ اور قبلہ کے درمیان آپ کے سامنے بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، آپ ﷺ اور ان کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا"۔

اور امام عبدالرزاق نے انہی کلماتِ حدیث کو دوسری سند سے بھی روایت کیا ہے چنانچہ وہ سند مندرجہ ذیل ہے:

عبدالرزاق، عن ابن عيينة، عن كثير بن كثير، عن أبيه، عن جده، قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ الخ" (٢٢٤)

یعنی، امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں ابن عیینہ سے، وہ کثیر بن کثیر سے، وہ اپنے باپ سے، وہ ان کے دادا سے، وہ فرماتے ہیں کہ "میں نے نبی ﷺ کو دیکھا الخ"۔

امام ابوبکر احمد حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

أخبرنا أبو الحسين على بن محمد بن عبدالله بن بشران ببغداد ، أنبأنا أبو جعفر محمد بن عمرو الرزاز، ثنا سعدان بن نصر، ثنا سفيان بن عيينة، عن كثير بن كثير بن المطلب بن أبي وَدَاعَة السَّهمي، عن بعض أهله أنه سمع جده المطلب بن أبي وَدَاعَة يقول: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي مِمَّا يَلِي بَابَ بَنِي سَهْمٍ، وَ النَّاسُ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ، لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطَّوَّافِ سُتْرَةٌ" (٢٢٥)

یعنی، خبر دی ہمیں ابوالحسین علی بن محمد بن عبداللہ بن بشران نے بغداد میں، خبر دی ہمیں ابوجعفر محمد بن عمرو رزاز نے، حدیث بیان کی ہم سے سعدان بن نصر نے، حدیث بیان کی ہم سے سفیان بن عیینہ نے، وہ

۲۲۴۔ المصنّف لعبد الرزاق ۳۰/۲۱، برقم:۲۳۹۱

۲۲۵۔ السنن الکبریٰ للبیهقی، المجلد (۲)، کتاب الصلاة، باب من صلّی إلی غیر سترة، ص ۳۸۷، الحدیث:۳۴۸۲

روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر بن المطلب بن ابی وَدَاعَہ سہمی سے، وہ اپنے بعض اہل سے، انہوں نے سُنا ان کے دادا مطلب بن ابی وَدَاعَہ سے، وہ فرماتے ہیں کہ "میں نے نبی ﷺ کو باب بنی سہم کے پاس نماز پڑھتے دیکھا اور لوگ آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے (اس حال میں کہ) آپ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا"۔

امام بیہقی نے حدیث مطلب کے انہی الفاظ کو مندرجہ ذیل سند سے بھی روایت کیا ہے:

أخبرنا أبو عبدالله و أبو زكريا و أبو بكر قالوا: حدّثنا أبو العباس، قال أخبرنا الربيع، قال: أخبرنا الشافعي، قال: أخبرنا سفيان الخ (٢٢٦)

یعنی، خبر دیتے ہیں ہمیں ابوعبداللہ او رابو زکریا اور ابو بکر فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہمیں ابو العباس نے، وہ فرماتے ہیں خبر دی ہمیں ربیع نے، وہ فرماتے ہیں خبر دی ہمیں امام شافعی نے، وہ فرماتے ہیں خبر دی ہمیں سفیان نے الخ۔

امام بیہقی سے ہی روایت ہے:

أخبرنا أبو عبدالله الحافظ، أخبرني أبو الحسن بن عبدوس، قال سمعتُ عثمان بن سعيد يقول سمعتُ عليًّا يعني ابن المديني، يقول في هذا الحديث: قال سفيان: سمعتُ ابن جريج، يقول: أخبرني كثير بن كثير، عن أبيه، عن جدّه قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي وَ النَّاسُ يَمُرُّوْنَ" (٢٢٧)

یعنی، خبر دی ہمیں ابوعبداللہ حافظ نے، خبر دی ابو الحسن عبدوس نے،

۲۲۶۔ معرفة السنن و الآثار، المجلد (۲)، کتاب الصلاة، باب (۱۷۱)، الصلاة إلی غیر سترة، ص ۱۲۰، الحدیث:۱۰۵۳

۲۲۷۔ السنن الکبریٰ للبیهقی: ۲/۳۸۷۔۳۸۸

Ishaate Islam

فرماتے ہیں کہ میں نے عثمان بن سعید کو سُنا، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے علی ابن المدینی کو سُنا کہ وہ اس حدیث میں فرماتے ہیں کہ سفیان نے فرمایا کہ میں نے ابن جریج کو یہ کہتے سُنا کہ خبر دی مجھے کثیر بن کثیر نے اپنے باپ سے، انہوں نے اُن کے دادا سے کہ ''میں نے نبی ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا اور لوگ گزر رہے تھے''۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نقل کرتے ہیں:

ثم أخرج عن بن جريج، عن كثير بن كثير بن المطلب عن أبيه، عن جده، قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهُمْ، أي النّاس ـ سُتْرَةٌ" (۲۲۸)

یعنی، پھر حدیث کی تخریج فرمائی ابن جریج کی روایت سے، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر بن المطلب سے، وہ اپنے باپ (کثیر بن المطلب) سے، وہ ان کے دادا (مطلب بن ابی وَدَاعہ) سے، فرمایا کہ ''میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ مسجد حرام میں نماز ادا فرما رہے ہیں، آپ اور لوگوں کے درمیان سُترہ نہیں ہے''۔

حافظ ابن حجر اس کے بعد لکھتے ہیں:

و أخرجه من هذا الوجه أيضاً أصحاب السنن، و رجاله موثقون إلا أنه معلول

یعنی، اس حدیث کی اس وجہ پر اصحاب سُنن نے بھی تخریج فرمائی اور اس کے رجال ثقہ ہیں مگر یہ کہ یہ معلول ہے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے آگے سے گزرنے والے کو نہیں روکا چنانچہ امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابن جريج، قال: أخبرني أبي، عن أبي عامر، قال: رأيتُ ابن

۲۲۸۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری: ۱/۵۷۶، الحدیث: ۵۰۱

الزبير يصلي في المسجد، فتريد المرأة أن تجيز أمامه و هو يريد السجود، حتى أجازت سجد في موضع قدميها (۲۲۹)

یعنی، ابن جریج سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ خبر دی مجھے میرے باپ نے، وہ روایت کرتے ہیں ابو عامر سے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو مسجد میں نماز پڑھتے دیکھا اور ایک عورت نے آپ کے سامنے گزرنا چاہا جب کہ آپ سجدہ کرنا چاہتے تھے، یہاں تک کہ وہ گزری تو آپ نے اس کے پاؤں کی جگہ سجدہ کیا (کیونکہ وہ آپ کے موضع سجود سے گزری تھی)۔

اور باب کے عنوان سے ظاہر ہے کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما مکہ مکرمہ کی کسی مسجد میں نماز ادا فرما رہے تھے غالب یہی ہے کہ آپ مسجد حرام میں تھے۔

اسی طرح حضرت محمد بن الحنفیہ اور ابن جریج سے مروی ہے، چنانچہ امام ابو بکر عبدالرزاق صنعانی متوفی ۲۲۱ھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عيينة، عن عمرو بن دينار، قال: رأيتُ محمد بن الحنفية يصلّي في مسجد منى، و الناس يمرّون بين يديه، فجاء فتى من أهله فجلس بين يديه، قال عبدالرزاق: و رأيتُ أنا ابن جريج يصلّي في مسجد منى على يسار المنارة، وليس بين يديه سُترة، فجاء غلام فجلس بين يديه (۲۳۰)

یعنی، ابن عیینہ سے روایت ہے، وہ روایت کرتے ہیں عمرو بن دینار سے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کو منی کی مسجد میں نماز پڑھتے دیکھا اور لوگ آپ کے آگے سے گزر رہے تھے تو آپ کے اہل سے ایک نوجوان آیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا، امام

۲۲۹۔ المصنّف لعبد الرزاق: ۲/۲۱، باب لا يقطع الصلاة شئ بمكة، برقم: ۲۳۸۹

۲۳۰۔ المصنّف لعبد الرزاق: ۲/۲۱، برقم: ۲۳۹۳

عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ میں نے ابن جریج کو منیٰ کی مسجد میں منارہ کے بائیں جانب نماز پڑھتے دیکھا اور آپ کے آگے کوئی سُترہ نہ تھا تو ایک لڑکا آیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔

لہٰذا ایک طرف تو وہ احادیث نبویہ علیہ التحیۃ والثناء ہیں کہ جن میں مطلقاً نماز کے آگے گزرنے کے ممانعت مذکور ہے، اور دوسری طرف حدیث مطلب بن ابی وداعہ کہ جس سے رخصت ظاہر ہے، اس بناپر بعض نے ممانعت والی احادیث کو منسوخ اور رخصت والی حدیث کو ان کے لئے ناسخ قرار دیا ہے جیسا کہ علامہ ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد المعروف بابن شاہین بغدادی متوفی ۳۸۵ھ نے حدیثِ رخصت کو حدیثِ ممانعت کے لئے ناسخ قرار دیا ہے۔(۲۳۱)

جب کہ بعض دیگر نے فرمایا ممانعت والی احادیث میں ان لوگوں کا حکم ہے جو کعبہ سے غائب ہیں اور رخصت والی حدیث ان لوگوں کے بارے میں ہے کہ کعبہ کے پاس نماز پڑھتے ہیں چنانچہ ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ نے حدیث مطلب بن ابی وداعہ کو چار مختلف اسناد سے روایت کرنے سے بعد لکھا ہے کہ

ففی هذا الحدیث إطلاق رسول الله ﷺ للطائفین بالبیت المرورّ بین یدیه وهو یصلّی، فقال قائل: فکیف تقبلون هذا و أنتم تروون عنه ﷺ؟ (۲۳۲)

یعنی، ان احادیث میں نبی ﷺ کا بیت اللہ کا طواف کرنے والوں کو اپنے آگے گزرنے دینا ہے جب کہ آپ نماز ادا فرما رہے تھے۔ پس کہنے والے نے کہا تم یہ بات (کہ آپ ﷺ نے حالتِ نماز میں صرف طواف کرنے والوں کو اپنے آگے سے گزرنے دیا) کیسے قبول کرو گے تم تو نبی ﷺ کی حدیث روایت کر رہے ہو۔

۲۳۱۔ کتاب ناسخ الحدیث و منسوخه کتاب الصلاة، باب سترة المصلی، ص۳۱۲۔۳۱۳

۲۳۲۔ تحفة الأحیل بترتیب مشکل الآثار:۲/۳۰۷

پھر امام طحاوی نے ممانعت کی حدیث دو مختلف اسناد سے روایت کرنے کے بعد لکھا:

فقال هذا القائل: ففی هذا منعه ﷺ من المرور بین یدی المصلّی و من إطلاق المصلّی لغیره المرور بین یدیه، فهذا ضدُّ ما روتیموه عن المطلب عنه ﷺ (۲۳۳)

یعنی، پس اس قائل نے کہا اس حدیث میں نبی ﷺ کا نمازی کے آگے سے گزرنے سے اور نمازی کے لئے اپنے غیر کو اپنے آگے سے گزرنے دینے سے منع فرمانا ہے، اور یہ اس کی ضد ہے جو تم نے مطلب کی روایت سے آپ ﷺ سے روایت کیا۔

پھر اس کے تحت بطور جواب لکھتے ہیں:

فکان جوابنا له فی ذلك بتوفیق الله عزّ و جلّ و عونه: أن هذا مما لا تضادَّ فیه، لأن ما رویناه عن المطلب مما ذکر علی حُکم الصلاة إلی الکعبة بمعاینتها، و الآثار الأخر علی الصلاة بتحری الکعبة و بالغیبة عنها (۲۳٤)

یعنی، تو اللہ عزوجل کی توفیق اور اس کی مدد سے اس قائل کو جواب یہ ہے کہ یہ ان احادیث میں سے ہیں کہ جن میں کوئی تضاد نہیں ہے، کیونکہ ہم نے مطلب سے روایت کیا، اس میں مُشاہدِ کعبہ کے کعبہ کی طرف نماز کے حکم کا ذکر ہے اور دوسری احادیث میں کعبہ سے غائب تحری سے نماز پڑھنے والے (کی نماز کے حکم کا ذکر ہے)

و قد وجدنا الصلاة إلی الکعبة بالمُعاینة لها یُصلّی الناسُ من جوانبها، فیستقبل بعضهم وجوه بعض، فیکون طلقاً لهم، غیر مکروه، و رأینا الصلاة بخلاف ذلك المکان مما لا مُعَایَنَةَ فیه

۲۳۳۔ تحفة الأحیل: ۲/۳۰۹۔۳۱۰

۲۳٤۔ تحفة الأحیل، ج۲، ص۳۱۰

للكعبة، بخلاف ذلك في كراهة استقبال وجوه الرجال بَعضِهِم بعضاً، و في الزجرِ عن ذلك، و المنع منه (٢٣٥)

یعنی، پس ہم نے کعبہ کے مُعاوِن کی نماز کو پایا کہ لوگ کعبہ کے اطراف میں نماز پڑھتے ہیں تو بعض کا رُخ بعض کی طرف ہوتا ہے تو ان کے لئے بلا کراہت چھوٹ ہوگئی، اور ہم نے اس کے برخلاف دوسری جگہ نماز کو دیکھا جہاں کعبہ کا معاینہ نہیں ہوتا کہ بعض کے بعض کی طرف منہ کرنے کی کراہت میں حکم اس (پہلی صورت کے) خلاف ہے (یعنی، یہاں ایسا کرنا مکروہ ہے جب کہ وہاں مکروہ نہ تھا)

فَعَقَلْنَا بذلك أن الكعبة مخصوصة بها بهذا الحكم في الصلاة إليها، و الإطلاق للنّاس استقبال وجوه المصلّين معهم إليها، و الإستقبال لحدودهم في صلاتهم إليهم و إن كان ذلك كذالك في صلاتهم إليه، اتّسع لهم بذلك مُرورهم بين أيديهم في صلاتهم إليها، و استقبالهم إياهم في ذلك بوجوههم و بحدودهم، و عقلنا أن الصلاة في الغَيْبَةِ عنها بخلاف ذلك، و أنه لما كان استقبال النّاس بعضهم بعضاً بوجوههم و بحدودهم فيها ممنوعاً، ضاق عليهم مرورُهم بهم فيها، و ضاق على المصلّين إطلاق ذلك فيها (٢٣٦)

یعنی، پس ہم نے اس سے یہ سمجھا کہ کعبہ کی طرف نماز میں، اور لوگوں کو چھوڑنے میں کہ وہ اپنے ساتھ کعبہ کی طرف نماز پڑھنے والوں کے چہروں کی طرف رُخ کریں اور اپنی نمازوں میں ان کی طرف اپنی محدود کے استقبال میں کعبہ کے اس حکم کے ساتھ خاص ہے، اور اگر اس کی

٢٣٥۔ تحفة الأحتيل: ٢/ ٣١٠

٢٣٦۔ تحفة الأحتيل بترتيب شرح مشكل الآثار: ٢/ ٣١٠

طرف ان کی نماز میں وہ اسی طرح ہے تو ان کے لئے اس کی گنجائش ہے کہ وہ ان کی کعبہ کی طرف نماز میں اُن کے آگے سے گزریں اور اس کی بھی گنجائش ہے کہ وہ لوگوں کی طرف اپنے چہروں اور حُدود کے ساتھ استقبال کریں (یعنی ان کی طرف چہرہ کریں) اور ہم نے سمجھا کہ کعبہ سے غائب نماز اس کے برخلاف ہے۔ وہ یہ کہ لوگوں کے بعض کی طرف اپنے چہروں اور حُدود کے ساتھ استقبال اس میں ممنوع ہے (کہ انہیں نماز میں ایک دوسرے کی طرف چہرہ کرنا ممنوع ہے) تو اس میں ان کا گزرنا ان پر تنگ ہے (یعنی نمازی کے آگے سے گزرنا مشکل ہے) اور نمازیوں پر اس میں اُسے اس کی اجازت دینا بھی تنگ ہے۔ (یعنی نمازیوں پر بھی انہیں اپنے آگے سے گزرنے دینا مشکل ہے)

فبان بحمد الله و نعمته أن لا تضادَّ في شئ مما ذكرناه في هذا الباب، و أن كل واحدٍ من المعنيين اللذين ذكرناهما فيه بائن بحكمه من المعنى الآخر منهما، و الله نسأله التوفيق (٢٣٧)

یعنی، پس اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی نُصرت سے ظاہر ہوگیا کہ اس بات میں جو ہم نے اس باب میں ذکر کیا (یعنی بظاہر متضاد احادیث بیان کیں) ان میں کسی قسم کا کوئی تضاد نہیں ہے، اور دو معانی جنہیں ہم نے ذکر کیا ان میں سے ہر ایک کا حکم دوسرے معنی سے جُدا ہے اور اللہ تعالیٰ سے توفیق کا سوال ہے۔

اسی طرح امام حافظ علاء الدین مغلطائی ابن قلیج بن عبداللہ حنفی متوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:

و أما حديث المطلب بن أبي وَدَاعَة قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ

٢٣٧۔ تحفة الأحتيل بترتيب شرح مشكل الآثار، المجلد (٢)، كتاب الصلاة، باب (١٣٥)، بيان مشكل ما رُوي عن رسول الله ﷺ في المرور بين يدي المصلّي في البيت الحرام و في الغيبة عنه ص ٣١٠

Ishaate

مِمَّا يَلِيْ بَابَ بَنِيْ سَهْمٍ، وَ النَّاسُ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطَّوَافِ سُتْرَةٌ"، فليس مخالفاً لما روى من النهى عن المروى بين يدى المصلّى، لأنه إنما هو فى الصلاة إلى الكعبة و معاينها، و النهى عن المرور بين يدى المصلّى إنما هو فيمن يتحرّى الصلاة فى الكعبة إذا غاب عنها، و زعم ابن شاهين أنه ناسخ لحديث النّهى (٢٣٨)

یعنی، مگر مطلب بن ابی وداعہ کی حدیث کہ انہوں نے فرمایا: ''میں نے نبی ﷺ کو بابِ بنی سہم کے قریب (نماز پڑھتے) دیکھا اور لوگ آپ کے آگے سے گزر رہے تھے اور آپ ﷺ اور طواف کرنے والوں کے درمیان کوئی سُترہ نہیں تھا'' تو یہ حدیث اُس حدیث کے مخالف نہیں ہے کہ جس میں نمازی کے آگے سے گزرنے سے روکا گیا ہے، کیونکہ وہ (یعنی حدیثِ مطلب) کعبہ کی طرف نماز (پڑھنے والے) اور مُشاہِد کعبہ کے حق میں ہے، اور نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت (والی حدیث) صرف اس کے بارے میں ہے جو کعبہ کی طرف نماز کی تحرّی (غور و فکر) کرتا ہے (کہ جہتِ کعبہ کدھر ہے) جب کہ وہ کعبہ سے غائب ہو، اور (مُحدِّث) ابن شاہین نے گمان کیا کہ یہ (حدیثِ مطلب) حدیثِ نہی (یعنی ممانعت والی حدیث) کے لئے ناسخ ہے۔

حدیثِ مطلب سے استدلال: اس حدیث کی بنا پر بعض نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں سُترہ کے بغیر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں چنانچہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

و لا بأس أن يصلّى بمكة إلى غير سترة و روى ذلك عن ابن الزبير، و عطاء، مجاهد، قال الأثرم: قيل لأحمد: الرجل يصلّى

٢٣٨ ـ شرح سنن ابن ماجه المجلد (٥)، كتاب الصلاة، باب ما يقطع الصلاة، ص ١٥٩٩ ـ ١٦٠٠

بمكة و لا يستتر بشئ، فقال: قد روى عن النبى ﷺ: "أنّه صَلّى، وَ ثَمَّ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطَّوَافِ سُتْرَةٌ"۔

قال أحمد: لأن مكة ليست كغيرها، كأن مكة مخصوصة، و ذلك لما روى كثير بن كثير بن المطلب، عن أبيه، عن جده المطلب، قال: "رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ حِيَالَ الْحَجَرِ، وَ النَّاسُ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ"۔ رواه الخلال بإسناده (٢٣٩)

یعنی، مکہ میں بغیر سُترہ کے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور یہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما، عطاء اور مجاہد سے مروی ہے، اثرم نے فرمایا: امام احمد سے کہا گیا کہ کوئی شخص مکہ میں نماز پڑھتا ہے اور کسی شئ کو سُترہ نہیں بناتا تو فرمایا: ''نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے نماز ادا فرمائی اور وہاں آپ ﷺ اور طواف کے درمیان کوئی سُترہ نہ تھا''۔

امام احمد نے فرمایا: کیونکہ مکہ اس کے غیر کی مثل نہیں ہے گویا مکہ مخصوصہ ہے اور وہ اس لئے کہ کثیر بن کثیر بن المطلب نے اپنے باپ سے روایت کیا، انہوں نے ان کے دادا مطلب سے روایت کیا ہے کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجرِ اسود کے مقابل نماز پڑھتے دیکھا، اور لوگ آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے''۔

حدیثِ مطلب کے تحت ممشی صحاح ستہ علامہ سندھی لکھتے ہیں:

ظاهره أنه لا حاجة إلى السترة فى مكة (٢٤٠)

یعنی، اس کا ظاہر ہے مکہ مکرمہ میں سُترہ کی حاجت نہیں۔

اور حدیثِ مطلب کو بعض نے صرف طواف کرنے والوں پر محمول کیا ہے، چنانچہ حدیثِ مطلب کے تحت علامہ محمد بن عبدالھادی سندھی متوفی ۱۱۳۹ھ لکھتے ہیں:

٢٣٩ ـ المغنى: ٢/٢٤٤

٢٤٠ ـ حاشية السندى على السنن للنسائى: ٥/٢٤٢

ظاهره أنه لا حاجة إلى السترة في مكة، و به قيل، و من لا يقول به يحمله على أن الطائفين كانوا يمرّون وراء السجود أو وراء ما يقع فيه نظر الخاشع (٢٤١)

یعنی، اس سے ظاہر یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں سُترہ کی کوئی حاجت نہیں ہے اور یہی کہا گیا کہ جو یہ بات نہیں کہتا وہ اسے طواف کرنے والوں پر محمول کرتا ہے کہ لوگ موضعِ سجود یا خشوع سے نماز پڑھنے والے کی نظر پڑنے کی جگہ کے آگے سے گزر رہے تھے۔

اور یہی شیخ شمس الحق عظیم آبادی "عون المعبود" (٢٤٢) میں نقل کیا ہے۔

اور حدیثِ مطلب کے تحت حافظ ابن حجر عسقلانی (٢٤٣) اور ابن حجر کے حوالے سے شیخ محمد شمس الحق عظیم آبادی (٢٤٤) نے نقل کیا:

و اغتفر بعض الفقهاء ذلك للطائفين دون غيرهم للضرورة، و عن بعض الحنابلة جواز ذلك في جميع مكة

یعنی، بعض طواف کرنے والوں نے وہ (یعنی، نمازی کے آگے سے گزرنا) طواف کرنے والوں کے لئے ضرورت کی وجہ معاف قرار دیا ہے سوائے ان کے غیر کے، اور بعض حنابلہ سے پورے مکہ میں اس کا جواز منقول ہے۔

اور امام ابو العباس شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

٢٤١۔ حاشية السندي على السنن للنسائي: ٥/ ٢٤٢

٢٤٢۔ عون المعبود شرح سنن أبي داؤد، الجزء (٥)، كتاب المناسك، باب (٨٩) في مكة الحديث: ٢٠١٤، ص ٣٤٥

٢٤٣۔ فتح الباري شرح صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب السترة بمكة و غيرها الحديث: ٥٠١، ص ٥٧٦

٢٤٤۔ عون المعبود، الجزء (٥)، كتاب المناسك، باب (٩٠) تحريم مكة الحديث: ٢٠١٤، ص ٣٤٦

نعم اغتفر بعضهم ذلك للطائفين دون غيرهم للضرورة (٢٤٥)

یعنی، ان کے بعض نے اسے ضرورت کی وجہ سے طواف کرنے والوں کے لئے معاف قرار دیا سوائے ان کے غیر کے۔

ائمہ مجتہدین: امام مالک، شافعی اور احمد بن حنبل علیہم الرحمہ کے نزدیک مسجد حرام میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔ احناف میں سے امام طحاوی علیہ الرحمہ سے کعبہ کے پاس نمازی کے آگے سے گزرنے کا جواز منقول ہے۔

علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی نے لکھا جسے مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ نے ان کلمات کے ساتھ نقل کیا ہے:

شیخ رحمت اللہ سندی در ''منسک کبیر'' خود گفتہ کہ مرور پیش مصلی در مسجد حرام جائز است نزد علماء ثلاثہ اعنی مالک و شافعی و احمد و امام در مذہب حنفیہ نیافتہ ام من مر اصحاب خود را کلامے در وے نہ منع و نہ اباحت الا آنکہ ذکر کردہ است طحاوی رحمۃ اللہ علیہ در شرح آثار چیزے را کہ ظاہر است در دلالت بر جواز مرور پیش مصلی در حضرت کعبہ اھ (٢٤٦)

یعنی، شیخ رحمت اللہ (بن عبداللہ) سندھی (حنفی) نے اپنی "منسک کبیر" میں فرمایا مسجد حرام میں نمازی کے آگے سے گزرنا علماء ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے میری مراد امام مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ ہیں، مگر مذہب حنفیہ تو میں نے خاص طور پر اپنے اصحاب سے اس بارے میں کوئی کلام نہیں پایا، نہ منع کرنے کے بارے میں اور نہ اباحت کے بارے میں، مگر یہ کہ امام طحاوی علیہ الرحمہ نے ''شرح آثار'' میں ایک چیز ذکر کی ہے جو کعبہ کے پاس نمازی کے آگے سے گزرے کہ جواز پر دلالت کرنے میں ظاہر ہے۔

٢٤٥۔ إرشاد الساري شرح صحيح البخاري، المجلد (١)، كتاب الصلاة باب السترة بمكة و غيرها ص ٤٦٧

٢٤٦۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب سيزدهم در بعضے مسائل متفرقه، فصل دو ازدهم، ص ٢٩٥

اوراس کے تحت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

مخفی نماند کہ مرور درپیش مصلی درصحراء یا درمسجد کبیر اگر دُور تر از مقدار سجود است ممنوع نباشد بقول صاحب ہدایہ وبسیارے از کتب حنفیہ، واختیار صاحب البحر الرائق، و عام است حکم جواز وے بر قول مذکور درجمیع مساجد کبار علی الخصوص حرم مکہ کہ محل ابتلاء عام وکثرت مرور ام است، پس آنچہ مولانا رحمت اللہ گفتہ نیافیہ ام من اصحاب خود را کلامے در وے ظاہر آن ست کہ مراد داشتہ است مرور را کمتر از مقدار سجود، ولیکن عبارت طحاوی رحمۃ اللہ علیہ درشرح آثار افادہ نمی کند مرور را کمتر از مقدار سجود بلکہ افادہ میکند مرور را پیش مصلّی، وظاہر آنست کہ مراد او دُور تر از محل سجود باشد واللہ تعالیٰ اعلم (۲۴۷)

یعنی، مخفی نہ رہے صحراء یا مسجد کبیر میں نمازی کے آگے سے گزرنا اگر مقدار سجود سے دُور تر ہے تو صاحبِ ہدایہ اور بے شمار کُتب حنفیہ کے قول کے مطابق اور صاحبِ بحرالرائق کے مختار کے مطابق ممنوع نہیں ہے، اور مذکور قول کی بناء پر جواز کا حکم تمام مساجد کبیر خصوصاً حرم مکہ کو عام ہے کہ وہ ابتلاءِ عام اور لوگوں کے کثرت سے گزرنے کا محل ہے، پس جو علامہ رحمت اللہ (بن عبداللہ سندھی حنفی) نے فرمایا کہ ''میں نے اپنے اصحاب سے (اس بارے میں) کوئی کلام نہیں پایا'' ظاہر ہے کہ انہوں نے مقدار سجود سے کمتر گزارنا مراد لیا ہے، لیکن امام طحاوی (حنفی متوفی ۳۲۱ھ) علیہ الرحمہ ''شرح آثار'' میں سجود سے کمتر مقدار سے گزرنے کا افادہ نہیں کیا ہے بلکہ انہوں نے نمازی کے آگے سے گزرنے کا افادہ کیا ہے، اس کا ظاہر یہ ہے کہ اس کا گزرنا محل سجود سے دُور تر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نقل کرتے ہیں:

۲۴۷۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۲۹۵

تنبیہ: ذکر فی "حاشیة المدنی" لا یمنع المارّ داخل الکعبة و خلف المقام و حاشیة المطاف لما روی أحمد و أبو داؤد عن المطلب بن أبی وداعة: "أَنَّهُ رَأَی النَّبِیَّ ﷺ یُصَلِّیْ مِمَّا یَلِیْ بَابَ بَنِیْ سَهْمٍ وَ النَّاسُ یَمُرُّوْنَ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ لَیْسَ بَیْنَهُمَا سُتْرَةٌ" و هو محمول علی الطائفین فیما یظهر، لأن الطواف صلاة، فصار کمن بین یدیه صفوف من الصلّین انتهی، و مثله فی "البحر العمیق"، و حکاه عز الدین بن جماعة عن "مشکلات الآثار للطحاوی" و نقله الملا رحمة الله فی "منسکه الکبیر" و نقله سنان آفندی أیضاً فی "منسکه" و سیأتی إن شاء الله تعالی تأیید ذلك فی باب الإحرام من کتاب الحج (۲/۱ ۵۰، ۲ ۵۰) (۲۴۸)

یعنی، "حاشیة المدنی" میں ہے کہ کعبہ کے اندر اور مقام ابراہیم کے پیچھے اور حاشیۂ مطاف میں (نمازی کے آگے سے) گزرنے والے کو نہ روکا جائے، اس لئے کہ امام احمد اور امام ابو داؤد نے مطلب بن ابی وداعہ سے روایت کیا کہ ''انہوں نے نبی ﷺ کو بابِ بنی سہم (یعنی بابُ العُمرہ) کے پاس نماز ادا فرما رہے تھے اور لوگ آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے حالانکہ ان کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا'' اور یہ حدیث بظاہر طواف کرنے والوں پر محمول ہے، کیونکہ طواف نماز ہے تو ایسے ہو گیا جیسے اس کے آگے نمازیوں کی صفیں ہوں اور اسی کی مثل ''البحر العمیق'' میں ہے، اور اسے امام طحاوی کی ''مشکلات الآثار'' کے حوالے سے امام عزالدین بن جماعہ (الکنانی متوفی ۷۶۷ھ) نے حکایت کیا ہے، اور

۲۴۸۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۱)، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ و ما یکرہ فیھا، ص ۶۳۵۔ ۶۳۶

اسے ملا رحمت اللہ (بن عبداللہ سندھی حنفی جنہیں موصوف نے "منحة الخالق" (۲۴۹) میں ابن ہمام کا شاگرد لکھا ہے) نے "منسك كبير" میں نقل کیا اور سنان آفندی نے بھی اسے اپنی "منسک" میں نقل کیا۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب اس کی تائید (اسی کتاب کے) کتاب الحج کے باب الاحرام میں آئے گی۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی نے کتاب الحج کے باب الاحرام میں ایک عنوان قائم کیا کہ "مطلب: فی علم منع المارّ بین یدی المصلّی عند الکعبة" (یعنی، کعبہ کے پاس نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو منع نہ کرنے کے بیان میں) اور اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

تنبیه: قال العلامة قطب الدین فی "منسکه": رأیت بخط بعض تلامذة الکمال بن الهمام فی "حاشیة الفتح": إذا صلّی فی المسجد الحرام ینبغی أن یمنع المارّ لهذا الحدیث، و هو محمول علی الطائفین لأن الطواف صلاة قصار کمن بین یدیه صفوف من المصلّین ۱ ه و قال رأیت فی "البحر العمیق" حکی عز الدین بن جماعة عن "مشکلات الآثار للطحاوی" أن المرور بین یدی المصلّی بحضرة الکعبة یجوز ۱ ه۔ (۲۵۰)

یعنی، تنبیہ: علامہ قطب الدین (حنفی متوفی ۹۸۸ھ) نے اپنے "مناسک" میں فرمایا کہ میں نے "فتح القدیر" کے حاشیہ میں کمال بن ہمام (یعنی امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد متوفی ۸۶۱ھ) کے بعض شاگردوں کے خط سے دیکھا کہ جب مسجد حرام میں نماز پڑھے تو اس

۲۴۹۔ منحة الخالق علی البحر الرائق، کتاب الحج، باب الإحرام: ۲/ ۳۲۷

۲۵۰۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب الإحرام، مطلب: فی عدم منع المار الخ، ص ۵۰۱۔ ۵۰۲

حدیث (یعنی مطلب بن وَدَاعہ سے مروی حدیث) کی بنا پر (سامنے سے) گزرنے والے کو نہ روکے، اور وہ (روایت) طواف کرنے والوں پر محمول ہے، کیونکہ طواف نماز ہے، پس ایسے ہو گیا جیسے اس کے آگے نمازیوں کی صفیں ہوں اھ، اور فرمایا کہ پھر میں نے "البحر العمیق" میں دیکھا کہ امام عزالدین بن جماعہ (کنانی متوفی ۷۶۷ھ) نے امام (ابو جعفر احمد بن محمد) طحاوی (حنفی متوفی ۳۲۱ھ) کی "مشکلات الآثار" سے حکایت کیا کہ کعبہ کے پاس نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے اھ۔

علامہ حسین بن محمد سعید عبدالغنی مکی حنفی لکھتے ہیں:

أقول: قال العلامة الشیخ قطب الدین الحنفی فی "منسکه": فرع غریب رأیت بخط تلامذة الکمال ابن الهمام فی حاشیة "فتح القدیر": إذا صلّی فی المسجد الحرام ینبغی أن لا یمنع المارّ، لما روی أحمد و أبو داؤد عن المطلب بن أبی وَدَاعة، أنه رأی النبی ﷺ یصلّی مما یلی باب بنی سهم والناس یمرّون بین یدیه و لیس بینهما سترة، و هو محمول علی الطائفین فیما یظهر، لأن الطواف صلاة قصار کمن بین یدیه صفوف من المصلّین، ثم رأیت فی "البحر العمیق" حکی ابن جماعة عن "مشکلات الآثار للطحاوی": أن المرور بین یدی المصلّین بحضرة الکعبة یجوز أفاده الحباب، و فی "رد المحتار" تنبیه ذکر فی "حاشیة المدنی" لا یمنع المارّ داخل الکعبة و خلف المقام و حاشیة المطاف ۱ ه کذا فی "تقریر الشیخ عبدالحق" (۲۵۱)

۲۵۱۔ إرشاد السّاری إلی مناسك الملا علی القاری، فصل فی رکعتی الطواف، ص ۱۷۲

یعنی، میں کہتا ہوں کہ علامہ شیخ قطب الدین حنفی (متوفی ۹۸۸ھ) نے اپنی ''منسک'' میں فرمایا کہ میں نے امام کمال الدین (محمد بن عبدالواحد) ابن ہمام (حنفی متوفی ۸۶۱ھ) کے شاگردوں کے خط سے ''فتح القدیر'' کے حاشیہ میں فرع غریب دیکھی کہ جب مسجد حرام میں نماز پڑھے تو اُسے چاہئے کہ (آگے سے) گزرنے والے کو نہ روکے، اس لئے کہ امام احمد اور امام ابوداؤد نے مطلب بن ابی وداعہ سے روایت کیا کہ انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ ''آپ باب بنی سہم سے متصل نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے اور آپ ﷺ اور لوگوں کے درمیان کوئی سُترہ نہ تھا'' اور یہ بظاہر طواف کرنے والوں پر محمول ہے کیونکہ طواف نماز ہے پس ایسے ہوگیا جیسے اس کے آگے نمازیوں کی صفیں ہوں، پھر میں نے ''البحر العمیق'' میں دیکھا کہ ابن جماعہ نے (امام ابوجعفر احمد بن محمد) طحاوی (حنفی متوفی ۳۲۱ھ) کی ''مشکلات الآثار'' سے حکایت کیا کہ کعبہ کے پاس نمازیوں کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔

حباب نے اس کا افادہ کیا اور ''در مختار'' میں ہے: تنبیہ: ''حاشیة المدنی'' میں ذکر کیا گیا کہ کعبہ کے اندر، مقامِ ابراہیم کے پیچھے اور حاشیۂ مطاف میں (نمازی کے آگے) گزرنے والے کو نہ روکا جائے اھ اسی طرح ''تقریرات شیخ عبدالحق'' میں ہے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی کے فرزند علامہ علاؤالدین ابن عابدین شامی متوفی ۱۳۰۶ھ لکھتے ہیں:

و لا یُمنع المارُّ من الطائفین بین یدی المصلّی، و کذا لا یمنع مطلّق مارٍّ بین یدی المصلّی بحضرة الکعبة، و یجوز المرور بین یدی المصلّی بحضرة الکعبة (۲۵۲)

۲۵۲۔ الهدیة العلائیة أحکام الحج، أفعال الحج المفرد الخ، ص ۲۰۱

یعنی، طواف کرنے والوں میں سے نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو نہ روکا جائے، اور اسی طرح کعبہ کے پاس مطلق گزرنے والے کو نمازی کے آگے سے گزرنے سے نہیں روکا جائے گا، اور کعبہ کے پاس نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔

اور شیخ عبدالحمید محمود طہماز نے ''صحیح ابن حبان'' میں مذکور حدیث (برقم: ۲۳۵۸) نقل کرکے اس کے تحت لکھتے ہیں:

و هذا من خصوصیات المسجد الحرام، فلا یمنع المارّ من الطائفین بین یدی المصلّی، و یجوز المرور بین یدی المصلّی بحضرة الکعبة (۲۵۳)

یعنی، یہ مسجد حرام کی خصوصیات سے ہے، پس طواف کرنے والوں میں سے نمازی کے آگے سے گزرنے والوں کو نہیں روکا جائے گا، اور کعبہ معظّمہ کے پاس نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے (اور مؤلف نے اسے ''ھدیة العلائیه'' کے حوالے سے نقل کیا ہے)

اور شیخ السعید محمد سعید الصاخرجی حدیثِ مطلب کو امام احمد، ابن حبان اور ابن ماجہ کے حوالے سے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ینبغی ألا یمنع المارّ و هو الطائف، لأن الطواف صلاة، فصار کمن بین یدیه صفوف من المصلّین، و قد نقل عن الطحاوی: أن المرور بین یدی المصلّی بحضرة الکعبة یجوز (۲۵۴)

یعنی، چاہئے کہ گزرنے والے کو منع نہ کیا جائے اور وہ طواف کرنے والا ہو کیونکہ طواف نماز ہے پس ایسے ہوگیا جیسے اس (نمازی) کے آگے

۲۵۳۔ الفقه الحنفی فی ثوبه الجدید، المجلد (۱)، کتاب الحج، وصف أفعال الحج المُفرد، ص ۴۸۴

۲۵۴۔ التیسیر فی الفقه الحنفی من شرح تنویر الأبصار و رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحج، السعی بین الصفا و المروة، ص ۶۴۹

نمازیوں کی صفیں ہوں، اور امام طحاوی سے منقول ہے کہ کعبہ مکرمہ کے
پاس نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔

علامہ مولانا محمد سلیمان اشرف نقل کرتے ہیں کہ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

أن المرور بين يدى المصلىّ بحضرة الكعبة يجوز ۔ رد المحتار (۲۵۵)

یعنی، یہ مسئلہ کہ نمازیوں کے سامنے سے گزرنا گناہ نہیں ہے بلکہ جائز ہے
صرف حرم بیت اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

اور مسعی کو علماء کرام نے مسجد سے خارج شمار کیا ہے، چنانچہ امام محمد بن اسحاق خوارزمی حنفی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

و الصفا خارج المسجد من الجانب الشرقي (۲۵۶)

یعنی، صفا مشرق کی جانب مسجد الحرام سے خارج ہے۔

نمازی کے آگے سے گزرنے کے جواز کے بارے میں فقہاءِ احناف کی جو عبارات مذکور ہیں وہ یہ ہیں کعبہ کے پاس، مطاف میں، حاشیہ مطاف میں، حرم بیت اللہ میں اور مسجد حرام، اور امام قسطلانی نے نقل کیا کہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک مسجدِ حرام میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نے تینوں ائمہ امام مالک، شافعی اور احمد سے مسجدِ حرام میں نمازیوں کے آگے سے گزرنے کا جواز ذکر کیا ہے۔ جب کہ محشی صحاح ستہ علامہ عبدالہادی سندھی نے پورے مکہ میں نمازی کو سُترہ کی حاجت نہ ہونے کا ذکر کیا ہے اور علامہ ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے مذکور ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک نمازی کے آگے سے گزرنا ضرورت کی بنا پر معاف ہے اور انہی سے منقول ہے کہ بعض حنابلہ کے نزدیک

۲۵۵۔ الحج، طواف کا طریقہ، بعد طواف مقام ابراہیم پر دو رکعت واجب، ص ۹۵

۲۵۶۔ إثارة الترغيب و التشويق إلى المسلحد الثلاثة و البيت العتيق، القسم الأول، الفصل الخامس و الخمسون في ذكر ما جاء في بناء المسجد الحرام، ص ۳۰۲

پورے مکہ میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔ اور ابن قدامہ حنبلی نے بھی پورے مکہ میں بلا سُترہ نماز کے جواز کا قول کیا ہے اور امام احمد کا قول نقل کیا ہے کہ مکہ غیر مکہ کی طرح نہیں ہے۔

فقہاء کرام نے ضرورت کی بنا پر حدیثِ مطلب بن ابی وَدَاعہ سے استدلال کرتے ہوئے جواز کا قول کیا اور حدیث مطلب کے الفاظ میں بھی اختلاف ہے جیسا کہ یہ بات سابقہ صفحات میں مذکور حدیث کے الفاظ کو دیکھنے سے واضح ہو جاتی ہے۔ مگر فقہاء کرام نے ضرورت کی بنا پر جواز کو بیان کیا۔ پھر جس نے سمجھا کہ ضرورت صرف کعبہ کے پاس ہے اس نے کعبہ کے پاس جواز کا قول نقل کیا اور جس نے پورے مطاف میں ضرورت کو جانا اس نے مطاف کا ذکر کیا، جس کے نزدیک پوری مسجد حرام میں ضرورت دیکھی اس نے مسجد حرام کا ذکر کیا اور جس کے نزدیک ضرورت پورے مکہ شہر میں تھی اس نے مکہ کا ذکر کیا۔ پھر جس زمانے میں ان فقہاء کرام نے جواز کا ذکر کیا اور جواز کو حدود کے ساتھ مقید کیا اس زمانے میں لوگوں کی حرم مکہ آمد اس قدر نہ تھی جتنی آج ہے اور لوگوں کا اتنا ازدحام نہیں ہوتا تھا جتنا آج ہوتا ہے لیکن مسعی میں اس قدر حاجت پیش نہیں آتی جس قدر مطاف میں پیش آتی ہے مسعی میں لوگ صرف پنجگانہ نماز کی جماعت کے وقت نماز پڑھتے نظر آتے ہیں، عام اوقات میں نہیں، جب کہ مطاف میں اوقات جماعت کے علاوہ بھی لوگ کثرت سے نماز پڑھتے ہیں۔

اور پھر ہمارے آئمہ ثلاثہ سے اس بارے میں کوئی تصریح نہیں ہے سوائے اس کے کہ امام طحاوی نے کعبہ کے پاس جواز کو بیان کیا اور دیگر احناف نے بھی مطاف اور کعبہ کا ذکر کیا مگر علامہ عبدالہادی سندھی حنفی محشی صحاح ستہ نے جو دو اقوال ذکر کئے ہیں ان میں پہلا قول پورے مکہ میں سُترہ کی عدم ضرورت کے بارے میں ہے، اور علماءِ احناف نے کُتُبِ فقہ میں اور خصوصاً کُتُبِ مناسک میں مطاف میں نمازی کے آگے سے گزرنے کا جواز ذکر کیا ہے۔ تو ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نتیجہ یہ نکلا کہ مطاف میں کعبہ کے نزدیک حاجت زیادہ ہوتی ہے اس لئے ضرورت پیش آنے پر نمازی کے آگے سے طواف نہ کرنے والا بھی گزر جائے اور مطاف کے کناروں سے دیکھ لے اگر نمازی کے آگے سے گزرے بغیر گزرنے کی سبیل ہے تو

نمازی کے آگے سے نہ گزرے بلکہ دوسری راہ اختیار کرے اور پھر مسجد حرام میں ضرورت اور رکم ہو جاتی ہے لہٰذا وہاں نمازی کے آگے سے نہ گزرے اور اگر کوئی سبیل نہ ہو تو مجبوراً گزر جائے کہ ہمارے علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ گزرنے کا جواز حرم بیت اللہ کے ساتھ مخصوص ہے اور حرم بیت اللہ کا اطلاق مسجد حرام پر اسی طرح کیا جاتا ہے جس طرح مطاف پر، لیکن بچنے کی کوشش کرے کہ یہاں ایسی حاجت نہیں جیسی کہ مطاف میں، اس لئے کہ یہاں ستون موجود ہیں اور وہاں نہیں اور مسعیٰ میں جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ضرورت صرف جماعت کے وقت ہوتی ہے اور اس وقت سعی بھی بتدریج رُک جاتی ہے اور وہاں اس زمانے میں یہ حاجت پیش نہیں آئی تھی اس لئے فقہاءِ احناف نے صرف مطاف و مسجد حرام کا ذکر کیا اور فی زمانہ بھی ہم دیکھتے ہیں تو یہ یہی حاجت مسعیٰ میں پیش نہیں آتی کہ تو وہاں بھی گزرنا جائز ہو۔

یہ ایک اہم اور ضروری مسئلہ تھا کہ جس کی طرف برادرم مولانا محمد عرفان ضیائی دامت برکاتہم العالیہ نے استفتاء کے ذریعے احقر کی توجہ دلائی، اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق سے جس قدر کُتبِ فقہ میسر آئیں ان کی طرف مراجعت کر کے جو تحقیق اس مسئلہ میں ہو سکی میں نے کی، اگر یہ حق ہے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے ورنہ وہ میری جانب سے ہے۔ حضرات علماء کرام میں سے جسے اس سے اختلاف ہو دلائل سے اس کا رد کر دے تو احقر اپنی تحریر سے رجوع کرنے میں تأمل نہیں کرے گا۔ و الحق أحق أن يتبع

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الجمعة، ٨ جمادى الأولى ١٤٢٨ھ، ٢٥ مايو ٢٠٠٧ م (389-F)

آبِ زم زم سے وضو و غسل کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ مسجد الحرام میں بیٹھے رہنے سے وضو ٹوٹ جائے تو اٹھتے ہیں اور آبِ زم زم سے وضو کر کے پھر بیٹھ جاتے ہیں، بعض مسجد کے خدام کو بھی دیکھا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو بجائے

روکنے کے خود آبِ زم زم سے وضو کرنے کا کہتے ہیں، شرع مطہرہ میں آبِ زم زم سے وضو اور غسل کا کیا حکم ہے؟

(السائل: حافظ بلال قادری، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: آبِ زم زم کو حقیقی یا حکمی ہر قسم کی نجاست کے ازالہ کے لئے استعمال کرنا درست نہیں، محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام کے شاگرد (كما في منحة الخالق) علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لا يستعمل إلا على شيٌ ظاهرٍ و يكره الاستنجاء به

یعنی، آبِ زم زم کو نہ استعمال کیا جائے مگر پاک چیز پر اور اس سے استنجاء کرنا مکروہ ہے۔

اس کے تحت شارح ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فلا ينبغي أن يغسل به ثوب نجس، و لا أن يغتسل به جنب و لا محدث، و لا في مكان نجس ..... و كذا إزالة النجاسة الحقيقة من ثوبه أو بدنه حتى ذكر بعض العلماء تحريم ذالك، و يقال: إنه استنجى به بعض الناس فحدث به الباسور (۲۵۷)

یعنی، تو اس سے نجس (ناپاک) کپڑے کو نہیں دھونا چاہئے اور نہ اس سے جُنبی غسل کرے (یعنی وہ شخص کہ جس پر غسل واجب ہو گیا ہو) اور نہ بے وضو (اس سے وضو کرے) اور نہ نجس جگہ (اسے استعمال کرے یا ڈالے) ..... (جس طرح سے استنجاء مکروہ ہے) اسی طرح اس سے نجاست حقیقی کو اپنے کپڑے یا بدن سے زائل کرنا (مکروہ ہے) یہاں تک کہ بعض علماء نے اس کا حرام ہونا ذکر کیا ہے، اور کہا گیا کہ کسی نے اس سے استنجاء کر لیا تو اُسے بواسیر کا مرض ہو گیا۔

۲۵۷۔ المسلك المقسّط إلى المنسك المتوسط، باب المفرقات، فصل، ص ٥٤٥

Ishaate

اورمخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

و اما ازالۂ نجاست چنانکہ استنجاء و مانند آن حرام است نزد بعضے ومکروہ است نزد بعضے دیگر، وگویند کہ استنجاء کردہ کسی بآب زم زم میں حادث گشت بوی یا سور(۲۵۸)

یعنی، مگر آبِ زم زم سے نجاست دُور کرنا جیسے استنجاء اوراس کی مثل اور کام (میں اس کا استعمال) وہ حرام ہے بعض کے نزدیک اور دوسروں کے نزدیک مکروہ ہے۔اور کہتے ہیں کسی شخص نے آبِ زم زم کے ساتھ استنجاء کرلیا تھا تو اسے بواسیر کا مرض ہوگیا۔

اورعلامہ تقی الدین محمد بن احمد بن علی الفاسی المکی المالکی متوفی ۸۳۲ھ نے اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال بیان کئے ہیں کہ ماوردی کی ''حاوی'' میں جو ہے اس کی بنا پر بالاجماع اس سے تطہیر جائز ہے اورامام نووی نے ''شرح المہذب'' میں لکھا کہ آب زم زم سے نجاست زائل کرنے سے بچنا چاہئے خصوصاً نجاست کے وجود کو دور کرنے سے اور خصوصاً اس سے استنجاء کرنے سے۔اور محبّ طبری نے اس سے نجاست کے زائل کرنے کے حرام ہونے پر جزم کیا اگرچہ اس صورت میں تطہیر حاصل ہوجائے گی۔اصحاب مالکیہ میں سے ابن شعبان سے آب زم زم سے تطہیر کی ممانعت منقول ہے۔مالکیہ میں سے ابن حبیب نے جو ذکر کیا اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے وضو مستحب ہے۔امام شافعی کا مذہب ہے کہ اس سے وضو اور غسل مستحب ہے، امام احمد نے ایک روایت میں اسے مکروہ قرار دیا۔اور رفاکہی نے ذکر کیا کہ اہل مکہ اپنی میتوں کے غسل سے فارغ ہو چکے ہوتے تو تبرکاً انہیں آبِ زم زم سے غسل دیتے اور ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے اپنے فرزند عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو آبِ زم زم سے غسل دیا۔(۲۵۹)

برکت حاصل کرنے کے لئے آبِ زم زم کا استعمال بالاتفاق جائز ہے اور صحابہ حضرت

۲۵۸۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم فصل سیوم مسئلہ در ذکر چاہ زم زم الخ، ص ۱۳۸

۲۵۹۔ شفاء الغرام بأخبار بلد الحرام المجلد (۱)، ذکر حکمۃ التطہیر بماء زم زم ص ۴۱۴

اسماء رضی اللہ عنہا اور اہلِ مکہ کے عمل سے بھی یہی ثابت ہے اور علماء کرام نے بھی اس کی تصریح کی ہے کہ برکت حاصل کرنے کے لئے اس کا استعمال جائز ہے، چنانچہ صاحب فتح القدیر امام ابن ہمام کے شاگرد علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و یجوز الإغتسال التوضؤ بماء زمزم علی وجه التبرك

یعنی، برکت حاصل کرنے کے لئے آبِ زم زم سے غسل اور وضو جائز ہے۔

اس کے تحت شارح ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أی لا بأس بما ذکر إلا أنه ینبغی أن یستعمله علی قصد التبرك بالمسح أو الغسل أو التجدید فی الوضوء (۲۶۰)

یعنی، (علامہ رحمت اللہ سندھی نے) جو ذکر کیا (کہ آبِ زم زم سے غسل اور وضو برکت لینے کے لئے جائز ہے) اس میں کوئی حرج نہیں مگر اُسے چاہئے کہ برکت حاصل کرنے کے ارادے سے مسح یا غسل یا تجدید وضو کے طور پر استعمال کرے۔

اورمخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

باک نیست در اغتسال ووضو بہ آب زم زم وقیل مکروہ است اغتسال بوی نہ وضو وباید کہ استعمال نکند آب مذکور را مگر بر بدن طاہر بطریق تجدید وضو و مانند آن(۲۶۱)

یعنی، آبِ زم زم سے غسل اور وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں اور کہا گیا کہ اس سے غسل کرنا مکروہ ہے نہ کہ وضو، مگر یہ چاہئے کہ آب زم زم کو ناپاک بدن پر استعمال نہ کرے۔

بہر حال اس مسئلہ میں علماء اسلام کے اقوال مختلف ہیں صحیح یہی ہے کہ ازالۂ نجاست کے

۲۶۰۔ المسلك المتقسّط إلی المنسك المتوسط، باب المترفات، فصل: و یستحب الإكثار من شرب ماء زمزم، ص ۵۴۵

۲۶۱۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم فصل سیوم مسئلہ در ذکر چاہ زم زم الخ، ص ۱۳۸

لئے اور رفعِ حدث کے لئے اس کو استعمال نہ کیا جائے۔یعنی جنبی اس سے غسل نہ کرے اور بے وضو اس سے وضو نہ کرے اور اسے استنجاء کے لئے استعمال نہ کیا جائے اس سے ناپاک کپڑے نہ دھوئے جائیں کہ یہ برکت والا پانی ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

وارد شدہ است در حق زمزم کہ ہی مبارکۃ(۲۶۲)

یعنی، آبِ زم زم کے حق میں وارد ہے کہ یہ برکت والا ہے۔

اور یہ رُوئے زمین کے پانیوں سے بہتر پانی ہے چنانچہ حدیث شریف ہے:

و عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله ﷺ: "خَيْرُ مَاءٍ عَلٰى وَجْهِ مَاءُ زَمْزَمَ" الخ راوه الطبرانی فی "الكبير" و رواته ثقات و رواه ابن حبان أيضاً (۲۶۳)

یعنی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''روئے زمین پر بہتر پانی آبِ زم زم ہے'' الخ اسے امام طبرانی نے 'المعجم الکبیر" میں روایت کیا ہے اور اس روایت کے راوی ثقات ہیں اور اسے امام ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔

اور یہی وہ پانی ہے جسے ثواب کی نیت سے دیکھنا عبادت ہے جیسا کہ "لباب المناسك"، "المسلك المتقسط" (ص ۵۴۳) میں ہے اور ''حياة القلوب فی زيارة المحبوب" (ص ۱۳۹) میں ہے کہ

النظر إلى زمزم عبادة۔ رواه الفاكهی بسنده عن النبی ﷺ

یعنی، زم زم (کے کنوئیں) میں دیکھنا عبادت ہے۔اسے علامہ فاکہی نے اپنی سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے۔

اور یہی وہ مبارک پانی ہے کہ جسے نبی ﷺ کے قلبِ اطہر کے غسل کا شرف حاصل ہوا، اور اس کی روایات حضرت انس رضی اللہ عنہ سے "صحيح البخاری" کے کتاب الصلوٰة

۲۶۲۔ حياة القلوب فی زيارة المحبوب، ص ۱۳۸

۲۶۳۔ إرشاد السارى إلى مناسك الملّا على القارى، باب المترفات، فصل، ص ۵۴۱

(باب كيف فرضت الصلوات فی الإسراء) میں اور حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے "صحيح البخاری" کے کتاب بدء الخلق (باب ذكر الملائكة) میں مروی ہے۔

اور یہی وہ پانی ہے کہ جس کے کنوئیں میں نبی ﷺ کا دہن مبارک میں لے کر نکالا ہوا پانی ڈالا گیا اور اس کی روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے "مسند امام احمد" (۳۷۲/۱، برقم:۳۵۲۷) اور "اخبار مكة للفاكهی" (۵۵/۲) میں اور "المعجم الكبير" للطبرانی (۹۷/۱۱) میں مروی ہے، اسی طرح "البداية و النهاية" (۲۶۴) میں ہے۔

ایسے بابرکت اور اتنی فضیلتوں کے حامل پانی کو ناپاکی میں استعمال کرنا اور پاکی حاصل کرنے کے لئے استعمال کرنا درست نہیں، لہٰذا اس سے اجتناب ضروری ہے اور اس سے برکت حاصل کرنا بالکل جائز بلکہ مستحسن ہے۔

اور سوال میں مذکور لوگ بے وضو ہونے کی صورت میں آبِ زم زم سے وضو کرتے ہیں اس لئے انہیں چاہئے کہ وہ اس سے وضو نہ کریں اور خادم کو بھی چاہئے کہ انہیں اس سے منع کریں۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم، ذوالحجة ۱۴۲۷ھ، ديسمبر ۲۰۰۶ م (324-F)

آبِ زم زم میں کفن کی چادریں بھگونا کیسا ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ لوگ کفن کے کپڑے کو آبِ زم زم میں بھگونے کے لئے لاتے ہیں ان کی نیت تبرک حاصل کرنا ہوتی ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صرف چھینٹے مارنا کافی ہے پورا بھگونا نہیں چاہئے کہ اس میں آبِ زم زم کا ضائع کرنا ہے اور استعمال کے بعد اس کو کسی جگہ ڈالنا بے ادبی ہے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

(السائل: نور بیگ، ازلیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: فقہاء کرام نے آبِ زم زم کو ازالۂ

۲۶۴۔ البداية و النهاية المجلد (۴)، باب دخول النبی ﷺ إلى مكة فصل إحلاله ﷺ الخ، ذكر إفاضته عليه السلام إلى البيت العتيق، ص ۱۴۵

نجاست کے لئے استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے نجاست چاہے حقیقی ہو یا حکمی جیسے جنابت سے غسل یا وضو چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

باک نیست در اغتسال و وضو بہ آب زم زم، و قیل مکروہ است اغتسال بوی نہ وضو، و باید کہ استعمال نکند آب مذکور را مگر بر بدن طاہر بطریق تجدید وضو و مانند آن و اما ازالۂ نجاست چنانکہ استنجاء و مانند آن پس حرام است نزد بعضے و مکروہ است نزد بعضے دیگر، و گویند کہ استنجا کرد کسی بآب زمزم پس حادث گشت بوی یا سور(۲۶۵)

یعنی، آبِ زمزم سے غسل اور وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور کہا گیا کہ اس سے غسل کرنا مکروہ ہے نہ کہ وضو، مگر یہی چاہئے کہ آبِ زم زم کو ناپاک بدن پر استعمال نہ کرے، پہلے سے وضو ہو تو تجدیدِ وضو آبِ زمزم سے کرلے اور اس کی مانند، مگر آبِ زمزم سے نجاست کو دُور کرنا جیسا کہ استنجاء کرنا اور اس کی مثل اور کوئی کام کرنا تو وہ بعض کے نزدیک حرام ہے اور بعض دیگر کے نزدیک مکروہ ہے۔ اور کہتے ہیں کہ کسی شخص نے آبِ زم زم کے ساتھ استنجاء کرلیا تھا تو اسے بواسیر کا مرض ہوگیا۔

تو نتیجہ یہ نکلا کہ وضو ہو تو اسے بطور تجدیدِ وضو استعمال کرنا اسی طرح غسل ہو تو اسے بطور تجدیدِ غسل استعمال کرنا جائز ہے جو کہ درحقیقت وضو اور غسل نہیں بلکہ آبِ زم زم سے برکت لینا ہے یعنی برکت کے لئے اور شفاء حاصل کرنے کے لئے سر پر ڈالنا یا سینے پر ڈالنا اسی طرح پورے بدن پر ڈالنا جائز ہے کہ آبِ زمزم بیماریوں سے شفاء ہے چنانچہ طبرانی کی حدیث ہے کہ

"زَمْزَمُ شِفَاءُ سَقَمٍ" (۲۶۶)

یعنی، زمزم بیماری سے شفاء ہے۔

اسی طرح کپڑا اگر پاک ہے تو اسے آبِ زم زم میں بھگو لینا بھی جائز ہے یہ بھی دھونا

۲۶۵۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم، فصل سیوم، مسئلہ در ذکر چاہ زمزم الخ، ص۱۳۹

۲۶۶۔ حیاۃ القلوب، ص۱۳۸

نہیں بلکہ برکت حاصل کرنا ہے کہ آبِ زم زم خود برکت والا پانی ہے پھر اسی پانی کو نبی ﷺ کے قلبِ اطہر کے غسل کا شرف حاصل ہے جیسے ایامِ رضاعت میں جیسا کہ "صحیح مسلم" کے کتاب الایمان (برقم: ۲۶۱) میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں مذکور ہے، دوسری بار بعثت کے وقت اور شب معراج جیسا کہ "صحیح بخاری" کے کتاب الصلاۃ (باب کیف فرضت الصلوات الخ) میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے اور کتاب بدء الخلق (باب ذکر الملائکۃ) میں حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں مذکور ہے۔ اور اسی پانی سے بھرے ہوئے ایک ڈول سے نبی ﷺ نے کچھ پانی اپنے دہن مبارک میں لیا اور پھر آپ نے اُسے ڈول میں دوبارہ ڈال دیا اور ڈول کے پانی کو آبِ زم زم کے کنوئیں میں ڈال دیا گیا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ زم زم پر تشریف لائے ہم نے آپ کے لئے ایک ڈول بھرا تو آپ نے اس سے نوش فرمایا پھر اس میں کلی فرمائی تو ہم نے اُسے (یعنی کلی والا وہ مبارک پانی) زم زم (کے کنوئیں) میں گرادیا۔ اور یہ حدیث "مسند احمد (۳۷۲/۱)" "اخبار مکہ للفاکہی" (۵۵/۲) اور المعجم الکبیر للطبرانی "(۹۷/۱۱) میں مذکور ہے۔

اور کفن بھگونے سے غرض بھی یہی ہوتی ہے کہ یہ کفن متبرک ہوجائے، باقی رہا بھگونے کے بعد پانی تو اُسے کسی ناپاک جگہ نہ ڈالا جائے بلکہ کسی پاک جگہ ڈال دیا جائے یا دھوپ میں رکھ کر خشک ہونے دیا جائے اور یہ تصوّر کہ آبِ زم زم ضائع ہوتا ہے تو یہ تصوّر درست نہیں کہ برکت حاصل کرنے کے لئے استعمال کیا گیا آبِ زم زم ضائع نہیں کہلاتا اور تبرکات کو کفن میں شامل کرنے کے بارے میں اہلسنّت کا وہی مؤقف ہے جو رسول اللہ ﷺ کے مبارک عمل سے کہ آپ نے کفن کے لئے اپنا قمیص عنایت فرمایا اور جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے فعل سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کے استعمال کردہ چادر میں دفن ہونے اور آپ ﷺ کے موئے مبارک اور ناخن مبارک کو کفن کے ساتھ رکھے جانے کی خواہش رکھتے تھے، اس طرح کے شواہد کُتُب احادیث میں بکثرت موجود ہیں، باقی رہا یہ سوچنا کہ پانی کم ہوجائے گا یا دوسروں کو نہیں ملے گا

یہ سوچ بھی غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے جب آنے اور لے جانے والے کم تھے تو اتنی مقدار میں آبِ زم زم نکلتا رہا کہ ان کی ضرورت پوری ہوتی رہی، پھر جیسے جیسے ضرورت بڑھتی گئی اس کی مقدار بھی بڑھتی گئی، آج صرف حج میں لوگوں کی تعداد ۲۵ سے ۳۵ لاکھ ہوتی ہے اور کبھی اس سے بھی تجاوز کر جاتی ہے، سب کے سب پیتے ہیں ساتھ لے جاتے ہیں، اس طرح مسجد نبوی شریف کے لئے بھی مستقل سپلائی ہوتا ہے اور وہاں سے بھی لوگ اپنے گھروں اور وطن لے جانے کے لئے بھرتے ہیں اور معتمرین کی تعداد سالانہ کتنی ہوگی، کبھی آبِ زم زم میں کمی آئی، ہرگز نہیں۔ اور نہ ہی کبھی آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ١٥ ذوالحجة ١٤٢٧ھ، ٤ ینایر ٢٠٠٧ م (346-F)

مسجد الحرام اور مسجد نبوی سے آبِ زم زم بھر کر باہر لانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد الحرام کے اندر سے آبِ زم زم بھر کر باہر لانا شرعاً کیسا ہے؟ نیز مسجد نبوی شریف سے آبِ زم زم بھرنا شرعاً کیسا ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: آبِ زم زم اپنے وطن لانا مستحب ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی(۲۶۷) اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ(۲۶۸) لکھتے ہیں:

و یُستحبُّ حملُه إلى البلاد

یعنی، آب زم زم کا اپنے شہروں کی طرف لے جانا مستحب ہے۔

اور علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان الکرمانی الحنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

فإنه یجوز إخراجه من مكة (۲۶۹)

۲۶۷۔ لُباب المناسك، باب المتفرقات، فصل: و یستحبّ الإكثار من شرب ماء زمزم

۲۶۸۔ رد المحتار على الدر المختار: ٤/٦١

۲۶۹۔ المسالك فی المناسك: ٢/٨٧١

یعنی، آب زمزم کو مکہ سے لے جانا جائز ہے۔

اور ظاہر ہے کہ چشمۂ زم زم مسجد الحرام کے اندر ہے اور حضور ﷺ کے ظاہری زمانۂ مبارکہ میں بھی اندر ہی تھا، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

مسجد در آن زمان ہمیں قدر بود کہ معروف است الآن بمطاف فقط(۲۷۰)

یعنی، مسجد اس زمانے میں اسی قدر تھی جو اَب (یعنی مخدوم علیہ الرحمہ کہ زمانے میں) مطاف کے نام سے معروف ہے۔

اور اس وقت آبِ زم زم وہاں سے پیا جاتا اور باہر بھی لے جایا جاتا تھا، چنانچہ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

"أنّها كانت تَحمِلُ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ وَتُخبِرُ أنّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَحْمِلُهُ" و قال أبو عيسىٰ: هذا حديث حسنٌ غريبٌ (۲۷۱)

یعنی، آپ رضی اللہ عنہا آبِ زم زم لے جاتی تھیں اور بتاتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ آبِ زمزم لے جایا کرتے تھے۔

اور دوسری حدیث میں ہے:

"أنّهُ كَانَ يَحْمِلُهُ، وَ كَانَ يصُبُّهُ عَلَى الْمَرْضٰى وَ يَسْتَقِيْهِمْ، (وَ أنّهُ حَنَّكَ بِهِ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ رضى الله عنهما") رواه البيهقی فی "السنن الكبرىٰ"، ٥/٢٠٢، كتاب الحج، باب الرخصة فی الخروج بماء زمزم)، و البخاری فی "التاريخ الكبير" (٣/١٨٩)، و ليس فيهما "أنّهُ حَنَّكَ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ رضى الله عنهما، و نقله على القاری فی "شرح اللباب" (ص٥٤٥) والشامی فی "حاشيته على الدر"

۲۷۰۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم درییان طواف، فصل دربیان شرائط صحت طواف، ص١١٦

۲۷۱۔ سُنَن الترمذی، المجلد (٢)، كتاب(٧) الحج، باب (١١٥)، ص٩٧، برقم: ٩٦٣

(ص ٦١/٤)

یعنی، آپ ﷺ آبِ زمزم لے جاتے تھے اور مریضوں پر ڈالا کرتے اور انہیں پلایا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے اسی کو اپنے دہن اقدس میں لے کر حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو گھٹی دی۔

اور ایک روایت ہے کہ

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَتَبَ إِلَى سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو بِمَكَّةَ أَنْ يَحْمِلَ إِلَى الْمَدِينَةِ رَاوِيَةً مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ (٧٨٩)

یعنی، نبی ﷺ نے حضرت سہیل بن عمر کو مکہ خط لکھا کہ وہ وہاں سے ایک بڑا مٹکا آبِ زم زم کا مدینہ طیبہ لے کر آئے۔

لہذا اس سے معلوم ہوا کہ مسجد الحرام سے آبِ زم زم بھر کے لانا جائز ہے مگر اب چونکہ باہر بھی حکومت کی طرف سے آبِ زم زم بھرنے کا انتظام ہے اور گورنمنٹ کی طرف سے مسجد الحرام کے اندر سے آبِ زم زم بھرنے پر پابندی ہے اور حکومتی کارندوں کا دروازوں پر آنے اور جانے والوں کے پاس خالی یا بھری ہوئی بوتلیں دیکھ کر انہیں ضبط کر لینا اور انہیں جھڑکنا، ڈانٹ ڈپٹ کرنا اس کی دلیل ہے کہ مسجد الحرام سے آبِ زم زم بھرنا قانونی طور پر ممنوع ہے اس لئے مسجد کے اندر پانی نہیں بھرنا چاہئے اور مسجد نبوی شریف میں آبِ زم زم ان لوگوں کے لئے رکھا گیا ہے جو مسجد میں آتے ہیں اور قانونی طور پر وہاں پینے کی اجازت ہے بھر کے لے جانے کی اجازت نہیں ہے، مسجد سے باہر باب جبریل کی سیدھ میں آگے بڑے نلکے لگائے گئے ہیں جہاں گھر لے جانے والوں کے آبِ زم زم بھرنے کی سہولت موجود ہے، لہٰذا وہاں سے بھرا جائے نہ کہ مسجد کے اندر سے کیونکہ وہ صرف زائرین اور نمازیوں کے لئے ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

(246-F)

٢٧٢۔ المسالك في المناسك، المجلد (٢)، فصل في تراب الحرام و حجارته ص ٨٧١

حرمِ مکہ سے کوئی چیز بطور تبرک اُٹھا کر لانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ حُدودِ حرم میں سے تبرک کے لئے پتھر یا خاک اٹھا کر لاتے ہیں کیا ان کا یہ فعل جائز ہے یا حرام؟ اور غلافِ کعبہ کا کوئی حصہ بطور تبرک لانا شرعاً کیسا ہے اور جو غلافِ کعبہ معظّمہ پر چڑھا ہوا ہے کچھ لوگ اس کے دھاگے نکالتے ہیں اور کچھ تو اس سے کچھ حصہ کاٹ لیتے ان کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟

(السائل محمد سلیم، موسیٰ لین، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: فقہاء کرام نے حرم مکہ سے کوئی پتھر یا خاک بطورِ تبرک لانے کے بارے میں لکھا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، چنانچہ علامہ سراج الدین بن عثمان الاوسی متوفی ٥٦٩ھ لکھتے ہیں:

لا بأس بإخراج الحجر و التراب من الحرم (٢٧٣)

یعنی، حرم سے پتھر اور مٹی نکال لانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

لا بأس بإخراج التراب و الأحجار التي في الحرم

یعنی، وہ مٹی اور پتھر جو حرم میں ہیں انہیں نکال لانے میں کوئی حرج نہیں۔

باقی رہا خاص بیت اللہ شریف تو اس کی خاک پاک سے قدر یسیر کو بعض نے جائز کہا لیکن صحیح یہ ہے کہ قدر یسیر بھی ممنوع ہے چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

و كذا في تراب البيت المعظم إذا كان قدراً يسيراً للتبرك به بحيث لا تفوت به عمارة المكان، كذا في "الظهيرية"، و صوّب ابن و هبان المنع عن تراب البيت لئلا يتسلّط عليه الجهال

٢٧٣۔ الفتاوى السراجية، كتاب الحج، باب المتفرقات، ص ٣٦

فيفضي إلى خراب البيت و العياذ بالله تعالىٰ، لأن القليل من الكثير كثير، كذا في "معين المفتي" للمصنّف (٢٧٤)

یعنی، اور اسی طرح بیت اللہ شریف کی خاک پاک جب کہ بہت تھوڑی ہو تبرّک کے لئے لائے اس طرح کہ عمارت کو نقصان نہ ہو۔ اسی طرح "ظهيريه" میں ہے اور ابن وہبان نے بیت اللہ شریف کی خاک پاک کو اٹھانے سے منع کو حق قرار دیا ہے تا کہ جاہل لوگ اس پر مسلّط نہ ہو جائیں، پھر معاذ اللہ ان کا فعل بیت اللہ کے خراب تک پہنچ جائے، کیونکہ کثیر سے قلیل بھی کثیر ہوتا ہے، اسی طرح مصنّف کی "معین المفتی" میں ہے۔

غلافِ کعبہ معظّمہ کے بارے میں صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

غلافِ کعبہ معظّمہ جو سال بھر بعد بدلا جاتا ہے اور جو اُتارا گیا فقراء پر تقسیم کر دیا جاتا ہے اس کو اُن فقراء سے خرید سکتے ہیں اور جو غلاف چڑھا ہوا ہے اس سے لینا جائز نہیں بلکہ اگر کوئی ٹکڑا جدا ہو کر گر پڑے تو اُسے بھی نہ لے اور لے تو کسی فقیر کو دے دے۔

اور کعبہ معظّمہ کی خوشبو کے بارے میں لکھتے ہیں:

کعبہ معظّمہ میں خوشبو لگی ہو اُسے بھی لینا جائز نہیں اور لی تو واپس کر دے اور خواہش ہو تو اپنے پاس سے خوشبو لے جا کر مَس کرا لائے۔ (۲۷۵)

جب چڑھے ہوئے غلاف کا کوئی ٹکڑا گر جائے تو اُسے لینا بھی ممنوع ہے تو چڑھے ہوئے غلاف کا دھاگا نکالنا یا اس کا کوئی ٹکڑا کاٹ لانا کس طرح جائز ہو سکتا ہے بلکہ اشد حرام

۲۷٤۔ رد المحتار على الدر المختار، المجلد (٤)، كتاب الحج، باب الهدى، مطلب: في كراهة الاستنجاء بماء زمزم، ص ٦١

۲۷۵۔ بہار شریعت، حصہ ششم، حرمین شریفین کے تبرکات، ص ۹۰۔۹۱

اور سخت گناہ ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ٨شوال المكرم ١٤٢٧ھ، ١نوفمبر ٢٠٠٦ م (230-F)

بئر طویٰ سے نبی ﷺ کے غسل فرمانے کا ثبوت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مکہ مکرمہ میں طویٰ نام کا ایک کنواں ہے سُنا ہے کہ اس سے نبی ﷺ نے غسل فرمایا کیا یہ بات حدیث شریف سے ثابت ہے؟۔

(السائل: غلام علی جت، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں کہ

عن نافع قال: كان ابن عمر رضى الله عنهما إِذَا دَخَلَ أَدْنَى الْحَرَمِ أَمْسَكَ عَنِ التَّلْبِيَةِ، ثُمَّ يَبِيتُ بِذِي طُوىً، ثُمَّ يُصَلِّي بِهِ الصُّبْحَ، وَ يَغْتَسِلُ، وَ يُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ (۲۷٦)

یعنی، حضرت نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نصف حرم تک آ جاتے تو تلبیہ کو روک دیتے پھر ذی طُویٰ میں رات گزارتے پھر صبح کی نماز ادا کرتے اور غسل فرماتے اور بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی "صحیح" کے کتاب الحج، باب استحباب المبيت بذى طوىٰ (رقم الحديث: ۲۲٦، ۱۲۵۹) میں روایت کیا ہے۔

اور علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

۲۷٦۔ صحيح البخارى، كتاب الحج، باب (۳۸) الإغتسال عند دخول مكة

فإن النبی ﷺ اغتسل به و دخل مكة (۲۷۷)

یعنی، نبی ﷺ نے اس (کنوئیں) سے غسل فرمایا اور مکہ تشریف لائے۔

اسی طرح ڈاکٹر الیاس عبدالغنی نے تاریخ مکہ (ص ۱۵۷) میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے اس کنوئیں کے پانی سے غسل فرمایا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے، اور یہ کنواں محلّہ جرول مکہ مکرمہ سے جاتے وقت شارع جبل الکعبہ کے دائیں طرف مستشفیٰ ولادہ کے سامنے نوتعمیر جفری بلڈنگ کے پیچھے واقع ہے اس کے آگے درخت ہیں اور اس پر ایک کمرہ بنادیا گیا ہے، اب بھی موجود ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ٦ذوالحجة ١٤٢٧ھ، ٢٦دیسمبر ٢٠٠٦ م (F-332)

سرزمینِ حرم میں سر سے جوئیں نکالنا

استفتاء: کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک اسلامی بہن کوسر میں جوؤں کی وجہ سے خارش ہوتی ہے جس سے حالت احرام میں مشکل ہو جائے گی کہ بار بار کھجانا ہوگا جس سے بال ٹوٹیں گے تو کیا احرام حج سے قبل وہ جوئیں نکال سکتی ہے یا نہیں؟

(السائل: ایک اسلامی بہن، لبیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اس خاتون کے لئے جائز ہے کہ وہ احرام حج سے قبل سرزمین مکہ پر ہی اپنے سر سے جوئیں نکلوائے، کیونکہ سرزمین حرم میں بغیر حالتِ احرام کے جوؤں کو مارنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے تو اس حالت میں جوئیں نکالنا بطریق اَولیٰ جائز ہے بلکہ ضروری ہے تاکہ احرام باندھنے کے بعد بار بار سر کھجانے سے بالوں کے ٹوٹنے کا احتمال نہ رہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی

۲۷۷۔ المسالك فی المناسك: ۱/ ۳۷٤

۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

باک نیست بکشتن سیش درحرم چون کشند، مُحرِم نباشد (۲۷۸)

یعنی، حرم میں جوئیں مارنے میں کوئی حرج نہیں، جب مارے تو مُحرِم نہ ہو۔

اور علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی لکھتے ہیں:

و لا شیء علی الحلال بقتلها فی الحرم (۲۷۹)

یعنی، غیر مُحرِم حرم میں جوں کو مارے تو اس پر کوئی حرج نہیں۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٤ ذوالحجة ١٤٢٧ھ، ٢٤دیسمبر ٢٠٠٦ م (F-320)

حدودِ حرم میں جوئیں مارنے کا حکم

استفتاء: کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک خاتون نے غیر حالت احرام میں جُوئیں ماریں جب کہ وہ حُدودِ حرم میں ہیں اب شرع مطہرہ میں اس کے لئے کیا حکم ہے؟

(السائل: ایک خاتون از لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں مذکورہ خاتون پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا کیونکہ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ حُدودِ حرم میں جوں مارنے میں کوئی حرج نہیں جب کہ مارنے والا حالتِ احرام میں نہ ہو جیسا کہ "حیاة القلوب" (۲۸۰) میں ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لا شیء علی الحلال بقتلها فی الحرم (۲۸۱)

۲۷۸۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب سیزدهم در بعضے مسائل متفرقه، فصل دهم، ص ۲۸٦

۲۷۹۔ لباب المناسك مع شرحه لملا علی القاری، فصل فی قتل القمل، ص ٤١٧

۲۸۰۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب باب سیزدهم در بعضے مسائل متفرقه، فصل دهم، ص ۲۸٦

۲۸۱۔ لباب المناسك، باب الجنایات، فصل فی قتل القمل

یعنی، غیر مُحرِم کو حرم میں جوؤں کو مارنے پر کچھ لازم نہیں۔

اس کے تحت ملا علی القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و کذا لو قتل المحرم قملة فی غیر بدنه بأن کانت علی الأرض أو نحوها فلا شیء علیه (۲۸۲)

یعنی، اسی طرح اگر مُحرِم نے اپنے بدن کے علاوہ کسی اور جگہ سے جوؤں کو مارا جیسے زمین پر یا اس کی مثل (کسی اور چیز) پر تو اس پر کچھ نہیں۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٢٤ذوالحجة ١٤٢٧ھ، ٢٤ دیسمبر ٢٠٠٦ م (323-F)

بڑھاپے میں کمزور مثانے والے کا مسجد حرام میں جانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک خاتون کے مسجد الحرام میں بوڑھاپے کی وجہ سے پیشاب کے چند قطرے نکل گئے جس سے اس کے کپڑے ناپاک ہو گئے اب اُسے کیا کرنا چاہئے؟

(السائل: ایک خاتون از لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: جب ایسا واقعہ پیش آئے تو اُسے چاہئے کہ فوراً مسجد سے باہر آ کر بدن اور کپڑے جتنے ناپاک ہوئے انہیں دھو ڈالیں اور آئندہ پیشاب کر کے جائیں اور وہاں زیادہ دیر نہ رکیں صرف طواف کی غرض سے جائیں، اور ایسے اوقات میں جائیں جن میں وہاں لوگوں کا ازدحام کم ہوتا ہے جیسے کے رات کے وقت، اور طواف کر لیں تو واپس آ جائیں، ویسے بھی عورت کے حق میں فرض نماز اور سُنن ونوافل اپنی اقامت گاہ میں پڑھنا افضل ہے جیسا کہ حدیث شریف میں صراحۃً مذکور ہے، اور یہی حکم ہے قرآن کریم کی تلاوت اور ذکر و درود کا بھی، یہاں پر ہر آنے والا یہی چاہتا ہے کہ مجھے زیادہ

٢٨٢۔ المسلك المقسّط إلى المنسك المتوسّط، باب الجنايات، فصل فی قتل القمل، ص٤١٧

سے زیادہ ثواب ملے اور ثواب کی کمی و زیادتی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عمل کرنے میں ہے، اور منشاءِ رسالت یہی ہے کہ عورتیں نمازیں گھروں میں پڑھیں اور اسی میں زیادہ ثواب ہے۔ اور پھر ایسے معذور کو مسجد میں جانا جائز نہیں، جس سے مسجد کا تقدس بحال نہ رہ سکے، اسی وجہ سے نبی ﷺ نے بچوں اور پاگلوں کو مسجدوں سے دُور رکھنے کا حکم فرمایا تا کہ مسجدوں کا تقدس پامال نہ ہو، لہٰذا مذکورہ خاتون پر لازم ہے کہ وہ سوائے طواف کرنے کے لئے ہرگز مسجد میں نہ جائے، طواف کے لئے بھی جب جائے تو پہلے سے پانی کا استعمال کم کر دے اور جانے سے قبل پیشاب کر لے تا کہ دورانِ طواف یہ نوبت نہ آئے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٤ذوالحجة ١٤٢٧ھ، ٢٤ دیسمبر ٢٠٠٦ م (322-F)

نپی لگے بچے کا دورانِ طواف پیشاب کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میاں بیوی طواف کر رہے تھے ان کے ساتھ ان کا چھوٹا بچہ تھا جسے انہوں نے نپی (Pemper) لگا دی تھی کہ مسجد میں گندگی نہ ہو، دورانِ طواف بچے نے پیشاب کر دیا جو کہ نپی کے اندر ہی رہا باہر نہ آیا، اب اس صورت میں بچے کو اٹھانے والے پر کچھ لازم آئے گا یا نہیں اور اس کا طواف صحیح ہو گا یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ پیشاب کرنے کے بعد بچے کو اٹھانے والے کی مثال نجاست اٹھانے والے کی سی ہے اور جب طواف کرنے والے کے اپنے کپڑے نجس ہوں اور وہ اسی حالت میں طواف کر لے تو

٢٨٣۔ انوار البشارہ، فصل ششم، حُرم اور ان کے کفلے، ص ٧٠

اس کا فعل مکروہ ہوتا ہے مگر اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں آتا، چنانچہ امام اہلسنّت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

نجس کپڑوں سے طواف مکروہ ہے، کفارہ نہیں۔(۲۸۳)

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ "فتاویٰ ھندیہ" سے نقل کرتے ہیں:

نجس کپڑوں میں طواف مکروہ ہے، کفارہ نہیں (۲۸۴)

لہٰذا صورت مسئولہ میں اس شخص پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا۔اور کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ناسمجھ بچوں کو اپنے ساتھ مسجد میں نہ لے جایا جائے کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

"جَنِّبُوْا مَسَاجِدَكُمْ صِبْيَانَكُمْ" الخ

یعنی، اپنے بچوں سے اپنی مسجدوں کو بچاؤ۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعۃ، ١٦ ذوالحجۃ ١٤٢٧ھ، ٥ینایر ٢٠٠٧ م (347-F)

حج یا عمرہ کے بعد احرام کی چادروں کو پھینک دینا اسراف ہے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد احرام کی چادروں کا کیا کرنا ہوگا؟ بعض لوگ مکہ میں ہی اور بعض منیٰ میں ہی پھینک دیتے ہیں، ان کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟ اور وہ احرام جسے حاجی ساتھ لایا مگر استعمال نہ کیا اسے کیا کرے؟

(السائل: نور بیگ، ازلبیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: احرام کی چادریں استعمال کے بعد بھی اس قابل ہوتی ہیں کہ ان کو متعدد بار بطور احرام استعمال کیا جا سکتا ہے یا کسی اور کام میں

۲۸۴۔ بہار شریعت، جلد(۱)، حرم اور ان کے کفارے، طواف کی غلطیاں، ص ۵۰۴

۲۸۵۔ الاعراف:۷/۳۱

لایا جا سکتا ہے یعنی وہ قیمتی مال ہوتا ہے جسے پھینک دینا شرعاً ممنوع ہے کہ یہ اسراف ہے اور قرآن کریم میں اسراف سے منع کیا گیا ہے اور اسراف کرنے والوں کی مذمت بیان کی گئی ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ الآیہ(۲۸۵)

ترجمہ: اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔(کنز الایمان)

اور ہم دیکھتے ہیں کہ حرمین شریفین جانے والے واپسی پر اپنے ساتھ تبرکاً جو چیزیں اپنے ساتھ لاتے ہیں اور انہیں خود رکھتے ہیں یا اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو دیتے ہیں ان میں کافی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو وہاں کی بنی ہوئی نہیں ہوتیں محض اس پاک سرزمین سے ہو کر آنے سے ہم اسے متبرک سمجھتے ہیں تو کیا یہ احرام کی چادریں اس پاک سرزمین پر نہیں پہنچتیں یہ متبرک نہیں ہوئیں اگر وہ استعمال کی گئی ہیں تو ان چادروں نے مطاف کو مَس کیا ہوگا، کعبۃ اللہ کی دیواروں کو چھوا ہوگا، عرفات کی پاک سرزمین کو لگی ہوں گی یہ تو بطریقِ اولیٰ متبرک ہوئیں پھر ان کو پھینک دینے کا کیا مطلب؟ حاجیوں کو چاہئے کہ اس تبرک کو اپنے ساتھ لے جائیں آبِ زم زم میں بھگو لیں، مدینہ شریف گھما لائیں، پھر خود رکھیں کہ کفن کے لئے کام آئیں یا کسی اور کو دیں تو وہ بھی خوشی خوشی اس عظیم تحفے کو قبول کرے گا۔

اور نئے احرام کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ قیمتی مال ہے اُسے پھینک دینا اسراف ہے جو کہ شرعاً ممنوع ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ١٥ ذوالحجۃ ١٤٢٧ھ، ٤ینایر ٢٠٠٧ م (345-F)

Ishaat e Islam

جمعہ کے روز حج کی فضیلت

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ الحمدللہ اس سال حج جمعۃ المبارک کے دن ہے اور لوگ اسے حج اکبر کہتے ہیں اور کہا جاتا ہے یہ ایک حج ثواب میں ستر حج کے برابر ہے اور سُنا ہے کہ یہاں کے مطوے کہتے ہیں حج جمعہ کے روز ہو یا کسی اور روز اس میں کوئی فرق نہیں اور ہمارے ایک سُنّی ہیں ان کی تحریر سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے جو حج قبول ہو جائے وہی حج اکبر ہے اور عمرہ کو حج اصغر اور حج کو حج اکبر کہتے ہیں اور انہوں نے ایک شعر سے بھی اس پر استدلال کیا ہے۔ آپ سے التماس ہے کہ فقہ حنفی کی روشنی میں اس مسئلہ کو دلائل سے واضح کریں تا کہ تذبذب دُور ہو اور مسئلہ واضح ہو۔

(السائل: محمد سہیل قادری، محلّہ حارۃ الباب شبیکہ، مکۃ المکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب جمعہ کا دن یوم عرفہ کے موافق ہو جائے تو اس روز کا حج ان ستر حج سے افضل ہے جو جمعہ کے دن نہ ہوں''۔ اور یہ حدیث "تجرید الصحاح" "تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق"، "مراقی الفلاح شرح نور الایضاح" اور "حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب" میں موجود ہے۔

اور علامہ مدقق حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ جو اپنے زمانے کے بڑے فقیہ تھے ان کی عبارت یہ ہے:

و أفضل الأيام يوم عرفة إذا وافق يوم الجمعة وهو أفضل من سبعين حجة في غير جمعة رواه صاحب معراج الدراية بقوله: و قد صحّ عن رسول الله ﷺ أنه قال: أَفْضَلُ الْأَيَّامِ يَوْمَ عَرَفَةَ إِذَا وَافَقَ جُمُعَةً، وَهُوَ أَفْضَلُ مِنْ سَبْعِيْنَ حَجَّةً" ذكره في

"تجريد الصحاح" بعلامة المؤطا و كذا قاله الزيلعي شارح الكنز (۲۸۶)

یعنی، تمام دنوں میں افضل دن عرفہ کا دن ہے جب وہ جمعہ کے موافق ہو اور وہ اُن ستر حجوں سے افضل ہے جو جمعہ کے علاوہ کسی اور دن میں ہوں، اسے صاحب معراج الدرایہ نے اپنے اس قول کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''جب جمعہ کا دن یوم عرفہ کے موافق ہو جائے تو اس روز کا حج اُن ستر حجوں سے افضل ہے جو جمعہ کے دن نہ ہوں'' اسے "تجرید الصحاح" میں مؤطا کی علامت سے ذکر کیا اور اسی طرح شارح کنز زیلعی نے فرمایا۔

اور "مراقی الفلاح" کے محقق بشار بکری عرابی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی نے "فتح الباری" (۸/۲۷۱) میں ذکر فرمایا ہے۔

اور اس حج کی فضیلت اور اسے حج اکبر کہنے کے جواز پر علامہ ملا علی القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ نے ایک مستقل رسالہ "الحظ الأوفر في الحج الأكبر" کے نام سے تحریر فرمایا ہے۔(۲۸۷)

پس ہمارے لئے مندرجہ بالا سطور میں مذکور حدیث اور حنفی فقہاء کی کُتب میں اس حدیث کا منقول ہونا اس حج کی فضیلت اور فضائل میں حدیث کے معتبر ہونے کے لئے کافی ہے اور اس حج کو ''حج اکبر'' کہنے کے لئے ملا علی القاری جو کہ بیک وقت ایک عظیم مُحدّث،

۲۸۶۔ مراقی الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الحج، فصل في العمرة، ص ٤٢٦

۲۸۷۔ جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کا شعبہ نشر واشاعت اپنی آئندہ اشاعت میں ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمہ کے اس موضوع پر تحریر کردہ رسالہ "الحظ الأوفر في الحج الأكبر" بمعہ اردو ترجمہ شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ مرتّب

بڑے فقیہ اور مناسکِ حج کے ماہر تھے ان کی تصریح بلکہ اس کے لئے ان کی ایک مستقل تحریر کافی ہے، اگر چہ بعض نے اسے ''حج اکبر'' کہنے کے بارے میں اختلاف بھی کیا ہے مگر وہ بھی اس روز مطلق حج ہے اور یہ حج اصغر یعنی عمرہ کے مقابلے میں ہے۔

بہر حال ہم حنفی ہیں ہمارے لئے فقہ حنفی میں اس مسئلہ کی جستجو لازم ہے، ہمارے فقہاء جو لکھیں وہی ہمارے لئے معتبر ہے، وہی مستند ہے، ان کے علاوہ کسی اور کے قول کی طرف توجہ کی ہمیں ہرگز حاجت نہیں تو فقہ حنفی کی کُتب میں اس بات پر ہرگز کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جمعہ کے دن وقوف عرفات دوسرے دن کے وقوف سے افضل ہے، پھر اس فضیلت کی متعدد وجوہ فقہاء کرام نے بیان کی ہیں۔ اور حنفی مناسک کی ایک مشہور و مستند کتاب "حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب" ہے جسے مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ نے ۱۱۳۵ھ نے تحریر فرمایا، مصنف کا اپنا مقام فقہ حنفی میں مسلّم ہے اور آپ اپنے زمانہ اور اس کے بعد عرب و عجم خصوصاً بلاد حرمین شریفین میں معروف رہے اور سندھ و بلوچستان کے اکثر علماء کے مابین قدیم سے آپ کا نام بطور سند لیا جاتا رہا چنانچہ انہوں نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے آپ کے فائدے کے لئے اسے تحریر کر دیتا ہوں، لکھتے ہیں:

مرد وقوف عرفات را کہ واقع آید در روز جمعہ فضیلت زائد است بر وقوف در سائر ایام از وجوہ کثیرہ زیرا نکہ ہست در وے موافقت پیغمبر خدا ﷺ چہ وقوفِ اُو در حجۃ الوداع در روز جمعہ بود بلا خلاف، و مجتمع میشوند در وے دو روز کہ آنہاں افضل الایام اند، و حاصل می گردد، مر اعمال را شرف بشرف امکنہ و ازمنہ و موجود میشود در وے ساعتِ جمعہ کہ مستجاب گردد دعاء در وے، و بسبب کثرت اجتماع مومناں در وے، و بواسطہ اجتماع دو عبادات اعنی نمازِ جمعہ و وقوف در وے، و نیز موافق می شود این روز بروز یکہ کمال نمود حق سبحانہ تعالیٰ در وے دین خود را چہ نازل گشت بر پیغمبر

خدا ﷺ در عرفات روز حجۃ الوداع کہ ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ الایۃ، و واقع شدہ است در روایتے کہ چون موافق گردد روز عرفہ بروز جمعہ مغفرت نماید حق سبحانہ تعالیٰ مر جمیع اہلِ وقوف را۔ سوال: اگر گفتہ شود کہ وارد شدہ است مغفرت در حق جمیع اہلِ موقف مطلقاً پس تخصیص آن بروز جمعہ بسبب چہ باشد۔ جواب: گفتہ شود کہ بعضے علماء گفتہ اند کہ بسبب آنکہ مغفرت نماید ایشان را خدائے تعالیٰ در وقوف در روز جمعہ بغیر واسطہ و در غیر او بخشد بغضے را از ایشان بسعضے دیگر، و بعضے علماء گفتہ اند کہ مغفرت کردہ شود در وقوف غیر روز جمعہ مر حجاج را فقط واللہ تعالیٰ اعلم و روایت کردہ است ازیں در کتاب خود مسمّی بہ "تحرید الصحاح" از حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہ گفت فرمود پیغمبر خدا ﷺ کہ چون موافق گردد روز جمعہ بروزِ عرفہ پس حج آن روز افضل باشد از ہفتاد حج در غیر جمعہ کذا ذکر الزیلعی فی شرح الکنز، و لیکن محدّثین را در ثبوت ایں حدیث مقال است، و شیخ عبدالحق دہلوی در "شرح سفر السعادۃ" گفتہ کہ آنچہ عامہ مردم ایں روز را ''حج اکبر'' گویند چیزے نیست ﴿وَ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ﴾ کہ در قرآن واقع شدہ مراد بآن حج است قطعاً در مقابلہ حجِ اصغر کہ آن عمرہ است، و باوجود آن در فضل و شرف حج روزِ جمعہ شبہ نیست قطعاً از جہت شرفِ زمان و مکان و موافقت حج پیغمبر خدا ﷺ اھ، و ملا علی قاری افادہ نمود است حج اکبر را بر وقوف روز جمعہ، و تالیف نمودہ است در وے رسالہ را کہ نام نہادہ است او را "الحظ الأوفر فی الحج الأکبر" واللہ الموفق و المعین (۲۸۸)

۲۸۸۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیزدھم در بعضے مسائل متفرقہ، فصل در بعض مسائل متفرقہ، مسئلہ: وقوف عرفہ بروز جمعہ ص ۲۹۳۔۲۹۴

یعنی، جمعہ کے روز وقوفِ عرفات دوسرے دن کے وقوف سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے اور اس کی کئی وجوہ ہیں کیونکہ اس میں (حجۃ الوداع میں) رسول اللہ ﷺ کے وقوف کے ساتھ موافقت ہے اس لئے کہ آپ ﷺ کا حجۃ الوداع میں وقوف بلاخلاف جمعہ کے روز تھا۔ اور (یہ کہ) اس روز دو روز جمع ہوتے ہیں جو کہ أفضل الأیام (تمام دنوں میں افضل) ہیں اور اعمال کو زمانہ اور مکان کے شرف کے ساتھ شرف حاصل ہو جاتا ہے، اور اس میں جمعہ کی وہ ساعت موجود ہوتی ہے جس میں دُعاء مستجاب (مقبول) ہوتی ہے، اور (ایک فضیلت) اس روز مسلمانوں کا کثیر اجتماع کے سبب سے ہے۔ اور (ایک فضیلت) اس روز دو دو عبادتوں یعنی نمازِ جمعہ اور وقوفِ عرفات کے اجتماع کے واسطے سے ہے، نیز اِس دن کو اُس دن سے موافقت ہوتی ہے جس میں حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے دین کی تکمیل فرمائی کہ عرفات میں حجۃ الوداع کے روز آیت ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الایۃ﴾ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی۔

اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جب یوم عرفہ یوم جمعہ کے موافق ہو (یعنی روزِ عرفہ کو جمعہ ہو) تو اللہ تعالیٰ تمام اہلِ موقف کی مغفرت فرما دیتا ہے۔

سوال: اگر یہاں یہ کہا جائے کہ اہلِ موقف کی مغفرت کی روایت تو مطلق ہے پھر اس کو جمعہ کے ساتھ مختص کرنے کی کیا وجہ ہے؟ جواب: کہا جائے گا کہ بعض علماء کرام فرماتے ہیں اس سبب سے کہ بروزِ جمعہ وقوف کے دن اللہ تعالیٰ یہ مغفرت ہر ایک کے لئے بلاواسطہ فرماتا ہے اور جمعہ کے علاوہ وقوف کے روز یہ مغفرت بالواسطہ ہوتی ہے کہ بعض کی مغفرت

بعض دیگر کے واسطے ہوتی ہے۔ اور بعض علماء کرام فرماتے ہیں جمعہ کے روز وقوف کے دن حجاج اور غیر حجاج سب کی مغفرت ہوتی ہے، جمعہ کے روز کے علاوہ دن وقوف میں صرف حجاج کی مغفرت ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

اور کتاب "التجرید الصحاح" میں حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب جمعہ کا روز عرفہ کے دن کے موافق ہو جائے (یعنی جمعہ کو ۹ ذوالحجہ ہو) پس اس روز کا حج دوسرے دن کے حج سے ستر گنا افضل ہے۔ اسی طرح (علامہ عثمان بن علی) زیلعی نے "تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق" میں ذکر کیا ہے، لیکن مُحدِّثین کو اس حدیث کے ثبوت میں تأمل ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے "شرح سفر السعادۃ" میں فرمایا کہ عام لوگ جو اس دن کے حج کو "حج اکبر" کہتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں۔

اور قرآن کریم میں جو ﴿یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ﴾ کے کلمات آئے ہیں اس سے مطلق حج مراد ہے جو حجِ اصغر یعنی عمرہ کے مقابلے میں بولا گیا ہے۔ اس کے باوجود جمعہ کے دن حج کے شرف و فضیلت میں قطعاً کوئی شبہ نہیں ہے شرفِ زمانہ اور شرفِ مکان کی جہت سے اور رسول اللہ ﷺ کی موافقت کی جہت سے۔

اور ملا علی قاری نے جمعہ کے روز حج کے "حجِ اکبر" ہونے کا افادہ کیا ہے اور اس پر ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے اور اس رسالہ کا نام "الحظ الأوفر فی الحج الأکبر" (یعنی حج اکبر میں ثواب کا وافر حصہ) رکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ توفیق مرحمت فرمانے والا اور بہترین مددگار

ہے۔(ترجمہ مکمل ہوا)

اورصدرالشریعہ محمدامجدعلی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

وقوفِ عرفہ جمعہ کے دن میں ہوتو اس میں بہت ثواب ہے کہ یہ دوعیدوں کا اجتماع ہے اوراسی کولوگ ''حج اکبر'' کہتے ہیں۔(۲۸۹)

لہٰذا ثابت ہوا معتمد ومستند فقہاء وعلماء نے اس حج کو''حج اکبر'' بھی کہا ہے اور بعض نے اگر اس سے اختلاف کیا مگر اس حج کے دوسرے دن میں حج سے افضل ہونے کے وہ بھی قائل ہیں۔اب بھی اگر کوئی اس دن کے حج کی فضیلت کا انکار کرے تو اس کا انکار ہرگز بلا دلیل ہوگا جس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔اور پھر عمرہ کو اگر ایک جگہ ''حج اصغر'' اور حج کو ''حج اکبر'' کہا گیا ہے تو قرآن وحدیث میں سینکڑوں مقامات پر عمرہ کو عمرہ اور حج کو حج بھی کہا گیا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں جہاں بھی عمرہ اور حج کا ذکر ہے وہاں عمرہ کے لئے عمرہ کا اور حج کے حج کا کلمہ استعمال کیا گیا ہے یہی حال حدیث شریف کا بھی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اَلْعُمْرَۃُ فِیْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّۃً رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے اور رہی یہ بات کہ جو حج مقبول ہو جائے وہی ''حج اکبر'' ہے یہ بات ''حج اکبر'' (یعنی جمعہ کے روز حج کے دن واقع ہونے) کے افضل ہونے کی نفی نہیں کرتی، یہ اسی طرح ہے کہ کہا جائے جو نماز اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہو جائے وہ نماز کعبۃ اللہ میں پڑھی گئی نماز سے افضل ہے اور جو حج مقبول نہ ہو اگرچہ جمعہ کے روز کا حج ہی کیوں نہ ہو اس سے وہ حج افضل ہے جو جمعہ کے روز تو نہ تھا مگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہو گیا۔اور پھر اشعار جو فقہی احکام بیان کرنے کے لئے نہ کہے گئے ہوں ان سے استدلال کرنا درست نہیں ہوتا اور وہ کسی فقہی حکم کے لئے دلیل نہیں ہوتے، غیر فقہی اشعار میں اس قسم کے تذکرے سے شاعر کی مراد مسلمانوں کی اصلاح ہوتی ہے کہ وہ اپنی عبادات کو خالص اللہ کے لئے ادا کریں اور ان کو ان کے آداب

۲۸۹۔ بہارشریعت، حج کی منت کا سوال ہص ۱۳۵

کے ساتھ بجا لائیں۔اور محظورات کے ارتکاب سے بچیں اور اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی امید رکھیں وغیرہا۔(۲۹۰)

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۹ ذی القعدۃ ۱٤۲۷ھ، ۱۹ دیسمبر ۲۰۰٦ م (309-F)

۲۹۰۔ ہم نے دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان) سے حج وعمرہ کے مقدس سفر کے بارے میں جاری ہونے والے فتاویٰ کو علیحدہ کر کے ان میں سے جن کی اشاعت کو ہم نے ضروری سمجھا انہیں اس مجموعہ میں شامل کیا جسے تین حصوں میں مفت اشاعت میں ممبران کے لئے شائع کیا جا رہا ہے، اور عام قاری کے لئے جمعیت اشاعت اہلسنت اور دارالاسلام کے باہمی اشتراک سے تینوں حصے ایک ہی جلد میں شائع کرنے کا اہتمام بھی کر رہے ہیں تاکہ کتب خانوں پر بھی دستیاب ہو سکے اور یہ سلسلہ انشاءاللہ تعالیٰ جاری رہے گا جیسے جیسے اس موضوع پر فتاویٰ جمع ہوتے رہیں گے دیگر حصص شائع ہوتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس کاوش کو علماء اور عوام کے لئے نافع بنائے آمین۔فقط مرتب

مآخذ ومراجع

1۔ اثارۃ الترغیب و التشویق۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الأولیٰ ۱٤۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م

2۔ الآحاد و المثانی۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۲٤ھ۔ ۲۰۰۳م

3۔ الإحسان بترتیب صحیح ابن حبان ۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۱۷ھ۔ ۱۹۹۷م

4۔ أخبار مکۃ للأزرقی۔ مکتبۃ الثقافیۃ، مکۃ المکرمۃ الطبعۃ العاشر ۱٤۲۳ھ۔ ۲۰۰۲م

5۔ أخبار مکۃ للفاکھی۔ مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ، مکۃ المکرمۃ

6۔ إرشاد الساری شرح صحیح البخاری۔ دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۲۱ھ۔ ۲۰۰۰م

7۔ إرشاد الساری فی مناسك الملا علی قاری ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م

8۔ أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ۔ دار الفکر بیروت، ۱٤۲۳ھ۔ ۲۰۰۳م

9۔ الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ۔ دار الفکر، بیروت، ۱٤۲۱ھ۔ ۲۰۰۱م

10۔ إمداد الفتاح، دار احیاء التراث العربی ۔بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۲۱ھ۔ ۲۰۰۱م

11۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق۔ أیچ أیم سعید کمپنی، کراتشی

12۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۱۸ھ۔ ۱۹۹۷م

13۔ البدایۃ و النھایۃ لابن کثیر۔ دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱٤۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م

14۔ البنایۃ فی شرح الھدایۃ۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م

15۔ بھار شریعت ۔ مکتبہ إسلامیۃ، لاھور

16۔ التاریخ الکبیر للبخاری۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۲۲ھ۔۲۰۰۱م

17۔ تاریخ مکۃ مکرمۃ۔ مکتبۃ الملك الفھد الوطنیۃ، الطبعۃ الأولی ۱٤۲۳ھ۔ ۲۰۰۲م

18۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م

19۔ التحنیس و المزید۔ إدارۃ القرآن و العلوم الإسلامیۃ، کراتشی، الطبعۃ الأولی ۱٤۲٤ھ۔ ۲۰۰٤م

20۔ تحفۃ الأخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ۔ دار بلنسیۃ للنشر و التوزیع، الریاض، الطبعۃ الأولی ۱٤۲۰ھ۔ ۱۹۹۹م

21۔ تحفۃ الفقھا ۔ دار الفکر، بیروت، ۱٤۲۲ھ۔ ۲۰۰۲م

22۔ التصحیح و الترجیح علی مختصر القدوری۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت

23۔ تنویر الأبصار مع شرحہ للحصکفی۔ دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۹۹ھ۔ ۱۹۷۹م

24۔ التیسیر فی الفقہ الحنفی من شرح تنویر الأبصار و رد المحتار علی الدر المختار ۔ دار الکلم الطیب، دمشق، الطبعۃ الأولی ۱٤۲۳ھ۔ ۲۰۰۲م

25۔ الجوھرۃ النیرۃ شرح مختصر القدوری۔ میر محمد کتب خانہ، کراتشی

26۔ حاشیۃ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب۔ إدارۃ المعارف، کراتشی ۱۳۹۱ھ

27۔ حاشیۃ السندی علی السنن للنسائی ۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۱۵ھ۔۱۹۹۵م

28۔ حاشیۃ الشبلی علی التبیین۔ دار المعرفۃ بیر وت،الطبعۃ الثالثۃ ۱۹۹۳ھ۔ ۱۹۷۹م

29۔ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار۔ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۵ھ۔ ۱۹۷۵م

30۔ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۱۸ھ۔ ۱۹۹۷م

31۔ حاشیۃ مجمع البحرین۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۲٦ھ۔ ۲۰۰۵م

32۔ الحاوی فی بیان آثار الطحاوی ۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۱۹ھ۔ ۱۹۹۹م

33۔ الحج، مصنّفہ العلامۃ محمد سلیمان أشرف ۔ قطب مدینۃ پبلشرز، کراتشی

34۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب۔ مطبوعۃ: إدارۃ المعارف، کراتشی ۱۳۹۱ھ

35۔ خزانۃ المفتین۔ مخطوط مصوّر

36۔ خلاصۃ الفتاویٰ ۔ المکتبۃ الرشیدیہ کوئٹۃ

Ishaat

37۔ الدراية فی تخريج أحاديث الهداية مع الهداية۔ مكتبة شركة علمية ملتان

38۔ الدر الحكام ۔ مطبعة أحمد كامل الكائنة فی دار السعادة ١٣٢٩ھ

39۔ الدر المختار ۔ دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية ١٣٩٩ھ ۔ ١٩٧٩م

40۔ الدر المنتقیٰ شرح الملتقیٰ علی هامش المجمع ۔ دار الطباعة العارة، مصر

41۔ رد المحتار علی الدر المختار ۔ دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية ١٣٩٩ھ ۔ ١٩٧٩م

42۔ رساله امام حرم اور هم ۔ مكتبه اويسيه، بهاولپور

43۔ رمز الحقائق شرح كنز الدقائق ۔ المكتبة النورية سكهر، الطبعة الأولی ١٤٠٣ھ ۔ ١٩٨٢م

44۔ سنن أبی داؤد ۔ دار ابن حزم، بيروت، الطبعة الأولی ١٤١٨ھ ۔ ١٩٩٧م

45۔ سنن ابن ماجة ۔ دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولی ١٤١٩ھ ۔ ١٩٩٨م

46۔ سنن الترمذی ۔ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولی ١٤٢١ھ ۔ ٢٠٠١م

47۔ سنن الدار قطنی ۔ دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولی ١٤١٧ھ ۔ ١٩٩٦م

48۔ السنن الكبریٰ للبيهقی ۔ دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولی ١٤٢٠ھ ۔ ١٩٩٩م

49۔ سنن الكبریٰ للنسائی ۔ دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولی ١٤١١ھ ۔ ١٩٩١م

50۔ سنن النسائی ۔ دار احياء التراث العربی، بيروت، الطبعة الأولی ١٤١٥ھ ۔ ١٩٩٥م

51۔ شرح سنن ابن ماجة للمغلطائی ۔ مكتبة نزار مصطفی الباز، مكة المكرمة الطبعة الأولی ١٤١٩ھ ۔ ١٩٩٩م

52۔ شرح معانی الآثار ۔ عالم الكتب، بيروت، الطبعة الأولی ١٤١٤ھ ۔ ١٩٩٤م

53۔ شفا الغرام بأخبار بلد الحرام ۔ دار الكتاب العربی، بيروت، الطبعة الأولی ١٤٠٥ھ ۔ ١٩٨٥م

54۔ صحيح البخاری ۔ دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولی ١٤١٩ھ ۔ ١٩٩٨م

55۔ صحيح المسلم ۔ دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولی ١٤٢١ھ ۔ ٢٠٠١م

56۔ صغیری شرح منية المصلّی ۔ میر محمد كتب خانه كراتشی

57۔ طلبة الطلبة فی اصطلاحات الفقهية ۔ قديمی كتب خانه كراتشی

58۔ عمدة الرعاية فی حل شرح الوقاية ۔ مكتبة إمداديه ملتان

59۔ العناية فی شرح الهداية مع فتح القدير ۔ دار احياء التراث العربی، بيروت

60۔ عون المعبود شرح سنن أبی داؤد ۔ دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولی ١٤١٩ھ ۔ ١٩٩٨م

61۔ غرر الأحكام مع شرحه للمصنّف ۔ مطبعة أحمد كامل الكائنة فی دار السعادة ١٣٢٩ھ

62۔ غنية ذوی الأحكام فی بغية درر الحكام ۔ مطبعة أحمد كامل الكائنة فی دار السعادة، مصر

63۔ غنية المستملی شرح منية المصلّی ۔ سهيل اكيڈمی، لاهور

64۔ غنية الناسك فی بغية المناسك ۔ إدارة القرآن و العلوم الإسلامية، كراتشی، الطبعة الأولی ١٤١٧ھ

65۔ الفتاویٰ التاتارخانية دار احياء التراث العربی ۔ بيروت، الطبعة الأولی ١٤٢٥ھ ۔ ٢٠٠٤م

66۔ فتاویٰ ذخيره علی فتاویٰ قاضيخان ۔ مخطوط مصوّر

67۔ الفتاویٰ الرضويه ۔ مكتبة رضوية، كراتشی

68۔ الفتاویٰ السراجية ۔ میر محمد كتب خانه، كراتشی

69۔ فتاویٰ العلامة محمد سنبل المكی علی هامش قرة العين بفتاویٰ علماء الحرمين ۔ مكتبة القدس، كوئٹة

70۔ فتاویٰ قاضيخان علی هامش الفتاویٰ الهندية ۔ دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٣ھ ۔ ١٩٧٣م

71۔ فتاویٰ واحدی ۔ مطبع كيلانی اليكترك، لاهور ١٣٤٦ھ ۔ ١٩٢٧م

72۔ الفتاوی الولوالجية ۔ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولی ١٤٢٤ھ ۔ ٢٠٠٣م

73۔ الفتاویٰ الهندية ۔ دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثالثة١٣٩٣ھ ۔ ١٩٧٣م

74۔ فتاوی يورپ ۔ شبير برادرز، لاهور

75۔ فتح باب العناية فی شرح كتاب النّقاية ۔ دار احياء التراث العربی، بيروت، الطبعة الأولی ١٤٢٦ھ ۔ ٢٠٠٥م

76۔ فتح الباری شرح صحيح البخاری ۔ دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٢١ھ ۔ ٢٠٠٠م

77۔ فتح الرحمانی ۔ المكتبة القدس، كوئٹة

78۔ فتح القدیر ۔ دار إحیاء التراث العربی، بیروت

79۔ الفقه الحنفی فی ثوبه الجدید۔ دار القلم، دمشق، الطبعة الأولی ١٤١٩ هـ ۔ ١٩٩٨م

80۔ الوائد السنیة فی المسائل الدینیة ۔ مخطوط مصوّر

81۔ فیوض الباری شرح صحیح البخاری ۔ علامه ابو البرکات اکادمی، لاهور

82۔ الکافی شرح الوافی للنسفی ۔ مخطوط مصوّر

83۔ کتاب الإختیار لتعلیل المختار ۔ دار المعرفة، بیروت، الطبعة الثانیة ١٤٢٣ هـ ۔ ٢٠٠٢م

84۔ کتاب الأصل المسمّی بالمبسوط ۔ عالم الکتب، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٠ هـ ۔ ١٩٩٠م

85۔ کتاب الثقات لابن حبان ۔ مؤسسة الکتب الثقافیة، حیدر آباد دکن، الطبعة الأولی ١٣٩٩ هـ ۔ ١٩٧٩م

86۔ کتاب الجرح و التعدیل ۔ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٢ هـ ۔ ٢٠٠٢م

87۔ کتاب ناسخ الحدیث و منسوخه ۔ دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٠ هـ ۔ ١٩٩١م

88۔ الکفایة شرح الهدایة مع الفتح القدیر ۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت

89۔ کنز الایمان فی ترجمة القرآن ۔ المکتبة الرضویة، کراتشی

90۔ کنز البیان فی مختصر توفیق الرحمٰن علی هامش رمز الحقائق ۔ المکتبة النوریة سکهر، الطبعة الأولیٰ ١٤٠٣ هـ ۔ ١٩٨٢م

91۔ کنز الدقائق مع النهر الفائق، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٢ هـ ۔ ٢٠٠٢م

92۔ اللباب شرح الکتاب علی هامش مختصر القدوری، میر محمد کتب خانه، کراتشی

93۔ لباب المناسك مع شرحه لملا علی قاری ۔ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٩ هـ ۔ ١٩٩٥م

94۔ المبسوط للسرخسی ۔ دار الفکر، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢١ هـ ۔ ٢٠٠٠م

95۔ المتانة فی المرمة عن الخزانة ۔ الحنّة لأدب السندی، کراتشی

96۔ مشیر العزم الساکن إلی أشرف الأماکن ۔ مکتبة الصحابة جدة، و مکتبة التابعین،

القاهرة، الطبعة الأولی ١٤١٥ هـ

97۔ مجامع المناسك و نفع الناسك ۔ مدرسه اسلامیة نقشبندیة، افغانستان

98۔ مجمع الأنهر شرح ملتقی الأبحر ۔ دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٩ هـ ۔ ١٩٩٨م

99۔ مجمع البحرین و ملتقی النیرین ۔ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٦ هـ ۔ ٢٠٠٥م

100۔ مجموعة رسائل ابن عابدین ۔ المکتبة الهاشمیة، دمشق

101۔ المختار للفتویٰ مع شرحه للمصنّف ۔ دار المعرفة بیروت، الطبعة الثانیة١٤٢٣ هـ ۔ ٢٠٠٢م

102۔ مرء آة الحرمین، قومندان حرس المحمل، مصر

103۔ مراقی الفلاح فی شرح نور الإیضاح ۔ مکتبة مرزوق، دمشق

104۔ المستدرك للحاکم ۔ دار الفکر، بیروت، الطبعة الأولی١٤٢٢ هـ ۔ ٢٠٠٢م

105۔ المسالك فی المناسك ۔ دار البشائر الإسلامیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٤ هـ ۔ ٢٠٠٣م

106۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط ۔ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٩ هـ ۔ ١٩٩٨م

107۔ المسند لأبی یعلیٰ، دار المعرفة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٦ هـ ۔ ٢٠٠٥م

108۔ المسند للإمام أحمد ۔ المکتب الإسلامی، بیروت

109۔ المسند للإمام أحمد ۔ مؤسسة الرسالة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢١ هـ ۔ ٢٠٠١م

110۔ المسند الحمیدی ۔ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٩ هـ ۔ ١٩٩٨م

111۔ المصنّف لعبد الرزاق ۔ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢١ هـ ۔ ٢٠٠٠م

112۔ المعجم الکبیر للطبرانی ۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الثانیة ١٤٢٢ هـ ۔ ٢٠٠٢م

113۔ معرفة السنن و الآثار ۔ دار الکتب العلمیة، بیروت ١٤٢٢ هـ ۔ ٢٠٠١م

114۔ ملتقی الأبحر مع شرحه ۔ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٩ هـ ۔ ١٩٩٨م

115۔ منحة الخالق علی البحر الرائق ۔ آیچ آیم سعید کمپنی، کراتشی

116۔ نخب الأفکار فی تنقیح مبانی الأخبار ۔ الوقف المدنی الخیری، الهند، الطبعة الأولی

١٤٢٥ھـ ٢٠٠٤م

117۔ النهر الفائق شرح كنز الدقائق۔ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٢ھـ ٢٠٠٢م

118۔ نور الإيضاح مع شرحه۔ مكتبة مرزوق، دمشق

119۔ الوافي مع شرحه للمصنّف۔ مخطوط مصوّر

120۔ وقار الفتاوىٰ ۔بزم وقار الدين، كراتشى

121۔ وقاية الرواية مع شرحه۔ مكتبة امداديه ملتان

122۔ الهداية۔ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠ھـ ١٩٩٠م

123۔ هداية السالك إلى مذاهب الأربعة فى المناسك ۔ دار البشائر الإسلامية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٤ھـ ١٩٩٤م

124۔ الهدية العلائية۔ مكتبة القدس، كوئتة

توجہ فرمائیے

ادارے کی ہدیۃ شائع شدہ کتب

کہی ان کہی زکوٰۃ کی اہمیت

رمضان المبارک معزز مہمان یا محترم میزبان

عیدالاضحیٰ کے فضائل اور مسائل

امام احمد رضا قادری رضوی، حنفی رحمۃ اللہ علیہ مخالفین کی نظر میں

میلاد ابن کثیر، عورتوں کے ایّام خاص میں نماز اور روزے کا شرعی حکم

تخلیق پاکستان میں علماء اہلسنّت کا کردار

ان **کتب خانوں پر دستیاب ہیں**

مکتبہ برکات المدینہ، بہار شریعت مسجد، بہادر آباد، کراچی

مکتبہ غوثیہ ہولسیل، پرانی سبزی منڈی، نزد عسکری پارک، کراچی

ضیاء الدین پبلی کیشنز، نزد شہید مسجد، کھارادر، کراچی

مکتبہ انوار القرآن، میمن مسجد مصلح الدین گارڈن، کراچی (حنیف بھائی انگوٹھی والے)

مکتبہ فیض القرآن، قاسم سینٹر، اردو بازار، کراچی

رابطے کے لئے: 021-2439799

العروة فی مناسك الحج و العمرة

فتاویٰ حج وعمرہ

(حصہ چہارم)

تالیف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون: 2439799

نام کتاب	:	العروة فی مناسك الحج و العمرة ''فتاویٰ حج وعمرہ''
تصنیف	:	حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ
سن اشاعت	:	ذیقعدہ 1429ھ۔نومبر 2008ء
تعداد اشاعت	:	2800
ناشر	:	جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی فون: 2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

اطلاع

تمام قارئین اور ممبران کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ادارے کے ماتحت سن 2009ء کی ممبر شپ کے لئے ماہ اکتوبر کی کتاب میں فارم شائع ہو چکا ہے، اب آپ کی سہولت کے لئے ماہ نومبر میں دوبارہ فارم شائع کیا جا رہا ہے لہٰذا تمام قارئین اور ممبران سے جو کہ سن 2009ء کے لئے ممبر شپ حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ کتاب کے آخر میں دیئے فارم کو جلد از جلد پُر کر کے ادارے کے ایڈریس پر روانہ کر دیں۔ تاخیر کی صورت میں ممبر شپ کا حصول دشوار ہو گا۔

Ishaate Islam

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
☆	پیش لفظ	۶
۱۔	حج یا عمرہ کی نیت کے بغیر مکہ مکرمہ آنے والے کا حکم	۹
۲۔	حرم یا حل میں رہنے والے کا آفاق سے قران کی نیت کرنا	۱۳
۳۔	قارن اگر عمرہ ترک کر کے صرف حج کے ارکان ادا کر لے تو اس کا حکم	۱۶
۴۔	مکہ سے طائف گھومنے کی غرض سے جانے والوں کے احرام کا حکم	۲۴
۵۔	حج یا عمرہ کا ارادہ رکھنے والا مُحرِم کب کہلائے گا؟	۳۱
۶۔	زخم پر پٹی باندھنے والے مُحرِم کا حکم	۳۳
۷۔	حالتِ احرام میں نماز کے لئے ٹوپی پہننے والے کا حکم	۳۵
۸۔	حالتِ احرام میں خوشبو دار صابن استعمال کرنے کا حکم	۳۷
۹۔	آفاق سے حج کا احرام باندھنے والے متمتع کے لئے طوافِ قدوم کا حکم	۴۰
۱۰۔	دورانِ طواف وسعی قصیدہ بُردہ یا حمد ونعت پڑھنا	۴۳
۱۱۔	دورانِ طواف بلند آواز سے دعائیں مانگنا	۴۶
۱۲۔	حالتِ طواف میں نماز کی طرح ہاتھ باندھنا	۵۱
۱۳۔	دورانِ طواف سینہ یا پیٹھ کعبہ کی طرف کرنے کا حکم	۵۳

۱۴۔	عمرہ کا احرام باندھ کر آنے والا اور طواف تحیۃ المسجد	۵۵
۱۵۔	طواف کے پھیروں میں شک واقع ہونے پر کیا کرے؟	۵۷
۱۶۔	دورانِ طواف چپل وغیرہ پہننے کا حکم	۶۲
۱۷۔	چھت سے طواف کا حکم	۶۴
۱۸۔	طوافِ کعبہ اور بے پردگی یا ستر عورت	۶۷
۱۹۔	سعی کے چکروں میں تفریق کا حکم	۷۸
۲۰۔	قارن اگر عمرہ کی سعی نہ کر سکے تو اس کا حکم	۸۰
۲۱۔	آبِ زم زم کس نیت سے پیا جائے؟	۸۶
۲۲۔	سعی، وقوفِ عرفہ اور رمی وحلق میں نیت کا حکم	۹۱
۲۳۔	حلق کے وقت خوشبو والے صابن یا شیمپو کا استعمال	۹۳
۲۴۔	حلق میں سر کے کچھ بال رہ جانے کا حکم	۹۶
۲۵۔	عورت کے بال تقصیر کے قابل نہ ہوں تو احرام سے کیسے نکلے؟	۹۹
۲۶۔	عمرہ میں بغیر طواف کئے سعی وحلق کروانے والے کا حکم	۱۰۹
۲۷۔	ناپاک جگہ سے کنکریاں اٹھانا	۱۱۲
۲۸۔	جمرات سے کنکریاں اٹھانا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟	۱۱۳
۲۹۔	کنکریوں کو دھونا کیسا ہے؟	۱۱۶
۳۰۔	تیرہ ذوالحجہ کو رمی کا وقت	۱۱۸
۳۱۔	رمی کے وقت طہارت کا حکم	۱۲۰
۳۲۔	نابالغ پر دَمِ شکر لازم ہے نہ دَمِ جبر	۱۲۰
۳۳۔	حج میں قربانی کے لئے ٹوکن خریدنا	۱۲۲

Islamic

۳۴۔	اناج وغیرہ میں صدقہ کی جگہ قیمت ادا کرنے کے بارے میں سوال	۱۲۴
۳۵۔	صدقہ حدودِ حرم میں ادا کرنا ضروری نہیں	۱۲۵
۳۶۔	حنفی وشافعی مذہب میں متمتع کا حج سے قبل عمرے کرنا	۱۲۶
۳۷۔	حج کے بعد کسی کام سے مدینہ طیبہ جانے والے گروپ لیڈر کے لئے طوافِ وداع کا حکم	۱۲۹
۳۸۔	جِل کی طرف نکلنے والے آفاقی کے لئے طوافِ وداع	۱۳۲
۳۹۔	حج کی سعی کئے بغیر مدینہ طیبہ جانا اور واپس آ کر عمرہ کرنا	۱۳۴
۴۰۔	حج کی سعی کئے بغیر مدینہ طیبہ جانے کا حکم	۱۳۶
۴۱۔	خلافِ قانون چھپ کر رہنے والوں کی نماز کا حکم	۱۳۸
۴۲۔	مواجہۂ اقدس پر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا	۱۳۹
۴۳۔	مواجہۂ اقدس پر حاضری اور تحیۃ المسجد	۱۴۸

پیش لفظ

اسلام کے ارکانِ خمسہ میں سے توحید و رسالت کے اقرار و تصدیق کے بعد ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ عاقل و بالغ ہے تو نمازِ پنجگانہ، صومِ رمضان اور ادائیگی زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ اگر استطاعت رکھتا ہو تو حج بیت اللہ سے بھی ضرور مشرف ہو، قرآن وحدیث اہمیت وفضیلتِ حج وعمرہ سے مالا مال ہیں، چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے:

﴿وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾(آل عمران:۳/۹۷)

ترجمہ: اور اللہ کے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''حج وعمرہ محتاجی اور گناہوں کو ایسے دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور چاندی اور سونے کے میل کو دور کرتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے۔(ترمذی)

اس فضیلت کے ساتھ حج وعمرہ کے دیگر فضائل تبھی حاصل ہوں گے جب باطنی شرائط وآداب کے ساتھ ساتھ ظاہری مسائل واحکامات کی معلومات حاصل کرنے کے بعد ان کی رعایت وبجا آوری بھی کی جائے وگرنہ اس کے برعکس اگر فقط فضائل پر ہی نگاہ رہی اور جان بوجھ کر یا جہالت ولاعلمی کی بنا پر مسائل حج وعمرہ سے اغماض ولاپرواہی برتی گئی تو فضائل سے محرومی ایک منطقی امر ہے۔

حج کے علاوہ دیگر فرائض میں مثلاً نماز ایک ایسا فرض ہے کہ روزانہ پانچ وقت اس کی ادائیگی کی جاتی ہے، روزے بھی اگرچہ سال میں ایک مرتبہ ہی سہی، آتے تو ہر سال ہیں اور زکوٰۃ بھی اُمراء پر تقریباً ہر سال فرض ہو جاتی ہے، اس لئے ان عبادات کے متعلق مسائل

سے قدرے آگاہی اور پھر ان کی یاد دہانی رہتی ہے جب کہ وسائل کے مسائل درپیش ہونے کی وجہ سے لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد حج وعمرہ کی ادائیگی سے محروم ہی رہتی ہے اور اُمراء میں سے بھی قلیل تعداد میں لوگ حج وعمرہ سے مشرف ہوتے ہیں ایسے میں حج وعمرہ کے مسائل سے لاعلمی ایک بدیہی بات ہے، لیکن اگر یہ لوگ مسائل سے ناواقفی و جہالت کی بناء پر اپنے حج وعمرہ کو برباد کر بیٹھیں تو یقیناً ایک بہت بڑا نقصان وخسارہ ہوگا۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہر دور میں تغیر حالات وزمان کی وجہ سے نئے نئے مسائل کا حدوث ہوتا رہتا ہے جس کے حل کے لئے اس دور کے جلیل القدر علماء ومفتیان کرام اپنے فرض منصبی کی بجا آوری کرتے ہوئے لوگوں کے مسائل وفتاویٰ کے جوابات دیتے رہے ہیں اور مناسکِ حج وعمرہ کے موضوع پر علمی وتحقیقی کتابیں تصنیف فرماتے رہے ہیں، آج کے دور علمی انحطاط پذیری کا دور ہے، جس کی وجہ سے عوام وخواص حج وعمرہ کے مسائل میں واضح خطاؤں کے مرتکب نظر آتے ہیں چنانچہ ضروری تھا کہ عوام وخواص کو مسائل بالدلائل سے آگاہی کے لئے کوئی علمی تحریر ہو، جس کا مطالعہ کر کے لوگ اپنے حج و عمرہ کو خراب ہونے سے بچا سکیں۔

الحمدللہ عزوجل جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کے زیر اہتمام دارالافتاء کی زینت، عالم باعمل حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی دامت برکاتہم العالیہ نے مسائل وحج وعمرہ کے متعلق جو تحریری جوابات عطا فرمائے، ان کا ایک حسین گلدستہ بنام ''**العروۃ فی مناسک الحج و العمرۃ**'' (فتاویٰ حج وعمرہ) عوام وخواص کی خدمت میں پیش ہے، اس کے علاوہ مختلف مسائل پر مختلف اوقات میں لکھے گئے آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ ''**انفع الوسائل الی معرفۃ المسائل بالدلائل**'' کے نام سے عنقریب منظر عام پر آنے والا ہے۔ (انشاءاللہ تعالیٰ)

قبلہ مفتی صاحب کو قدرت نے تحقیق نظری کے ملکہ اور تفقُّہ سے خوب خوب نوازا ہے، جس مسئلہ پر قلم اٹھاتے ہیں دلائل کے انبار لگا دیتے ہیں، ہر ہر مسئلے پر بیسیوں حوالہ

جات آپ کے استحضار علمی کا پتا دیتے ہیں جو ایک طرف مسائل کے لئے اطمینان قلبی کا سبب واقع ہوتے ہیں اور دوسری جانب خواص کے لئے نزہت نظری کا باعث بنتے ہیں۔

کتاب ہذا کے تین حصے گزشتہ سال شائع کئے گئے تھے جنہیں بعد میں یکجا کر کے خوبصورت انداز میں عوام کی سہولت کے لئے شائع کیا گیا، الحمدللہ جمعیت اشاعت اہلسنّت اب اس کے چوتھے حصے کو اپنے مفت سلسلہ اشاعت کے 175 ویں نمبر پر شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔ ان تمام حصوں کی ترتیب وتبویب کی ذمہ داری حضرت علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی صاحب مدظلہ العالی نے باحسن وخوبی نبھائی ہے، اللہ تعالیٰ اس خدمت دین کے صدقے ان کی علم وعمل میں برکت عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ اراکین وادارہ کی اس سعی کو قبول فرمائے اور آخرت کی نجات کا سامان بنائے اور ہر خاص وعام کو اس سے نفع حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد عمران نافع القادری

مدرس جامعۃ النور، نور مسجد، میٹھادر، کراچی

Ishaate Islam

حج یا عمرہ کی نیت کے بغیر مکہ مکرمہ آنے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے گروپ میں ہم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ شلوار پہنے بیٹھا تھا جب کہ ہم آج ہی کراچی سے مکہ مکرمہ پہنچے ہیں اور کسی نے ابھی تک عمرہ بھی ادا نہیں کیا وہ بھی احرام کی چادریں پہن کر ہمارے ساتھ آیا تھا، ہم نے اُسے کہا کہ تو نے سِلے ہوئے کپڑے پہن لئے ہیں تجھ پر دَم لازم آجائے گا تو اس نے کہا میں نے کراچی سے آتے ہوئے احرام کی نیت نہیں کی تھی تو مجھ پر دَم کیسے آئے گا؟ تو حضرت اِس صورت میں شرع مطہر کی روشنی میں اِس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(السائل: محمد ریحان ولد ابوبکر، لبیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: شرع مطہر نے حرم کے گرد ایک دائرہ مقرر فرمایا ہے جسے میقات کہا جاتا ہے اور اس دائرے پر پانچ مقامات کو متعین کیا ہے اور وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ **قَرنُ الْمَنَازِل** (یہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۱۸۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) جسے اب ''السیل الکبیر'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یہ ان لوگوں کی میقات ہے جو نجد میں رہتے ہیں یا جو اس راستے سے گزریں۔

۲۔ **ذَاتِ عِرق** (یہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۹۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) یہ عراق والوں اور اس راستہ سے گزرنے والوں کی میقات ہے۔

۳۔ **یَلَمْلَم** (یہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۱۳۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) جسے اب ''سعدیہ'' سے موسوم کیا جاتا ہے، یہ یمن والوں کی اور جو اس راستہ سے گزریں میقات ہے۔

۴۔ **جُحفہ** (یہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۱۸۲ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) ''رابغ'' کے قریب ایک مقام ہے یہ مغرب، شام اور مصر سے آنے والوں اور اس راستہ سے گزرنے والوں کی میقات ہے، چاہے آنے والے خشکی سے راستے میں آئیں یا سمندری

راستے سے یا ہوائی جہاز سے۔

۵۔ **ذُو الْحُلَيْفَہ** (آبیارِ علی مکہ مکرمہ سے تقریباً ۴۱۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) جس کو اب ''ابیارِ علی'' سے موسوم کیا جاتا ہے یہ مدینہ والوں اور اس راستے سے گزرنے والوں کی میقات ہے۔

نوٹ: مواقیت خمسہ کی یہ تفصیل وزارۃ الحج مملکت سعودی عرب کی طرف سے شائع ہونے والے ایک پمفلٹ ''فریضۂ حج عام احکامات'' کے ص ۵ پر مذکور ہے۔

اس دائرے سے باہر رہنے والے آفاقی کہلاتے ہیں، کوئی شخص بھی اس دائرے کے باہر سے مکہ مکرمہ یا حرم شریف کی حدود میں آنا چاہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ میقات سے احرام کے ساتھ گزرے۔ اور اگر وہ احرام نہیں باندھتا تو اس پر لازم ہے کہ واپس میقات پر جائے اور احرام باندھ کر آئے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

من جاوز وقته غير محرم ثم أحرم أو لا فعليه العود إلى وقت (۱)

یعنی، جو شخص میقات سے بغیر احرام کے گزر گیا، پھر اس نے احرام باندھا یا نہ باندھا تو اس پر میقات کو لوٹنا لازم ہے۔

کیونکہ احرام کی میقات سے تاخیر کرنا حرام ہے، چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و حرُم تأخيرُ الإحرام عنها كلِّها لمن أى: لآفاقيٍّ قَصَدَ دخولَ مكَّةَ يعنى: الحرمَ و لو لحاجةٍ غير الحَجِّ (۲)

یعنی، احرام کو تمام مواقیت سے مؤخر کرنا حرام ہے یعنی آفاقی کے لئے جو مکہ مکرمہ یعنی (حدودِ) حرم میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو اگرچہ حج کے سوا کسی اور حاجت کے لئے۔

مذکور شخص جب نیتِ احرام کے بغیر مکہ مکرمہ آگیا تو اس پر لازم ہو گیا کہ وہ کسی بھی

۱۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقارى)، باب المواقيت، فصل فى مجاوزة الميقات بغير إحرام ص ۹۴

۲۔ الدر المختار مع رد المحتار، المجلد (۳)، كتاب الحج، ص ۵۵۱۔۵۵۲

میقات کو جائے اور وہاں سے احرام باندھ کر آئے پھر اگر وہ نہیں لوٹتا تو اس پر دم لازم ہوگا، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و إن لم يعد مطلقاً فعليه دم أي المجاوزة الوقت (۳)

یعنی، اگر مطلقاً میقات کو نہیں لوٹتا تو اس پر میقات سے (بغیر احرام کے) گزرنے کی وجہ سے دَم لازم ہے۔

اور یہ ضروری نہیں کہ جس میقات سے بغیر احرام کے گزرا تھا اسی میقات کو لوٹے، احرام کے لئے جس میقات کو بھی جائے کافی ہوگا، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فعليه العَوْدُ إلى ميقات منها و إن لم يكن ميقاتَه ليحرم منه، و إلّا فعليه دمٌ (٤)

یعنی، اس پر مواقیت میں سے کسی میقات کو لوٹنا لازم ہے تاکہ وہاں سے وہ احرام باندھے اگرچہ وہ میقات نہ ہو (کہ جس سے بغیر احرام گزر کر آیا تھا) ورنہ اس پر دَم لازم ہوگا۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

فالمراد أيُّ ميقاتٍ كان سواء كان ميقاتَهُ الذي جاوَزَه غيرَ مُحرِمٍ أو غيره، أقربَ أو أبعد، لأنّهما كلّها في حقّ المحرم سواءٌ و الأولى أن يُحرِمَ من وقته "بحر" (٥) عن "المحيط" (٦)

یعنی، تو مراد یہ ہے کہ جو بھی میقات ہو، چاہے وہی میقات ہو کہ جس

۳۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب المواقيت، فصل في مجاوزة الميقات بغير إحرام، ص ۹۵

٤۔ رد المحتار على الدر المختار، المجلد (۳)، كتاب (٥) الحج، مطلب في المواقيت، ص ۵۵۱_۵۵۲

٥۔ البحر الرائق، المجلد (۳)، كتاب الحج، باب مجاوزة الميقات بغير إحرام ص ۵۲

٦۔ رد المحتار، باب الجنايات، مطلب: لا يجبُ الضَّمانُ بكسرِ الآلاتِ اللّهو، ص ۷۰۶

سے گزر کر آیا تھا یا اس کی غیر، زیادہ قریب یا زیادہ دُور ہو کیونکہ مُحرِم کے حق میں سب برابر ہیں، بہتر ہے کہ اسی میقات سے احرام باندھے۔

یاد رہے کہ بغیر احرام کے مکہ مکرمہ آنے والا شخص واپس جا کر کسی میقات سے عمرہ یا حج کا احرام باندھ کر آجاتا ہے تو اُس سے بغیر احرام کے میقات سے گزر کر آنے کی وجہ سے لازم آنے والا دَم ساقط ہو جائے گا مگر میقات سے بغیر احرام کے گزر آنے کا گناہ برقرار رہے گا کہ فقہاء کرام نے میقات سے بغیر احرام مکہ یا حرم آنا حرام لکھا ہے اور اس حرام کا ارتکاب اس نے کرلیا اس لئے اُسے سچی توبہ کرنا لازم ہوگی۔

مگر کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ بغیر احرام کے مکہ یا حرم آنا ممنوع ہے۔ تو یہ اس کے لئے ہے جو مکہ عمرہ یا حج کے ارادے سے آئے اور جو حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو اُس پر میقات کو لوٹنا اور وہاں سے احرام کے ساتھ آنا اور ایسا نہ کرنے کی صورت میں دَم وغیرہ کچھ بھی لازم نہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے جو شخص بھی مکہ یا حرم کے ارادے سے میقات سے گزرتا ہے تو شرعاً اس پر حج وعمرہ دونوں میں سے ایک عبادت لازم ہو جاتی ہے چاہے وہ خود حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اگر آفاقی عبور کند بر این مواقیت مذکورہ و ارادہ داشتہ باشد دخولِ مکہ یا دخولِ ارضِ حرم را، واجب گردد بروی ادائے اَحَدُ النُّسکین اعنی حج یا عمرہ

یعنی، آفاقی اگر مواقیت مذکورہ سے گزرے اور وہ مکہ مکرمہ یا سرزمینِ حرم میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو تو اس پر دو نُسک یعنی حج یا عمرہ میں سے ایک (عبادت) واجب ہو جاتی ہے۔

اس لئے حج وعمرہ دونوں میں سے کسی ایک کا احرام باندھنا بھی واجب ہو جاتا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

و واجب شود بروے احرام برائے آن (۷)

۷۔ حِلیۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اوّل در بیان إحرام، فصل دویم در بیانِ مواقیت، نوع اوّل، ص ۵۸

Ishaate Islam

یعنی، اور اس پر اس (یعنی حج یا عمرہ) کے لئے (میقات سے) احرام باندھنا واجب ہو جاتا ہے۔

پھر وہ میقات کو لوٹے بغیر احرام باندھے یا نہ باندھے دَم بہر صورت اس پر لازم رہے گا، چنانچہ علامہ شمس الدین تمرتاشی حنفی لکھتے ہیں:

و جاوَزَ وقتَه ثُمّ أحرَمَ لَزِمَه دمٌ، كما إذا لم يُحرِم (٨)

یعنی، اپنی میقات سے بغیر احرام کے گزرا پھر احرام باندھا تو اس کو دَم لازم ہوگا جیسا کہ جب احرام نہ باندھے (تو اس کو دَم لازم ہو جاتا ہے)۔

سقوطِ دَم کی ایک ہی صورت ہے کہ وہ میقات کو لوٹے اور احرام باندھ کر آئے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں ہے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں مذکور شخص کو احرام باندھنے کے لئے میقات لوٹنا اور وہاں سے احرام باندھنا لازم ہوگا اور نہ لوٹنے کی صورت میں دَم دینا ہوگا اور توبہ بہر صورت کرنی ہوگی۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ٢٤ ذی القعدہ ١٤٢٨ھ، ٤ دیسمبر ٢٠٠٧ م (New 01-F)

حرم یا حِل میں رہنے والے کا آفاق سے قِران کی نیت کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حرم یا حِل کا رہنے والا اگر کسی کام کی غرض سے میقات سے باہر مثلاً مدینہ منوّرہ چلا جاتا ہے وہاں سے حج وعُمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھ کر آ جائے اور اَشْہُرِ حج میں عُمرہ ادا کرے تو اس کا قِران بلا کراہت درست ہو جائے گا یا نہیں؟

(السائل:)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں مکی یا جو مکی کے حکم میں ہے اگر کسی کام کی غرض سے آفاق چلا جائے اور وہاں سے حج وعمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھ کر آ

٨۔ تنوير الأبصار مع شرحه للحصكفي، كتاب الحج، باب الجنايات، المجلد(٣)، ص ٧٠٥

جائے تو وہ قارن ہو جائے گا کیونکہ جب وہ کسی کام سے آفاق گیا تو حکماً آفاقی ہو گیا اور آفاقی ہونا قِران کی شرائط صحت میں سے ایک شرط ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و السادس أن يكون آفاقياً و لو حكماً (٩)

یعنی، قِران کی چھٹی شرط یہ ہے کہ وہ آفاقی ہو اگرچہ حکماً آفاقی ہو۔

اور آفاق کی یہ شرط قِران مسنون کی ہی شرط ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

أن اشتراط الآفاق إنما هو للقران المسنون لا لصحة عقد الحج و العمرة (١٠)

یعنی، آفاق کی شرط صرف قِران مسنون کے لئے ہے نہ کہ صحتِ عقد حج و عمرہ کے لئے۔

اور امام شمس الدین محمد سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

و قد بيّنّا أنّ المكّي إذا خرج من الميقاتِ ثُمّ قَرَنَ حَجةً و عمرةً كان قارناً (١١)

یعنی، ہم نے بیان کر دیا کہ مکی جب میقات سے نکلا پھر اس نے حج وعمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا تو وہ قارن ہو جائے گا۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

ثُمّ رأيتُ مثلَ ذلك أيضاً في "كافي الحاكم" (١٢) الذي هو جمعُ كتبِ ظاهر الرِّواية، نصُّهُ: و إذا خرج المكّيُّ إلى الكوفةِ لحاجةٍ فاعتَمَر فيها من عامِهِ وحجَّ لم يكن متمتِّعاً، و إن قَرَنَ

٩۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاري)، باب القران، فصل في شرائط صحة القران، ص ٢٨٦

١٠۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب القران، فصل في شرائط صحة القران، ص ٢٨٦

١١۔ المبسوط للسرخسي، كتاب المناسك، باب الجمع بين الإحرامين، ٢/٤/١٧٠

١٢۔ انظر: "المبسوط"، كتاب المناسك، باب المواقيت ٤/١٦٩

من الكوفة كان قارناً اھ و نقله فی "الجوهرة" معلّلاً مُوَضّحاً قراجعها (۱۳)

یعنی، پھر میں اس کی مثل امام حاکم شہید کی کتاب ''کافی'' میں بھی دیکھا کہ جس میں آپ نے کُتبِ ظاہر الروایت کو جمع فرمایا ہے اور اس کی تصریح فرمائی کہ جب مکی کوفہ کو کسی کام سے نکلا پھر اس نے اسی سال کوفہ سے عمرہ (کا احرام باندھ کر عمرہ) کیا اور (اسی سال) حج کیا تو وہ مُتمتّع نہ ہوگا اور اگر کوفہ سے قران کیا تو قارن ہو جائے گا اور اسے (علامہ ابوبکر بن علی حدادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ نے اپنی کتاب) ''جوہرۃ النیرۃ'' (۱٤) میں عِلّت بیان کرتے اور واضح کرتے ہوئے نقل کیا پس تجھے چاہئے کہ تو وہاں مراجعت کرے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

فلا قران للمكي (أي الحقيقي) إلا إذا خرج إلى الآفاق قبل أشهر الحج، قيل: و لو فيها فيصح منه القران لصيرورته آفاقياً حكماً (۱۵)

یعنی، مکی حقیقی کے لئے قران نہیں مگر جب وہ اشہرِ حج سے قبل آفاق کو گیا، کہا گیا کہ اگرچہ اشہرِ حج میں نکلا تو اس کے حکماً آفاقی ہونے کی وجہ سے اس کا قران درست ہو جائے گا۔

کیونکہ وہ آفاق جانے کی وجہ سے آفاقی کے حکم میں ہو گیا تو اس کا قران درست ہو گیا یہ اسی طرح ہے جیسے آفاقی مکہ آیا اور حکماً اہل مکہ سے ہو گیا چنانچہ مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

۱۳ ۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۳)، کتاب (۵) الحج، باب (۲) التمتع، ص ٦٤٧۔٦٤٨

۱٤ ۔ الجوهرة النيرة، المجلد (۱)، كتاب الحج، باب التمتع، ص ۲۱٤۔ ۲۱۵

۱۵ ۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب القران، فصل فی شرائط صحة القران، ۲۸٦

كما أنه لا يجوز القران للآفاقي إذا دخل مكة و صار من أهلها حكماً (۱٦)

یعنی، جیسا کہ آفاقی کے لئے قران جائز نہیں جب مکہ داخل ہو کر حکماً اہلِ مکہ میں سے ہو گیا۔

تو اُسے قران کے لئے آفاق جانا ضروری ہے ورنہ حکماً مکی ہونے کی وجہ سے حقیقی مکی کی طرح وہ بھی قران نہیں کرے گا اور اگر کرے گا تو اس کا قران مسنون نہ ہوگا اور سنّت کی مخالفت کی وجہ سے اسائت (بُرا) کرنے والا ہوگا اور قران منعقد ہونے کی وجہ سے اُسے دَم دینا ہوگا اور وہ دَم شکر نہ ہوگا بلکہ دَم جبر ہوگا کہ جس سے وہ نہیں کھا سکتا جیسا کہ اس کی تفصیل کُتبِ مناسک میں اور ہمارے ''فتاویٰ'' میں مذکور ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ۳ ذيالحجة ۱٤۲۸ھ، ۱۲ ديسمبر ۲۰۰۷ م (New 12-F)

قارن اگر عمرہ ترک کر کے صرف حج کے ارکان ادا کر لے تو اس کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حجِ قران کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ پہنچا اور حاجی منیٰ روانہ ہو رہے تھے تو اس نے عمرہ ادا نہ کیا اور منیٰ روانہ ہو گیا یہاں تک کہ وہ عرفات گیا وقوفِ عرفہ کیا، اب اس نے عمرہ ادا نہ کیا اس کے لئے اُسے کیا کرنا ہوگا اور اس کا حج قران باقی رہا یا نہ رہا؟

(السائل محمد ابراہیم، لبیک حج گروپ c/o مولانا محمد یونس شاکر، کاروانِ ہاشمی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اس نے عمرہ چھوڑ دیا جس کی وجہ سے اس کا قران باطل ہو گیا اور اس پر عمرہ کی قضا اور عمرہ چھوڑنے کا دم لازم ہوگا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ صحتِ قران کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ وقوفِ عرفہ

۱٦ ۔ المسلك المتقسّط، ص ۲۸٦

سے قبل عمرہ کا کُل یا اکثر طواف کرلے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی(۱۷) لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین(۱۸) نقل کرتے ہیں:

الثالث أن يطوف للعمرة كلَّهُ أو أكثرَهُ قبل الوقوف بعرفةَ (أى فى وقته)

یعنی، صحتِ قِران کی تیسری شرط یہ ہے کہ قارن وقوفِ عرفہ کے وقت میں وقوف کرنے سے قبل عمرہ کا پورا (یعنی سات چکر) یا اکثر (یعنی کم از کم چار چکر) طواف کرلے۔

اور وہ اس نے نہ کیا اس لئے وہ عمرہ کا چھوڑنے والا ہوگیا چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی(۱۹) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی(۲۰) نقل کرتے ہیں:

فلو لم يطُفْ لها حتى وقَفَ بعرفة بعد الزَّوال ارتفعت (و فى اللباب: ارتفضت) عمرته

یعنی، پس اس نے اگر عمرہ کا طواف نہ کیا یہاں تک کہ زوال کے بعد وقوفِ عرفہ کرلیا تو اس کا عمرہ چھوٹ گیا۔

اگرچہ اس نے عمرہ چھوڑنے کی نیت نہ کی تھی تب بھی عمرہ چھوٹ گیا چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أى و لو من غير نية رفضه إياها (۲۱)

یعنی، اگرچہ اس کی خاص عمرہ کو چھوڑنے کی نیت نہ ہو۔

جب اس نے حجِ قران میں عمرہ کو چھوڑ دیا تو اس کا قران باطل ہوگیا چنانچہ علامہ رحمت

۱۷۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقارى)، باب القران، فصل فى شرائط صحته ص ۲۸۵

۱۸۔ رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحج، باب القران، ۳/۶۳۳

۱۹۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقارى)، ص ۲۸۵

۲۰۔ رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحج، باب القران، ۳/۶۳۳

۲۱۔ المسلك المتقسّط فى المنسك المتوسّط، ص ۲۸۵

اللہ سندھی حنفی(۲۲) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ شامی(۲۳) نقل کرتے ہیں:

و بَطَلَ قِرانُه

یعنی، اور اس کا قران باطل ہوگیا۔

اور قران کا بطلان عمرہ کے بطلان کی وجہ سے ہوا کیونکہ جب اس نے عمرہ چھوڑ دیا تو اب عمرہ کی ادائیگی مُعذّر رہوگئی اس لئے اگر وہ وقوفِ عرفہ کے بعد عمرہ کرے گا تو وہ افعال عمرہ کی افعال حج پر بنا کرے گا اور یہ مشروع نہیں ہے، چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فإن وقَفَ القارنُ بعرفةَ قبل أكثرِ طواف العمرةِ بَطَلَتْ (۲۴)

یعنی، پس اگر قارن نے عمرہ کے اکثر طواف سے قبل وقوفِ عرفہ کرلیا تو اس کا عمرہ باطل ہوگیا۔

اس کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں:

لأنه تعذّرَ عليه أداؤها، لأنّه يصير بانياً أفعالَ العمرة على أفعال الحجّ، و ذالك خلافُ المشروع (۲۵)

یعنی، کیونکہ (وقوفِ عرفہ کے بعد) اس پر عمرہ کی ادائیگی مُعذّر رہوگئی کیونکہ (اگر وقوف کے بعد عمرہ ادا کرتا ہے تو) وہ افعالِ حج پر افعالِ عمرہ کی بنا کرنے والا ہوجائے گا جو کہ مشروعیّتِ قران کے خلاف ہے۔

اور اس صورت میں اس سے دمِ قران ساقط ہوجائے گا جو کہ دمِ شکر ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و سقط عنه دمه

۲۲۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقارى)، ص ۲۸۵

۲۳۔ رد المحتار: ۳/۶۳۳

۲۴۔ الدر المختار: ۳/ ۶۳۹

۲۵۔ ردّ المحتار على الدّرّ المختار، المجلد (۳)، كتاب الحج، باب (۱) القران، ص ۶۳۹

اوراس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أی دم القران للشکر المترتّب علی نعمة الجمع من أداء النُسکین (۲٦)

یعنی، اس سے دم قران ساقط ہو جائے گا جو شکرانے کے طور پر اس نعمت پر مترتب ہے جو اُسے نُسکِ عمرہ و حج کے مابین جمع کرنے پر حاصل ہوئی۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

و سَقَط دمُ القران، لأنّه لم یُوفِّ للنُّسُکین (۲۷)

یعنی، اور دَمِ قِران ساقط ہو گیا کیونکہ وہ نُسکِ عمرہ و حج کے مابین جمع نہ کر پایا (کیونکہ اس نے اپنے عمرہ کو باطل کر دیا تو وہ قارن نہ رہا)۔

اور جو عمرہ اس نے چھوڑا اس کی قضاء اور عمرہ چھوڑنے کا دم اس پر لازم ہوا، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

ثم إذا ارتفضت عمرته فعلیه دم لرفضها و قضاؤها بعد أیام التشریق (۲۸)

یعنی، پھر جب اس کا عمرہ چھوٹ گیا تو اس پر عمرہ چھوڑنے کا دَم اور اس کی ایام تشریق کے بعد قضاء لازم آئی۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

و قُضِیَتْ بشروعِهِ فیها

اور اس کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں:

أی بعد أیّام التّشریق (۲۹)

۲٦۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط ص۲۸۵

۲۷۔ الدر المختار، کتاب الحج، باب القران، ۳/٦٤

۲۸۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط ص۲۸۵

۲۹۔ رد المحتار علی الدر المختار: ۳/٦۳۹۔ ٦٤۰

یعنی، اور (احرام ونیت سے) عمرہ میں شروع ہونے کی وجہ سے اُسے ایام تشریق کے بعد قضاء کیا جائے گا۔

و وَجَبَ دمُ الرِّفضِ للعُمرة (الدر المختار) لأن کلّ من تَحلّلَ بغیرِ طوافٍ یجبُ علیه دمٌ کالمحصر "بحر" (۳۰)

یعنی، اس پر عمرہ چھوڑنے کا دم لازم ہوگا کیونکہ وہ شخص جو عمرہ کا طواف کئے بغیر اس کے احرام سے فارغ ہو جائے اس پر محصر کی مانند دَم لازم آتا ہے۔ "بحر" (۳۱)

اور اگر وہ وقوفِ عرفہ سے قبل طوافِ عمرہ کے اکثر پھیرے دے لیتا تو عمرہ کو چھوڑنے والا نہ ہوتا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و لو طاف أکثره ثم وقف

اور اس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

لم یصر رافضاً بالوقوف لأنه أتی بالأکثر، فبقی قارناً (۳۲)

یعنی، اور اگر وہ عمرہ کا اکثر طواف کر لیتا پھر وقوفِ عرفہ کرتا تو وقوف کے سبب عمرہ کو چھوڑنے والا نہ ہوتا اور وہ قارن باقی رہتا۔

اور اس صورت میں طواف عمرہ کے باقی حصہ طوافِ زیارت سے قبل ادا کرنا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و أتمّ الباقی قبل طواف الزیارة (۳۳)

یعنی، اور باقی طوافِ زیارت سے قبل پورا کرے۔

اور اسی طرح "لُباب" کے حوالے سے علامہ شامی نے بھی نقل کیا ہے۔ (۳٤)

۳۰۔ رد المحتار علی الدر المختار: ۳/٦٤۰

۳۱۔ بحر الرائق، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب القران تحت قوله: و إن لم یدخل مکة ص ۳٦۲

۳۲۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط ص۲۸۵

۳۳۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، ص ۲۸۵

۳٤۔ رد المحتار: ۳/٦۳۹

Ishaate Islam

طوافِ زیارت کی ادائیگی سے قبل طوافِ عمرہ کی تکمیل کے حکم کی وجہ بیان کرتے ہوئے مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

لاستحقاقها فی الذمه قبله، و لو كان الباقی من الأشوط واجباً وهو دون الأقوی من طواف رُكن الحج (۳۵)

یعنی، کیونکہ طوافِ عمرہ کے یہ پھیرے طوافِ زیارت سے قبل ذمے میں واجب ہو چکے اگرچہ جو پھیرے بچے وہ واجب ہیں اور وہ حج کے رُکن طواف (یعنی طوافِ زیارت جو کہ) قوی تر ہے سے (درجے میں) کم ہیں۔

اور اس صورت میں اُسے چاہئے تھا کہ وہ منیٰ جانے کی بجائے عمرہ کا طواف کر لیتا اور قارن کے لئے طوافِ عمرہ کا وقت دس ذی الحجہ کے طلوعِ فجر تک ہوتا ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اس قارن کے بارے میں لکھتے ہیں جو بغیر وضو کے دو طواف اور دو سعیاں کر لے:

أعاد طواف العمرة قبل يوم النحر، ولا شئ عليه و إن لم يعد حتی طلع فجر يوم النحر لزمه دم لطواف العمرة محلثاً و قد فات وقت القضاء و قال شارحه أی الإعادة لتكميل الأداء (۳۶)

یعنی، یوم نحر سے قبل طوافِ عمرہ کا اعادہ کرے اور اس پر کچھ نہیں اور اگر اعادہ نہ کرے یہاں تک کہ یوم نحر کی فجر طلوع ہو جائے تو اُسے بے وضو عمرہ کا طواف کرنے کا دَم لازم ہو گیا اور تکمیل اداء کے لئے اعادہ کا وقت فوت ہو گیا۔

اور وقت کی کمی کے باعث اگر وہ طواف کے چار چکر ہی کر لیتا ہے طوافِ قدوم کی نیت سے کرتا یا نفل کی نیت سے تو اس کا فرض ادا ہو جاتا اور عمرہ باطل نہ ہوتا کیونکہ پھر اس پر طواف کے کم پھیرے اور سعی باقی رہتی جو کہ عمرہ کے واجبات سے تھے نہ کہ فرائض سے، چنانچہ علامہ

۳۵۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب القران، فصل فی شرائط صحة القران، ص ۲۸۵

۳۶۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب الجنايات، فصل فی الجناية فی طواف العمرة، ص ۳۹۰

علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

فلو أتی بأربعةِ أشواطٍ و لو بقَصْدِ القدوم أو التّطوُّع لم تَبْطُل، و يُتِمُّها يومَ النّحر (۳۷)

یعنی، پس اگر (طوافِ عمرہ کے) چار چکر کر لیتا اگرچہ طوافِ قدوم یا نفل کی نیت سے تو عمرہ باطل نہ ہوتا اور اُسے دس ذی الحجہ کو (طوافِ زیارت سے قبل) پورا کر لیتا۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین علامہ حصکفی کی عبارت ''عمرہ باطل نہ ہوتا'' کے تحت لکھتے ہیں:

لأنه أتی برُكنِها، و لم يبق إلّا واجباتُها من الأقلِّ و السَّعي ۔ "بحر" (۳۸)

یعنی، کیونکہ اس نے اس کا رُکن ادا کر لیا (کہ طواف فرض میں کم از کم چار پھیرے فرض ہیں) اور باقی نہ رہے مگر عمرہ کے واجبات وہ طواف کے کم پھیرے اور سعی ہیں۔ "بحر" (۳۹)

طواف کے بقیہ کم پھیروں کا ذکر مندرجہ بالا سطور میں مذکور ہے کہ انہیں طوافِ زیارت سے قبل ادا کرے اور سعی غیر موقّت ہے اسی لئے حج کی سعی طوافِ زیارت کے بعد قربانی کے ایام گزار کر کی جائے تو بھی درست ہو جاتی ہے اگرچہ خلافِ سنّت ہے۔

اور مذکور شخص عمرہ کو چھوڑنے والا اس وقت قرار پایا جب اس نے زوال کے بعد وقوفِ عرفہ کیا اس سے قبل جب وہ منیٰ میں تھا یا عرفات میں، عمرہ کو چھوڑنے والا قرار نہیں دیا گیا، چنانچہ مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

و فی "الكافی" للحاكم لا يصير رافضاً لعمرته حتی يقف بعد

۳۷۔ الدر المختار، كتاب الحج، باب القران، ۶۳۹/۳

۳۸۔ ردّ المحتار علی الدر المختار، المجلد (۳)، كتاب (۵) الحج، باب (۱) القران، ص ۶۳۹

۳۹۔ البحر الرائق، المجلد (۲)، كتاب الحج، باب القران، ص ۳۶۲

الزوال، و قال ابن الهمام: وهو حقّ لأن ما قبله ليس وقتاً للوقوف، فحلوله بها كحلوله بغيرها، و في "السراج الوهاج" و لو وقف بعرفة قبل الزوال لا يكون رافضاً لأنه لا عبرة بهذا الوقوف، فيرجع إلى مكة و يطوف لعمرته، فلو لم يرجع حتى وقف (٤٠)

یعنی، امام حاکم شہید کی ''کافی'' میں ہے قارن اپنے عمرہ کو چھوڑنے والا نہ ہوگا یہاں تک کہ زوال کے بعد وقوفِ عرفات کرلے اور امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام نے فرمایا یہی حق ہے کیونکہ اس سے قبل وقوف کا وقت نہیں ہے تو قارن کا وہاں ہونا عرفات کے غیر میں ہونے کی مانند ہے، اور ''سراج الوہاج'' میں ہے اگر زوال سے قبل وقوف عرفات کیا تو وہ اپنے عمرہ کو چھوڑنے والا نہ ہوگا کیونکہ اس وقوف کا کوئی اعتبار نہیں، تو وہ (اگر زوال سے قبل عرفات چلا گیا تو) مکہ لوٹ آئے اور اپنے عمرے کا طواف کرے (اور رفضِ عمرہ سے بچ جائے) پس اگر نہ لوٹا یہاں تک کہ (وقوف کے وقت میں) وقوف کرلیا (تو اس کا عمرہ چھوٹ گیا)۔

لہٰذا اُسے چاہئے تھا وقوفِ عرفات سے پہلے پہلے مکہ آکر طواف عمرہ کرلیتا اس طرح وہ عمرہ کی قضاء دَم اور گناہ کے اِرتکاب سے بچ جاتا کیونکہ اس نے عمرہ کو جان بوجھ کر چھوڑا ہے اس لئے وہ گنہگار بھی ہوا جس کے لئے اسے عمرہ کی قضا اور دَم دینے کے ساتھ ساتھ توبہ بھی کرنی ہوگی۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ١٤ ذی الحجة ١٤٢٨ھ، ٢٣ دیسمبر ٢٠٠٧ م (New 27-F)

٤٠۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب القران، فصل فی شرائط صحة القران، ص٢٨٥

مکہ سے طائف گھومنے کی غرض سے جانے والوں کے احرام کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم کل بروز جمعہ گھومنے کی غرض سے طائف گئے وہاں سے ہم نے فون کے ذریعے آپ سے معلوم کیا تو آپ نے بتایا کہ طائف میقات سے باہر ہے اسی طرح حضرت مولانا محمد عرفان صاحب ضیائی سے وہاں سے احرام کا حکم معلوم کیا تو انہوں نے بھی فرمایا کہ عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ لوٹو کہ بلا احرام آنا جائز نہیں ہے، ہمارے کسی ساتھی نے ایک اور پاکستان سے تشریف لائے ہوئے معروف حنفی عالم سے فون پر پوچھا تو انہوں نے فرمایا سیر وتفریح کی غرض سے گئے ہو اس لئے احرام لازم نہیں، اس طرح ہم میں سے چند ساتھیوں نے احرام نہ باندھا بغیر احرام مکہ لوٹے، اب آپ سے گزارش ہے کہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں ہمیں بتایئے کہ کس کا قول درست ہے اور جو بلا احرام مکہ لوٹے اُن کے لئے کیا حکم ہے؟

(السائل: احمد بن محمد فتانی، الفتانی حج اینڈ عمرہ، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالی وتقدس الجواب: واضح رہے کہ طائف میقات سے باہر ہے اور اس جانب میقات ''قرنُ المنازل'' ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے میقاتوں کا تعین خود فرمایا، اہلِ مدینہ کے لئے ''ذوالحلیفہ''، شام والوں کے لئے ''جُحفہ''، اہلِ نجد کے لئے ''قرن المنازل'' اور یمن والوں کے لئے ''یلملم''، اور یہ بھی ارشاد فرمایا یہ میقات مذکورہ مقامات کے لوگوں کے علاوہ اُن کے لئے بھی ہیں جو کسی میقات سے گزر کر حج یا عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ آئیں، البتہ جو لوگ میقات کے اندر حل میں رہتے ہیں ان کی میقات ان کے اپنے گھر ہیں، جب کہ مکہ میں مقیم لوگ مکہ ہی سے (حج کا) احرام باندھیں گے۔(٤١) جب کہ اہلِ عراق کا میقات ''ذاتِ عرق'' ہے جس کا ذکر ''صحیح مسلم'' میں ہے۔

اور قرن سے مراد وہ پہاڑی ہے جو کسی بڑے پہاڑ کا حصہ ہو لیکن اس سے علیحدہ نظر آتی ہو، یہ اس کے آس پاس خلیج کے رہنے والوں اور ریاض وطائف کے راستے سے آنے والوں

٤١۔ صحیح البخاری، کتاب الحج، برقم:١٥٢٤

کی میقات ہے، یہاں سے مکہ معظّمہ کے لئے دو بڑے راستے ہیں، جن پر دو مسجدیں بنائی گئی ہیں جو ایک راستے پر ''سیل کبیر'' اور دوسرے پر ''وادی مُحرِم'' کے نام سے موسوم ہیں۔

سیل کبیر: اس میقات پر ایک مسجد ''سیل کبیر'' کے نام سے موسوم ہے جو مسجد الحرام سے بجانب شمال مشرق اسّی (۸۰) کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے اور یہاں سے طائف کا فاصلہ (۴۰) کلومیٹر ہے۔

وادی مُحرِم: یہ مسجد بھی ''قرن المنازل'' کی میقات ہی سے معروف ہے یہ مسجد سیل کبیر کے جنوبی سمت میں واقع ہے ان دونوں مسجدوں کے درمیان تینتیس (۳۳) کلومیٹر کا فاصلہ ہے اور مسجد الحرام سے مکہ طائف روڈ پر چھہتر (۷۶) کلومیٹر کے فاصلے پر ہے جب کہ طائف یہاں سے صرف دس (۱۰) کلومیٹر رہ جاتا ہے، اسی طرح ''تاریخ مکہ'' (۴۲) میں ہے۔

جب کہ طلال بن العقیل نے ''سیل کبیر'' سے مکہ مکرمہ کا فاصلہ پچہتر (۷۵) کلومیٹر ذکر کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں: قرن المنازل: یہ نجد والوں اور ان لوگوں کی میقات ہے جو اس راستے سے گزرتے ہیں اس کا موجودہ نام ''سیل کبیر'' ہے جو مکہ مکرمہ سے پچہتر (۷۵) کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔(۴۳)

اور ابن باز نے صرف یہ لکھا کہ ''قرن المنازل'' جو اہلِ نجد کی میقات ہے جس کو آج کل ''سیل'' کہا جاتا ہے۔(۴۴)

اور سعودی حکومت کے سلسلۂ إرشادات للحاج و المعتمرین کے چوتھے رسالے میں ہے:

قرن المنازل: و يسمى "السيل الكبير" وهو ميقات أهل نجد و أهل الطّائف ومن مرّبه من غيرهم و يبعد عن مكة المكرمة (۷۸ كم) تقريباً و يحاذيه "وادي محرم" وهو أعلى قرن

۴۲۔ تاریخ مکہ مصنفہ ڈاکٹر الیاس عبدالغنی، ص ۲۵، ۲۷، ۲۸

۴۳۔ رہنمائے حج وعمرہ، احرام باندھنے کی جگہیں، ص ۱۲

۴۴۔ حج وعمرہ اور زیارات الخ، میقات کا بیان، ص ۲۷

المنازل من جهة طريق الهدا- الطائف و يبعد عن مكة المكرمة (۷۵ كم) تقريباً (۴۵)

یعنی، قرنُ المنازل: اور اس کا نام ''سیل کبیر'' رکھا گیا ہے اور یہ اہلِ نجد اور اہلِ طائف کی اور جو ان کے سوا یہاں سے ہو کر گزرے (سب) کی میقات ہے اور مکہ مکرمہ سے تقریباً ۷۸ کلومیٹر دُور ہے اور اس کے محاذی ''وادی محرم'' ہے اور وہ ''قرن المنازل'' سے بلندی پر طائف کے طریقِ ہُدا کی طرف سے ہے اور مکہ مکرمہ سے تقریباً ۷۵ کلومیٹر دُور ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ طائف میقات سے باہر آفاق میں ہے نہ کہ میقات ہے یا میقات کے اندر ہے اور حرم مکہ کے ارادے سے طائف سے آنے والے اور طائف سے ہو کر گزرنے والے اگر ''سیل کبیر'' کے راستے سے آئیں تو ''سیل کبیر'' پر اور اگر ''طریقِ ہُدا'' سے آئیں تو ''وادی محرم'' پر اُسے احرام باندھنا لازم ہوگا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۰/ ۹۹۴/ ۹۹۶ھ لکھتے ہیں:

حكمها وجوب الإحرام منها لأحد النُّسكين و تحريم تأخيرها عنها لمن أراد دخول مكة أو الحرم و إن كان لقصد التّجارة أو غيرها و لم يرد نسكاً (۴۶)

یعنی، میقات کا حکم یہ ہے کہ ان سے حج یا عمرہ کا احرام باندھنا واجب اور احرام کو ان سے مؤخر کرنا حرام ہے ہر اس شخص کو جو مکہ معظّمہ یا حرم میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو اگرچہ تجارت وغیرہ کی غرض سے (حدودِ حرم میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو) اور اس نے حج کا ارادہ نہ کیا ہو۔

اور مکہ یا حرم آنے کے ارادے سے میقات سے گزرنے والے پر احرام کے وجوب پر اجماع ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

۴۵۔ صفة الحج و العمرة مع أدعية مختارة، المواقيت، ص ۱۲-۱۳

۴۶۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب المواقيت، فصل فی مواقيت الخ، ص ۸۹

أی بالإجماع (٤٧)

یعنی، میقات سے احرام باندھنا بالاجماع واجب ہے۔

کوئی شخص آفاق سے حرم چاہے کسی ارادہ سے آئے جیسے تجارت کی غرض سے، یا اس کا گھر ہی حدودِ حرم یا مکہ شہر میں ہو اور وہ اپنے گھر آرہا ہو یا مکہ مکرمہ سیر وتفریح کی غرض سے آئے، بہر صورت اس پر واجب ہوگا کہ میقات سے احرام باندھ کر آئے، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

فعلنا یجب الإحرام مطلقاً (٤٨)

یعنی، پس ہمارے نزدیک احرام مطلقاً واجب ہے (چاہے کسی بھی ارادے سے آئے)۔

اسی لئے ہمارے فقہاء نے لکھا کہ میقات وہ جگہیں ہیں جن سے مکہ یا حرم کا ارادہ رکھنے والا بلا احرام نہیں گزر سکتا، چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و المواقیت أی المواضع التی لا یجاوزها مرید مکة إلا محرماً (٤٩)

یعنی، میقاتیں وہ جگہیں ہیں جن سے مکہ کو جانے والا بلا احرام نہیں گزر سکتا۔

سوال میں ذکر کردہ افراد جب مکہ میں تھے مکی کے حکم میں تھے کہ مکی کی طرح ان کے لئے عمرہ کے حل اور حج کے لئے مکہ یا حرم میقات تھی یعنی جہاں وہ تھے وہاں کے اہل کے حکم میں تھے اور جب آفاق کی جانب نکلے تو آفاقی کے حکم میں ہو گئے جس طرح مکی حقیقی بھی اگر آفاق نکلے چاہے کسی بھی غرض سے گیا ہو تجارت کی غرض سے گیا ہو یا سیر وتفریح کی غرض سے، بہر حال وہ آفاقی کے حکم میں ہو گیا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و الضابطة فیه أن من وصل إلی مکان صار حکمه حکم أهله (٥٠)

یعنی، اس میں ضابطہ (یعنی قاعدہ کلیہ اس حکم میں، شرح اللباب للقاری)

٤٧۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، ص ٨٩

٤٨۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، ص ٨٩۔٩٠

٤٩۔ الدر المختار، المجلد (٣)، کتاب (٥) الحج، بیان المواقیت، ص ٥٤٨

٥٠۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب المواقیت، فصل و قد یتغیّر المیقات الخ، ص ٩٤

یہ ہے کہ جو شخص جس جگہ پہنچ گیا تو اس کا حکم وہی ہو گیا جو وہاں کے رہنے والوں کا ہے۔

اور لکھتے ہیں:

فلو خرج المکی إلی الآفاق أو الحلّ لحاجة فهو وقته للحج أو العمرة (٥١)

یعنی، پس اگر مکی آفاق یا حل کو کسی کام سے نکلا تو وہی اس کے حج یا عمرہ کی میقات ہے۔

لہٰذا جب یہ وہاں کے اہل کے حکم میں ہو گئے تو جس طرح وہاں والوں کو بغیر احرام کے میقات سے گزرنا جائز نہیں اسی طرح ان کو بھی مکہ مکرمہ آنے کے لئے میقات سے بغیر احرام کے گزرنا جائز نہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ لوگ طائف کس غرض سے گئے تھے اور مکہ کسی غرض سے آئے جیسا کہ مندرجہ بالا عباراتِ فقہاء سے ظاہر ہے۔

اور جو لوگ بغیر احرام کے آئے ہیں وہ سب کے سب گنہگار ہوئے اور ان پر لازم ہے کہ وہ میقات کو لوٹ جائیں اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئیں اور توبہ بھی کریں ورنہ ان پر عمرہ اور دَم دونوں لازم ہوں گے اور ساتھ توبہ بھی، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

من جاوز وقته غیر محرم ثم أحرم أو لا فعلیه العود (أی فیجب علیه الرجوع) إلی وقت (٥٢)

یعنی، جو شخص اپنی میقات سے بلا احرام گزر گیا پھر احرام باندھا یا نہ باندھا (دونوں صورتوں میں) اس پر میقات کو لوٹنا واجب ہے۔

مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

من جاوز وقته أی میقاته الذی وصل إلیه (٥٣)

٥١۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب المواقیت، فصل: وقد یتغیر المیقات بتغیر الحال، ص ٩٤

٥٢۔ لُباب المناسك، باب المواقیت، فصل فی مجاوزة المیقات بغیر إحرام، ص ٩٤

٥٣۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب المواقیت، فصل فی مجاوزة المیقات بغیر إحرام، ص ٩٤

Ishaate

یعنی، مصنف کا قول جو اپنی میقات سے (بلا احرام) گزرا کا معنی ہے
اس میقات سے گزرا جس پر وہ پہنچا۔

جیسے یہ لوگ طائف سے آتے ہوئے ''سیل کبیر'' سے گزرے ہوں گے یا ''وادی محرم'' سے تو ان پر احرام باندھنے کے لئے میقات کو لوٹنا واجب تھا نہ لوٹنے کی صورت میں بلا احرام میقات سے گزرنے کا دَم لازم ہوگا اور ضروری نہیں کہ احرام باندھنے کے لئے اسی میقات کو لوٹیں کہ جس سے بلا احرام گزر کر آئے دوسری میقات کو بھی جا سکتے ہیں، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فعليه العَوْدُ إلى ميقاتٍ منها و إنْ لم يكن ميقاتَهُ ليُحرِمَ منه، و إلّا فعليه دمٌ كما سيأتي بيانُهُ في باب الجنايات (٥٤)

یعنی، پس اس پر مواقیت میں سے کسی میقات کو پر لوٹنا لازم ہے اگر اس کی (وہ) میقات نہ ہو (کہ جس سے بلا احرام گزر آیا) تا کہ میقات سے وہ احرام باندھے ورنہ اس پر (بلا احرام میقات سے گزرنے کا) دَم لازم ہوگا جس کا بیان عنقریب ''باب الجنایات'' (٥٥) میں آئے گا۔

بلا احرام میقات سے گزرنے کی وجہ سے وہ گنہگار ہو گئے چاہے دوبارہ میقات کو گئے یا نہ گئے اور دَم دے دیا چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

٥٤۔ رد المحتار على الدر المختار، المجلد (٣)، كتاب (٥) الحج، مطلب: في المواقيت ص ٥٥١۔٥٥٢

٥٥۔ باب الجنایات میں ہے کہ

أيُّ ميقاتٍ كان سواءٌ كان ميقاتَهُ الذي حاوَزَهُ غيرَ مُحرِمٍ أو غَيْرَهُ، أقربَ أو أبعدَ، لأنّها كلُّها في حقِّ المحرم سواءٌ و الأولى أن يُحرِم من وقته (ردّ المحتار على الدّرّ المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، مطلب: لا يجب الضمان الخ، تحت قوله: الى ميقاتٍ مه ٣/٧٠٦)

یعنی، کوئی بھی میقات ہو چاہے وہی میقات ہو کہ جس سے بلا احرام گزرا تھا یا اس کے علاوہ میقات ہو اس سے قریب ہو یا بعید ہو کیونکہ مُحرِم کے حق میں سب برابر ہیں، اور اَولیٰ یہ ہے کہ اپنی میقات سے احرام باندھے (کہ جس سے بلا احرام گزرا تھا)

اسی طرح "بحر الرائق" کے کتاب الحج، باب محاوزة المیقات بغیر احرام میں ہے۔

اگر آفاقی عبور کند برین مواقیت مذکورہ و ارادہ داشتہ باشد دخولِ مکہ یا دخول ارضِ حرم را واجب گردد بروے ادائے احدُ النسکین اعنی حج یا عمرہ و واجب شود بروے احرام برائے آن پس اگر تجاوز کرد ازانجا بغیر احرام آثم گردد بسبب آنکہ ترک کرد واجب را و ارتکاب کرد فعل حرام را، و واجب باشد بروے کہ عود کند بسوئی یکے از مواقیت مذکورہ تا احرام بہ بندد ازانجا و لازم نیست کہ عود کند بسوئی خصوص میقاتے کہ تجاوز کردہ است آنرا، پس اگر عود نہ کرد بسوئی ہیچ یکے از مواقیت مذکورہ واجب گردد دم بروے برابر است کہ عبور او بقصد حج یا عمرہ باشد یا بقصد غیر آن چنانکہ بیع و شراء یا حاجتی دیگر و این مذہب ما است الخ (٥٦)

یعنی، اگر کوئی آفاقی بغیر احرام کے میقات سے گزر جائے اور اس کا ارادہ مکہ معظّمہ یا ارضِ حرم میں داخل ہونے کا ہو تو اس پر دو عبادتوں حج و عمرہ میں سے ایک عبادت واجب ہو گئی اور اس پر اس کا احرام باندھنا واجب ہو گیا، اب اگر یہاں سے آگے بڑھے گا تو گنہگار ہوگا اس سبب سے کہ اس نے واجب کو ترک اور فعل حرام کا ارتکاب کیا، اس پر واجب ہے کہ یہاں سے مواقیت مذکورہ میں سے کسی میقات کو جائے تا کہ احرام باندھ لے، اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ جس میقات سے گزر آیا خاص اسی میقات پر جائے، اگر وہ کسی میقات پر واپس نہیں گیا تو اس پر دَم واجب ہوگا، بغیر احرام کے میقات سے گزرنا حج و عمرہ کی نیت سے ہو یا کسی اور غرض سے جیسے تجارت یا کسی اور ضرورت کے لئے سب کا حکم یکساں ہے یہ ہم احناف کا مذہب ہے۔

لہٰذا بغیر احرام کے حرم آنے والوں پر لازم ہے کہ وہ کسی بھی میقات پر جائیں اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئیں اور عمرہ کریں اور توبہ بھی کریں، اور اگر میقات پر احرام

٥٦۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل دویم، ص ٥٨

باندھنے کے لئے نہیں جاتے تو ان پر دَم لازم ہوگا اور عمرہ یا حج بھی لازم ہوگا اور دونوں صورتوں میں سچی توبہ بھی لازم ہے، حضرت علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی حنفی مدظلہ نے جب آپ لوگوں سے کہا تھا کہ احرام باندھ کر آنا لازم ہے تو ان کی بات پر عمل کرنا چاہئے تھا کہ آپ مناسکِ حج وعمرہ کے اچھے عالم ہیں اس لائق ہیں کہ مسائل دینیہ میں اُن کی بات پر اعتماد کیا جائے خصوصاً مسائل حج وعمرہ اور دوسرے کسی کی بات کو لینے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۱ ذی الحجة ۱٤۲۸ھ، ۳۰ دیسمبر ۲۰۰۷م (New 34-F)

حج یا عمرہ کا ارادہ رکھنے والا مُحرِم کب کہلائے گا؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے احرام کی چادریں پہن لیں احرام کی نیت بھی کرلی مگر تلبیہ نہیں پڑھی کیا اس کا احرام ہوگیا یا نہیں؟

(السائل: محمد رضوان)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: یاد رہے کہ صرف دو چادروں کے پہن لینے کا نام احرام نہیں ہے اور پھر صرف نیت کرلینا مُحرِم ہونے کو کافی نہیں اگر چہ نیت زبان سے کرلے بلکہ نیت کے ساتھ تلبیہ یا اس کے قائم مقام کوئی ایسا کام کرنا فرض ہے کہ جسے شریعت نے معتبر رکھا ہے، چنانچہ صاحب بدائع الصنائع کے استاد علامہ علاؤالدین ابو منصور محمد بن احمد سمرقندی متوفی ۵۳۹ھ/۵۴۰ھ لکھتے ہیں:

فأما نوى عند الإحرام و لم يذكر التلبية، و لم يوجد منه تقليد البدنة و السوق، لا يصير محرماً عندنا (٥٧)

یعنی، پس اگر احرام کے وقت نیت کی اور (کلمات) تلبیہ کو ذکر نہ کیا اور اس سے قربانی کے جانور کو ہار پہنانا اور اسے ہانکنا نہ پایا گیا تو وہ ہمارے نزدیک مُحرِم نہ ہوگا۔

٥٧۔ تحفة الفقهاء، كتاب المناسك، باب الإحرام، ص ١٩٦

ہاں اگر اس نے نیت کے بعد تلبیہ کی جگہ تسبیح یا تہلیل یا تحمید کی تو وہ احرام والا ہو جائے گا، چنانچہ علامہ علاؤالدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

و لو ذكر مكان التلبية التهليل أو التسبيح و أو التحميد أو غير ذلك مما يقصد به تعظيم الله تعالىٰ مقروناً بالنية يصير محرماً و هذا على أصل أبي حنيفة و محمد في باب الصلاة الخ (٥٨)

یعنی، تلبیہ کی جگہ نیت کے ساتھ تہلیل یا تسبیح یا تحمید یا اس کے علاوہ ایسی چیز کہ جس سے مقصود اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے تو مُحرِم ہو جائے گا اور یہ حکم امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے باب الصلوٰۃ میں (مذکور) قاعدے کی بنا پر ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

شرائط صحته الإسلام و النّية و الذكر (٥٩)

یعنی، صحتِ احرام کی شرائط اسلام ہے اور نیت ہے اور ذکر ہے۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و الأولىٰ أن يقول: و التلبية و ما يقوم مقامه من الذكر (٦٠)

یعنی، بہتر یہ ہے کہ مصنف فرماتے تلبیہ اور وہ ذکر جو اس کے قائم مقام ہے۔

اور اس کے تحت علامہ حسین بن محمد سعید عبدالغنی مکی حنفی لکھتے ہیں:

إنما قال: الأولى دون الصواب لأن قول المصنّف: و الذكر شامل للتلبية و غيرها و وجه الأولوية أن الكلام يكون مشعراً بإصالة التلبية اھ دا مُلّا أخون جان (٦١)

٥٨۔ بدائع الصنائع، المجلد (٣)، كتاب الحج، فصل في بيان ما يصير به محرماً، ص ١٥٣

٥٩۔ لُباب المناسك، باب الإحرام

٦٠۔ المسلك المقسّط في المنسك المتوسّط، باب الإحرام ص ١٠٠

٦١۔ إرشاد السارى إلى مناسك الملا على القارى، باب الإحرام ص ١٠٠

یعنی، مُلّا علی قاری نے صواب کی بجائے اَولیٰ فرمایا کیونکہ مصنف کا قول ذکر تلبیہ وغیرہا کو شامل ہے اور اَولویت کی وجہ یہ ہے کہ کلام اصالۃً تلبیہ کی خبر دیتا ہے۔اھ

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٥ محرم الحرام ١٤٢٩ھ، ١٣ يناير ٢٠٠٨ م (New 40-F)

زخم پر پٹی باندھنے والے مُحرِم کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میرے ہاتھ کے انگوٹھے پر زخم تھا اس لئے اس پر دوائی لگا کر پٹی باندھنا ضروری تھی اور میں نے کراچی سے احرام باندھا ہے، حالتِ احرام میں انگوٹھے پر پٹی باندھنے کی وجہ سے مجھ پر کوئی دَم تو لازم نہیں آئے گا؟

(السائل: محمد صابر، لبیک حج گروپ)

باسمه تعالی وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں کچھ لازم نہیں ہوگا چنانچہ علامہ محمد سلیمان اشرف "مبسوط" (٦٢) سے نقل کرتے ہیں:

إن عصب شيئاً من جسده من علّة أو غير علّة فلا شيء عليه و لكن يكره له أن يغطّي ذلك من غير علّة (٦٣)

یعنی، بے ضرورت بدن کا کوئی حصہ پٹی سے باندھنا مکروہ ہے اگر چہ کچھ کفّارہ لازم نہیں آتا اور ضرورت سے باندھنے کی اجازت ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ١١٧٤ھ لکھتے ہیں:

ازانہاست کہ مُحرِم خرقہ بندد بر عضوے از اعضائی تمام جسد خود ما سوائے

٦٢۔ المبسوط للسرخسی، المجلد (٢)، الجزء (٤)، كتاب المناسك، باب ما يلبسه المحرم من الثياب، ص ١١٥

٦٣۔ الحج مصنّفہ محمد سلیمان اشرف، مکروہات، ص ٤٨

سر و رُوئے مگر آنکہ بعذر باشد چنانکہ آن عضو مجروح یا مکسور باشد آن گاہ بستن خرقہ مباح باشد الخ (٦٤)

یعنی، مکروہاتِ احرام میں سے ایک یہ ہے کہ سر اور چہرے کے علاوہ مُحرِم اپنے جسم کے اعضاء میں سے کسی عضو پر پٹی باندھے مگر یہ کہ پٹی باندھنا کسی عذر کی وجہ سے ہو جیسا کہ وہ عضو زخمی ہو یا ٹوٹا ہوا ہو تو اس وقت پٹی باندھنا مباح ہوگا۔

مگر حالتِ احرام میں زخم کو ایسی دَوا لگانا کہ جس میں ایسی خوشبو ہو جسے دوائی میں ڈال کر پکایا نہ گیا ہو اور زخم پورے عضو کو گھیرے ہوئے نہ ہو تو صدقہ لازم ہوگا بشرطیکہ خوشبو دار دوا متعدد بار استعمال نہ کی ہو چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی "لُباب" میں اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

و لو تداوى بالطيب أي المحض الخالص أو بدواء فيه طيب أي غالب و لم يكن مطبوخاً لما سبق فالتصق أي الدواء على جراحته تصدّق أي إذا كان موضع الجراحة لم يستوعب عضواً أو أكثر (٦٥)

یعنی، اگر محض خالص خوشبو سے دوا کی (یعنی بطورِ دوا استعمال کیا) یا ایسی دوا استعمال کی کہ جس میں خوشبو غالب ہے اور دوا میں مُلّا کر پکائی نہیں گئی، اور وہ دوا زخم پر مَل دی تو صدقہ دے یعنی جب زخم کی جگہ پورے یا اکثر عضو کو نہ گھیرے۔

اس کے تحت علامہ حسین بن محمد سعید عبدالغنی مکی حنفی لکھتے ہیں:

أما إذا استوعب عضواً فيجب الدم (٦٦)

٦٤۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب اوّل در بيانِ احرام، فصل هفتم در بيانِ مكروهات تنزيهيه إحرام، ص ٩٥

٦٥۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، ص ٣٥٣۔٣٥٤

٦٦۔ إرشاد السارى إلى مناسك الملا على القارى، باب الجنايات، فصل في التّداوى بالطّيب، ص ٣٥٤

یعنی، مگر جب پورے عضو کو گھیر لے تو دَم واجب ہے۔

اور اگر پورے یا اکثر عضو سے کم زخم پر خوشبو دار دوا لگائی مگر چند بار لگائی تو بھی دَم لازم ہوگا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

إلّا أن يفعل ذلك مراراً فيلزمه دمٌ، لأن كثرة الفعل قامت مقام كثرة الطيب (٦٧)

یعنی، مگر یہ کہ وہ اُسے بار بار کرے تو اُسے دَم لازم ہوگا کیونکہ کثرتِ فعل کثرتِ خوشبو کے قائم مقام ہے۔

اور دوا اگر بے خوشبو ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں اس طرح اگر دوائی میں مُلّا کر پکائی گئی ہے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الخميس، ٢٦ ذى القعده ١٤٢٨ھ، ٦ ديسمبر ٢٠٠٧ م (New 03-F)

حالتِ احرام میں نماز کے لئے ٹوپی پہننے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ ایک مُحرِم کہ جس نے ابھی عمرہ ادا نہیں کیا، اُسے ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا پوچھنے پر کہنے لگا کہ میں نماز کے لئے ٹوپی پہنتا ہوں جب کہ حالتِ احرام میں سر ڈھکنا ممنوع ہے اور اس نے دو یا تین نمازوں میں سر ڈھک لیا ہے تو اس صورت میں اس پر کیا لازم ہوگا؟

(السائل: حافظ جنید ولد محمد یوسف، لبیک حج گروپ، مکہ)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: مُحرِم کو سر ڈھکنا ممنوع ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

جائز نیست مُحرِم را اگر مرد باشد پوشیدن تمام سر یا بعض آن بر ابر است

٦٧۔ المسلك المتقسّط فى المنسك المتوسط، باب الجنايات، فصل فى التّداوى بالطّيب ص ٣٥٤

کہ پوشد آن را عمامہ یا بقلنسوۃ یا بہ برنس (٦٨)

یعنی، مُحرِم اگر مرد ہو تو اُسے اپنا (پورا) سر یا کچھ سر چُھپانا جائز نہیں، چاہے اُسے عمامہ سے چُھپائے یا ٹوپی سے۔

اور سر چار پہر چُھپایا تو دَم، اس سے کم چُھپایا تو صدقہ لازم ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و لو غطى جميع رأسه أو وجهه أى جميع وجهه بمخيط أو غيره يوماً و ليلةً و كذا مقدار أحدهما فعليه دَمٌ أى كاملٌ بلاخلافٍ

یعنی، اگر پورا سر یا پورا چہرہ سِلے ہوئے (کپڑے) یا اس کے غیر سے ایک دن اور رات اور اسی طرح دن و رات میں سے کسی ایک کی مقدار چُھپایا تو اس پر بلاخلاف کامل دَم ہے۔

و الرُّبع منهما كالكُلّ قياساً على مسحهما

یعنی، سر اور چہرے کا چوتھائی کُل کی مثل ہے ان کو مسح پر قیاس کرتے ہوئے۔

اور اگر چار پہر سے کم عرصہ کُل یا بعض سر کو چُھپایا تو صدقہ لازم ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و فى الأقلّ من يومٍ و كذا من ليلةٍ صدقة (٦٩)

یعنی، ایک دن اسی طرح ایک رات کی مقدار سے کم میں صدقہ ہے۔

اور مذکور شخص نے جب نمازِ ظہر کے لئے ٹوپی پہنی نماز کے بعد اُتار دی لیکن اُتارتے وقت اس ممنوع سے باز آنے کی نیت نہ تھی کہ اس نے نمازِ عصر کے لئے پھر ٹوپی پہن لی اس طرح مغرب میں بھی تو یہ مسلسل پہننا شمار ہوگا چنانچہ علامہ محمد سلمان اشرف لکھتے ہیں:

٦٨۔ حية القلوب فى زيلة المحجوب، باب اوّل در بيانِ إحرام فصل ششم در بيانِ مُحرَّماتِ إحرام ص ٨٧

٦٩۔ المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب الجنايات، فصل فى تغطية الرأس و الوجه ص ٣٤١

دن کو پہننا رات کو اُتار دیا یا رات کو پہنا دن کو اُتار دیا لیکن اُتارتے وقت باز آنے کی نیت سے نہیں اُتارا دوبارہ پھر پہننے کی نیت ہے تو جتنے دن پہنے گا ایک ہی بار کا پہننا شریعت اُسے قرار دے گی اور اس لئے ایک ہی کفارہ اس پر واجب ہوگا۔(۷۰)

اور سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فإن نَزعه على قصد أن يلبسَهُ ثانياً، أو ليلبسَ بدلَهُ لا يلزمُه كفّارةٌ أخرىٰ لتداخُلِ لُبسيه و جعلهما لُبساً واحداً حكماً (۷۱)

یعنی، پس اگر اُسے اس ارادے سے اُتارا کہ دوبارہ پہنے گا تو اس پر دوسرا کفّارہ لازم نہ ہوگا کیونکہ دونوں بار پہننے کے ایک دوسرے میں داخل ہونے کی وجہ سے (شرع نے) دونوں کو حکماً ایک بار پہننا قرار دیا۔

لہٰذا نمازِ ظہر سے لے کر نمازِ مغرب تک مسلسل سر ڈھکنا قرار دینے کی صورت میں صرف صدقہ لازم آئے گا کیونکہ چار پہر مکمل نہیں ہوئے اور محظورِ احرام کا ارتکاب گناہ ہے بشرطیکہ عمداً بلاعذر رہو جیسا کہ مذکورہ صورت میں اور گناہ کی وجہ سے اُسے توبہ کرنی ہوگی۔

واللہ اعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۵ ذی القعدہ ۱٤۲۸ھ، ۵ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 02-F)

حالتِ احرام میں خوشبودار صابن استعمال کرنے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے حالتِ احرام میں خوشبودار صابن سے ہاتھ دھو لئے اب اس پر کچھ لازم ہوگا یا نہیں جب کہ حج کی ایک کتاب میں خوشبودار صابن کے استعمال کا جواز مذکور ہے؟

(السائل: حافظ محمد رضوان، کاروانِ اہلسنّت، مکہ مکرمہ)

۷۰۔ الحج مصوّر محمد سلمان اشرف، احرام میں لباس ممنوع، جزئیات، ص ۴۵

۷۱۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۳)، کتاب (۵) الحج، باب (۳) الجنایات، تحت قوله: مالم یعزم الخ، ص ٦٥٨

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں صابن میں خوشبو اگر تھوڑی تھی تو صدقہ لازم ہوگا اور اگر زیادہ تھی تو دَم چنانچہ علامہ مفتی عبدالواجد قادری (صاحبِ فتاویٰ یورپ) لکھتے ہیں:

کھانا کھانے کے بعد صابن سے ہاتھ نہ دھوئے تو بہتر ہے کہ اگر صابن میں ذرا بھی خوشبو ہوگی تو صدقہ واجب ہوگا اور زیادہ خوشبو ہوگی تو دَم واجب ہوگا۔(۷۲)

اور کتاب مذکور کے دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

حلق یا تقصیر کے وقت خوشبودار صابن سر پر لگانا جائز نہیں۔(ص ۸۸)

علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی "لُباب" میں اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

فلو أصاب جسدَه أي كلّه أو عضواً كاملاً أو أكثر أو أقلّ طيبٌ كثيرٌ فعليه الدّمُ، و إن غسل من ساعته أي من فوره سواء باشر بنفسه الغسل أو لا (۷۳)

یعنی، اگر مُحرِم کے پورے جسم پر یا ایک عضو کامل پر، یا اس کے اکثر یا اقل پر کثیر خوشبو لگی تو اس پر دَم لازم ہے اگرچہ اس نے فوراً اُسے دھو دیا چاہے خود دھویا یا نہ (بہرصورت دَم لازم ہوگا)۔

اور ہاتھ کامل عضو ہے، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و في "الخجندي": إذا خضبت المرأة كفّها بالحناء و هي مُحرمة وجب عليها دم، هذا يدلّ أن الكف عضوٌ كاملٌ، لأنه وجب في تطيبه الدم كذا في "شرح القدوري" (۷٤)

۷۲۔ حج کے مسائل مع زیارتِ حرمین، سلے ہوئے کپڑوں کے مسائل، ص ۳۹

۷۳۔ المسلك المقسّط في المنسك المتوسّط، باب الجنايات، فصل: لا يُشترط بقاءُ الطّيب، ص ۳٥٤

۷٤۔ المسلك المقسّط في المنسك المتوسّط، باب الجنايات، فصل في الحناء، ص ۳٥٨

یعنی، ''حجندی ''میں ہے کہ عورت نے احرام میں ہتھیلی کو مہندی لگائی تو اس پر دَم واجب ہے، یہ اس کی دلیل ہے کہ ہتھیلی کامل عضو ہے کیونکہ اُسے خوشبو لگانے پر دَم واجب ہے، اسی طرح(۷۵) ''شـــــــرح القدوری ''میں ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ بن قاضی ابراہیم سندھی لکھتے ہیں:

و العضو كالرأس و اللحية و الشارب و اليد الخ (٧٦)

یعنی، عضو جیسے سر، داڑھی، مونچھیں اور ہاتھ الخ۔

فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ خوشبو اگر کثیر ہو تو اعتبار خوشبو کا ہوتا ہے نہ کہ عضو کا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و إن كان كثيراً فالعبرة بالطّيب

یعنی، اگر خوشبو کثیر ہو تو اعتبار خوشبو کا ہے۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

لا بالعضو، هذا هو الصحيح كما قاله شيخ الإسلام وغيره توفيقاً بين الأقوال (٧٧)

یعنی، (خوشبو کثیر ہو تو) عضو کا اعتبار نہیں اور یہی صحیح ہے جیسا کہ شیخ الاسلام وغیرہ نے اقوالِ (فقہاء) کے مابین موافقت کرتے ہوئے فرمایا۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الجمعة، ٢٧ ذى القعده ١٤٢٨ھ، ٧ دیسمبر ٢٠٠٧ م (New 04-F)

٧٥۔ الجوهرة النيرة، المجلد (١)، كتاب الحج، باب الحنايات، تحت قوله: إن تطيب أقل الخ، ص ٢١٧

٧٦۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقارى)، باب الحنايات، فصل فى لبس الخفين، نوع الثانى فى الطيب، ص ٣٤٦

٧٧۔ المسلك المتقسّط فى المنسك المتوسّط، باب الحنايات، فصل فى لبس الخفين، النوع الثانى فى الطّيب ص ٣٤٦

آفاق سے حج کا احرام باندھنے والے متمتع کے لئے طوافِ قدوم کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک حاجی عمرہ کرنے کے بعد مدینہ شریف چلا جائے اور پانچ ذوالحجہ کو وہاں سے مکہ کو حج کا احرام باندھ کر لوٹے تو اس کا حج حجِ اِفراد ہوگا یا حجِ تمتّع جب کہ اس کا گھر پاکستان میں ہے، نیز حجِ تمتع ہونے کی صورت میں اس پر طوافِ قدوم لازم ہوگا یا نہیں؟

(السائل: حافظ محمد عامر، فقانی حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں مذکور حاجی کا حج حجِ تمتّع واقع ہوگا کیونکہ اپنے شہر سے آنے کے بعد عمرہ ادا کر کے وہ مدینہ شریف گیا اپنے گھر کو نہ لوٹا لہٰذا لمام صحیح نہ پایا گیا اور یہ تمتع کی شرائط میں سے ایک شرط ہے، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ تمتع کے شرائط میں لکھتے ہیں:

(۲) الممام صحیح نہ کیا ہو، الممام صحیح کے معنی یہ ہیں کہ عمرہ کے بعد، احرام کھول کر اپنے وطن کو واپس جائے اور وطن سے مراد وہ جگہ ہے جہاں وہ رہتا ہے، پیدائش کا مقام اگرچہ دوسری جگہ ہو لہٰذا اگر عمرہ کرنے کے بعد وطن گیا پھر واپس آکر حج کیا تو تمتع نہ ہوا الخ(۷۸)

اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و تصريحهم بأنّ من شرائط التّمتّع مطلقاً أن لا يلمّ بأهله بينهما إلماماً صحيحاً (٧٩)

یعنی، فقہاء کرام کی تصریح ہے کہ مطلقاً تمتع کی شرائط سے ہے کہ وہ اس

٧٨۔ بہار شریعت، حصہ ششم، تمتع کا بیان، تمتع کے شرائط، ص ۴۹۷

٧٩۔ المسلك المتقسّط فى المنسك المتوسّط، باب التّمتّع، فصل فى تمتّع المكى، ص ٣١٤

Ishaat e Islam

نے عمرہ اور حج کے مابین اپنے اہل سے الممام صحیح نہ کیا ہو۔

لہٰذا مذکور شخص جب مدینہ شریف میں صرف حج کا احرام باندھ کر آئے گا اور یہاں آ کر حج کرے گا تو متمتع ہی رہے گا کیونکہ وہ عمرہ تو حج کے مہینوں میں اس نے ادا کر چکا اور مدینہ طیبہ جانے پر الممام صحیح نہ پائے جانے کی وجہ سے اس کا تمتع باطل نہ ہوا۔

اور فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ متمتع پر طوافِ قُدوم نہیں ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لیس علیه (أی علی المتمتع) طواف القدوم

یعنی، متمتع پر طوافِ قُدوم نہیں ہے۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

أی بالإتفاق کما صرّح به الکرمانی و غیره

یعنی، جیسا کہ (علامہ ابو منصور) کرمانی (حنفی) (۸۰) وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ بالاتفاق متمتع پر طوافِ قُدوم نہیں ہے۔

اور متمتع پر طوافِ قُدوم نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ عمرہ کرنے کے بعد جب مکہ میں ٹھہرا تو اہلِ مکہ میں سے ہو گیا اور اہلِ مکہ جب حج کریں تو اُن پر طوافِ قدوم نہیں چنانچہ مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

و المراد قبل الإحرام بالحج أو مطلقاً لأنه صار من أهل مکة حینئذٍ، و لیس علیهم طواف القدوم فی حجتهم إلا أنهم إذا أرادوا أن یقدموا السعی، فلا بد أن یطوفوا و لو نفلاً لیصح سعیهم بعده (۸۱)

یعنی، مراد یہ ہے کہ حج کا احرام باندھنے سے قبل یا مطلقاً (اس پر طوافِ

۸۰۔ ذکره المسالك فی المناسك، باب التّمتّع، فصل فی صفة التّمتّع المسنون، ۱/ ۶۵۹، و هکذا فی "بدایة المجتهد" (۱/ ۳۵۲)

۸۱۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب التمتّع، فصل المتمتّع علی توعین، ص ۳۱۸

قُدوم نہیں) کیونکہ وہ اس وقت اہلِ مکہ میں سے ہو گیا اور اُن پر اُن کے حج میں طوافِ قُدوم نہیں مگر یہ کہ وہ حج کی سعی کرنے کا ارادہ کریں تو ضروری ہے کہ وہ طواف کریں اگرچہ نفلی طواف کریں تاکہ اس کے بعد اُن کی سعی درست ہو جائے۔

اور فقہاء کرام کا یہ کہنا کہ مکی پر طوافِ قُدوم نہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ مُتمتّع مکی کے ساتھ لاحق ہے کیونکہ مُتمتّع من وجہٍ حکماً آفاقی ہے چنانچہ مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

و أما قولهم المکّی لیس علیه طواف القدوم، فلیس المعنی أن المتمتّع ملحق به حیث أن یحرم من حیث أحرم المکی به إذا المتمتّع فی حکم الآفاقی من وجه (۸۲)

یعنی، فقہاء کرام کا قول کہ مکی پر طوافِ قُدوم نہیں تو اس کا یہ معنی نہیں کہ مُتمتّع مکی کے ساتھ ملحق ہے کہ وہ وہیں سے احرام باندھے جہاں سے مکی نے باندھا کیونکہ متمتّع من وجہٍ آفاقی کے حکم میں ہے۔

اور متمتّع ہر نُسک (یعنی حج وعمرہ) میں مسافر کے حکم میں ہوتا ہے اسی وجہ سے جب وہ قارن کی طرح آفاق سے حج کا احرام باندھ کر آئے گا اس پر طوافِ قدوم لازم ہوگا، چنانچہ مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

و لهذا قالوا فی تعریفه إنه الجامع بین تسکین بسفرٍ واحدٍ، و إذا کان فی حکم المسافر فی کل نسك یلزمه طواف القدوم فی حجه کالقارن (۸۳)

یعنی، اسی وجہ سے مُتمتّع کی تعریف میں کہا کہ وہ دو نُسک کو ایک سفر میں جمع کرنے والا ہے جب وہ ہر نُسک میں مسافر کے حکم میں ہے تو اُسے اپنے حج میں طوافِ قدوم لازم ہوگا۔

۸۲۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب التّمتّع، فصل فی المتمتّع علی توعین، ص ۳۱۹

۸۳۔ المسلك المتقسّط، ص ۳۱۹

Ishaate Islam

اور جس کے حج کا احرام آفاق سے ہو اس کے لئے طوافِ قُدوم مسنون ہوتا ہے، جیسا کہ آفاقی حج افراد یا قران کرے اور جب مکی حجِ افراد کا مکہ سے احرام باندھتا ہے تو اس پر طوافِ قُدوم نہیں ہوتا اور پھر مندرجہ بالا عبارات میں اس مُتمتّع کے لئے طوافِ قُدوم کو ثابت کیا گیا جو مکہ سے احرام باندھے اور اس میں اس کے من وجہ مسافر کے حکم میں ہونے کا اعتبار کیا گیا ہے تو وہ مُتمتّع جو عمرہ کے بعد آفاق چلا جائے اور بغیر المام صحیح کئے صرف حج کا احرام باندھ کر آئے تو اس کے حق میں طوافِ قُدوم بطریقِ اَولیٰ ثابت ہوگا۔ لہٰذا نتیجہ یہ نکلا یہ صورت مسئولہ میں مُتمتّع طوافِ قُدوم بھی کرے گا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۸ ذی القعدہ ۱٤۲۸ھ، ۸ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 05-F)

دورانِ طواف وسعی قصیدہ بُردہ یا حمد ونعت پڑھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم لوگ کبھی طواف میں قصیدہ بُردہ شریف اور کسی اور زبان میں نعتِ رسول ﷺ پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ نعت شریف یا قصیدہ بُردہ شریف پڑھنے کو درست نہیں سمجھتے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا شرع میں دورانِ طواف اشعار پڑھنے کی رخصت مذکور ہے اور اگر مذکور ہے تو برائے مہربانی بیان فرمادیں۔

(السائل: حافظ محمد جنید بن محمد یوسف، لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: دورانِ طواف وسعی اشعارِ محمودہ پڑھنا شرعاً مُباح ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی اور مُلّا علی قاری مُباحاتِ طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

و إنشاد شعر محمود و كذا إنشاؤه (٨٤)

یعنی، مُباحاتِ طواف میں سے ہے اچھے شعر پڑھنا اور اسی طرح اچھے

٨٤۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة فصل فی مُباحاته، ص ١٨٢

شعر کہنا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ مُباحاتِ طواف میں لکھتے ہیں:

ہم خواندن شعرے کہ مشتمل باشد بر حمد وثنا وامثال آن (٨٥)

یعنی، طواف کا نواں مباح ایسا شعر پڑھنا ہے جو حمد وثناء اور اس کی مثل پر مشتمل ہو۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

یہ باتیں طواف وسعی میں مباح ہیں ..... حمد ونعت ومنقبت کے اشعار آہستہ پڑھنا۔ (٨٦)

اور اچھے اشعار سے مراد وہ اشعار ہیں کہ جن کا پڑھنا شرعاً مُباح قرار دیا گیا ہے جیسے حمد ونعت ومنقبت اور پند ونصائح وغیرہا پر مشتمل اشعار۔ اور مذموم اشعار تو ویسے بھی پڑھنا حرام ہے اور حالتِ طواف میں اشد حرام، چنانچہ علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و المراد بالمحمود ما يُباح فی الشرع و إلّا فما يكون من قبيل الأشعار المستفاد منها العلوم، فهو داخل فی المستحبات، و الشعر المذموم حرام أو مكروه مطلقاً و فی الطواف أقبح (٨٧)

یعنی، محمود سے مراد وہ ہے جو شرع میں مُباح ہے مگر وہ اشعار اس قبیل سے ہیں کہ جن سے علوم مستفاد ہوتے ہیں تو وہ مُستحبات میں داخل ہیں اور شعر مذموم حرام ہے یا مطلقاً مکروہ ہے اور طواف میں زیادہ قبیح ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی دوسری فصل میں لکھتے ہیں:

و إنشاء شعرٍ يَعرىٰ عن حمدٍ و ثناءٍ (٨٨)

٨٥۔ حياة القلوب فی زيارة المحبوب، باب سيوم در بيانِ طواف، فصل هفتم در بيانِ مُباحاتِ طواف، ص ١٥٤

٨٦۔ بہار شریعت، حصہ ششم طواف وسعی صفا ومروہ کا بیان، ص ۴۷۵

٨٧۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة، فصل فی مباحاته ص ١٨٢

٨٨۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب أنواع الأطوفة فصل فی مكروهاته ص ١٨٢

Ishaate Islam

یعنی، وہ شعر پڑھنا مکروہ ہے جو حمد وثناء سے خالی ہو۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

و فی معناهما ما یخلوا من إفادة علم، و موعظة، و ترغیب وترهیب (۸۹)

یعنی، اور حمد وثناء کے معنی میں وہ اشعار جو افادۂ علم، نصیحت اور ترغیب و ترہیب سے خالی ہوں (اُن کا پڑھنا مکروہ ہے)۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

سیوم خواندن شعرے کہ مشتمل نباشد بر حمد و ثناء و افادۂ علم و موعظۃ و ترغیب وترہیب (۹۰)

یعنی، طواف کا تیسرا مکروہ ایسا شعر پڑھنا ہے جو حمد وثناء اور افادۂ علم و نصیحت اور ترغیب وترہیب (نیکی کی رغبت دلانے اور بدی کے ارتکاب سے ڈرانے) پر مشتمل نہ ہو۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں:

حمد ونعت ومنقبت کے سوا کوئی شعر پڑھنا (طواف میں مکروہ ہے)۔(۹۲)

اور یہاں کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے یعنی وہ اشعار جو مذکورہ بالا اُمور سے خالی ہوں طواف میں اُن کا پڑھنا مکروہ تحریمی ہوگا کہ مندرجہ بالا سطور میں ذکر کردہ مُلّا علی قاری کی عبارت میں ہے:

حرام أو مکروه

یعنی، حرام یا مکروہ۔

تو حرام سے مراد احرام ظنّی اور مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے، اور پھر مطلقاً کراہت

۸۹۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط ص۱۸۲

۹۰۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب سیوم فصل ششم، ص۱۵۲

۹۲۔ بہار شریعت، حصہ ششم، ایام اقامت کے اعمال

کے قول کو کراہت تنزیہی پر محمول کیا گیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

قیل مطلقاً فیحمل علی الکراهة التنزیهیة لأن الإشتغال بالأذکار و الأدعیة أفضل (۹۳)

یعنی، کہا گیا کہ طواف کے دوران مطلقاً شعر پڑھنا مکروہ ہے تو (اس قول کو) کراہت تنزیہیہ پر محمول کیا جائے گا کیونکہ ذکر اور دُعا میں مشغول ہونا افضل ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

و در روایتی آمدہ کہ خواند شعر مطلقاً مکروہ است پس حمل کردہ شود روایت را بر ترکِ افضل چہ اشتغال باذکار و ادعیہ افضل است (۹۴)

یعنی، اور ایک راویت میں آیا ہے کہ شعر پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے پس اس روایت کو ترکِ افضل پر محمول کیا جائے گا کیونکہ دورانِ طواف اذکار اور دعاؤں میں مشغول ہونا افضل ہے۔

لہٰذا وہ اشعار جو حمد وثنا، نعت ومنقبت، مناجات، افادۂ علمی، پند ونصائح یا ترغیب و ترہیب پر مشتمل ہوں اُن کا پڑھنا ممنوع نہیں ہے۔ جب کہ بآواز بلند نہ پڑھے ورنہ اس میں تفصیل ہے۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۸ ذی القعدہ ۱۴۲۸ھ، ۸ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 07-F)

دورانِ طواف بلند آواز سے دُعائیں مانگنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم نے

۹۳۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة فصل فی مکروهاته، ص۱۸۲۔۱۸۳

۹۴۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب سیوم دربیانِ طواف و انواعِ آن، فصل ششم، ص۱۵۲

کُتبِ فقہ میں پڑھا ہے کہ دورانِ طواف بلند آواز سے ذکر کرنا اور دعائیں مانگنا مکروہ ہے تو پوچھنا یہ ہے کہ کتنی آواز سے پڑھا جائے تو اس پر کراہت کا اطلاق ہوگا اور پھر کراہت کی دو قسمیں ہیں یہاں کراہت کونسی مراد ہے تحریمی یا تنزیہی؟

(السائل: حافظ محمد فاروق، ازکاروانِ اہلسنّت، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: فقہاء کرام نے با آواز بلند ذکر و دُعا کرنے کو مکروہاتِ طواف میں شمار کیا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی مکروہاتِ طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

و رفع الصوت و لو بالقران و الذِّکر و الدُّعاء (۹۵)

یعنی، طواف میں آواز بلند کرنا مکروہ ہے اگر چہ تلاوتِ قرآن اور ذکر و دُعا کے ساتھ آواز بلند کرے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

چہارم رفع صوت در حالتِ طواف اگر چہ بقرآن یا ذکر یا دُعا باشد (۹۶)

یعنی، چوتھا مکروہ یہ ہے کہ حالتِ طواف میں آواز کو بلند کرے اگر چہ آواز بلند کرنا تلاوتِ قرآن یا ذکر یا دُعا کے ساتھ ہو۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

(مکروہاتِ طواف میں سے ہے) ذکر یا دُعا یا تلاوت یا کوئی کلام بلند آواز سے کرنا۔(۹۷)

اور دورانِ طواف بلند آواز سے ذکر و دُعا کے مکروہ ہونے سے مراد کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ جس طرح فقہاء کرام نے جَہر کو مکروہاتِ طواف میں ذکر کیا ہے اسی طرح اِخفاء کو مُستحباتِ طواف میں بھی ذکر کیا ہے جیسا کہ علامہ رحمت اللہ سندھی نے اپنی

۹۵۔ لُباب المناسك، باب أنواع الأطوفة، فصل فی مکروهاته

۹۶۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم فصل ششم دربیان مکروہاتِ طواف، ص ۱۵۲

۹۷۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، ایام اقامت کے اعمال، ص ۴۷۵

کتاب "لُباب" میں مُستحباتِ طواف کے بیان میں لکھا ہے:

الإسرار بالذکر و الأدعیة (۹۸)

یعنی، دورانِ طواف ذکر اور دُعاؤں میں اِخفا مستحب ہے۔

تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہے کہ کراہت استحباب کے مقابلے میں مذکور ہے، اگر کوئی یہ کہے کہ فقہاء کرام نے طواف میں ذکر و دُعا کے اخفا کو مسنون بھی لکھا ہے تو کراہت سنّت کے مقابلے میں مذکور ہونے کی وجہ سے تنزیہی کیسے رہے گی۔ اس کا جواب یہ ہوگا کہ اس سے انکار نہیں ہے کہ فقہاء کرام نے اِخفاء کو مسنون بھی لکھا ہے جیسا کہ علامہ ابو بکر علی حدادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

و السنّة أن یخفی صوته بالدعا (۹۹)

یعنی، سنّت یہ ہے کہ دُعا آہستہ آواز سے ہو۔

اور کراہت اگر سنّت کے مقابلے میں مذکور ہو تو بھی تنزیہی ہی ہوتی ہے جیسا کہ اہلِ علم پر مخفی نہیں ہیں لیکن اِخفاءِ آواز کو واجب بھی کہا گیا ہے جیسا کہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ صاحبِ لُباب کی عبارت کہ "دورانِ طواف ذکر و دُعا میں اخفاء مستحب ہے" کے تحت لکھتے ہیں:

و فیه بحث لأنه یجب الإخفاء إذا کان الجهر مشوّشاً للطائفین و المصلّین، فقد صرّح ابن الضیاء أن رفع الصوت فی المسجد حرام و لو بالذکر (۱۰۰)

یعنی، اس میں بحث ہے کیونکہ طواف میں اخفاء واجب ہے جب کہ جہر ایسا ہو کہ طواف کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کو پریشانی میں ڈال دے، پس ابن الضیا حنفی (قاضی و مفتی مکہ متوفی ۸۵۴ھ) نے تصریح فرمائی (۱۰۱) ہے کہ مسجد میں آواز بلند کرنا حرام ہے اگر چہ ذکر کے

۹۸۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب أنواع الأطوفة فصل فی مستحباته

۹۹۔ الجوهرة النیرة، المجلد (۱)، کتاب الحج، ص.....

۱۰۰۔ المسلك المتقسّط، ص ۱۷۹۔۱۸۰

۱۰۱۔ البحر العمیق، المجلد (۲)، الباب العاشر فی دخول مکة و فی الطواف و السعی، فصل فی بیان انواع الأطوفة، ص ۱۲۱۸

ساتھ ہو۔

اور یہاں کراہت واجب کے مقابلے میں ہے لہٰذا تحریمی ہوگی کما لا یخفی۔ اس لئے ثابت ہوگیا کہ دورانِ طواف بلند آواز سے ذکر و دُعا مکروہ تحریمی بھی ہے اور تنزیہی بھی۔ اب یہ بات کہ کب تحریمی ہے اور کب تنزیہی یا کس صورت میں تحریمی ہے اور کس میں تنزیہی یا آواز کتنی بلند ہو تو کراہت تحریمی ہوگی اور کتنی ہو تو تنزیہی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس بارے میں فقہاء کرام کے اقوال و عبارات پر غور کرنے سے جو نتیجہ سامنے آیا وہ یہ ہے کہ اگر آواز اتنی بلند ہے کہ اس کا ضرر کسی دوسرے کو نہ پہنچتا ہو بلکہ پڑھنے والے کی اپنی ذات کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو تو کراہت تنزیہی ہے جیسے ریا و سمعہ کا اندیشہ، اسی لئے صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں:

دُعا اور درود آہستہ پڑھو کہ اپنے کان تک آواز آئے، ملخصاً (۱۰۲)

اور اگر آواز اتنی بلند ہے کہ دوسروں کو ایذاء کا سبب بنے، طواف کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کو پریشانی میں مبتلا کردے تو کراہت تحریمی ہوگی جیسا کہ مُلّا علی قاری کی مندرجہ بالا سطور میں مذکور عبارت سے ظاہر ہے اور مکروہاتِ طواف میں مذکور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی کی عبارت "و رفع الصوت الخ" کے تحت مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أی بحیث یشوّش علی الطائفین و المصلّین (۱۰۳)

یعنی، (طواف میں آواز بلند کرنا اگرچہ تلاوت قرآن، ذکر و دُعا کے ساتھ آواز بلند کرے مکروہ ہے) اس حیثیت سے کہ طواف کرنے اور نماز پڑھنے والوں کو پریشانی میں ڈال دے۔

اور مفتی عبدالواجد قادری لکھتے ہیں:

ایسی آواز سے طواف کی دعائیں پڑھنا جس سے دوسرے طواف کرنے والے یا نماز پڑھنے والے کو تشویش و پریشانی ہو مکروہ ہے، اُن پیشہ وروں کی نقل اُتارنے سے بچے جو خود بھی زور زور سے دعائیں پڑھتے اور

۱۰۲۔ بہار شریعت، حصہ (۶) طواف کا طریقہ اور دعائیں، ص ۴۶۸

۱۰۳۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة، فصل فی مکروهاته، ص ۱۸۳

دوسروں کو پڑھواتے ہیں۔ (۱۰۴)

اور آواز کی وہ بلندی جو دوسروں کے لئے پریشانی کا باعث ہوتی ہے اُسے اردو میں چلّا چلّا کر پڑھنا کہتے ہیں، چنانچہ علامہ محمد سلیمان اشرف لکھتے ہیں:

وہ دس باتیں ہیں جن سے طواف مکروہ ہو جاتا ہے ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱۰) قرآن کی آیت یا دُعا یا درود چلّا چلّا کر پڑھے الخ (۱۰۵)

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں:

دعا اور درود چلّا چلّا کر نہ پڑھو جیسے مطوّف پڑھایا کرتے ہیں۔ (۱۰۶)

لہٰذا دورانِ طواف دعائیں وغیرہ چلّا چلّا کر پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور اتنی آواز سے پڑھنا کہ خود کے ریاء سُمعہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے، ریا و سُمعہ کا اندیشہ اس طرح ہے کہ جہراً پڑھنے کی صورت میں دوسرے اس کی اقتداء میں لگ جائیں گے تو پڑھنے والے کا ریا و سُمعہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے مُلّا علی قاری نے اسی طرح لکھا ہے۔

اسی لئے صاحبِ لُباب نے لکھا کہ دورانِ طواف ذکر اور دعاؤں میں اخفاء مستحب ہے اور اس سے مراد اتنا اخفاء ہے کہ جس سے ریا و سُمعہ میں پڑنے کا اندیشہ نہ رہے، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی نے اس کے تحت لکھا:

لعلّه أراد بالإسرار المبالغة فی الإخفاء تبعیداً عن السُّمعة و الریّاء (۱۰۷)

یعنی، شاید مصنف کی آہستہ پڑھنے سے مراد آہستہ پڑھنے میں مبالغہ کرنا ہے کہ جو سُمعہ اور ریاء سے دُور رہو۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۲۹ ذی القعدہ ۱۴۲۸ھ، ۹ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 08-F)

۱۰۴۔ حج کے مسائل مع زیارات حرمین، طواف کے مسائل، ص ۵۳۔۵۴

۱۰۵۔ الحج مصنفہ محمد سلیمان اشرف، ص ۱۰۰

۱۰۶۔ بہار شریعت، حصہ ششم، طواف کا طریقہ اور دعائیں، ص ۴۶۸

۱۰۷۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة، فصل فی مستحباته ص ۱۸۰

Ishaat

حالتِ طواف میں نماز کی طرح ہاتھ باندھنا

استفتاء: کیافرماتے ہیں علماءدین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حالتِ طواف میں نماز کی طرح ہاتھ باندھنا شرعاً کیسا ہے کچھ لوگ اسے مستحب سمجھتے اور کچھ مکروہ کہتے ہیں برائے مہربانی اس مسئلہ کو ہمارے لئے واضح فرمادیں؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: طواف کرنے والے کو چاہئے کہ وہ اپنے ہاتھ کھلے رکھے نماز کی طرح ناف کے نیچے یا سینے پر ہاتھ نہ باندھے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و أما ما توهّمه بعض من لا رواية له و لا دراية من استحباب وضع اليدين كالصّلاة فهو نشاءة من غفلته عمّا تواتر من فعله ﷺ من الإرسال في الطّواف، فليس فوق أدبه ربّه أدب مستحب، و لا فوق آداب الأصحاب و أتباعهم من الأئمة الأربعة و إجماعهم، و يكفي للمستند عدم ذكره في مناسكهم(۱۰۸)

یعنی، مگر جو بعض ایسے لوگوں نے وہم کرلیا ہے جس کے پاس نہ کوئی روایت ہے اور نہ اُسے درایت ہے کہ طواف میں نماز کی طرح ہاتھ رکھنا مستحب ہے پس وہ طواف میں ہاتھ چھوڑنے کے بارے میں یہ (حضور کے) متواتر (فعل) سے غفلت کی پیداوار ہے، پس آپ ﷺ کے اپنے ربّ کا ادب کرنے سے بڑھ کر کوئی ادب مستحب نہیں اور نہ اصحاب اور اُن کے اتباع ائمہ اربعہ کے ادب اور اُن کے اجماع سے بڑھ کر کوئی ادب ہے، اور مُتلِدّ کے لئے اُن کا اپنے مناسک میں اسے ذکر نہ کرنا کافی ہے۔

۱۰۸۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة فصل في مستحباته ص۱۷۷۔۱۷۸

علامہ حسین بن محمد سعید عبدالغنی مکی نے مُلّا علی قاری کی اس بات پر اعتراض کیا ہے کہ حضور ﷺ کا متواتر فعل طواف میں ہاتھ چھوڑنا تھا چنانچہ لکھتے ہیں:

فيه أن الأحاديث ساكتة عن الوضع و الإرسال، و ما أتى بحديث فيه التّصريح بالإرسال فكيف يقول تواتراً(۱۰۹)

یعنی، احادیث ہاتھ باندھنے اور ہاتھ چھوڑنے کے ذکر سے خاموش ہیں اور مُلّا علی قاری ایسی حدیث بھی نہیں لائے کہ جس میں ہاتھ چھوڑنے کی تصریح ہو پھر وہ تواتر کی بات کیسے کرتے ہیں؟۔

اور مُلّا علی قاری حنفی نے طواف میں ہاتھ باندھنے کو مکروہ قرار دیا ہے چنانچہ بحث کے آخر میں لکھتے ہیں:

و بهذا يتبين أنه يقال: أن الوضع مكروه لأنه خلاف سنّة المأثورة (۱۱۰)

یعنی، اور اس سے ظاہر ہوگیا کہ کہا جائے طواف میں ہاتھ باندھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ سنّت ماثورہ کے خلاف ہے۔

اور فقہاء کرام نے اسے تسلیم کیا ہے کہ حالتِ طواف میں ہاتھ باندھنا مستحب نہیں ہے لیکن مُلّا علی قاری کے قول کہ ''اسے مکروہ کہا جا سکتا ہے'' کو تسلیم کرنے سے توقف کیا ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

فائدہ: آنچہ گمان بردہ اند بعض مردم کہ دست بستن در حالہ طواف بر ہیئت نماز مستحب است آن صحیح نیست چرا کہ ثابت نہ شدہ بستنِ دست در حالۂ طواف از حضرت سید عالم ﷺ و نہ از صحابہ و تابعین و نہ ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم پس نباشد مستحب اصلاً آری اگر بہ نیت رعایت ادب و تعظیم و احضار قلب دست بست باکے نباشد و آنچہ شیخ علی قاری حکم بکراہۃ آن

۱۰۹۔ إرشاد السّاري إلى مناسك الملا علي قاري، باب أنواع الأطوفة فصل في مُستحبّاته، ص۱۷۷

۱۱۰۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة فصل في مُستحبّاته ص۱۷۹

مطلق نمودہ است محل نظر است واللہ تعالیٰ أعلم(۱۱۱)

یعنی، فائدہ: وہ جو بعض لوگوں نے گمان کرلیا ہے کہ طواف کی حالت میں نماز کی ہیئت میں ہاتھ باندھنا مستحب ہے وہ صحیح نہیں کیونکہ طواف کی حالت میں ہاتھ باندھنا حضرت سید عالم ﷺ سے ثابت نہیں اور نہ صحابہ وتابعین سے اور نہ ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم جمیعاً سے تو یہ اصلاً مستحب نہ ہو گا، سوائے اس کے کہ اگر بہیت رعایتِ ادب، تعظیم وحضورِ قلبی ہاتھ باندھ لے تو حرج نہ ہوگا اور وہ جو مُلّا علی قاری نے مطلقاً کراہت کا حکم لگایا ہے وہ محلِ نظر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لہٰذا اختلاف سے بچنے کے لئے دورانِ طواف ہاتھ نہ باندھے اور اس پر تو اتفاق ہے کہ ہاتھ باندھنا مستحب نہیں ہے کہ استحباب پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ذو الحجة ۱٤۲۸ھ، ۱۰ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 09-F)

دورانِ طواف سینہ یا پیٹھ کعبہ کی طرف کرنے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دورانِ طواف سینہ یا پیٹھ کعبہ شریف کی طرف ہوجانے کا شرع شریف میں کیا ممنوع ہے یا نہیں اور اگر ممنوع ہے تو ایسا ہوجانے کی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

(السائل: امان الحق بن اکرام الحق، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالی وتقدس الجواب: حالتِ طواف میں سینے یا پیٹھ کعبہ کی طرف کرنا ممنوع ہے اور اگر ہوجائے تو جتنا فاصلہ کعبۃ اللہ کو سینہ یا پیٹھ کئے ہوئے تھا اُسے دہرا لے، چنانچہ مفتی عبدالواجد قادری (مصنّف فتاویٰ یورپ) لکھتے ہیں:

حالتِ طواف میں سینہ یا پیٹھ کعبہ شریف کی طرف نہیں ہونا چاہئے اور اگر

۱۱۱۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب دویم، فصل دویم، ص ۱۲٤۔ ۱۲۵

ہو جائے تو جتنا فاصلہ سینہ یا پیٹھ کئے ہوئے طے کیا ہو اس کو پھر سے دہرائے اور افضل یہ ہے کہ اس چکر کو نئے سرے سے کرلے۔(۱۱۲)

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳٦۷ھ لکھتے ہیں:

اگر کسی نے اس کے خلاف طواف کیا مثلاً بائیں طرف سے شروع کیا کہ کعبہ معظّمہ طواف کرنے والے کے سیدھے ہاتھ کو رہا یا کعبہ معظّمہ کو منہ یا پیٹھ کر کے آڑا آڑا طواف کیا یا حجر اسود سے طواف شروع نہ کیا تو جب تک مکہ معظّمہ میں ہے اعادہ کرے، وہاں سے چلا گیا تو دَم واجب ہے۔(۱۱۳)

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

آنکہ گردانید بیت را بسوئی روئی خود یا بسوئی پشتِ خود می رفت بسوئی پہلوئے یمین یا یسار خود در جمیع این صُوَر مرتکب شد فعل حرام را و واجب باشد بروے اعادہ آن طواف و بر تقدیر عدم اعادہ لازم آید دم بروی (۱۱٤)

یعنی، یہ کہ بیت اللہ کو اپنے چہرے کی طرف رکھے یا اپنی پشت کی جانب اور (طواف میں) اپنے دائیں یا بائیں پہلو کی طرف چلے، ان تمام صورتوں میں وہ حرام فعل کا مرتکب ہوا اور اُس پر اِس طواف کا اعادہ واجب ہے اور اعادہ نہ کرنے کی صورت میں اُس پر دَم لازم آئے گا۔

اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ بعض لوگوں کی طواف میں عجیب حرکات کے مشاہدہ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فإنه لا شك أنه يحرم عليه لاشتماله على الإقبال و الإدبار، و المشي باليمين و اليسار (۱۱۵)

۱۱۲۔ حج کے مسائل مع زیارات حرمین، طواف کے مسائل، ص ۵۰

۱۱۳۔ بہار شریعت، حصہ ششم، طواف کے مسائل، ص ۴٦۸

۱۱٤۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب دویم، فصل دویم در بیان شرائط صحت طواف، امّا واجباتِ طواف الخ، پنجم، ص ۱۱۹

۱۱۵۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة فصل فی واجبات الطّواف، ص ۱٦۹

یعنی، اس میں کوئی شک نہیں کہ اس پر وہ حرام ہے کیونکہ (اس کی وہ حرکت طواف میں) کعبہ کو اپنے سامنے رکھنے اور کعبہ کی طرف پشت کرنے اور دائیں بائیں چلنے پر مشتمل ہے۔

مندرجہ بالا عبارت سے ثابت ہوا دورانِ طواف کعبۃ اللہ کو سینہ کرنا یا پیٹھ کرنا حرام ہے اور جو فاصلہ اس حال میں طے ہوگا اسے طواف سے شمار نہیں کیا جائے گا، لہٰذا اس کا اعادہ لازم ہوگا، اور اعادہ نہ کرنے کی صورت میں دَم۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ذی الحجة ١٤٢٨ھ، ١٠ دیسمبر ٢٠٠٧ م (New 10-F)

عمرہ کا احرام باندھ کر آنے والا اور طواف تحیۃ المسجد

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طواف تحیۃ المسجد مستحب ہے کہ عمرہ کرنے والا احرام باندھ کر آیا تو وہ کیا کرے؟ طواف تحیۃ المسجد ادا کرے پھر عمرہ کا طواف؟

(السائل:)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: فقہاء کرام نے لکھا ہے طواف تحیۃ المسجد مستحب ہے جیسا کہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

السادس طواف تحية المسجد و هو يستحب لكل من دخل المسجد (١١٦)

یعنی، چھٹا طواف، طواف تحیۃ المسجد ہے اور یہ ہر اس شخص کے لئے مستحب ہے جو مسجد حرام میں داخل ہو۔

اور یہ استحباب اس وقت ہے جب آنے والے پر کوئی ایسا طواف نہ ہو جو اس سے قوی ہو جیسے فرض یا واجب یا سنّت، اگر آنے والے پر فرض یا واجب یا سنّت طواف ہے تو پھر اس

١١٦۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، ص١٥٩

کے حق میں الگ سے طواف تحیۃ المسجد مستحب نہیں بلکہ وہ جو بھی طواف ادا کرے گا اس سے یہ طواف ادا ہو جائے گا۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

إلا إذا كان عليه غيره أی من الأطوفة فيقوم هو أی ذلك الغير مقامه أی ينوب منابه، و يدخل فی ضمنه كا لمعتمر أعم من أن يكون متمتّعاً أولا، فإنه يطوف طواف فرض العمرة، و يندرج فيه طواف تحية المسجد، كما ارتفع به طواف القدوم الذی هو أقوى من طواف تحية المسجد، و كذا إذا دخل المسجد من عليه فرض أو غيره فصلّى ذلك، فإنه قام مقام صلاة تحية المسجد، ذلك لأن تحية هذا المسجد الشريف بخصومه هو الطّواف إلّا إذا كان له مانع، فحينئذٍ يصلّی تحية المسجد إن لم يكن وقت كراهية الصّلاة (١١٧)

یعنی، (مسجد الحرام میں داخل ہونے والے کے لئے طواف تحیۃ المسجد مُستحب ہے) مگر جب اُس پر اِس کا غیر اور طواف لازم ہو تو وہ طواف تحیۃ المسجد کا غیر طواف اس (طواف تحیۃ المسجد) کے قائم مقام ہو جائے گا اور یہ اس کے ضمن میں داخل ہو جائے گا، جیسے معتمر قطع نظر اس سے کہ وہ مُتمتّع ہو یا نہ ہو تو وہ عمرہ کا فرض طواف کرے گا تو اس (طواف فرض) میں طواف تحیۃ المسجد مندرج ہو جائے گا، جیسے اس (طواف عمرہ) کی وجہ سے طواف قدوم اُٹھ جاتا ہے جو کہ طواف تحیۃ المسجد سے زیادہ قوی ہے، جیسا کہ مسجد میں ایسا شخص داخل ہو کہ جس پر فرض یا اس کی غیر کوئی نماز ہو اور وہ اُسے ادا کرے تو وہ نماز تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جاتی ہے، کیونکہ خصوصاً اِس مسجد شریف کی تحیۃ طواف ہے مگر جب کہ اس کی ادائیگی سے کوئی مانع ہو تو اس وقت (مسجد الحرام آنے والا) اگر مکروہ

١١٧۔ المسلك المقسّط فی المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة، ص١٥٩

وقت نہ ہوتو تحیۃ المسجد (نماز) پڑھے۔

لہٰذا عمرہ کا احرام باندھ کر مسجد الحرام آنے والا عمرہ کا طواف کرے گا اور اس سے طواف تحیۃ المسجد بھی ادا ہو جائے گا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة،ذی الحجة ١٤٢٨ھ، ١٤ دیسمبر ٢٠٠٧ م (New 14-F)

طواف کے پھیروں میں شک واقع ہونے پر کیا کرے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طواف کرتے وقت کبھی کبھار طواف کے پھیرے بھول جاتے ہیں یاد نہیں رہتا کہ کتنے ہوئے ہیں جیسے شک ہو گیا کہ چھ ہوئے ہیں یا سات تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

(السائل:)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: شک اگر فرض طواف یعنی طوافِ زیارۃ یا طوافِ عمرہ یا طوافِ واجب جیسے طوافِ وداع میں واقع ہوا ہو تو اعادہ کرے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبد اللہ بن قاضی ابراہیم سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لو شكّ فی عددِ الأشواط (أی بالزيادة أو النّقص) فی الرّكن (أی ركن الحج) أو العمرة أعاده (أی احتياطاً) و لا يبنی علی غالب ظنّه (١١٨)

یعنی، اگر طواف رُکن یعنی حج یا عمرہ کے طواف کے پھیروں میں زیادہ یا کم ہونے کا شک واقع ہوا تو احتیاطاً اعادہ کرے اور اپنے غالب گمان پر بنا نہ کرے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

تنبيه: لو شكّ فی عددِ الأشواط فی طوافِ الرُّكنِ أعَادَهُ، و لا

١١٨ ـ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب أنواع الأطوفة فصل فی مسائل شتی، ص ١٨٤

يبنی علی غالبِ ظنّهِ (١١٩)

یعنی، اگر طواف رُکن کے پھیروں میں شک واقع ہوا تو اعادہ کرے اپنے غالب گمان پر بنا نہ کرے۔

اور مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و الظاهر أن الطّواف الواجب فی حكم الرّكن لأنه فرضٌ عمليٌّ (١٢٠)

یعنی، ظاہر ہے کہ طوافِ واجب رُکن کے حکم میں ہے کیونکہ وہ فرض عملی ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ١١٧٤ھ لکھتے ہیں:

اگر شک افتاد در عددِ اشواط، پس اگر طواف فرض است چنانکہ طوافِ زیارت وطوافِ عمرہ یا واجب است چنانکہ طوافِ وداع اعادہ کند اورا از سرِ نو بنا نہ کند بر غالب ظن بر خلاف نماز (١٢١)

یعنی، اگر طواف کے پھیروں میں شک واقع ہوا، پس اگر طواف فرض ہے جیسے طوافِ زیارت اور طوافِ عمرہ یا واجب ہے جیسے طوافِ وداع تو اس کا از سرِ نو اعادہ کرے، غالب گمان پر بنا نہ کرے برخلاف نماز کے۔

اور اعادہ سے مراد اس پھیرے کا اعادہ کرے کہ جس میں شک واقع ہوا یعنی شک ہو کہ چھ پھیرے ہوئے ہیں یا سات تو چھ سمجھے چنانچہ علامہ شامی کی عبارت "لو شك فی عدد الأشواط فی طواف الرّكن أعاده الخ" کے تحت علامہ رافعی لکھتے ہیں:

أی أعاد الشّوطَ الذی شَكَّ فيه، ليس المرادُ أن يُعيدَ الطّوافَ كلَّه، كما مرّ يظهرُ (١٢٢)

١١٩ ـ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (٣)، كتاب (٥) الحج، مطلب فی طواف القدوم، ص ٥٨٢

١٢٠ ـ المسلك المتقسّط، ص ١٨٤

١٢١ ـ حياة القلوب فی زيارة المحبوب، باب سيوم فصل هشتم، ص ١٥٤

١٢٢ ـ تقريرات الرافعی علی رد المحتار، المجلد (٣)، كتاب الحج، مطلب فی طواف القدوم، ص ٥٨٢

یعنی، اعادہ کرنے سے مراد ہے کہ اس پھیرے کا اعادہ کرے کہ جس میں شک واقع ہوا، یہ مراد نہیں ہے کہ پورے طواف کا اعادہ کرے، جیسا کہ ظاہر ہے۔

اور اگر شک فرض یا واجب طواف کے علاوہ میں واقع ہوا ہو تو اس پھیرے کا اعادہ نہ کرے بلکہ غالب گمان پر عمل کرے۔ چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ثم مفهوم المسألة أنه إذا شك في عدد أشواط غير الرُّكن لا يعيده بل يبني على غلبة ظنّه لأن أمر غير الفرض مبني على التوسّعة (۱۲۳)

یعنی، پھر مسئلہ کا مفہوم یہ ہے کہ اگر غیر رُکن (و غیر واجب) طواف کے پھیروں کی تعداد میں شک واقع ہو جائے تو اس کا اعادہ نہ کرے بلکہ اپنے غالب گمان پر بنا کرے کیونکہ امر غیر فرض گنجائش پر مبنی ہے۔

اسی طرح علامہ شامی نے اسے مُلّا علی قاری کے حوالے سے رد المحتار (۱۲٤) نقل کیا ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

واگر طواف غیر فرض است و غیر واجب است اعادہ نکند اُورا بلکہ بنا کند بر غالب ظن خود (۱۲۵)

یعنی، اگر طواف غیر فرض ہے اور غیر واجب ہے تو اس کا اعادہ نہ کرے بلکہ اپنے غالب گمان پر بنا کرے۔

اور بعض علماء کرام طواف کے پھیروں کی تعداد میں شک کے معاملے کو نماز میں تعداد رکعات میں شک واقع ہونے کی مثل قرار دیتے ہیں چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی ضیغۂ تمریض

۱۲۳۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة، فصل في مسائل شتى، ص ۱۸٤

۱۲٤۔ ردّ المحتار، المجلد (۳)، كتاب الحج، ص ۵۸۲

۱۲۵۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب سيوم، فصل هشتم، ص ۱۵٤

کے ساتھ لکھتے ہیں:

قيل: إذا كان يكثر ذلك يتحرّى (۱۲٦)

یعنی، کہا گیا کہ جب شک کثرت سے ہو تو تحرّی کرے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

بعضے گفتہ اند کہ حکم شک در طواف مثل حکم او در نماز است مطلقاً اگر چہ طواف فرض باشد یا غیر او پس بر این روایت استیناف کند طواف را اگر شک اول مرتبہ باشد و اگر بسیار باشد تحری کند و بنا کند بر غلبۂ ظن اگر داشتہ باشد و اِلّا بنا کند بر اقل چنانکہ در نماز (۱۲۷)

یعنی، بعض علماء فرماتے ہیں کہ طواف میں شک کا حکم مطلقاً نماز میں شک کے حکم کی مثل ہے اگر چہ طواف فرض ہو یا غیر فرض، پس اس روایت کی بنا پر شک اگر پہلی بار واقع ہوا ہے تو اَز سرِ نَو طواف کرے گا اور اگر شک کثرت سے ہو تو غور و فکر کرے اور اگر کوئی غالب گمان ہو تو اس پر بنا کرے ورنہ کم تر پر بنا کرے جیسا کہ نماز میں۔

بہر حال پہلی روایت یا پہلا قول معتبر ہے کہ دوسرے قول کو علامہ رحمت اللہ سندھی نے ''قیل'' کے صیغے کے ساتھ ذکر کیا ہے جو اس کے ضُعف پر دال ہے اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نے ''بعضے گفتہ اند'' کہہ کر نقل کیا جو اس کے معتمد نہ ہونے کی دلیل بنا جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں ہے اور علامہ شامی نے ''ردالمحتار'' میں صرف پہلے قول کو ہی نقل کیا دوسرا قول ذکر نہیں کیا۔

اور پھر علماء کرام نے لکھا ہے اگر کوئی عادل شخص پھیروں کی تعداد بتا دے تو شک واقع ہونے کی صورت میں مستحب ہے کہ اس کے قول پر عمل کیا جائے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و لو اخبره عدل بعدد يستحب أن يأخذ بقوله (۱۲۸)

۱۲٦۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاري)، ص ۱۸٤

۱۲۷۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب سيوم در بيان طواف و انواع آن، فصل هشتم در بيان مسائل متفرقه الخ، ص ۱۵٤، ۱۵۵

۱۲۸۔ لُباب المناسك

یعنی، اگر اُسے کسی عادل شخص نے طواف کے پھیروں کی تعداد کی خبر دی تو مستحب ہے کہ اس کے قول کو لے لے۔

اور اس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أی إحتیاطاً فیما فیه الاحتیاط، فیکذب نفسه لاحتمال نسیانه، و یصدّقه لأنه عدل لا غرض له فی خبره (۱۲۹)

یعنی، اس معاملے میں کہ جس میں احتیاط ہے احتیاط کے طور پر اس کے قول کو لے گا اور اپنی بھول کے احتمال کی وجہ سے اپنے نفس کو جھٹلا دے گا اور اس کی تصدیق کرے گا کیونکہ خبر دینے والا عادل ہے اور خبر دینے میں اس کی (اپنی) کوئی غرض نہیں۔

اور اگر دو عادل خبر دیں تو اُن کی خبر پر عمل واجب ہے چاہے اسے پھیروں کی تعداد میں شک واقع ہوا ہو یا نہ چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لو أخبره عدلان وجب العمل بقولهما (۱۳۰)

یعنی، اگر اسے دو عادل خبر دیں تو اُسے ان کے قول پر عمل کرنا واجب ہے۔

اس کے تحت شارح مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أی إن لم یشك لأن عِلْمَین خیر من علمٍ واحدٍ، و لأن إخبارهما بمنزلة شاهدَین علی إنکاره فی فعله أو إقراره (۱۳۱)

یعنی، اگر چہ شک واقع نہ ہوا ہو کیونکہ دو کا علم ایک کے علم سے بہتر ہے اور اس لئے کہ دو عادلوں کا خبر دینا اس کے اپنے کام سے انکار اور اقرار پر دو گواہوں کے مرتبے میں ہے۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۷ ذی الحجة ۱٤۲۸ھ، ۱٦ دیسمبر ۲۰۰۷م (New 19-F)

۱۲۹۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة، فصل فی مسائل شتی، ص ۱۸٤

۱۳۰۔ لُباب المناسك

۱۳۱۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة، فصل فی مسائل شتی، ص ۱۸٤

دورانِ طواف چپل وغیرہ پہننے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ جوتے پہن کر بعض چپل پہن کر مسجد حرام اور مطاف میں پھرتے ہیں اور طواف کرتے ہیں، شریعت مطہرہ میں اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(السائل: محمد عمران، الفتانی حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالی وتقدس الجواب: دورانِ طواف پاک وصاف جوتے یا موزے پہننے کو فقہاء کرام نے مُباحات میں ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی اِسے بے ادبی شمار کیا ہے جب کہ بلا عذر پہنے اور اگر پاک نہ ہوں تو مکروہ قرار دیا ہے اور بعض فقہاءِ احناف نے بلا عذر مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی مُباحاتِ طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

والطّواف فی نعلٍ أو خُفٍ إذا کانا طاهرَین (۱۳۲)

یعنی، چپل یا موزے میں طواف (مُباح ہے) جب کہ وہ پاک ہوں۔

اور دوسری فصل میں لکھتے ہیں:

و الطّواف متنعلاً ترك الأدب (۱۳۳)

یعنی، چپل پہن کر طواف کرنا ترکِ ادب ہے۔

اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لکن فی النّعلین و لو طاهرَین ترك الأدب کما ذکره فی "البدائع" (۱۳٤) إلا أنه محمول علی حال عدم العذر (۱۳۵)

یعنی، لیکن چپل پہن کر طواف کرنا اگر چہ پاک ہوں ترکِ ادب ہے جیسا کہ اسے "بدائع الصنائع" میں ذکر کیا مگر وہ عدم عذر کی حالت پر محمول ہے۔

۱۳۲۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب أنواع الأطوفة، فصل فی مُباحاته ص ۱۸۱

۱۳۳۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب أنواع الأطوفة، فصل فی مسائل شتی، ص ۱۸۵

۱۳٤۔ بدائع الصنائع، المجلد (۱)، کتاب الحج، فصل فی شرط طواف الزیارة و واجباته ص ۷۵

۱۳۵۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، ص ۱۸۱

اوراگر پاک نہ ہوں تو مکروہ ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و إلا فيكون مكروه (١٣٦)

یعنی، اگر پاک نہ ہوں تو مکروہ ہے۔

لیکن مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ نے مطلقاً مکروہ لکھا ہے چنانچہ مکروہاتِ طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

طواف کردن بانعل چون بغیر عُذر باشد چہ مکروہ است دخول مع النّعل در مسجد مطلقاً اگر چہ در حالۃ غیر طواف باشد (۱۳۷)

یعنی، چپل کے ساتھ طواف کرنا مکروہ ہے جب کہ بلا عذر ہو کیونکہ چپل کے ساتھ مسجد میں داخل ہونا مطلقاً مکروہ ہے اگر چہ غیر طواف کی حالت میں ہو۔

مُلّا علی قاری حنفی نے ترکِ ادب کی دلیل بیان کرتے ہوئے لکھا کہ:

أی المستفاد من قوله تعالیٰ: ﴿فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ﴾ (طٰہٰ:١٢) إلا لضرورة التّعب (١٣٨)

یعنی، ترکِ ادب اللہ تعالیٰ کے فرمان "فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ" سے مستفاد ہے مگر کسی ضرورت کی وجہ سے (ہو تو ترکِ ادب نہیں)۔

جب کہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی نے اسی آیت کو مسجد میں مطلقاً چپل پہن کر جانے کی کراہت کی دلیل کے طور پر ذکر کیا چنانچہ لکھتے ہیں:

لقوله تعالیٰ "فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ" (١٣٩)

یعنی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ"۔

١٣٦۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، ص١٨١

١٣٧۔ حياة القلوب فی زيارة المحبوب، باب سيوم فصل ششم، ص١٥٣

١٣٨۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة فصل فی مسائل شتی، ص١٨٥

١٣٩۔ حياة القلوب فی زيارة المحبوب، باب سيوم فصل ششم، ص١٥٣

مُلّا علی قاری حنفی نے اسے ترکِ ادب قرار دیتے ہوئے "بدائع الصنائع" کا حوالہ دیا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں ہے اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی نے کراہت کا قول ذکر کرنے کے بعد "بدائع الصنائع" کے حوالے سے ترکِ ادب کے قول کو بھی ذکر کیا ہے جو کہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قول اُن کے نزدیک راجح نہیں ہے اور کراہت کے قول کا حوالہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

كذا صرّح به فی الفتاویٰ السراجيّة و غيرها (١٤٠)

یعنی، اسی طرح "فتاویٰ سراجیہ" وغیرہا میں (کراہت کے قول کی) تصریح کی ہے۔

اور "فتاویٰ سراجیہ" کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

دخول المسجد متنعلاً مكروه، قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ﴾ (١٤١)

یعنی، چپل پہن کر مسجد میں داخل ہونا مکروہ ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ"

بہر حال کراہت کے قول کو ترجیح دینا زیادہ مناسب ہے کہ جوتوں وغیرہا کی پاکی نادر ہوتی ہے جب کہ موزوں کے بارے مُلّا علی قاری نے اباحت کا قول کیا ہے اور مخدوم صاحب نے بھی "بدائع" کے حوالے سے اباحت کو ہی ذکر کیا ہے جب کہ پاک ہوں۔

واللّٰه تعالیٰ أعلم بالصواب

يوم الإثنين، ٨ذی الحجة ١٤٢٨ھ، ١٧ديسمبر ٢٠٠٧ م (New 21-F)

چھت سے طواف کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ پہلی یا

١٤٠۔ حياة القلوب، فی زيارة المحبوب، باب سيوم در بيان طواف، فصل ششم، ص١٥٣

١٤١۔ الفتاویٰ السراجية، كتاب الكراهية، باب المسجد، ص٧١

Ishaate Islam

دوسری منزل سے طواف کرنے سے طواف ہو جائے گا یا نہیں؟

(السائل: خرم عبدالقادر، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ مسجد الحرام کی چھت پر سے طواف کرنا جائز ہے کیونکہ کعبہ کی فضاء بھی کعبہ ہے اگر چہ مردوں کے حق میں افضل یہی کہ کعبۃ اللہ کے قریب سے طواف کریں، چنانچہ جواز کے بارے میں علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ بن قاضی ابراہیم سندھی حنفی شرائط صحتِ طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

و فی المسجد و لو علی سطحه (١٤٢)

یعنی، مسجد الحرام میں طواف درست ہے اگر چہ اس کی چھت پر سے ہو۔

اور مقام طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

و لو علی سطح المسجد و لو مرتفعاً عن البیت (١٤٣)

یعنی، طواف اگر چہ مسجد کی چھت سے ہو اگر چہ چھت بیت اللہ سے بلند ہو جائز ہے۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أی من جُدُرانه کما صرّح به صاحب الغایة (١٤٤)

یعنی، بیت اللہ شریف کی دیواروں سے بلند ہو جیسا کہ صاحب غایۃ البیان نے اس کی تصریح کی ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ١١٧٤ھ لکھتے ہیں:

ہمچنیں جائز است کہ طواف کند بالائی سطح مسجد اگر چہ مرتفع باشد از کعبہ معظّمہ (١٤٥)

١٤٢۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب أنواع الأطوفة فصل فی شرائط صحة الطواف، ص ١٦٠

١٤٣۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، فصل فی مكان الطواف، ص ١٦٥

١٤٤۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة فصل فی مكان الطواف، ص ١٦٥

١٤٥۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب دویم در ذکر صفت دخول مکہ معظمہ فصل دویم در بیان شرائطِ صحتِ طواف، ص ١١٦

یعنی، اسی طرح جائز ہے کہ مسجد کے اوپر چھت سے طواف کرے اگر چہ چھت کعبہ معظّمہ سے بلند ہو۔

اور کعبہ کی فضا بھی کعبہ ہے کیونکہ کعبہ اُس خطۂ ارض کا نام ہے یہاں تک کہ معاذ اللہ کعبہ اگر منہدم ہو جائے تو اس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے سے نماز جائز ہو جاتی ہے، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

لأن حقیقة البیت هو الفضاء الشامل لما فوق البناء من الهوی، و لذا صحت الصّلاة فوق جبل أبی قبیس إجماعاً حتی لو انهدم البیت نعوذ بالله جاز الصّلاة إلی البقعة (١٤٦)

یعنی، کیونکہ بیت اللہ شریف کی حقیقت وہ فضاء ہے جو کعبہ معظّمہ کی عمارت کے اوپر فضاء کو شامل ہے، اسی لئے جبل ابی قبیس کے اوپر بالاجماع نماز جائز ہے یہاں تک کہ نعوذ باللہ کعبہ معظّمہ منہدم ہو جائے تو اس بقعہ مقدسہ کی طرف نماز جائز ہے۔

اور مردوں کے حق میں کعبہ معظّمہ کا قُرب اور عورتوں کے لئے بُعد مستحب ہونے کے بارے میں علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و أن یکون طوافه قریباً من البیت و للمرأة البُعد (١٤٧)

یعنی، مرد کے لئے طواف میں بیت اللہ کے قریب ہونا اور عورت کے لئے دُور رہنا مستحب ہے۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ١٣ ذی الحجة ١٤٢٨ھ، ٢٢ دیسمبر ٢٠٠٧م (New 26-F)

١٤٦۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة فصل فی مكان الطواف، ص ١٦٥

١٤٧۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب أنواع الأطوفة فصل فی مستحبّاته ص ١٧٧

Ishaate Islam

طوافِ کعبہ اور بے پردگی یا ستر عورت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ بہت سی عورتیں طواف میں بے پردگی کا مظاہرہ کرتی ہیں، کچھ عورتوں کا لباس انتہائی باریک ہوتا ہے کہ رنگت جھلکتی ہے بالوں کی سیاہی نظر آتی ہے کچھ کا چُست کہ اعضا کی ساخت واضح ہوتی ہے، بعض کے کچھ بال ظاہر، بعض کی کلائیاں وغیرہ ظاہر، بعض بلا احرام چہرہ کھول کر مردوں میں چلتی ہیں، اس سے ان کا طواف پر کیا اثر پڑتا ہے اور اس معاملے میں ان عورتوں کے شوہروں یا وارثوں کی کیا ذمہ داری ہے؟

(السائل: شکیل، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: طواف میں سترِ عورت واجب ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی (جو دسویں صدی ہجری کے علماء میں سے تھے) لکھتے ہیں:

الثالث (أی من الواجبات) ستر العورة (١٤٨)

یعنی، طواف کے واجبات میں سے تیسرا واجب سترِ عورت ہے۔

اور اپنی دوسری کتاب ''مناسک کبیر'' میں لکھتے ہیں:

و أمّا السّتر فإن وجوبه لأجل الطّواف أخذ من قوله ﷺ: "أَلَا لَا يَحُجَّنَّ بَعْدَ هٰذَا الْعَامِ مُشْرِكٌ وَ لَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ"

فبسبب الكشف يتمكن نقصان فی الطواف (١٤٩)

یعنی، مگر ستر (عورت) تو اس کا وجوب طواف کے لئے نبی ﷺ کے اس فرمان سے ماخوذ ہے کہ ''سنو! اس سال کے بعد کوئی مشرک ہرگز حج نہ کرے اور کوئی ننگا بیت اللہ شریف کا طواف نہ کرے'' پس ستر کے کھلے

١٤٨ ـ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب أنواع الأطوفة فصل فی واجبات الطّواف، ص١٦٨

١٤٩ ـ مجامع المناسك ونفع الناسك، باب أنواع الأطوفة فصل فی واجبات الطواف، ص١٢٥

ہونے سے طواف میں نقصان آئے گا۔

ستر عورت بنفس خود فرض ہے مگر طواف میں واجب ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

دویم از واجبات ستر عورت است در حق طواف اگر چہ ستر عورت بنفس خود فرض است (١٥٠)

یعنی، طواف کے واجبات میں سے دوسرا واجب ستر عورت ہے اگر چہ ستر عورت بنفسِ خود فرض ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فائدة عدّهِ واجباً هنا مع أنّه فرضٌ مطلقاً لزومَ الدّم به (١٥١)

یعنی، سترِ عورت کو یہاں واجب شمار کرنے کا فائدہ باوجود اس کے مطلقاً فرض ہونے کے اِس سے دم کا لزوم ہے۔

ستر سے مراد: بدن کا وہ حصہ جس کا چھپانا فرض ہے، مرد کے لئے ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک عورت یعنی اس کا چُھپانا فرض ہے ناف اس میں داخل نہیں اور گھٹنے داخل ہیں بحوالہ ''درمختار'' و ''ردالمحتار''۔ آزاد عورتوں کے سارا بدن عورت ہے سوا منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلوؤں کے سر کے لٹکتے ہوئے بال اور گردن اور کلائیاں بھی عورت ہیں ان کا چُھپانا بھی فرض ہے۔(١٥٢)

اور اگر ستر کے اتنے کُھلے ہوئے حصے کے ساتھ طواف کیا کہ جو نماز میں جائز نہیں یعنی جس کے ساتھ نماز جائز نہیں ہوتی دم واجب ہو جائے گا چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

١٥٠ ـ حياة القلوب فی زيارة المحبوب، باب سيوم فصل دويم، ص١١٨

١٥١ ـ ردّ المحتار علی الدُّرّ المختار، المجلد (٣)، كتاب الحج، مطلب فی فروض الحجّ و واجباته تحت قوله: و ستر العورة فيه ص٥٤٠

١٥٢ ـ بہار شریعت، حصہ سوم، نماز کی شرطوں کا بیان، ص۱۷۶۔۱۷۷

قلو طاف مكشوفاً وجب الدم و قال شارحه أی قدر ما لا

تجوز الصلاة معه (۱۵۳)

یعنی، اگر اتنے کُھلے ہوئے حصے کے ساتھ طواف کیا کہ جس کے ساتھ

نماز جائز نہیں تو دَم واجب ہوگیا۔

اور وہ حصہ کہ جس کے کُھلے ہونے سے نماز نہیں ہوتی اور طواف میں دَم لازم آتا ہے ہر عضو کا چوتھائی حصہ ہے اور اگر چند جگہ سے کُھلا ہو تو اُسے جمع کر کے دیکھا جائے گا اگر کم از کم اس عضو کا چوتھائی حصہ بنتا ہے تو اس سے نہ نماز جائز ہوگی اور طواف میں دَم لازم ہوگا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و المانع كشف رُبع العضو فما زاد كما فی الصّلاة و إن

انكشف أقلّ من الرّبع لا يمنع و يجمع المتفرّق (۱۵٤)

یعنی، وہ مقدار جو مانع ہے وہ عضو کے چوتھائی حصہ یا زیادہ کا کُھلا ہونا ہے جیسا کہ نماز میں اور اگر چوتھائی عضو سے کم کُھلا تو مانع نہیں اور متفرق جمع کیا جائے گا۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳٦۷ھ لکھتے ہیں:

طواف کرتے وقت ستر چُھپا ہونا (واجب ہے) یعنی اگر ایک عضو کی چوتھائی یا اس سے زیادہ حصہ کُھلا رہا تو دَم واجب ہوگا اور چند جگہ کُھلا رہا جمع کریں گے، غرض نماز میں ستر کھلنے سے جہاں نماز فاسد ہوتی ہے یہاں دَم واجب ہوگا۔(۱۵۵)

اور اگر چند اعضاء تھوڑے تھوڑے کُھلے ہوں اور کوئی بھی اس عضو کا چوتھائی نہ ہو تو سب کے مجموعے کو دیکھا جائے کہ کسی بھی عضو کا چوتھائی حصہ بنتا ہے تو اس سے بھی دَم واجب ہوگا،

۱۵۳۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، ص۱٦۸

۱۵٤۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب أنواع الأطوفة، فصل فی واجبات الطواف، ص۱٦۸

۱۵۵۔ بہار شریعت، حصہ ششم، طواف کے واجبات، ص۴۴۳

چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

چون منکشف قدرے از اعضاء متعددہ از ہر یکے کمتر از رُبع جمع کردہ شود

آن ہمہ را چنانکہ در نماز (۱۵٦)

یعنی، اگر چند اعضاء ننگے ہوں مگر ہر ایک چوتھائی سے کم ہو تو سب کو مُلا کر دیکھا جائے گا جیسا کہ نماز میں (کہ مجموعہ چوتھائی عضو ہے تو وہی حکم ہوگا جو ایک عضو کے چوتھائی حصہ کے ننگے ہونے کا ہے)۔

اور کشفِ عضو کسی عذر صحیح کی وجہ سے ہو تو دَم لازم نہ ہوگا چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

مگر آنکہ بعُذر کردہ باشد (۱۵۷)

یعنی، مگر کسی عذر کی بنا پر ایسا ہوا تو دَم واجب نہ ہوگا۔

اور طواف اگر فرض یا واجب ہے تو کشفِ عورت میں وہی حکم ہے جو بیان ہوا یعنی دَم واجب ہے اور اگر طواف سنّت یا نفل ہے تو صدقہ ہے، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی مصنف کی عبارت ''دم واجب ہے'' کے تحت لکھتے ہیں:

هذا فی الطوافِ الواجب، و إلّا تجبُ الصدقة (۱۵۸)

یعنی، یہ (دم کا) حکم طواف واجب میں ہے ورنہ صدقہ واجب ہوگا۔

اور اعادہ کر لینے کی صورت میں دَم ہو یا صدقہ ساقط ہو جائیں گے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں مذکور عبارات فقہاء سے واضح ہے اور اسی لئے بعض نے پہلے اِعادہ کا حکم لکھا ہے اور اِعادہ نہ کرنے کی صورت میں دَم کا وجوب لکھا ہے جیسا کہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

اگر طواف کرد و حال آنکہ رُبع عضو از عورات او مکشوف بود واجب باشد

اعادۂ آن طواف مع الستر و اگر اعادہ نکرد دَم لازم گردد مگر آنکہ بعذر کردہ

۱۵٦۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب سیوم فصل دویم، ص۱۱۸

۱۵۷۔ حیاة القلوب، ص۱۱۸

۱۵۸۔ ردّ المحتار علی الدُّرّ المختار، المجلد (۳)، کتاب (۵) الحج، مطلب فی فروض الحج و واجباته، تتمّہ ص۵٤۱

باشد (۱۵۹)

یعنی، اگر کسی نے اس حال میں طواف کیا اس حال میں کہ اس کے عضو کا چوتھائی حصہ کُھلا ہوا تھا تو اس طواف کا ستر کے ساتھ اِعادہ واجب ہے اگر نہ لوٹائے گا تو دَم واجب ہوگا مگر یہ کہ کسی عذر کی بنا پر ہو تو (دَم واجب نہ ہوگا)۔

حاصل کلام

یہ ہے کہ مرد وعورت کے وہ اعضاء کہ جن کا نماز میں چُھپا ہونا فرض ہے حالتِ طواف میں اُن کا چھپا ہونا واجب ہے اور حالتِ طواف میں اُن میں سے کسی بھی عضو کا چوتھائی حصہ اگر کُھلا ہوگا یا متعدّد اعضاء کا تھوڑا تھوڑا حصہ کُھلا ہو، اور سب کو جمع کیا جائے تو ایک عضو کا چوتھائی ہو جائے، تو اس صورت میں طواف فرض یا واجب ہو یا نفل بہر صورت اِعادہ واجب ہے اور اِعادہ نہ کرنے کی صورت میں فرض، واجب میں دَم اور ان کے غیر میں صدقہ لازم ہوگا، اور تمام صورتوں میں توبہ بھی لازم ہوگی اور اگر کسی ایسے عُذر کی بنا پر ہو جو عُذر شرع میں مقبول ہو تو نہ دَم وصدقہ لازم ہے اور نہ گناہ۔

ستر کے اعضائے عورت

صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں: مرد کے اعضائے عورت نو (۹) ہیں علامہ ابراہیم حلبی و علامہ شامی وعلامہ طحطاوی وغیرہم نے گنے ہے: ذکر (آلہ تناسل) مع سب اجزاء، حشفہ، قصبہ و قلقہ کے اُنثیین یہ دونوں مل کر ایک عضو ہیں ان میں فقط ایک کی چوتھائی کُھلنا مُفسدِ نماز نہیں، دُبُر یعنی پائخانہ کا مقام ہر ایک سُرِین جُدا عورت ہے، ہر ران جُدا عورت ہے، چڈھے سے گھٹنے تک ران ہے گھٹنا بھی اس میں داخل ہے الگ عضو نہیں تو اگر پورا گھٹنا بلکہ دونوں کُھل جائیں تو نماز ہو جائے گی کہ دونوں مل کر ایک ران کی چوتھائی کو نہیں پہنچے، ناف کے نیچے سے عُضوِ تناسل کی جڑ تک اور اس کی سیدھ میں پُشت اور دونوں کروٹوں کی جانب سب مل کر ایک عورت ہے،

۱۵۹۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۱۱۸

اعلیٰ حضرت مجدّدِ دِماۃ حاضرہ نے یہ تحقیق فرمائی ہے کہ دُبُر واُنثیین کے درمیان کی جگہ ایک مستقل عورت ہے اور ان اعضاء کا شمار اور ان کے تمام احکام کو ان چار شعروں میں جمع فرمایا۔

ستر عورت بمرد نہ عضو است
از تہ ناف تا بتہ زانو!
ہر چہ رُبعش بقدر رُکن کشود
باکشودی دمے نماز مجو
ذَکر و اُنثیین و حلقہ پس
دو سرین ہر فخذ بہ زانوئے او
ظاہر افضل اُنثیین و دُبُر
باقی زیر ناف از ہر سو

آزاد عورت کے اعضاء عورت

آزاد عورتوں کے لئے باستثناء پانچ عُضو کے جن کا بیان گزرا سارا بدن عورت ہے (وہ پانچ جو کہ مستثنیٰ ہیں منہ کی ٹکلی، دونوں ہتھیلیاں، دونوں پاؤں کے تلوے ہیں) اور وہ تیس اعضاء پر مشتمل کہ اُن میں سے جس کی چوتھائی کُھل جائے نماز کا وہی حکم ہے جو اوپر بیان ہوا سر یعنی پیشانی کے اوپر سے شروع گردن تک اور ایک کان سے دوسرے کان تک یعنی جتنی جگہ پر بال جمتے ہیں بال جو لٹکتے ہوں دونوں کان گردن اس میں گلا بھی داخل ہے دونوں شانے دونوں بازو اِن میں کہنیاں بھی داخل ہیں دونوں کلائیاں یعنی کہنی کے بعد گٹوں کے نیچے تک، سینہ یعنی گلے کے جوڑ سے دونوں پستان کی حد زیریں تک دونوں ہاتھوں کی پشت، دونوں پستانیں جب کہ اچھی طرح اُٹھ چکی ہوں اگر بالکل نہ اُٹھی ہوں یا خفیف ابھری ہوں کہ سینہ سے جُدا عضو کی ہیات نہ پیدا ہوئی ہو تو سینہ کی تابع ہیں جُدا عضو نہیں اور پہلی صورت میں بھی ان کے درمیان کی جگہ سینہ ہی میں داخل ہے جُدا عضو نہیں پیٹ یعنی سینہ کی تابع ہیں جُدا عضو نہیں اور پہلی صورت میں ان کے درمیان کی جگہ سینہ ہی میں داخل ہے جُدا عضو نہیں پیٹ یعنی

سینہ کی حد مذکور سے ناف کے کنارہ زیریں تک یعنی ناف کا بھی پیٹ میں شمار ہے، پیٹھ یعنی پیچھے کی جانب سینہ کے مقابل سے کمر تک دونوں شانوں کے بیچ میں جو جگہ بغل کے نیچے سینہ کی حد زیریں تک دونوں کروٹوں میں جو جگہ ہے اس کا اگلا حصہ سینہ میں اور پچھلا حصہ پیٹھ میں داخل ہے اور اس کے بعد سے دونوں کروٹوں میں کم تک جو جگہ ہے اس کا اگلا حصہ پیٹ میں اور پچھلا حصہ پیٹھ میں داخل ہے دونوں سُرِین فَرج و دُبر دونوں رانیں گھٹنے بھی انہیں میں شامل ہیں ناف کے نیچے پیڑو اور اس کے متصل جو جگہ ہے اور ان کے مقابل پشت کی جانب سب مل کر ایک عورت ہے، دونوں پنڈلیاں ٹخنوں سمیت دونوں تلوے اور بعض علماء نے دست اور تلووں کو عورت میں داخل نہیں کیا۔(۱۶۰)

عورت کا چہرہ

عورت کا چہرہ اگر چہ عورت نہیں مگر بوجہ فتنہ غیر محرم کے سامنے منہ کھولنا منع ہے، یونہی اس کی طرف منہ کرنا غیر محرم کے لئے جائز نہیں اور چھونا تو اور زیادہ منع ہے بحوالہ ''درمختار''(۱۶۱)

باریک کپڑوں کا حکم

اتنا باریک کپڑا جس سے بدن چمکتا ہو ستر کے لئے کافی نہیں اس سے نماز پڑھی نہ ہوئی بحوالہ ''عالمگیری''۔ یونہی اگر چادر میں سے عورت کے بالوں کی سیاہی چمکے نماز نہ ہوگی (رضا) بعض عورتیں باریک ساڑھیاں اور بعض مرد تہبند باندھ کر نماز پڑھتے ہیں کہ ران چمکتی ہے اُن کی نمازیں نہیں ہوتیں۔(۱۶۲)

چُست لباس کا حکم

دبیز کپڑا جس سے بدن کا رنگ نہ چمکتا ہو مگر بدن سے بالکل ایسا چپکا ہوا ہے کہ دیکھنے سے عضو کی ہیئت معلوم ہوتی ہے ایسے کپڑے سے نماز ہو جائے گی مگر اس عضو کی طرف

۱۶۰۔ بہارشریعت، حصہ سوم، نماز کی شرطوں کا بیان، ص ۱۷۸۔۱۷۹

۱۶۱۔ بہارشریعت:۱/۳/۱۷۹

۱۶۲۔ بہارشریعت:۱/۳/۱۷۹

دوسرے کو نگاہ کرنا جائز نہیں بحوالہ ''ردالمحتار'' اور ایسا کپڑا لوگوں کے سامنے پہننا منع ہے اور عورتوں کے لئے بدرجۂ اَولیٰ ممانعت، بعض عورتیں بہت چُست جامے پہنتی ہیں اس مسئلہ سے سبق لیں۔(۱۶۳)

اور جس کپڑے سے سترِ عورت نہ ہو سکے علاوہ نماز کے بھی حرام ہے۔(۱۶۴)

باریک وچُست لباس کی ممانعت کی دلیل

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

كَمْ مِنْ كَاسِيَاتٍ عَارِيَاتٌ (۱۶۵)

یعنی، کتنی کپڑے پہننے والیاں ننگیاں ہوں گی۔

عورتوں کو اس حدیث شریف پر غور کرنا چاہئے کہ نبی ﷺ نے ان باریک اور چُست لباس پہننے والی عورتوں کو ننگی فرمایا گویا کہ انہوں نے لباس ہی نہیں پہنا ہوا اگر چہ بظاہر ان کے جسم پر لباس ہے۔

۱۶۳۔ بہارشریعت:۱/۳/۱۷۹

۱۶۴۔ بہارشریعت:۱/۳/۱۷۹

۱۶۵۔ امام مسلم نے روایت کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا: قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ، مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ: رُؤُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ، لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا، وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا" (صحيح مسلم، كتاب اللباس و الزينة، باب النساء الكاسيات العاريات الخ، برقم:۲۱۲۸، ص ۸۴۶، و كتاب الجنة و صفة نعيمها الخ، باب النار يدخلون الجبارون الخ، برقم:۲۱۲۸، ص ۱۰۹۵)

یعنی، جہنمیوں کی دو ایسی قسمیں ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا جن کے پاس بیلوں کی دموں کی طرح کوڑے ہیں جن سے وہ لوگوں کو مارتے ہیں، دوسری وہ عورتیں جو لباس پہننے کے باوجود ننگیاں ہوں گی، وہ راہِ حق سے ہٹانے والی اور خود بھی ہٹی ہوئی ہوں گی، اُن کے سر بختی اونٹوں کی کوہان کی طرح ایک طرف جھکے ہوئے ہوں گے وہ جنت میں داخل ہوں گی نہ جنت کی خوشبو پائیں گی اور جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے آتی ہے۔

امام نووی شافعی فرماتے ہیں یہ حدیث نبی ﷺ کے معجزات میں سے ہے، کیونکہ یہ دونوں قسمیں اب موجود ہو گئی ہیں اس میں اُن دونوں قسموں کی مذمت ہے۔(شرح صحیح مسلم للنووی، ۱۴/۷/۹۲)

بہر حال جس بے ستری سے نماز فاسد ہو جاتی ہے وہ بے ستری طواف میں مکروہ تحریمی ہوگی، یعنی جو ستر پوشی نماز میں فرض ہے وہی طواف میں واجب اور سابقہ صفحات میں مرد اور عورت کے اعضاءِ ستر تفصیل کے ساتھ بیان کر دیئے گئے ہیں وہاں سے دیکھ کر حکم معلوم کیا جا سکتا ہے اور باریک لباس جس کی تفصیل پہلے گزری وہ اگر بظاہر کسی عضو کو ڈھکے ہوئے ہے لیکن حقیقت میں وہ عضو ننگا ہے یعنی نماز میں وہ عضو ننگا شمار ہوگا جس سے نماز فاسد ہو جائے گی اور طواف میں اس سے واجب کا (یعنی ستر عورت) ترک ہوگا اور چُست لباس کہ جس کا ذکر پہلے کیا گیا اگر چہ اس سے نماز کا فرض اور طواف کا واجب ادا ہو جائے گا جب کہ موٹا ہو مگر ممنوع ہے دوسروں کو تشویش میں ڈالنے اور گناہ میں مبتلا کرنے کے مترادف ہے اس سے بھی اجتناب ضروری ہے۔

عورتوں کی بے باکی

مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ اپنے دَور میں دورانِ طواف عورتوں کی بے باکی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و من المنكر الفاحش ما يفعله الآن نسوة بمكة في تلك البقعة من الاختلاط بالرّجال و مزاحمتهنّ لهم في تلك الحالة مع تزيُّنهنّ بأنواع الزّينة، و استعمالهنّ ما يفوح منه الرّوائح العطر فيشوّش بذلك على متورّعي الطّائفين، و يستجلبن بسببه نظر الباقين، و ربما طاف بعضهنّ بكشف شئ من اعضائهنّ لاسيما من أيديهنّ و أرجلهنّ، و قد تقع مماستهنّ فتنقض الطّهارة عند الشّافعية و تنعدم صحة طوافهنّ وطواف من مسهنّ (۱۶۶)

یعنی، مُنکراتِ فاحشہ میں سے ہے جو اَب عورتیں مکہ معظّمہ میں کرتی ہیں اس مبارک خطے میں مردوں کے ساتھ اختلاط اور اس حال میں مختلف قسم

۱۶۶۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة، فصل في مسائل شتى، ص ۱۸۷

کی زینتوں سے مُزیّن ہو کر اُن کے مردوں کے ساتھ بھیڑ اور اُن کا ایسی خوشبوئیں استعمال کرنا کہ جن کی خوشبو اٹھتی ہو پس وہ اس سے پرہیز گار طواف کرنے والوں پر تشویش کا سبب بنتی ہیں، اور باقیوں کی نظریں اپنی طرف متوجہ کراتی ہیں، بسا اوقات بعض اعضاء کے ننگے ہونے کے ساتھ طواف کرتی ہیں خاص طور پر ان کی کلائیاں اور پاؤں اور کبھی ننگے ہاتھ پاؤں دوسروں سے مَس ہوتے ہیں کہ جس سے شافعی حضرات کے ہاں وضو ٹوٹ جاتا ہے، ان کا اپنا طواف اور جسے وہ لگیں سب کے طواف کا صحیح ہونا مُنعدم ہو جاتا ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ اپنے دَور میں دورانِ سعی عورتوں کی بے باکی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بعض عورتوں کو میں نے دیکھا کہ بے باکی سے سعی کرتی ہیں کہ ان کا کلائیاں اور گلا کھلا رہتا ہے اور یہ خیال نہیں کہ مکہ معظّمہ میں معصیت کرنا نہایت سخت بات ہے کہ یہاں جس طرح ایک نیکی لاکھ کے برابر ہے یوہیں ایک گناہ لاکھ گناہ کے برابر بلکہ یہاں تو یہاں کعبہ معظّمہ کے سامنے بھی وہ اسی حالت سے رہتی ہیں بلکہ اسی حالت میں طواف کرتے دیکھا حالانکہ طواف میں ستر کا چُھپانا علاوہ اس فرض دائمی کے واجب بھی ہے تو ایک فرض دوسرے واجب کے ترک سے دو گناہ کئے وہ بھی کہاں بیت اللہ کے سامنے اور خاص طواف کی حالت میں، بلکہ بعض عورتیں طواف کرنے میں خصوصاً حجر اسود کو بوسہ دینے میں مردوں میں گھس جاتی ہیں اور اُن کا بدن مردوں کے بدن سے مَس کرتا رہتا ہے مگر ان کو اس کی کچھ پرواہ نہیں حالانکہ طواف یا بوسہ حجر اسود ثواب کے لئے کیا جاتا ہے مگر وہ عورتیں ثواب کے بدلے گناہ مول لیتی ہیں، لہٰذا اِن اُمور

کی طرف حجاج کوخصوصیت کے ساتھ توجہ کرنی چاہئے اوران کے ساتھ
عورتیں ہوں انہیں بتا کیدایسی حرکات سے منع کرنا چاہئے۔(۱٦۷)

مُلّا علی قاری اورصدرالشریعہ علیہما الرحمہ نے اپنے اپنے دَور کی بات کی، جن عورتوں کو انہوں نے دیکھا وہ بے باکی، بے پردگی، بے حیائی، بے حسی، نافرمانی میں آج کی عورت سے ہزار ہا درجے مذکورہ اُمور میں کم تھیں، وہ اُس دَور کی بات کرتے ہیں جب چادر، چاردیواری کا تصوّر موجود تھا آج یہ تصوّر مٹ چکا ہے۔اُس دَور میں عورتوں کی اکثریت باپردہ تھی آج اکثر مردوں کی عقل باپردہ ہے، اُس دَور میں بے پردگی و بے حیائی عیب سمجھی جاتی تھی اور آج پردہ و حیاء عیب تصوّر کئے جانے لگے ہیں الامان والحفیظ اس وقت مرد حاکم تھے اب ان کی اکثریت محکوم، لہٰذا اس وقت کا مرد غیرت مند تھا آج غیرت اقل قلیل ہوتی جارہی ہے، اس وقت بے حیائی وفحاشی کوفروغ دینے کے لئے پرنٹ والیکٹرانک میڈیا موجود نہ تھا، آج ملکی وغیر ملکی میڈیا ان کے فروغ میں دن رات کوشاں ہے، اس دَور میں عورت اپنے شوہر کی فرمانبردار تھی آج اکثریت نافرمان، اس دَور میں شوہر کی فرمانبرداری عورت کا فخر تھی، آج نافرمانی باعثِ افتخار، وغیر ذالک

تو اتنے بڑے فرق اور اتنی عظیم تبدیلی کے بعد یہ اندازہ لگانا کہ آج کیا حالت ہوگی یہ کوئی مشکل امر نہیں ہے، جب گناہ ثواب سمجھ کر، نافرمانی طاعت سمجھ کر کئے جانے لگیں تو بات ہی ختم ہوجاتی ہے۔

مردوں کی ذمہ داری

جوعورتیں ممنوعاتِ شرعیہ کا دیدہ دانستہ ارتکاب کرتی ہیں اُن کے وارث یا شوہر اگر انہیں اس سے منع نہیں کرتے یا اس پر راضی ہیں تو وہ بھی اُن کی طرح سخت گنہگار ہوں گے کیونکہ اُن کی عورتیں اُن کی رعیت ہیں اور قیامت میں ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا اور پھر گناہ پر رضا بھی گناہ ہے۔لہٰذا مردوں پر فرض ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو گناہ سے روکیں ورنہ بھی ان عورتوں کی طرح آخرت میں عذاب خداوندی میں گرفتار ہوں گے۔

۱٦۷۔ بہارشریعت، حصہ ششم، صفاومروہ کی سعی، ص۴۷۳۔۴۷۴

اللہ تعالیٰ ہمارے مردوں اورعورتوں کوہدایت عطافرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ١٦ ذی الحجة ١٤٢٨ھ، ٢٥ دیسمبر ٢٠٠٧ م (New 31-F)

سعی کے چکروں میں تفریق کا حکم

استفتاء: کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں اور میری بیوی عمرہ ادا کررہے تھے ہم نے طواف کرلیا سعی شروع کی سخت بھیڑ کی وجہ سے ہم نے صرف تین چکر بمشکل کئے اوراسے پورا کرنا ہمارے بس میں نہ رہا لہٰذا ہم دونوں باہر نکل گئے دوسرے دن آکر ہم نے باقی کے چار چکر سعی کی اور حلق وتقصیر کروایا۔تو اس صورت میں ہم پر کوئی دَم وغیرہ تو لازم نہیں ہوا؟

(السائل: ایک حاجی از لبیک ٹورز، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: سعی کے چکروں کا تسلسل قائم رکھنا مسنون ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی سعی کی سنّتوں کے بیان میں لکھتے ہیں:

و الموالاة بين أشواطه (١٦٨)

یعنی، سعی کے چکروں کے مابین موالات مسنون ہے۔

جب کہ انہی کی دوسری کتاب میں ہے کہ مستحب ہے جیسا کہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ ذکر کرتے ہیں:

هذا مخالف بظاهر لما قاله في "الكبير" (١٦٩): و الموالات ليست بشرط بل هي مستحبة، فلو فرق السعي تفريقاً كثيراً

۱٦۸۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب السعی بین الصفا و المروة، فصل فی سُنَنه، ص۱۹۷

۱٦۹۔ مجامع المناسك، باب السعی بین الصفا و المروة، فصل فی شرائط صحة السعی، ص۱۳۹۔

۱۴۰، فی الطبعة المحمودية و مطبوعة باقستانستان، ص۲۰۸

كأن سعى كل يوم شوطاً أو أقل لم يبطل سعيه، و يستحب أن يستأنف يعنى إن فعله بغير عذر، ثم الظاهر أن الموالاة بين أجزاء شوط السعى أيضاً مستحبة (۱۷۰)

یعنی، یہ بظاہر اس کے مخالف ہے جو (مصنفِ لُباب علامہ رحمت اللہ سندھی نے) ''کبیر'' میں فرمایا (علامہ رحمت اللہ سندھی نے مناسک میں تین کتابیں تحریر فرمائیں ان میں سے ایک ''منسک صغیر'' ہے دوسری وہ جس کی شرح مُلّا علی قاری اور دیگر علماءِ احناف نے فرمائی اور تیسری ''کبیر'' ہے جس کے قسطنطنیہ (۱۲۸۹ھ) اور افغانستان میں چھپے ہوئے دو نسخے ہماری لائبریری میں موجود ہیں چنانچہ کبیر میں فرمایا) سعی کے چکروں میں تسلسل شرط نہیں بلکہ مستحب ہے، پس اگر سعی کے چکروں میں تفریق کثیر کی جیسے ہر روز ایک چکر سعی کی یا ہر روز ایک چکر سے کم سعی کی (اور اس طرح سعی کے سات چکر مکمل کئے تو) اس کی سعی باطل نہ ہوگی اور (ایسی صورت میں) مستحب ہے کہ اگر بلا عذر ایسا کیا تو سعی از سرِ نو کرے، پھر ظاہر ہے کہ سعی کے ایک چکر کے اجزاء میں بھی تسلسل مستحب ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

دویم موالاۃ میان اشواطِ سعی و میان اجزاء اشواط آن، پس اگر تفریق کرد سعی را چنانکہ سعی کرد ہر روزے یک شوط یا کمتر ازان باطل نگردد سعی، و مستحب باشد استیناف سعی اگر بغیر عذر کردہ باشد (۱۷۱)

یعنی، سعی کی دوسری سنّت سعی کے چکروں میں موالات اور اس کے چکروں میں سے ہر چکر کے اجزاء میں موالات (یعنی ان میں تسلسل)

۱۷۰۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسط، باب السعی بین الصفا و المروة، فصل فی سُننه ص ۱۹۷۔۱۹۸

۱۷۱۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب چہارم در بیان سعی بین الصفا و المروة، فصل اول، اما سُنن السعی، ص ۱۵۹

ہے پس اگر سعی میں تفریق کی جیسے ہر روز ایک چکر یا اس سے کم کیا تو سعی باطل نہ ہوگی اور مستحب ہے کہ اگر ایسا بغیر کسی عذر کیا ہو تو سعی از سرِ نو کرے۔

علامہ رحمت اللہ سندھی نے ''کبیر'' میں موالات بین السعی کو مستحب لکھا ہے اس کے بارے میں مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

و مع هذا فی إعادة السّعی المؤدّی بترك الاستحباب محل نظر إذا السعی لیس عبادة مستقلّة، و كذا لم یعد تكراره طاعة بخلاف الصّلاة و الطّواف و نحوهما (۱۷۲)

یعنی، اس کے باوجود اس سعی کا اعادہ جو ترکِ استحباب کے ساتھ ادا کی گئی محلِ نظر ہے، کیونکہ سعی عبادتِ مستقلّہ نہیں ہے اسی وجہ سے اس کا تکرار طاعت نہیں برخلاف نماز و طواف وغیرہما کے۔

لہٰذا صحیح یہی ہے کہ سعی کے چکروں اور ہر چکر کے اجزاء میں تسلسل سنّت ہے جیسا کہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی نے ''لُباب المناسک'' میں اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نے ''حیاۃ القلوب'' میں لکھا ہے۔

اور صورتِ مسئولہ میں سعی درست ہوگئی اور کوئی جزاء بھی لازم نہیں ہے ہاں اگر سعی کے چکروں میں تفریق بلا عذر واقع ہوئی تھی تو مستحب تھا کہ اُس کا اعادہ کرتے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ٤ ذوالحجة ١٤٢٨ھ، ١٣ دیسمبر ٢٠٠٧ م (New 13-F)

قارن اگر عمرہ کی سعی نہ کر سکے تو اس کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم میاں بیوی نے کراچی سے قران کا احرام باندھا اور آٹھ ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچے جب کہ حاجی منیٰ روانہ

۱۷۲۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب السعی، فصل فی سُنّته ص ۱۹۸

ہو چکے تھے ہم نے صرف عمرہ کا طواف کیا اور سعی کئے بغیر منیٰ روانہ ہو گئے ہم نے طوافِ قُدوم بھی نہ کیا اس طرح نو تاریخ کو وقوفِ عرفات کیا اور دس کو مزدلفہ سے منیٰ آئے رمی کے بعد قربانی کی اور حلق و تقصیر کے ذریعے احرام سے فارغ ہو گئے پھر طوافِ زیارت کیا اور حج کی سعی کی۔اس صورت میں ہمارا حج قران واقع ہوا یا نہیں اور عمرہ کی سعی نہ کرنے پر ہم پر کیا لازم ہوگا؟ جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(السائل: محمد ابراہیم، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں قران باطل نہ ہوا کیونکہ صحتِ قران کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ وقوفِ عرفات سے قبل عمرہ کا کُل یا اکثر طواف کر لے اور وہ انہوں نے کر لیا چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ بن قاضی ابراہیم سندھی حنفی لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا:

الثالثُ: أنْ يطوفَ العمرة كلَّهُ أو أكثرَهُ قبل الوقوف بعرفةَ(۱۷۳)

یعنی، صحتِ قران کی تیسری شرط یہ ہے کہ قارن وقوفِ عرفہ کے وقت (یعنی نو تاریخ کو زوال کے وقت) میں وقوف کرنے سے قبل عمرہ کا مکمل یا اکثر (یعنی کم از کم چار چکر) طواف کر لے۔

اس لئے وہ قارن ہی رہے چنانچہ مسئولہ صورت کے بارے میں مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فبقي قارناً (۱۷٤)

یعنی، پس وہ قارن باقی رہا۔

۱۷۳۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب القران، فصل فی شرائط صحة القران، ص ۲۸٥

أيضاً مجامع المناسك، باب القران، فصل فی شرائط صحة القران، ص ۲۰٥، مطبوعة: المطبعة المحمودية بالقسطنطنية ۱۲۸۹ھ، ص ۳۰۷، مطبوعة: افغانستان

أيضاً رد المحتار على الدر المختار، المجلد (۳)، كتاب (٥) الحج، باب (۱) القران، ص ٦۳۳

۱۷٤۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، ص ۲۸٥

اور اسی صورت کے بارے میں علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لو طاف لها لُربعة أشواط لم يصر رافضاً بالوقوف لأنه أتى بالأكثر و بقي قارناً (۱۷٥)

اور علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

قلو أتى .....لم تَبطُلْ ملخصاً (۱۷٦)

یعنی، پس اگر وہ (وقوفِ عرفہ سے قبل صرف طواف پورا یا اکثر چکر کر لیتا ہے تو) قران باطل نہیں ہوتا۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ عمرہ کے بقیہ افعال جیسے طوافِ عمرہ کے کم چکر اور سعی کب ادا کرے تو فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ انہیں دس ذوالحجہ کو پورا کر لے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی طوافِ عمرہ کے کم چکروں کے بارے میں لکھتے ہیں:

و عليه أن يتمّ بقية الطّواف يوم النّحر (۱۷۷)

یعنی، اُن کو یومِ نحر (یعنی دس ذوالحجہ) میں پورا کرے۔

اور یہ بات کہ دس ذوالحجہ کو پہلے عمرہ کے باقی افعال ادا کرے یا طوافِ زیارت کرے تو وہ پہلے افعالِ عمرہ مکمل کرے اس لئے کہ وہ ذمّے ہیں پہلے واجب ہو چکے ہیں چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی (۱۷۸) طوافِ عمرہ کے رہے ہوئے کم پھیروں کے بارے میں لکھتے ہیں اور ان سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی (۱۷۹) متوفی ۱۲۵۲ھ نے نقل کیا:

و أتمّ الباقي قبل طواف الزّيارة

یعنی، اور باقی کو طوافِ زیارت سے قبل پورا کر لے۔

۱۷٥۔ مجامع المناسك و نفع النّاسك، ص ۲۰٥، المحمودية ص ۳۰۸

۱۷٦۔ الدر المختار: ۳/ ٦۳۹

۱۷۷۔ مجامع المناسك، ص فی نسخة أخرى، ص ۳۰۸

۱۷۸۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، ص ۲۸٥

۱۷۹۔ ردّ المحتار على الدّرّ المختار، كتاب الحج، باب القران، تحت قوله و يتمُّهَا يومَ النّحر، ۳/ ٦۳۹

اس حکم کی وجہ بیان کرتے ہوئے شارح مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

لاستحقاقها فی الذّمة قبله

یعنی، کیونکہ طوافِ عمرہ کے باقی پھیرے ذمے میں طوافِ زیارت قبل واجب ہو چکے۔

اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ طوافِ زیارت فرض ہے اور طوافِ عمرہ کے باقی کم پھیرے واجب چنانچہ لکھتے ہیں:

و لو كان الباقی من الأشواط واجباً، وهو دون الأقوی من طواف ركن الحجّ (۱۸۰)

یعنی، اگرچہ طوافِ عمرہ کے باقی کم چکر واجب ہیں اور وہ حج کے رُکن طوافِ زیارت جو کہ قوی تر ہے سے درجے میں کم ہے۔

اب نتیجہ یہ نکلا کہ انہیں وقوفِ عرفہ کے بعد باقی رہے ہوئے افعال عمرہ کو پورا کرنا تھا یعنی رمی، قربانی اور طواف زیارت سے بھی قبل اسی لئے علامہ حصکفی نے لکھا کہ اُسے یومِ نحر میں پورا کرے اور علامہ شامی نے لکھا کہ طوافِ زیارت سے بھی قبل ادا کرے، علّت یہ بیان کی کہ وہ ذمے میں پہلے واجب ہوئے ہیں اور مذکور صورت میں عمرہ کے افعال میں سے صرف سعی باقی تھی اُسے یومِ نحر (دس تاریخ) کے تمام افعال سے پہلے ادا کرنا تھا کہ ان کا استحقاق پہلے ہے، وقوفِ مزدلفہ کو شمار اس لئے نہ کیا گیا وہ وقوفِ عرفہ کے آخری وقت یعنی دس ذوالحجہ کی طلوعِ فجر کے ساتھ متصل ہے اور اس کا وقت بھی مختصر ہے جو جلد فوت ہو جاتا ہے اور اسی واجب کی ادائیگی میں بقیہ افعالِ عمرہ کی ادائیگی میں تاخیر بھی نہیں ہوتی کہ طلوعِ فجر کے بعد جو حاجی مزدلفہ سے گزر گیا تو بھی اس کا یہ واجب ادا ہو گیا۔ تو بقیہ افعالِ عمرہ کی ادائیگی کا صحیح وقت وقوفِ مزدلفہ کے بعد تھا اور اگر دسویں تاریخ کی رمی کے بعد رہے ہوئے عمرہ کے افعال ادا کرتا تو بھی کچھ لازم نہ آتا اسی طرح دمِ شکر کے جانور کو ذبح کرنے کے بعد ادا کرتا تو بھی کچھ لازم نہ ہوتا کہ حاجی اس وقت تک حالتِ احرام میں ہوتا ہے اور عمرہ کا طواف حالتِ احرام میں

۱۸۰۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب القران، فصل فی شرائط صحة القران، ص۲۸۵

ہی ادا ہوتا ہے اس حال میں وہ عمرہ کے رہے ہوئے کم چکر دیتا تو حالتِ احرام میں ہی دیتا، اسی طرح عمرہ کی سعی میں احرام کا ہونا واجب ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

سیوم بقاء احرام در وقت سعی عمرہ (۱۸۱)

یعنی، تیسرا واجب یہ ہے کہ عمرہ کی سعی کے وقت احرام باقی ہو۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ علامہ رحمت اللہ سندھی کی "لُباب المناسک" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عمرہ کی سعی میں احرام واجب ہے۔ (۱۸۲)

تو اس وقت یعنی قربانی کے بعد حلق سے قبل اگر سعی کر لیتے تو حالتِ احرام میں ہی کرتے مگر وہ انہوں نے نہ کی بلکہ حلق وقصر کے ذریعے احرام کھول دیا، سعی تو اب بھی کرنی ہے کہ ادا ہو جائے گی اس لئے کہ عمرہ کی سعی میں احرام کا باقی ہونا صحتِ سعی عمرہ کی شرط نہیں ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

و اگر سعی عمرہ باشد پس بقاء احرام در حال شرط نیست و لیکن واجب است (۱۸۳)

یعنی، اگر سعی عمرہ کی ہو تو اس حال میں بقاءِ احرام شرط نہیں لیکن واجب ہے۔

اور اس صورت میں اِن سے ایک واجب ترک ہو گیا وہ یہ کہ اسی احرام میں وہ عمرہ کی سعی ادا کرتے اس لئے اب حلق کے بعد سعی بھی کریں گے اور ترکِ واجب کا دم بھی دیں گے، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

يتفرّع عليه أنه لو طاف ثم حلق، ثم سعی صح سعيه، و عليه دم لتحلّله قبل وقته و سبقه علی واجبه (۱۸۴)

۱۸۱۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب چہارم، فصل اوّل، ص۱۵۸

۱۸۲۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، صفا و مروہ کی سعی، ص۴۷۳

۱۸۳۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب چہارم، فصل اوّل، ص۱۵۸

۱۸۴۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب السعی، فصل فی شرائط صحة السعی، ص۱۹۳

یعنی، اس پر یہ متفرع ہوتا ہے کہ اگر اس نے طوافِ عمرہ کیا پھر (سعی عمرہ سے قبل) حلق کیا، پھر سعی کی تو اس کی سعی صحیح ہوگئی (کہ بقاء احرام صحتِ سعی کی شرط نہیں) اور اس پر دَم لازم ہوگا کہ اس نے احرام کھولنے کا وقت آنے سے قبل احرام کھول دیا اور ایک واجب (یعنی احرام کو باقی رکھتے ہوئے عمرہ کی سعی کرنا کہ یہ واجب ہے تو انہوں نے اس واجب) کی ادائیگی پر (حلق کے ذریعے) احرام کھولنے کو مقدم کرلیا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

تا آنکہ حلق کرد بعد از طواف عمرہ، بعد ازاں سعی کرد لازم آید بروے دم(۱۸۵)

یعنی، یہاں تک کہ اگر طوافِ عمرہ کے بعد حلق کرلیا اس کے بعد سعی کی تو اس پر دَم لازم آئے گا۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں:

اگر طواف کے بعد سر مونڈوالیا پھر سعی کی تو سعی ہوگئی مگر چونکہ واجب ترک ہوا لہٰذا دم واجب ہے۔(۱۸۶)

''بہارِ شریعت'' میں مسئلہ علامہ رحمت اللہ کی ''لُباب'' کے حوالے سے مذکور ہے لیکن یہ اس مقام پر ''لُباب'' میں نہیں بلکہ ''شرح اللُّباب للقاری'' میں ہے، شاید حوالہ نقل کرنے میں کاتب سے سہو واقع ہوگیا ہو۔

اور جو ایک سعی وہ کر چکے وہ عمرہ کی سعی ہوگی کہ وہ ذمے میں پہلے واجب ہو چکی تھی، ظاہر ہے کہ وہ بھی حلق کے بعد کی گئی ہے اس لئے سقوطِ دم کو مفید نہ ہوئی اور اب ان پر ایک سعی باقی ہے وہ وہ حج کی سعی وہ جب بھی ادا کریں گے ادا ہو جائے گی اور طوافِ قدوم جو قارن کے لئے مسنون ہے اور اس کے ترک پر اساءت لازم آتی ہے وہ ان سے ترک ہوا جس کی وجہ سے

۱۸۵۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب چہارم فصل اول، ۱۵۸

۱۸۶۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، صفا و مروہ کی سعی، ص ۴۷۳

کوئی کفارہ لازم نہ ہوگا، اب صرف ایک سعی کریں گے اور ترکِ واجب کی وجہ سے ایک دم اور سچی توبہ اُن پر لازم ہوگی کہ ترکِ واجب گناہ ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۱۵ ذی الحجة ۱٤۲۸ھ، ۲٤ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 30-F)

آبِ زمزم کس نیت سے پیا جائے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آبِ زم زم پیتے وقت کیا دعا مانگنی چاہئے اور آب زم زم کس نیت سے پیا چاہئے؟

(السائل: ریحان بن ابوبکر)

باسمه تعالی وتقدس الجواب: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے آبِ زم زم کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"إِنَّهَا مُبَارَكَةٌ وَ إِنَّهَا طَعَامُ طُعْمٍ وَ شِفَاءُ سُقْمٍ" رواه مسلم فی فضائل الصحابة فی رضی الله تعالیٰ عنهم

یعنی، ''یہ (آب زم زم) برکت والا ہے اور یہ بھوکے کے لئے کھانا اور بیمار کے لئے شفا ہے''۔ اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی ''صحیح'' کے فضائل الصحابۃ میں روایت کیا ہے۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ" أخرجه أحمد فی "المسند" (۳۵۷/۳) و ابن ماجة فی المناسك فی باب الشرب من زمزم

یعنی، ''آب زم زم اس مقصد کے لئے ہے جس مقصد کے لئے پیا گیا''۔ اس حدیث کو امام احمد نے ''المسند'' میں اور امام ابن ماجہ نے ''سنن ابن ماجہ'' کے مناسك میں روایت کیا ہے۔

مندرجہ بالا سطور میں مذکور احادیث سے واضح ہے کہ آبِ زم زم جس مقصد کے لئے پیا جائے وہ مقصد حاصل ہوتا ہے کھانا سمجھ کر پیا جائے تو بھوک مٹائے گا، امراض کے علاج سمجھ کر پیا جائے تو شفاء حاصل ہوگی۔

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگر پیاس بجھانے کے لئے پیا جائے تو پیاس بجھائے اگر بیماری سے شفاء کے لئے پیئے تو شفا حاصل ہو۔(۱۸۷)

اور امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

و قد شرب جماعة من العلماء ماء زمزم لمطلب لهم جليلة فنالوها (۱۸۸)

یعنی، علماء کرام کی ایک بڑی جماعت نے آبِ زم زم کو اپنے اہم مطالب اور بڑے مقاصد کی برآوری کے لئے پیا تو وہ مطالب و مقاصد انہیں حاصل ہوگئے۔

اور علامہ حسین بن محمد سعید عبدالغنی لکھتے ہیں، ہمارے شیخ قاضی القضاۃ عسقلانی شافعی فرماتے ہیں:

و لا يحصى كم شربه من الأئمة لأمور نالوه

یعنی، شمار نہیں کیا جا سکتا کہ کتنے ائمہ نے آبِ زم زم کئی اُمور کے حصول کے لئے پیا تو انہوں نے پالئے۔

اور لکھتے ہیں:

و عن جماعة من العلماء أنهم شربوه لمقاصد فحصلت (۱۸۹)

یعنی، علماء کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ انہوں نے کئی مقاصد کے

۱۸۷۔ حياة القلوب فی زيارة المحبوب، باب سيوم فصل سيوم ص۱۳۸

۱۸۸۔ شرح الإيضاح فی مناسك الحج، الباب الخامس فی المقام بمكة، الخ، ص۴۴۱

۱۸۹۔ إرشاد السارى باب المتفرقات، فصل و يستحب الإكثار من شرب ماء زمزم، ص۵۴۴

لئے آبِ زم زم پیا پس وہ مقاصد انہیں حاصل ہوگئے۔

اس لئے عام آدمی کو چاہئے کہ آبِ زم زم گناہوں کی بخشش اور امراض کی شفا کی غرض سے پیئے اور اگر کوئی خاص مرض ہو تو خصوصی طور پر اس کی نیت کرے، کسی بُری عادت میں مبتلا ہے تو اس کو چھوڑنے کی نیت کرے، قرآن کریم یاد نہیں ہوتا یا رہتا تو اس کی نیت کرے، کند ذہن ہے یا کم فہم ہے تو ان سے نجات کی نیت کرے، علم دین کے حصول کی نیت کرے، اور زبان سے کہنا ضروری نہیں جس ارادے سے پیئے گا حاصل ہوگا اگرچہ زبان سے کہنا افضل ہے، چنانچہ امام نووی شافعی لکھتے ہیں:

فيستحب لمن أراد الشرب للمغفرة أو الشّفاء من مرض و نحوه أن يستقبل القبلة ثم يذكر اسم الله تعالىٰ ثم يقول: أَللّٰهُمَّ إِنَّهُ بَلَغَنِيْ أَنَّ رَسُوْلَكَ ﷺ قَالَ: مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ أَللّٰهُمَّ وَ إِنِّيْ أَشْرَبُهُ لِتَغْفِرَلِيْ، أَللّٰهُمَّ فَاغْفِرْلِيْ أَوْ أَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَشْرَبُهُ مُسْتَشْفِيًا بِهٖ مِنْ مَرَضِيْ أَللّٰهُمَّ فَاشْفِنِيْ و نحو هذا (۱۹۰)

یعنی، پس اس شخص کے لئے مستحب ہے جو مغفرت یا مرض وغیرہ سے شفاء کے لئے آبِ زم زم پینا چاہتا ہے کہ قبلہ رُو ہو کر پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے پھر کہے: ''اے اللہ مجھے یہ حدیث پہنچی کہ تیرے رسول ﷺ نے فرمایا: آبِ زم زم اس غرض کے لئے ہے کہ جس کے لئے اسے پیا جائے، اے اللہ! میں اسے پیتا ہوں تا کہ تو مجھے بخش دے یا اے اللہ! میں اسے پیتا ہوں اس کے ذریعے اپنے مرض سے شفاء چاہتے ہوئے، اے اللہ! پس تو مجھے شفا عطا فرما دے'' اور مثل اس کے (دیگر اغراض کے لئے دیگر کلمات سے دُعا کرے)۔

اور لکھتے ہیں:

وَ يَسْحَبُّ أن يتنفّس ثلاثاً وَّ يَتَضلّع منه أى يمتلى فإذا فرغ

۱۹۰۔ شرح الإيضاح فی المناسك النّووى، ص۴۲۱

Ishaate Islam

حمد الله تعالیٰ (۱۹۱)

یعنی، مستحب ہے کہ تین سانس میں پیئے اور پیٹ بھر کر پیئے پس جب فارغ ہوتو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے۔

علامہ حسن بن محمد سعید عبدالغنی مکی حنفی لکھتے ہیں:

و کان ابن عباس رضی الله عنهما إذا شرب ماءزمزم قال: أَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَ رِزْقًا وَاسِعاً وَ شِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ (۱۹۲)

یعنی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب آب زم زم پیتے تو کہتے: اے اللہ! میں تجھ سے نافع علم، وسیع رزق اور ہر مرض سے شفاء کا سوال کرتا ہوں۔

اور لکھتے ہیں:

و فی فوائد أبی بکر بن المقرئ من طریق سوید بن سعید المذکور قال: رأیت ابن المبارك دخل زمزم فقال: أللهم إن ابن المؤمل حدّثنی عن ابن الزبیر عن جابر رضی الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: "مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ" فَإِنِّیْ أَشْرَبُهُ لِعَطْشِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ (۱۹۳)

یعنی، فوائد ابی بکر بن المقری میں سوید بن سعید مذکور کے طریق سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن المبارک کو دیکھا کہ وہ زمزم (کے کنوئیں میں) داخل ہوئے، پس کہا اے اللہ! بے شک ابن المؤمل نے مجھے حدیث بیان کی، ابن الزبیر سے، انہوں نے روایت کی حضرت

۱۹۱۔ شرح الإیضاح فی المناسك للنووی، الباب الخامس فی المقام بمكة الخ، ص ٤٤١

۱۹۲۔ إرشاد السّاری إلی مناسك الملّا علی القاری، باب المتفرّقات، فصل ویستحب الإكثار من شرب ماءزمزم، ص ٥٤٣

۱۹۳۔ إرشاد الساری إلی مناسك الملّا علی القاری، ص ٥٤٤

جابر رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آبِ زم زم اس کا فائدہ دیتا ہے کہ جس کے لئے پیا جائے" پس میں اسے قیامت کے اپنی پیاس بجھانے کے لئے پیتا ہوں۔

اور لکھتے ہیں:

و عن الشافعی رحمة الله علیه أنه شربه للرمی، فكان یصیب فی عشرة تسعة، و شربه الحاكم لحسن التصنیف و لغیر ذلك فكان أحسن أهل عصره تصنیفاً و قال شیخنا قاضی القضاة شهاب الدین العسقلانی الشافعی: و أنا شربته فی بدایة طلب الحدیث أن یرزقنی الله حالة الذهبی فی حفظ الحدیث، ثم حججت بعد مدة تقرب من عشرین سنة، و أنا أجد من نفسی المزیة علی تلك الرتبة، فسألت رتبة أعلی منها و أرجو الله أن أنال ذلك منه اهـ (۱۹٤)

یعنی، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے تیر اندازی کے لئے زم زم پیا تو اُن کے دس میں سے نو نشانے اپنے ٹھکانے پر لگے، اور امام حاکم نے حُسن تصنیف کے لئے پیا تو وہ اہل زمانہ میں سب سے اچھے مصنف ہو گئے اور ہمارے شیخ قاضی القضاۃ شہاب الدین عسقلانی نے فرمایا کہ میں نے طلبِ حدیث کی ابتداء میں اس نیت سے پیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے حفظِ حدیث میں امام ذہبی کی حالت عطا کر دے پھر میں نے تقریباً اس کے بعد دس سال بعد حج کیا اور میں اپنے آپ میں اس رتبے پر زیادتی پاتا ہوں پس میں اس سے اعلیٰ مرتبے کا سوال کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں امید رکھتا ہوں کہ میں اس کو پالوں گا۔

۱۹٤۔ إرشاد السری إلی مناسك الملّا علی قاری، ص ٥٤٤

Ishaat

اور لکھتے ہیں:

و العبد الضعيف يرجوا الله سبحانه شربه للإستقامة و الوفاة على حقيقة الإسلام معها اھ من "فتح القدير" (۱۹۵)

یعنی، اور بندہ ضعیف اللہ تعالیٰ سے آبِ زم زم کے پینے میں اُمید رکھتا ہے، استقامت اور اس کے ساتھ حقیقتِ اسلام پر وفات کی اھ۔ فتح القدیر

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ذی الحجة ۱٤۲۸ھ، ۲۹دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 35-F)

سعی، وقوفِ عرفہ اور رمی وحلق میں نیت کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طواف میں نیت شرط ہے بغیر نیت کے طواف نہیں ہوتا، کیا سعی، وقوفِ عرفہ، شیطان کو کنکریاں مارنے اور حلق میں بھی نیت شرط ہے یا نہیں؟

(السائل:)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: طواف میں نیت صحتِ طواف کی شرط ہے یعنی طواف میں نیت فرض ہے چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳٦۷ھ لکھتے ہیں:

طواف میں نیت فرض ہے بغیر نیت طواف نہیں مگر یہ شرط نہیں کہ کسی معین طواف کی نیت کرے بلکہ ہر طواف مطلق نیت سے ادا ہو جاتا ہے بلکہ جس طواف کو کسی وقت میں معین کر دیا گیا ہے اگر اس وقت کسی دوسرے طواف کی نیت سے کیا تو یہ دوسرا نہ ہوگا بلکہ وہ ہوگا جو معین ہے مثلاً عمرہ کا احرام باندھ کر آیا اور طواف کیا تو یہ عمرہ کا طواف ہے اگر چہ نیت میں یہ نہ ہو، یونہی حج کا احرام باندھ کر باہر والا آیا.....الخ (۱۹٦)

۱۹۵۔ إرشاد الساری إلی مناسك الملا علی القاری، باب المتفرقات، فصل: و یستحب الإكثار من شرب ماء زمزم، ص ٥٤٤

۱۹٦۔ بہار شریعت، حصہ ششم طواف کے مسائل، ص ۴٦۸

اور سعی، وقوفِ عرفہ، رمی جمار اور حلق میں نیت شرط نہیں، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

چنانکہ شرط نیست در سعی ہمچنیں شرط نیست نیت در وقوف و رمی جمار و حلق (۱۹۷)

یعنی، جیسا کہ سعی میں نیت شرط نہیں، اسی طرح وقوفِ عرفہ، رمی جمار اور حلق میں نیت شرط نہیں ہے۔

اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فلو مشى من الصفا إلى المروة هارباً أو بائعاً أو منتزهاً أو لم يدر أنه مسعى جاز سعيه، و هذا توسعة عظيمة كعدم شرط نيت الوقوف، و رمي الجمرات و الحلق (۱۹۸)

یعنی، پس اگر صفا سے مروہ تک چلا (کسی سے) بھاگتے ہوئے یا (کوئی چیز) بیچتے ہوئے، یا (کسی سے) بچتے ہوئے یا نہ جانا کہ یہ مسعی ہے تو (تمام صورتوں میں) اس کی سعی جائز ہوگئی، یہ عظیم گنجائش ہے جیسا کہ وقوف، رمی جمرات اور حلق میں نیت شرط نہیں۔

ہاں فقہاء کرام نے نیت کو مستحبات میں شمار کیا ہے اور بعض نے سنّت کہا جیسا کہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی نے نیت کے مستحبات میں شمار کیا اور اس کے تحت مُلّا علی قاری نے لکھا:

الأولى ذكرها في السُّنَن ليترتّب على فعله مثوبة كاملة الخ (۱۹۹)

یعنی، نیت کا ذکر سنّتوں میں کرنا اَولیٰ ہے تا کہ اس کے کرنے پر کامل ثواب مرتّب ہو۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۸ذی الحجة ۱٤۲۸ھ، ۱۷دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 20-F)

۱۹۷۔ حیلة القلوب فی زیلة المحبوب، باب چہارم در بیان سعی بین الصفا و المروة، فصل اوّل در بیان شرائطِ صحتِ سعی، ص ۱۵۹

۱۹۸۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب السعی بین الصفا و المروة، فصل فی مُستحبّاته ص ۱۹۸

۱۹۹۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب السعی بین الصفا و المروة، فصل فی مُستحباته ص ۱۹۸

حلق کے وقت خوشبو والے صابن یا شیمپو کا استعمال

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عمرہ یا حج کے وقت حلق کراتے وقت بالوں کو نرم کرنے کی غرض سے خوشبو والا شیمپو وغیرہ استعمال کر سکتا ہے یا نہیں اور اگر کر لے تو کیا حکم ہے؟

(السائل محمد سلیم بن احمد عبدالکریم، لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حلق سے قبل خوشبو دار شیمپو یا خوشبو دار صابن استعمال کرنا ممنوع ہے اگر چہ حلق کے لئے بالوں کو نرم کرنے کی غرض سے ہو اور اگر استعمال کر لیتا ہے تو فقہاء عظام نے لزومِ دَم کا حکم فرمایا ہے، قدیم زمانے میں جب خطمی جس میں ہلکی خوشبو ہوتی ہے بال وغیرہ دھونے کے لئے استعمال کی جاتی تھی تو فقہاء کرام نے لکھا کہ اگر کوئی شخص حلق سے قبل خطمی سے سر کو دھو لے تو اس پر دَم لازم ہوگا کیونکہ حلق سے قبل وہ احرام میں ہے اور حالتِ احرام میں خوشبو کا استعمال ممنوع ہے، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و فی "المحیط" أبیح له التحلّل فغسل رأسه بالخطمی و قلم أظفاره فعلیه دَم لأن الإحرام باقٍ فی حقّه لأنه لا یتحلّل إلا بالحلق (۲۰۰)

یعنی، ''محیط'' میں ہے اس کے لئے احرام سے نکلنا مباح ہو گیا تو اس نے اپنے سر کو خطمی کے ساتھ دھویا اور ناخن تراشے تو اس پر دَم لازم ہے کیونکہ اس کے حق میں اِحرام باقی ہے اس لئے کہ وہ حلق (یا تقصیر) سے ہی احرام سے نکلے گا۔

اور ''فتح القدیر'' (۲۰۱) سے نقل کرتے ہیں:

۲۰۰۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب مناسك منٰی، فصل فی الحلق و التقصیر، ص ۲۵۱

۲۰۱۔ فتح القدیر، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب الإحرام تحت قوله: و لما أن مایکون الخ، ص ۵۰٤

و لو غسل رأسه بالخطمی بعد الرّمی قبل الحلق یلزمه دَم علی قول أبی حنیفة علی الأصح، لأنه إحرامه باقٍ لا یزول إلا بالحلق و الحاصل أن قول أبی حنیفة هذا هو الأصح، بل قال الجصاص لا أعرف فیه خلافاً، و الصحیح أنه یلزمه الدّم لأن الحلق و التقصیر واجب فلا یقع التحلّل إلا بأحدهما، و لم یوجد فکان إحرامه باقیاً، فإذا غسل رأسه بالخطمی فقد أزال التّفث فی حال قیام الإحرام فیلزمه الدّم

و ممّا یؤیّده أن هذا الأختلاف فی الحاجّ لأن المعتمر لا یحلّ له قبل الحلق شیٔ الخ (۲۰۲)

یعنی، اگر رمی کے بعد حلق سے قبل اپنے سر کو خطمی سے دھویا تو امام اعظم ابو حنیفہ کے اصح قول کے مطابق اُسے دَم لازم ہو جائے گا، کیونکہ اس کا احرام باقی ہے جو صرف حلق سے زائل ہوگا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ کا یہ قول ہی اصح ہے، بلکہ امام ابو بکر جصّاص رازی حنفی نے فرمایا، میں اس مسئلہ میں کسی اختلاف کو نہیں جانتا، اور صحیح یہی ہے کہ اُسے دَم لازم ہوگا کیونکہ حلق اور تقصیر واجب ہے اور احرام سے تحلّل (یعنی باہر نکلنا) دونوں (یعنی حلق و تقصیر) میں سے ایک کے ساتھ ہی واقع ہوتا ہے اور وہ (یعنی تحلّل) پایا نہیں گیا تو اس کا احرام (ابھی) باقی ہے، پس جب اس نے خطمی سے اپنے سر کو دھویا تو اس نے احرام کی حالت میں میل کچیل کو دُور کیا، پس اس پر دَم لازم ہوگا (یاد رہے اگر وہ بغیر خوشبو کے کسی چیز سے سر کو دھو کر میل کچیل کو زائل کرتا تو صرف مکروہ تنزیہی ہوتا کہ جس پر دَم لازم نہ آتا کُتُبِ فقہ میں اسی طرح ہے)۔

۲۰۲۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب مناسك منیٰ، فصل فی الحلق و التقصیر، ص ۲۵۲

اور جس سے اس کی تائید ہوتی ہے وہ یہ کہ اختلاف حاجی میں ہے کیونکہ معتمر کو حلق (یا تقصیر) سے قبل کوئی چیز حلال نہیں (عبارت کا ترجمہ مکمل ہوا)۔

چنانچہ مفتی عبدالواحد (مصنف فتاویٰ یورپ) لکھتے ہیں:

حلق یا تقصیر کے وقت خوشبودار صابن سر پر لگانا جائز نہیں(۲۰۳)

خِطمی سے سر دھونے پر دَم کا حکم خطمی میں موجود خوشبو کی وجہ سے ہے ورنہ اگر ایسی خطمی سے سر دھویا ہو کہ جس میں خوشبو نہیں ہوتی تو لزوم دَم کا حکم نہیں لگایا جائے گا جیسے عراقی خطمی خوشبودار ہوتی ہے اور شامی خطمی بے خوشبو تو عراقی خطمی سر دھونے میں امام اعظم نے دَم کا حکم صادر فرمایا اور شامی خطمی سے سر دھونے میں امام ابو یوسف اور امام محمد نے دَم کا حکم نہیں لگایا چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن الھمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ نے امام اعظم اور صاحبین علیہم الرحمہ کے اس میں بظاہر اختلاف کو اس طرح بیان فرمایا:

قيل قول أبي حنيفة في خطمي العراقي و له رائحة، و قولهما في خطمي الشام و لا رائحة له فلا خلاف (۲۰٤)

یعنی، کہا گیا کہ امام ابوحنیفہ کا قول عراقی خطمی کے بارے میں ہے کہ جو خوشبودار ہوتی ہے اور صاحبین کا قول شامی خطمی کے بارے میں ہے کہ جو بے خوشبو ہوتی ہے، لہٰذا (امام اعظم اور صاحبین کے مابین اس مسئلہ میں) کوئی اختلاف نہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ خوشبودار خطمی یا سر یا جسم کے کسی اور حصے کو دھونے میں دَم لازم ہونے پر اتفاق ہے، اسی سے علماء کرام اس صورت میں دَم کا حکم بتاتے ہیں۔

اور خوشبو والے صابن یا شیمپو یا کسی اور خوشبودار چیز کا استعمال کہ اس سے سر، داڑھی وغیرھما کو دھوئے تو دَم لازم آتا ہے کیونکہ اس کا استعمال ممنوعاتِ احرام میں سے ہے یا یہ ان چیزوں میں سے ہے کہ جس کا استعمال حالتِ احرام میں حرام ہے جیسا کہ صدر الشریعہ محمد امجد

۲۰۳۔ حج کے مسائل مع زیارات حرمین، حلق وتقصیر کے مسائل، ص ۸۸

۲۰٤۔ فتح القدیر، المجلد (۳)، باب الجنایات، تحت قوله: هذا إذا استعمله ص ۲۵۔ ۲٦

علی متوفی ۱۳٦۷ھ لکھتے ہیں:

وہ باتیں جو احرام میں حرام ہیں (کئی اُمور ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں)

سر یا داڑھی کو خطمی یا کسی خوشبودار چیز سے دھونا الخ ملخصاً(۲۰۵)

اور مندرجہ بالا عبارت فقہاء سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حلق کے لئے بے خوشبو کے صابن یا شیمپو کے استعمال سے بھی بچا جائے کہ حالتِ احرام میں ہے اور صابن بے خوشبو وغیرہ میل کو دُور کرنے والی چیز ہے اور حالتِ احرام میں میل چھڑانا مکروہاتِ احرام سے ہے اگرچہ مکروہ تنزیہی ہے۔ اور اگر کر بھی لے تو میل چھڑانے کی نیت ہرگز نہ کرے بلکہ حلق کے لئے بالوں کو نرم کرنے کی نیت کرے، بہتر تو یہی ہے کہ بالوں کو نرم کرنے کی ضرورت نیم گرم پانی کے استعمال سے پوری کر لی جائے تاکہ کراہت تنزیہی کے ارتکاب سے بچ جائے کہ اس وقت صابن وغیرہ بے خوشبو کا استعمال حالتِ احرام میں استعمال کہلاتا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا تصریحات سے واضح ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الجمعة، ذى الحجة ۱٤۲۸ھ، ۱٤ ديسمبر ۲۰۰۷ م (New 16-F)

حلق میں سر کے کچھ بال رہ جانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے جو کہ متمتع ہے مسجد عائشہ جا کر عمرہ کا احرام باندھا اور آ کر عمرہ مکمل کیا پھر حلق کروایا بال چھوٹے اور سخت ہونے کی وجہ سے پورے سر کا حلق نہ کروا سکا کہ تین حصے سے زیادہ کا حلق ہو گیا اور چوتھائی سے کم کا رہ گیا اس طرح اس نے سلے ہوئے کپڑے پہن لئے، پوچھنا یہ ہے کہ اس کا حلق درست ہوا یا نہیں؟

(السائل: محمد ریحان بن ابوبکر، لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

۲۰۵۔ بہار شریعت، حصہ ششم، احرام کا بیان، ص ۴۵۷۔۴۵۸

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حلق یا تقصیر حج وعمرہ کے واجبات سے ہے اور پورے سر کا حلق مسنون ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی لکھتے ہیں:

و السنّة حلق جميع الرأس أو تقصير جميعه و إن اقتصر على الربع جاز مع الكراهة (٢٠٦)

یعنی، سنّتِ حلق پورا سر ہے یا پورے سر کی تقصیر ہے اور اگر چوتھائی سر پر اکتفاء کیا تو کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فإن السُّنّة حلقُ جميعِ الرّأسِ أو تقصيرُ جميعه كما في "شرح اللباب" (كما مرّ آنفاً) و "القهستاني" (٢٠٧)

یعنی، پس بے شک سنّت پورے سر کا حلق یا پورے سر کی تقصیر ہے جیسا کہ ''شرح اللباب'' اور ''قہستانی'' میں ہے۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و حلقُهُ الكُلَّ أفضلُ (٢٠٨)

اور اس کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں:

أي: هو مسنونٌ، هذا في حقِّ الرَّجُل (٢٠٩)

یعنی، کل سر کا حلق افضل ہے یعنی مسنون ہے اور یہ مرد کے حق میں ہے۔

اور لکھتے ہیں:

و أشار إلى أنّه لو اقتصرَ على حلق الرُّبع جازَ كما في التقصير، لكن مع الكراهة لتركِهِ السُّنّة (٢١٠)

٢٠٦۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاري)، باب مناسك منى، فصل في الحلق و التقصير، ص ٢٥٢

٢٠٧۔ جامع الرّموز، كتاب الحج، ١/٢٤٩

٢٠٨۔ الدّرّ المختار (مع رد المحتار)، ٣/٦١٢

٢٠٩۔ ردّ المحتار في الدّرّ المختار

٢١٠۔ رد المحتار على الدر المختار، المجلد (٣)، كتاب (٥) الحج، مطلب في رمي جمرة العقبة ص ٦١٢

یعنی، اور اس طرف اشارہ فرمایا کہ اگر چوتھائی سر کے حلق پر اکتفاء کیا تو جائز ہے لیکن ترکِ سنّت کی وجہ سے کراہت کے ساتھ (جائز ہے)۔

ثابت ہوا کہ پورے سر کا حلق سنّت ہے اور چوتھائی سر کا حلق واجب ہے اور اگر کسی نے چوتھائی سر کے حلق پر اکتفا کیا تو اس نے سنّت کو ترک کر دیا اور فقہاء کرام نے اسے مکروہات میں شمار کیا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں ہے اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ بن قاضی ابراہیم سندھی مکروہاتِ حج کے بیان میں لکھتے ہیں:

و الاقتصار على حلق الرُّبع عند التحلُّل

اور اس کے تحت مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

أي عند خروجه من إحرام الحجّ أو العمرة (٢١١)

یعنی، احرام سے تحلّل کے وقت چوتھائی سر منڈوانے پر اکتفاء کرنا مکروہ ہے یعنی حج وعمرہ کے احرام سے باہر نکلتے وقت۔

اور یہاں کراہت سنّت کے مقابلے میں ہے اس لئے کراہت تنزیہیہ ہوگی جس کے بلا عُذر اِرتکاب پر اسائت لازم آئے گی اور بلا عذر ترکِ سنّت محرومیوں کا سبب ہے اس لئے ترکِ سنّت سے اجتناب ضروری ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

حکم مکروہات آن است کہ ناقص شود ثواب عملی کہ واقع گردد دروی فعل مکروہ و لازم آید خوفِ عتاب در ترکِ سنّت مؤکدہ و خوف عذاب در ترکِ واجب و لازم نباشد چیزے از دم یا صدقہ در فعل امرے مکروہ مگر آنکہ لازم آید در روے ترکِ واجب آنگاہ جزاء لازم گردد (٢١٢)

یعنی، مکروہات کا حکم یہ ہے کہ جس عمل میں مکروہ فعل واقع ہو اس عمل کا ثواب ناقص ہو جاتا ہے، اور سنّت مؤکدہ کے ترک پر خوفِ عتاب

٢١١۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب فرائض الحج، فصل في مكروهاته ص ٨٥

٢١٢۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، مقدمة الرساله فصل سيوم، ص ٥٠

لازم آتا ہے اور ترکِ واجب پر خوفِ عذاب، اور کسی مکروہ کام کے
کرنے پر کوئی چیز دَم یا صدقہ لازم نہیں آتا مگر یہ کہ اس سے ترکِ
واجب لازم آتا ہو تو اس وقت جزاء (دَم یا صدقہ) لازم ہوگا۔
لہٰذا صورت مسئولہ میں حلق درست ہوگیا کہ اس پر کوئی جزاء لازم نہیں ہوئی۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۷ذی الحجة ۱٤۲۸ھ، ۱۵دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 17-F)

عورت کے بال تقصیر کے قابل نہ ہوں تو احرام سے کیسے نکلے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی خاتون کے بال اگر کسی مرض وغیرہ کی وجہ سے گر گئے ہوں اور نئے نکلنے والے بال اتنے چھوٹے ہوں کہ تقصیر کے قابل نہ ہوں تو احرام حج یا عمرہ سے باہر نکلنے کے لئے وہ کیا کرے گی؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: حلق یا تقصیر حج وعمرہ کے واجبات سے ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ واجبات حج کے بیان میں لکھتے ہیں:

حلق یا قصر رُبع رأس در وقت ارادۂ تحلّل از احرام (۲۱۳)

یعنی، احرام سے باہر نکلنے کے ارادے کے وقت سر کے چوتھے حصے کا حلق یا اس کی تقصیر (واجب ہے)۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: میں نے "فتح القدیر" (۲۱٤) میں دیکھا کہ فرمایا:

إن الحلق عند الشافعي غيرُ واجبٍ، وهو عندنا واجبٌ، لأن التحلُّلِ الواجب لا يكونُ إلّا به (۲۱۵)

۲۱۳۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، مقدمة الرسالة فصل سیوم در بیان فرائض و واجبات الخ، ص ٤۳
۲۱٤۔ فتح القدیر، باب الإحرام ۲/ ۳۸۸
۲۱۵۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، المجلد (۳)، کتاب (۵) الحج، مطلب فی فروض الحج و واجباته ص ۵۳۹

یعنی، حلق امام شافعی کے نزدیک واجب نہیں ہے اور وہ ہمارے نزدیک واجب ہے کیونکہ تحلُّل واجب (احرام سے باہر نکلنا جو کہ واجب ہے) اس کے سوا نہیں ہوتا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

شرط خروج از احرام حج وعمرہ حلق رُبع سر یا قصر رُبع اوست در وقتِ حلق (۲۱۶)

یعنی، احرام حج وعمرہ سے نکلنے کی شرط حلق کے وقت چوتھائی سر کے حلق یا چوتھائی سر کی تقصیر ہے۔

اور حلق مردوں کے لئے مسنون ہے جب کہ عورتوں کے لئے مکروہ ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ بن قاضی ابراہیم سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و الحلق مسنون للرجال (أی أفضل) و مكروه للنساء (۲۱۷)

یعنی، حلق مردوں کے لئے مسنون ہے (یعنی افضل ہے۔ مُلّا علی قاری) اور عورتوں کے لئے مکروہ ہے۔

اور تقصیر مردوں کے لئے مباح ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

وقصر مباح است برائے ایشان (۲۱۸)

یعنی، تقصیر مردوں کے لئے مباح ہے۔

اور عورتوں کے لئے صرف تقصیر ہے چنانچہ امام شمس الدین ابوبکر محمد سرخسی لکھتے ہیں:

و لا حلق عليها، إنما عليها التقصير، هكذا روى عن رسول الله ﷺ أنه نهى النساء عن الحلق و أمرهنّ بالتقصير عند الخروج من الإحرام (۲۱۹)

۲۱۶۔ حیاة القلوب، باب اول، فصل دہم در بیان کیفیت خروج از احرام ص ۱۰۲
۲۱۷۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب مناسك منٰی، فصل فی الحلق و التقصیر، ص ۲۵۳
۲۱۸۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب ہشتم، فصل ششم، ص ۲۰۶
۲۱۹۔ المبسوط للسرخسی، المجلد (۲)، الجزء (٤)، کتاب المناسك، باب القران، ص ۳۱

Ishaate Islam

یعنی، عورتوں پر حلق نہیں ہے اس پر صرف تقصیر ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے عورتوں کو حلق سے منع فرمایا اور انہیں احرام سے نکلنے کے وقت تقصیر کا حکم فرمایا۔

اور تقصیر عورتوں کے لئے واجب ہے کیونکہ حلق یا تقصیر خود حج وعمرہ کے واجبات میں سے ہیں، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

"و التقصير مباح لهن" و الظاهر أنه مستحب لهنّ لتقريره ﷺ فعل بعض الصحابة له و دعائه لهنّ "و مسنون" أی مؤكّد "بل واجب لهنّ" (۲۲۰)

یعنی، تقصیر عورتوں کے لئے مباح ہے اور (مُلّا علی قاری فرماتے ہیں) ظاہر ہے کہ وہ عورتوں کے لئے مستحب ہے کیونکہ آپ ﷺ نے بعض صحابہ کے عمل (تقصیر) کو ثابت رکھا اور عورتوں کے لئے دعا فرمائی اور مسنون ہے یعنی سنّت مؤکّدہ ہے، بلکہ واجب ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

قصر مسنون بلکہ واجب است برایشان (۲۲۱)

یعنی، تقصیر عورتوں کے لئے مسنون بلکہ واجب ہے۔

مندرجہ بالا عبارات میں تقصیر کو عورتوں کے لئے مُباح، مسنون اور واجب لکھا گیا ہے جب کہ حلق کو ان کے لئے مکروہ لکھا ہے اور مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ عورتوں کے حق میں تقصیر کے وجوب کی علّت کے بیان میں کراہت تحریمی کی تصریح کی گئی ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی علامہ رحمت اللہ سندھی کے قول "بل واجب لهنّ" کے تحت لکھتے ہیں:

لكراهة الحلق كراهة تحريم فی حقّهنّ إلا لضرورة (۲۲۲)

۲۲۰۔ لباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب مناسك منیٰ، فصل فی الحلق و التقصير، ص ۲۵۳

۲۲۱۔ حياة القلوب فی زيارة المحبوب، باب هشتم، فصل ششم، ص ۲۰۶

۲۲۲۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب مناسك منیٰ، فصل فی الحلق و التقصير، ص ۲۵۳

یعنی، مصنّف کا قول کہ تقصیر عورتوں کے لئے واجب ہے کیونکہ حلق عورتوں کے حق میں کراہت تحریمی کے ساتھ مکروہ ہے مگر یہ کہ کوئی شرعی ضرورت ہو۔

اور پھر فقہاء کرام نے حلق کو عورتوں کے لئے حرام بھی لکھا ہے اور وہاں حرام سے مراد حرام ظنّی ہے جس سے مراد مکروہ تحریمی ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

واماً زنان پس حلق حرام است برائے ایشان (۲۲۳)

یعنی، مگر عورتیں تو حلق اُن کے لئے حرام ہے۔

اور امام شمس الدین سرخسی نے عورتوں کے لئے حلق سے ممانعت کی روایت کا ذکر کرنے کے بعد لکھا:

و لأن الحلق فی حقّها مُثلةٌ، و المُثلة حرامٌ، و شعر الرأس زينة لها كاللحية للرّجل فكما لا يحلق الرّجل لحيته عند الخروج من الإحرام لا تحلق هی رأسها (۲۲۴)

یعنی، اور اس وجہ سے کہ حلق عورت کے حق میں مُثلہ ہے اور مُثلہ حرام ہے اور عورت کے سر کے بال اس کے لئے زینت ہیں جیسے داڑھی مرد کے لئے زینت ہے تو جس طرح مرد احرام سے نکلنے کے وقت ڈاڑھی نہیں منڈوائے گا اسی طرح عورت اپنے سر کے بال نہیں منڈوائے گی۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

و هذا فی حقّ الرّجل، و يكره للمرأة، لأنه مُثلةٌ فی حقّها كحلق الرّجل لحيتَه (۲۲۵)

۲۲۳۔ حياة القلوب فی زيارة المحبوب، باب هشتم در مناسك منیٰ، فصل ششم در مسائل حلق و قصر، ص ۲۰۶

۲۲۴۔ المبسوط: ۲/۴/۳۱

۲۲۵۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۳)، كتاب (۵) الحج، مطلب فی رمی جمرة العقبة، تحت قوله: حلقه أفضل، ص ۶۱۲

یعنی، حلق کا مسنون ہونا یہ مرد کے حق میں ہے اور حلق عورت کے لئے مکروہ (تحریمی) ہے کیونکہ حلق عورت کے حق میں مُثلہ (خلقت اللہ کو تبدیل کرنا) ہے جیسے مرد کا اپنی داڑھی کو مونڈنا۔

مندرجہ بالا عبارت میں عورت کے حلق کو مرد کی داڑھی منڈوانے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور مُلّا علی قاری داڑھی کے بارے میں لکھتے ہیں:

و فيه أنه ورد في السنّة إصلاح اللحية بما يزيد على القبضة فلا يكون أحدهما مُثلةً بل حلقها مُثلةٌ

یعنی، سنّت میں وارد ہے داڑھی جو ایک مشت سے زائد ہو تو اس کا لینا مُثلہ نہیں بلکہ داڑھی کا مونڈنا مُثلہ ہے۔

چند سطریں آگے لکھتے ہیں:

و لأن حلق اللّحية من باب المُثلة ولأن ذلك تشبيه بالنّصارىٰ (٢٢٦)

یعنی، کیونکہ داڑھی منڈوانا مُثلہ کے باب سے ہے، اور اس لئے کہ (اس میں) نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہے۔

اور شرع نے داڑھی منڈوانے کو مُثلہ قرار دیا جو کہ حرام ہے اور نصاریٰ کے ساتھ مشابہت قرار دیا وہ بھی حرام ہے اور عورت کے سر منڈوانے کو مرد کے داڑھی منڈوانے کے ساتھ مشابہت دی گئی یعنی جیسے مرد کو داڑھی منڈوانا حرام ہے اسی طرح عورت کو سر منڈوانا حرام ہے سوائے ضرورت شرعیہ متحقّق ہونے کے جیسا کہ مُلّا علی قاری کا قول "إلا لضرورتهنّ" سے ضرورت شرعیہ متحقّق ہونے کے وقت رُخصتِ حلق ثابت ہے۔

تو نتیجہ یہ نکلا کہ صورت مسئولہ میں عورت سر نہیں منڈوائے گی کہ اُسے شرعاً ایسا کرنا حرام ہے اور تقصیر وہ کروا نہیں سکتی کہ بال اتنے بڑے نہیں ہیں کہ تقصیر کے قابل ہوں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ شرعاً معذور ہے۔

اگر احرام سے نکلنے کے لئے حلق یا تقصیر واجب ہے تو مذکورہ عورت کے حق میں حلق حرام

٢٢٦۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب مناسك منىٰ، فصل في الحلق و التقصير، ص ٢٥١

یعنی مکروہ تحریمی ہے یعنی جس فعل کا کرنا واجب ہے تو اس کا ترک مکروہ تحریمی ہے اور جس فعل کا کرنا مکروہ تحریمی ہے اس کا ترک واجب ہے۔ مذکورہ عورت اگر حلق کو ترک کرتی ہے تو کراہت تحریمی لازم آتی ہے اور اگر کر لیتی ہے تو بھی کراہت تحریمی کا ارتکاب ہوتا ہے یعنی فعل و ترک دونوں صورتوں میں کراہت تحریمی کے ارتکاب سے نہیں بچ سکتی تو ایسی صورت میں اُسے مجبور و معذور ہی قرار دیا جائے گا کہ اگر وہ حلق کو ترک کر دیتی ہے تو اس میں وہ مجبور و معذور قرار دی جائے گی اور اگر حلق کروا لیتی ہے جو کہ اس کے حق میں حرام قرار دیا گیا ہے تو اس میں بھی وہ مجبور و معذور قرار دی جائے گی۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ عورت ایسی صورت میں کس کو چھوڑے، بہر صورت اس سے کسی ایک واجب کا ترک ہو گا، جب ہم نے فقہاءِ احناف کی عبارات کو دیکھا تو ہمیں دونوں صورتوں میں رُخصت کے اقوال ملے کہ یہاں فقہاء کرام نے عورت کے لئے حلق حرام اور مکروہ تحریمی قرار دے وہیں "إلا لضرورة" لکھ کر ضرورت شرعی پائے جانے کے وقت رُخصت دے دی جیسا کہ "المسلك المتقسّط" (ص ٢٥٣) میں مُلّا علی قاری نے لکھا ہے۔

اسی طرح جہاں فقہاء کرام نے حلق یا تقصیر کو واجب قرار دیا ہے وہیں عذر شرعی پائے جانے کے وقت اس واجب کے ترک کی رُخصت بھی دی ہے جیسا کہ "لباب المناسك و عباب المسالك" "مجامع المناسك و نفع الناسك" "المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط" اور "حياة القلوب في زيارة المحبوب" میں ہے۔ اب جب دونوں میں فعل و عدم فعل اور ترک و عدم ترک برابر ہو گئے تو ایسی صورت میں کسی ایک کو کرنے اور دوسرے کو ترک کرنے کے لئے ترجیح و عدم ترجیح کے لئے غور کرنا پڑا۔

غور کرنے پر معلوم ہوا کہ حج و عمرہ میں حلق کا وجوب خالص اللہ عزّ و جلّ کا حق ہے اور عورت کا اپنے بالوں کو نہ منڈوانا واجب ہے کیونکہ عورت کو سر منڈوانے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا اور فقہاء کرام نے اسے مُثلہ قرار دیا، اس لئے منڈوانا مکروہ تحریمی ہے تو اس واجب کے ساتھ بندے کا حق متعلق ہے وہ خصوصی طور پر شادی شُدہ عورت کے لئے اس کے شوہر کا حق

کیونکہ بال زینت ہیں اور زینت شوہر کا حق ہے اسی لئے شرع نے بیوی کے ترکِ زینت پر شوہر کو اُسے سرزنش کرنے کا حق دیا ہے، تو ایسی صورت میں بندے کے حق کی پاسداری اور اللہ عزّوجل کے حق کو عذر کی وجہ سے چھوڑ دینا اَولیٰ ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ وہ عورت حلق نہیں کروائے گی۔

اب سوال یہ ہے کہ جب اس نے حلق یا تقصیر کی وجہ سے ترک کیا تو وہ گنہگار نہ ہوئی کیونکہ یہ ترک عمداً قصداً نہیں بلکہ ایک شرعی عُذر کی بنا پر ہے اور گُناہ تو تب ہوگا جب ترک قصداً ہو چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

چون ترک کرد بطریق تعمد آثم باشد اگر چہ دم دہد و مرتفع نگردد آن اثم بغیر توبہ (۲۲۷)

یعنی، واجب کو جب عمداً ترک کرے گا تو گنہگار ہوگا اگر چہ دَم دے دے، اس کا گُناہ سچی توبہ کے بغیر نہ اُٹھے گا۔

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی لکھتے ہیں:

لکن العامد آثم (۲۲۸)

یعنی، عامد گنہگار ہے۔

اور یہاں عمداً ترک نہیں بلکہ ایک شرعی حق کی وجہ سے ہے لہٰذا وہ گنہگار نہ ہوگی۔

اور دوسرا سوال یہ ہے کہ ترکِ واجب کی وجہ سے اس پر دَم لازم آئے گا جیسا کہ واجبات کا یہی حکم ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و حکم الواجبات لزوم الجزاء بترك واحد منهما و جواز الحج سواء ترکه عمداً أو سهواً (۲۲۹)

یعنی، حکم واجبات کا ان میں سے کسی ایک کے ترک پر لزوم جزاء (یعنی

۲۲۷۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، مقدمۃ الرسالۃ فصل سیوم در بیان فرائض و واجبات، ص ۴۵

۲۲۸۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، ص ۸۰

۲۲۹۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب فرائض الحج، فصل فی واجباته ص ۸۰

دَم) اور جوازِ حج ہے چاہے اسے عمداً ترک کرے یا سہواً (۲۳۰)

لیکن اس قاعدہ سے چند واجبات کے ترک پر لزومِ جزاء کو مستثنیٰ کیا گیا ہے اُن میں سے ایک یہ ہے کہ کسی عُذر کی وجہ سے حلق کو ترک کردے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و یستثنیٰ من هذا الکلی ترك الحلق لعذر ملخصاً (۲۳۱)

یعنی، اس کلی میں سے عُذر کی بنا پر ترکِ حلق کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

آنچہ گفتم کہ بترک واجب لازم آید دم استثناء کردہ اند علماء ازوے دہ عدد واجبات را، ہشتم آنکہ ترک کند حلق را بعُذر ے چنانکہ وجود علتے در سر (۲۳۲)

یعنی، وہ جو میں نے کہا کہ ترکِ واجب پر دَم لازم آئے گا، علماء کرام نے اس سے دس عدد واجبات کا استثناء کیا ہے (کہ جن کے ترک پر دَم لازم نہیں آتا) اُن میں سے آٹھواں یہ ہے کہ کسی (معقول) عُذر کی بنا پر حلق (وتقصیر) کو ترک کردے جیسا کہ سر میں کوئی عِلّت ہو (جیسے پھوڑے، پھنسیاں وغیرہ اور بال اتنے چھوٹے ہوں کہ تقصیر بھی نہ ہو سکے)

اور عُذر سے مراد ایسا عُذر کہ شرع نے اُسے معتبر رکھا ہو چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی کی "لُباب" میں عبارت "و ترك الواجب بعُذر" (یعنی واجب کا کسی عذر کی وجہ سے ترک) کے تحت مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أی معتبر شرعاً (۲۳۳)

یعنی، وہ عذر جو شرعاً معتبر ہو۔

اور یہ بھی ہے کہ وہ عذر بندوں کی جہت سے نہ ہو چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

۲۳۰۔ و فی شرحه: خطأً ترک کرے یا بھولے سے، لاعلمی میں ترک کرے یا جانتے ہوئے۔

۲۳۱۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، ص ۸۰

۲۳۲۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، مقدمۃ الرسالۃ فصل سیوم در بیان فرائض و واجبات الخ، ص ۴۵

۲۳۳۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، ص ۸۱

Ishaat e Islam

أن المراد بالعُذرِ ما لا يكونُ من جهة العباد، حيث قال عند قول اللباب: و لو فاتَهُ الوقوف بمزدلفةَ بإحصارٍ فعليه دمٌ: هذا غيرُ ظاهرٍ، لأن الإحصار من جملةِ الأعذار إلّا أن يقال: إن هذا مانعٌ من جانبِ المخلوق، فلا يُؤثِّر (٢٣٤)

یعنی، (شارح مُلّا علی قاری نے جو ذکر کیا اس پر دلالت کرتا ہے کہ) عذر سے مراد وہ عذر ہے جو بندوں کی جہت سے نہ ہو اس حیثیت سے کہ (شارح نے علامہ رحمت اللہ سندھی کے) "لُباب" میں قول "اور اگر اس کے محصر ہونے کی وجہ سے وقوفِ مزدلفہ فوت ہو گیا تو اس پر دَم ہے" پر فرمایا، یہ غیر ظاہر ہے کیونکہ اِحصار من جملہ اَعذار میں سے ہے، مگر یہ کہا جائے کہ یہ مانع مخلوق کی جانب سے ہے لہٰذا (سقوطِ دم میں) مؤثر نہ ہوگا۔

اور صورت مسئولہ میں عُذر مخلوق کی جانب سے نہیں ہے بلکہ شرع کی جانب سے ہے کہ اس صورت میں شرع مطہر نے عورت کو حلق کے ذریعے اس واجب کی ادائیگی سے روکا کہ اس کے حق میں حرام قرار دے دیا لہٰذا یہ عُذر اُن میں سے ہے کہ جنہیں شرع نے معتبر رکھا ہے۔

اور تیسرا سوال یہ ہے کہ مذکورہ خاتون جب حلق نہیں کرائے گی کہ اُسے حلق ممنوع ہے اور تقصیر وہ کروا نہیں سکتی تو احرام سے باہر کس فعل سے ہوگی یعنی احرام سے نکلنے کے لئے اُسے کچھ کرنا ہوگا یا خود بخود احرام سے باہر ہو جائے گی عمرہ میں سعی کے بعد اور حج میں رمی یا ذبح کے بعد کیونکہ اگر حج افراد کر رہی ہے تو دس ذوالحجہ کو رمی جمرہ عقبہ کے بعد اور اگر حج تمتع یا قران کر رہی ہے تو ذبح (یعنی قربانی) کے بعد۔

چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

اگر معذور گشتند ہر دو اعنی حلق و قصر معاً بسبب آنکہ در سر علتے دارد و مویش نیز از مقدار سر انگشت کمتر اند پس ساقط گشتند ہر دو از ازوی و حلال گشت از احرام بعد فراغ رمی جمار بغیر قیام چیزے دیگر مقام حلق و لازم نباشد بروی

٢٣٤ ـ ردّ المحتار على الدُّرّ المختار، المجلد (٣)، كتاب (٥) الحج، باب (٣) الجنايات، تَتِمَّةٌ ص ٦٥٣

چیزے از دم و صدقہ زیرا کہ ترک نمودہ است واجب را بعذر (٢٣٥)

یعنی، اگر قصر و حلق سر میں کسی علّت کی وجہ سے دونوں ایک ساتھ مُتعذّر رہو جائیں اور اس کے سر کے بال بھی ایک پورے سے کم ہوں تو دونوں (یعنی قصر و حلق) میں سے ہر ایک اس سے ساقط ہو جائے گا اور وہ رمی جمرہ سے فراغت کے بعد (حج افراد میں) حلق کی جگہ کسی دوسری چیز کے قیام کے بغیر احرام سے نکل جائے گا (اور حج تمتّع و قران میں دم شکر (یعنی قربانی) کے ذبح ہونے کے بعد) اور اس پر دَم و صدقہ میں سے کوئی چیز لازم نہ ہوگی کیونکہ اس نے واجب کو عُذر کے سبب ترک کیا ہے۔

اور فقہاء کرام نے ایسی صورت میں محظوراتِ احرام کے اِرتکاب میں تاخیر کو افضل قرار دیا ہے چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن الہمام حنفی متوفی ٨٦١ھ لکھتے ہیں:

و الأحسن له أن يؤخّر الإحلال إلى آخر الوقت من أيام النحر، و لا شئ عليه إن لم يؤخّره (٢٣٦)

یعنی، بہتر یہ ہے کہ احلال کو ایام نحر کے آخری دن تک مؤخر کرے اور مؤخر نہ کرے تو اس پر کچھ (لازم) نہیں ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

و لیکن افضل در حق وی آنست کہ ارتکاب نماید محظورات احرام را از لبس محیط، تطیب وغیر آن تا روزِ اخیر از ایام نحر زیرا کہ شاید کہ زائل گردد عُذر او در یک ساعت و لیکن این تاخیر واجب نباشد بروی (٢٣٧)

یعنی، اس کے حق میں افضل یہ ہے کہ محظوراتِ احرام جیسے سِلے ہوئے کپڑے، خوشبو وغیرہما کے استعمال کا ایام قربانی کے آخر تک ارتکاب نہ

٢٣٥ ـ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب هشتم آنچه متعلق است از مناسك منىٰ، فصل ششم در مسائل حلق و قصر، ص ٢٠٦

٢٣٦ ـ فتح القدير، المجلد (٢)، باب الإحرام، تحت قوله: لقوله عليه السلام، ص ٥٠٢

٢٣٧ ـ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب هشتم، فصل ششم، ص ٢٠٦

کرے کہ شاید اس کا عُذر ایک گھڑی میں زائل ہو جائے لیکن یہ تاخیر اُس پر واجب نہیں ہے۔

اور صورت مسئولہ میں جو عذر ہے وہ ایسا نہیں کہ جس کے زوال کا امکان ہو، ویسے بھی یہ تاخیر افضل ہے نہ کہ واجب۔ اور اگر بال اتنے ہو گئے ہوں تقصیر ہو سکتی ہے کہ ایک پورے کی مقدار کاٹے جا سکتے ہوں تو بہر صورت کاٹنے ہوں گے۔

یہ ایسا مسئلہ تھا کہ جس کی تصریح کُتُبِ مناسک میں اور کُتُب فقہ میں مجھے نظر نہیں آئی، اللہ عزّوجلّ کی توفیق سے میں نے اس کا حل پیش کیا ہے، چاہئے کہ اسے محفوظ رکھا جائے کہ ضرورت کے وقت کام ہے اور جو حکم میں نے لکھا ہے اگر حق ہے تو من جانب الحق ہے ورنہ میری طرف سے ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ٦ ذی الحجة ١٤٢٨ھ، ١٥ دیسمبر ٢٠٠٧ م (New 18-F)

عمرہ میں بغیر طواف کئے سعی وحلق کروانے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے گروپ میں ایک شخص عمرہ کا احرام باندھ کر آیا اور اس نے طوافِ کعبہ کئے بغیر سعی کر لی اور حلق کروا کر کپڑے تبدیل کر لئے اور آ کر سو گیا، اس صورت میں اس پر کیا لازم ہوگا؟

(السائل محمد صدیق، لبیک ٹورز، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس پر عمرہ کی قضاء اور دَم لازم ہوگا اور توبہ بھی کرنی ہوگی، کیونکہ عمرہ میں طواف اُس کا رُکن ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

طواف العمرة هو رکن فیها

اس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

أی فرض فی أدائها (٢٣٨)

یعنی، طواف عمرہ اس میں رُکن ہے یعنی عمرہ کی ادائیگی میں فرض ہے۔

اور طوافِ عمرہ کی ادائیگی کے بعد سعی واجب ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ لکھتے ہیں:

و بعده سعی أی واجب (٢٣٩)

یعنی، اور اس کے بعد سعی ہے یعنی واجب ہے۔

جب سعی طوافِ عمرہ کے بعد کی جائے تو وہ سعی عمرہ کے واجب سے شمار ہوتی ہے کیونکہ عمرہ میں سعی کا طوافِ عمرہ کے بعد واقع ہونا صحتِ سعی کی شرط ہے، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

قال المصنّف فی "الکبیر" (قال المصنّف فی "الکبیر" فی باب السعی بین الصفا و المروة: و من شرائطه أن یکون بعد الطواف أو بعد أو أکثره الخ) (٢٤٠) و تقدیم الطواف علی السعی شرط لصحة السعی بالاتفاق اھ (٢٤١)

یعنی، (مناسک مُلّا علی قاری کے متن "لُباب المناسك و عُباب المسالك" کے) مصنف (علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی) نے (اپنی مناسک حج پر دوسری کتاب) "منسك کبیر" (المسمّی بمجامع المناسك و نفع الناسك) میں فرمایا (عمرہ میں) طواف کا سعی پر مقدم ہونا بالاتفاق صحتِ سعی کی شرط ہے۔

اس لئے اس کی سعی سے عمرہ کا یہ واجب بھی ادا نہ ہوا کیونکہ وہ سعی اپنی صحت کی شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے افعالِ عمرہ سے واقع نہ ہوئی۔ کیونکہ جب شرط فوت ہو جائے تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے۔

٢٣٨۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة، ص ١٥٨

٢٣٩۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، ص ١٥٨

٢٤٠۔ مجامع المناسك، فصل فی شرائط صحة للسعی، ص ١٣٦، فی نسخة، ص ٢٠٢ فی أخری

٢٤١۔ المسلك المتقسّط، باب العمرة، ص ٥١٠

اور حلق و تقصیر بھی عمرہ کے واجبات میں سے ہیں جب کہ وہ اپنے مشروع وقت میں واقع ہوں چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و باعتبار إيقاعه في وقته المشروع و هو أن يكون بعد السعي في العمرة واجب ملخصاً (٢٤٢)

یعنی، اور اس کے اپنے مشروع وقت میں واقع ہونے کے اعتبار سے اور وہ یہ ہے کہ عمرہ میں (حلق و تقصیر) سعی کے بعد ہو۔

یہاں حلق اپنے مشروع وقت میں واقع نہیں ہوا کہ اس نے حلق اس سعی کے بعد نہیں کروایا جو سعی عمرہ کے واجب سے واقع ہوئی ہو بلکہ اس سعی کے بعد کروایا جو کہ سعی عمرہ کے واجبات سے شمار ہی نہیں کی گئی اور صورت مسئولہ میں تو حلق اپنے وقت جواز میں بھی واقع نہیں ہوا اور عمرہ میں اس کے جواز کا وقت طوافِ عمرہ کے چار پھیروں کے بعد تھا، چنانچہ مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

قلت: هو من حيث صحة وقوعه في وقت جوازه، هو ما بعد إتيانه بالرُّكن الأعظم في الحج، و بعد أكثر طوافه في العمرة شرط (٢٤٣)

یعنی، میں کہتا ہوں وہ اپنے وقتِ جواز میں صحتِ وقوع کی حیثیت سے شرط ہے وہ یہ ہے کہ حج میں رُکنِ اعظم (یعنی وقوفِ عرفہ) کے بعد اور عمرہ میں اکثر طواف کے بعد ہو۔

اسی طرح علامہ رحمت اللہ سندھی نے "لُباب" کے "باب مناسك منى" میں لکھا ہے۔(٢٤٤)

اور صورت مسئولہ میں اس نے عمرہ کے رُکن کو ترک کیا کہ جس کا بدل اصلاً کوئی چیز نہیں

٢٤٢۔ المسلك المتقسّط، باب فرائض الحج، فصل في واجباته، ص٧٨

٢٤٣۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب فرائض الحج، فصل في واجباته، ص٧٨

٢٤٤۔ لُباب المناسك و عُباب المسالك (مع شرحه)، باب مناسك منى، فصل في زمان للحلق و مكانه و شرائط جوازه، ص٢٥٤

ہو سکتی اس پر لازم تو یہ تھا کہ وہ اس صورت میں پہلے فرض طواف کو ادا کرتا پھر سعی کرتا تا کہ وہ سعی عمرہ کی سعی شمار ہوتی اور وقت سے قبل حلق کا دَم دے دیتا مگر اس نے حلق اور دیگر محظوراتِ احرام کا ارتکاب تحلُّل کی نیت سے کیا ہے تو اُسے نئے احرام کے ساتھ عمرہ کی قضا اور دَم لازم ہوگا۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الجمعة، ذى الحجة ١٤٢٨ھ، ١٤ديسمبر ٢٠٠٧ م (New 15-F)

ناپاک جگہ سے کنکریاں اٹھانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حاجی مزدلفہ سے کنکریاں اٹھاتے ہیں اور مزدلفہ ایک کُھلا میدان ہے باوجود اس کے کہ وہاں باتھ روم وغیرہ بنے ہوئے ہیں پھر بھی کچھ لوگ پہاڑوں پر بول و براز کرتے ہیں اس صورت میں کنکریاں چُننا بسا اوقات مشکل ہو جاتا ہے کہ جگہ جگہ گندگی ہوتی ہے تو نجس جگہ سے کنکریاں چُننا کیسا ہے؟

(السائل:)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: فقہاء کرام نے نجس جگہ سے کنکریاں اُٹھانے کو مکروہ قرار دیا ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ١١٧٤ھ لکھتے ہیں:

و نيز مكروه است گرفتن سنگريزها از مكان نجس (٢٤٥)

یعنی، نیز نجس جگہ سے کنکریاں لینا مکروہ ہے۔

اور یہ کراہت تنزیہی ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

و كراهت دراين هر دو صورت تنزيهيه است (٢٤٦)

یعنی، ان دونوں صورتوں میں کراہت تنزیہی ہے۔

اور اگر یقین ہو کہ جو کنکریاں جمرات کو ماری ہیں وہ نجس تھیں تو اس کی رمی کراہت کے

٢٤٥۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، ص ٢٠٠

٢٤٦۔ حياة القلوب، باب هشتم در بيان مناسك منىٰ، فصل اوّل، ص ٢٠٠

ساتھ جائز ہو جائے گی، چنانچہ علامہ نظام الدین اور علماءِ ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

لو رمی بمتنجّسة بیقینٍ کره و أجزاه کذا فی "فتح القدیر" (۲٤۷)

یعنی، اگر یقین کے ساتھ ناپاک کنکریوں سے رمی کی تو مکروہ (کام) ہوا اور رمی اُسے جائز ہوگئی اسی طرح ''فتح القدیر'' (۲٤۸) میں ہے۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۱۲ ذی الحجة ۱٤۲۸ھ، ۲۱ دیسمبر ۲۰۰۷م (New 23-F)

جمرات سے کنکریاں اُٹھانا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم نے دیکھا ہے کہ لوگ جمرات کے پاس سے بھی کنکریاں اٹھانے میں تأمل نہیں کرتے جب کہ ہم نے پڑھا اور علماء کرام سے یہی سنا ہے کہ جمرات کے پاس سے کنکریاں اٹھانا مکروہ ہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی کیونکہ اگر کراہت تحریمی ہوگی تو ارتکاب کرنے والا گنہگار ہوتا ہے جس کے لئے اس پر تو بہ لازم آتی ہے جبکہ تنزیہی میں نہیں؟

(السائل: خرم عبدالقادر، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالی وتقدس الجواب: رمی کے لئے جمرات کے پاس سے کنکریاں اٹھانا مکروہ ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

یأخذ الحصی من أیّ موضع شاء إلا عند الجمرة فإن ذلك یکره، لأن ما عندها من الحصی مردود و هکذا جاء فی الأثر (۲٤۹)

یعنی، جمرات کے پاس پڑی ہوئی کنکریوں کے علاوہ جہاں سے چاہے اُٹھائے پس تحقیق وہ مکروہ کیونکہ ان کے پاس کنکریاں ہیں وہ مردود

۲٤۷۔ الفتاوی الهندیة المحلد (۱)، کتاب المناسك، الباب الخامس فی کیفیة أداء الحج، ص ۲۳۳

۲٤۸۔ فتح القدیر، ۲/ ۵۰۰

۲٤۹۔ الهدایة المحلد (۱)، کتاب الحج، باب الإحرام، ص ۱۷۸

ہیں، اسی طرح اثر میں آیا ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

ونیز مکروہ است برداشتن سنگریزہ از نزدِ جمرہ زیرا نکہ سنگریزہا کہ موجوداند در جمرات علامات آن است کہ مردُود ہستند چہ وارد شدہ کہ برداشتہ می شود سنگریزہائے مقبولہ را برائے تثقیل میزان صاحب آنہا (۲۵۰)

یعنی، نیز جمرہ سے کنکری اٹھانا مکروہ ہے کیونکہ جو کنکریاں جمرات میں موجود ہیں اس کی علامات ہیں کہ وہ غیر مقبول ہیں اس لئے کہ احادیث میں آیا کنکریاں مارنے والے کے میزان کو (قیامت میں) بھاری کرنے کے لئے مقبول کنکریاں اٹھائی جاتی ہیں۔

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و یکرهُ أخذُها مِن عندِ الجمرةِ لأنها مردودةٌ لحدیثِ ما رواه "الدار قطنیُّ" (۲۵۱) و "الحاکم" (۲۵۲) و صحّحَه عن "أبی سعیدِ الخدریِّ" قال: قلتُ یا رسول الله! هذه الحمارُ التی نرمی بها کلُّ عامٍ فنَحْسِبُ أنّها تنقصُ، فقال: إنّ مَا یُقبَلُ مِنها رُفِعَ وَ لَوْ لَا ذٰلِكَ لَرَأَیْتَهَا أَمْثَالَ الْجِبَالِ (۲۵۳)

۲۵۰۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب هشتم، فصل أوّل، ص ۲۰۰

۲۵۱۔ سنن الدار قطنی، کتاب الحج، برقم: ۲۷۶۳، ۱/ ۲/ ۲۶۳

۲۵۲۔ المستدرك للحاکم، کتاب المناسك، برفع ما یقبل الخ برقم: ۱۷۹۵، ۲/ ۱۳۷

أیضاً المعجم الأوسط، برقم: ۱۷۵۰، ۱/ ٤۷٤

أیضاً السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الحج، باب أخذ الحصی لرمی جمرة العقبة و کیفیة ذلك، برقم: ۹۵٤۵، ۵/ ۲۱۰

أیضاً المصنّف لابن أبی شیبة کتاب الحج، باب فی حصی الجمار ما جاء فی ذلك، ٤/ ٤۹۵

أیضاً مجمع الزوائد للهیثمی، کتاب الحج، باب رمی، برقم: ۵۵۸۹، ۳/ ٤٤۳

۲۵۳۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، کتاب الحج، فصل فی الإحرام، مطلب فی رمی جمرة العقبة ۳/ ۶۱۰

یعنی، جمرہ کے پاس کنکریاں اُٹھانا مکروہ ہے اس لئے کہ وہ مردود کنکریاں ہیں حدیث شریف میں ہے جسے امام دارقطنی نے روایت کیا اور اسے امام حاکم نے صحیح قرار دیا، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ جمرات جنہیں ہم ہر سال کنکریاں مارتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ کم ہو جاتی ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ مقبول کنکریاں اٹھائی جاتی ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو تم ایک پہاڑ کنکریوں کا دیکھتے۔

امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

عن ابن عمر رضی اللہ عنهما أنه كان يأخذها من جمع، بخلاف موضع الرمي لأن السلف كرهوه لأنه مردود (٢٥٤)

یعنی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ مزدلفہ سے کنکریاں لیتے، برخلاف موضع رمی (یعنی جمرات) کے کیونکہ سلف نے اسے مکروہ قرار دیا کیونکہ وہ مردود ہیں۔

اور کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نے جمرہ کے پاس سے اور نجس جگہ سے کنکری اٹھانے کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وکراہت درین ہر دو صورت تنزیہیہ است (٢٥٥)

یعنی، ان دونوں صورتوں میں کراہت تنزیہیہ ہے۔

اس لئے حاجیوں کو چاہئے کہ جمرات سے کنکریاں نہ اٹھائیں لیکن اس سے مراد وہ کنکریاں ہیں جو جمرات کو ماردی گئیں فی زمانہ جو کنکری جمرات کو ماردی گئی بہت کم ہے کہ اسے دوسرا کوئی اٹھا سکے کیونکہ جمرات کے گرد چھوٹی دیوار اتنی دُور ہے کہ کنکری لگ کر بمشکل باہر آسکتی ہے یا پھر اتنی دُور سے کسی نے پھینکی ہو جو اس چھوٹی دیوار کے اندر ہی نہ گری ہو اس

٢٥٤۔ فتح القدير، المجلد (٢)، كتاب الحج، باب الإحرام ص ٥٠٠

٢٥٥۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب بيان مناسك منى، فصل اوّل، ص ٢٠٠

لئے وہاں پڑی ہوئی کنکری میں احتمال بہرحال موجود ہے کہ یہ ماری ہوئی کنکری ہے نہ کہ گری ہوئی۔ لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ وہاں پڑی ہوئی کنکری رمی کے لئے نہ اُٹھائی جائے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ١٢ ذی الحجة ١٤٢٨ھ، ٢١ دیسمبر ٢٠٠٧م (New 25-F)

کنکریوں کو دھونا کیسا ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مزدلفہ سے رمی کے لئے کنکریاں چُن کر انہیں دھو لینا جائز ہے یا نہیں کیونکہ اس سال مزدلفہ ایک شخص کو میں نے سنا کہ وہ دوسروں کو کنکریاں دھونے سے منع کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے برائے مہربانی اگر کوئی اس کا ثبوت ہماری فقہ کی کتابوں میں ہو تو بتایئے تاکہ ہمارا دل مطمئن ہو کہ ہم ہمیشہ سے یہی عمل کرتے ہیں؟

(السائل: محمد رضوان بکالی، لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالی وتقدس الجواب: رمی کے لئے چُنی گئی کنکریوں کو دھونا جائز ہے کیونکہ کنکری اگر یقینی نجس (ناپاک) ہے تو اس سے رمی کرنا مکروہ ہے چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

و لو رمی بمتنجّسة بیقین کرہ (٢٥٦)

اور علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و یکرہ أنْ یرمیَ بمتنجّسةٍ بیقینٍ ملخصاً (٢٥٧)

یعنی، ایسی کنکری سے رمی کرنا مکروہ ہے کہ جس کا ناپاک ہونا یقینی ہو۔

اور اگر کنکری یقیناً ناپاک نہیں تو بغیر دھونے کے ان سے رمی کرنا مکروہ نہیں چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

٢٥٦۔ الفتاوىٰ الهندية: ١/ ٢٣٣

٢٥٧۔ الدّرّ المختار، المجلد (٣)، كتاب (٥) الحج، ص ٦١٠

و أما بدونِ تيقُّنٍ فلا يكرهُ لأنَّ الأصل الطهارةَ

یعنی، نجاست کے یقین کے بغیر کراہت نہیں کیونکہ اصل طہارت ہے۔

کنکریوں کی نجاست کا یقین نہ ہوتو بغیر دھوئے اُن سے رمی اگر چہ مکروہ نہیں مگر اُن کو دھولینا مستحب ہے تا کہ یقینی پاکی حاصل ہوجائے، چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن الھمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

و يستحب أن يغسل الحصيات قبل أن يرميها ليتنقّن طهارتها

فإنه يقام بها قربة (۲۵۸)

یعنی، مستحب ہے کہ رمی سے قبل کنکریوں کو دھولے تا کہ ان کی پاکی کا یقین حاصل ہوجائے اس لئے کہ ان کے ذریعے قُربت قائم کی جائے گی۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و يستحب أن يغسل الحصاة (۲۵۹)

اور علامہ شامی لکھتے ہیں:

لكن يندبُ غَسلُها لتكون طهارتها متيقَّنةً كما ذكرَهُ في

"البحر" و غيره (۲۶۰)

یعنی، لیکن کنکریوں کو دھونا مندوب (یعنی مستحب) ہے تا کہ ان کی پاکی یقینی ہوجائے جیسا کہ اسے "بحرالرائق" (۲۶۱) وغیرہ میں ذکر کیا ہے۔

اور فی زمانہ حاجیوں کی کثرت کے باعث مشاہدہ یہ ہے کہ لوگ پہاڑوں اور رستوں کے اطراف میں پیشاب و پائخانہ کردیتے ہیں اس لئے کنکریوں کے ناپاک ہونے کا قوی

۲۵۸ ۔ فتح القدير، المجلد (۲)، كتاب الحج، باب الإحرام تحت قوله: يأخذ الحصى الخ، ص ۵۰۰

۲۵۹ ۔ مجامع المناسك و تنفع المناسك، باب المزدلفة، فصل فی رفع الحصا، ص ۱۷۵، المطبعة المحمودية بالقسطنطنية ۱۲۸۹ ھ، ص ۲۶۱ مطبوعة: أفغانستان

۲۶۰ ۔ رد المحتار على الدر المختار، المجلد (۳)، كتاب (۵) الحج، مطلب فی جمرة العقبة ص ۶۱۰

۲۶۱ ۔ البحر الرائق، المجلد (۲)، كتاب الحج، باب الإحرام تحت قوله فلزم جمرة العقبة ص ۳۴۵

احتمال ہوتا ہے اس لئے مناسب یہی ہے کہ اُن کو دھولیا جائے چنانچہ امام برہان الدین ابو المعالی محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ بخاری حنفی متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

فنقول: ينبغي أن تكون الحصاة مغسولة (۲۶۲)

اور علامہ نظام الدین حنفی اور جماعت علماء ہند نے لکھا کہ

ينبغي أن تكون مغسولة (۲۶۳)

یعنی، کنکریوں کا دُھلا ہوا ہونا مناسب ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الأحد، ۱۴ ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۲۳ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 29-F)

تیرہ ذوالحجہ کو رمی کا وقت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص اگر تیرہ ذوالحجہ کو منیٰ میں رُک جائے اور اس پر اس تاریخ کی رمی واجب ہوجائے تو وہ کس وقت رمی کرے کیا گیارہ اور بارہ تاریخ کی رمی کی طرح زوال کے بعد ہی رمی کرسکتا ہے؟ اس سے قبل بھی اُسے رخصت ہے؟

(السائل:)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: حاجی اگر بارہ ذوالحجہ کو رمی کے بعد منیٰ سے جانا چاہے تو شریعت مطہرہ نے اُسے اجازت دی ہے اگر چہ غروب آفتاب کے بعد تیرھویں تاریخ کی رمی کئے بغیر جانا معیوب قرار دیا گیا ہے۔

اور تیرھویں تاریخ کو رمی کا وقت طلوع فجر سے غروب آفتاب تک ہے مگر زوال سے غروب تک مسنون اور اس سے قبل مکروہ ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۳ھ لکھتے ہیں:

۲۶۲ ۔ المحيط البرهاني، المجلد (۳)، كتاب (۳) المناسك، الفصل الثالث تعليم أعمال الحج، ص ۴۰۶

۲۶۳ ۔ الفتاوى الهندية، المجلد (۱)، كتاب المناسك، الباب الخامس فی الإحرام، ص ۲۳۳

رمی در روز اخیر اعنی روز سیزدہم از طلوع فجر است تا غروب شمس الّا آنکہ قبل از زوال وقت کراہت است و بعد از زوال تا غروب وقت مسنون است نزد ابی حنیفہ و نزد صاحبیہ جائز نباشد رمی قبل الزوال درین روز چنانچہ در دو روز سابق(٢٦٤)

یعنی، آخری دن تیرھویں تاریخ کو رمی کا وقت (تیرھویں تاریخ کی) طلوعِ فجر سے (اس تاریخ کے) غروبِ آفتاب تک ہے مگر یہ کہ امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک قبل الزوال وقتِ کراہت ہے اور زوال کے بعد سے غروبِ آفتاب تک مسنون اور (امام ابوحنیفہ کے دو شاگردوں) امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس روز زوال سے قبل رمی جائز نہ ہوگی جیسا کہ سابقہ دو دنوں (یعنی گیارہ اور بارہ تاریخ) میں (زوال سے قبل رمی ان کے نزدیک جائز نہیں)۔

اور علامہ نظام الدین حنفی ١١٦١ھ لکھتے ہیں:

و أما وقته فی الیوم الرابع فعند أبی حنیفة رحمه الله تعالی من طلوع الفجر إلی غروب الشمس إلا أن ماقبل الزوال وقت مکروه، و ما بعده مسنون۔ کذا فی "المحیط السرخسی" (٢٦٥)

یعنی، مگر چوتھے دن کی رمی کا وقت تو امام حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک ہے مگر یہ کہ زوال (آفتاب) سے قبل وقت مکروہ ہے اور اس کے بعد مسنون ہے، اسی طرح ''محیط سرخسی'' (٢٦٦) میں ہے۔

٢٦٤۔ حیلة القلوب فی زیلة المحبوب، باب دھم در رمی جمار، فصل چھارم در بیان وقت رمی جمار، ص ٢١٧

٢٦٥۔ الفتاوی الھندیة المجلد (١)، کتاب المناسك، الباب الخامس فی کیفیة أداء الحج، و الکلام فی الرمی، ص ٢٣٣

٢٦٦۔ محیط السرخسی، کتاب الحج، باب یدفع قبل طلوع الشمس الخ، الفصل الثامن، ص ٢٣٠

اور یہاں کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہے کیونکہ کراہت سنّت کے مقابلے میں ہے، جیسا کہ مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہے اور جو کراہت سنّت کے مقابلے میں ہو وہ تنزیہی ہوتی ہے نہ کہ تحریمی۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ١٢ ذی الحجة ١٤٢٨ھ، ٢١ دیسمبر ٢٠٠٧ م (New 24-F)

رمی کے وقت طہارت کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمرات کی رمی میں باوضو ہونا ضروری ہے یا بغیر وضو کے بھی جائز ہے؟

(السائل:)

باسمه تعالی وتقدس الجواب: رمی کے لئے طہارت شرط نہیں ہے نہ ہی واجب اور نہ مسنون بلکہ مستحب ہے یعنی رمی کے لئے مستحب ہے کہ رمی کرنے والا باوضو ہو، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ١١٧٤ھ رمی کے مستحبات میں لکھتے ہیں کہ:

دویم طہارت از حدثِ اصغر و اکبر(٢٦٧)

یعنی، رمی کا دوسرا مستحب یہ ہے کہ (رمی کرنے والا) حدث اصغر (بے وضو ہونے) اور حدث اکبر سے پاک ہو (یعنی اس پر غسل فرض نہ ہو)۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ١٢ ذی الحجة ١٤٢٨ھ، ٢١ دیسمبر ٢٠٠٧ م (New 22-F)

نابالغ پر نہ دم شکر لازم ہے نہ دم جبر

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہر سال

٢٦٧۔ حیلة القلوب فی زیلة المحبوب، باب دھم در رمی جمار، فصل دویم در شرائط صحت رمی جمار، ص ٢١٤

اس گروپ میں کچھ بچے بھی اپنے والدین کے ساتھ حج کو آتے ہیں اور اُن کے والدین حج تمتع کرتے ہیں اور دس ذوالحجہ کو رمی کے بعد وہ جانور ذبح کرواتے ہیں یعنی قربانی کرتے ہیں اور اپنے بچوں کی قربانیاں بھی کرتے ہیں تو اُن کے والدین پر جانور قربانی کرنا تو واجب تھا مگر بچوں کی طرف سے جانور قربان کرنا کیا ہے؟ اسی طرح بڑوں سے کوئی جُرم سرزد ہو جائے کہ جس میں دَم لازم آتا ہو تو اُن کو دم دینا لازم ہوتا ہے اور اگر وہی جُرم بچوں سے سرزد ہو جائے تو کیا اُن پر بھی کچھ لازم ہوگا؟

(السائل: محمد رضوان ہارون، لبیک حج وعمرہ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: شریعت مطہرہ نے بیشتر معاملات میں بالغ اور نابالغ میں فرق کیا ہے، اُن میں سے ایک لزومِ دَم ہے، دَم چاہے حجِ تمتع یا حجِ قران کا ہو کہ جسے دَمِ شکر کہا جاتا ہے یا دَم کسی جُرم کا ہو کہ جسے دَمِ جبر کہا جاتا ہے۔

بچے پر دَمِ شکر اس لئے واجب نہیں ہے کہ اس کے وجوب کی شرطوں میں سے ایک شرط بالغ ہونا ہے اور یہ شرط بچے میں مفقود ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ بن قاضی ابراہیم سندھی حنفی (۲۶۸) اور اُن سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی (۲۶۹) متوفی ۱۲۵۲ھ نقل کرتے ہیں:

و شرائطُ وجوب الذَّبح: القُدرةُ عليه و صحّةُ القِرانِ، أو التمتُّعِ و العقل، و البلوغ، و الحرّيّة، فيجبُ على المملوكِ الصومُ لا الهدىُ

یعنی، ذبح کے وجوب کی شرطیں یہ ہیں: ذبح پر قدرت رکھتا ہو، صحتِ قران وتمتع (جب کہ ''ردالمحتار'' میں صرف قران کا ذکر ہے)، عقل، بالغ ہونا، آزاد ہونا، پس مملوک پر روزے واجب ہیں نہ کہ جانور ذبح کرنا۔

اور ''لُباب'' کی عبارت ''بالغ ہونا'' کے تحت مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

۲۶۸۔ لُباب المناسك مع شرحه، ص ۲۹۰

۲۶۹۔ رد المحتار على الدر المختار، المجلد (۳)، كتاب الحج، باب (۱) القران، تحت قوله: و ذبح للقران، ص ۶۳۶

أى لعدم الوجوب على الصبيّ مميزًا أو غيره (۲۷۰)

یعنی، بچہ چاہے سمجھدار ہو یا بے سمجھ اس پر قربانی (یعنی دَمِ قِران وتمتع) واجب نہیں۔

اور بچے پر کسی جرم کے ارتکاب پر دَمِ جبر لازم نہ ہونے کے بارے میں علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

الواجبُ دمٌ على مُحرِمٍ بالغٍ فلا شئَ على الصَّبيّ خلافاً للشافعيّ (۲۷۱)

یعنی، واجب دَمِ مُحرِم بالغ پر ہے پس بچے پر کوئی شی نہیں برخلاف امام شافعی کے۔

اور بچوں کی طرف سے اُن کے وارث اگر کوئی قربانی کرتے ہیں تو کر سکتے ہیں اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے اگر چہ اُن پر واجب نہیں کہ وہ بچوں کی طرف سے جانور ذبح کریں مگر یاد رہے کہ وارث بچے کے پیسوں سے یہ قربانی نہیں کر سکتا کہ اس پر واجب نہیں اور اپنے پیسوں سے چاہے تو کر سکتا ہے۔ اور اگر بچے کے پیسوں سے قربانی کی تو اُسے لازم ہوگا کہ بچے کے پیسے اپنے جیب سے بھرے۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۱۴ ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۲۳ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 28-F)

حج میں قربانی کے لئے ٹوکن خریدنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایام حج سے قبل اور ایام حج میں قربانی کے ٹوکن فروخت ہوتے ہیں اور ان کی خرید کی حکومتی سطح پر ترغیب بھی دلائی جاتی ہے، اور لوگ کثیر تعداد میں یہ ٹوکن خریدتے بھی ہیں، تو قربانی کے ٹوکن خریدنا

۲۷۰۔ المسلك المقسّط في المنسك المتوسّط، باب القران، فصل في هدى القارن و المتمتّع، ص ۲۹۰

۲۷۱۔ الدر المختار مع ردّ المحتار، المجلد (۳)، كتاب (۵) الحج، باب (۳) الجنايات، ص ۶۵۱

کیسا ہے جب کہ ریٹ بھی مناسب ہو؟

(السائل: سید حرم رضا، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حنفی مذہب میں متمتع اور قارن حاجی کے لئے دس تاریخ کی رمی، قربانی اور حلق میں ترتیب واجب ہے یعنی پہلے جمرۂ عقبہ کی رمی کرے پھر قربانی کرے اس کے بعد حلق کروائے یا تقصیر۔ اور اگر اس نے ترتیب جان بوجھ کر یا بھولے سے بدل دی یا ترتیب کسی عُذر کی بنا پر بدل گئی اگر چہ اس کے اپنے فعل سے نہ ہو بہر صورت ترکِ ترتیب کی وجہ سے اس پر دَم لازم آتا ہے اور یہ مسئلہ فقہ حنفی کی ہر وہ کتاب میں کہ جس میں مناسک حج مذکور ہیں بالتصریح موجود ہے جیسا کہ "لباب المناسك للعلامة رحمة الله السندی الحنفی و "مجامع المناسك و نفع الناسك" (المعروف بمناسك كبير للعلامة رحمة الله السندی الحنفی)، المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط للقاری (الهروی الحنفی)، و"المسالك فی المناسك" للكرمانی الحنفی، و حياة القلوب فی زيارة المحبوب للمخدوم محمد هاشم التتوی الحنفی، و "غنية الناسك فی بغية المناسك"، و "الدر المختار"، و "رد المحتار"، و "البحر الرائق"، و "النهر الفائق"، و "منحة الخالق"، و "الجوهرة النيرة"، و "حاشية الطحطاوی على الدر المختار" وغيرها

اور جس سے حاجی نے ٹوکن خریدا وہ حاجی کی طرف سے وکیل ہے دَم سے بچنے کے لئے لازم ہے کہ وہ وکیل حاجی کے جمرۂ عقبہ کی رمی کر لینے کے بعد اس کی طرف سے جانور ذبح کرے اگر رمی سے قبل جانور ذبح ہو گیا تو بھی ترتیب واجب کا ترک لازم آیا اور اگر حاجی نے رمی کے بعد جانور ذبح ہونے سے قبل حلق یا تقصیر کروائی تو بھی واجب ترتیب کا ترک متحقق ہو گیا اور حاجی پر دَم لازم آ گیا، ٹوکن بیچنے والے حاجی سے پیسے لے کر اُسے رسید دے دیتے ہیں اور اُسے وقت بتایا جاتا ہے کہ تیری قربانی فلاں وقت ہو گی اس وقت تک حاجی اگر رمی نہ کر سکا اور شیڈول کے مطابق جانور ذبح ہو گیا تو حاجی پر دَم لازم آ جاتا ہے، کیونکہ ضروری نہیں حاجی

اس تاریخ کو دیئے گئے وقت سے قبل رمی کر لے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حاجی کو رمی میں تاخیر ہو جاتی ہے، اسی طرح حاجی نے رمی کر لی جو وقت دیا گیا تھا اس پر اس کی طرف سے جانور ذبح نہ ہوا اور اس نے حلق کروا لیا تو ترکِ ترتیب کی وجہ سے حاجی پر دَم لازم ہو گیا۔

اطلاعات یہی ہیں کہ حج کی قربانی سارا سال جاری رہتی ہیں کیونکہ احناف کے علاوہ دیگر کے نزدیک یہ ترتیب واجب نہیں بلکہ سنّت ہے اس لئے وہ اس کا خصوصی اہتمام نہیں کرتے، اور پھر یہ بھی کیا معلوم کہ وہ لوگ قربانی کرتے ہیں یا بالکل کرتے ہی نہیں کیونکہ اس سال یہاں کے اخبار میں ایک خبر شائع ہوئی ہے کہ چودہ ایسی کمپنیوں کی نشاندہی ہوئی ہے جو قربانی کے جعلی ٹوکن فروخت کرتی تھیں چنانچہ اخبار "اردو نیوز" میں ہے:

۱۴ کمپنیوں کے متعلق جعلی ٹوکن فروخت کرنے کے واضح ثبوت ملے ہیں(۲۷۲)

لہٰذا ٹوکن پر بھروسہ کرنا دانشمندی نہیں، حاجی صاحبان کو چاہئے کہ قربانی اپنے ہاتھ سے کریں ورنہ ایسے شخص کو جو دیندار ہو جسے وہ جانتے ہوں وکیل مقرر کریں اور رمی کے بعد اسے فون پر اپنی رمی ہو جانے کی اطلاع دیں اور وہ قربانی کر کے آپ کو اطلاع دے پھر آپ حلق کروائیں۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ۲۱ ذی الحجة ۱٤۲۸ھ، ۱ يناير ۲۰۰۸ م (New 37-F)

اناج وغیرہ میں صدقہ کی جگہ قیمت ادا کرنے کے بارے میں سوال

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج یا عمرہ میں جو صدقہ لازم ہو جائے اسے میں کوئی شخص جس جنس سے صدقہ لازم ہوا وہ نہ دے قیمت دینا چاہے مثلاً آدھا صاع گندم کی جگہ اس کی قیمت دینا چاہے تو کس جگہ کی قیمت کا اعتبار کرے جس جگہ صدقہ لازم ہوا یا جس جگہ وہ ادا کر رہا ہے؟

(السائل: خرم عبدالقادر)

۲۷۲۔ اردو نیوز، ص۲، جمعہ ۲۶ ذوالحجہ ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۸ دسمبر ۲۰۰۷ء

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صدقہ میں اس جگہ کی قیمت معتبر ہو گی جہاں وہ صدقہ دے رہا ہے اگر وہ حرم مکہ میں صدقہ دیتا ہے تو وہاں کی قیمت کا اعتبار ہوگا اور اگر اپنے وطن میں دیتا ہے تو اس جگہ کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ٦ محرم الحرام ١٤٢٩ھ، ١٤ یناير ٢٠٠٨ م (New 42-F)

صدقہ حدودِ حرم میں ادا کرنا ضروری نہیں

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج یا عمرہ میں اگر کسی وجہ سے صدقہ لازم ہو جائے تو صدقہ حدودِ حرم میں دینے میں مشکل ہو جاتی ہے تو کیا کرے صدقہ وہاں دے یا اپنے وطن آ کر دے؟

(السائل: یوسف)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یہ بات نہیں ہے کہ وہاں مستحق نہیں ملتے جستجو کرنے سے ایسے فقراء مل سکتے ہیں اور بہتر یہی ہے کہ صدقہ حرم کے مسکینوں کو دے کہ وہاں دینے میں ثواب زیادہ ہے ہاں اگر وہاں ایسا نہ ملے جسے صدقہ دینا جائز ہے تو وطن واپس آ کر وہاں کے فقیروں کو دے دے، چنانچہ امام برہان الدین ابو العمالی محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ بخاری حنفی (٢٧٣) متوفی ٦١٦ھ لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ١١٦١ھ اور علماءِ ہند (٢٧٤) کی ایک جماعت نے نقل کیا کہ:

الأفضل أن يتصدّق على فقراء مكة، و لو تصدّق على غير فقراء مكة جاز،

یعنی، اور افضل یہ ہے کہ وہ مکہ کے فقراء پر صدقہ کرے، اور اگر اس نے

٢٧٣ ـ المحيط البرهاني، المجلد (٣)، كتاب (٣) المناسك، الفصل الخامس: ما يحرم على المحرم و ما لا يحرم نوع في لبس المخيط، ص٤٢٩، برقم: ٣٣١١

٢٧٤ ـ الفتاوىٰ الهندية، المجلد (١)، كتاب الحج، الباب الثامن في الجنايات، الفصل الثالث في حلق الشعر و قلم الأظفار، ص٢٤٤

مکہ کے علاوہ فقراء پر صدقہ کیا تو جائز ہے، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلاثا، ٧ محرم الحرام ١٤٢٩ھ، ١٥ یناير ٢٠٠٨ م (New 43-F)

حنفی وشافعی مذہب میں مُتمتّع کا حج سے قبل عمرے کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حجِ تمتع کرنے والے کے لئے پہلے عمرے کے بعد دیگر عمرے کرنا حنفی مذہب میں جائز ہے کیا شافعی مذہب میں بھی یہی حکم ہے یا نہیں کیونکہ کئی لوگ حجاج کرام کو حج میں عمرے کرنے سے منع کرتے ہیں؟

(السائل: محمد سلیم ولد احمد، لبیک حج گروپ، مکہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حنفی مذہب: ہمارے مذہب میں وہ متمتّع جو جانور ساتھ نہیں لایا اس کے حق میں حج سے قبل عمرے ادا کرنا جائز ہے چنانچہ علامہ حسین بن سعید عبد الغنی مکی حنفی لکھتے ہیں:

قال العلامة ابن عابدين في "منحة الخالق حاشية البحر الرائق" من باب التّمتّع ما نصّه و "قد ذكر في "اللباب": أن المتّمتّع لا يعتمر قبل الحج، قال شارحه: هذا بناء على أن المكّي ممنوع من العمرة المفردة أيضاً، و قد سبق أنه غير صحيح بل إنه ممنوع من التّمتّع و القران و هذا المتّمتّع آفاقي غير ممنوع من العمرة، فجاز له تكرارها لأنها عبادة مستقلّة أيضاً كالطّواف اهـ

و في "حاشية المدنيّ" أن ما في "اللباب" مسلّم في حق المتمتّع للهدى أما غير السائق فلا لأنه خلاف مذهب

أصحابنا جميعاً لأن العمرة جائزة فی جميع السّنة بلا كراهة إلّا فی خمسة أيام لا فرق فی ذلك بين المكّی و الآفاقی كما صرّح به فی "النهاية" و "المسبوط" و "البحر" و أخی زاده، و العلامة قاسم و غيرهم اھ(۲۷۵) بلفظه قلت: فما يفعله جهلة معلمیّ الغرباء من منعهم من إتيان العمرة للمتمتّع الذی لم يسق الهدی هو علی خلاف المذهب و يتسبّب عن المنع المذكور حرمان الغرباء من عبادة لها ثوابٌ عظيمٌ لا يتيسر لهم فعلها فی بلادهم، و ربما ضاق عليهم الوقت، فلا يمكنهم فعلها بعد نزولهم من عرفات و لا حول و لا قوة إلا باللّٰه العلی العظيم (۲۷٦)

یعنی، علامہ سید محمد امین ابن عابدین نے "منحۃ الخالق حاشیۃ بحر الرائق" کے باب تمتّع میں فرمایا کہ "لباب" میں ذکر کیا گیا کہ مُتمتّع حج سے قبل عمرہ نہیں کرے گا اور اس کے شارح (ملّا علی قاری) نے (اس کے تحت) فرمایا کہ یہ اس بنا پر (کہا گیا) کہ مکی کو عمرہ مفردہ سے بھی روکا گیا ہے، پہلے گزرا کہ (یہ قول) درست نہیں بلکہ مکی کو تمتّع اور قران سے روکا گیا ہے اور یہ متمتّع (کہ جس کی بات ہو رہی ہے) آفاقی ہے جسے (شرعاً) عمرہ سے نہیں روکا گیا تو اس کے لئے عمرہ کا تکرار جائز ہے کیونکہ طواف کی مثل عمرہ بھی ایک مستقل عبادت ہے۔اھ

اور "حاشیۃ المدنی" میں ہے کہ جو "لباب" میں ہے وہ اس مُتمتّع کے حق میں تسلیم کیا گیا ہے جو جانور ساتھ لایا ہے مگر وہ مُتمتّع جو جانور ساتھ نہیں

۲۷۵۔ منحة الخالق علی البحر الرائق، المجلد (۲)، كتاب الحج، باب التمتع، ص ۳٦٦

۲۷٦۔ إرشاد السارى إلى مناسك الملا علی القاری، باب التمتع، فصل المتمتع علی نوعين، ص ۳۱۹۔۳۲۰

لایا اس کے حق میں تسلیم نہیں کیونکہ (یہ قول) ہمارے تمام اصحاب احناف کے مذہب کے خلاف ہے کیونکہ عمرہ پانچ دنوں کے علاوہ پورا سال بلا کراہت جائز ہے اور اس میں مکی اور آفاقی کے مابین کوئی فرق نہیں جیسا کہ اس کی تصریح صاحبِ نہایہ نے "نہایہ" میں، صاحب مبسوط نے "مبسوط" میں، صاحبِ بحر نے "بحر الرائق" میں اور اَخی زادہ اور علامہ قاسم (بن قطلو بغا) وغیرہم نے فرمائی ہے۔

(علامہ حسین مکی حنفی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ باہر سے آنے والے جاہل مُعلّم جو کرتے ہیں وہ مذہب (حنفی) کے خلاف ہے اور مذکور منع میں باہر سے آنے والے حاجیوں کو ایسی عبادت سے محروم کرنا ہے کہ جس میں عظیم ثواب ہے اور اس عبادت کو ان کے اپنے شہر میں ادا کرنا ممکن نہیں، اور بسا اوقات حاجیوں پر وقت تنگ ہوتا ہے (کہ حج کے بعد فوراً اُن کی واپسی ہوتی ہے) تو اُن کے لئے عرفات سے واپسی کے بعد اس عبادت کو بجا لانا ممکن نہیں رہتا و لاحول ولاقوۃ إلا باللہ العلی العظیم۔

شافعی مذہب: شافعی مذہب میں بھی متمتع کو حج سے قبل عمرے ادا کرنے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ عمروں کی کثرت مستحب ہے، چنانچہ امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

ثم المعتمر إن كان متمتعاً أقام بمكة حلالاً يفعل ما أراد .....، فإذا أراد أن يعتمر تطوّعاً كان له ذلك و يُستحبّ الإكثار من الإعتمار كما سيأتی من باب المُقام بمكة إن شاء اللّٰه تعالیٰ (۲۷۷)

یعنی، پھر معتمر اگر متمتع ہے تو مکہ میں بلا احرام ٹھہرے جو چاہے کرے.....پس جب نفلی عمرہ کرنے کا ارادہ ہو تو اُسے عمرہ ادا کرنا جائز

۲۷۷۔ شرح الإيضاح فی المناسك مع حاشيته للهيتمی، الباب الثالث فی دخول مكة الخ، الفصل الرابع فی الوقوف بعرفات الخ، ص ۳۰۸

ہےاور کثرت سے عمرے کومستحب قرار دیا گیا ہے جیسا کہ انشاءاللہ تعالیٰ
''باب القام بمکہ''میں عنقریب آئے گا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت،۲۸ذی القعدہ ۱٤۲۸ھ، ۸دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 06-F)

حج کے بعد کسی کام سے مدینہ طیبہ جانے والے گروپ لیڈر کے لئے طواف وداع کا حکم

استفتاء: کیافرماتے ہیں علماءدین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم گروپ لیڈروں کو بسااوقات حج کے بعد فوراً گروپ کے کام سے مدینہ طیبہ بھی جانا پڑتا ہے اس صورت میں ہمیں طوافِ وداع کرنا لازم ہوگا یانہیں جب کہ ہم نے اس دن یا دوسرے پھر مکہ لوٹنا ہوتا ہے اور لازم ہونے کی صورت میں بغیر طواف کئے چلے گئے تو ہم پر کیا لازم ہوگا؟

(السائل محمد رضوان ولد عبدالستار، لبیک حج گروپ اینڈ سروس، مکہ المکرّمۃ)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: طوافِ وداع آفاقی حاجی پر واجب ہے مفرد بالحج ہو یا مُتمتّع یا قارن ہو، عمرہ کرنے والے آفاقی اور مکی ومیقاتی حاجی پر واجب نہیں اسی طرح وہ آفاقی جو حج کو آیا اور وقوفِ عرفہ نہ کرسکا اور وہ حاجی جو حج کا احرام باندھنے کے بعد کسی وجہ سے روک لیا گیا جیسے قید یا مرض وغیرہما، اور پاگل، بچے، حیض ونفاس میں مبتلا عورتیں جب کہ روانگی تک ان عوارض میں مبتلا رہیں ان سب پر بھی یہ طواف واجب نہیں چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۰/۹۹۴/۹۹۶ھ لکھتے ہیں:

هو واجب على الحاج الآفاقي المفرد و المتمتّع والقارن و لا يجب على المعتمر (أي و لو كان آفاقياً) و لا على أهل مكة، و الحرم، و الحلّ، و المواقيت و فائت الحج و المحصر، و

المجنون، و الصبي و الحائض و النُّفساء، و من نوى الإقامة الأبدية (أي الاستيطان) بمكة قبل حلّ النفر الأول من أهل الآفاق (۲۷۸)

یعنی، یہ آفاقی مفرد، متمتع اور قارن حاجی پر واجب ہے اور معتمر اگر چہ آفاقی ہو پر واجب نہیں اور اہلِ مکہ، اہلِ حرم، اہلِ حل، اہلِ میقات اور فائت الحج، محصَر، پاگل، بچے اور حیض ونفاس والی عورتوں، اور وہ آفاقی جو نفرِ اول سے قبل مکہ معظّمہ میں ہمیشہ اقامت کی نیت کرلے ان سب پر طواف وداع واجب نہیں ہے۔

اور وہ گروپ لیڈر آفاقی ہی ہوتے ہیں جب وہ حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ طیبہ جانے کا ارادہ کرتے ہیں تو یہ طواف اُن پر واجب ہو جاتا ہے چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

و طواف الصدر واجب على الحاج إذا أراد الخروج من مكة (۲۷۹)

یعنی، طواف وداع (آفاقی) حاجی پر اس وقت واجب ہے جب وہ مکہ معظّمہ سے نکلنے کا ارادہ کرے۔

آفاقی حج کے بعد جب تک مکہ مکرمہ میں ہے اس پر یہ طواف واجب نہیں اگر چہ وہ حج کے بعد مکہ مکرمہ میں سال بھر ہی کیوں نہ رہے اُس سے اِس طواف کی ادائیگی کا مطالبہ نہیں ہے کیونکہ یہ واجب ان واجبات میں سے ہے کہ جس کا وقت مقرر نہیں اور ایسا واجب جو مؤقت نہ ہو اس کا ترک خُروجِ مکہ سے متحقق ہوتا ہے جیسا کہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ ''تنویر الابصار'' کی عبارت ''طوافِ وداع کے ترک پر دَم لازم ہے'' کے تحت لکھتے ہیں:

و لا يتحقّق الترك إلا بالخروج من مكة (۲۸۰)

۲۷۸۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب طواف الصدر، ص ۲۷۹

۲۷۹۔ الفتاوىٰ الهندية، المجلد (۱)، كتاب الحج، الباب الخامس فی كيفية أداء الحج، ص ۲۳٤

۲۸۰۔ الدر المختار: ۳/٦٦٥

یعنی، ترک متحقق نہیں ہوتا مگر مکہ معظمہ سے نکلنے سے۔

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لأنّه ما دام فيها لم يُطالَبْ به ما لم يُرِدِ السَّفرَ (۲۸۱)

یعنی، جب تک وہ مکہ میں ہے اس سے اس کا مطالبہ نہیں کیا جاتا جب تک وہ سفر کا ارادہ نہ کرے۔

اور اگر وہ طوافِ وداع کئے بغیر مکہ مکرمہ سے نکل جاتا ہے تو میقات سے گزرنے تک اس پر واجب رہتا ہے کہ وہ واپس لوٹے اور طوافِ وداع کرے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

يجب عليه العود بلا إحرام ما لم يجاوز الميقات (۲۸۲)

یعنی، اس پر بغیر احرام کے لوٹنا واجب ہے جب تک میقات سے نہ گزرے۔

اور جب وہ میقات سے گزر جاتا ہے تو اس پر لوٹنا واجب نہیں رہتا دم واجب ہو جاتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

فإن جاوزه لم يجب الرّجوع و يجب الدّم (۲۸۳)

یعنی، اگر وہ میقات سے گزر جائے تو لوٹنا واجب نہیں دَم واجب ہے۔

اور میقات سے گزرنے کے بعد اگر طوافِ وداع کی ادائیگی اور اپنے آپ پر واجب دم کو ساقط کرنے کے لئے لوٹ آتا ہے تو احرام باندھ کر لوٹنا ہوگا کیونکہ جو بھی حرم میں داخل ہونے کے ارادے سے میقات سے گزرتا ہے اس پر حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر آنا واجب ہوتا ہے، پھر مکہ مکرمہ پہنچ کر پہلے عمرہ کا طواف کرے گا پھر طوافِ وداع چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

۲۸۱۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۳)، کتاب (۵) الحج، باب (۳) الجنایات، تحق قوله: و لا يتحقّق الترك، ص ٦٦٥

۲۸۲۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب طواف الصدر، فصل، ص ۲۸۰

۲۸۳۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، ص ۲۸۰

فإن رجع (أی بالإحرام) بدء بطواف العمرة ثم بالصدر (۲۸٤)

یعنی، پس اگر احرام باندھ کر لوٹ آیا تو پہلے عمرہ کا طواف کرے گا پھر طوافِ وداع۔

اور عمداً ترکِ واجب گناہ ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

لكن العامد آثم أی بتركه (۲۸۵)

یعنی، لیکن قاصد واجب کے ترک میں گنہگار ہے۔

اور اس صورت میں وہ گناہ دَم دینے سے بھی معاف نہ ہوگا بلکہ اس کے لئے سچی توبہ لازم ہوگی چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

چون ترک کرد بطریقِ تعمد آثم باشد اگر چہ دم دہد و مرتفع نگردد آن اثم بغیر توبہ (۲۸٦)

یعنی، جب واجب کو جان بوجھ کر ترک کرے گا تو گنہگار ہوگا اگر چہ دَم دے دے اور وہ گناہ بغیر توبہ کے نہ اٹھے گا۔

جس دم دینے سے قصد پائے جانے کی صورت میں گناہ باقی رہتا ہے اس طرح اِعادہ کے ذریعے دَم ساقط کروانے کی صورت میں بھی گناہ باقی رہے گا جب کہ ترکِ واجب کا ارتکاب قصداً ہوا ہو۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الخميس، ۱۸ ذی الحجة ۱٤۲۸ ھ، ۲۷ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 32-F)

حِل کی طرف نکلنے والے آفاقی کے لئے طوافِ وداع

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی آفاقی

۲۸٤۔ لُباب المناسك، ص ۲۸۰

۲۸۵۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب فرائض الحج، فصل فی واجباته ص ۸۰

۲۸٦۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، مقدمة الرسالة ص ٤٥

شخص حج ادا کرنے کے بعد طوافِ وداع کئے بغیر اگر جدّہ جانا چاہئے جیسا کہ عموماً آفاقی حاجیوں کو دیکھا گیا ہے کہ ان ایام میں جدّہ کا رُخ کرتے ہیں تو ان پر لازم ہوگا کہ وہ طوافِ وداع کر کے جائیں اسی طرح کوئی آفاقی حاجی ادائیگی حج کے بعد عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے تنعیم (مسجد عائشہ) جانا ہے حالانکہ اس نے طوافِ وداع نہیں کیا ہوتا تو وہ حُدودِ حرم سے باہر جاسکتا ہے یا نہیں؟

(السائل: سید حرم رضا، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں نہ تو جدہ جانے والے آفاقی حاجی پر طوافِ وداع واجب ہوگا اور نہ ہی تنعیم یا حِل کے کسی اور مقام کو عمرہ یا غیر عمرہ کے ارادے سے جانے والے پر کیونکہ یہ طواف تو صرف اس آفاقی حاجی پر واجب ہوتا ہے جب وہ مواقیت خمسہ میں سے کسی میقات سے باہر جانے کا ارادہ کرے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لیس علی الخوارج إلی التنعیم وداع (أی طواف له) (۲۸۷)

یعنی طوافِ وداع تنعیم کی طرف نکلنے والے آفاقی حاجی پر واجب نہیں ہے۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أی مثلاً من مواضع الحلّ

یعنی، مواضعِ حِل کی طرف نکلنے والے پر طوافِ وداع نہیں مثلاً تنعیم (یعنی مصنف نے تنعیم کا ذکر بطور مثال کے کیا ہے)۔

ائمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک بھی ایسے شخص پر طوافِ وداع نہیں سوائے امام ثوری کے کوئی اس کا قائل نہیں کہ وہ ایسے شخص پر طوافِ وداع کو واجب قرار دیتے ہیں جیسا کہ مُلّا علی قاری حنفی نے المسلك المتقسط فی المنسك المتوسّط (۲۸۸) میں ذکر کیا ہے۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۱۹ ذی الحجة ۱٤۲۸ ھ، ۲۸ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 33-F)

۲۸۷۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب طواف الصّدر، فصل، ص ۲۸۱

۲۸۸۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب طواف الوداع، ص ۲۸۱

حج کی سعی کئے بغیر مدینہ طیبہ جانا اور واپس آ کر عمرہ کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے حج کی سعی نہ کی تھی کہ اُسے مدینہ طیبہ جانا پڑ گیا وہ مدینہ طیبہ گیا واپسی میں عمرہ کا احرام باندھا اور مکہ آ کر عمرہ کیا، پھر اس طرح مدینہ طیبہ جانا پڑ گیا تو بغیر سعی کے مدینہ طیبہ چلا گیا پھر واپسی پر عمرہ کا احرام باندھ کر آیا اور عمرہ ادا کیا اس صورت میں جب کہ اس شخص پر حج کی سعی باقی تھی مذکورہ شخص کے لئے شرع مطہرہ میں کیا حکم ہے؟

(السائل محمد قطانی، القطانی حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یاد رہے کہ سعی حج کے واجبات میں سے ہے اور یہ اُن واجبات میں سے ہے کہ جس کے لئے کوئی ایسا وقت مقرر نہیں کہ جس میں اسے ادا کرنا واجب ہو اور اس وقت کے نکل جانے کے بعد حاجی پر کوئی دَم یا صدقہ وغیرہما لازم آتے ہوں یا اس وقت کے نکل جانے کے بعد یہ واجب ہو جائے، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لیس له وقتٌ یَفُوْتُ بفوته (۲۸۹)

یعنی، اس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں کہ جس کے گزر جانے سے وہ فوت ہو جائے۔

اور سعی کے غیر مؤقّت ہونے کے بارے میں امام ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

لأن السعی غیر مؤقّت (۲۹۰)

یعنی، کیونکہ سعی غیر مؤقّت ہے۔

۲۸۹۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۳)، کتاب (۵) الحج، باب (۳) الجنایات، تحت قوله: ولا یتحقّق الترك الخ، ص ٦٦٥

۲۹۰۔ المسالك فی المناسك، المجلد (۱)، فصل: الترتیب منه ص ٤٧٣

Ishaate Islam

لہٰذا سعی کے غیر مؤقّت ہونے کی وجہ سے اسے جب بھی ادا کرے ادا ہو جائے گی اگر چہ بلاعذر تاخیر نہیں کرنی چاہئے کہ خلافِ سنّت ہے اس لئے مکروہ تنزیہی ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

إلا أنه يكره له (٢٩١)

یعنی، مگر یہ کہ حاجی کو سعی (ایامِ نحر سے) مؤخّر کرنا مکروہ (تنزیہی) ہے۔

اور حاجی جب سعی کئے بغیر مکہ مکرمہ سے چلا جاتا ہے تو گویا وہ سعی کو چھوڑ گیا کیونکہ خُروج سے ترک متحقّق ہو گیا اور اس پر لازم ہوا کہ جب تک وہ میقات سے نہ نکلا بلا احرام لوٹ آئے اور سعی کرے لیکن جب میقات سے نکل گیا تو اس پر دَم لازم آ گیا کہ وہ حج کا ایک واجب چھوڑ کر گیا ہے لیکن اگر وہ دم نہیں دیتا اور واپس آ کر سعی کر لیتا ہے تو ترکِ سعی کا دَم ساقط ہو جائے گا لیکن افعالِ حج کی تکمیل سے قبل احرام عمرہ سے دو عبادتوں حج وعمرہ کو جمع کرنے والا ہو گیا اس وجہ سے اس پر دَم ہو گا جیسا کہ حیاۃ القلوب (۲۹۲) میں ہے۔

اس لئے اسے عمرہ کو چھوڑ کر حج کا باقی رہا ہوا ایک فعل یعنی سعی کرنی ہو گی اور دَم کے ساتھ عمرہ کی قضاء بھی لازم ہو گی۔

ایسے افراد کو چاہئے کہ حج کے بعد میقات سے باہر نکلنے سے قبل سعی (بشرطیکہ منیٰ روانگی سے قبل سعی نہ کر لی ہو) اور ایک نفلی طواف کر لیا کریں تو سعی سے حج کا واجب اور نفلی طواف سے طوافِ وداع جو کہ ہر آفاقی حاجی پر واجب ہے ادا ہو جائے گا۔ بہتر تو یہی ہے کہ حج کی سعی طوافِ زیارت کے ساتھ یا منیٰ روانگی سے قبل احرام حج کے بعد ایک نفلی طواف کے بعد کر لیں اور اعمالِ منیٰ سے فراغت کے بعد پہلی فرصت میں ایک نفلی طواف کر لیا کریں کہ اُن لوگوں کو خود بھی معلوم نہیں ہوتا کہ انہیں کب کسی کا مدینہ طیبہ جانا پڑ جائے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الثلثاء، ٢٢ ذى الحجة ١٤٢٨ھ، ١ يناير ٢٠٠٨ م (New 36-F)

٢٩١۔ المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب الجنايات، فصل فى الجناية فى السعى، ص ٣٩٣

٢٩٢۔ حياة القلوب فى زيارة المحبوب، باب دهم، فصل ششم، در بيان كيفية رجوع بعد فراغ رمى جمار، ص ٢٢٢۔٢٢٣

حج کی سعی کئے بغیر مدینہ طیبہ جانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں حج کی سعی ابھی نہ کی تھی کہ مجھے ضروری کام سے مدینہ طیبہ جانا پڑ گیا اور میں نے وہاں سے واپسی پر عمرہ کا احرام باندھ لیا کہ احرام نہ باندھتا تو دَم لازم آتا پھر آ کر عمرہ ادا کیا اور اس کے بعد عمرہ کی سعی کی اب مجھ پر کیا لازم ہو گا؟

(السائل: محمد فقانی، الفقانی ٹریولز)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ایک دَم لازم ہو گا چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں کہ امام شمس الدین ابو بکر محمد سرخسی حنفی نے لکھا ہے:

قال: والعمرة لاتضاف إلى الحج، و الحج يضاف إلى العمرة قبل أن يعمل منهما شيئًا و بعد أن يعمل هكذا نقل عن ابن عباس رضى الله عنهما و هذا لأن الله تعالى جعل العمرة بداية و الحج نهاية بقوله تعالى: ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ﴾ (٢٩٣) فمن أضاف الحجة إلى العمرة كان فعله موافقاً كما فى القران، ومن أضاف العمرة إلى الحج كان مخالفاً للقران فكان مُسيئاً من هذا الوجه (٢٩٤)

یعنی، عمرہ حج کی طرف مضاف نہیں ہوتا اور حج عمرہ کی طرف مضاف ہوتا ہے جب کہ اس نے ان دونوں میں سے کسی کے افعال میں سے کچھ ادا نہ کیا ہو اور اس وقت بھی جب کچھ افعال ادا کر لئے ہوں اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور یہ اس لئے کہ اللہ

٢٩٣۔ البقرة: ٢/١٩٦

٢٩٤۔ المبسوط للسرخسى، المجلد (٢)، الجزء (٤)، باب الجمع بين الإحرامين، ص ١٦٤۔١٦٥

تعالیٰ نے اپنی فرمان ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ﴾ میں عمرہ کو ابتداء اور حج کو انتہاء قرار دیا، پس جس نے حج کو عمرہ کی طرف مضاف کیا تو اس کا فعل موافق ہے جیسا کہ قران میں ہے اور جس نے عمرہ کو حج کی طرف مضاف کیا تو اس کا یہ فعل قران کے خلاف ہے پس ایسا کرنے والا اسی وجہ سے بُرا کرنے والا کہلائے گا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اگر شخصے احرام بست بعمرہ بعد از وقوف قبل الحلق یا بعد از حلق قبل از طواف زیارت یا بعد الحلق والطواف قبل از سعی بین الصفا والمروۃ یا بعد الحلق و الطواف و السعی قبل رمی الجمار کہ در جمیع این صور واجب باشد بروی رفض عمرہ و نیز لازم آید بروی دم بواسطہ رفض و اگر رفض نکرد واجب آید بروی دم بواسطہ جمع میان دو نسک پس معلوم شد کہ آنچہ کثیر الوقوع می شود در اہل مکہ کہ احرام می بندند برائ عمرہ قبل از انکہ سعی نمایند برائ حج پس واجب آید بر ایشان دم بواسطہ جمع بین النسکین کما صرّح بذلك الشیخ علی القاری و حنیف الدین المرشدی فی شرحیهما علی المنسك المتوسط(۲۹۵)

یعنی، اگر کوئی شخص وقوف (عرفات) کے بعد حلق سے قبل یا حلق کے بعد طوافِ زیارت سے قبل یا حلق وطواف کے بعد صفا و مروہ کے مابین سعی سے قبل یا حلق وطواف وسعی کے بعد رمی جمار سے قبل عمرہ کا احرام باندھا تو ان تمام صورتوں میں اُسے عمرہ کا احرام توڑنا لازم ہے اور اس پر (عمرہ کا) احرام توڑنے کا دَم (اور عمرہ کی قضاء) لازم ہوگی اور اگر عمرہ کا احرام نہ توڑے تو بھی اس پر دو نُسک کو جمع کرنے کی وجہ سے دَم لازم ہو گا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ وہ جو اہلِ مکہ میں کثیر الوقوع ہے کہ سعی ادا

۲۹۵۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب دہم، فصل ششم، ص ۲۲۲۔۲۲۳

کرنے سے قبل عمرہ کا احرام باندھ لیتے ہیں تو دو نُسک جمع ہونے کی وجہ سے ان پر دَم لازم آتا ہے۔ اسی طرح مُلّا علی قاری اور شیخ حنیف الدین مرشدی نے "المنسک المتوسط" پر اپنی اپنی شرح میں اس کی تصریح کی ہے۔

یوم الأربعاء، ۸ محرم الحرام ۱٤۲۹ھ، ۱٦ يناير ۲۰۰۸ م (New 44-F)

خلافِ قانون چُھپ کر رہنے والوں کی نماز کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کچھ لوگ عمرہ کے ویزہ پر عمرہ کے لئے جاتے ہیں اور مدت ویزہ ختم ہونے کے بعد واپس نہیں آتے حج کے لئے رک جاتے ہیں، وہاں چُھپ کر رہتے ہیں انہیں ڈر ہوتا ہے کہ پکڑے گئے تو واپس کر دیئے جائیں گے، اس صورت میں وہ نمازیں پوری پڑھیں گے یا قصر کریں گے؟

(السائل:)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں وہ لوگ قصر کریں گے کیونکہ اقامت کی نیت صحیح ہونے میں سے ایک شرط اقامت کرنے والا کا مستقل بالرائے ہونا بھی ہے اور ان لوگوں میں یہ شرط مفقود ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو خود معلوم نہیں کہ یہ کتنے دن یہاں رہیں گے کیونکہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ جس دن بھی حکومت کو ان کی غیر قانونی موجودگی کا علم ہوا واپس لوٹا دیئے جائیں گے اور حقیقت بھی یہی ہے غیر قانونی مقیم جب بھی پکڑ لئے جاتے ہیں تو انہیں وطن واپس کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا مدتِ اقامت کا انہیں علم نہ ہونے کی وجہ سے یہ لوگ مسافر ہی رہیں گے اگرچہ خود ان کا پندرہ دن سے زیادہ رہنے کا ارادہ ہو، چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱٦۱ھ لکھتے ہیں:

الأصل من يمكنه الإقامة بإختياره يصير مقيماً بنية نفسه و من لا يمكنه الإقامة لا يصير مقيماً بنية نفسه (۲۹٦)

۲۹٦۔ الفتاوی الهندية: ۱/ ۱٤۱

Ishaat

یعنی، اصل یہ ہے کہ جسے اپنے اختیار کے ساتھ اقامت ممکن ہو تو وہ اقامت کی اپنی نیت کرنے سے وہ مقیم ہو جائے گا اور جسے اپنے اختیار کے ساتھ اقامت ممکن نہ ہو وہ نیت اقامت کرے تو مقیم نہ ہوگا۔

ہاں اگر کسی طرح سے ان کو غلبۂ ظن ہو جائے کہ انہیں پندرہ دن یا اس سے زائد کا موقع مل جائے گا تو اقامت کی نیت درست ہو جائے گی، چنانچہ لکھتے ہیں:

و یکفی فی ذلك القصد غلبة الظن یعنی إذا غلب علی ظنه أنه یسافر قصر و لا یشترط فیه التیقّن کذا فی "التبیین" (۲۹۷)

یعنی، اس قصد میں غلبۂ ظن کافی ہے یعنی جب اس کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ سفر کرے گا تو قصر کرے اور اس میں یقین ہونا شرط نہیں، اس طرح ''تبیین الحقائق'' میں ہے۔

اور ان لوگوں کو غلبۂ ظن حاصل ہونے کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں جیسے کہ اُسے معلوم ہے کہ وہ ایسی جگہ رہتا ہے جہاں سے غالب یہی ہے کہ وہ پکڑا نہیں جا سکتا یا وہ ایام آ گئے جن میں اُسے معلوم ہے کہ اب حکومت نہیں پکڑتی یا حکومت نے اعلان کر دیا کہ ایسے لوگ کسی کاروائی کے تحت حج کے لئے رک سکتے ہیں یا اُسے علم ہو کہ ان ایام میں غیر قانونی طور پر رُکنے والے پکڑے بھی جائیں تو واپس نہیں لوٹائے جاتے وغیرہ۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ٦ محرم الحرام ١٤٢٩ھ، ١٤ يناير ٢٠٠٨ م (New 41-F)

مواجہۂ اقدس پر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زائرین جب حضور سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کرنے کی غرض سے حاضر ہو تو ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو یا ہاتھ چھوڑ کر؟ مشاہدہ یہ ہے کہ وہاں پر موجود کارندے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونے سے

۲۹۷۔ الفتاوی الهندية، المجلد (١)، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر، ص١٩٨

روکتے ہیں، اور اگر وہ روکیں تو اس صورت میں زائر کو کیا کرنا چاہئے؟ پھر ہاتھ باندھ لے یا ہاتھ کھول کر کھڑا ہو جائے اور فقہاء کرام ہاتھ باندھنے اور کھولنے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ با حوالہ ذکر کریں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

(السائل محمد عرفان ضیائی، الفتانی حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالی وتقدس الجواب: فقہاء کرام نے مواجہۂ اقدس پر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے کو ادب قرار دیا ہے کیونکہ وہ لوگ جو ہاتھ باندھنے سے منع کرتے ہیں وہ بھی یہی لکھتے ہیں کہ اس بارگاہ میں ادب کے ساتھ کھڑا ہو، چنانچہ ان کے مولوی عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز نے لکھا ہے کہ

اور نبی ﷺ کی قبر (انور) کے سامنے ادب کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور دبی آواز سے آپ پر اس طرح سلام کرے۔ الخ (۲۹۸)

اسی طرح طلال بن احمد العقیل کے تحریر کردہ رسالہ ''رہنمائے حج وعمرہ'' میں ہے:

پھر نبی کریم ﷺ کی قبر کے پاس جائے اور اس کی طرف ادب واحترام اور پست آواز کے ساتھ اس طرح سلام کرے۔ الخ (۲۹۹)

اسی طرح سلسلۂ ارشادات للحاج والمعتمرین میں چھپنے والے چوتھے رسالہ میں ہے:

ثم یسنّ زیارة قبره ﷺ و السلام علیه و علی صاحبه، بأدب و خفض صوت و لا یجوز رفع الأصوات عند قبره ﷺ الخ (۳۰۰)

یعنی، پھر مسنون ہے کہ آپ ﷺ کے روضۂ انور کی زیارت کرے اور آپ اور آپ کے اصحاب (حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) کی بارگاہ میں ادب اور دبی آواز سے سلام عرض کرے اور آپ ﷺ کی قبر انور پر آوازیں بلند کرنا جائز نہیں۔

۲۹۸۔ حج وعمرہ اور زیارت کے مسائل کی تحقیق الخ، فصل مسجد نبوی کی زیارت کا بیان، ص ۱۱۷

۲۹۹۔ رہنمائے حج وعمرہ، زیارت مسجد نبوی کا طریقہ، مدینۃ النبی، ص ۴۹

۳۰۰۔ الحج و العمرة مع أدعية مختارة، إرشادات لزائری مسجد الرسول ﷺ، ص ٧٤

مندرجہ بالا تین عبارات میں سے ایک میں ادب سے کھڑا ہونا اور دو میں ادب و احترام کے ساتھ سلام پیش کرنے کی تصریح ہے، اور ساری دنیا جانتی ہے کہ سینہ تان کر کھڑے ہونے کو ادب کے ساتھ کھڑا ہونا نہیں کہا جاتا بلکہ عجز وانکساری سے کھڑے ہونے کو ادب کے ساتھ کھڑا ہونا کہتے ہیں اور اہلِ اسلام کے عرف میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا ادب سے کھڑا ہونا کہلاتا ہے جب ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا ادب واحترام کے ساتھ کھڑا ہونا ہے اور اس بارگاہ میں ادب واحترام کے ساتھ کھڑے ہونے کا حکم ہے تو ظاہر ہے کہ زائر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوگا اور سلام عرض کرے گا۔

اور زائرین جانتے ہیں کہ وہاں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے نہیں دیا جاتا جب کہ ہاتھ باندھنے والوں پر بسا اوقات سختی بھی کی جاتی ہے خصوصاً جب کوئی شخص آگے کھڑا ہو تو اُسے ہاتھ باندھنے نہیں دیا جاتے، ایسی صورت میں ہم زائر کو یہی حکم دیں گے کہ اگر ہاتھ باندھنے نہ دیئے جائیں تو ہاتھ کھول دے کہ اس بارگاہ کا ادب یہی ہے کہ وہاں کسی قسم کی مزاحمت نہ کی جائے اور آئندہ آگے آکر کھڑے ہونے سے احتراز کرے پیچھے یا درمیان میں کھڑا ہوتا کہ ادب واحترام کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں کچھ دیر سلام کا نذرانہ پیش کر سکے، لیکن ہم اُن روکنے والوں سے یہ پوچھنے کا حق ضرور رکھتے ہیں کہ کیوں منع کرتے ہو؟ کیا آقا علاہ الصلاۃ والسلام کی بارگاہ میں امتی کا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا شرک ہے اگر شرک ہے تو مطلب یہ ہوا کہ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا عبادت ہوا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بھی عبادت جائز نہیں، اگر یہی قاعدہ واصول ہے پھر تو ہر وہ شخص جو ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو بلا تأمل کہا جائے گا کہ یہ عبادت کر رہا ہے کیا اس وجہ سے کہ نماز میں حالتِ قیام میں ہاتھ باندھے جاتے ہیں اگر یہی وجہ ہو تو نماز میں تو نمازی رکوع میں جھکتا بھی ہے پھر تو جس شخص کو بھی جھکتے دیکھو سمجھ لو کہ عبادت میں ہے اور اگر کسی چیز کو اٹھانے کے لئے جھکتا دیکھو تو بلا سوچ وبچار کے کہہ دو کہ یہ شرک کر رہا ہے، اور نماز میں حالتِ قعدہ میں نمازی دو زانو ہو کر بھی بیٹھتا ہے پھر جس شخص کو بھی اس طرح بیٹھے دیکھو کہہ دو کہ عبادت کر رہا ہے اگر طالب العلم استاد کے آگے دو زانو بیٹھا قرآن پڑھ رہا

ہے تو کہہ دو کہ شرک کر رہا ہے حالانکہ ایسا بالکل بھی نہیں ہے، اس لئے ضروری ہے کہ پہلے عبادت کو سمجھا جائے کہ عبادت کسے کہتے ہیں تا کہ تحقّقِ شرک کا فیصلہ دینے میں آسانی رہے

لُغت وتفسیر کی عام کُتُب میں ایک ہی معنی ملتا ہے اَقْصٰی غَایَۃُ الْخُضُوْعِ وَ التَّذَلُّلِ یعنی حد درجہ کی عاجزی اور انکساری، مفسرین اس کی مثال سجدہ سے دیتے ہیں حالانکہ صرف سجدہ ہی عبادت نہیں بلکہ حالتِ نماز میں تمام حرکات وسکنات عبادت ہیں، ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا، رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ کر کھڑے ہونا، سجدہ اور اس کے بعد حالت التحیات میں دو زانو بیٹھنا، سلام کے لئے دائیں بائیں منہ پھیرنا، یہ سب عبادت ہیں، اگر عبادت صرف تذلّل وانکسار کے آخری مرتبہ کا نام ہے اور یہ آخری مرتبہ سجدہ ہی ہے تو کیا باقی چیزیں عبادت نہیں، اس کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا، اور اگر یہ ساری چیزیں مطلقاً عبادت ہیں تو اگر کوئی شاگرد اپنے استاد کے سامنے اور بیٹا اپنے باپ کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھتا ہے یا اُن کی آمد پر کھڑا ہو جاتا ہے تو کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ اس نے اپنے استاد یا باپ کی عبادت کی اور اُن کو معبود بنا لیا ہرگز نہیں۔ پھر دیکھنا یہ ہے کہ وہ کونسی چیز ہے جو ان حرکات وسکنات کو اگر نماز میں ہوں تو عبادت بنا دیتی ہے اور یوں کھڑے ہونے کو (ہاتھ باندھے یا کھولے ہوئے) اور اس طرح بیٹھنے کو اور دائیں بائیں منہ پھیرنے کو تذلُّل کے آخری مرتبہ پر پہنچا دیتی ہے۔ اور اگر یہی اُمور نماز سے خارج ہوں تو یہ ان کی غایتِ خُضوع ہے اور نہ یہ عبادت متصوّر ہوتے ہیں تو اس کا ممیّز ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ جس ذات کے لئے اور جس کے سامنے یہ افعال کئے جا رہے ہیں اس کے متعلق کرنے والے کا کیا عقیدہ ہے، اگر اس کو اللہ اور معبود یقین کرتا ہے تو یہ سب اعمال عبادت ہیں اور سب میں غایت تذلُّل وخُضوع پایا جاتا ہے لیکن اگر اس کو عبد اور بندہ سمجھتا ہے نہ خدا، نہ خدا کا بیٹا، نہ اس کی بیوی، نہ اس کا اَوتار تو یہ اعمال عبادت نہیں کہلائیں گے۔ ہاں ان کو احترام اِجلال اور تعظیم کہا جا سکتا ہے، البتہ شریعتِ محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء میں غیر خدا کے لئے سجدۂ تعظیمی بھی ممنوع ہے" الخ۔

یہ سمجھ لینے کے بعد اب بات خود بخود واضح ہوگئی کہ بارگاہِ رسالت علیہ التحیۃ والثناء میں

دست بستہ سلام عرض کرنے کی غرض سے کھڑا ہونے والا شخص ہاتھ باندھنے کی وجہ سے نہ عبادت کرنے والا کہلائے گا، اور نہ ہی اس کا یہ فعل شرک قرار پائے گا اور نہ ہی اس کے اس فعل کو غایتِ تذلّل وخُضوع کہا جاسکتا ہے کیونکہ اُمّتی ہاتھ باندھ کر جب عرض کرتا ہے: السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا نبی اللہ، السلام علیک یا حبیب اللہ تو عبادت کی نفی ہوگئی جب عبادت کی نفی ہوگئی تو شرک خود بخود مُنتفی ہوگیا، اس لئے کہ وہ جس ذات کے لئے یا جس کی بارگاہ میں ہاتھ باندھے کھڑا ہے اُس ذات کو وہ ''اے اللہ کے رسول، اے اللہ کی نبی، اے اللہ کے حبیب'' کہہ کر مخاطب ہو رہا ہے تو کھڑے ہونے والے کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اللہ کے نبی ہیں نہ یہ کہ معاذ اللہ! وہ خُدا ہیں یا خُدا کا بیٹا یا اس کا اَوتار ہے۔ لہٰذا اُمّتی اس عقیدہ پر جو بھی فعل بجالائے، جو بھی عمل کرے اُسے عبادت کا نام نہیں دیا جاسکتا حتی کہ خدانخواستہ اگر کوئی سجدہ بھی کرلے تو عبادت کرنے والا قرار نہیں دیا جائے گا اور اس کا سجدہ تعظیمی کہلائے گا اور شریعت مطہرہ میں سجدۂ تعظیمی کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے اس کے مُرتکب کو روکا جائے گا، مُشرک قرار نہیں دیا جاسکتا، وہ سخت گنہگار ہوگا مگر ایمان سے خارج نہیں ہوگا، ایمان سے خارج تب ہوتا جب معبود سمجھ کر سجدہ کرتا اور اس بارگاہ میں آنے والا کوئی شخص بھی یہ اعتقاد نہیں رکھتا کیونکہ اس کا حضور ﷺ کو ''یا رسول اللہ'' کہہ کر مخاطب کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شرک نہیں کر رہا؟

باقی رہی یہ بات کہ اُسے اگر بدعت کہا جائے تو مانعین کی تعریف کے مطابق یہ ہوگا حضور ﷺ نے ایسا نہیں کیا اس لئے یہ فعلِ بدعت ہے اور ایسا ممکن نہیں کیونکہ حضور ﷺ سے اُن کی اپنی ذات اور اپنی قبر انور کے لئے اس فعل کی دلیل کا پایا جانا ممکنات میں سے نہیں، اور حضور ﷺ کے دیگر صحابہ وشہداء کے مزارات پر کھڑے ہونے کی کیفیت کو یہاں فرقِ مراتب کی وجہ سے بطور دلیل ذکر نہیں کیا جاسکتا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے افعال کو اگر سنّت میں شامل اور بدعت سے خارج مان لیا جائے تو صحابہ کرام کے مواجہہ اقدس پر کھڑے ہونے کی کیفیت کو صحت کے ساتھ ثابت نہیں کیا جاسکتا اور اگر ثابت بھی ہو اور اس میں ارسال ہو تو اس

سے ہاتھ باندھنے کی نفی لازم نہیں آتی اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے سے ممانعت مروی نہیں ہے اور اگر مروی ہو تو صحت کے ساتھ ثابت نہیں اور اگر صحت کے ساتھ ثابت بھی ہو تو بھی کسی فعل کے حرام ہونے کے لئے قولِ صحابی کافی نہیں۔ اور اگر قولِ رسول ہو اور صحت کے ساتھ ثابت ہو تو بھی کافی نہیں کیونکہ خبرِ واحد ہے اور خبر واحد ثبوت حرمت میں کفایت نہیں کرتی جیسا کہ اصولِ فقہ سے معمولی شغف رکھنے والے پر یہ سب مخفی نہیں ہے۔

اور یہ بات بھی سب پر عیاں ہے کہ فعل کسی دلیل کا محتاج نہیں ہوتا منع کے ثبوت کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہوتا ہے اور پھر یہ فعل ایسا ہے کہ جس پر اُمّت کا تعامل قدیم سے جاری ہے اور مذاہبِ اربعہ کے مقتدر فقہاء کرام کی تصریحات موجود ہیں جب کہ عدم فعل اور منع پر نہ تعاملِ اُمّت ہے اور نہ ہی مذاہب اربعہ کے فقہاء کی تصریحات چنانچہ فقہ حنفی میں مناسک حج و عمرہ کی مشہور و مستند کتاب ''لُباب المناسک وعُباب المناسک'' کے مصنّف علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۰/۹۹۴/۹۹۶ھ رحمۃ للعالمین ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثم توجّه مع رعاية غاية الأدب فقام تجاهَ الوجه الشريف متواضعاً خاضعاً خاشعاً مع الذّلّة و الانكسار، و الخشية و الوقار و الهيبة و الاقتقار غاضّ الطرف مكفوف الجوارح فارغ القلب و اضعاً يمينه على شماله (أى تأدّباً على حال إجلاله القارى) مستقبلاً للوجه الكريم مستدبراً للقبلة الخ (۳۰۱)

یعنی، پھر رعایتِ ادب کے ساتھ دل سے مُتوجہ ہو اور چہرۂ اقدس کے سامنے تذلُّل و انکسار، خشیت و وقار، ہیبت و افتقار کے ساتھ تواضع، خضوع وخشوع کرتے ہوئے آنکھیں بند کئے، اپنے اعضاء کو بے حرکت کرتے ہوئے اپنے دل کو (اپنے مقصود کے ماسوا سے) فارغ کرکے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھے ہوئے (یعنی نبی ﷺ کے حالِ اِجلال

۳۰۱۔ لُباب المناسك مع شرحه للقارى، باب زيارة سيد المرسلين ﷺ، ص ۵۵۸

کے ادب کے مطابق ہاتھ باندھے) حضور ﷺ کے چہرہ اقدس کی طرف منہ اور قبلہ کو پیٹھ کئے کھڑا ہو۔

مُلّا علی قاری حنفی علامہ رحمت اللہ سندھی کے قول کہ قبلہ کی جانب اپنی پشت کئے کھڑا ہو کہ تحت لکھتے ہیں:

لأن المقام يقتضي هذه الحالة (٣٠٢)

یعنی، کیونکہ یہ مقام اسی کا تقاضا کرتا ہے کہ حضور ﷺ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو۔

اور علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی لکھتے ہیں:

و ينبغي له في حال وقوفه و جلوسه أن يضع يمينه على يساره كما في الصلاة بأن يقبض بيمينه كوع يساره (٣٠٣)

یعنی، (حضور ﷺ کی بارگاہ) کھڑے ہونے اور بیٹھنے کی حالت میں چاہئے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے جیسا کہ نماز میں، اس طرح کہ اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کی کلائی پکڑے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

چوں فارغ شود از حمد و ثناء و دعا تجدید کند توبہ را پس باید کہ بیاید بسوئے قبر شریف ﷺ مع رعایت غایت ادب و خضوع و خشوع بسیار و تواضع و انکسار و وقار پس بایستد چشم پوشیدہ و منع کند اعضاء خود را از حرکت و فارغ علائق ید قلب خود را از وساوس و علائق، و بہ بندد دست راست بر دست چپ خود چنانکہ در نماز و بایستد در وقت زیارت مستقبل وجہ شریف آنحضرت ﷺ مستدبر قبلہ و هو المستحب عند الأئمة الأربعة كما

٣٠٢۔ المسلك المتقسّط، ص٥٥٨

٣٠٣۔ حاشية العلامة ابن حجر الهيتمي على شرح الإيضاح في مناسك الحج، الباب السادس في زيارة قبر سيدنا مولانا رسول الله ﷺ، ص٤٨٨

صرّح به ابن جماعه و غيره (٣٠٤)

یعنی، جب حمد و ثناء اور دعا سے فارغ ہو تو نئے سرے سے توبہ کرے پھر قبر انور ﷺ کی طرف پورے ادب اور بہت خشوع و خضوع اور عاجزی و انکساری اور وقار کے ساتھ آئے پس آنکھیں بند کئے اپنے اعضاء کو کسی قسم کی حرکت سے روکے اپنے دل کو وساوس و علائق سے خالی کئے نماز کی طرح ہاتھ باندھے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھے کھڑا ہو اور زیارت کے وقت آنحضرت ﷺ کے رُخِ انور کی طرف (اپنا) منہ اور قبلہ کی جانب (اپنی) پشت کئے کھڑا ہو اور ائمہ اربعہ کے نزدیک یہی مستحب ہے جیسا کہ ابن جماعہ وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے۔

اور علامہ نظام الدین حنفی اور ہند کے مقتدر علماء کی جماعت نے متفقہ طور پر لکھا کہ

يقف كما يقف في الصلاة (٣٠٥)

یعنی، حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایسے کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔

اور اسی طرح علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

يقف كما يقف في الصلاة (٣٠٦)

یعنی، حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایسے کھڑا ہو کہ جیسے نماز کی حالت میں کھڑا ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ نماز میں قیام اس حال میں ہوتا ہے کہ نمازی ہاتھ باندھے ہوئے ہوتا ہے تو اس مقام پر بھی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوگا کیونکہ حضور ﷺ اس کے حال سے واقف اور اس کی حرکات و سکنات کا مشاہدہ فرماتے ہیں چنانچہ شیخ احمد بن حمد الخطیب قسطلانی شافعی متوفی ۹۲۳ھ

٣٠٤۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب چهارهم دربيان زيارت حضرت سيد المرسلين، فصل اول، ص٣٠٤

٣٠٥۔ الفتاوىٰ الهندية، المجلد (١)، كتاب الحج، خاتمة في زيارة قبر النبي ﷺ، ص٢٦٥

٣٠٦۔ كتاب الإختيار لتعليل المختار، المجلد (١)، الجزء (١)، كتاب الحج، فصل في أحكام زيارة المسجد النبوي في زيارة قبر النبي ﷺ، ص٢٢٧

''مواہب لدنیہ'' میں نیز دیگر ائمہ فرماتے ہیں:

لا فرق بين موته و حياته ﷺ في مشاهدته لأمّته و معرفته بأحوالهم و نيّاتهم و عزائمهم و خواطرهم و ذلك عنده جلي لاخفاء به

یعنی، حضور اقدس ﷺ کی حیات و وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی اُمّت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں، ان کی نیتوں، ان کے ارادوں، ان کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں اور یہ سب حضور پر ایسا روشن ہے جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں بحوالہ مدخل مطبوعہ مصر، صفحہ ۲۱۵ (۳۰۷)

اور علامہ رحمت اللہ سندھی ''لُباب'' میں اور مُلّا علی قاری حنفی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

بأنه عليه الصلاة و السلام عالم بحضورك و قيامك و سلامك أي بل بجميع أفعالك و أحوالك و ارتحالك و مقامك و كأنه حاضر جالس بازائك (۳۰۸)

یعنی، اس طرح کہ آپ ﷺ تیری حاضری اور تیرے کھڑے ہونے اور تیرے سلام (ملا علی قاری فرماتے ہیں) بلکہ تیرے تمام افعال، احوال، ارتحال (مقام کوچ) اور کھڑے ہونے سے آگاہ ہیں گویا کہ آپ ﷺ تیرے سامنے جلوہ افروز ہیں۔

اور علامہ نظام الدین حنفی اور مقتدر علماء ہند کی جماعت نے لکھا:

و يمثل صورته الكريمة البهية كأنه نائم في لحده عالم به يسمع كلامه كذا في "الإختيار شرح المختار" (۳۰۹)

۳۰۷۔ الحج، مدینہ طیبہ، چاندی کی کیل، ص ۱۸۱

۳۰۸۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب زيارة سير المرسلين ﷺ، فصل و لو توجّه إلى الزّيارة، ص ۵۵۹

۳۰۹۔ الفتاوىٰ الهندية: ۱/ ۲۶۵

یعنی، اور (زائر نبی ﷺ کی) روشن صورت مبارکہ کا تصور کرے گویا کہ آپ اپنی مبارک لحد میں آرام فرما ہیں، اور اُسے (یعنی زائر کو) جانتے ہیں اور اس کے کلام کو سماعت فرما رہے ہیں، اسی طرح ''الاختیار شرح المختار'' (۳۱۰) میں ہے۔

اور شیخ محمد متولی شعراوی لکھتے ہیں:

فهم في حياة لا نعلم كنهها، و لكنا أُخبر عنها (۳۱۱)

یعنی، پس آپ حیات ہیں ہم اس کی کنہ کو نہیں جانتے لیکن ہمیں اُن کی حیات کی خبر دی گئی ہے۔

بہر حال زائر اس مقام پر یوں کھڑا ہوگا کہ آپ ﷺ اُسے مشاہدہ فرما رہے ہیں، اور جو اس حقیقت ثابتہ کو مدنظر رکھتے ہوئے کھڑا ہوگا اس کی کیا کیفیت ہوگی اس کے ادب کا عالم کیا ہوگا، یہ اہلِ محبت پر پوشیدہ نہیں ہے۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۳ینایر ۲۰۰۸ م (New 38-F)

مواجہۂ اقدس پر حاضری اور تحیۃ المسجد

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ مدینہ طیبہ آمد کے بعد زائر کو چاہئے کہ پہلے مسجد نبوی شریف میں دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے پھر مواجہۂ اقدس پر سلام کے لئے حاضر ہو، اب اگر کسی شخص کو باب جبریل سے داخل ہونے کا موقع میسر آجائے یا وہ باب البقیع سے داخل ہو تو اس صورت میں اُسے کیا کرنا چاہئے؟

(السائل: خرم عبدالقادر)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: علماء کرام نے مسجد نبوی میں دو

۳۱۰۔ كتاب الإختيار لتعليل المختار، ۱/ ۲۲۷

۳۱۱۔ الحج الأكبر، زيارة المسجد النبوي، ص ۱۷۷

Ishaate Islam

رکعت نفل ادا کرنے کا حکم دیا ہے بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو کیونکہ نبی ﷺ کی مبارک عادت تھی کہ سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں جلوہ افروز ہوتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر کاشانۂ اقدس کو تشریف لے جاتے۔ اور علماء کرام نے بابِ جبریل سے داخل ہونے کو افضل قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام حضور سرور عالم ﷺ کی بارگاہ میں اسی جگہ سے حاضر ہوتے تھے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

داخل شود در مسجد از باب جبرئیل یا از باب دیگر مثل باب السلام یا غیر آن وعمل امر زواقع است بر دخول از باب السلام افضل آن ست کہ دخول نماید از باب جبریل زیرا نکہ داخل می شدے جبرئیل علیہ السلام بر پیغمبر خدا ﷺ بنفس نفیس خود در مسجد از وے بواسطہ بودن وے اقرب ابواب مسجد بسوئے خانہائے او ﷺ (۳۱۲)

یعنی، مسجد میں باب جبریل یا کسی اور دروازے سے داخل ہو جیسے باب السلام سے یا اس کے سوا کسی اور دروازے سے، اور آج کل باب السلام سے مسجد شریف میں داخل ہونے کا معمول ہے لیکن افضل یہ ہے کہ بابِ جبریل سے داخل ہو کیونکہ جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں بنفس نفیس خود مسجد میں اسی دروازے سے داخل ہوتے اس لئے کہ مسجد کے دروازوں میں سے یہی دروازہ آپ ﷺ کے دولت کدہ سے زیادہ قریب ہے۔

اور لکھتے ہیں:

پس چوں داخل شد قصد کند اولاً مقام روضہ مقدسہ برائے اداء رکعتین تحیۃ مسجد در آنجا و روضہ عبارت است از مکانے کے واقع است مابین منبر و قبر شریف کہ فرمودہ است پیغمبر خدا ﷺ در حق وے کہ "مَا بَيْنَ مِنْبَرِیْ وَ قَبْرِیْ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ" (۳۱۳)

۳۱۲۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۳۰۲

۳۱۳۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۳۰۲

یعنی، پس جب داخل ہو تو اولاً روضہ مقدسہ کی جگہ (یعنی ریاض الجنۃ) کا قصد کرے وہاں دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرنے کی غرض سے اور روضہ اس جگہ سے عبارت ہے جو منبر اور قبر شریف کے مابین واقع ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے حق میں ارشاد فرمایا کہ "میرے منبر اور قبر کے مابین جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے"۔

اور بابِ جبریل یا بابِ بقیع سے داخل ہونے کی صورت میں ریاض الجنۃ کو حجرہ شریفہ کی پشت سے جائے چنانچہ لکھتے ہیں:

پس اگر داخل شدہ باشد از باب جبرئیل بہتر آنست کہ قصد کند روضہ کریمہ را از پشتِ حجرہ شریفہ نہ از پیش او زیرا نکہ لازم می آید عبور از پیش حجرہ مشرفہ بسوئے روضہ مقدسہ بغیر سلام زیارت (۳۱۴)

یعنی، پس اگر بابِ جبریل سے داخل ہوا تو بہتر ہے کہ حجرہ شریفہ کی پچھلی طرف سے روضہ کریم (یعنی ریاض الجنۃ) کا قصد کرے نہ کہ سامنے سے کیونکہ حجرہ شریفہ کے سامنے سے گزر کر ریاض الجنۃ کو جانے میں سلامِ زیارت کے بغیر گزرنا لازم آئے گا۔

و باید کہ دریں حال ملازمت نماید باخضوع و ہیبت و تواضع و مسکنت و اشتغال نہ نماید بنظر کردن بسوئے دیوارہا و قندیلہا و پردہا و امثال آن پس ادا کرد در روضہ رکعتین تحیت را (۳۱۵)

یعنی، اس حال میں چاہئے کہ خضوع، ہیبت، تواضع اور سکون کو لازماً اختیار کرے اور دیواروں، قندیلوں اور پردوں اور ان کی مثل کو دیکھنے میں مشغول نہ ہو پس ریاض الجنۃ میں دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے۔

اسی طرح علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی نے "لُباب المناسک" میں اور مُلّا علی قاری نے

۳۱۴۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۳۰۲۔ ۳۰۳

۳۱۵۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۳۰۳

اس کی شرح "المسلك المتقسط" (۳۱٦) میں لکھا ہے۔

اور اگر باب جبریل سے داخل ہونے کی صورت میں آگے راستہ بند ہو یا وہ باب بقیع سے داخل ہو اور مواجۂ اقدس سے گزرنا پڑے تو اس صورت میں بھی علماء کرام نے لکھا ہے کہ دو رکعت تحیۃ المسجد ترک نہ کرے مگر مواجۂ اقدس سے گزرتے وقت وہاں تھوڑی دیر کھڑا ہو کر سلام عرض کرے پھر ریاض الجنہ اور جگہ میسر نہ آئے تو مسجد شریف میں کسی اور جگہ، بہتر ہے کہ قدیم مسجد النبی ﷺ میں دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کر کے حاضری کے لئے واپس آئے۔ چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

تقدیم کند تحیۃ مسجد را بر زیارت اگر چہ واقع گردد عبور او از پیش مواجہ شریف ولیکن درین صورت باید کہ وقوف قلیل نماید مقابل وجہ شریف وسلام گوید بر آنحضرت ﷺ بعد ازان بیاید بسوئے روضہ برائے رکعتین تحیت بعد ازاں باز رجوع نماید برائے زیارت بر طریق کمال (۳۱۷)

یعنی، تحیت المسجد کو زیارت پر مقدم کرے اگر چہ مواجہ شریف کے سامنے سے اس کا گزر ہو لیکن اس صورت میں رُخِ انور کے سامنے تھوڑی دیر قیام کرے اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کرے اس کے بعد ریاض الجنۃ میں آئے اور دو رکعت تحیت ادا کرے پھر زیارت کے لئے بطریقِ کمال واپس لوٹے۔

دو رکعت تحیت المسجد کی تقدیم کی وجہ بیان کرتے ہوئے مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

تعظیماً لله و تقدیماً لحقه علی حق رسوله کما یقتضی ترتیب حقوق الربوبیة و العبودیة (۳۱۸)

۳۱٦۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب زیارة سید المرسلین، فصل و لو توجه إلی الزیارة، ص۵۵۷

۳۱۷۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، ص۳۰۳

۳۱۸۔ المسلك المقسط فی المنسك المتوسّط، باب زیارة سید المرسلین ﷺ، فصل: و لو توجه إلی الزیارة، ص۵۵۷

یعنی، (دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پہلے پڑھے) اللہ عزّ وجلّ کی تعظیم اور اس کے حق کے رسول کے حق پر مقدم ہونے کی وجہ سے جیسا کہ ربوبیت اور عبودیت کے حقوق کی ترتیب کا یہی تقاضا ہے۔

اور علماء کرام فرماتے ہیں اگر نماز یا سُنَنِ رواتب کے فوت ہونے کا خطرہ ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد تو چھوڑ دے کہ تحیت ان کے ضمن میں حاصل ہو جاتی ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

و إن أقیمت المکتوبة أو خیف فوتها بدأ بها و حصلت التحیة بها أی فی ضمنها (۳۱۹)

یعنی، اگر جماعت قائم ہو جائے یا فرض نماز کے فوت ہونے کا خطرہ ہو تو فرض شروع کرے اور تحیت اس کے ضمن میں حاصل ہو جائے گی۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

اگر خوف داشتہ باشد از فوت جماعت یا فوت سنّتے از رواتب ترک کند برائے او رکعتین را حاصل گردد در ضمن آنہا (۳۲۰)

یعنی، اگر جماعت یا سُنَنِ رواتب کے فوت ہونے کا خوف ہو تو ان کے لئے دو رکعت کو چھوڑ دے کہ تحیت ان کے ضمن میں حاصل ہو جائے گی۔

اسی طرح اگر ایسا وقت ہو کہ جس وقت نماز پڑھنا ممنوع ہو یا نوافل پڑھنا مکروہ ہو تو اس صورت میں بھی تحیت المسجد نہیں پڑھے گا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ٤ محرم الحرام ۱٤۲۹ھ، ۱۲ یناير ۲۰۰۸ م (New 39-F)

۳۱۹۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، ص۵۵۸

۳۲۰۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب چهل دهم در زیارت سید المرسلین ﷺ الخ، فصل اول، ص۳۰۳

Ishaate Islam

مآخذ ومراجع

1۔ اردو نیوز، جدہ، جمعہ ۲۶ ذو الحجة ۱٤۲۸ ھ، مطابق ۲۸ دسمبر ۲۰۰۷م

2۔ إرشاد السارى إلى مناسك الملا على القارى ۔ للمكى، حسين بن محمد سعيد عبدالغنى الحنفى ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۱۹ ھ۔ ۱۹۹۸م

3۔ البحر الرائق (شرح كنز الدقائق) ۔ لابن نجيم، زين الدين بن إبراهيم بن محمد المصرى الحنفى (ت ۹۷۰ ھ) أيج أيم سعيدى كمپنى، كراتشى

4۔ البحر العميق فى مناسك المعتمر و الحاج إلى بيت الله العتيق، لابن الضياء محمد بن أحمد المكى الحنفى (ت ۸٥٤ ھ) تحقيق عبدالله نذير احمد عبدالرحمن مزى، مؤسّسة الريان، بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۲۷ ھ۔ ۲۰۰٦م

5۔ بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع ۔ للكاسانى، علاؤ الدين أبى بكر بن مسعود الحنفى (ت ٥۸۷ ھ) تحقيق و تعليق على محمد معوض و عادل احمد، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۱۸ ھ۔ ۱۹۹۷م

6۔ بهار شريعت ۔ للأعظمى، محمد أمجد على الحنفى (ت ۱۳٦۷ ھ) شبير برادرز، لاهور

7۔ تاريخ مكة مكرمة ۔ مكتبة الملك الفهد الوطنية الطبعة الأولى ۱٤۲۳ ھ۔ ۲۰۰۲م

8۔ تحفة الفقهاء ۔ للسمرقندى، محمد بن أحمد الحنفى (ت ٥۳۹ ھ) ،دار الفكر، بيروت ۱٤۲۲ ھ۔ ۲۰۰۲م

9۔ تقريرات الرافعى على رد المحتار ۔ للعلامة عبدالقادر الحنفى دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۲۰ ھ۔ ۲۰۰۰م

10۔ جامع الرّموز ۔ للقهستانى، شمس الدين محمد الخراسانى (۹٦۲ ھ أو ۹۰۰ ھ) أيج أيم سعيد كمپنى، كراتشى

11۔ جمع المناسك و نفع الناسك،للسندى، المخدوم رحمة الله بن عبدالله الحنفى (ت ۹۹۰/ ۹۹٤/۹۹٦ ھ)، المطبعة المحمودية القسطنطنية، ۱۲۸۹ ھ

12۔ الجوهرة النيرة (شرح مختصر القدورى) ۔ للحدادى، أبى بكر بن على الحنفى

(ت ۸۰۰ ھ)، مير محمد كتب خانه، كراتشى

13۔ حاشية علامة ابن حجر الهيتمى (على شرح الإيضاح فى مناسك الحج) ۔ تحقيق عبدالمنعم إبراهيم، مكتبة نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة الطبعة الثانية ۱٤۲۷ ھ۔ ۲۰۰٦م

14۔ الحج ۔ للعلامة محمد سليمان آشرف الحنفى، قطب مدينه پبلشرز، كراچى

15۔ الحج الأكبر ۔ للشعراوى، الشيخ محمد متولى، المكتبة العصرية، بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۲۷ ھ۔ ۲۰۰٦م

16۔ حج عمره و زيارات، مطبوعات علمى تحقيقات وزارت اسلامى أمور و أوقاف و دعوت إرشاد، سعودى عرب، ۱٤۲۸ ھ

17۔ حج كے مسائل مع زيارات حرمين ۔ للمفتى عبدالواجد القادرى الحنفى، مكتبه نوريه رضويه، فيصل آباد

18۔ حياة القلوب فى زيارة المحبوب ۔ للسندى، المخدوم محمد هاشم السندى الحنفى (ت ۱۱۷٤ ھ)، إدارة المعارف، كراتشى ۱۳۹۱ھ

19 الدُّرّ المختار(شرح تنوير الأبصار)۔ للحصكفى، علاؤ الدين محمد بن على الحصنى الحنفى (ت ۱۰۸۸ ھ) تحقيق عبدالمجيد طعمه الحلبى، دار المعرفة بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۲۰ ھ۔ ۲۰۰۰م

20۔ ردّ المحتار على الدُّرّ المختار ۔ للشامى، محمد آمين بن عمر ابن العابدين الحنفى (ت ۱۲٥۲ ھ)، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۲۰ ھ۔ ۲۰۰۰م

21۔ رهنمائے حج و عمره ۔ مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر ۱٤۲۳ ھ

22۔ السنن الكبرىٰ للبيهقى ۔ أبى بكر أحمد بن حسين الشافعى (ت ٤٥۸ ھ) تحقيق محمد عبد القادر عطاء، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۲۰ ھ۔ ۱۹۹۹م

23۔ سنن الدار قطنى ۔ على بن عمر (ت ۳۸٥ ھ)، تعليق مجدى بن منصور، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۱۷ ھ۔ ۱۹۹٦م

24۔ شرح الإيضاح فى مناسك الحج (مع حاشيته للهيتمى) ۔للنووى أبى زكريا يحيى بن شرف الشافعى (ت ٦۷٦ ھ) تحقيق عبدالمنعم إبراهيم، مكتبه نزار مصطفى الباز،

مكة المكرمة، الطبعة الثانية ١٤٢٧ هـ ـ ٢٠٠١م

25 ـ شرح صحيح مسلم ـ للنووى، يحيى بن شرف الدمشقى الشافعى (ت٦٧٦ هـ)، تحقيق محمد فواد عبدالباقى، دار الكتب العلمية بيروت، الطبة الأولى ١٤٢١ هـ ٢٠٠٠م

26 ـ صحيح البخارى ـ للإمام محمد بن إسماعيل الجُعفى (ت٢٥٦ هـ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ هـ ـ ١٩٩٨م

27 ـ صحيح مسلم ـ للإمام مسلم بن الحجاج القشيرى النيسابورى (ت٢٦١ هـ)، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١ هـ ـ ٢٠٠١م

28 ـ صفة الحج و العمرة ـ سلسلة إرشادات للحاج و المعتمرين، الرسالة الرابعة المملكة العربية السعودية، الطبعة التاسعة ١٤٢٧ هـ

29 ـ الفتاوىٰ السراجية ـ للأوسى، سراج الدين على بن عثمان الحنفى (ت٥٦٩ هـ)، مير محمد كتب خانه كراتشى

30 ـ الفتاوىٰ الهندية ـ لجماعة علماء الهند، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٣ هـ ـ ١٩٧٣م

31 ـ فتح القدير ـ لابن الهمام، كمال الدين محمد بن عبدالواحد الحنفى (ت٨٦١ هـ)، مركز أهل السنّة، بركات رضا، الطبعة الأولى ١٤٢٥ هـ ـ ٢٠٠٤م

32 ـ كتاب الإختيا لتعليل المختار ـ للموصلى، عبد الله بن محمود الحنفى (ت٦٨٣ هـ)، تعليق خالد عبدالرحمن العك، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٣ هـ ٢٠٠٢م

33 ـ لُباب المناسك و عُباب المسالك (مع شرحه للقارى) ـ للسندى، المخدوم رحمة الله بن عبد الله الحنفى (ت٩٩٠/٩٩٤/٩٩٦ هـ)، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ هـ ـ ١٩٩٥م

34 ـ المبسوط ـ للإمام السرخسى، شمس الدين أبو بكر محمد بن أحمد بن أبى سهل الحنفى (ت٤٩٠ هـ)، دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠ هـ ـ ٢٠٠٠م

35 ـ مجامع المناسك ونفع الناسك ـ للسندى، المخدوم محمد رحمة الله بن عبدالله الحنفى (ت٩٩٤ هـ)، مدرسه نقشبنديه، أفغانستان

36 ـ مجمع الزوائد و منبع الفوائد ـ للهيثمى، نور الدين على بن أبى بكر المصرى (ت٨٠٧ هـ)، تحقيق محمد عبد القادر أحمد عطاء، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٢ هـ ـ ٢٠٠١م

37 ـ المحيط البرهانى ـ للبخارى، أبى المعالى محمود بن صدر الشريعة ابن مازه الحنفى (ت٦١٦ هـ)، إدارة القرآن و العلوم الإسلامية كراتشى ١٤٢٤هـ ـ ٢٠٠٤م

38 ـ المسالك فى المناسك ـ للكرمانى، أبى منصور محمد بن مكرّم بن شعبان الحنفى (ت٥٩٧ هـ)، تحقيق الدكتور سعود بن إبراهيم، دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٤ هـ ـ ٢٠٠٣م

39 ـ المستدرك على الصحيحين ـ للحاكم، أبى عبدالله النيسابورى (ت٤٠٥ هـ)، دار المعرفة بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٧ هـ ـ ٢٠٠٦م

40 ـ المسلك المتقسّط فى المنسك المتوسّط ـ للقارى، نور الدين على بن محمد سلطان الهروى الحنفى (ت١٠١٤ هـ)، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ هـ ـ ١٩٩٨م

41 ـ المسند، للإمام أحمد بن حنبل الشيبانى (ت٢٤١ هـ)، المكتب الإسلامى، بيروت

42 ـ المصنّف لابن أبى شيبة ـ عبد الله بن محمد الكوفى (ت٢٣٥ هـ)، تعليق محمد سعيد اللحّام، دار الفكر، بيروت ١٤١٤ هـ ـ ١٩٩٤م

43 ـ المعجم الأوسط ـ للطبرانى أبى القاسم سليمان بن أحمد (ت٣٦٠ هـ) تحقيق محمد حسن محمد حسن إسماعيل الشافعى، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠ هـ ـ ١٩٩١م

44 ـ منحة الخالق على البحر الرائق ـ الشامى، السيد محمد أمين ابن عابدين الحنفى (ت١٢٥٢ هـ)، أيچ أيم سعيد كمپنى، كراتشى

45 ـ الهداية شرح بداية المبتدى للمرغينانى ـ برهان الدين أبى الحسن على بن أبى بكر الحنفى (ت٥٩٣ هـ)، دار الارقم، بيروت

Ishaat e Islam

توجہ فرمائیے

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

کی ہدیۃً شائع شُدہ کُتُب

کہی ان کہی زکوٰۃ کی اہمیت

عصمت نبوی ﷺ کا بیان

رمضان المبارک معزز مہمان یا محترم میزبان؟

میلاد ابن کثیر ۔ مسائل خزائن العرفان

عیدالاضحیٰ کے فضائل اور مسائل

امام احمد رضا قادری رضوی، حنفی رحمۃ اللہ علیہ مخالفین کی نظر میں

حضرت علامہ مولانا

مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

کی تالیفات میں سے

عورتوں کے ایّام خاص میں نماز اور روزے کا شرعی حکم

تخلیقِ پاکستان میں علماءِ اہلسنّت کا کردار،

فتاویٰ حج وعمرہ، طلاقِ ثلاثہ کا شرعی حکم

ضبط تولید کی شرعی حیثیت (برتھ کنٹرول پر جامع تحریر)

ان **کتب خانوں پر دستیاب ہیں**

مکتبہ برکات المدینہ، بہار شریعت مسجد، بہادر آباد، کراچی

مکتبہ غوثیہ ہولسیل، پرانی سبزی منڈی، نزد عسکری پارک، کراچی

ضیاء الدین پبلی کیشنز، نزد شہید مسجد، کھارادر، کراچی

مکتبہ انوار القرآن، میمن مسجد مصلح الدین گارڈن، کراچی (حنیف بھائی انگوٹھی والے)

مکتبہ فیض القرآن، قاسم سینٹر، اردو بازار، کراچی، 2217776

رابطے کے لئے: 021-2439799، 0321-3885445

Ishaate Islam

نوٹ !!

☆..... حکومت پاکستان کی طرف سے منی آرڈر فیس میں اضافے کی وجہ سے آپ کو سہولت دی گئی ہے کہ آپ ایک منی آرڈر پر ایک سے زیادہ ممبران کی فیس ایک ساتھ بھیج سکتے ہیں۔

☆..... ممبر شپ حاصل کرنے کے لئے علیحدہ فارم کی ضرورت نہیں، آپ اسی فارم کو پُر کر کے بھیج سکتے ہیں۔

☆..... زیادہ ممبران ہونے کی صورت میں اس فارم کی فوٹو کاپی بھی استعمال کی جا سکتی ہے۔

☆..... تمام ممبران کو مطلع کیا جاتا ہے کہ فارم جلد از جلد پُر کر کے روانہ کر دیں زیادہ تاخیر کی صورت میں کتاب نہ ملنے پر شکایت قابل قبول نہ ہوگی۔

☆..... اپنا ایڈریس مکمل اور صاف تحریر کر کے روانہ کریں ورنہ ممبر شپ حاصل نہ ہونے پر ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔

☆..... کسی بھی ماہ کتاب نہ ملنے کی صورت میں فوری طور پر ادارے کے دفتر پر رجوع کریں۔

☆..... پرانے ممبران خط کے علاوہ منی آرڈر پر بھی اپنا ممبر شپ نمبر ضرور تحریر کریں۔

☆..... اپنا رابطہ نمبر بھی ضرور تحریر کریں۔

۷۸۶
۹۲

محترم المقام جناب.....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان نے اپنے سلسلہ مفت اشاعت کے تحت ہر ماہ ایک مفت کتاب شائع کرتی ہے جو کہ پاکستان بھر میں بذریعہ ڈاک بھیجی جاتی ہے گزشتہ دنوں جمعیت نے سال رواں کے لئے اپنے سلسلہ مفت اشاعت کی نئی پالیسی کا اعلان کیا ہے جس کے تحت 2009ء کے لئے وہی فیس برقرار رکھی گئی ہے جو کہ گزشتہ کئی سالوں سے چل رہی ہے یعنی صرف -/50 روپے سالانہ۔

اس خط کے ذریعے آپ سے التماس ہے کہ آپ اس خط کے آخر میں دیئے ہوئے فارم پر اپنا مکمل نام اور پتہ خوشخط لکھ کر ہمیں منی آرڈر کے ساتھ ارسال کر دیں تا کہ آپ کو نئے سال کے لئے جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کے سلسلہ مفت اشاعت کا ممبر بنا لیا جائے۔ صرف اور صرف منی آرڈر کے ذریعے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول ہو گی، خط کے ذریعے نقد رقم بھیجنے والے حضرات کو ممبر شپ جاری نہیں کی جائے گی۔ البتہ کراچی کے رہائشی یا دوسرے جو حضرات دستی طور پر دفتر میں آ کر فیس جمع کروانا چاہیں تو وہ روزانہ شام 4 بجے سے رات 12 بجے تک رابطہ کر سکتے ہیں۔ ممبر شپ فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ 20 جنوری ہے۔ 20 جنوری 2009ء تک وصول ہونے والے ممبر شپ فارم پر سال کی پوری 12 کتابیں ارسال کی جائیں گی البتہ اس کے بعد موصول ہونے والے ممبر شپ فارمز پر مہینے کے اعتبار سے بتدریج ایک ایک کتاب کم ارسال کی جائے گی مثلاً اگر کسی کا فارم فروری 2009ء میں موصول ہوا تو اسے 11 کتابیں اور اگر کسی کا مارچ میں موصول ہوا تو اسے 10 کتابیں ارسال کی جائیں گی۔

نوٹ: اپنا نام، پتہ، ساتھ ممبر شپ نمبر اور سیریل نمبر (منی آرڈر اور فارم دونوں پر) اردو زبان میں نہایت خوشخط اور خوب واضح لکھیں تا کہ کتابیں بروقت اور آسانی کے ساتھ آپ تک پہنچ سکیں۔ نیز پرانے ممبران کو خط لکھنا ضروری نہیں بلکہ منی آرڈر پر اپنا موجودہ ممبر شپ نمبر لکھ کر روانہ کر دیں اور خط لکھنے والے حضرات جس نام سے منی آرڈر بھیجیں خط بھی اسی نام سے روانہ کریں۔ منی آرڈر میں اپنا فون نمبر ضرور تحریر کریں۔

نوٹ: کسی مہینے کتاب نہ پہنچنے کی صورت میں خط لکھتے وقت اس سال ملنے والی کتابوں کا تذکرہ ضرور کریں تا کہ ہمیں پریشانی نہ ہو۔

ہمارا پوسٹل ایڈریس یہ ہے:

فقط

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان — سید محمد طاہر نعیمی

نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی۔ 74000 — شعبہ نشر و اشاعت 021-2439799

نام.....ولدیت.....

مکمل پتہ.....

.....

فون نمبر.....ساتھ سیریل نمبر.....

دفتری استعمال کے لئے

تاریخ.....سیریل نمبر.....ممبر شپ نمبر.....

Ishaate Islam

العروة فی مناسك الحج و العمرة

فتاویٰ حج و عمرہ

(حصہ پنجم)

تالیف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:32439799

*نام کتاب : **العروة فی مناسك الحج و العمرة**

''فتاویٰ حج وعمرہ''

تصنیف : حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

سن اشاعت : ذوالحجہ 1431ھ۔نومبر 2010ء

تعداد اشاعت : 3000

*نشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:32439799

خوبی: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net

پر موجود ہے۔

اطلاع

تمام قارئین اور ممبران کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ادارے کے ماتحت سن 2010ء کی ممبرشپ کے لئے ماہ اکتوبر کی کتاب میں فارم شائع ہو چکا ہے، اب آپ کی سہولت کے لئے ماہ نومبر میں دوبارہ فارم شائع کیا جا رہا ہے لہٰذا تمام قارئین اور ممبران سے جو کہ سن 2010ء کے لئے ممبرشپ حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ کتاب کے آخر میں دیئے فارم کو جلد از جلد پُر کر کے ادارے کے ایڈریس پر روانہ کردیں تاخیر کی صورت میں ممبرشپ کا حصول دشوار ہوگا۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
☆	پیشِ لفظ	5
۱۔	میقات سے احرام باندھنا افضل ہے میقات سے پہلے	7
۲۔	مکہ میں اقامت پذیر کا اپنے ہوٹل سے احرام باندھ کر عمرہ کرنا	13
۳۔	مُحرِمہ مکہ آئی پھر میقات سے باہر چلی گئی واپسی کا کیا حکم ہے؟	17
۴۔	صرف نیت کرنے سے احرام والا نہ ہوگا؟	19
۵۔	صرف تلبیہ کہنے سے احرام والا نہ ہوگا	22
۶۔	ماہواری کا شبہ ہو تو عورت کس حج کا احرام باندھے	24
۷۔	نیند میں منہ سے غلاف ہٹ کر نہیں	26
۸۔	احرام سے قبل لگائی گئی خوشبو کا احرام کے بعد ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا	26
۹۔	حالتِ احرام میں سر پر سامان اُٹھانے کا حکم	27
۱۰۔	حاجی تلبیہ پڑھنا کب موقوف کرے؟	30
۱۱۔	کعبہ معظمہ پر پہلی نظر پڑے تو کونسی دعا مانگے؟	32
۱۲۔	حاجی یا مُعتمر اپنا کپڑا کندھا کب کھولے؟	34
۱۳۔	اضطباع کے کتنے پھیروں میں کرے؟	37
۱۴۔	طوافِ زیارت میں اضطباع کا حکم	39
۱۵۔	سلے ہوئے کپڑے پہننے والے کا اضطباع	44

۱۶۔	مکہ) مہ سے پیدل اور سوار ہو کر منیٰ و عرفات جانے میں فرق	47
۱۷۔	طواف کے سات پھیروں کے بعد بھول کر آٹھواں شروع کرنا	50
۱۸۔	طوافِ زیارت کئے بغیر میقات سے عمرہ کا احرام باندھنے والا پہلے کیا کرے	52
۱۹۔	منیٰ کی حدود اور اس میں توسیع	53
۲۰۔	نیو منیٰ میں خیمے کیسے ہیں؟	56
۲۱۔	حج میں دَمِ شکر کی جگہ قربانی کرنا	95
۲۲۔	عورت کے حق میں حلق کروانا کیسا ہے؟	98
۲۳۔	عورت کے بال چھوٹے بڑے ہوں تو تقصیر کا حکم	99

پیش لفظ

حج اسلام کا اہم رُکن ہے جس کی ادائیگی صاحبِ استطا (,پ زg گی میں صرف ا۔ *. رفرض ہے، اس کے بعد جتنg. رحج کرے گاÒ ہوگا اور پھر لوگوں کو دیکھا جائے تو کچھ تو زg گی میں ا۔ ہg. رحج کرتے ہیں کچھ دg۔ تینg. ر، اقل قلیل ایسے ہوتے ہیں جن کو ہر سال یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا حج کے مسائل سے عدم واقفیت* واقفیت کی کمی ا۔ فطری امر ہے۔ پھر کچھ لوگ تو اس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر* جائ. ہوتے ہیں اور کچھ علماء کرام کی طرف رجوع کرتے ہیں مناسکِ حج وعمرہ کی" "M کے حوالے سے ہونے والی نشستوں میں شر ۔ کرتے ہیں پھر بھی ضرورت پ"نے پ حج میں موجود علماg* ۔ اپنے ملک میں موجود علماء سے رابطہ کر کے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ اور پھر علماء کرام میں جو مسائل حج وعمرہ کے لئے کُتُبِ فقہ کا مطالعہ ر p. ہیں وہ تو مسائل کا صحیح جواب دے* پ تے ہیں اور جن کا مطالعہ نہیں ہg* وہ اس سے عا. ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں جمعیت اشا (اہلسنّت (* پ کستان) کے زی اہتمام نور مسجد میٹھا در میں پچھلے کئی سالوں سے ہر سال* قاعدہ" "M حج کے حوالے سے نشستیں ہوتی ہیں اسی لئے لوگ حج وعمرہ کے مسائل میں ہماری طرف کثرت سے رجوع بھی کرتے ہیں، اکثر تو* نی اور بعض تحر ی جواب طلب کرتے ہیں اور کچھ مسائل کہ جن کے لئے ہم نے خود دارالافتاء کی جا$ رجوع کیا تھا اور کچھ مفتی صا # نے ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء اور ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء کے سفر حج میں مکہ) مہ میں تحر ی فرمائے۔ پھر ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۸ء اور ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء کے سفر حج میں اور کچھ کراچی میں مز+ فتاویٰ تحر ی ہوئے، اس طرح ہمارے دارالافتاء سے مناسک حج وعمرہ اور اس سفر میں پیش آنے والے مسائل کے* .$ جاری ہونے والے فتاویٰ کو ہم نے علیحدہ کیا ان میں سے جن کی

اشا (کو ضروری جا* اس مجموعے میں شامل کر* ۔ اور چار حصے اس سے قبل شائع کئے جو ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء-- کے فتاویٰ تھے بعد کے فتاویٰ کو . # جمع کیا Hا تو ضخامت کی وجہ سے اسے دو حصوں میں تقسیم کر* ۔، اور وہ دو حصے ماہ نومبر اور دسمبر میں شائع کئے جا رہے ہیں اور یہ حصہ پنجم ہے جو ماہ نومبر کی اشا (میں شامل کیا جا رہا ہے، جسے جمعیت اشا (اہلسنّت اپنے سلسلۂ اشا (کے 199 ویں نمبر پ شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی* . رگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم . کی کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئ. فع بنائے۔ آمین

فقیر محمد عرفان ضیائی

میقات سے احرام ب+ ھنا افضل ہے یا میقات سے پہلے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتی ان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میقات سے احرام ب+ ھنا افضل ہے یا میقات سے قبل جیسے کوئی شخص پاکستان سے جہاز، وہیں سے احرام کی نیت کرلے یا میقات پر پہنچ کر وقت نیت کرے، اس کے لئے کیا افضل ہے؟

(السائل: محمد عرفان الضیائی، مکہ) مہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: میقات سے پہلے احرام ب+ ھنا افضل ہے بشرطیکہ احرام ب+ ھنے والا احرام کی پابندیوں کا خیال رکھ سکے اپنے آپ میں استطاعت (***) ہو اور اُسے خوف ہے کہ وہ احرام کے ممنوعات سے نہیں بچ پائے گا تو اُس کے حق میں افضل یہ ہے کہ وہ میقات سے کچھ پہلے احرام کی نیت سے تلبیہ کہے، چنانچہ اپنے نفس پر امن پانے والے کے لئے فقہاء کرام نے فرمایا کہ

قال فی "فتح القدیر" (۱): و إنّما کان التّقدیمُ علی المَوَاقیتِ أفضلَ (۲)

یعنی، "فتح القدیر" میں فرمایا کہ مواقیت سے پہلے احرام ب+ ھنا افضل ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اِس میں اِس خطّہ کی زیادہ تعظیم ہے اور پھر اس میں مشقّت بھی زیادہ اس لئے اجر بھی زیادہ چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ "فتح القدیر" (۳) سے نقل کرتے ہیں:

۱۔ فتح القدیر، کتاب الحجّ، فصل المواقیتُ التی لا یجوزُ أن یُجاوِزَها الإنسانُ إلا مُحرماً، تحت قوله: و الأفضلُ التّقدیمُ علیها، ۳۳٦/۲

۲۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، کتاب الحجّ، مطلب: فی المواقیت، تحت قوله: بل هو أفضلُ، ۵۵۳/۳

۳۔ فتح القدیر، کتاب الحج، فصل فی المواقیت التی لا یجوزُ أن یُجاوِزَها الإنسانُ إلّا مُحرماً، ۳۳٦/۲

لأنّه أکثرُ تعظیماً و أوفرُ مشقّةً و الأجرُ علی قَدرِ المشقّةِ (٤)

یعنی، کیونکہ اس میں تعظیم زیادہ ہے اور مشقّت وافر ہے اور اجر بقدرِ مشقّت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلاف بعید مقامات سے احرام ب+ ھنے کو مستحب سمجھتے تھے چنانچہ علامہ شامی "فتح القدیر" (۵) سے نقل کرتے ہیں:

و لذا کانوا یستُحبُّون الإحرامَ بِهما مِن الأماکنِ القَاصِیة (٦)

یعنی، اسی لئے وہ حج وعمرہ کا احرام بعید مقامات سے مستحب سمجھتے تھے۔

اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا مقاماتِ بعیدہ سے احرام ب+ ھنا مروی ہے چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی "فتح القدیر" (۷) سے نقل کرتے ہیں:

رُوِیَ عَن "ابنِ عُمَرَ": أنَّهُ أَحرَمَ مِنْ بَیتِ المَقْدَسِ، وَ "عِمرَانَ بْنِ الحُصَینِ" مِنَ الْبَصرَةِ، وَ عَنِ "ابنِ عَبّاسٍ" أنَّهُ أَحرَمَ مِنَ الشَّامِ، وَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ" مِنَ الْقَادِسِیَّةِ (٨)

یعنی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے

٤۔ ردّ المُحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الحجّ، مطلب: فی مواقیت، تحت قوله: بل هو أفضل، ۵۵۳/۳

۵۔ فتح القدیر، کتاب الحجّ، فصل المواقیت التی لا یجوز أن یُجاوزَها الإنسانُ إلّا مُحرماً، ۳۳٦/۲

٦۔ ردّ المحتار علی الدّر المختار، کتاب الحجّ، مطلب: فی المواقیت، تحت قوله: بل هو أفضلُ، ۵۵۳/۳

۷۔ فتح القدیر، کتاب الحج، فصل المواقیت التی لا یجوزُ أن یُجاوزَها الإنسانُ إلّا مُحرماً، ۳۳٦/۲

۸۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، کتاب الحج، مطلب: فی المواقیت، تحت قوله: بل هو أفضلُ، ۵۵۳/۳

.M المقدس سے احرام +باندھا(۹) اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے بصرہ سے احرام +باندھا(۱۰) اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے شام سے احرام +باندھا(۱۱) اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے قادسیہ سے احرام +باندھا۔(۱۲)

ان مقامات (یعنی .M المقدس، بصرہ، شام اور قادسیہ) میں سے کوئی میقات نہیں ہے بلکہ ہرا یک میقات سے بہت دُور ہے، صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ عمل اس کے افضل ہونے کی دلیل ہے اور پھر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اس عمل کی C دحضور ﷺ کا فرمان ہے چنانچہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا:

۹۔ اس کی تخریج امام مالک نے "المؤطّأ" کے کتاب الحجّ، باب مواقیتِ الإهلال، (برقم: ۳٦۸، ص۲۲۵)، میں فرمائی 1 اس میں ہے کہ آپ نے اِیلیاء سے احرام +باندھا، اور امام بیہقی نے "السُّنَن الکبریٰ" کے کتاب الحجّ، باب فضل مَن أهلَّ مِن المسجدِ الأقصٰی إلی المسجدِ الحرام، (برقم: ۹۸۲۷، ٥/٤٥) میں اور "معرفةُ السُّنَن و الآثار" کے کتاب المناسك (باب الإختیار فی تأخیرِ الإحرام إلی المیقاتِ و مَن اختار أن یحرمَ قبلَه، (برقم: ۲۷۷۰، ۳/٥۳۸) میں اور علامہ ابن عبدالبر نے "التّمهید"، (حدیثُ التّاسع و أربعون لنافعٍ عن ابن عمرَ رضی الله عنهما، ٦/۱۰۳، برقم:۳۹/۳٥٦) میں فرمائی ہے۔

۱۰۔ اس کی تخریج امام بیہقی نے "السُّنَن الکبری" کے کتاب الحجّ، باب من استحبَّ الإحرامَ من دُوَیرة أهلِه، (برقم: ۹۸۳۲، ٥/٤٦) میں اور "معرفة السُّنَن و الآثار" کے کتاب المناسك، (باب الإختیار فی ترکِ الإحرام إلی المیقاتِ إلخ، برقم: ۲۷۷۲، ۳/٥۳۹) میں اور علامہ ابن عبدالبر نے "التّمهید"، (برقم: ٤۹/۳٥٦، حدیثُ التّاسع و الأربعون لنافعٍ عن ابن عُمرَ رضی الله تعالیٰ عنهما، ٦/۱۰۲، ۱۰۳) میں فرمائی ہے۔

۱۱۔ اس کی تخریج علامہ ابن عبدالبر نے "التّمهید" (برقم: ۳۹/۳٥٦، حدیثُ التّاسع و الأربعون لنافعٍ عن ابن عُمرَ رضی الله تعالیٰ عنهما، ٦/۱۰۳) میں فرمائی ہے اور اس میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے شام سے احرام +باندھا۔

۱۲۔ اس کی تخریج علامہ ابن عبدالبر نے "التّمهید" (برقم: ۳۹/۳٥٦، ٦/۱۰۳) میں فرمائی ہے۔

"مَنْ أَهَلَّ مِنَ الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰی بِعُمْرَةٍ أَوْ حَجَّةٍ غَفَرَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ" (۱۳)

یعنی، جس نے مسجدِ اقصیٰ سے عمرہ کا حج کا احرام +باندھا اللہ تعالیٰ نے اُس کے تمام پچھلے گُناہ معاف فرمادیئے۔

اور تقدیم احرام کی افضلیت اس صورت میں ہے۔ #مُحرم اپنے Ñ ,پ امن*پ* ہو کہ وہ ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب سے بچ سکے گا اور اس کا احرام حج کے مہینوں میں ہو کہ فقہاء کرام نے اشہرِ حج سے قبل احرام کو) وہ قرار د* ہے، چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

بل هُو الأفضلُ إنْ فی أَشهُرِ الحجّ و أَمِنَ علی نفسِهِ (۱٤)

یعنی، بلکہ یہ افضل ہے اگر حج کے مہینوں میں ہو اور اپنے Ñ ,پ امن*پ* ہو۔

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عا+ بدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قوله: "إنْ فی أشهُرِ الحجّ" أمّا قَبلَها فیُکرهُ و إنْ أمِنَ علی نفسِه

۱۳۔ سُنَن أبی داؤد، کتاب المناسك، باب فی المواقیت، برقم:۲٤٥/۲،۱۷٤۱
أیضاً سُنَن ابن ماجة، کتاب المناسك، باب مَن أهلَّ بعمرة مِن بیتِ المقدس، برقم: ۳۰۰۱، ۳۰۰۲، ٤٦٦/۳
أیضاً المعجم الکبیر للطّبرانی، برقم: ۱۰۰٦، ٤۱٦/۲۳
أیضاً السُّنَن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الحجّ، باب فضل من أهلّ من المسجد الأقصی إلی المسجد الحرام، برقم:٦۲٦، ٤٥/٥
أیضاً سُنَن الدّار قطنی، کتاب الحجّ، باب المواقیت، برقم: ۲٦۸٥، ۲٤۸/۲
أیضاً الإحسان بترتیب صحیح ابن حبّان، کتاب الحجّ، باب فضل الحجّ و العمرةِ، برقم:۳٦۹۳، ٥/٦
أیضاً مسند أبی یعلیٰ، مسند أُمّ سلمةَ زوجِ النَّبِیّ ﷺ، برقم:۲۲/٦۸۹٤، ص۱۲٤۰
أیضاً المسند: ۲۹۹/٦

۱٤۔ الدّرّ المختار، کتاب الحج، ص۱٥۸

الوقوعَ فی المحظوراتِ لشَبَهِ الإحرام بالرُّكنِ كما مرَّ

یعنی، علامہ حصکفی کا قول ''احرام ٭ ھنا اَ اشہر حج میں ہو'' 1 اشہر حج سے قبل تو) وہ ہے، اَ چہ ممنوعاتِ احرام میں واقع ہوجانے سے اپنے Ñ ,پ امن٭ ٭ ہو کہ احرام کو رُکن کے ساتھ مشابہت ہے جیسا کہ پہلے اَ ٗ را۔(۱۵)

اوراس کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

و إطلاقُها يُفِيدُ التَّحريمَ (١٦)

یعنی، کراہت کا اطلاق تحریم کا فا٭ ہ دیتا ہے۔

۱۵۔ علامہ شامی نے "كما مرَّ" فرما کر علامہ حصکفی کی اس عبارت کی طرف اشارہ فرمایا جو "درمختار" میں ا ۔ صفحہ قبل (ص۵۷پ) ہے اور وہ یہ ہے کہ يُكرهُ الإحرام له قبلَها و إن أَمِنَ على نفسِه مِن المَحظورِ لشَبَهِه بالرُّكنِ كما مرَّ

یعنی، حج کا احرام حج کے مہینوں سے قبل) وہ ہے رُکن کے ساتھ اس کی مشابہت کی وجہ سے اَ چہ اپنے Ñ ,پ ممنوع (احرام میں وقوع) سے امن٭ ٭ ہو جیسا کہ پہلے اَ ٗ را۔

علامہ علاؤالدین حصکفی نے "در مختار" میں "كما مرّ" فرما کر (ص۱۵۷پ) اپنی اس عبارت سے ا ۔ صفحہ قبل (ص۱۵۶)پ صا # "تنوير الأبصار" علامہ تمر٭ شی کی عبارت "و فرضُه الإحرامُ" ,پ اپنی شرح کی طرف اشارہ فرمایا اور وہ یہ ہے کہ

وهو شرطٌ ابتداءً، و له حكم الرُّكن انتهاءً الخ

یعنی، احرام ابتداءً شرط ہے اور اس کے لئے انتہاءً رُکن کا حکم ہے۔

اور ''یہ ابتداءً شرط ہے'' کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عا٭ بدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ "حاشية على الدّر" (كتاب الحجّ، تحت قوله: و هو شرط ابتداءً، ۱/۴۸۵) سے Ü کرتے ہیں کہ

حتىّ صحَّ تقدِيمُهُ على أَشْهُرِ الحجّ و إِنْ كُرِهَ (ردّ المحتار على الدّر المختار، كتاب الحجّ، مطلب: فی فروض الحجّ وواجباتِه، تحت قوله: و هو شرطٌ ابتداءً، ۳/۵۳۷)

یعنی، یہاں -- کہ احرام کی حج کے مہینوں ,پ تقدیم در - ہے اَ چہ) وہ ہے۔

۱۶۔ الدّر المختار، كتاب الحج، تحت قوله: يكره الإحرام له قبلها، ص۱۵۶

اس کے تحت علامہ ابن عا٭ بدین شامی لکھتے ہیں کہ "قهستانی" نے "جامع الرّموز" (۱۷) میں کراہت کو تحریمی کے ساتھ مقید کیا ہے اور علامہ علاؤالدین سمرقندی کی "تحفة الفقهاء" (۱۸) سے کراہت ,پ اجماع Ü کیا ہے اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی نے "بحر الرائق" (۱۹) میں ممنوعِ احرام میں وقوع کے خوف اور عدم خوف کی تفصیل بیان کئے بغیر اسی کی تصریح کی ہے اور فرمایا ,جس نے (ممنوع احرام میں وقوع کے خوف اور عدم خوف میں) صا # "ظهيريه" (۲۰) کی طرح میقات مکانی ,پ قیاس کرتے ہوئے فرق کیا اُس نے خطا کی ہے لیکن "قهستانی" نے (۲۱) میں "محيط" (۲۲) سے بھی (ممنوع احرام میں وقوع کے خوف اور عدم خوف کی) تفصیل کو ذکر کیا ہے۔

بہر حال راجح یہی ہے کہ ممنوع احرام میں واقع ہونے کے خوف اور عدم خوف میں فرق کئے بغیر حج کے مہینوں سے قبل حج کا احرام) وہ تحریمی ہے۔

اور اَ ممنوعات احرام میں واقع ہونے کا خوف ہے کہ اس سے احرام کی٭ ,پ بندی کا لحاظ نہ ہو سکے گا تو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ میقات سے احرام ٭ ھے بلکہ آ ٗ ی میقات سے احرام ٭ ھنا اُس کے حق میں افضل ہے، چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

و إِلَّا فالإحرامُ مِن الميقاتِ أفضلُ بل تأخيرُهُ إلى آخرِ المواقيتِ على ما اختارَهُ ابن أمير حاج كما قدَّمناه (۲۳)

۱۷۔ جامع الرّموز، كتاب الحجّ، تحت قوله: كُرِهَ إحرامُه قبلَها، ۱/۳۹۱

۱۸۔ تحفة الفقهاء، كتاب المناسك، من شرط الأداء الإحرام، ص۱۹۱، و قال فيه: و أجمعُوا أنَّ الإحرامَ قبل أشهُرِ الحجّ مكروهٌ الخ

۱۹۔ البحر الرائق، كتاب الحجّ، تحت قوله: صحّ تقديم عليها، ۲/۵۵۸، ۵۵۹

۲۰۔ الفتاوىٰ الظّهيرية، كتاب الحجّ، فصل فيمن يجب عليه الحجّ إلخ

۲۱۔ جامع الرّموز، كتاب الحجّ، تحت قوله: كَرِهَ إلخ، ۱/۳۹۱

۲۲۔ المحيط البرهانی، كتاب المناسك، الفصل السّابع، بيان وقت الحج و العمرة، برقم:۳۳۵۷، ۳/۴۴۷

۲۳۔ ردّ المحتار على الدّرّ المختار، كتاب الحج، مطلب: فی المواقيت، تحت قوله: و أَمِنَ على نفسِه، ۳/۵۵۳

یعنی، ورنہ میقات سے احرام + ھنا افضل ہے بلکہ اُسے آ ٗ ی میقات
-- مؤ ٗ کد* افضل ہے اس بناء پ جسے ابن امیر حاج نے اختیار فرمایا۔
جیسا کہ پہلے ذکر کیا۔

اور حج کے مہینوں سے قبل احرام) وہ تحریمی ہے اگر چہ ممنوعاتِ احرام میں وقوع کے خوف سے امن* ہو جیسا کہ ہم نے کُتُبِ فقہ سے ذکر کیا ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ٢٦ ذوالقعدہ ١٤٣٠ھ، ١٤ نوفمبر ٢٠٠٩ م 655-F

مکہ میں اقامت+ , یکا اپنے ہوٹل سے احرام + ھ کر عمرہ کر*

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و ¤ ن شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے گروپ کو مکہ) مہ آئے ہوئے چند دن گ ٗ رگئے ہیں ہم لوگوں نے حجِ تمتُّع کیا ہے، کراچی سے عمرہ کا احرام + ھا تھا، آ کر عمرہ کر لیا اور ی م حج میں حج کا احرام + ھیں گے، ہمارے ساتھ ا - خاتون ہیں جس نے مکہ) مہ میں اپنے ہوٹل سے ہی عمرہ کا احرام + ھا اور عمرہ کا طواف اور سعی کی* ۔ لوں کی تقصیر کروا کے احرام کھول* ی ، ایسی صورت میں اس کا عمرہ ادا ہو* ی نہیں اور اُس پ کچھ لازم ہوگا ی نہیں؟

(السائل: ا - حاجی از کاروانِ اہلسنّت، مکہ) مہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: وہ شخص جو حجِ تمتع کے ارادے سے مکہ) مہ* ی اور عمرہ سے فارغ ہو کر مکہ) مہ میں اقامت+ , ی ہوا اَب وہ احرام کے حق میں مکی کے حکم میں ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و الضّابطُ فیه: أنَّ مَن وَصَلَ إلی مکانٍ صار حکمُه حکمُ أهلِه (٢٤)

٢٤۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب المواقیت، فصل و قد یتغیر المیقات بتغییر الحال، ص٩٤

یعنی، اس میں ضابطہ یہ ہے کہ بے شک جو شخص کسی جگہ پہنچا تو اُس کا حکم وہ ہ ی جو اُس جگہ کے رہنے والوں کا ہے۔

مُلّا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

"و الضَّابطُ فیه": أی: القاعدةُ الکُلِّیَّة فی هذا الحکم (٢٥)

یعنی، (علامہ رحمت اللہ سندھی کے قول) "اور اس میں ضابطہ ہے" کا مطلب ہے کہ اس حکم میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ (جو شخص کسی جگہ پہنچا اس کا حکم وہ ہ ی جو وہاں کے رہنے والوں کا ہے)

اور مکہ کے رہنے والوں کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ حج کا احرام حرم سے اور عمرہ کا احرام حِلّ سے* + ھیں گے کہ اُن کے لئے حج کی میقات حرم اور عمرہ کی میقات حِلّ ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

فوقتهُ الحرمُ للحجِّ، و الحلُّ للعُمرةِ (٢٦)

یعنی، پس اُس کی میقات حج کے لئے حرم اور عمرہ کے لئے حِلّ ہے۔

اور یہی حکم ہر اُس غیر مکی شخص کا ہے جو حرم میں داخل ہوا، چنانچہ لکھتے ہیں:

و کذلك (أی: مثل حکمِ أهلِ الحرم) کلُّ مَن دخَلَ الحرمَ مِن غیرِ أهلِه و إن لم ینوِ الإقامةَ به کالمفردِ بالعُمرةِ، و المتمتّع و الحلال (٢٧)

یعنی، اور اسی طرح (یعنی اہلِ حرم کے حکم کی مثل ہے) ہر اُس شخص کا حکم

٢٥۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب المواقیت، فصل: و قد یتغیر المیقات الخ، ص٩٤

٢٦۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، با ب المواقیت، فصل فی الصّنف الثّالث و هم مَن کان منزله فی الحرم، ص٩٣

٢٧۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب المواقیت، فصل فی الصّنف الثّالث و هم مَن کان منزِلهُ فی ا لحرم، ص٩٣

ہے جو اہلِ حرم کے غیر سے حرم میں داخل ہوا اگرچہ اُس نے حرم میں
اقامت کی ہو نہیں کی جیسے مفرد، تمتع اور غیر مُحرِم۔

لہٰذا متمتع حج مہینوں میں میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر اور عمرہ ادا کر کے مکہ میں ٹھہرا ہے وہ حج کا احرام حرم سے اور عمرہ کا احرام حلّ سے باندھے گا اور اگر وہ شخص حج کا احرام حِلّ سے، عمرہ کا احرام حرم سے باندھ لے تو اس پر دَم لازم ہوگا کہ حج کے احرام کے لئے حرم کو لوٹے اور عمرہ کے احرام کے لئے حِلّ کو جائے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

فلو أحرَمَ أهلُ الحرمِ من الحِلِّ للحجِّ و من الحَرَمِ للعُمرةِ فعلَيهم العَودُ إلى وقتٍ۔ ملخصاً (٢٨)

یعنی، پس اگر حرم کے رہنے والے نے حج کے لئے حلّ سے اور عمرہ کے لئے حرم سے احرام باندھا تو اُن پر اپنی میقات شرعی کی طرف لوٹنا لازم ہے۔

اس کے تحت 5علی قاری لکھتے ہیں:

أی: إلى ميقاتٍ شرعيٍّ لهم لارتفاعِ الحُرمةِ و سقوطِ الكَفَّارةِ (٢٩)

یعنی، اُن پر اپنی شرعی میقات کو لوٹنا لازم ہے کہ حُرمت مرتفع ہو جائے اور کفّارہ ساقط ہو جائے۔

وہ شخص اگر عمرہ کا طواف شروع کرنے سے قبل حِلّ جائے اور وہاں جا کر تلبیہ کہہ لے اُس سے دَم ساقط ہو جائے گا چنانچہ علامہ سندھی لکھتے ہیں:

فإنْ عَادَ قبلَ شُروعِه فی طوافٍ أو وقوفٍ سَقَطَ إنْ لَبَّى (٣٠)

٢٨۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب المواقيت، فصل فی مُجاوَزةِ الميقات بغيرِ أحرام، ص٩٥

٢٩۔ المسلك المتقسط، باب المواقيت، فصل فی مُجاوَزةِ الميقات بغيرِ إحرام، ص٩٥

٣٠۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب المواقيت، فصل فی مجاوَزةِ الميقات بغيرِ إحرامٍ، ص٩٥

یعنی، پس اگر طواف شروع کرنے، وقوف میں شروع ہونے سے قبل (اپنی میقات کو) لوٹ جائے اور (وہاں جا کر) تلبیہ کہہ لے تو دَم ساقط ہو جائے گا۔

اور اور اگر نہ لوٹے اسی حال میں طوافِ عمرہ شروع کر دے تو اُس پر دَم لازم ہو جائے گا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور 5علی قاری لکھتے ہیں:

و إنْ لم يَعُودوا فعلَيهم الدَّمُ (٣١) و الإثمُ لازمٌ لهُم (٣٢)

یعنی، اگر نہ لوٹیں تو ان پر دَم لازم ہے اور انہیں گُناہ لازم ہوگا۔

اور علامہ سید محمد امین شامی حنفی متوفی ١٢٥٢ھ 5علی قاری کی "شرح نقایه" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

و فی "شرح النّقانة" لـلقاری: فلو عكس فَأحرَمَ للحجِّ من الحِلِّ أو للعُمرةِ من الحَرَم لزِمَه دمٌ إلَّا إذا عَاد مُلبِّاً إلى الميقاتِ المشرُوعِ له كما فی "اللُّباب" (٣٣)

یعنی، اور 5علی قاری کی "شرح النّقاية" میں ہے کہ پس اگر عکس کیا پس حج کے لئے حِلّ سے، عمرہ کے لئے حرم سے احرام باندھا تو اُسے دَم لازم ہے یہ کہ اس کے لئے مشروع میقات کی طرف تلبیہ کہتے ہوئے لوٹے (تو دَم ساقط ہو جائے گا) جیسا کہ (علامہ رحمت اللہ سندھی کی کتاب) "اللباب" (٣٤) میں ہے۔

٣١۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب المواقيت، فصل فی مجاوزة الميقات بغير إحرامٍ، ص٩٥

٣٢۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب المواقيت، فصل فی مجاوزة الميقات بغير إحرام، ص٩٥

٣٣۔ ردّ المحتار على الدّرّ المختار، كتاب الحج، مطلب: فی المواقيت، ٥٥٤/٣

٣٤۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب المواقيت، فصل فی مجاوزةِ الميقات بغيرِ إحرامٍ، ص٩٥

اورمخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں کہ:

کسی کہ داخل حرم ۔ اَ احرام بست ازحلّ، ائے حج ۔ازحرم، ائے عمرہ آثم اَ ددولازم ٭ شد، وے کہ عود کند بسوئے مکان مشروع، ائے احرام وا اَ عود نہ کرد لازم اَ ددد م، وے(۳۵)

یعنی، جو شخص داخل حرم ہے اَ حج کے لئے حِلّ سے ۔ عمرہ کے لئے حرم سے احرام ٭ ھ لے تو گُنہگار ہوگا اور اُس پ لازم ہے کہ احرام کے لئے مشروع مکان کی طرف لوٹے، اَ نہ لوٹ تو اُس پ دَم لازم ہ ا ۔

٭ $ ہوا کہ غیر مشروع مقام سے احرام ٭ ھتے ہی مرتکب گُنہگار رہو ج ٭ ہے، مقام احرام کو لوٹ ۔ نہ لوٹے اُس پ توبہ لازم ہوگئی اور اَ نہ لوٹ تو اُس پ دَم بھی لازم ہ ا ۔ او رلوٹ کر دَم ساقط کرنے کا وقت طوافِ عمرہ شروع کرنے اور حج میں وقوفِ عرفات میں شروع ہونے سے قبل ہے، اُس کے بعد بہر صورت دَم لازم ہوگا۔

لہٰذا مذکورہ عورت پ دَم اور توبہ لازم ہے اور دم حُدودِ حرم میں دینا لازم ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۳ ذوالحجة ۱٤۳۰ھ، ۲۰ نوفمبر ۲۰۰۹ م 656-F

مُحرِمہ مکہ آئی پھر میقات سے ۔ ہر چلی گئی واپسی کا کیا حکم ہے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و ¤ ن شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ا ۔ عورت ٭ پ کستان سے حجِ تمتع کی M سے احرام ٭ ھ کر مکہ پہنچی ابھی عمرہ کا طواف ادا نہ کیا تھا کہ ماہواری آ گئی اور شیڈول کے مطابق ا ۔ دن بعد اُسے مدینہ طیبہ روانہ ہ ٭ تھا اور وہ روانہ ہوگئی اور وہاں اُس کا قیام آٹھ روز تھا، پھر واپس مکہ) مہ آئی مدینہ طیبہ چو è میقات سے ۔ ہر ہے

۳۵۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل دویم در بیان مواقیت احرام حج و عمرہ، ص٦٢

واپسی پ ۔ نے مکہ) مہ ٭ تھا اِس لئے ۔ نے احرام ٭ ھا اب مذکورہ عورت کیا کرے؟

(السائل: ا ۔ حاجی، مکہ) مہ)

٭ بسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: مذکورہ عورت حا ۔ احرام میں ہی رہے گی۔ # ماہواری سے ٭ پ ک ہوا اور مکہ) مہ پہنچ جائے تو عمرہ ادا کر کے احرام کھولے گی اور میقات سے ٭ ہر جانے سے اُس کے احرام میں کوئی فرق نہیں آئے گا جیسے کوئی آفاقی شخص حج کے مہینوں میں حجِ قِران کا احرام ٭ ھ کر آئے، عمرہ کے طواف وسعی کے بعد اپنے وطن لوٹ جائے پھر ا ۔ م حج میں واپس آئے اور حج ادا کرے تو اس کا قِران صحیح قرار ٭ ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

لا یُشترط لصحةِ القِران عدمُ الإلمامِ فیصحُّ من کوفیٍّ رجَعَ إلی أهلهِ بعد طوافِ العُمرةِ (۳٦)

اس کے تحت 5 علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أی فی أشهرِ الحجّ، ثمَّ عادَ إلی مکةَ لکونِه مُحرِمًا و إن ألمَّ بأهلِه (۳۷)

یعنی، صحتِ قران کے لئے عدم الملام شرط نہیں ہے پس کوفی شخص کا قِران صحیح ہو ج ٭ ہے جو حج کے مہینوں میں عمرہ ادا کرے اپنے گھر لوٹ جائے پھر (حج کے لئے) مکہ آئے کیو è وہ مُحرِم ہے اَ چہ اُس نے اپنے اہل کے ساتھ الملام کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ احرام کے ساتھ میقات سے نکل ج ٭ احرام کو مُضِر نہیں وہ ٭ ستور مُحرِم ہی رہے گا۔ # واپس آئے گا اُسے میقات سے بغیر کسی نئے احرام کے اَ ٭ ہوگا کیو è احرام تو اُس غیر مُحرِم پ وا۔ # ہ ٭ ہے جو مکہ کے ارادے سے میقات سے اَ ٭ رے اور یہ تو پہلے

۳٦۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب القِران، فصل: و لا یُشترطُ إلخ، ص۲۸۷

۳۷۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب القِران، فصل: أی: فیما لا یُشترط فیه، ص۲۸۷

ہی احرام میں ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۱۵ذو الحجة ۱٤۲۹ھ، ۱۳دیسمبر۲۰۰۸ م 493-F

صرف میقات کر کے سے احرام والا نہ ہوگا؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و متین شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک حاجی صاحب نے مدینہ شریف سے آتے ہوئے احرام پہنا، ذوالحلیفہ سے میقات کی اور تلبیہ کہنا بھول گیا اور مکہ) مہ آکر عمرہ ادا کیا، اب پوچھتا ہے کہ میں نے تلبیہ ہی نہیں کہی تو اِس صورت میں کیا حکم ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ) مہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حج وعمرہ میں احرام شرط ہے چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و الحجُّ فرضُه ثلاثةٌ الإحرامُ و هو شرطٌ ابتداءً (۳۸)

یعنی، اور حج کے تین فرض ہیں (اُن میں سے پہلا فرض) احرام ہے اور وہ ابتداءً شرط ہے۔

اور احرام میں تلبیہ شرط ہے چنانچہ علامہ زین الدین محمد بن ابی بکر رازی حنفی متوفی ۶۶۶ھ تلبیہ کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

و هی مرّةً شرطٌ، و الزّیادةُ سنّةٌ (۳۹)

یعنی، اور تلبیہ ایک بار شرط ہے اور اس سے زیادہ سنّت۔

۳۸۔ الدّر المختار شرح تنویر الأبصار، کتاب الحجّ، ص۱۵۶

۳۹۔ تحفةُ المُلوك فی فقه مذهب الإمام أبی حنیفة النّعمان، کتاب الحجّ، فصل حکمُ التّلبِیَةِ، برقم: ۲۷۸، ص۱۵۸

اس لئے کوئی شخص حج یا عمرہ کی نیت کرلے تلبیہ نہ کہے اور نہ ہی کوئی ایسا کام کرے کہ جسے شرع مطہرہ نے تلبیہ کے قائم مقام قرار دیا ہے تو وہ احرام والا نہ ہوگا چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و لا یصیرُ شارعاً فی الإحرام بمجرَّدِ النیّة ما لم یأتِ بالتَّلبیة (٤۰)

یعنی، اور صرف نیت کر لینے سے احرام میں شروع ہونے والا نہ ہوگا جب تک تلبیہ نہ کہے۔

اور علامہ شمس الدین احمد بن سلیمان ابن کمال پاشا حنفی متوفی ۹۴۰ لکھتے ہیں:

لا یصیرُ مُحرماً بالنیَّة ما لم یأتِ بالتّلبیة أو ما یقومُ مقامَها مِن ذکرٍ یقصد به التّعظیم فارسیةً کانتْ أو عربیةً خلافاً للشّافعی (٤۱)

یعنی، نیت کرنے سے مُحرم نہ ہوگا جب تک تلبیہ نہ کہے وہ نہ لائے جو تلبیہ کے قائم مقام ہے جیسے وہ ذکر کہ جس سے تعظیم کا قصد کیا جائے ذکر چاہے فارسی میں ہو یا عربی میں، خلاف امام شافعی کے۔

لہٰذا اس شخص کا عمرہ ادا نہیں ہوا اُسے چاہئے کہ وہ کسی میقات کو لوٹے وہاں سے احرام باندھ کر آئے اور عمرہ ادا کرے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

مَن جاوزَ وقتَه غیرَ مُحرمٍ ثمَّ أحرمَ أو لا فعلیه العودُ إلی وقتٍ (٤۲)

یعنی، جو شخص اپنی میقات سے بغیر احرام کے آگیا پھر اُس نے احرام باندھا تو اُسے میقات کو لوٹنا ہے۔

٤۰۔ بدایة المبتدی مع شرحه، کتاب الحج، باب الإحرام، ۱۔۲/۱٦٦

٤۱۔ الإیضاح فی شرح الإصلاح، کتاب الحجّ، ۱/۲٤۱

٤۲۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب المواقیت، فصل: فی مجاوزه المیقات بغیر إحرامٍ، ص۹٤

اور اگر وہ میقات کو نہیں لوٹا اور حِلّ سے احرام باندھ کر عمرہ ادا کرلیا ہے تو اس پر دَم لازم ہوگا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور ملّا علی قاری لکھتے ہیں:

و إن لم يعد أي مطلقاً فعليه دمٌ أي لمجاوزةِ الوقتِ (٤٣)

یعنی، اور اگر مطلقاً نہ لوٹا تو اس پر میقات سے بغیر احرام کے گزرنے کا دَم لازم ہے۔

اور اگر وہ میقات کو نہ لوٹا اور نہ ہی عمرہ یا حج ادا کیا تو اس پر دَم احرام کے لئے میقات کو جانے اور عمرہ یا حج کی ادائیگی لازم آئے گی، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور ملّا علی قاری لکھتے ہیں:

مَن دخَلَ أي مِن أهلِ الآفاقِ مكّة أو الحرمَ بغيرِ إحرامٍ فعليه أحد النّسكين أي مِن الحجِّ أو العمرةِ، و كذا دمُ المجاوزة أو العود (٤٤)

یعنی، اہل آفاق میں سے جو مکہ یا حرم بغیر احرام کے داخل ہوا تو اُس پر دو نُسک حج یا عمرہ میں سے ایک لازم ہے اسی طرح میقات سے بغیر احرام کے گزرنے کا دَم یا میقات کو احرام کے لئے لوٹنا لازم ہے۔

اور جو عمرہ اس نے ادا کیا وہ ادا نہ ہوا کیونکہ اُس نے عمرہ کی نیت کرتے وقت تلبیہ نہ کہی اس طرح وہ احرام والا نہ ہوا، اس لئے کہ جو عمرہ اس نے کیا وہ بغیر احرام کے تھا اور بغیر احرام کے عمرہ یا حج ادا کرنے میں ادا نہیں ہوتے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

يوم الإثنين، ١٧ذو الحجة ١٤٢٩ھ، ١٥ديسمبر٢٠٠٨ م 495-F

٤٣۔ لباب المناسك مع شرحه للقاري، باب المواقيت، فصل: في مجاوزه الميقات بغير إحرامٍ، ص٩٥

٤٤۔ لباب المناسك مع شرحه للقاري، باب المواقيت، فصل: في مجاوزه الميقات بغير إحرامٍ، ص٩٨

صرف تلبیہ کہہ لینے سے احرام والا نہ ہوگا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و متین شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص نیت کرلے اور تلبیہ نہ کہے تو مُحرم نہیں ہوتا اور جو شخص تلبیہ کہے اور نیت نہ کرے تو کیا مُحرم ہوجائے گا یا نہیں؟

(السائل: حافظ محمد رضوان، نور مسجد، میٹھادر)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: درست ہے کہ نیت دل کے ارادے کا نام ہے، زبان سے نیت کے الفاظ کہنا ہرگز کے لئے ہر وقت ضروری نہیں، چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ١٠٨٨ھ لکھتے ہیں:

و هي الإرادةُ المُرجَّحةُ لأحدِ المُتَساوِيَينِ لا مطلق العلم في الأصحِّ، و المُعتبرُ فيها عملُ القلبِ اللّازِم للإرادةِ، فلا عِبرَةَ لِلذِّكرِ باللّسانِ و إن خالفَ القلبَ لأنّه كلامٌ لا نيّةٌ "مجتبى" (٤٥)

یعنی، نیت دو متساوی چیزوں میں سے ایک کے لئے مُرجَّح ارادہ ہے، نیت میں معتبر دل کا عمل ہے جو ارادہ کو لازم ہو، صحیح ترین قول کے مطابق مطلق علم (نیت) نہیں ہے، پس (صرف) زبان کے ذکر کا اعتبار نہیں اگر وہ دل کے مخالف ہو کیونکہ وہ کلام ہے نیت نہیں ہے "مجتبیٰ"۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

لأنَّ النيّةَ عملُ القلبِ لا اللّسانِ، و إنّما الذِّكرُ باللّسانِ كلامٌ، و مِن ثَمَّ حُكِيَ الإجماعُ على كونِها بالقلبِ (٤٦)

٤٥۔ الدُّر المختار، كتاب الصّلاة، باب شروط الصّلاة، ص٥٩

٤٦۔ ردّ المحتار على الدّر المختار، كتاب الطّهارة، تحت قول التّنوير، تكفيه النيّة بلسانه، ٢٦٥/٢

یعنی، کیو è M دل کا عمل ہے نہ کہ ز ن کا، صرف ز ن کے ساتھ ذکر کلام ہے اور اسی لئے M کے دل سے ہونے پ اجماع حکا $ کیا Hا ہے۔

اور دل کے عمل سے مراد ہے کہ جو ک* چاہتا ہے اُسے غور وفکر کے بغیر ارادے کے وقت جان لے کہ وہ کیا کرنے جا رہا ہے چنانچہ علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

و هو أی: عملُ القلبِ أن یَعلمَ عند الإرادةِ بداهةً بلا تأمُّلٍ أیَّ صلاةٍ یُصلّی (٤٧)

یعنی، دل کا عمل یہ ہے کہ ارادے کے وقت ب اہۃً بلا تأمُّل جان لے کہ وہ کو ٗ ن نماز پڑھ رہا ہے۔

اور عام حالات میں ز ن سے M ک* مستحب ہے، چنانچہ علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

و التَّلفُّظُ عند الإرادةِ بها مستحبٌّ هو المختارُ (٤٨)

یعنی، ارادے کے وقت اُس کے الفاظ کو ز ن سے ادا ک* مستحب ہے یہی مختار ہے۔

اور فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ حج کی M دل سے کی تو حج در ۔ ہو جائے گا چنانچہ علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

فیصحُّ الحجُّ بمطلق النیَّةِ لو بقلبِه (٤٩)

یعنی، پس حج مطلق M سے در ۔ ہو جائے گا اَ چہ M دل سے ہو۔

ہاں .# دل میں M مجتمع نہ ہو M کرنے والا خود ب کا شکار ہو تو اُس وقت ز ن سے M کے کلمات کہنا کافی ہوتے ہیں چنانچہ علامہ حصکفی لکھتے ہیں:

إلّا إذا عَجَزَ عن احضارِهِ لهمومٍ اصابتْهُ فیکفیهِ

٤٧۔ الدُّر المختار، کتاب الصّلاة، باب شروط الصّلاة، و الخامس النیّة إلخ، ص٥٩

٤٨۔ الدُّر المختار، کتاب الصّلاة، باب شروط الصّلاة، و الخامس النیَّةُ إلخ، ص٥٩

٤٩۔ الدُّر المختار، کتاب الحجّ، فصل فی الإحرام و صفة المراد بالحجّ، تحت قوله: ثم نبّی و بر صلاته ناویاً بها الحجّ، ص١٥٩

اللِّسانُ "مجتبی" (٥٠)

یعنی، 1 . # پہنچے والے غموں کی وجہ سے دل میں M حاضر کرنے سے عا . ٗ ہو تو اُسے ز ن ذکر کافی ہے۔

لہٰذا اَ کوئی شخص تلبیہ کہے اور اُس کے دل میں حج ۔ عمرۃ* ۔ صرف احرام کی M نہ ہو اور وہ نہ کوئی ایسا کام کرے جسے M کے قائم مقام قرار ز Hا ہو تو وہ صرف تلبیہ کہنے سے احرام والا نہ ہوگا، چنانچہ شمس الدین احمد بن سلیمان ابن کمال* ۔ شا شافعی حنفی متوفی ٩٤٠ھ لکھتے ہیں:

کذا لا یصیرُ مُحرمٌ بالتلبیةِ ما لم یأتِ بالنیَّةِ أو ما یقومُ مقامهَا من الهَدْی (٥١)

یعنی، اسی طرح تلبیہ کہنے سے احرام والا نہ ہوگا . # -- M* ۔ جو M کے قائم مقام ہے اُسے نہ لائے جیسے ہدی۔

اس لئے بلا M تلبیہ کہنے سے تلبیہ کہنے والا احرام والا نہیں ہوگا اَ ایسا ہ* تو عام حالات میں خصوصاً حج ۔ .M کلاسز میں حاجی حضرات جو مناسک سیکھنے آتے ہیں وہ کتنی ۔ ر تلبیہ کہتے ہیں وہ سارے کے سارے اسی وقت سے احرام والے ہو چکے ہوتے، حالا è ایسا نہیں ہے۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ١٦ ذوالقعده ١٤٣١ھ، ٢٥اکتوبر ٢٠١٠ م 674-F

ماہواری کا # یشہ ہو تو عورت کس حج کا احرام* ب + ھے

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و ¤ ن شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ہم حج قِران ک* چاہتے ہیں . # کہ ہمارے ساتھ کچھ خواتین بھی ہیں اور ہماری مکہ آمد آ ٗ ی* ۔ م میں ہوگی اور خواتین میں سے ا ۔ خاتون کے* ۔ م ماہواری عادت کے مطابق احرام کے بعد شروع ہو جا N گے اب وہ خاتون کس حج کا احرام* ب + ھ کر آئے کہ اُس پ عمرہ کی قضاء اور دَم

٥٠۔ الدُّر المختار، کتاب الصّلاة، باب شروط الصّلاة، و الخامس النیَّةُ، ص٥٩

٥١۔ الإیضاح فی شرح الإصلاح، کتاب الحجّ، ٢٤١/١٠

لازم نہ ہو کیونکہ مکہ آمد کے بعد اتنا وقت نہیں ہوگا وہ ماہواری سے پاک ہو۔

(السائل: محمد عرفان، لبیک حج آپ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں مذکورہ خاتون پر میقات سے احرام کے ساتھ آنا لازم ہے کیونکہ وہ عازمِ مکہ ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

"لَا يُجاوِزُ أَحَدٌ الوَقْتَ إِلَّا مُحرِمٌ (٥٢)

یعنی، کوئی میقات سے نہ آنے والا احرام والا۔

اس لئے اُسے چاہئے کہ وہ حجِ افراد کا احرام باندھ لے کیونکہ آج حجِ تمتع، حجِ قران کا احرام باندھے گی تو ماہواری کی وجہ سے اُسے عمرہ چھوڑنا پڑے گا اور اُس پر عمرہ کی قضا اور دَم لازم آجائے گا۔ اگر حج افراد کا احرام باندھنے کی صورت میں عمرہ کا ترک لازم نہیں آئے گا بلکہ وہ مکہ پہنچ کر حالتِ احرام میں ٹھہری رہے پھر اگر حاجی منیٰ کو روانہ ہوں اُن کے ساتھ منیٰ روانہ ہو جائے اِس طرح تمام افعال حج ادا کرے، صرف اِس حالت میں طوافِ زیارت نہیں کرے گی۔ اگر پاک ہو جائے تو طوافِ زیارت کرے اگرچہ ذوالحجہ کا سورج غروب ہو جائے اور اُس پر کچھ لازم نہیں آئے گا، ہاں اگر رخ کے غروبِ آفتاب سے قبل پاک ہوئی اور غسل کر کے غروب سے قبل طواف کے چار پھیرے دے سکتی تھی اور اُس نے ایسا نہ کیا تو اُس پر خیر کی وجہ سے دَم لازم ہوگا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ٢٢ ذو القعدہ ١٤٢٩ھ، ٢٠نوفمبر ٢٠٠٨ م 475-F

٥٢۔ اِن کلمات کو امام ابن شیبہ نے "المصنّف" کے کتاب الحجّ، باب (٤٣٧) مَن قال: لا یجاوز أحدٌ إلخ (برقم:١٥٧٠٢، ١١/٤٣٥) میں عن سعید بن جبیر عن أبن عباس اِن الفاظ سے روایت کیا ہے کہ

"لَا تَجُوزُوا الْوَقْتَ إِلَّا بِإِحْرَامٍ،

یعنی میقات سے نہ آنے والا احرام کے ساتھ

نیند میں منہ سے 3 والا پانی پاک نہیں

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص حالتِ احرام میں سو رہا تھا اور نیند میں اُس کے منہ سے پانی نکلا اور اُس کے احرام کی چادر پر لگا، اب اُسے وہ چادر کا اتنا حصہ دھونا ضروری ہے یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ) مہ

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: درست ہے کہ سوئے ہوئے شخص کے منہ سے 3 والا پانی پاک نہیں ہے چنانچہ امام افتخار الدین طاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری حنفی متوفی ٥٤٢ھ لکھتے ہیں:

ماءُ فمِ النّائم الذی یَسِیلُ مِن فیه طاهرٌ هو الصَّحیحُ (٥٣)

یعنی، سوئے ہوئے شخص کے منہ کا وہ پانی جو اس کے منہ سے بہے پاک ہے یہی صحیح (قول) ہے۔

لہٰذا اس شخص پر احرام کی چادر دھونا لازم نہیں اور اگر دھو لے تو اچھا ہے کہ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی پاک چیز مثلاً سالن وغیرہ کپڑوں پر آ جائے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ١٦ ذوالقعدہ ١٤٣١ھ، ٢٥اکتوبر ٢٠١٠ م 675-F

احرام سے قبل لگائی گئی خوشبو کا احرام کے بعد ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک

٥٣۔ خلاصة الفتاویٰ، کتاب الطّهارات، الفصل السّابع فیما یکونُ نجساً و ما لایکونُ، نوعٌ منه، ١/٤٥

شخص احرام کی چادریں پہن کر M کرنے سے قبل اپنے ہاتھوں پہ عطر لگائے ہے اس کے بعد وہ M کر8 ہے M کے بعد اس کے ہاتھ اس کے جسم پہ احرام کے جس حصے پہ لگیں گے وہاں یہ خوشبو بھی لگ جائے گی تو اس صورت میں اُس پہ کچھ لازم تو نہیں ہوگا؟

(السائل: شو - علی قادری ولد حاجی چاند میاں قادری از کاروانِ اسلامی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: احرام سے قبل لگی ہوئی خوشبو احرام کے بعد ای - جگہ سے دوسری جگہ لگ جائے تو اُس پہ کوئی کفارہ وغیرہ لازم نہیں آئے گا، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لَأنَّ الحلالَ لو طَيَّبَ عُضواً ثمَّ أحرَمَ فانتقَلَ مِنه إلى آخر فلا شَيءَ عليه اتفاقاً (٥٤)

یعنی، کیونکہ غیر مُحرِم اگر کسی عضو کو خوشبو لگائے پھر احرام باندھ لے اُس کے بعد وہ خوشبو اُس عُضو سے دوسرے عُضو کی طرف منتقل ہو جائے تو * لاتفاق اُس پہ کچھ نہیں ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ١٢ ذو الحجة ١٤٢٩ھ، ٢٩ نوفمبر ٢٠٠٨ م 485-F

حالتِ احرام میں سر پہ سامان اُٹھانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ حالتِ احرام میں دیکھا گیا ہے کہ کچھ لوگ سر پہ سامان اُٹھائے ہوئے چل رہے تھے، کیا اِس صورت میں انہوں نے اپنے سروں کو نہیں ڈھکا ہے اور اگر ڈھکا ہے تو اُن پہ کیا لازم آئے گا؟

(السائل: محمد فیصل فتانی، مکہ) مہ

٥٤۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، کتاب الحجّ، باب الجنایات، تحت قوله: إن طیّب عضوًا، ٦٥٣/٣

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: سر ڈھکنے سے مراد ایسی چیز سے سر ڈھکنا ہے کہ جس سے عادۃً سر ڈھکا جاتا ہے اور اس طرح ڈھکنا کہ جس طرح عادۃً ڈھکا جاتا ہے اور سامان یا گٹھڑی وغیرہ سر پہ اُٹھانے سے کچھ لازم نہیں آتا کیونکہ شرعاً وعرفاً اوڑھنا نہیں کہا جاتا چنانچہ امام حسن بن منصور اوزجندی حنفی متوفی ۲۹۲ھ (٥٥) اور اُن سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ (٥٦) نقل کرتے ہیں:

لو حمَلَ المُحرِمُ على رأسِه شيئًا يلبَسُه النّاسُ يكون لابساً، و إنْ كان لا يلبَسه النّاسُ كالإجَانَةِ و نحوِها فلا

یعنی، اگر سر پہ ایسی چیز اُٹھائی کہ لوگ اُسے پہنتے ہیں تو پہننے والا ہوگا اور اگر لوگ اُسے نہ پہنتے ہوں جیسے ٹب وغیرہ تو (پہننے والا) نہیں ہوگا۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

فإنَّ الذی رأيتُهُ فی عدَّةِ كُتُبٍ أنَّه لو غَطَّى رأسَه بغير مُعتادٍ كالعِدلِ و نحوه لا يلزَمُ شيءٌ، فقد أطلقُوا عدمَ اللُّزُوم، و قد عدَّ ذلك فی "اللباب" مِن مُباحاتِ الإحرام (٥٧)

یعنی، بے شک وہ جو میں نے متعدد کُتُب میں دیکھا (وہ یہ ہے کہ) اس نے سر کو اگر غیر معتاد جیسے گٹھڑی وغیرہ سے ڈھکا تو اُسے کوئی شئے لازم نہیں، فقہاء نے عدم لُزوم کو مطلق ذکر کیا ہے اور "لباب" (٥٨) میں اسے مُباحاتِ احرام میں ذکر کیا ہے۔

٥٥۔ ردّ المحتار علی الدّر المختار، کتاب الحجّ، باب الإحرام، مطلب: فیما یحرمُ بالإحرام و ما لا یحرمُ، تحت قوله: ما لم یمتدّ یوماً و لیلةً الخ، ٥٧٠/٣

٥٦۔ فتاویٰ قاضیخان، کتاب الحجّ، ٢٨٦/١

٥٧۔ ردّ المحتار علی الدّر المختار، کتاب الحجّ، باب الإحرام، مطلب: فیما یحرمُ الإحرام الخ، تحت قوله: ما لم یمتدّ إلخ، ٥٧٠/٣

٥٨۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الإحرام، فصل فی مباحاته، ص١٣٧

اورعلامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

أَمَّا بِحَمْلِ إِجَّانَةٍ أو عِدلٍ فلا شیءَ علیه (٥٩)

یعنی،1 (احرام میں) ٹ$ (۔ تھالہ* ۔ گٹھڑی اُٹھانے کے ل اُس پ کچھ لازم نہیں۔

علامہ حصکفی دوسرے مقام پ لکھتے ہیں:

لو حَمَلَ علی رأسِهِ ثیاباً کان تغطِیةً لا حَمْلُ عِدْلٍ و طَبَقٍ (٦٠)

یعنی، ا/ اپنے سر پ کپڑے اُٹھائے تو یہ (سر کو) ڈھکنا ہے نہ کہ گٹھڑی اور تھال اُٹھانا۔

اورعلامہ عبدالقادر رافعی حنفی (علامہ حسین بن محمد سعید عبدالغنی مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ نے ''مناسک 5علی قاری'' پ اپنے حاشیہ "ارشاد السّاری" (٦١) میں اسے کچھ الفاظ کے تغیر سے Ü کیا ہے اور فرنا ۔ علامہ حنیف الدین مرشدی نے اِسے "لباب المناسك" کی شرح میں لکھا ہے) لکھتے ہیں:

قال المرشدی: لو کانت الثّیاب فی بُقجَةٍ، و کانت مشدُودَةً شَدًّا قویّاً، بحیثُ لا یحصلُ منها تغطیةٌ، فلا کراهةَ فی حَمْلِها و لا جزاءَ، و إلا فیکرهُ و یجبُ الجزاءُ، لأنَّه تغطیةٌ اھ سندی، و هذا دالٌّ علی أنَّه لو غطّی رأسَه بغیرِ المعتادِ لا یلزَمُه شیءٌ و لو یوماً أو لیلةً (٦٢)

یعنی، علامہ حنیف الدین مرشدی حنفی نے فرنا ۔ کہ کپڑے ا/ گٹھری میں

٥٩۔ الدّر المختار، کتاب الحجّ، باب الجنایات، تحت قوله: أو سَتَر رأسَه، ص١٦٦

٦٠۔ الدّر المختار، کتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قوله: و الرّأس، ص١٥٩

٦١۔ إرشاد السّاری إلی مناسك الملا علی القاری، باب الإحرام، فصل فی مباحاته، ص١٣٧

٦٢۔ تقریرات الرّافعی علی الدُّر و الرّد، کتاب الحجّ، مطلب: فیما یحرُمُ بالإحرام و ما لا یحرُمُ، تحت قوله: لو حمَلَ علی رأسِه إلخ، ٥٦٩/٣

ہوں اور سخت مضبوط* + ھے ہوئے ہوں اِس طرح کہ اُن سے ڈھلo نہ** ۔ جائے تو اُن کے اٹھانے میں نہ کراہت ہے اور نہ. ٠اء، ورنہ) وہ ہے اور. ٠اء وا. # ہے کیو è وہ ڈھلo ہے اھ سندھی، اور یہ عبارت اِس پ دلا ۔ کرتی ہیں کہ ا/ سر کو غیر معتاد طور پ ڈھکا جائے تو اُس سے کچھ لازم نہ ہوگا ڈھکنا ا/ چہ ا ۔ دن ۔ رات ہو۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ١١ ذوالحجة ١٤٣٠ھ، ٢٨ نوفمبر ٢٠٠٩ م 662-F

حاجی تلبیہ پ ٹھنا . موقوف کرے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و ¤ ن شرع متین اِس مسئلہ میں کہ حج میں حاجی تلبیہ . منقطع کرے گا؟

(السائل: ا ۔ حاجی، مکہ) مہ)

*. بسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حج میں حاجی جمرۂ عقبہ کو رمی کرتے وقت پہلی کنکری کے ساتھ تلبیہ منقطع کرے گا چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

یقطعُ التّلبِیةَ مَعَ أوّلِ حصاةٍ یَرمِیها مِن جمرةِ العَقَبةِ فی الحجِّ الصّحیحِ و الفاسدِ سواءٌ کان مفرداً أو مُتمتّعاً أو قارناً (٦٣)

یعنی، پہلی کنکری پ جو جمرۂ عقبہ کو ما* ہے اُس پ تلبیہ ختم کرے گا حج صحیح ہو* ۔ فاسد ۔ ا. ہے کہ حج کرنے والا مفرد* . لج ہو* ۔ متمتّع* ۔ قارِن۔

5علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و هذا هو الصّحیحُ مِن الرّوایةِ علی ما ذکره "قاضیخان" و

٦٣۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب مناسك منیً، فصل: فی قطع التّلبیة، ص٢٤٩

"الطّرابلسی" (٦٤)

یعنی، یہی صحیح روا.$ ہے اِس بنا پ کہ جسے "قـــاضیـخـــان" (٦٥) اور "طرابلسی" نے ذکر کیا۔

اور جس نے رمی سے قبل حلق کر¤ وہ حلق کروانے پ تلبیہ کو منقطع کر دے گا اور جس نے رمی، حلق اور ذبح سے قبل طوافِ ¤یرت کر لیا وہ بھی تلبیہ منقطع کر دے گا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لـو حـلـقَ قبـلَ الـرَّمـی أو طاف قبلَ الرَّمی و الحلقِ و الذَّبحِ قَطَعَها (٦٦)

یعنی، اَ رمی سے قبل حلق کر¤* یرمی، حلق اور ذبح سے قبل طوافِ ¤یرت کیا وہ تلبیہ کو منقطع کر دے گا۔

اِس کے تحت 5علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أمّـا بـعـد الحلقِ قبلَ الرّمی فبالاتفاقِ، و أمّا بعدَ طوافِ الزّیارَةِ قبلَ الرَّمی و الحلقِ فعلی قولِ أبی حنیفةَ و محمدٍ (٦٧)

یعنی، 1حلق کے بعد رمی سے قبل تلبیہ منقطع کر¤. لاتفاق ہے اور طوافِ ¤یرت کے بعد رمی وحلق سے قبل (تلبیہ منقطع کر¤.) تو وہ امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے قول کی بنا پ ہے۔

اور اَ کسی شخص نے نہ رمی کی، نہ حلق اور نہ طوافِ ¤یرت یہاں -- کہ سورج غروب

٦٤۔ الـمسـلك الـمتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب مناسك منی، فصل: فی قطع التلبیة، تحت قوله: أو متمتعاً أو قارناً، ص ٢٤٨

٦٥۔ فتاویٰ قاضیخان، کتاب الحجّ، فصل فی کیفیة الحجّ، ١/٢٩٥

٦٦۔ لباب المناسك، باب مناسك منیً، فصل: فی قطع التَّلبِیة، ص٢٤٩

٦٧۔ الـمسـلك الـمتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب مناسك منیً، فصل: فی قطع التَّلبِیة، تحت قوله: و لو حلق قبل الرّمی إلخ، ص٢٤٩

ہH تو وہ غُروبِ آفتاب پ تلبیہ منقطع کر دے گا چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و إنْ لـم یـرمِ حتّـی زالتِ الشَّمسُ لم یقطعْهَا حتیَّ یَرمی إلَّا أن یغیبَ الشَّمسُ یومَ النَّحرِ فحینئذٍ یَقطعُها (٦٨)

یعنی، اور اَ رمی نہ کی یہاں -- کہ زوال کا وقت ہH تو وہ تلبیہ کو منقطع نہیں کرے گا یہاں -- کہ رمی کرے 1 یہ کہ یومā (دسویں* ریخ) کا سورج غروب ہو جائے تو وہ اُس وقت تلبیہ منقطع کر دے گا۔

اِس کے تحت 5علی قاری لکھتے ہیں:

هـذا مـرویٌ عن أبی حنیفةَ، و کأنَّه رضی الله عنه راعی جانبَ الـجـوازِ فی الجُملةِ، و إنْ فاتَه وقتَ السُّنَّةِ، و عن محمدٍ ثلاثُ رواياتٍ فظاهرُ الرِّوایةِ کأبی حنیفةَ (٦٩)

یعنی، یہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے گ¤ یہ کہ آپ نے فی الجملہ جانبِ جواز کی رعا.$ فرمائی اَ چہ اُس سے وقتِ سنّت فوت ہH اور امام محمد سے تین رو¤یات ہیں پس ظاہر الروایۃ امام ابوحنیفہ (کے قول) کی مثل ہے۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ٢٨ذوالحجة ١٤٣٠ھ، ١٧نوفمبر ٢٠٠٩ م 665-F

کعبہ معظّمہ پ پہلی Ã پڑے تو کو´ دعا مانگے؟

استـفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و ¤ن شرع متین اِس مسئلہ میں کہ حج میں

٦٨۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب مناسك منیً، فصل: فی قطعِ التّلبِیة، ص٢٤٩

٦٩۔ الـمسـلك الـمتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب مناسك منیً، فصل: فی قطع التَّلبِیة، ص٢٤٩

اہم دُعا کو ہے اور اہم ذکر کیا ہے کہ کعبہ معظّمہ پہلی بار پڑنے کے وقت مانگی جائے۔

(السائل: محمد سلیم بن عبدالکریم از لبیک حج ٹورپ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حج میں مختلف مواقع پر مختلف دعا و اذکار منقول ہیں جو کُتُبِ احادیث و فقہ اور خصوصاً کُتُبِ مناسک میں مذکور ہیں لیکن فقہاء کرام نے کعبہ پر پہلی بار پڑنے کے وقت بلا حساب طلب اور حضور ﷺ پر درود کو اہم قرار دیا ہے، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ سے لکھتے ہیں:

و فی "الفتح": من أهمّ الأدعيّةِ طلبُ الجنّةِ بلا حسابٍ و الصّلاةُ على النَّبيِّ ﷺ هنا مِن أهمِّ الأذكارِ، كما ذَكره الحلبيُّ فی "مناسكه" اھ (۷۰)

یعنی، فتح القدیر (۷۱) میں ہے کہ دُعاؤں میں سے اہم دُعا بلا حساب طلب کرنا ہے اور نبی ﷺ پر درود شریف بھیجنا یہاں اذکار میں سے اہم ذکر ہے جیسا کہ حلبی نے اپنی "مناسك" (۷۲) میں اسے ذکر کیا ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الجمعة، ۲۳ ذو القعده ۱٤۲۹ھ، ۲۱ نوفمبر ۲۰۰۸ م 476-F

۷۰۔ ردّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، مطلب: فی دُخولِ مكّة، تحت قوله: لئلا يقع نوع إلخ، ۳/۵۷۵

۷۱۔ فتح القدير، كتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قوله: و محمد رَحِمَهُ اللهُ لم يعيّن فی "الأصل" إلخ، ۲/۳۲۵، و نهاية كلامه عند قوله: "بلا حسابٍ"

۷۲۔ امام شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن محمد ابن محمد ابن الموقت جو ابن امیر حاج حلبی حنفی (ت ۸۷۹ھ) کے مناسک حج کے بیان میں آپ کی کتاب کا نام "داعی منار البيان للنُّسُكين بالقرآن" ہے جیسا کہ "كشف الظّنون" (۲/۱۸۲۹) اور "الضوء اللّامع" (۹/۲۱۰) میں ہے۔

حاجی معتمر اپنا ازار کندھا کھولے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و متین شرع متین اس مسئلہ میں کہ کچھ لوگ مسجد الحرام میں داخل ہونے سے قبل ہی اپنا ازار کندھا کھول دیتے ہیں، اُن کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟

(السائل: ریحان ابوبکر، مکہ) مہ

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: چادر کے سیدھے آ کو داہنی بغل سے نکال کر کندھے پر ڈالنے کو "اضطباع" کہتے ہیں، مسجد الحرام میں داخل ہونے سے قبل ہی اضطباع کرنا درست نہیں ہے، چنانچہ علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

إنَّما يسنُّ الاضطباع حالَ الطَّوافِ فقط خلافاً توَهّمَة العوامُ مِن مباشرتِه فی جميعِ أحوالِ الإحرام (۷۳)

یعنی، "اضطباع" فقط حالتِ طواف میں مسنون ہے، خلاف عوام النّاس کے وہم کے کہ اضطباع احرام کے جمیع احوال میں ہے۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

و ليس كما يتوهَّمهُ العوامُ مِن أنَّ الاضطباعَ سنّةٌ جميع أحوالِ الإحرامِ (۷٤)

یعنی، ایسا نہیں ہے کہ جیسا عوام النّاس گُمان کرتے ہیں کہ "اضطباع" احرام کے تمام احوال میں مسنون ہے۔

۷۳۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الإحرام، فصل: ثُمَّ يتجرَّدُ عن الملبوس، تحت قوله: و رداءٌ، ص ۱۱۰

۷٤۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب دخول مكة، فصل فی صفة المشروع فی الطّواف، تحت قوله: بقليلٍ، ص ۱٤۳

اورعلامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں کہ

وهو مُوهِمٌ أنَّ الاضطباع يُستحبُّ مِن أوَّلِ الإحرام، وعليه العوامُ، و ليسَ كذلك فإنَّ محلَّه المنسون قبيلَ الطّوافِ إلى إنتهائِه لا غيرُ اھ (۷۵)

یعنی، یہ وہم ہے کہ ''اضطباع'' اول احوال احرام سے مستحب ہے اور اس پر عوام ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے پس بے شک اس کا مسنون محل طواف سے کچھ پہلے سے اس کے اختتام تک ہے نہ کہ اس کا غیر۔

اور ''اضطباع'' کے وقت کے بارے میں فقہاء کرام کے دو اقوال ہیں ایک یہ کہ طواف شروع کرنے کے ساتھ ہی ''اضطباع'' کیا جائے چنانچہ علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

بل الاضطباعُ معَ دُخولِهِ فی الطّوافِ علی ما صرّح به "الطرابلسی" وغيرُه (۷۶)

یعنی، بلکہ ''اضطباع'' طواف میں داخل ہونے کے ساتھ مسنون ہے اس بنا پر کہ جس کی ''علامہ طرابلسی'' وغیرہ نے تصریح فرمائی ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

ينبغی أن يضطبعَ قبلَه بقليلٍ (۷۷)

یعنی، چاہیئے کہ اس سے تھوڑا پہلے ''اضطباع'' کرے۔

اور جن کا قول یہ ہے کہ ابتداءِ طواف کے ساتھ ''اضطباع'' کرے اُن کے دلائل بھی

۷۵۔ ردّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الحجّ، فصل فی الإحرام، تحت قوله: و يُسَنُّ أن يُدخِلَه الخ، ۳/۵۵۱

۷۶۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب دخول مكة، فصل فی صفة الشُّروع فی الطّواف إلخ، تحت قوله: بقليلٍ، ص۱۴۳

۷۷۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب دخول مكّة، فصل فی صفة الشّروع فی الطّواف إذا أراد الشّروع فيه، ص۱۴۳

تھوڑا پہلے اضطباع کرنے میں حرج نہیں ہے چنانچہ علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

لكن قَال: لو اضطبعَ قبلَ شُروعِه فی الطَّوافِ بقليلٍ فلا بأسَ بِه (۷۸)

یعنی، لیکن فرمایا: اگر طواف میں شروع ہونے سے تھوڑا پہلے ''اضطباع'' کرلیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ افضل کیا ہے؟ ابتداءِ طواف کے ساتھ ''اضطباع'' کرے یا اس سے تھوڑا پہلے تو اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ طرابلسی حنفی کی تصریح کے مطابق افضل یہ ہے کہ ابتداءِ طواف کے ساتھ ''اضطباع'' کرے اور امام کمال الدین ابن ہمام کی تصریح کے مطابق افضل یہ ہے کہ اس سے تھوڑا پہلے ''اضطباع'' کرے چنانچہ علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

هذَا يَقتَضِی أفضليةَ المَعِيَّةِ وَ مَا ذَكَرهُ فی "الأصلِ" مطابقٌ لِمَا قَالَه ابنُ الهمام: فيُفيدُ أفضليةَ القَبلِيّةِ فبينهُما تباينٌ فی الجُملة (۷۹)

یعنی، یہ (علامہ طرابلسی کی تصریح) معیّت کی افضلیت کا تقاضا کرتی ہے اور وہ جو اصل میں ذکر کیا وہ اُس کے مطابق ہے جو ابن ہمام نے فرمایا، پس وہ قبلیّت کی افضلیت کا فائدہ دیتی ہے، پس دونوں میں تباین ہے۔

أقُولُ: دونوں میں موافقت اس طرح ہوگی۔ # بھیڑ کم ہو تو ''علامہ طرابلسی'' کے قول کے مطابق عمل کیا جائے یعنی شروعِ طواف کے ساتھ ''اضطباع'' کیا جائے اور۔ # بھیڑ ہو تو ''ابن ہمام'' کے قول پر عمل کیا جائے یعنی طواف شروع کرنے سے تھوڑا پہلے ''اضطباع'' کیا جائے۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

يوم الإثنين، ۲۸ ذوالقعده ۱۴۳۰ھ، ۱۶ نوفمبر ۲۰۰۹ م F-652

۷۸۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب دخول مكة، فصل فی صفة الشُّروع فی الطّواف الخ، تحت قوله: بقليلٍ، ص۱۴۳

۷۹۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب دخول مكّة، فصل فی صفة الشّروع أو الطّواف الخ، تحت قوله: بقليلٍ، ص۱۴۳

اضطباع کتنے پھیروں میں کرے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و متین شرع متین اس مسئلہ میں کہ طوافِ عمرہ میں ''اضطباع'' تمام پھیروں میں کیا جائے یا صرف رَمل کی طرح شروع کے تین پھیروں میں کیونکہ ایک شخص بحث کر رہا تھا کہ ''اضطباع'' صرف تین پھیروں میں ہے۔ اور کہ ہم نے علماء کرام سے سنا تھا کہ ''اضطباع'' تمام پھیروں میں ہے؟

(السائل: محمد جاوید از لبیک حج اینڈ عمرہ سروسز، مکہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: ''اضطباع'' جس طواف میں مسنون ہے اس کے تمام پھیروں میں مسنون ہے نہ کہ صرف تین میں چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و فی "شرح اللّباب": و اعلم أنَّ الإضطباعَ سنّةٌ فی جمیع أشواطِ الطَّوافِ کما صرَّحَ به "ابنُ الضِّیاء" (۸۰)

یعنی، "شرح اللباب" (۸۱) میں ہے اور جان لے کہ ''اضطباع'' طواف کے تمام پھیروں میں سنّت ہے جیسا کہ (قاضی ومفتی حرمِ مکہ علامہ ابوالبقاء محمد بن احمد بن محمد) ابن الضّیاء (حنفی متوفی ۸۵۴ھ) نے (اپنی کتاب "البحر العمیق" میں) (۸۲) اس کی تصریح فرمائی ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

۸۰۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، کتاب الحج، مطلب: فی طواف القدوم، تحت قوله: قبل شروعه، ۳/۵۷۹

۸۱۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب دخول مکة، فصل فی صفة الشّروع فی الطّواف، ص۱۴۳

۸۲۔ البحر العمیق، الباب العاشر فی دخول مکة المشرفة إلخ، فصل فی بیان أنواع الأطوفة، سُنَن الطّواف، ۲/۱۱۶۸

سیوم اضطباع در جمیع اشواط طوافے کہ بعد از وی سعی است اگرچہ طواف حج باشد یا عمرہ (۸۳)

یعنی، تیسری قسم ہر اُس طواف کے تمام پھیروں میں اضطباع ہے کہ جس کے بعد سعی ہے اگرچہ طوافِ حج ہو یا طوافِ عمرہ۔

اور ''اضطباع'' میں تین پھیروں کا وہم رمل کی وجہ سے پیدا ہوا کیونکہ رمل صرف تین پھیروں میں مسنون ہے اس لئے قائل کو شبہ ہوا کہ شاید ''اضطباع'' بھی صرف تین پھیروں میں ہے چنانچہ 5علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ

"والاضطباع" أی: فی جمیعِ أشواطِ الطّواف الّذی سنَّ فیه کما صرَّحَ به "ابنُ الضِّیاء" خلافاً لما توهَّمهُ قوله: "و الرّمل فی الثّلاثة الأول" لأنَّ المتبادرَ أنَّ الظرفَ قیدٌ لهما (۸۴)

یعنی، ''اضطباع'' مسنون ہے یعنی اس طواف کے تمام پھیروں میں جس میں یہ مسنون ہے جیسا کہ (قاضی ومفتی حرمِ مکہ علامہ ابوالبقاء محمد بن احمد بن محمد) ابن الضّیاء (حنفی) نے اِس کی تصریح فرمائی۔ خلاف اس کے جو (صاحبِ لُباب کے) اِس قول سے اِس (یعنی تین پھیروں میں اضطباع) کا وہم کیا (اور وہ قول یہ ہے کہ) ''اور رمل کے پہلے تین پھیروں میں'' کیونکہ متبادر یہ ہے کہ ظرف دونوں (یعنی اضطباع ورمل) کے لئے قید ہے۔

لہٰذا تمام بعض پھیروں میں (ترکِ اضطباع) وہ ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

۸۳۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب سیوم دربیان طواف و انواع آن، فصل دویم دربیان شرائط صحة طواف، أمّا سُنَن طواف، ص۱۲۱

۸۴۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب أنواع الأطوفة، فصل فی سُنَن الطّواف، ص۱۷۶

ہ ا - اضطباع درجمیعِ اشواط طواف پس اَ ,ک کرد اور ادر بعض اشواط) وہ. شد(۸۵)

یعنی، طواف کے پھیروں میں اضطباع ہ ہے پس اَ اسے بعض پھیروں میں ک کر. تو) وہ ہوا۔

اور یہاں کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہوگی کہ ک ہ کی وجہ سے لازم آئی ہے اور مُرتکب پر اسا$ لازم آئے گی۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۶ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ، ۱۴ نوفمبر ۲۰۰۹ م 650-F

طوافِ ز. رت میں اضطباع کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و ¤ ن شرع متین اس مسئلہ میں کہ اضطباع طوافِ عمرہ میں تو مسنون ہے1 طوافِ ز. رت میں اس کا حکم کیا ہوگا کیوè حاجی. # طوافِ ز. رت کے لئے ا* ہے تو وہ حلق* تقصیر کے ذریعے احرام کھول چکا ہ* ہے پھر کبھی وہ منیٰ میں ہی کپڑے + ل8 ہے کبھی مکہ) مہ آ کر+ لتا ہے پھر کبھی تو سیدھا مسجدِ حرام ` جا* ہے طوافِ ز. رت کر کے ہوٹل ا* ہے کبھی ہوٹل سے کپڑے تبدیل کر کے وہ طوافِ ز. رت کو جا* ہے پھر کبھی وہ حج کو روانگی سے قبل احرام کے بعد نفلی طواف کر کے حج کی سعی کر چکا ہ* ہے اور کسی حاجی نے ابھی سعی کرنی ہوتی ہے، اِن تمام صورتوں میں اُس کے لئے کیا حکم ہے؟

(السائل: محمد ریحان بن اَبی بکر، لبیک حج اینڈ عمرہ سروسز، مکہ) مہ)

*. سمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اِس مسئلہ کی چند صورتیں ہیں جیسا کہ سوال سے بھی ظاہر ہے اِس لئے ضروری ہے کہ ہر صورت الگ الگ لکھ کر اُس کا حکم لکھا جائے۔

۸۵۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب سیوم در بیان طواف و انواع آن، فصل سیوم در بیان کیفیة اداء طواف، ص۱۲۶

(۱) پہلی صورت یہ ہے کہ حاجی اَ حج کا احرام* + ھ کر نفلی طواف کے بعد سعی کر کے منیٰ روانہ ہوا تھا تو طوافِ ز. رت میں اُس کے لئے ''اضطباع'' مسنون نہیں ہے، چاہے حالتِ احرام میں سعی کرے یعنی احرامِ حج سے فارغ ہونے سے قبل طواف کرے، حلق* تقصیر کے ذریعے احرامِ حج سے فارغ ہونے کے بعد سلے ہوئے کپڑوں میں طواف کرے* اَن سلے کپڑوں میں کیوè فقہاء کرام کا قول ہے کہ ''اضطباع'' ہر اس طواف میں مسنون ہے کہ جس کے بعد سعی ہو اور اِس طواف کے بعد سعی نہیں ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و ھُو سنّةٌ فی کلِّ طوافٍ بعدَہ سعیٌ (۸۶)

یعنی، ''اضطباع'' ہر اس طواف میں مسنون ہے کہ جس کے بعد سعی ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اضطباع درجمیع اشواط طوافے کہ بعد از دی سعی ا - اَ چہ طواف حج * . شد* طواف عمرہ(۸۷)

یعنی، ''اضطباع'' ہر اُس طواف کے تمام پھیروں میں مسنون ہے کہ جس کے بعد سعی ہو اَ چہ طوافِ حج ہ* طوافِ عمرہ۔

اور5 علی قاری حنفی نے طواف میں ''اضطباع'' کے مسنون ہونے کے* . رے میں لکھا کہ

کطوافِ القُدوم و العمرة، و طواف الزِّیارةِ علی تقدیرِ تأخیرِ السّعیِ (۸۸)

یعنی، جیسے طوافِ قدوم، طوافِ عمرہ اور طوافِ ز. رت. تقد* خیرِ سعی۔

۸۶۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب فی دُخولِ مکّة، فصل فی صفة الشُّروع فی الطّوافِ الخ، ص۱۴۳

۸۷۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب دویم در ذکر صفة دخول مکه معظمه، فصل دویم دربیان شرائط صحة الطواف، ص۱۲۱

۸۸۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسّط، باب دخول مکة، فصل فی صفة الشّروع فی الطّواف إذا أراد الشّروع، تحت قوله: سنّة فی کلّ طواف إلخ، ص۱۴۳

اورمخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

و اگر وصل نمودہ بود سعی را بطواف قدوم مسنون می شد در طوافِ زیارت(۸۹)

یعنی، سعی کو طوافِ قدوم کے ساتھ ملا دیا تھا تو طواف زیارت میں ''اضطباع'' مسنون نہیں ہے۔

کیونکہ ''رَمل'' اور ''اضطباع'' بغیر سعی کے معتبر نہیں ہیں چنانچہ علامہ حسین بن محمد سعید مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ لکھتے ہیں:

لأنَّ الرّملَ و الاضطباعَ غيرُ معتبرٍ بدون السَّعي (۹۰)

یعنی، کیونکہ ''رمل'' اور ''اضطباع'' سعی کے بغیر معتبر نہیں ہیں۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ حاجی نے حج کی سعی پہلے نہیں کی تھی اور وہ حلق یا تقصیر کروانے کے بعد سلے ہوئے کپڑے پہن کر طوافِ زیارت کو گیا تو اس صورت میں بھی اُس پر ''اضطباع'' نہیں ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

"و فيه رملٌ لا اضطباع" أي إن كان لابساً كما سبق "و بعده"

أي: بعد طواف الزِّيارةِ "سعيٌ" (۹۱)

یعنی، اور طوافِ زیارت میں رمل ہے نہ کہ اضطباع یعنی اگر وہ سلے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے ہے جیسا کہ پہلے گزرا اور اس کے بعد یعنی طوافِ زیارت کے بعد سعی ہے۔

۸۹۔ حياة القلوب فی زيارة المحبوب، باب سيوم در بيان طواف و انواع آن، فصل سيوم در بيان كيفية اداء طواف، ص۱۲۶

۹۰۔ إرشاد السّاری إلى مناسك الملّا علی القاری، باب أنواع الأطوفة، تحت قوله: لفساد المعنى، ص۱۵۸

۹۱۔ لُباب المناسك و شرحه المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب أنواع الأطوفة، ص۱۵۷

بعض فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ طوافِ زیارت میں ''اضطباع'' مسنون نہیں ہے چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی "لباب" (۹۲) سے نقل کرتے ہیں کہ

و فيه: و أمّا الاضطباعُ فساقطٌ مطلقاً فی هذا الطَّوافِ اهـ

سواءٌ سَعَى قبلَه أو لا (۹۳)

یعنی، ''لباب'' میں ہے کہ ''اضطباع'' تو وہ اس طواف میں مطلقاً ساقط ہے، اھ، یعنی چاہے کہ اس سے قبل سعی کی ہو یا نہ کی ہو۔

فقہاء کرام کے اس قول کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر حاجی اِس طواف سے قبل احرام کھول دیتا ہے اور سلے ہوئے کپڑے پہن لیتا ہے اور ایسی حالت میں ''اضطباع'' کے مسنون ہونے کا قول کسی نے بھی نہیں کیا چنانچہ علی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ ''بحر الرائق'' میں ہے کہ:

أنَّه لا يسنُّ فی طوافِ الزِّيارةِ، لأنَّه قد تحلَّلَ من إحرامِه و لبِسَ المخيطُ (۹۴)

یعنی، طوافِ زیارت میں ''اضطباع'' مسنون نہیں ہے کیونکہ حاجی احرام سے فارغ ہو گیا اور اس نے سلے ہوئے کپڑے پہن لئے۔

اورمخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

واما اضطباع در طوافِ زیارت پس بعد از طوافِ زیارت ادا کردہ می شود بعد از تحلّل بحلق رأس و دران وقت جائز می شود و لبس مخیط پس اگر لبس مخیط کرد چنانچہ قمیص وجبہ وما شابہ آن ممکن می شد اضطباع(۹۵)

۹۲۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب طوافِ الزّيارة، ص۲۵۶

۹۳۔ رَدُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، مطلب: فی طواف الزِّيارة، تحت قوله: إن كان سعى قبل، ۶۱۴/۳

۹۴۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب دخول مكة، فصل فی صفة الشُّروع فی الطّواف إذا أرادَ الشُّروعَ فيه، ص۱۴۳

۹۵۔ حياة القلوب فی زيارة المحبوب، باب سيوم در بيان طواف و انواع آن، فصل سيوم در بيان كيفية اداء طواف، ص۱۲۵، ۱۲۶

یعنی، 1طوافِ ز یارت میں ''اضطباع'' پس جان لے کہ طوافِ ز یارت سر منڈوانے کے ذریعے احرام سے 3 کے بعد ادا کیا جاتا ہے اور اس وقت اُسے سلے ہوئے کپڑے پہننا جائز ہوتے ہیں، پس اگر اُس نے سلے ہوئے کپڑے پہن لئے جیسا کہ قمیص و جبہ وغیرہا تو اس کے لئے ''اضطباع'' ممکن نہ ہوگا۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ حاجی نے پہلے سعی نہیں کی تھی اور حلق یا تقصیر کے ذریعے حج کا احرام کھول دیا اور سلے ہوئے کپڑے پہننے سے قبل اُن احرام کی چادروں میں طوافِ ز یارت کیا تو اس صورت میں بھی حاجی ''اضطباع'' کرے گا "مناسك ملا علی قاری" کی عبارت سے یہی مستفاد ہے چنانچہ 5علی قاری نے "لبـــاب" کی عبارت کہ ''اضطباع'' اُس طواف میں مسنون ہے کہ جس کے بعد سعی ہو'' کے تحت اس کی مثالوں میں طوافِ ز یارت کا بھی ذکر کیا اور لکھا کہ

و بفرض أنّه لم یکُن لابساً (۹۶)

یعنی، (طوافِ ز یارت میں ''اضطباع'' اس وقت نہیں ہے۔) ہم فرض کریں کہ اس نے سلے ہوئے کپڑے نہیں پہنے۔

(۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ حاجی نے پہلے سعی نہ کی تھی اور حلق یا تقصیر کے ذریعے احرام سے فارغ ہونے سے قبل طوافِ ز یارت کو تو طواف میں ''اضطباع'' مسنون ہوگا، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

اگر لبس مخیط نکرد پس اگر تقدیم نمودہ است سعی را متصل طوافِ قدوم بلکہ وصل نمود سعی را بطوافِ ز یارت مسنون شد اضطباع در وی (۹۷)

۹۶۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب دخول مكة، فصل فی صفة الشّروع فی الطّواف إذا أراد الشّروع فیه، ص۱۴۳

۹۷۔ حیلة القلوب فی زیارة المحبوب، باب سیوم در بیان طواف و انواع آن، فصل سیوم در بیان کیفیة اداء طواف، ص۱۳۶

یعنی، اگر سلے ہوئے کپڑے نہیں پہنے پس اگر سعی طوافِ قدوم کے ساتھ پہلے نہیں کی بلکہ طوافِ ز یارت کے ساتھ کی تو اس (طوافِ ز یارت) میں ''اضطباع'' مسنون ہے۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۶ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ، ۱۴ نوفمبر ۲۰۰۹ م 53-F

سلے ہوئے کپڑے پہننے والے کا اضطباع

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و متین شرع متین اس مسئلہ میں کہ طوافِ عمرہ اور طوافِ قُدوم میں ''اضطباع'' مسنون ہے1 وہ شخص جس نے کسی عُذر کی وجہ سے اَن سلے کپڑے نہیں پہنے، اُس کے لئے اِس سنّت کی ادائیگی کس طرح ممکن ہوگی، اگر وہ اُسے چھوڑ دے یا ادا کرے اور اگر ادا کرے تو کس طرح ادا کرے؟

(السائل: ا۔ حاجی، مکہ) مہ)

*بسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: ایسے شخص پر اِس سنّت کی ادائیگی نہیں ہے اور اگر ادا کرنا چاہے تو فقہاء کرام نے لکھا کہ وہ ''اضطباع'' کرنے والوں کے ساتھ مشابہت کرے، وہ اِس طرح کہ چادر کا درمیان اپنی داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر اُس کے دونوں کنارے N کندھے پر ڈال دے اور یہ پھر فرنا یہ کہ ز یادہ ظاہر یہی ہے کہ اس طرح کرے8 چاہئے چنانچہ 5علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ (۹۸) لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ (۹۹) نقل کرتے ہیں:

و لکن مَن لَبِس المخیطَ بِعُذرٍ هل یُسَنُّ فی حقِّه التَّشَبُّه بهِ؟ و

۹۸۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب دخولِ مكّة، فصل فی صفة الشّروع فی الطّواف الخ، ص۱۴۳، ۱۴۴

۹۹۔ منحة الخالق علی البحر الرائق، كتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قول الكنز: وطف مضطبعاً، ۵۷۳/۲

لـم يتعرَّض لَه أصحابُنا، و ذكر بعض الشّافعيّة: أنَّ الاضطباعَ إنَّـمـا يُسـنُّ لِـمَـن لـم يلبَسِ المخيطَ، أمَّا مَن لَبِسه مِن الرّجال فيتـعـذَّرُ فـی حـقِّـه الإتيـانُ بالسُّنَّة أی: علی وجهِ الكمالِ، فلا يُـنـافـی ما ذكرهُ بعضُهم مِن أنَّه قد يُقالُ: يُشرعُ له جعلُ وَسطِ رِدائِـه تـحـتَ الأَيـمَـنِ و طرفَيهِ إلی الأَيسَرِ و إنْ كان المنكبُ مستـوراً بـالمخيطِ للعُذرِ، قال فی "عُمدةِ المناسكِ": و هذا لا يَبعدُ لِمَا فيه من التَّشبيه بالمُضطَبِع عند العِجزِ عن الاضطباعِ و إن كان غيرَ مخاطَبٍ فيها يظهرُ، قلتُ: الأظهرُ فِعلُه

یعنی، لیکن کسی عُذر کی وجہ سے سِلے ہوئے کپڑے پہنے ہوں کیا اُس کے لئے ''اضطباع'' والے کے ساتھ تشبُّہ مسنون ہے؟ اور ہمارے اصحاب (احناف) میں سے کسی نے اس سے تعرض نہیں کیا، اور بعض شافعیہ نے ذکر کیا کہ ''اضطباع'' صرف اُس شخص کے لئے مسنون ہے جس نے سلے ہوئے کپڑے نہ پہنے ہوں، 1 مردوں میں سے جس نے سلے ہوئے کپڑے پہنے ہوں اُس کے حق میں علی وجہِ الکمال ٹ کی ادائیگی متعذّر رہے، پس یہ اس کے منافی نہیں جو بعض نے ذکر کیا، کہا جائے کہ اُس کے لئے چادر کا وسط دا N کندھے کے نیچے کر کے اور اس کے دونوں کنارے* N کندھے, ڈال دینا مشروع ہے، اگرچہ کندھا عُذر کی وجہ سے سلے ہوئے کپڑے سے ڈھکا ہوا ہو، "عمدة المناسك" میں فرمایا کہ یہ بعید نہیں ہے کہ اس میں ''اضطباع'' سے عجز کے وقت ''اضطباع'' والے کے ساتھ مشابہت ہے، اگرچہ وہ بظاہر اس کا مخاطَب نہیں ہے، میں کہتا ہوں کہ ظاہر اس کا بجا ہے۔

5علی قاری حنفی نے ذکر کیا اور ان ہی سے دV علماء احناف نے Ü کیا جس سے اس

معاملہ میں 5علی قاری حنفی کے مؤقف کی* G ہو جاتی ہے چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عا ین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے "شرح اللباب" سے خلاصہ (۱۰۰) Ü کیا کہ:

بَـقِـیَ مَن لَبِس المخيطَ لعُذرٍ: هل يُسَنُّ له التَّشبُّه بِه؟ لم يتعرّض لـه أصـحـابُـنا، و قال بعضُ الشّافعيّةِ: يتعذّرُ فی حقِّه أی: علی وجهِ الكمال، فلا يُنافی ما ذَكَرهُ بعضُهم أنَّه قد يُقال: يُشرعُ له و إن كـان الـمـنكبُ مستوراً بالمخيطِ للعُذر، قلتُ: و الأظهرُ فِعلُه (۱۰۱)

یعنی*. قی رہا وہ شخص جس نے کسی عُذر کی وجہ سے سلے ہوئے کپڑے پہن لئے، کیا اس کے لئے ''اضطباع'' والے کے ساتھ تشبُّہ مسنون ہے؟ اور بعض شافعیہ نے کہا کہ اُس کے حق میں علی وجہِ الکمال ''اضطباع'' متعذّر رہے، پس یہ اس کے منافی نہیں جو اُن کے بعض نے ذکر کیا کہ کہا جائے کہ اس کے لئے مشروع ہے اگرچہ عُذر کے ل اس کا کندھا سلے ہوئے کپڑے سے ڈھکا ہوا ہو، میں کہتا ہوں کہ اس کا فعل (یعنی ''اضطباع'' کر کے ''اضطباع'' والے کے ساتھ تشبُّہ) اظہر ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جس چیز کا کُل نہ ملے اُس کے کُل کو چھوڑا بھی نہ جائے، اسی طرح امید ہے کہ اُسے ''اضطباع'' کا ثواب ملے کہ جو جن سے مشابہت کر* ہے وہ اُن میں سے قرار*** ہے چنانچہ 5علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

فَإنَّ ما لا يُدرَكُ كلُّه، لا يُتركُ كلُّه و مَن تَشبَّه بقومٍ فهُو مِنهم (۱۰۲)

یعنی، جو پورا نہ** جائے وہ پورا نہ چھوڑا جائے اور جو کسی قوم سے

۱۰۰۔ یعنی، "المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، کی وہ عبارت جو اسی فتویٰ کی ابتداء میں مذکور ہے علامہ شامی نے اسی کا خلاصہ کیا ہے۔

۱۰۱۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، کتاب الحجّ، مطلب: فی دخول مكة، ۵۷۹/۳، ۵۸۰

۱۰۲۔ المسلك المتقسط، باب دخول مكة، فصل فی صفة الشُّروع فی الطّواف، ص ۱٤٤

مشابہت رکھتا ہے وہ اُن میں سے ہوگا ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۱ذو الحجة ۱٤۳۰ھ، ۱۸ نوفمبر۲۰۰۹ م F-654

مکہ) مہ سے پیدل اورسوار ہوکر منیٰ وعرفات جانے میں فرق

استفتاء: کیافرماتے ہیں علمائے دین و متین شرع متین اس مسئلہ میں کہ پیدل اورسواری پہ سوار ہوکر منیٰ عرفات ومزدلفہ ومکہ مناسکِ حج کی ادائیگی کے لئے جانے میں کیا فرق ہے؟ کیااس کے اجر کے بارے میں کسی حدیث میں اس کا ذکر ہے؟

(السائل: ابوبکر بن عبدالستار، لبیک حج ٢٠١٠ وپ)

بسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: طاقت ہوتو پیدل حج کرنا چاہئے کہ افضل ہے چنانچہ علامہ نورالدین ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں کہ

عن ابن عباس أنه قال: يَابُنَيَّ اخْرُجُوا مِنْ مكّةَ حَاجّيْنَ مُشَاةً حَتّى تَرْجِعُوا إِلٰى مَكّةَ مُشَاةً فَإِنّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ: "إِنَّ الْحَاجَّ الرَّاكِبَ له بِكُلِّ خُطْوَةٍ تَخْطُوْهَا رَاحِلَتُهُ سَبْعُوْنَ حَسَنَةً، وَ إِنَّ الْحَاجَّ الْمَاشِىَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوْهَا سَبْعُمِائَةِ حَسَنَةً مِنْ حَسَنَاتِ الْحَرَمِ" ، قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَا حَسَنَاتُ الْحَرَمِ؟ قَالَ: "الْحَسَنَةُ بِمِائَةِ أَلْفِ حَسَنَةٍ" (۱۰۳)

یعنی، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں اے میرے بیٹو! مکہ) مہ سے حج کے لئے پیدل نکلو یہاں تک کہ تم (حج کے افعال ادا کر کے) پیدل مکہ لوٹو بے شک میں نے رسول اللہ

۱۰۳۔ كشفُ الأستار، كتاب الحجّ، باب المشى فى الحجّ، برقم: ۱۱۲۰، ۲/۲۵
أيضاً مجمع الزّوائد، كتاب الحجّ، باب فيمن يحجّ ماشياً، برقم: ۵۲۷۸، ۳/۳۶۰

ﷺ سے سُنا آپ نے فرمایا: ''بے شک سوار حاجی کے لئے اس کی سواری کے ہر قدم کے بدلے جو وہ اُٹھاتی ہے ستر نیکیاں ہیں اور پیدل چلنے والے حاجی کے لئے ہر قدم کے بدلے جو وہ اٹھاتا ہے حرم کی نیکیوں میں سے سات سو نیکیاں ہیں''، عرض کیا گیا: رسول اللہ! حرم کی نیکیاں کیا ہیں؟ فرمایا کہ ''ہر نیکی کے بدلے ایک لاکھ نیکیاں''۔(۱۰٤)

#. کہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نے اِن الفاظ کے ساتھ کیا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

"مَنْ حَجَّ مَاشِيًا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ حَسَنَةً مِنْ حَسَنَاتِ الْحَرَمِ"، قِيْلَ: وَ مَا حَسَنَاتُ الْحَرَمِ؟ قَالَ: "كُلُّ حَسَنَةٍ بِسَبْعِمِائَةٍ" (۱۰۵)

یعنی، ''جس نے پیدل حج کیا اللہ تعالیٰ نے اُس کے لئے ہر قدم کے بدلے حرم کی نیکیوں میں سے نیکی لکھ دی''، عرض کیا گیا کہ حرم کی نیکیاں کیا ہیں؟ فرمایا کہ ''ہر نیکی کے بدلے سات سو''۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

پیدل حج کی طاقت ہو پیدل حج کرنا افضل ہے، حدیث میں ہے ''جو پیدل حج کرے اس کے لئے ہر قدم پہ سات سو نیکیاں ہیں''۔(۱۰۶)

۱۰٤۔ علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اسے طبرانی نے روایت کیا اور طبرانی نے "المعجم الأوسط" اور "المعجم الكبير" میں اس کی مثل روایت کیا ہے اور طبرانی کے ہاں اس کی دو اسناد ہیں، ایک میں ایک راوی کذّاب ہے، دوسرے میں اسماعیل بن ابی اویس ہیں جو سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں اور اسے میں نہیں جانتا اور اس کے بقیہ رجال ثقات ہیں۔

۱۰۵۔ ردّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، مطلب: فِيْمَن حَجَّ بِمَالِ الحرامِ، تحت قوله: به يُفتى، ۳/۵۲۶، ۵۲۷

۱۰۶۔ بہار شریعت، حج کا بیان، حج واجب ہونے کی شرائط، ۱/۶/۱۰

لیکن بوڑھے، کمزور اور بیمار حضرات جن کے لئے پیدل چلنا مشکل ہے ان کے لئے بہتر ہے کہ وہ پیدل چلنے پر سواری کو ترجیح دیں کیونکہ ایسے لوگ عبادت اور نیکیوں کے حصول کے لئے پیدل چلنے کو ترجیح دیتے ہیں پھر نہیں چل پاتے اور اپنے آپ کو مشکل میں ڈالنے کے ساتھ ساتھ اپنے ساتھیوں کی اذیت کا بھی باعث ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ حج میں وہ دو آدمیوں کے سہارے چل رہا تھا، پتہ چلا کہ اس نے منّت مانی ہے کہ یہ پیدل چلے گا تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''یہ اپنے آپ کو تکلیف دے رہا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے، اسے چاہئے کہ سوار ہو اور پیدل چلے''۔

مطلب یہ ہے کہ اس میں پیدل چلنے کی طاقت نہ تھی تو نبی ﷺ نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ حالانکہ پیدل چلنے میں زیادہ ثواب ہے تو معلوم ہوا کہ ایسے لوگ جو پیدل سفر کی طاقت نہیں رکھتے وہ سواری کو ترجیح دیں کیونکہ طاقت نہ ہونے پر تھکاوٹ زیادہ ہو تو پیدل چلنا حاجی کو حج کے ارکان، واجبات اور سُنَن کی ادائیگی سے روکنے کا یا کم از کم اُن کی ادائیگی میں یکسوئی، خشوع وخضوع کے زوال کا باعث بنے گا اس لئے ایسے لوگوں کے حق میں افضل یہی ہوگا کہ وہ سواری پر سفر کریں، چنانچہ علامہ سراج الدین علی بن عثمان اوسی حنفی متوفی ۵۶۹ھ لکھتے ہیں:

الحجّ راكباً أفضل و عليه الفتوى (۱۰۷)

یعنی، سوار ہو کر حج افضل ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

امام ابو منصور محمد بن) م کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں (۱۰۸) اور اُن سے مفتی و قاضی مکہ امام ابو البقاء محمد بن احمد ابن الضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۷ھ (۱۰۹) نقل کرتے ہیں:

و مَن كان بِه ضُعف مِن أهلِ مكّةَ لا يَقدِرُ على المَشى فالرُّكُوبُ لهُ أفضلُ

۱۰۷۔ الفتاوى السّراجية، كتاب الحجّ، باب المتفرقات، ص۳۶

۱۰۸۔ المسالك فى المناسك، القسم الثّانى فى بيان نسك الحجّ إلخ، فصلٌ بعد فصلٍ فى كيفية الزّاد و الرّاحلة، ۲۶۷/۱، ۲۶۸

۱۰۹۔ البحر العميق، الباب الأول فى الفضائل، فصل فى حجّ الماشى و الرّاكب، ۱۱۰/۱

یعنی، اہلِ مکہ میں سے جسے کمزوری ہو وہ چلنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو سوار ہونا اُس کے لئے افضل ہے۔

اس لئے فقہاء کرام نے پیدل حج کے افضل ہونے کو طاقت کے ساتھ مقید کیا ہے لہٰذا پیدل حج مطلقاً افضل نہیں بلکہ پیدل چلنے کی طاقت ہو تو افضل ہے کہ اس میں ہر قدم پر حرم کی نیکیوں میں سے سات سو نیکیاں ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الأحد، ۲۵ ذو القعده ۱۴۲۹ھ، ۲۳ نوفمبر ۲۰۰۸ م 478-F

طواف کے سات پھیروں کے بعد بھول کر آٹھواں شروع کر دیا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے نفلی طواف میں سات پھیروں کے بعد آٹھواں پھیرا شروع کر دیا اور اُس کا گمان یہ تھا کہ یہ اُس کا ساتواں پھیرا ہے اس پھیرے کو پورا کرنے سے قبل یا بعد اُسے یاد آیا کہ اُس کے سات چکر پورے ہو گئے ہیں اور یہ تو اس کا آٹھواں پھیرا ہے تو اِس صورت میں اُس پر طواف لازم ہو جائے گا یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ) مہ)

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس پر طواف لازم نہیں ہوگا کیونکہ اُس نے آٹھواں پھیرا بنا طواف شروع کرنے کے ارادے سے نہیں کیا بلکہ ساتواں پھیرا سمجھ کر کیا ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و لو طافَ فرضاً أى: طوافَ فرضٍ لعمرتِه أو زيارتِه، أو غيرِه أى: غيرِ فرضٍ مِن واجبٍ، كطوافِ صدرٍ و نذرٍ، أو من سنّةٍ، كطوافِ قدومٍ، أو من نفلٍ كطوافِ تطوّعٍ، ثمانيةَ أشواطٍ أى بزيادةِ واحدةٍ على سبعةٍ، إن كان أى: الطّائفُ حينَ شَرَع فى

هذا الشَّوطِ على ظنِّ أنَّ الثَّامِنَ سابعٌ فلا شَیءَ عليه كالمظنُونِ

أی: كطوافِ المظنُون ابتداءً فإنَّه ليس عليه شیٌٔ بترکِه كما سبق فی مَحلِّه (۱۱۰)

یعنی، اَ فرض طواف یعنی اپنے عمرے کا فرض طواف* ۔ طوافِ ز* ۔ رت* ۔ اس کا غیر یعنی غیر فرض وا. # طواف جیسے طوافِ صدر و+ ز* ۔ ت* ۔ طواف جیسے طوافِ قُدوم* ۔ طواف Ò جیسے نفلی طواف آٹھ چکر کیا یعنی سات پھیروں پ ا ۔ پھیرا* ۔ دہ کرلیا اور طواف کرنے والے نے. # اُس ز+ پھیرے کو شروع کیا اُس کا گمان یہ تھا کہ یہ آٹھواں پھیرا ساتواں ہے تو مظنون کی ما # اُس پ کچھ لازم نہیں ہے یعنی جیسے مظنون طواف کی ابتداء کرے تو اس پ اس طواف کے چھوڑ دینے پ کچھ لازم نہیں* جیسا کہ یہ ذکر اپنی جگہ پ پہلے اَ ۔ را۔

اور اَ آٹھویں پھیرے کے* ۔ رے میں غا ۔ گمان یہ ہو کہ یہ ساتواں ہے تو اس کا پورا کر* ۔ لازم ہوگا چنانچہ 5علی قاری لکھتے ہیں:

لكنّ فيه أنَّه إذا غَلَب على ظَنّه أنَّ الثَّامِنَ سابعٌ يجبُ عليه إتيانُه، و يحرمُ عليه تركُه (۱۱۱)

یعنی، لیکن اس میں یہ ہے کہ. # اُس کا غا ۔ گمان یہ ہو کہ یہ آٹھواں ساتواں ہے تو اُسے پورا کر* ۔ وا. # ہوگا اور اُسے چھوڑ* ۔ حرام ہوگا۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۲۷ ذو القعدہ ۱۴۲۹ھ، ۲۵ نوفمبر ۲۰۰۸ م 480-F

۱۱۰ ـ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب أنواع الأطوفة، فصل فی مسائل شتّی، تحت قوله: ظنِّ أنَّ الثّامنَ سابعٌ، ص ۱۸٤

۱۱۱ ـ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة، فصل فی مسائل شتی، ص ۱۸٤

طوافِ ز* ۔ رت کئے بغیر میقات سے عمرہ کا احرام* + ھنے والا پہلے کیا کرے

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و ¤ ن شرع متین اس مسئلہ میں کہ ا ۔ عورت وقوفِ عرفہ کے بعد حائضہ ہوگئی اور اس کے اَ وپ کی مدینہ شریف روانگی قر$ ہے اَ وہ چلی جاتی ہے حالا è ابھی اُس نے طوافِ ز* ۔ رت نہیں کیا پھر وہ طوافِ ز* ۔ رت کے لئے مدینہ منورہ سے عمرہ کا احرام* + ھ کر آئے تو پہلے عمرہ ادا کرے گی* ۔ طوافِ ز* ۔ رت؟

(السائل: ا ۔ حاجی، مکہ) مہ)

. بسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ نئے احرام کے ساتھ مکہ) مہ ۔ اُس پ لازم ہوگا چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور 5علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ثُمَّ إنْ جاوزَ الوقتَ أی: ميقاتَ الآفاقِ يعودُ بإحرامٍ جديدٍ أی: عند الأكثرِ (۱۱۲)

یعنی، پھر اَ میقات سے نکل ا یعنی میقات آفاقی سے نکل ا تو نئے احرام کے ساتھ لوٹے گا یعنی اکثر فقہاء کے ۔ د ی ۔

اور مذکورہ عورت میقات سے. # عمرہ کا احرام* + ھ کر آئے گی تو پہلے عمرہ ادا کرے گی پھر طوافِ ز* ۔ رت ادا کرے گی، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

فإذا عاد بإحرامٍ جديدٍ بأنْ أحرمَ بعُمرة يبدءُ بطوافِ العُمرةِ ثمَّ يطوفُ للزِّيارةِ (۱۱۳)

۱۱۲ ـ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الجنايات، فصل فی حكم الجنايات فی طواف الزّيارة، ص ۳۸۲

۱۱۳ ـ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الجنايات، فصل فی حكم الجنايات فی طواف الزّيارة، ص ۳۸۲

یعنی، پس نئے احرام کے ساتھ یوں طور کہ عمرہ کا احرام + ھا تو عمرہ کے طواف سے شروع کرے گا، پھر طوافِ زیارت کرے گا۔

اس کے تحت 5علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

کما فی "الفتح" و غیرہ لأنَّ طوافَ العمرةِ أقوی حینئذٍ و لو کان طوافُ الزِّیارة أسبقَ و مستویاً مع طوافِ العُمرة فی الرُّکنیة لحصولِ أدائِہ فی الجُملة (١١٤)

یعنی، جیسا کہ "فتح القدیر" (١١٥) وغیرہ میں ہے کیونکہ اس وقت طوافِ عمرہ زیادہ قوی ہے اگرچہ طوافِ زیارت سابق ہے اور فی الجملہ ادائیگی کے اعتبار سے یہ رُکنیت میں طوافِ عمرہ کے مساوی ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ٦ذو الحجة ١٤٢٩ھ، ٤ دیسمبر٢٠٠٨ م 489-F

منیٰ کی حُدود اور اس میں توسیع

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و متین شرع متین اِس مسئلہ میں کہ پچھلے چند سالوں سے یومِ منیٰ میں حجاج کرام کے رُکنے کے لئے خیمے مزدلفہ میں بھی لگا دیئے گئے ہیں جسے ''نیو منیٰ'' کا نام دیا جاتا ہے، کیا احادیث یا آثار صحابہ میں کوئی ایسا ذکر ہے کہ جس سے منیٰ کی حُدود کا ازہ ہو سکے اور کیا احادیث یا کُتُبِ فقہ صحابہ میں ایسا کوئی ذکر موجود ہے کہ جس سے منیٰ کی توسیع کا جواز ہو؟

(السائل: حافظ محمد عامر، مکہ) مہ

١١٤ ـ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الجنایات، فصل فی حکم الجنایات فی طواف الزّیارة، ص٣٨٢

١١٥ ـ فتح القدیر، کتاب الحجّ، باب الجنایات، تحت قوله: و یرجعُ بإحرامٍ جدیدٍ، ٤٦٣/٢، و فیه: ثمَّ عاد فأحرَمَ بعمرة بیداً بها فإذا فرغَ منها یطوفُ للزّیارة

بسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: منیٰ کی حُدود جمرہ عقبہ سے لے کر وادیٔ محسّر تک ہے اور چوڑائی میں اس کی حدّ وہ پہاڑیاں ہیں جو اُس کے اطراف میں ہیں اور اُن کا داخلی حصہ منیٰ ہے اور بیرونی منیٰ سے خارج ہے چنانچہ علامہ محبّ الدین طبری متوفی ٦٩٤ھ علامہ ابوالولید محمد بن عبداللہ بن احمد ازرقی سے نقل کرتے ہیں کہ

عن ابن جریج قال: قلتُ لعطاء: أینَ مِنیً؟ قال: من العَقَبة إلی وادی مُحسِّرٍ، قال عطاء: فلا أُحبَّ أن یَنزِلَ أحدٌ إلَّا مِن وَرَاءِ العَقَبةِ إلی وادِی مُحَسِّرٍ أخرجه الأزرقی (١١٦)

یعنی، ابن جُریج سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عطا سے پوچھا کہ منیٰ کہاں ہے؟ فرمایا عَقَبہ سے وادی مُحسّر تک (اور) نے فرمایا میں نہیں پسند کرتا کہ کوئی شخص (قیام منیٰ کے لئے) اُترے عقبہ کے پیچھے سے لے کر وادی محسّر تک۔ اور اس کی تخریج ازرقی (١١٧) نے کی ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ

عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال عُمَرُ: لَا یَبِیتَنَّ أَحَدٌ مِنَ الْحَاجِّ وَرَاءَ العَقَبَةِ، حَتَّی یَکُونُوا بِمِنًی، وَ کَانَ یُبْعَثُ مَنْ یُدْخِل مَنْ یَنْزِلُ الْأَعْرَاب وَرَاءَ الْعَقَبَةِ حَتَّی یَکُونُوا بِمِنًی أخرجه مالك و الأزرقی (١١٨)

یعنی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حاجیوں میں سے کوئی بھی عقبہ کے پیچھے رات نہ

١١٦ ـ القِری لقاصد أُمّ القُری، الباب الحادی و الثّلاثون، ما جاء فی حُدودِ منیً، ص٥٤٣

١١٧ ـ أخبار مکّة، باب ذرع طواف سبعة بالکعبة، ما جاء فی منزل رسول الله ﷺ بمنیً و حُدود منیً، ١٧٢/٢

١١٨ ـ القِری لقاصد أُمّ القُری، الباب الحادی و الثّلاثون، ما جاء فی حُدودِ منیً، ص٥٤٣

اَ: ارے یہاں:- کہ وہ منیٰ میں ہوں اور آپ ایسے شخص کو بھیجتے تھے اُن کو منیٰ میں داخل کرے جو جو اعراب میں سے عَقَبہ کے پیچھے اُتے ہوں یہاں:- کہ وہ منیٰ میں ہوں۔ اس کی تخریج مالک اور ارزقی (۱۱۹) نے کی ہے۔

و عن ابن عباس: لَا يَبِيْتَنَّ وَرَاءَ الْعَقَبَةِ مِن مِنًى لَيْلًا و عن مجاهد مثله، أخرجه سعيد (۱۲۰)

یعنی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ (کوئی حاجی) عقبہ کے پیچھے منیٰ میں ہرگز رات نہ گزارے اور مجاہد سے بھی اِسی طرح مروی ہے۔

ان احادیث صحابہ و تابعین کے تحت علامہ محبّ الدین طبری شافعی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

فی هذه الأحاديث دلالةٌ أنَّ حدَّ مِنًى مِن وادی مُحسِّرٍ إلى جمرةِ العَقَبَةِ، و ليس وادی مُحَسِّر مِنه على ما تقدَّمَ فی تفسيره، و منىً شعبٌ طويلٌ نحو مِيلَين، و عرضُه يسيرٌ، و الجبالُ المحيطةُ به: ما أقبلَ مِنها عليه فهو مِن مِنىً، و ما أدبرَ فليس مِن مِنًى (۱۲۱)

یعنی، اِن احادیث میں اِس پر دلالت ہے کہ منیٰ کی حدّ وادی محسّر سے جمرہ عَقَبہ تک ہے اور وادی محسّر منیٰ سے نہیں ہے اس بنا پر کہ اس کی تفسیر میں پہلے گزرا، اور منیٰ تقریباً دو میل طویل گھاٹی ہے اور اس کا عرض تھوڑا ہے اور وہ پہاڑ جو اُسے احاطہ کئے ہوئے ہیں اُن کے سامنے کی طرف

۱۱۹۔ أخبار مكّة، باب ذرع طواف سبعة بالكعبة، ما جاء فی منزل رسول الله ﷺ بمنىً و حُدود منىً، ۱۷۲/۲

۱۲۰۔ القِرى لقاصد أُمّ القُرى، الباب الحادی و الثّلاثون، ما جاء فی حُدودِ منىً، ص۵۴۳

۱۲۱۔ القِرى لقاصد أُمّ القُرى، الباب الحادی و الثّلاثون، ما جاء فی حُدودِ منىً، ص۵۴۳

منیٰ سے ہے اور اُن کے پیچھے کی طرف منیٰ نہیں ہے۔

لہٰذا پہاڑیوں کی اندرونی جانب کاٹ کر منیٰ میں جگہ کو بڑھایا جا سکتا ہے اور مزدلفہ کے اور حصہ کو منیٰ کا حکم دینے سے وہ حصہ منیٰ نہ ہوگا کیونکہ اس جانب منیٰ کی حدّ وادی محسّر ہے جہاں قیام تو کُجا آہستہ گزرنا بھی شرعاً ممنوع قرار دیا گیا اور نیو منیٰ کا منیٰ ہونا شرع کے خلاف تو ہے ہی عقل کے بھی خلاف ہے اور اور طرف سے تو مزدلفہ کا منیٰ کے ساتھ اتصال ہی نہیں ہے درمیان میں وادی محسّر حدِّ فاصل ہے جس کی اور جانب منیٰ ہے تو دوسری جانب مزدلفہ۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء ۱۴ ذوالحجة ۱۴۳۰ھ، ۱ دیسمبر ۲۰۰۹ م 660-F

نیو منیٰ میں خیمے کیسا ہے؟

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و متین شرع متین اس مسئلہ میں کہ اب آپریٹروں کا نیو منیٰ میں خیمے کیسا ہے اور اس سے حجاج کرام کے کتنے مناسک تک ہوں گے اور حاجیوں کا وہاں قیام کرنا کیسا ہے اور پھر کسی شخص کا نیو منیٰ کے قیام کے فوائد بتا کر اُس کی طرف رغبت دلانا شرعاً کیسا ہے اور منیٰ کی حُدود کیا ہے اور نیو منیٰ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: نیو منیٰ میں خیمہ سے اجتناب کرنا چاہئے کہ اس سے حج کی تین مؤکّدہ سنتوں کے ترک ہونے کا سامان ہوتا ہے، اور رمی کی راتوں کا قیام، دوسری آٹھ ذی الحجہ کو منیٰ میں ظہر سے لے کر نویں (۹) کی رات کا قیام اور تیسری اس صبح فجر کے طلوعِ آفتاب سے قبل مزدلفہ سے منیٰ کی روانگی۔

اور اب ہر ایک کے سنّت ہونے پر تفصیل سے بحث کی جاتی ہے۔

اوّلاً رمی تشریق کی راتیں منیٰ میں گزارنا سنّت مؤکّدہ ہے، چنانچہ حدیث شریف ہے کہ

عن عائِشَةَ رضی الله تعالیٰ عنها قَالتْ: أَفَاضَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله عليه وسلم مِنْ آخِرِ يَوْمِهِ حِيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى

مِنیً، فَمَکَثَ بِهَا لَیَالِیَ أَیَّامِ التَّشْرِیْقِ۔ الحدیث

یعنی، اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے آپ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس دن میں جس وقت ظہر ادا فرمائی، طوافِ افاضہ فرمایا۔ پھر منیٰ کو لوٹے، پس تشریق کے ایام کی راتیں وہیں قیام فرمایا۔

اس حدیث شریف کو امام ابوداؤد نے "سُنَن أبی داؤد" (۱۲۲) میں، امام ابن خزیمہ نے اپنی "صحیح" (۱۲۳) میں، امام ابن حبان نے اپنی "صحیح" (۱۲۴) میں، امام ابویعلیٰ موصلی نے اپنی "مسند" (۱۲۵) میں، امام احمد نے اپنی "مسند" (۱۲۶) میں، امام دارقطنی نے اپنی "سُنن" (۱۲۷) میں، امام ابوجعفر طحاوی نے "شرح مُشکل الآثار" (۱۲۸) میں، امام حاکم نے "المستدرك" (۱۲۹) میں، امام ابن الجارود نے "کتاب المنتقی" (۱۳۰) میں، امام بیہقی نے "السُّنن الکبریٰ" (۱۳۱) میں روایت کیا ہے۔

۱۲۲۔ سنن أبی داؤد، کتاب المناسك، باب فی رمی الجمار، برقم: ۱۹۷۳، ۲/۳٤۰

۱۲۳۔ صحیح ابن خزیمة، کتاب المناسك، باب البیتوتة بمنیً لیالی أیام التّشریق، برقم:۲۹٥٦، ۲/۱۳۸۸، و باب التّکبیر مع کلّ حصاة یرمی بها رامی الجمار، برقم: ۲۹۷۱، ۲/۱۳۹٤

۱۲٤۔ الإحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الحجّ، باب رمی جمرة العقبة، برقم:۳۸٥۷، ٤/٦/٦۷

۱۲٥۔ مسند أبی یعلیٰ، مسند عائشة، برقم: ٤۷٤۲/۳۸۸، ص ۸۷۰

۱۲٦۔ المسند للإمام أحمد، ٦/۹۰

۱۲۷۔ سُنَن الدّار قطنی، کتاب الحج، برقم: ۲٦٥٤، ۱/۲/۲٤۱

۱۲۸۔ شرح مُشکل الآثار، باب مُشکل ما روی عن ابن عباس و عن جابر فی قولهما: ما ندری بکم إلخ، برقم: ۳٥۱٤، ۹/۱۳۳

۱۲۹۔ المستدرك للحاکم، أول کتاب المناسك، برقم:۱۷۹۲، ۲/۳۸

۱۳۰۔ کتاب المنتقی، کتاب المناسك، برقم:٤۹۲، ص٤۲٦، ٤۲۷

۱۳۱۔ السُّنَن الکبری للبیهقی، کتاب الحجّ، باب الرّجوع من منیً أیّام التّشریق الخ، برقم:۹٦٦۱، ٥/۲٤۱

عن عروة فی البیتوتة بمکّة أیام منیً قال: لَا یَبِیْتَنَّ أحدٌ إلَّا بِمِنیً أخرجه سعید (۱۳۲)

یعنی، حضرت عروہ (تابعی) سے ایام منیٰ (مکہ) میں رات گزارنے کے متعلق مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کوئی بھی ہرگز (مکہ) میں راتیں نہ بسر کرے۔

و عن إبراهیم لا بأس بأن یزورَ البیتَ لیلاً، و لکن لا یبیتنّ بمکّة (۱۳۳)

یعنی، ابراہیم نخعی (تابعی) سے مروی ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ رات میں کعبہ کا طواف کرے لیکن (ایسا شخص) مکہ میں ہرگز رات نہ گزارے۔

امام مالک اور امام بیہقی کی روایت ہے کہ

قال عبدُ اللهِ بن عمرَ: قال عمرُ بنُ الخطّابِ رضی الله عنه: لَا یَبِیْتَنَّ أَحَدٌ مِنَ الْحَاجِّ لَیَالِیَ مِنًی مِنْ وَرَاءِ الْعَقَبَةَ (۱۳٤)

و عن ابنِ عمرَ رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال عمر: لَا یَبِیْتَنَّ أَحَدٌ مِنَ الْحَاجِّ وَرَاءَ الْعَقَبَةِ حَتّٰی یَکُوْنُوْا بِمِنًی (۱۳٥)

۱۳۲۔ الْقِریٰ لِقَاصِدِ أُمِّ الْقُریٰ، الباب الحادی و الثّلاثون، ما جاء فی وجوب استکمال المبیت فی اللّیالی الثّلاث، ص٥٤۲

۱۳۳۔ القِری لقاصد أم القری، الباب الحادی و الثلاثون فی المبیت لیالی منیً، ما جاء فی حُدودِ منیً، ص٥٤۲

۱۳٤۔ الموطأ للإمام مالك، کتاب الحجّ، باب (۷۰) البیتوتة بمکة لیالی منیً، برقم:٤۸۸ (أثر)، ص ۲۷۰

أیضاً السُّنَن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الحجّ، باب لا رخصة فی البیتوتة بمکة لیالی منیً، برقم: ۹٦۹۰، ٥/۲٤۹

۱۳٥۔ القِری لقاصد أمّ القُریٰ، الباب الحادی و الثّلاثون فی المبیت لیالی منیً، ما جاء فی حدود منیً، ص٥٤۳، و قال: أخرجه مالك و الأرزقی

یعنی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوئی بھی حاجی ہرگز (جمرہ) عَقَبہ کے پیچھے رات نہ گزارے یہاں تک کہ وہ منیٰ میں ہوں۔

عن ابنِ عباسٍ: لَا يبِيتَنَّ مِنْ وَرَاءِ الْعَقَبَةِ مِنْ مِنًى لَيْلًا (١٣٦)

یعنی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حاجی ہرگز منیٰ کی رات (جمرہ) عَقَبہ کے پیچھے نہ گزارے۔

عن هشام بن عروة، عن أبيه، أَنَّهُ قَالَ فِي الْبَيْتُوتَةِ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى: لَا يَبِيتَنَّ أَحَدٌ إِلَّا بِمِنًى (١٣٧)

یعنی، ہشام بن عروہ سے مروی وہ اپنے والد (حضرت عروہ بن زبیر) سے روایت کرتے ہیں، آپ نے منیٰ کی راتیں مکہ میں گزارنے کے بارے میں فرمایا کوئی حاجی (یہ راتیں) نہ گزارے منیٰ میں۔

شارح صحیح بخاری علامہ بدرالدین حنفی متوفی ۸۵۵ھ اِس حدیث شریف کے تحت لکھتے ہیں:

قال النّووی: هذا يدلُّ على مسألتَين: إحداهماأنَّ المبيتَ بمنىً ليالي أيّام التّشريق مأمورٌ به، و هل هو واجبٌ أو سنّةٌ؟ قال أبو حنيفةَ: سنّةٌ و الآخرون: واجبٌ، و الثّانية: يجوز لأهل السّقاية أن يتركوا هذا المبيتَ و يذهبوا إلى مكّةَ يستقوا باللّيل الماء من زمزم (١٣٨)

١٣٦۔ القِرىٰ لقاصِدِ أُمّ القُرىٰ، الباب الحادی و الثّلاثون فی المبیت لیالی منیً، ما جاء فی حدود منیً، ص٥٤٣

١٣٧۔ الموطّأ للإمام مالك، كتاب الحجّ، باب (٧٠) البيتوتة بمكّة ليَالي منىً، برقم: ٣٤٩ (أثر)، ص ٢٧٠

١٣٨۔ عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الحج، باب سقایة الحاجّ، برقم:١٦٣٤، ٢١٣/٧

یعنی، ''امام نووی'' نے فرمایا یہ حدیث دو مسئلوں پر دلالت کرتی ہے ایک یہ کہ ایام تشریق میں منیٰ میں رات گزارنے کا حکم کیا ہے (اب سوال یہ ہے کہ) کیا یہ واجب ہے سنّت؟ تو ''امام ابوحنیفہ'' نے فرمایا سنّت (مؤکّدہ) ہے اور دوسروں نے فرمایا کہ واجب، دوسری یہ کہ اہلِ سقایہ کے لئے جائز ہے کہ اس رات (یعنی ایام تشریق کی راتیں منیٰ میں گزارنے) کو چھوڑ دیں اور مکہ چلے جائیں کہ رات میں مکہ میں زمزم پلائیں۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے اِس حدیث شریف کے تحت لکھا ہے:

و فی الحديثِ دليلٌ على وُجوبِ المبيتِ بمنىً و أنَّه من مناسكِ الحجّ، لأنَّ التّعبيرَ بالرّخصةِ يقتضِي أنَّ مقابلتَها عزيمةٌ، و أنَّ الإذنَ وقع للعلّةِ المذكورةِ و إذا لم تُوجدُ أو ما فی معناهُ لم يحصلِ الإذنُ

و بالوجوبِ قال الجمهورُ: و فی قولٍ للشّافعی، و روايةٍ عن أحمد و هو مذهبُ الحنفيّةِ أنَّه سنّةٌ (١٣٩)

یعنی، حدیث شریف میں منیٰ میں رات گزارنے کے واجب ہونے کی دلیل ہے اور اس لئے کہ یہ رات گزارنا مناسکِ حج سے ہے کیونکہ رُخصت کے ساتھ تعبیر اِس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اِس کا مقابل عزیمت ہے اور اجازت علّتِ مذکورہ کی وجہ سے واقع ہوئی ہے اور مذکورہ علّت جو اِس کے معنی میں ہے نہ پائی گئی تو اجازت نہیں پائی جائے گی، اور منیٰ میں رات گزارنے کا قول جمہور فقہاء نے کیا ہے اور

١٣٩۔ فتح الباری، کتاب الحجّ، باب هل مبيت أصحاب السّقاية أو غيرهم الخ، برقم:١٧٤٣۔ ١٧٤٥، ٢٣٨/٣/٤

امام شافعی سے ایک قول اور امام احمد سے ایک روایت میں ہے اور یہی حنفیہ کا مذہب ہے کہ منیٰ میں رات گزارنا سنّت ہے۔

اور اِس حدیث شریف کے تحت شارح صحیح مسلم امام ابوالعباس احمد بن عمر قرطبی متوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں کہ

المبیتُ بمنیً لیالی أیّام التّشریقِ مِن سُنَنِ الحجِّ بلا خلافٍ إلّا لِذَوِی السّقایةِ أو لِلرُّعاةِ (۱۴۰)

یعنی ایام تشریق کی راتیں منیٰ میں گزارنا حج سے ہے بلا خلاف سُنَنِ حج سے ہے سوائے اہلِ سقایہ اور چرواہوں کے۔

اور امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے اس حدیث شریف کے تحت لکھا کہ

و الثّانی: سنّةٌ و به قال ابنُ عباسٍ و الحسنُ و أبو حنیفةَ (۱۴۱)

یعنی، دوسرا یہ کہ سنّت ہے اور یہی حضرت ابن عباس، حسن بصری اور ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا۔

اور اگر کوئی شخص ایام منیٰ میں رات گزارنے کے لئے منیٰ سے ہٹ جائے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُسے منیٰ کے راتیں بسر کرنے کا حکم فرماتے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ

وَ کَانَ یُبَعِّثُ مَنْ یُدْخِلُ مَنْ یَنْزِلُ مِنَ الْأَعْرَابِ وَرَاءَ الْعَقَبَةِ حَتّٰی یَکُوْنُوْا بِمِنًی أخرجه مالك و الأرزقی (۱۴۲)

۱۴۰۔ المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم، كتاب الحجّ، باب الرّخصة فی ترك البيتوتة بمنیً لأهلِ السّقاية، برقم:۱۱۶۸، ۳/۴۱۴

۱۴۱۔ شرح صحيح مسلم للنّووی، كتاب الحجّ، باب المبيت بمنیً ليالی أيام التّشريق إلخ، برقم: ۳۴۶۔ (۱۳۱۵)، ۵/۹/۵۳

۱۴۲۔ القِری لقاصد أُمّ القُرٰی، الباب الحادی و الثّلاثون، ما جاء فی حدود منیً، ص۵۴۳

یعنی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شخص کو بھیجتے جو اُن اعرابیوں کو منیٰ میں داخل کرے جو (جمرہ) عَقَبہ کے پیچھے (رات گزارنے کے لئے) اُتر آئے ہیں۔ اس کی تخریج امام مالک (۱۴۳) اور ازرقی (۱۴۴) نے فرمائی ہے

صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے جنہیں منیٰ سے ہٹ کر رات گزارنا ضروری ہوتا وہ حضور ﷺ سے اس کی اجازت لیتے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجازت طلب کرنا ایام تشریق کی راتیں منیٰ میں گزارنے کی اہمیت کو واضح کرتا ہے جیسا کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمے زم زم پلانے کی ذمہ داری تھی اس لئے وہ یہ راتیں منیٰ میں بسر نہیں کر سکتے تھے تو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اجازت چاہی چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عمر رضی الله عنهما أَنَّ الْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رضی الله عنه اسْتَأْذَنَ النَّبِیَّ ﷺ لِیَبِیْتَ بِمَکَّةَ لَیَالِیَ مِنًی، مِنْ أَجْلِ سِقَایَتِهِ فَأَذِنَ لَهٗ (۱۴۵)

یعنی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سقایہ کی وجہ سے نبی ﷺ سے منیٰ کی راتیں مکہ میں گزارنے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت مرحمت فرمائی۔

۱۴۳۔ الموطّأ للإمام مالك، كتاب الحجّ، باب (۷۰) البتوتة بمكة ليالی منًی، برقم:۴۸۸ (أثر)، ص۲۷۰

۱۴۴۔ أخبار مكّة، باب ذرع طواف سبعة بالكعبة، ما جاء فی منزل رسول الله ﷺ بمنًی و حدود منًی، ۲/۱۷۹

۱۴۵۔ صحيح البخاری، كتاب الحجّ، باب سقاية الحاجّ، برقم: ۱۶۳۴، ۲/۴۰۳، و باب هل يبيت أصحاب السّقاية أو غيرهم بمكّة ليالی منیً؟، برقم: ۱۷۴۵، ۲/۴۲۹
أيضاً صحيح مسلم، كتاب الحجّ، باب وُجوب المبيتِ بمنیً ليالی أيّام التّشريق إلخ، برقم: ۳۱۵۶/۳۴۶۔ (۱۳۱۵)، ص۶۰۷

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے دVضرورتمندوں کورُخصت مرحمت فرمائی جیسے پ واہے کیوèمنیٰ میں جانوروں کے چارے کا کوئی سامان نہ تھا چنانچہ شیخ وہبی سلیمان نےÜ کیا:

لأنَّ وادی منیً لا نباتَ فیه، ولو باتُوا لهلکتُ مواشِیهم (١٤٦)

یعنی، کیوکہ وادی منیٰ میں سبزہ نہیں ہےاَ وہ وہاں راتاَ اریں تو اُن کے مواشی ہلاک ہوجا N گے۔

کیوè پ واہوں کا جانور لے کرمنیٰ سےٖ ہرجاٖ ضروری تھا اس لئے نبی کریم ﷺ نے انہیں اجازت مرحمت فرمائی، چنانچہ حدیٖ شریف میں ہے:

عن البدّاح عن أبیه رضی الله تعالیٰ عنهما قال: رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِرِعَاءِ الْإِبِلِ فِی الْبَیْتُوْتَةِ الحدیث (١٤٧)

یعنی، بدّاح رواٖ کرتے ہیں اپنےٖ پ سے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں راتاَ ارنے میں اوںٖ کے پ واہوں کو رُخصت مرحمت فرمائی۔

١٤٦ـ الکافی فی الفقه الحنفی، الحج و أحکامه، الفصل الثّالث، المبیت بمنیً (٩)، ٨٠٠/٢

١٤٧ـ سُنن أبی داؤد، کتاب المناسك، باب فی رمی الجمار، برقم:١٩٧٥، ٤٣١/٢

أیضاً سُنَن التّرمذی، کتاب الحجّ، باب الرّخصة للرّعاء أن یرموا یوماً، برقم:٩٥٥، ٩٣/٢

أیضاً الموطأ للإمام مالك، کتاب الحجّ، باب (٧٢) الرّخصة فی رمی الجمار، برقم: ٤٢٨/٧٢/٢، ص ٢٧١

أیضاً سُنَن ابن ماجة، کتاب المناسك، باب تأخیر رمی الجمار من عذرٍ، برقم:٣٠٣٧، ٤٨٤/٣

أیضاً سُنَن الدّارمی، کتاب المناسك، باب فی جمرة العقبة أیّ ساعة ترمی؟ برقم: ١٨٩٧، ٥٣/٢

أیضاً سُنن النّسائی، کتاب مناسك الحجّ، باب رمی الرّعاة، برقم:٣٠٦٦، ٢٨٠/٥/٣

اِس روا$ کے تحت مُحقّق سُنَن اَبی داؤد عزت عبیدالدّعاس نے لکھا کہ

هذا رخصةٌ رخّصها رسول الله ﷺ للرّعاء، لأنّهم مُضطُّرون إلی حفظِ أموالِهم، فلو أخذُوا بالمقام و المبیتِ بمنیً ضاعتُ أموالُهم و لیس حکمُ غیرِهم فی هذا کحُکمِهم (١٤٨)

یعنی، یہ وہ رُخصت ہے جو رسول اللہ ﷺ نے پ واہوں کو عنا$ فرمائی کیوè وہ اپنے اموال کی حفاظت کے لئے مجبور تھےاَ وہ منیٰ میں ٹھہرے رہتے تو اُن کے اموال ضائع ہوجاتے اور اُن کے غیر کا حکم اُن کے حکم کی مثل نہیں ہے۔

جن لوگوں کا عُذر واقعی صالح عُذر تھا نبی ﷺ سے وہ لوگ اجازت مُتمنّی ہوئے اور انہیں اجازت ملی اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے مذکورہ لا اَعذار کے علاوہ # کوئی دوسرا صالح عُذر** تو منیٰ کی بجائے مکہ) مہ میں راتاَ رانے کی رُخصت دی جیسے مال کی حفاظت چنانچہ حدیٖ شریف ہے کہ

عن أبی حُریز أنه سمِعَ عبد الله بن فرُّوخ یسألُ ابنَ عُمرَ قال: إنَّا نتبَایَعُ بِأَمْوَالِ النَّاسِ، فَیَأْتِیْ أَحُدُنَا مَکَّةَ، فَیَبِیْتُ عَلَی الْمَالِ، فَقَالَ: أَمَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَدْ بَاتَ بِمنًی وَ ظَلَّ (١٤٩)

یعنی، ابوحُر: سے مروی ہے انہوں نے عبداللہ بن فروخ کو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کرتے ہوئے سُنا کہ آپ نے فرمات ہم لوگوں کے مال بیچا کرتے پس ہم میں کا ای مکہ) مہ** اور مال پ رات راتاَ ار** ہے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب میں ارشاد فرمات 1

١٤٨ـ تعلیق سُنَن أبی داؤد، برقم: ١٩٧٥، ٣٤١/٢

١٤٩ـ سُنَن أبی داؤد، کتاب المناسك، باب یبیت بمکة لیالی منیً، برقم: ١٩٥٨، ٣٣٦/٢

أیضًا السُّنَن الکبری للبیهقی، کتاب الحجّ، باب لا رخصة فی البیتوتة بمکة لیالی منیً، برقم: ٩٦٨٩، ٢٤٩/٥

رسول اللہ ﷺ تو آپ نے منیٰ میں رات بسر فرمائی اور وہیں رہے۔

اِس لئے شوافع کے نزدیک اگر تینوں راتوں کا قیام ترک کیا تو دَم واجب ہوگا اور ایک رات کا قیام ترک کیا تو ایک تہائی دَم اور امام مالک کے نزدیک ایک رات کے قیام کے ترک میں کامل دَم لازم ہے جیسا کہ "القِری لقاصد أمّ القُری" (۱۵۰) میں ہے۔

اور یہ وُجوبِ دَم کا حکم اُن کے نزدیک غیر معذور کے لئے ہے اور اگر معذور ہے تو اس پر دَم واجب نہ ہوگا چنانچہ شیخ وہبی سلیمان نے "المجموع" (۸/۱۹۰) کے حوالے سے لکھا:

قال الإمام النّووی رحمه تعالیٰ: الأصحُّ المبیتُ بمنیً لغیرِ المعذورِ واجبٌ، و إنْ تَرَكَ مبیتَ اللّیالی وجبَ علیه دمٌ (۱۵۱)

یعنی، ''امام نووی'' علیہ الرحمہ نے فرمایا صحیح ترین قول یہ ہے کہ منیٰ میں رات گزارنا غیر معذور کے لئے واجب ہے اگر اُس نے منیٰ کی راتوں کا قیام (منیٰ میں) ترک کر دیا تو اُس پر یہ دَم واجب ہے۔

اور امام مالک کے نزدیک غیر معذور کو منیٰ کی راتیں منیٰ میں گزارنا واجب ہے ترک کی صورت میں دَم لازم ہے اور امام احمد سے اِس بارے میں دو روایتیں ہیں ایک وجوب کی اور دوسری سنّت ہونے کی (۱۵۲)

اور احناف کے نزدیک منیٰ کی راتیں منیٰ میں گزارنا غیر معذور کے لئے سنّت مؤکّدہ ہے اور اس کا بلاعُذر ترک) وہ ہے چنانچہ امام ابومنصور محمد بن) م بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

لما روی أنَّ النّبیّ ﷺ بات بمنیً لیالی الرَّمی و هذه البیتوتةُ سنّةٌ عندنا (۱۵۳)

۱۵۰۔ القِری لقاصد أُمّ القُری، الباب الحادی و الثّلاثون، ص۵۴۲

۱۵۱۔ الکافی فی الفقه الحنفی، أحکام الحج، الفصل الثّالث، ۲/۸۰۰

۱۵۲۔ الکافی فی الفقه الحنفی، أحکام الحج، الفصل الثالث، ۲/۸۰۰

۱۵۳۔ المسالك فی المناسك، فصل فی دخول مكة بطواف الزّیارة، ص۵۹۳

یعنی، اس لئے کہ مروی ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے رمی کی راتیں منیٰ میں گزاریں اور یہ راتیں منیٰ میں گزارنا ہمارے نزدیک سنّت (مؤکّدہ) ہے۔

محرر مذہب نعمانی امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں:

و إنْ كان أیام منیً بمكة غیر أنّه كان یأتی منیً فیرمی الجمارَ، قال: قد أَسَاءُ و لَیسَ علیه شیءٌ (۱۵۴)

یعنی، اگر (ایام منیٰ میں مکہ) مہ میں ہے سوائے اس کے کہ وہ منیٰ جاتا ہے اور رمی کرتا ہے، فرمایا اُس نے اساءت کی اور اُس پر (دَم وغیرہ سے) کوئی شئے لازم نہیں۔

اور شمس الائمہ امام شمس الدین ابو بکر محمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ امام محمد کی مندرجہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

لأنّه ما ترَكَ إلّا السُّنّةَ و هی البیتوتةُ بمنیً فی لیالی الرَّمی (۱۵۵)

یعنی، (دم وغیرہ لازم نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ) اُس نے نہیں چھوڑا 1 سنّت کو، اور منیٰ کی راتیں منیٰ میں گزارنا سنّت ہے۔

اور امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

و مَن باتَ فی غیرِ منیً فی أیّام الرَّمی كا ن مُسیئاً و لا شیءَ علیه (۱۵۶)

یعنی، جس نے ایام تشریق میں راتیں غیر منیٰ میں گزاریں وہ اساءت کرنے والا ہے اور اُس پر (جُرمانے وغیرہ سے) کوئی شئے لازم نہیں۔

۱۵۴۔ کتاب الأصل المعروف بالمبسوط، کتاب المناسك، باب رمی الجمار، ۲/۳۵۸

۱۵۵۔ المبسوط للسّرخسی، کتاب المناسك، باب رمی الجمار، ۲/۴/۶۱

۱۵۶۔ مختصر الطّحاوی، کتاب الحجّ، باب الفدیة و جزاء الصّید، ص۷۰

اورامام ابوالحسین احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

قال أصحابُنا: إذا تَركَ المبيتُ بمنىً من غيرِ عُذرٍ فقد أساءَ، و لا شيءَ عليه (۱۵۷)

یعنی، ہمارے اصحاب (احناف) نے فرمایا کہ منیٰ میں رات کا بلا عذر ترک کرنا تو اُس نے اساءت کی اور اُس پر (دم وغیرہ سے) کوئی شئے لازم نہیں۔

علامہ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ اور فقیہ عبداللہ بن محمد داماد آفندی حنفی متوفی ۱۰۷۸ھ لکھتے ہیں:

و يبيتُ ليالي الرّمي بمنىً فيكره أن لا يبيتَ بمنىً و لو باتَ في غيرِه مِن غيرِ عُذرٍ لا شيءَ عليه (۱۵۸)

یعنی، رمی کی راتیں منیٰ میں گزارے، پس) وہ ہے منیٰ کی راتیں منیٰ میں نہ گزارے اور اگر یہ راتیں بلا عذر منیٰ کے غیر میں گزاریں تو اس پر کوئی دم لازم نہیں۔

اورشارح صحیح بخاری علامہ بدرالدین عینی حنفی صحیح بخاری کی حدیث ابن عمر (برقم: ۱۶۳۸) کے تحت لکھتے ہیں:

قال أصحابُنا: يكرهُ أنْ لا يبيتَ بمنىً ليالي الرَّمَلِ لأنَّه ﷺ باتَ بِها و كذا عمرُ بنُ الخطّابِ رضي الله تعالىٰ عنه و كان يؤدّبُ على تركِه (۱۵۹)

یعنی، ہمارے اصحاب (احناف) نے فرمایا کہ رمی کی راتیں منیٰ میں

۱۵۷۔ التّجريد، كتاب الحجّ، مسئلة رقم: ۴۹۲، حكم من ترك المبيت بمنىً من غير عذرٍ، ۱۹۵۷/۴

۱۵۸۔ ملتقى الأبحر و مجمع الأنهر، كتاب الحجّ، فصل صفة الحجة، ۲۸۲/۱

۱۵۹۔ عمدة القاری، كتاب الحجّ، باب سقاية الحاج، برقم: ۱۶۳۴، ۲۱۳/۷

نہ گزارے) وہ ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے یہ راتیں منیٰ میں گزاریں اور اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے چھوڑنے پر دم فرمایا کرتے تھے۔

اورعلامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و السُّنّة أن يبيتَ بمنًى ليالي أيام الرَّمي (۱۶۰)

یعنی، سنّت یہ ہے کہ یوم رمی کی راتیں منیٰ میں گزارے۔

اس کے تحت علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لأنَّ البيتوتةَ بمنىً لياليها سنّةٌ عندنا (۱۶۱)

یعنی، کیونکہ یوم رمی کی راتیں منیٰ میں گزارنا ہمارے نزدیک سنّت ہے۔

اورمخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ سُنَن مؤکدہ کے بیان میں لکھتے ہیں:

وازانہا بیتوتۃ نمودن اکثر شب درمنی در شب سیزدہم ودوازدہم'' وہم پنجم در شب سیزدہم نیز درحق کسے کہ خیر کند در روز چہارم کہ روز سیزدہم (۱۶۲)

یعنی، سُنَنِ مؤکدہ میں سے ہے راہ اور رہ کی رات کا اکثر حصہ منیٰ میں گزارنا اور اِسی طرح تیرھویں رات اُس شخص کے حق میں جس نے مکہ لوٹنے میں چوتھے روز خیر کی کہ تیرھواں دن ہے۔

اورعلامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

۱۶۰۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب طواف الزّيارة، فصل إذا فرغ من الطّواف، ص ۲۶۰

۱۶۱۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب طواف الزّيارة، فصل إذا فرغ من الطّواف، ص ۲۶۰

۱۶۲۔ حياة القلوب فی زيارة المحبوب، مقدمه: فصل سوم در بيان فرائض الخ، ص ۴۷

فیبیتُ بها للرَّمی إی لیالی أیام الرَّمی هو السُّنّةُ (١٦٣)

یعنی، پس رمی کے لئے منیٰ میں رات اَ٘ ارے یعنی* یم رمی کی راتیں (منیٰ میں اَ٘ ارے) اور یہ سنّت ہے۔

صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ١٣٦٧ھ لکھتے ہیں:

دسویں ہَ رہویں*. رہویں کی راتیں منیٰ میں بسر کرنا سنّت ہے نہ مزدلفہ میں نہ مکہ میں نہ راہ میں (١٦٤)

اوراحناف کے نزدیک* یم رمی کی راتیں منیٰ میں اَ٘ ا٘. وا. # نہیں ہے. # کہ د V کے نزدیک وا. # ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا چنانچہ علامہ مظفرالدین ابن الساعاتی حنفی متوفی ٦٩٤ھ لکھتے ہیں:

لا نُوجب المبیتَ فی هذه اللّیالی بمنیً (١٦٥)

یعنی، ہم یہ راتیں منیٰ میں بسر کرنا* وا. # نہیں کرتے۔

عدمِ وُجوب کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اہلِ سقایہ اور اŠں والوں کو رُخصت عنا$ فرمائی اَ یہ رات اَ٘ ا٘. وا. # ہ* تو آپ ﷺ رُخصت مرحمت نہ فرماتے تھے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ منیٰ میں رات بسر کرنے سے مقصود رمی ہے چنانچہ اسعد محمد سعید صاغرجی نے لکھا:

و قال الحنفیّةُ: المبیتُ فی تلك اللّیالی بمنیً سنّةٌ عندنا لیس بواجبٍ لأنَّ المقصودَ الرَّمی، و لأنَّه لو کان واجباً لما رخَّصَ فی ترکِه لأهلِ السِّقایة، و أمّا استئذانُ العبّاسِ فلإسقاط الإساءة الکائنةِ بسببِ الانفرادِ عن جمیعِ النّاس مع الرّسولِ علیه

١٦٣۔ رَدُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الحجّ، مطلب: صلاة العید و الجمعة فی منیً، تحت قوله: فیبیتُ بها للرّمی، ٣/٦٢٠

١٦٤۔ بہارشریعت، حج کا بیان، طواف فرض، ٢/٦/٨٧

١٦٥۔ مجمع البحرین، فصل فی صفة أفعال الحجّ، ص٢٣١

الصّلاة و السّلام (١٦٦)

یعنی، حنفیہ نے کہا کہ یہ راتیں منیٰ میں اَ٘ ا٘. ہمارے نزدیک سنّت ہے وا. # نہیں ہے کیونکہ مقصود رمی ہے اور کیونکہ اَ وا. # ہ* تو اس کے ,تک کی اہلِ سقایہ کو رُخصت نہ دی جاتی 1 حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا اجازت طلب کرنا* تو وہ اُس اسا$ کو ساقط کرنے کے لئے تھا جو اĐاد کی وجہ سے تھی کہ تمام لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔

لہٰذا اِن راتوں کا اکثر حصہ مزدلفہ* یمکہ* یمنیٰ کے علاوہ کسی اور جگہ اَ٘ ا٘.) وہ ہے چنانچہ علامہ محمد بن احمد سمرقندی حنفی متوفی ٥٤٠ھ (١٦٧) اور علامہ علاؤالدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ٥٨٧ھ (١٦٨) لکھتے ہیں:

و یکرهُ أن یبیتَ فی غیرِ منیً فی أیام منیً و یکونُ مُسیئاً ملخصاً

یعنی،) وہ ہے کہ* یم منیٰ (کی راتیں) منیٰ کے غیر میں اَ٘ ارے (اور ایسا کرنے والا) بُرا کرنے والا ہوگا۔

٢۔ اور آٹھ ذوالحجہ کو منیٰ* اور آنے والی رات کا اکثر حصہ منیٰ میں اَ٘ ا٘. بھی سُنّت ہے چنانچہ حدیثِ جا. رضی اللہ عنہ میں ہے کہ

أنَّهُ صَلّی اللّه عَلَیهِ وَسَلّمَ تَوَجَّهَ قَبلَ صَلاةِ الظُّهرِ، وَ صَلّی بِمِنًی الظُّهرَ وَ الْعَصرَ، وَ الْمَغرِبَ وَ العِشَاءَ و فی روایة أبی سعیدٍ: رَاحَ النَّبِیُّ ﷺ یَومَ التَّرویَةِ بَعدَ الزَّوالِ، فَأَتَی مِنیً، فَصَلّی الظُّهرَ وَ الْعَصرَ وَ الْمَغرِبَ وَ الْعِشَاءَ وَ الصُّبحَ، و قال البخاریّ: صَلّی

١٦٦۔ الحجّ و العمرة، حکم المبیت بمنیً لیالی الرّمی، ص٦٨

١٦٧۔ تحفة الفقهاء، کتاب الحجّ، باب الإحرام، ص٢٠٢

١٦٨۔ بدائع الصّنائع ، کتاب الحجّ، فصل فی بیان سُنَن الحجّ إلخ، ٢/١٤٩

الظُّهرَ وَ الْعَصرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ بِمِنىً (١٦٩)

یعنی، نبی کریم ﷺ ظہر سے قبل (منیٰ کی طرف) متوجّہ ہوئے اور ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں منیٰ میں ادا فرما ئیں۔ اور ابوسعید کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ آٹھ ذوالحجہ کو زوال کے بعد روانہ ہوئے پس منیٰ میں تشریف لائے اور ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں ادا فرما ئیں۔ اور امام بخاری نے فرمایا کہ ظہر اور عصر کی نمازیں منیٰ میں ادا فرما ئیں۔

اور امام مسلم کی روایت ہے کہ

عن جابرٍ قال: فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ تَوَجَّهُوْا إِلٰى مِنًى، فَأَهَلُّوْا بِالْحَجِّ وَ رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى بِهَا الظُّهرَ، وَ الْعَصرَ، وَ الْمَغْرِبَ، وَ الْعِشَاءَ، وَ الْفَجْرَ، ثُمَّ مَكَثَ قَلِيْلًا حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ (١٧٠)

یعنی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: آٹھویں ذوالحجہ آئی تو لوگ منیٰ کی طرف متوجہ ہوئے پس حج کا احرام باندھا اور نبی کریم ﷺ سوار ہوئے پس ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں منیٰ میں ادا کیں پھر کچھ دیر ٹھہرے یہاں تک کہ سورج طلوع ہوا۔

آٹھ کو منیٰ جانا اور وہاں رات گزارنا سنّت ہے اور ترکِ سنّت) وہ ہے مرتکب مُسیٔ (اساءت کرنے والا) ہے چنانچہ امام ابومنصور محمد بن) م بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ

١٦٩۔ القِرى لقاصد أمّ القُرىٰ، الباب السّابع عشر فی التّوجُّهِ من مكّة إلى منىً، ماجاء (٢) فی وقت التّوجّه إلى منىً من يوم التّروية، ص٣٧٦، ٣٧٧

١٧٠۔ صحيح مسلم، كتاب الحجّ، باب حجّة النّبیّ ﷺ، برقم: ٢٩٢٢/ ١٤٧۔ (١٢١٨)، ص٥٦٦

لکھتے ہیں:

لَأَنَّ الرَّواحَ إلى منىً يوم التَّروية سُنَّةٌ و تركُ السُّنَّةِ مكروهٌ إِلَّا لضرورةٍ (١٧١)

یعنی، کیونکہ آٹھ ذوالحجہ کو منیٰ جانا سنّت ہے اور ترکِ سنّت) وہ ہے یہ کہ کسی ضرورت کی بنا پر ہو۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ اس شہر ریخ میں قیام منیٰ کے شہر رک کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

و لٰكِنَّهُ أساءَ بتركه الاقتداءَ بِرسولِ الله عليه الصّلاة و السَّلام (١٧٢)

مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

بودن شبِ عرفہ در منیٰ سنّت است (١٧٣)

یعنی، عرفہ کی رات منیٰ میں ہونا سنّت ہے، جیسا کہ آگے آئے گا۔

یہاں بھی رات سے مراد رات کا اکثر حصہ ہے۔

علامہ ابومنصور کرمانی حنفی (١٧٤)، علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی (١٧٥) اور علامہ ابو البرکات عبداللہ احمد بن محمود نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ (١٧٦) لکھتے ہیں اور ''ہدایہ'' و ''کافی نسفی'' کے حوالے سے علی قاری (١٧٧) کرتے ہیں:

١٧١۔ المسالك فی المناسك، فصل فی الرّواح من مكّة إلى منًى، ص٤٨٧

١٧٢۔ الهداية، كتاب الحج، باب الإحرام، ١۔٢/١٧٣

١٧٣۔ حياة القلوب فی زيارة المحبوب، باب پنجم، فصل چهارم، ص١٧١

١٧٤۔ المسالك فی المناسك، فصل الرّواح من مكة إلى منىً، ص٤٨٧

١٧٥۔ الهداية، كتاب الحجّ، باب الإحرام، ١۔٢/١٧٣

١٧٦۔ الكافی، كتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قوله: ثمَّ إلى عرفاتَ إلخ، ق ١/٢٢٩/أ

١٧٧۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب خطبة يوم السّابع من ذی الحجّة، فصل فی الرّواح، ص٢٠٨

و إن باتَ بمكّةَ ليلةَ عرفةَ و صلّى بها الفجرَ، ثمّ غدا مِنها إلى عرفاتٍ و مرّ على منىً جازَ ذلك و لكنّهُ مُسِئٌ۔ و اللّفظ للأول

یعنی، پس اگر عرفات کی رات مکہ میں بسر کی اور وہیں نماز فجر پڑھی پھر وہاں سے صبح میں عرفات کو جاتا اور منیٰ سے گزرا تو اُسے جائز ہوا لیکن وہ اس میں اساءت کرنے والا ہوا۔

علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و إن باتَ بمكّةَ تلك اللّيلةَ جازَ و أساءَ (۱۷۸)

یعنی، اگر وہ رات مکہ میں گزاری تو جائز ہوا (یعنی حج ہوا) اور اُس نے اساءت کی۔

اس کے تحت علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أی لتركِ السُّنّة على القولِ بها فقال الفارسيُّ تبعاً لما فی "المحيط" المبيت بها سنّة (۱۷۹)

یعنی، اس کے سنّت ہونے کے قول کی بنا پر اس نے سنّت ترک کرنے کی، پس فارسی نے جو "محیط" میں ہے اس کی اتباع میں کہا کہ منیٰ میں رات گزارنا سنّت ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

پس اگر توقف نمود شبِ عرفہ در مکہ عرفات در جائے دگر اساءت کرد شد بسبب ترکِ نزول (۱۸۰)

۱۷۸۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب خطبة يوم السّابع من ذی الحجّة، فصل فی الرّواح، ص۲۰۸

۱۷۹۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب خطبة يوم السّابع من ذی الحجة، فصل فی الرّواح، ص۲۰۸

۱۸۰۔ حياة القلوب فی زيارة المحبوب، باب پنجم، فصل چهارم، ص۱۷۱

یعنی، پس اگر شبِ عرفہ مکہ میں ٹھہرا رہا یا عرفات میں (منیٰ کے علاوہ) کسی اور جگہ (جیسے مزدلفہ وغیرہ) تو اُس نے ترکِ سنّت کے باعث اساءت کی۔

اور صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

اگر عرفہ کی رات مکہ میں گزاری اور نویں کو فجر پڑھ کر منیٰ سے ہوتا ہوا عرفات پہنچا تو حج ہو جائے گا مگر بُرا کیا کہ سنّت کو ترک کیا (۱۸۱)

اور یہ مبیت (یعنی، رات گزارنا، چاہے نو کی رات ہو یا رہ اور دہ کی راتیں ہوں) رات کے اکثر حصے سے حاصل ہوگا نہ کہ اقلّ سے چنانچہ شارح صحیح بخاری علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

و فی "التّوضيح" لا يحصلُ المبيتُ إلّا بمَعظم اللّيلِ (۱۸۲)

یعنی، رات گزارنا اکثر حصے سے حاصل ہوگا۔

اور علامہ محبّ الدین طبری متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

و المعتبرُ فی المبيتِ: الكونُ بمنىً معظم اللّيلِ، إذ المبيتُ وَرَدَ مطلقاً، و الاستيعاب غيرُ واجبٍ اتفاقاً، فأُقِيم المعظمُ مقامَ الكُلِّ، و لا فرق بين أول اللّيل و الآخرة (۱۸۳)

یعنی، منیٰ میں رات گزارنے میں معتبر منیٰ میں اکثر رات ہونا ہے، کیونکہ مبیت مطلقاً وارد ہوا ہے اور استیعاب لاتفاق واجب نہیں ہے، پس اکثر کُل کے قائم مقام ہے، اور اول رات اور آخر رات میں کوئی فرق نہیں (یعنی اکثر رات کے اول میں گزارنے یا رات کے آخری حصے

۱۸۱۔ بہارشریعت، حج کا بیان، منیٰ کی روانگی اور عرفہ کا وقوف، ۶۷/۶/۱

۱۸۲۔ عمدة القاری، كتاب الحجّ، باب سِقاية الحاجّ، برقم:۱۶۳۴، ۲۱۴/۷

۱۸۳۔ القِری لقاصِد اُمّ القُرىٰ، الباب الحادی و الثّلاثون فی المبيت ليالی منىً، ما جاء فی وجوب استكمال المبيت فی اللّيالی الثّلاث، ص۵۴۲

میں اَ٘ ارے اس میں کوئی فرق نہیں ہے)

,تکِ مبیتِ منیٰ اَ عُذر صالح کی بنا پ ہوتو اسا$ لازم نہ آئے گی ، اُن میں سے دو عُذر تو وہ ہیں کہ جن کا ذکر احاد$ میں ہے کہ اہلِ سقایہ اور پ واہے اس معاملہ میں معذور قرار دیئے گئے ، ان کے علاوہ امام نووی نے چند عُذر رمز+ بیان فرمائے چنانچہ وہبی سلیمان نے امام نووی کے حوالے سے لکھا کہ

و المعذرون: رِعاءُ الإبِلِ و أهلُ السّقايةِ: و منهم مَن له مالٌ يخافُ ضياعَهُ لو اشتَغَلَ بالمبيتِ أو يخافُ على نفسِهِ، أو أن يكونَ به مرضٌ يشُقُّ معه المبيتُ، أوله مريضٌ يحتاجُ إلى تعهّدِهِ (١٨٤)

یعنی ، اور معذورین ، اŠں کے پ واہے ، اور اہلِ سقایہ اور اُن معذورین میں سے وہ شخص ہے جو مال ر۲ ہو اور اَ وہ مبیتِ منیٰ (یعنی منیٰ میں رات اَ٘ ارنے) میں مشغول ہو* ہے تو اُسے اُس کے ضائع ہونے کا خوف ہے* ۔ اُسے اپنی جان کا خوف ہے* ۔ وہ ایسا مریض ہو کہ جس پ مبیتِ منیٰ شاق ہو* ۔ اُس کا ایسا مریض ہو جو تیمارداری کا محتاج ہو۔

ائمہ ثلاثہ (امام مالک ، شافعی اور احمد) کے ن٘د ی۔ بلاعُذر منیٰ میں رات اَ٘ ارنے کے تک پ دَم وا۔ # ہوگا اور توبہ لازم ہوگی کیو è اُن کے ن٘د ی۔ مبیتِ منیٰ وا۔ # ہے اور تکِ وا۔ # سے دَم لازم* ہے اور اُن کے ن٘د ی۔ یہ بھی وا۔ # ہے لہٰذا اس کے بلاعُذ ر تک پ دَم لازم ہو گا اور احناف کے ن٘د ی۔ مبیتِ منیٰ سنّت مؤکّدہ ہے اور بلاعُذ ر اس کا تک) وہ ہے کہ جس پ اسا$ لازم ہوگی ۔ چنانچہ علامہ مظفر الدین ابن السّاعاتی حنفی متوفی ۵۹۴ھ لکھتے ہیں:

و يكرهُ تركُه (١٨٥)

١٨٤ ـ الكافی فی الفقه الحنفی، ٢/ ٨٠٠

١٨٥ ـ مجمع البحرين، فصل فی صفة أفعال الحجّ، ص ٢٣١

یعنی ، اس کا تک) وہ ہے۔

اور علامہ ابو منصور محمد بن) م بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

و ترکُ السُّنّةِ مکروهٌ إلا لضرورةٍ (١٨٦)

یعنی ، تکِ سنّت) وہ ہے 1 یہ کہ کسی شرعی ضرورت کی وجہ سے ہو۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و لو باتَ (أكثر ليلها فی غير منیً) كُرِهَ (١٨٧)

یعنی ، اَ رات کا اکثر حصہ غیر منیٰ میں اَ٘ ارا تو) وہ ہوا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

پس اَ # ا٘ # آنہار* ۔ یکے از انہا در مکہ* ۔ در طریق* ۔ در موضع د V غیر منی) و* ۔ شد (١٨٨)

یعنی ، پس اَ یہ راتیں* ۔ اِن میں سے کوئی ا ۔ رات مکہ) مہ میں* ۔ راستے میں* ۔ منیٰ کے علاوہ کسی اور جگہ اَ٘ اری تو) وہ ہوا۔

اور دوسرے مقام پ) وہات کے بیان میں لکھتے ہیں:

واز انہا ۔ بیتوتہ کردن در شبہائے رمی جمار در غیر منی اَ چہ در مکہ *۔ شد (١٨٩)

یعنی ، اُن میں سے ہے رمی جمار کی راتیں غیر منیٰ میں اَ٘ از٘ اَ چہ مکہ میں ہو۔

١٨٦ ـ المسالك فی المناسك، فصل الرّواح من مكّة إلى منیً، ص ٤٨٧

١٨٧ ـ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب فی الخطبة، فصل إذا فرغ من الطّواف، ص ٢٦٠

١٨٨ ـ حياة القلوب فی زيارة المحبوب، باب نهم، فصل سيوم، ص ٢١١

١٨٩ ـ حياة القلوب فی زيارة المحبوب، مقدمه، فصل سيوم در بيان فرائض و واجبات و سُنَن الخ، ص ٥٠

اور سنّت مؤکّدہ کے قصداً ترک پر اساءت$ لازم آتی ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور علی قاری لکھتے ہیں:

و حکم السُّنَن أی المؤکّدةِ الإساءة بترکها أی لو ترکها عمداً (۱۹۰)

یعنی، سُنَنِ مؤکّدہ کا حکم یہ ہے کہ اُن کے عمداً ترک پر اساءت$ لازم آتی ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

حکم سُنَن مؤکّدہ لزوم اساءت$ ا - بترک یکے ازانہا عمداً (۱۹۱)

یعنی، حکم سُنَنِ مؤکّدہ کا لُزوم اساءت$ ہے ان میں سے کسی ایک کو عمداً ترک کرنے کے باعث سے۔

اور لُزوم اساءت$ سے اس عمل کا ثواب* قص ہوجاتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و حکمُها أی حکمُ المکروهاتِ دُخولُ النَّقصِ أی نقص الثّوابِ فی العَمَلِ و خوف العقاب أی تحقّق العقاب فیما ترك فیه السُّنّة المؤکّدة و تحقّق العذاب فی ترك الإیجاب (۱۹۲)

یعنی،) وہات کا حکم عمل میں ثواب کا* قص ہوتا ہے اور خوفِ عقاب ہے یعنی جس میں سنّت مؤکّدہ کو ترک کیا اُس میں عقاب کے تحقّق کا خوف ہے اور جس میں واجب# کو ترک کیا اُس میں عذاب کا تحقّق۔

۱۹۰۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب فرائض الحجّ، فصل فی سُنَنه، ص۸۳

۱۹۱۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، مقدمه، فصل سیوم، ص۴۸

۱۹۲۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب فرائض الحجّ، فصل فی مکروهاته و هی کثیرة، ص۸۵

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

حکم) وہات آن - کہ* قص شود ثواب عملی کہ واقع ا دد دروی فعل) وہ و لازم آید خوف عتاب در ترک سنّت مؤکدہ وخوف عذاب در ترک واجب# (۱۹۳)

یعنی،) وہات کا حکم یہ ہے کہ جس میں یہ فعل) وہ واقع ہو اس عمل کا ثواب* قص ہو جاتا ہے اور سنّت مؤکّدہ کے ترک میں خوفِ عتاب اور ترکِ واجب# میں خوفِ عذاب لازم آتا ہے۔

۳۔ فجر کے طلوعِ آفتاب سے قبل مزدلفہ سے منیٰ کو روانہ ہونا* سنّت مؤکّدہ ہے چنانچہ حدیث$ شریف میں ہے کہ

عن جابر حدیثه الطّویل، و فیه أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا أَتَی الْمُزْدَلِفَةُ صَلَّی الْمَغْرِبَ وَ الْعِشَاءَ، ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّی طَلَعَ الْفَجْرُ، فَصَلَّی الْفَجْرَ، ثُمَّ رَکِبَ الْقَصْوَاءَ حَتَّی أَتَی الْمَشْعَرَ الْحَرَامَ، وَ لَمْ یَزِلْ وَاقِفاً حَتَّی أَسْفَرَ جِدّاً ثُمَّ دَفَعَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ (۱۹۴)

یعنی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے طویل حدیث$ میں مروی ہے اور اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ #واجب (عرفات سے) مزدلفہ تشریف لائے تو مغرب وعشاء کی نمازیں ادا فرما کر پھر آرام فرما ہوئے یہاں تک کہ فجر طلوع ہوئی، پس نماز فجر ادا فرمائی، پھر قصواء اونٹنی پر سوار ہوئے یہاں تک کہ مشعر حرام تشریف لائے وہیں وقوف میں رہے یہاں تک کہ خوب اُجالا ہوا پھر طلوعِ آفتاب سے قبل (منیٰ کو) لوٹے۔

۱۹۳۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، مقدمه، فصل سیوم، ص۵۰

۱۹۴۔ القِریٰ لقاصد أمّ القُری، الباب التّاسع عشر فی الإفاضة من عرفة و الوقوف بالمزدلفة، ما جاء (۱۶) فی التّبکیر بالصّبح بالمزدلفة، ص۴۲۵

امام بخاری کی حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ

: قال: شَهِدْتُ عُمَرَ صَلَّى بِجَمْعٍ الصُّبْحَ، ثُمَّ وَقَفَ فَقَالَ: إِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا لَا يُفِيْضُوْنَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسَ، وَ يَقُوْلُوْنَ: أَشْرِقْ ثَبِيْرُ، وَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَالَفَهُمْ، ثُمَّ أَفَاضَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ (١٩٥)

یعنی، میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاضر ہوا آپ نے مزدلفہ میں فجر کی نماز ادا فرمائی پھر وقوف فرمایا، پس فرمایا مشرکین مزدلفہ سے سورج طلوع ہونے تک نہیں لوٹتے تھے اور کہتے تھے اے ثبیر! روشن ہو جا اور بے شک نبی کریم ﷺ نے اُن کی مخالفت فرمائی پھر سورج طلوع ہونے سے پہلے منیٰ کو لوٹے۔

اور محبّ طبری نے اِس روایت کو اِن الفاظ سے بیان کیا ہے:

عن عمرو بن ميمون قال: شَهِدْتُ عُمَرَ حِيْنَ صَلَّى بِجَمْعٍ الصُّبْحَ قَالَ: إِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا لَا يَدْفَعُوْنَ حَتَّى طَلَعَ الشَّمْسُ وَ يَقُوْلُوْنَ: أَشْرِقْ ثَبِيْرُ، وَ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَالَفَهُمْ فَدَفَعَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ (١٩٦)

یعنی، عمرو بن میمون سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی: معیت میں حاضر تھا۔ آپ نے مزدلفہ میں نمازِ فجر ادا فرمائی، فرمایا بے شک مشرکین مزدلفہ سے نہیں لوٹتے تھے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جاتا اور کہتے تھے اے ثبیر! روشن ہو جا، اور بے شک نبی کریم ﷺ نے اُن کی مخالفت فرمائی اور طلوعِ آفتاب سے

١٩٥۔ صحيح البخارى، كتاب الحجّ، باب متى يدفع من جمعٍ، برقم:١٦٨٤، ١/٤١٥

١٩٦۔ القِرى لقاصد أمّ القُرى، الباب العشرون فى الإفاضة من المزدلفة و فى الرّمى، ماجاء (١) فى وقت الإفاضة، ص٤٢٧

قبل منیٰ کو لوٹے۔

عن ابن عمر قال: إِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا لَا يُفِيْضُوْنَ حَتّٰى تَطْلَعَ الشَّمْسُ، وَ يَقُوْلُوْنَ: أَشْرِقْ ثَبِيْرُ، وَ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَالَفَهُمْ، ثُمَّ أَفَاضَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ (١٩٧)

یعنی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا بے شک مشرکین مزدلفہ سے طلوعِ آفتاب سے قبل نہیں لوٹتے تھے اور کہتے تھے (جبلِ) ثبیر روشن ہو جا اور نبی کریم ﷺ نے اُن کی مخالفت فرمائی پھر طلوعِ آفتاب سے قبل لوٹے۔

و عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: رَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ لَا يُفِيْضُوْنَ فِيْ حَجِّهِمْ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ حَتَّى تَنْظُرَ الْإِبِلُ مَوَاضِعَ أَخْفَافِهَا (١٩٨) أخرجه سعيد بن منصور

یعنی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ نے فرمایا میں نے حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ یہ حضرات اپنے حج میں مزدلفہ سے (منیٰ کو) نہ لوٹتے تھے یہاں تک کہ اونٹ اپنے پاؤں رکھنے کی جگہ کو دیکھ لیں۔

عن جابر بن زيد قال: وَقْتُ الدَّفْعَةِ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ إِذَا أَبْصَرَتِ الْإِبِلُ أَخْفَافَهَا (١٩٩) أخرجه سعيد بن منصور

١٩٧۔ هداية السّالك إلى المذاهب الأربعة فى المناسك، الباب الحادى عشر، فصل فى الدّفع من مزدلفة إلى منىً، ٣/١٠٧٤

١٩٨۔ القِرىٰ لقاصد أمّ القُرىٰ، الباب العشرون، فى الإفاضة من المزدلفة و فى الرّمى، ما جاء (١) فى وقت الإفاضة، ص٤٢٧

١٩٩۔ القِرىٰ لقاصد أمّ القُرىٰ، الباب العشرون، فى الإفاضة من المزدلفة و فى الرّمى، ما جاء (١) فى وقت الإفاضة، ص٤٢٧

یعنی، حضرت جابر بن زید سے مروی ہے فرماتے مزدلفہ سے (منیٰ کو) لوٹنے کا وقت وہ ہے۔ اونٹ اپنے پاؤں رکھنے کی جگہ کو دیکھ لے۔

عن نافع قال: أَسْفَرَ ابْنُ الزُّبَيْرِ لِلدَّفْعَةِ ، فَقَالَ ابنُ عُمَرَ: تُرِيْدُوْنَ الْجَاهِلِيَّةَ؟ فَدَفَعَ ابْنُ عُمَرَ، وَ دَفَعَ النَّاسُ مَعَهُ (٢٠٠) أخرجه سعيد بن منصور

یعنی نافع تابعی سے مروی ہے کہ فرماتے مزدلفہ سے منیٰ کو لوٹنے کے لئے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے خوب اُجالا ہونے کا انتظار کیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تم لوگ زمانۂ جاہلیت والے عمل کا ارادہ رکھتے ہو (یعنی سورج کے انتظار کر رہے ہو)، پس حضرت ابن عمر منیٰ کو لوٹے اور آپ کے ساتھ لوگ بھی لوٹے۔

قال طاؤوس: كان أهلُ الجاهليّة يَدفعُونَ مِن عرفةَ قبلَ أن تغيبَ الشّمسُ و مِن المزدلفةِ بعد أن تطلعَ الشّمسُ، و يقولون: أشرِق ثبيرُ كما نُغير فأخّرهُ اللهُ هذه، و قدّم هذه، قال الشّافعي يعنى قدّم المزدلفة قبل أن تطلعَ الشّمس و أخّر عرفةَ إلى أن تغيبَ الشَّمسُ (٢٠١)

یعنی، طاؤس نے فرمایا کہ اہلِ جاہلیت میں عرفات سے (مزدلفہ کو) سورج غُروب ہونے سے قبل اور مزدلفہ سے (منیٰ کو) سورج طلوع ہونے کے بعد لوٹتے تھے اور کہتے تھے ثبیر روشن ہو جا کہ ہم جلدی لیں تو اللہ تعالیٰ نے اِسے مؤخر کر دیا اور اُسے مقدم کر دیا، امام شافعی نے

٢٠٠۔ القِرى لقاصد أمّ القُرى، الباب العشرون، فى الإفاضة من المزدلفة و فى الرّمى، ما جاء (١) فى وقت الإفاضة، ص٤٢٧

٢٠١۔ القِرىٰ لقاصد أمّ القُرىٰ، الباب العشرون، فى الإفاضة من المزدلفة و فى الرّمى، ما جاء (١) فى وقت الإفاضة، ص٤٢٧

فرمایا مطلب ہے کہ مزدلفہ سے لوٹنے کو سورج پر مقدم فرمایا اور عرفہ کے قیام کو سورج غروب ہونے پر مؤخر فرمایا۔

احادیث وآثار ذکر کرکے علامہ محبّ الدین طبری شافعی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

قال أهل العلم: و هذه سنّة الإسلام ، أن يُدفع من المزدلفة عند الأسفار قبل طلوع الشّمس (٢٠٢)

یعنی، اہل علم نے فرمایا یہ سنّتِ اسلام ہے کہ خوب اُجالا ہو جانے کے وقت طلوعِ آفتاب سے قبل مزدلفہ سے (منیٰ کو) لوٹے۔

اور امام عزالدین بن جماعہ کنانی متوفی ۷۶۷ھ لکھتے ہیں:

و السُّنّة: أن يتوجّهُوا إلى منىً قبل طلوعِ الشّمسِ و عليهم السّكينةُ بالاتفاق، اقتداءً بالنّبىّ ﷺ (٢٠٣)

یعنی، سُنّت ہے کہ طلوعِ آفتاب سے قبل لوٹیں اور لوٹتے وقت اُن پر بالاتفاق سکون لازم ہو نبی ﷺ کی اقتدا کرتے ہوئے۔

علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و الحاصلُ أنَّ الإفاضة على وجهِ السُّنّةِ أن يكونَ بعد الإسفارِ مِن المَشعرِ الحرام (٢٠٤)

یعنی، حاصل کلام یہ ہے کہ مزدلفہ سے سنّت کے مطابق رُجوع یہ ہے کہ وہ (یعنی منیٰ کو لوٹنا) خُوب اُجالا ہو جانے کے بعد مَشعرِ حرام سے ہو۔

٢٠٢۔ القِرى لقاصد أم القُرى، الباب العشرون، فى الإفاضة من المزدلفة و فى الرّمى، ما جاء (١) فى وقت الإفاضة، ص٤٢٧

٢٠٣۔ هداية السّالك، الباب الحادى عشر: فى الخروج من مكة المشرفة إلخ، ١٠٧٥/٣

٢٠٤۔ المسلك المتقسّط فى المنسك المتوسّط، باب أحكام المزدلفة، فصل فى آداب التّوجّه إلى منىً، ص٢٤٤

اورمخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

چون فارغ شود از وقوفِ مزدلفہ و اسفار آں رشود پس لا باس کہ افاضہ کند از مزدلفہ ہمراہ امام قبل از طلوعِ شمس(۲۰۵)

یعنی، وقوف مزدلفہ سے فارغ ہوجائے اور خُوب اُجالا ہوجائے تو سُنّت یہ ہے کہ امام کے ساتھ سورج 3 سے قبل مزدلفہ سے (منیٰ کو) لوٹے۔

اور دوسرے مقام پر سُنَنِ مؤکّدہ کے بیان میں لکھتے ہیں:

و ازانہا خروج نمودن از مزدلفہ بسوی منیٰ قبل از طلوعِ شمس(۲۰۶)

یعنی، سُنَنِ مؤکّدہ میں سے ہے مزدلفہ سے منیٰ کی جانب لوٹنے کے لئے طلوعِ آفتاب سے قبل۔

لہٰذا واضح ہوا کہ طلوعِ آفتاب سے قبل مزدلفہ سے منیٰ کو لوٹنا سُنّت مؤکّدہ ہے اور طلوعِ آفتاب کے وقت مزدلفہ میں رہنا اور منیٰ کو نہ لوٹنا سُنّت مؤکّدہ کے خلاف ہے اگرچہ اس پر کچھ لازم نہیں آئے گا اور وہ سنّت مؤکّدہ کو ترک کرنے کی وجہ سے اساءت کرنے والا کہلائے گا۔

چنانچہ علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و کذا لو دَفَعَ بعدَ طُلوعِ الشَّمسِ سواء أفاضَ معه أم لا،لا یلزَمُ منه شیءٌ، و یکونُ مُسیئاً لترکِهِ السُّنّة (۲۰۷)

یعنی، اور اسی طرح اگر طلوعِ شمس کے بعد لوٹے، چاہے امام کے ساتھ لوٹے نہ، تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا اور وہ سنّت کو ترک کرنے کی وجہ سے

۲۰۵۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب هفتم، فصل ششم در بیان کیفیة رجوع از مزدلفة بسوئے منیٰ، ص۱۹۸

۲۰۶۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، مقدمه، فصل سیوم دربیان فرائض الخ، ص۴۷

۲۰۷۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب أحكام المزدلفة، فصل فی آداب ا لتّوجّه إلی منًی، ص۲۴۴

اساءت کرنے والا ہوگا۔

اورمخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

پس اگر توقف کرد تا طلوعِ شمس در مزدلفہ خلاف سُنّت کردہ شد ولیکن لازم نہ شد وئے چیزے از کفارت(۲۰۸)

یعنی، پس اگر وہ طلوعِ آفتاب تک مزدلفہ میں ٹھہرا رہا تو خلافِ سنّت کیا لیکن اس وجہ سے اس پر کوئی کفّارہ لازم نہیں آئے گا۔

علامہ سید محمد امین عابدین حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ صاحب درمختار علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ کی عبارت "و إذا أسفَرَ جداً أتی منیً" (یعنی، خوب اُجالا ہوجائے تو منیٰ آئے) کے تحت لکھتے ہیں:

و فسَّرَ "الإمامُ" الإسفارَ بحیث لا یبقی إلی طُلوعِ الشَّمسِ إلَّا مقدارُ ما یصلِّی رکعتَین، و إنْ دَفَعَ بعد طلوعِ الشَّمسِ، أو قبل أنْ یصلِّیَ النّاسُ الفجرَ فقد أساءَ، و لا شیءَ علیه "هندیة" "ط" و ما وقَعَ فی نسخ "القدوریّ": و إذا طلعتِ الشّمسُ أفاض الإمامُ، قال فی "الهدایة": إنَّه غلط، لأنَّ النّبیّ ﷺ دَفَعَ قبلَ طلوعِ الشّمس و تمامُه فی "الشرنبلالیة" (۲۰۹)

یعنی، اور امام نے خُوب اُجالے کی تفسیر اس طرح کی کہ طلوعِ آفتاب میں صرف اتنا وقت باقی رہ جائے کہ جس میں (مسنون قرأت کے ساتھ) دو رکعت ادا کی جاسکیں اور اگر طلوعِ آفتاب کے بعد (مزدلفہ سے) لوٹے لوگوں کے لئے فجر پڑھے سے قبل (اور طلوعِ فجر

۲۰۸۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب هفتم، فصل ششم در بیان کیفیة رجوع از مزدلفه بسوئے منیٰ، ص۱۹۸

۲۰۹۔ ردُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الحجّ، مطلب: فی الوقوف بمزدلفة، تحت قوله: إذا أسفر جداً، ۳/۶۰۵، ۶۰۶

کے بعد) تو اس نے اسا$ کی اور اُس پ کچھ لازم نہیں "ھـــنـــدیـــــہ" (۲۱۰) "طـحـطاوی"(۲۱۱) اور جو "قدوری" (۲۱۲) کے نسخوں میں واقع ہے کہ. # سورج f ع

۲۱۰۔ الفتاویٰ الهندية، كتاب المناسك، الباب الخامس فی كيفية أداء الحجّ، ۲۳۱/۱

۲۱۱۔ حاشية الطّحطاوی علی الدّر المختار، كتاب الحجّ، فصل فی الإحرام، تحت قوله: إذا أسفر جداً، ۵۰۵/۱

۲۱۲۔ صاحبِ ہدایہ کے اس مسئلہ سے یہ# ازہ لگا ی جاسکتا ہے کہ فقہاء کرام دینی مسائل میں کتنے محتاط تھے جو مسئلہ دلائل کے موافق ہ* اُسے لے e ورنہ توقف فرماتے، صاحبِ ہدایہ نے. # یہ لکھا ہے کہ تو یقیناً انہوں نے ''مختصر قدوری'' کا جو نسخہ** پ اُس میں اسی طرح تھا جس طرح کہ صاحبِ ہدایہ نے ''ہدایہ'' میں لکھا ہے اور اس کی* G علامہ قاسم بن قطلو بغا کی Ü سے بھی ہو جاتی ہے، کیو è علامہ قاسم نے "التصحيح و الترجيح" میں "مختصر قدوری" کی جو عبارت Ü کی وہ اس طرح ہے "قوله: و إذ طلعتِ الشمسُ أفاض الإمامُ و الناس حتى يأتوا منًى"

اور علماء کرام نے اِس کے چند جو#ت دیئے ہیں اُن میں سے ا ی یہ ہے کہ (صاحبِ قدوری کی طرف منسوب قول) ''. # سورج f ع ہو جائے'' کا مطلب ہے کہ. # f ع ہونے کے قری$ ہو جائے چنانچہ علامہ اکمل الدی ، تی حنفی لکھتے ہیں:

و أقول معنى قوله: و إذا طلعتِ الشمسُ: إذا قربتْ إلى الطُّلوعِ، و فعلَ ذلك اعتماداً على ظُهُور المسألة

یعنی، میں کہتا ہوں صاحبِ ہدایہ کے Ü کردہ قول ''اور. # سورج f ع ہو جائے'' کا مطلب ہے . # سورج f ع ہونے کے قری$ ہو اور مصنّف نے مسئلہ کے ر/ر کی بنا پ ایسا کیا (العناية شرح الهداية، كتاب الحجّ، باب الإحرام، ۵۰/۲)

اور بعض علماء کرام نے اِس کے جواب میں کہا ہے کہ یہ کا$ کی غلطی ہے چنانچہ علامہ حسن بن عمّار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں کہ

و قال التقانيُّ: الغلطُ وقعَ مِن الكاتبِ لا من القدوری نفسَه، ألا ترى الشّيخَ أبا النّصرِ البغداديَّ رحمه الله و هو من تلامذةِ الشَّيخ أبی الحسين القدوریّ رحمه الله فقد أثبتَ لفظَ القدوری فی هذا المواضع فی "شرحِه" بقوله: قال: "ثم يفيضُ الإمامُ مِن مزدلفة قبلِ طلوعِ الشّمس و النّاس معه حتى أتى منًى" و أثبتِ الإمامُ القدوریُّ فی "شرحِه" لمختصر الكرخی مثلَ هذا أيضاً فقال: "و يفيضُ الإمام قبلِ طلوعِ الشّمسِ

ہو جائے تو امام لوٹے، "ھدایہ" (۲۱۳) میں فرمایا کہ یہ غلط ہے کیو è نبی کریم ﷺ (مزدلفہ سے منیٰ کو) f ع آفتاب سے قبل لوٹے تھے اور یہ تمام "شرنبلالية" (۲۱۴) میں ہے۔

فيأتى منىً" (غنية ذوی الأحكام فی بغية درر الأحكام، كتاب الحج، تحت قوله: و إذا أسفر، ۲۲۷/۱)

یعنی، علامہ اتقانی نے (ھدایہ کی شرح "غاية البيان" كتاب الحج، باب الإحرام، ق ۲۱۱/ب میں) کہا غلطی کا$ سے ہوئی ہے نہ کہ امام قدوری علیہ الرحمہ سے، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ شیخ ابو النصر بغدادی علیہ الرحمہ جو شیخ ابو الحسین قدوری کے شا/ دوں میں سے ہیں انہوں نے اپنی شرح میں اِس مقام پ امام قدوری کا جو لفظ* .$ رکھا وہ یہ ہے کہ ''پھر امام مزدلفہ سے سورج 3 سے قبل لوٹے اور لوگ اُس کے ساتھ (لوٹیں) یہاں -- کہ منیٰ آئے'' اور امام قدوری نے "مختصر كرخی" پ اپنی شرح میں بھی اِس کی مثل* .$ رکھا پس امام قدوری نے فرمایا کہ ''امام f ع آفتاب سے قبل لوٹے پس منیٰ آئے''۔

اور اب "مختصر القدوری" کے نسخے تصحیح شُدہ ہیں، احقر کی Ã سے "مختصر القدوری" کے دس سے ز# نسخے /ر رے ہیں اور میں نے کسی میں بھی یہ غلطی نہیں* پ ئی ہے، جیسے دار الكتب العلمية، بيروت سے شیخ کامل محمد محمد عويضہ کی تحقیق سے چھپا ہوا نسخہ، ضياء العلوم X Å ، راولپنڈی سے حاشیہ "المظهر الضروری" کے ساتھ چھپا ہوا نسخہ، مكتبہ الفاروق الأعظم، تہران سے شیخ غلام مصطفیٰ سندھی کی تعلیق کے ساتھ چھپا ہوا نسخہ، قدیمی کتب خانہ، کراچی "التوضيح الضروری" کے ساتھ چھپا ہوا نسخہ، مكتبہ بشریٰ، کراچی سے حاشیہ "المعتصر الضروری" کے ساتھ چھپا ہوا نسخہ، دار الكتاب العربی، بیروت سے "اللباب" کے ساتھ چھپا ہوا نسخہ، مكتبہ حقا 6، ملتان سے "الجوهرة النيّره" کے ساتھ چھپا ہوا نسخہ، میر محمد کتب خانہ، کراچی سے "الجوهرة النيرة" کے ساتھ چھپا ہوا نسخہ، دار الكتب العلمية، بيروت سے "الجوهرة النيّرة" کے ساتھ چھپا ہوا نسخہ، دار الكتب العلمية، بيروت سے "التصحيح و الترجيح" کے ساتھ چھپا ہوا نسخہ۔

۲۱۳۔ الهداية، كتاب الحجّ، باب الإحرام، ۱۷۷/۲۔۱، اور اس میں "قدوری" کی جگہ "مختصر" ہے اس کے علاوہ یہاں "إنه غلط" ہے. # کہ "هدايه" میں "هذا غلط" ہے اور اس کے بعد ہے کہ "و الصّحيح: أنّه إذا أسفر أفاض الإمام و النّاس" اس کے بعد وہی عبارت ہے جسے علامہ شامی نے Ü کیا۔

۲۱۴۔ غنية ذوی الأحكام فی بُغية دُرَرِ الحُكّام، كتاب الحجّ، تحت قوله: و إذا أسفر الخ

ہاں اگر حاجی خُوب اُجالا ہوجانے کے بعد مَشعرِ حرام سے منیٰ کو چلے اور لوگوں کے ازدحام کی اور وجہ سے حُدودِ مزدلفہ سے ابھی نہ نکلا تھا کہ سورج طلوع ہوگیا تو اِس صورت میں وہ سنّت کا خلاف کرنے والا اساءت کا مرتکب نہ ہوگا چنانچہ علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

حتی لو طلَعَ الشّمسُ علیه و هو بمزدلفةَ لا یکونُ مخالفاً للسُّنَّةِ (۲۱۵)

یعنی، (خُوب اُجالا ہونے کے بعد حاجی مَشعرِ حرام سے چلے) حتی کہ اُس پر سورج طلوع ہوگیا اور وہ (ابھی) مزدلفہ میں تھا تو سُنّت کا مخالف نہ ہوگا۔

اب وہ لوگ کہ جن کے خیمے مزدلفہ میں ہوں وہ تین مؤکّدہ سُنّتوں کا قصداً خلاف کریں گے یعنی تو یہ کہ وہ ۸ ذوالحجہ کو مکہ) مہ سے آئیں گے تو بجائے منیٰ کے مزدلفہ میں قیام کریں گے۔ کہ منیٰ میں قیام سنّت مؤکّدہ تھا، اور اس کے تارک میں روافض کے ساتھ مشابہت بھی ہے کہ وہ اِس رات کو منیٰ نہیں آتے، دوسری یہ کہ۔ وہ شبِ مزدلفہ کے بعد اپنے خیموں کو لوٹیں گے تو سورج 3 کے بعد۔ مزدلفہ میں ہی رہیں گے۔ کہ سورج 3 سے قبل مَشعرِ حرام سے منیٰ کو لوٹنا سنّت مؤکّدہ تھا، اور اُن کو اُس شخص پر قیاس کر کے مخالفتِ سنّت کے ارتکاب سے بَری نہیں کیا جاسکتا جو خوب اُجالا ہونے کے بعد مَشعرِ حرام سے چلا ابھی مزدلفہ کی حُدود سے نہ نکلا تھا کہ سورج طلوع ہوگیا کیونکہ وہ عازم منیٰ ہے اور یہ عازم منیٰ نہیں ہیں کیونکہ اِس کی قیام گاہ منیٰ نہیں مزدلفہ ہے، اس طرح سنّت کی مخالف اور مشرکین کے عمل سے مشابہت ہوگی۔ کہ نبی کریم ﷺ نے مشرکین کی مخالفت کا قصد فرمایا تھا، اور اس سے وہ لوگ خارج ہیں جو مزدلفہ میں خیمہ ہونے کے باوجود سنّت کی موافقت اور مشرکین کی مخالفت کا قصد کرتے ہیں لیکن ایسے اقل قلیل ہیں جن کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور تیسری یہ ہے کہ رہ اور رہ کی راتوں کا اکثر حصہ منیٰ میں بسر کرنا مؤکّدہ ہے۔ کہ مزدلفہ کے مقیم اس سے محروم رہتے ہیں، یہ تینوں سنتیں مؤکّدہ ہیں اور اُن کا ارتکاب) وہ اور لُزومِ اساءت کا اور محرومی کا

۲۱۵۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب أحكام المزدلفة، فصل فی آداب التّوجّه إلى منیً، ص۲٤٤

ہے۔

اِس معاملے میں گروپ لیڈران کو چاہئے کہ وہ غور کریں اور اپنے ساتھ آنے والے حاجیوں کے لئے اُن مؤکّدہ سُنَن کی ادائیگی آسان بنا اور اُن کے ترک کا التزام نہ کریں، ان لوگوں کا مزدلفہ میں قیام اور مکہ میں قیام، قیام ہے بلکہ مزدلفہ میں قیام سے اُن کا مکہ میں قیام بہتر ہے کیونکہ مزدلفہ میں قیام سے تین مؤکّدہ سنتیں ترک ہوں گی کہ مکہ میں قیام سے دو، ایک آٹھ کو منیٰ پہنچ کر ۹ کی رات کا اکثر حصہ منیٰ میں گزارنے کی سنّت اور دوسری رہ اور رہ کی راتوں کا اکثر حصہ منیٰ میں گزارنے کی سُنّت، اور دس کی صبح سورج 3 سے قبل منیٰ کو 3 کی سُنّت فوت نہ ہوئی تو اس لحاظ سے مزدلفہ میں قیام سے مکہ میں قیام بہتر ہوا۔

اور یہ کہنا کہ یہ نیو منیٰ ہے جو دن کو منیٰ اور رات کو مزدلفہ رات کو منیٰ اور دن کو مزدلفہ ہے اس کی کوئی شرعی حقیقت نہیں ہے کیونکہ منیٰ کی حد لمبائی میں جمرہ عقبہ سے وادی محسّر تک ہے اور جمرہ عقبہ اور وادی محسّر دونوں اس میں شامل نہیں ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ جمرۂ عَقَبہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

لأنَّها أقصَى الجمرِ مِن منیً، و أقربُ إلى مكة، فإنَّها خارجةٌ عن حدِّ منیً (۲۱٦)

یعنی، وہ منیٰ کے جمرات میں سے اقصی جمرہ ہے اور مکہ) مہ سے قریب ہے پس یہ حدِ منیٰ سے خارج ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

هی ثالثُ الجمرات على حدِّ منیً من جهةِ مكّةَ و لیستُ من منیً (۲۱۷)

یعنی، جمرہ عقبہ یہ جمرات میں سے مکہ کی طرف تیسرا جمرہ ہے اور یہ منیٰ میں

۲۱٦۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب رمی الجمار، فصل فی صفة الرّمی الخ، ص۲٦۹

۲۱۷۔ رَدُّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، مطلب فی رمی جمرة العقبة، ۳/٦۰٦

نہیں ہے۔

اور وادیٔ مُحسَّر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

و فی "البحر": وادی محسِّرٍ موضعٌ فاصلٌ بین منیً و مزدلفةَ لیس مِن واحدةٍ منها، قال الأزرقی و هو خمسمائة ذراع و أربعون ذراعاً اھ لأنّه موقفُ النّصاری هم أصحابُ الفیل(۲۱۸)

یعنی، اور "بحر الرائق" (۲۱۹) میں ہے کہ وادیٔ مُحسَّر منیٰ اور مزدلفہ کے مابین (حدِّ) فاصل ہے دونوں میں سے کسی سے نہیں ہے (یعنی نہ منیٰ سے نہ مزدلفہ سے) علامہ ابوالولید محمد بن عبداللہ بن احمد مکی ازرقی متوفی ۲۴۴ھ فرماتے ہیں کہ وہ پانچ سو چالیس ہاتھ ہے اھ کیونکہ یہ موقفِ رئی ہے جو ہاتھی والے تھے۔

اور علامہ محبّ الدین طبری شافعی متوفی ۶۹۴ھ (۲۲۰) اور ابن الضیاء حنفی (۲۲۱) بھی کرتے ہیں کہ

عن ابن جریج قال: قلتُ لعطاء: أین منیً؟ قال: من العَقَبة إلی وادی مُحسَّر، قال عطاء: فلا أُحبُّ أنْ ینزلَ أحدٌ إلّا وراءَ العَقَبَةِ إلی وادی محسِّرٍ أخرجه الأزرقی

یعنی، ابن جریج سے مروی ہے کہ میں نے عطاء (تابعی) سے پوچھا کہ

۲۱۸۔ رَدُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الحجّ، مطلب فی الوقوف بمزدلفة، ۶۰۶/۳

۲۱۹۔ البحر الرائق، کتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قوله: .....

۲۲۰۔ الـقِری لقاصد أُمّ القُریٰ، الباب الحادی و الثّلاثون فی المبیت لیالی منیً، ما جاء (۲) فی حدود منیً، ص۵۴۳

۲۲۱۔ البحر العمیق، الباب الحادی عشر: فی الخروج من مکّة إلی منًی ثم عرفة، یوم التروية، ۱۴۱۵/۳

منیٰ کہاں ہے؟ انہوں نے فرمایا: جمرۂ عقبہ سے لے کر وادیٔ محسّر تک، » نے فرمایا، پس میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی (قیام منیٰ کے لئے) اُترے عقبہ کے بعد سے وادی محسّر تک، علامہ ازرقی نے اس کی تخریج فرمائی ہے۔

علامہ محبّ طبری (۲۲۲) نے اس باب میں اثر عمر، وابن عباس، ومجاہد رضی اللہ عنہم کرنے کے بعد لکھا جسے علامہ ابن الضیاء حنفی (۲۲۳) نے بھی کیا کہ:

فی هذه الأحادیث دلالة علی أنَّ حدَّ مِنیً من وادی مُحسِّر إلی جمرةِ العَقَبة، و لیس وادی محسِّر منهُ

یعنی، ان احادیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ منیٰ کی حد وادیٔ محسّر سے جمرۂ عقبہ تک ہے اور وادی محسّر منیٰ سے نہیں ہے۔

قاضی ومفتی مکہ علامہ ابوالبقاء محمد بن احمد ابن الضیاء مکی حنفی متوفی ۶۵۴ھ لکھتے ہیں:

و وادی مُحَسِّر: مسیلُ ماءٍ فاصلٌ بین مزدلفة و منیً، و هو لیس مِن منیً، و نقل القاضی عز الدین بن جماعة اتفاق الأئمة الأربعة علی ذلك (۲۲۴)

یعنی، وادی محسّر پانی بہنے کی جگہ جو مزدلفہ اور منیٰ میں فاصل ہے اور وہ

۲۲۲۔ الـقِری لقاصد أُمّ القُریٰ، الباب الحادی و الثّلاثون فی المبیت لیالی منیً، ما جاء (۲) فی حدود منیً، ص۵۴۳

۲۲۳۔ البحر العمیق، الباب الحادی عشر: فی الخروج من مکّة إلی منًی ثم عرفة، یوم التروية، ۱۴۱۵/۳

۲۲۴۔ البحر العمیق، الباب الحادی عشر، فی الخروج من مکة إلی منیً، مطلب: وادی مُحسِّر، ۱۶۵۱/۳

منیٰ سے نہیں ہے قاضی عزالدین جماعہ (۲۲۵) نے اس پہ ائمہ اربعہ سے اجماع نقل کیا ہے۔

اور منیٰ تقریباً دو میل لمبی گھاٹی ہے جو جمرہ عقبہ کے بعد سے شروع ہو کر وادی محسّر تک ختم ہوتی ہے اس لئے اس کی لمبائی کم ہے اور چوڑائی بہت کم ہے اور اس کے اطراف میں جو پہاڑ ہیں اُن کا بیرونی حصہ منیٰ سے اور بیرونی منیٰ سے خارج ہے یہی چوڑائی میں اس کی حدّ ہے چنانچہ علامہ محبّ الدین طبری متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

منیً شعبٌ طویلٌ نحو مِیلَین و عرضُه یسیرٌ و الجبال المحیطةُ بـه: مـا أقبـلَ مـنهـا عـلیـه فهـو مِن منیً، و ما أدبرَ فلیس مِن منیً(۲۲۶)

یعنی، منیٰ تقریباً دو میل کی مقدار طویل گھاٹی ہے اس کی چوڑائی تھوڑی ہے اور پہاڑ جو اسے احاطہ کئے ہوئے ہیں اُن کی جو سامنے کی طرف ہے وہ منیٰ ہے اور جو پچھلی طرف ہے وہ منیٰ سے نہیں ہے۔

لہٰذا کُبریٰ فیصل سے لے کر وادی محسّر تک حصے میں خیمے نصب کر کے اُسے نیو منیٰ کہنا ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اس جگہ موجود شخص مزدلفہ میں ہی رہے گا نہ کہ منیٰ میں اور اس جگہ رات گزارنے سے مزدلفہ میں رات گزارنا ہے نہ کہ منیٰ میں۔

اور حاجی کیمپ لیڈران میں سے جو اپنے حاجی کیمپ کے لئے اس جگہ خیمے حاصل کرے اُسے

۲۲۵۔ هداية السالك، الباب الحادی عشر فی الخروج من مكة إلى منًى إلخ، ۱۰۷۹/۳
و فیـه: و وادی مُـحَسِّـرٍ، مَسِیـلُ ماءٍ فاصلٌ بین مزدلفة و مِنیً، كذا نقل النّووی رحمه الله عن الشّافعیّة، و جزم بأنّه لیس منیً، و هو قول الثّلاثةِ
یعنی، وادی مُحسّر پانی بہنے کی جگہ ہے جو مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان ہے اس طرح امام نووی علیہ الرحمہ نے شافعیہ سے نقل کیا ہے اور ثم فرمایا کہ یہ منیٰ نہیں ہے اور یہی ائمہ ثلاثہ کا قول ہے۔

۲۲۶۔ الـقِـریٰ لقاصِدِ أمِّ القُریٰ، الباب الحادی و الثّلاثون فی المبیت لیالی منیً، ما جاء (۲) فی حُدود منیً، ص۵۴۳

چاہئے کہ وہ لوگوں کو اس کی کوئی مالی و مادی منفعت بتا کر راغب نہ کرے کیونکہ یہ تو مؤکّدہ سُنَن کا تک ہے اور دوسرا یہ کہ یہ مؤکّدہ سُنَن تک کروانے کا سامان کرنا۔ پھر اس کی رغبت دلانا۔ شنیع فعل ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی فجر کی دو مؤکّدہ سنّتوں، ظہر کی چار، دو مؤکّدہ سنّتوں، مغرب، عشاء کی دو مؤکّدہ سنّتوں کے تک کی ترغیب دلائے اور کہے سنّت ہی ہے اور کیا ہے اگر چھوڑ دی تو کچھ لازم نہیں آئے گا اور مزید آں اس کے چھوڑنے کے فائدے بتائے کہ اگر تو یہ سنّتیں چھوڑ دے گا تو تیرا اتنا وقت بچے گا جس میں تو اتنے روپے کما لے گا، کوئی مسلمان ایسا کرنا تو دُور کی بات ہے ایسا کرنے کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا کہ وہ مسلمانوں کو نماز کی مؤکّدہ سنّتیں چھوڑنے کا مشورہ دے، رغبت دلائے، چھوڑنے کے فوائد گنوائے، اگر یہ نماز کی مؤکّدہ سنّتیں ہیں تو وہ حج کی مؤکّدہ سنّتیں ہیں۔ ان کو چھوڑنے کا مشورہ دینا ایسا ہی ہے جیسا مقیم کو نماز کی مؤکّدہ سنّتیں چھوڑنے کا مشورہ دینا، ان کو چھوڑنے کی رغبت دلانا ایسا ہی ہے جیسا نماز مؤکّدہ سنّتیں چھوڑنے کی رغبت دلانا، ان کے تک کے فوائد گنانا ایسا ہی ہے جیسا نماز کی مؤکّدہ سنتوں کو چھوڑنے کے فوائد گنانا، اگرچہ آج کل حجاج کرام کی اکثریت ایسی ہوتی جا رہی ہے کہ جن کے پیش نظر مناسکِ حج کی صحیح ادائیگی نہیں ہوتی وہ صرف آرام و راحت اور مالی منفعت کو مدِّ نظر رکھتے ہیں، اور آپریٹر اُن کی اس غلط سوچ، نظریے کو تقویت دینے کی بجائے اُن میں مثبت سوچ بیدار کرنے کی سعی کریں، وہ جو اس سعادت کے حصول کے لئے عرصے دعا کرتے رہے اور ہر آنے والے کو دعا کے لئے کہتے رہے اور زر کثیر خرچ کر کے اپنا کچھ چھوڑ کر یہاں پہنچے اور یہاں آ کر انہوں نے کچھ بھلا دیا، یہاں کہ اُن کو اپنے آنے کا مقصد بھی بھلا دینا رہا، انہیں اُن کے آنے کا مقصد یاد دلانا اور مقصود کے حصول کے لئے سامان مہیا کریں۔ حجاج کرام کی اکثریت ہدایا و تحائف کی خاطر اربوں روپیہ کثیر رقم خرچ کر دیتی ہے مشاہدہ کرنا۔ ہو تو حجاج کرام کو اُس وقت دیکھئے جب وطن واپسی کے لئے وہ ائیر پورٹ پہ ہوں اور اُن کے سامان کا وزن ہو رہا ہو، انہیں سمجھ نہ آ کہ اگر گنجائش نہیں ہے تو ہدایا و تحائف میں کمی کر دیں اور ترکِ سنّت مؤکّدہ کا التزام

نہ کریں جس محبوب کے طفیل ساری نعمتیں ملیں اُسی پیارے آقا کی مؤکدہ سنّت کو قصداً ترک کر. کسی طرح بھی منا . نہیں ہے۔

*. دان لوگ کہتے ہیں کہ فلاں ا وپ بہت اچھا ہے کہ اس نے اتنی اچھی رہائش دی، بہترین کھا. ¿ ی، یہ سہو - دی وہ سہو - دی. # کہ حقیقت یہ ہے کہ ا وپ وہی اچھا ہے جس نے آپ کو آپ کے آنے کا مقصو¿ ی دلا¿ ی، آپ سے حج کے مناسک صحیح ادا کروائے، آپ کے لئے عبادت و بندگی کے ¿ ی دہ سے ¿ ی دہ مواقع فراہم کئے، 1 کیا کریں المیہ تو یہ ہے کہ ا وپ ! زکی اکثر $ ایسی ہے کہ جن کو دین سے کوئی وابستگی ہی نہیں، اُن کا مقصود صرف اور صرف حصولِ زر ہے، اکثر تو ایسے ہیں کہ جنہیں حج کے ارکان اور واجبات -- کا بھی علم نہیں اُن سے بھلا کیا توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ حجاج کرام کے لئے فرائض و واجبات صحیح ادا کرانے کی سعی کریں گے۔ ا چہ ایسے بھی ہیں جو حجاج کرام کے مناسک کی صحیح صحیح ادائیگی کا اہتمام کرتے ہیں ان کی مکمل رہنمائی کا انتظام کرتے ہیں اُن کو آنے کا مقصد ¿ ی دلانے کی سعی کرتے ہیں، انہیں روحانی غذا مہیا کرنے کا بندوبست کرتے ہیں لیکن ایسے بہت ہی کم ہیں۔

ا انہیں کہا جائے کہ جمرات کے قر $ خیمے مہنگے ہیں تو تم لوگ منٰی کے آ ¯ میں دُور خیمے + لولازماً وہاں قیمت کم ہوگی تو کہتے ہیں کہ اس سے بہتر ہے کہ ہم مزدلفہ میں خیمہ لے لیں کیو è حاجی کو کنکر ¿ یں مارنے کے لئے دونوں صورتوں میں ¿ ی دہ ہی چلنا پڑے گا. دان یہ نہیں سمجھتے کہ حاجی کے چلنے اور جمرات سے فاصلے کا مسئلہ نہیں ہے، مسئلہ صرف وصرف مؤکدہ سنتوں کی دائیگی اور عدم ادائیگی کا ہے منٰی میں خیمے e ہیں مؤکدہ سنتوں کی ادائیگی کا اہتمام ہے. # کہ مزدلفہ میں خیمے + نے میں ان مؤکدہ سنتوں کے ترک کی سعی ہے۔

اور بعض ا وپ ! زیہ بھی کہتے ہیں کہ حجاج کرام منٰی سے رات کو ہی عرفات بسوں میں روانہ ہوجاتے ہیں وہ بھی تو سنّت کو ترک کرتے ہیں کیو è سنّت یہ ہے کہ حاجی نو¯ ریخ کو f عِ آفتاب کے بعد منٰی سے عرفات کو روانہ ہو، اور وہ لوگ فجر جسے منٰی میں ادا کر. سنّت تھا اُسے عرفات میں جا کر ادا کرتے ہیں اور وہ رات کہ جسے منٰی میں ا. ا¿ سنّت تھا اُسے عرفات

میں ا. ارتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نہیں کہتے کہ یہ در - ہے بلاعُذر ایسا کر. یقیناً در - نہیں ہے کہ اس میں سنّت کا ترک لازم ¯ ہے کیو è رات کا اکثر حصہ منٰی میں ا. ا¿. سنّت تھا اور وہ ن** ¿ ی H اور ü زفجر منٰی میں ادا کر. سنّت تھا وہ ادا نہ ہوئی، لیکن مشاہدہ یہ ہے کہ جو بسیں f عِ آفتاب کے بعد عرفات کو روانہ ہوتی ہیں اُن کے راستہ میں پھنس جانے کا امکان ¿ ی دہ ہو* ہے کیو è لوگ راستوں ¸ بیٹھ جاتے ہیں کہ پیدل چلنا بھی دشوار ہو جا* ہے، اس لئے ا وپ آ¸ یٹرز اس کا رِسک اُٹھانے کے لئے تیار نہیں ہوتے اس کا آسان حل یہی ہے کہ اس رات کا اکثر حصہ ا. رنے ¸ حاجیوں کی بسیں لے کر عرفات روانہ ہوں وہ اس طرح کہ مغرب سے رات شروع ہوجاتی ہے فجر - ¯ ں کا حساب لگا¿ ی جائے. # آدھے سے ¿ ی دہ وقت ا. رجائے اس وقت روانہ ہوں اس طرح یہ سنّت مؤکدہ ادا ہو جائے گی، ا وپ آ¸ یٹرز اسے ممکن بنا h* ہیں کیو è بسیں دینا معلّم حضرات کے بس میں ہے اور اُن کو انہوں نے بھاری رقم ادا کی ہوتی ہے لہٰذا تھوڑی سے کوشش سے اس مؤکدہ سنّت کی ادائیگی کو ممکن بنا¿ ی جاسکتا ہے¿. قی رہا f عِ آفتاب کے بعد عرفات روانگی فی زمانہ اس ¸ عمل کرنے کے لئے پیدل چلنے کے سوا کوئی حل Ã نہیں ¯ ۔

بہرحال اُن لوگوں کا مزدلفہ میں خیمے e کے لئے اس*. ت کو جواز بنا* سوائے*. دانی کے اور کچھ نہیں ہے ا مان لیا جائے جیسا کہ انہوں نے کہا حاجیوں کی ا- مؤکدہ سنّت ترک ہوتی ہے لیکن یہ لوگ جو کرتے ہیں اس سے تو تین تین مؤکدہ سنّتیں ترک ہوتی ہیں مز+ یہ کہ یہ لوگ اپنا پیکج بیچنے کے لئے اس کے فضائل بیان کرنے سے بھی نہیں چُو کتے. # دین کو تجارت سمجھ لیا جائے تو ایسی ہی حرکتیں سرزد ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ ہمارے ان بھائیوں کو ہدا $ » فرمائے۔

حاجی. # بکنگ کے لئے ¯ ہے تو وہ . سے پہلے یہی پوچھتا ہے کہ ہوٹل کیسا ہوگا کھا. کیسا ہوگا یعنی سہو - کو مدِّ Ã r ¯ ہے اور پھر اس*. ت کو دیکھتا ہے کہ ¯ ا وپ ایسا ہے جو ہزار دو ہزار روپے کم وصول کر رہا ہے یہ نہیں پوچھتے کہ ان کی رہائش حرم شریف سے کتنی

قریب ہوگی کہ انہیں M اللہ شریف کی حاضری اور روضہ رسول ﷺ کی زیارت آسانی سے میسر آئے، اور اُن کے خیمے منیٰ میں ہوں گے یا نہیں کہ اُن کی سُنَن ادا ہوں، . # + ارایسے آنے لگے تو دکا+ اروں نے دکا " بھی ویسی ہی سجانی شروع کر دیں اور حج جو ا۔ عظیم فریضہ اور افضل ترین عبادت ہے اُسے + اروں اور دکا+ اروں نے مل کر تجارت بنا لیا، اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ» فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ حبیبک سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

يوم الإثنين، ١٧ محرم الحرام ١٤٣١ھ، ٤ يناير ٢٠١٠ م 651-F

حج میں دم شکر کی جگہ قر. نی کر*.

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و ¤ ن شرع متین اس مسئلہ میں کہ ا۔ شخص نے جو حج سے* . رہ روز قبل مکہ* ۔ اور اس نے عمرہ ادا کر کے احرام کھول* ۔ حج پھر مکہ سے حج کا احرام* + ھا اور دس* ریخ کو قر. نی سمجھ کر جانور ذبح کیا یعنی وہ قر. نی جو عید الضحیٰ میں کی جاتی ہے تو کیا اس پ حج تمتع* ۔ قران کی وجہ سے جو جانور ذبح کر* لازم* ۔ تھا وہ ساقط ہو جائے گا یا نہیں؟

(السائل:)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: ا/ کوئی شخص عید الضحیٰ کی قر. نی کی M سے حج تمتع* ۔ قران میں جانور ذبح کر* ہے تو اس پ وہ دم جو حج تمتع* ۔ قران کی وجہ سے وا. # ہوا ساقط نہ ہوگا جسے دمِ شکر کہا جا* ہے چنانچہ محرر مذہب نعمانی امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں:

امرأةٌ تمتَّعتُ فضحَّتُ بشاةٍ لم تجُزْها عن المتعةِ (٢٢٧)

یعنی، ا۔ عورت نے حج تمتع کیا پس اس نے ا۔ بکری کی قر. نی دی تو

٢٢٧۔ الجامع الصّغير مع شرحه لابن مازه، كتاب الحجّ، باب التمتع، مسألة (٦)، ص ٢٦١

وہ بکری کا ذبح کر* اُسے (دم) تمتع سے جا، نہ ہوگا۔

''جامع صغیر'' کے اس مسئلہ کو علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ نے ان الفاظ سے Ü کیا ہے:

و إذا تمتَّعتِ المرأةُ فضحَّتْ بشاةٍ لم يَجُزْها عن دم المتعةِ(٢٢٨)

یعنی، . # عورت نے حج تمتع کیا پس اس نے ا۔ بکری کی قر. نی دی تو یہ قر. نی اُسے دم تمتع سے جا، نہ ہوگی۔

کیو è عید الضحیٰ کی قر. نی الگ ہے اور حج تمتع کا دم الگ ہے چنانچہ اس قر. نی سے دم تمتع ادا نہ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے صدر الشہید عبد العزیز ابن مازہ بخاری حنفی متوفی ۳۵۶ھ لکھتے ہیں:

لأنَّ دمَ المُتعةِ مع دم الأُضحيةِ غيرانِ، فلا يسقُطُ بها عنها هذا الدَّمُ (٢٢٩)

یعنی، کیو è حج تمتع کا دَم اُضحیہ کے دَم (یعنی عید الضحیٰ کی قر. نی) کے ساتھ الگ ہے پس اِس سے اُس پ سے یہ دَم ساقط نہ ہوگا۔

اور علامہ مرغینانی حنفی نے لکھا ہے کہ

لأنّها أتتْ بغيرِ واجبٍ (٢٣٠)

یعنی، کیو è وہ عورت غیر وا. # کو لائی (یعنی قر. نی وا. # نہ تھی اس پ تو حج تمتع کا دم وا. # تھا اس نے جو وا. # تھا اُسے ادا نہ کیا)۔

اِس کے تحت شارح صحیح بخاری علامہ + رالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

٢٢٨۔ بداية المبتدى مع شرحه للمؤلِّف، كتاب الحجّ، باب التّمتع، ١۔٢/١٩٣

٢٢٩۔ شرح الجامع الصّغير لابن مازة، كتاب الحجّ، باب التّمتّع، مسألة (٦)، ص ٢٦١

٢٣٠۔ الهداية، كتاب الحجّ، باب التّمتّع، ١۔٢/١٩٣

لأنَّ دَم الـمُتعةِ واجبٌ، و الأُضحيةُ غيرُ واجبٍ عليها، لأنَّها مسافرةٌ، و لا أُضحيةَ على المسافرةِ (٢٣١)

یعنی، کیوè دم تمتع وا. # ہےاور (عیدالضحیٰ کی) قr. نی اُس پ واجب نہیں، کیوè وہ مسافرہ ہےاور مسافرہ پ قr. نی نہیں ہے۔

فقہاء کرام نے عورت کا ذکر کیا ہےاوراگر مرد اس طرح کرے تو اُس کا بھی یہی حکم ہو گا، چنانچہ علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

و كذا الجوابُ فی الرّجُلِ (٢٣٢)

یعنی، اوراس طرح حکم ہے مرد میں۔

اس کے تحت علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

يعنى عن الرّجل إذا تمتّع فضحّى شاةً لم يُجزئه عن دم المتعةِ (٢٣٣)

یعنی، مرد. # حج تمتع کرے پس وہ بکری کی قr. نی دے تو (یہ قr. نی) اُسے حج تمتع کے دَم سے جاءَ نہ ہوگی۔

لیکن ہمارے بلاد کے حجاج کرام عام طور پ حج تمتّ* یا حج قِران کے دَم کو قr. نی ہی کہتے ہیں اوراُن کی مراد حج کی قr. نی ہوتی ہےاور حج کی قr. نی کی یہی دَم شکر ہے، ہاں اگر کوئی شخص اس میں قصداً عیدالضحیٰ کی قr. نی کی Mا کرلے تو اُس پ حج تمتّ* یا قِران کا دَم ساقط نہ ہوگا، . # دَمِ شکراس پ* . قی رہااوراس نے حلق کروالیا تو رمی، ذبح اور حلق میں ترتM* . قی نہ رہی اور یہ ترتM وا. # ہے، لہٰذا وہ اس وا. # کے ترک کا بھی مرتکب ہوا اوراس پ ایـ دَمِ جبر بھی لازم آیا۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الإثنين، ذوالحجة١٤٢٩ھ، ديسمبر ٢٠٠٨ م 670-F

٢٣١۔ البناية، كتاب الحجّ، باب التّمتّع، ٣٢٢/٤

٢٣٢۔ الهداية، كتاب الحجّ، باب التّمتّع، ١۔١٩٣/٢

٢٣٣۔ البناية، كتاب الحجّ، باب التمتّع، ٣٢٢/٤

عورت کے حق میں حلق کروا* کیسا ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مu ن شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت کے حق میں حلق کا کیا حکم ہے؟

(السائل: ایـ حاجی، مکہ) مہ)

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: عورت کے حق میں حلق) وہ تحریمی ہے، چنانچہ صاحبِ فتح القدیر کے شاگرد (٢٣٤) علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی کی ''لباب'' میں عبارت "بل واجبٌ لهنّ" یعنی بلکہ تقصیر عورتوں کے حق میں وا. # ہے کے تحت 5علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

لكراهةِ الحلقِ كراهة تحريمٍ فی حقِّهنّ (٢٣٥)

یعنی، حلق عورتوں کے حق میں) وہ تحریمی ہونے کی وجہ سے (اُن کے حق میں تقصیر وا. # ہے)

اور حلق کو عورتوں کے حق میں مرد کے داڑھی منڈوانے کی طرح مُثلہ قرار دیا جو کہ ممنوع ہے، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

هو مسنونٌ، و هذا فی حقِّ الرَّجُلِ، و يكرهُ للمرأةِ ، لأنَّه مُثلَةٌ فی حقِّها كحلق الرَّجُل لحيتَهُ (٢٣٦)

٢٣٤۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی نے تصریح کی ہے کہ صاحب # لُباب علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ بن ابراہیم سندھی حنفی صاحب # فتح القدیر امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی کے شاگرد تھے، دیکھئے: "منحة الخالق على البحر الرائق" (كتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قوله: و طف مضطجعاً، ٥٧٣/٢)

٢٣٥۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب مناسك منىً، فصل فی الحلق و التّقصير، ص٢٥٣

٢٣٦۔ رَدُّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، فصل فی الإحرام و صفة المفرد بالحجّ، تحت قوله: و حلقُه أفضلُ

یعنی، حلق مرد کے حق میں افضل ہے اور عورت کے حق میں) وہ (تحریمی) ہے کیونکہ وہ عورت کے حق مرد کے اپنی داڑھی مونڈھنے کی طرح مُثلہ ہے۔

اور اگر صالح ضرورت کی وجہ سے ہو تو) وہ نہیں جیسے کسی بیماری کے باعث سر کے بال پتھر کی مانند ہو جائے جس کا واحد حل حلق ہی ہو تو اس صورت میں عورت کو حلق روا ہوگا، اسی لئے 5علی قاری حنفی نے حلق کو عورتوں کے حق میں) وہ تحریمی قرار دینے کے بعد لکھا:

إلّا لضرورةٍ (۲۳۷)

یعنی، 1 یہ کہ حلق کسی ضرورت کی وجہ سے ہو (تو) وہ نہیں)۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٥ ذوالحجة ١٤٣٠ھ، ٢٢ نوفمبر ٢٠٠٩م، 659-F

عورت کے بال چھوٹے بڑے ہوں تو تقصیر کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی محرمہ کے بال چھوٹے بڑے ہوں اور کسی سے چھوٹے بال کانوں کی لو تک ہوں تو اس صورت میں تقصیر میں کوئی رعایت ہے کہ اُس کی کثرت سے عمرہ کرنے کی خواہش بھی ہو؟

(السائل: C/O محمد فیاض، مکہ) مہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: تقصیر میں چوتھائی سر کے بالوں سے کترواناضروری ہے چنانچہ علامہ امام فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ (۲۳۸) اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ (۲۳۹) لکھتے ہیں اور علامہ سید محمد امین ابن

۲۳۷۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب مناسك منیً، فصل فی الحلق و التّقصیر، ص۲۵۳

۲۳۸۔ تبیین الحقائق، کتاب الحج، باب الإحرام، ، تحت قوله: و الحلق أحبّ، ۳۰۸/۲

۲۳۹۔ البحر الرائق، کتاب الحج، باب الإحرام، تحت قوله: ثمَّ احلق أو قصِّر الخ، ٦٠٦/٢

عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ (۲۴۰) لکھتے ہیں:

و المرادُ بالتّقصیرِ أنْ یأخُذَ الرَّجُلُ و المَرأَةُ من رُؤوس شَعرِ رُبع الرّأسِ مقدارَ الأنمِلَةِ، و اللّفظ للزّیلعی

یعنی، تقصیر سے مراد یہ ہے کہ مرد اور عورت اپنے سروں سے چوتھائی سر سے ایک پورے کی مقدار بال لیں۔

علماء کرام نے لکھا ہے کہ پورے سے کچھ زائد کتروائے کہ چوتھائی بالوں میں سے ہر ایک بال ایک پورے کی مقدار تک جائے کیونکہ اکثر بال چھوٹے بڑے ہوتے ہیں چنانچہ امام علاؤالدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

قالوا: یجبُ أن یزیدَ فی التَّقصیرِ علی قدَرِ الأنمِلَةِ، لأنَّ الواجبَ هذا القدرُ من أطرافِ جمیعِ الشّعرِ، و أطرافُ جمیعِ الشَّعرِ لا یَتَساوی طولُها عادةً، بل تتفاوتُ، فلو قصّر قدرَ الأنمِلَةِ لا یصیرُ مستوفیاً قدرَ الأنمِلَةِ من جمیعِ الشَّعرِ بل مِن بعضِه فوجَبَ أن یَزیدَ علیه حتّی یستیقنَ باستیفاءِ قدرِ الواجبِ، فیخرجُ عن العُهدة بیقینٍ (۲۴۱)

یعنی، فقہاء کرام نے فرمایا کہ واجب ہے کہ تقصیر میں پورے کی مقدار سے زیادہ کرے کیونکہ یہ مقدار تمام بالوں کے اطراف سے واجب ہے، اور تمام بالوں کے اطراف کی لمبائی عادۃً برابر نہیں ہوتی بلکہ اس لمبائی میں تفاوت ہوتا ہے، پس اگر ایک پورے کی مقدار تقصیر کرے گا تو تمام بالوں سے پورے کی مقدار کو پوری کرنے والا نہیں ہوگا بلکہ بعض بالوں سے،

۲۴۰۔ رَدُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الحج، مطلب: فی رمی الجمرة العَقَبة، تحت قوله: بأن یأخذ إلخ، ٦١١/٣

۲۴۱۔ بدائع الصنائع، کتاب الحجّ، فصل فی مقدارِ الواجبِ فی الحلقِ، ١٠١/٣

پس وا. # ہوا کہ اس مقدار پر تقصیر میں ز*. دہ کرے** کہ وا. # مقدار کی تقصیر یقینی ہو جائے پس یقین کے ساتھ عُہد ا. ا ہو جائے۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی Ü کرتے ہیں:

قالوا: يجبُ أن يزيدَ في التَّقصِيرِ على قَدرِ الأَنمِلَةِ حَتَّى يَستَوفِيَ قدرَ الأَنمِلَةِ مِن كلِّ شعرةٍ برأسِه لأَنَّ أطرافَ الشَّعرِ غيرُ مُتساويةٍ عادةً (٢٤٢)

یعنی، فقہاء کرام نے فرمایا کہ وا. # ہے کہ تقصیر میں پورے کی مقدار سے کچھ ز*. دہ کرلے** کہ اُس کے سر کے ہ*. ل سے پورے کی مقدار پوری ہو جائے کیو è عادۃ* . لوں کے سرے. ا. نہیں ہوتے۔

لہٰذا چوتھائی سر کے* . لوں سے پورے کی مقدار پوری کرنے کے لئے عورت کو چاہئے کہ اپنی پوری چٹیا پکڑ کر اُس میں سے ا- پورے سے کچھ ز#+ کاٹ لے کیو è چٹیا میں عموماً چوتھائی سر کے* . لوں سے ز#*. ل ہوتے ہیں۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

يوم الإثنين، ٣ ذوالحجة١٤٢٩ھ، ١ ديسمبر ٢٠٠٨ م 667-F

٢٤٢ـ البحر الرائق، كتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قوله: ثُمَّ احلق أو قصِّر الخ، ٦٠٦/٢

نوٹ!!

☆..... منی آرڈر کی فیس زیادہ ہونے کی وجہ سے آپ کو سہولت دی گئی ہے کہ آپ اپنی منی آرڈر رسید سے زیادہ ممبران کی فیس اپنی ساتھ بھیج سکتے ہیں۔

☆..... ممبر شپ حاصل کرنے کے لئے علیحدہ فارم کی ضرورت نہیں، آپ اسی فارم کو پُر کر کے بھیج سکتے ہیں۔

☆..... زیادہ ممبران ہونے کی صورت میں اس فارم کی فوٹو کاپی بھی استعمال کی جا سکتی ہے۔

☆..... تمام ممبران کو مطلع کیا جاتا ہے کہ فارم جلد از جلد پُر کر کے روانہ کر دیں تاخیر کی صورت میں کتاب نہ ملنے پر شکایت قابل قبول نہ ہوگی۔

☆..... اپنا ایڈریس مکمل اور صاف تحریر کر کے روانہ کریں ورنہ ممبر شپ حاصل نہ ہونے پر ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔

☆..... اپنے ممبران خط کے علاوہ منی آرڈر پر بھی اپنا ممبر شپ نمبر ضرور تحریر کریں۔

☆..... اپنا رابطہ نمبر بھی ضرور تحریر کریں۔

☆..... ممبر شپ حاصل کرنے کے خواہش مند افراد دسمبر 2010ء تک اپنا ممبر شپ فارم جمع کرا دیں بصورت دیگر ممبر شپ کا حصول مشکل ہوگا۔

☆..... براہِ کرم منی آرڈر جس نام سے روانہ کریں، خط بھی اسی نام سے روانہ کریں تاکہ خط اور منی آرڈر کے ضائع ہونے کا امکان نہ رہے۔

محترم المقام جناب.....السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان اپنے سلسلہ مفت اشاعت کے تحت ہر ماہ ایک مفت کتاب شائع کرتی ہے جو کہ پاکستان بھر میں بذریعہ ڈاک بھیجی جاتی ہے گذشتہ دنوں جمعیت نے سال رواں کے لئے اپنے سلسلہ مفت اشاعت کی نئی پالیسی کا اعلان کیا ہے جس کے تحت ممبر شپ حاصل کرنے کی فیس -/100 روپے سالانہ ہی کو قرار رکھا گیا ہے۔

اس خط کے ذریعے آپ سے التماس ہے کہ آپ اس خط کے آخر میں دیئے ہوئے فارم پر اپنا مکمل نام اور پتہ خوشخط لکھ کر ہمیں منی آرڈر کے ساتھ ارسال کر دیں تاکہ آپ کو نئے سال کے لئے جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کے سلسلہ مفت اشاعت کا ممبر بنا لیا جائے۔ صرف اور صرف منی آرڈر کے ذریعے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول ہوگی، خط کے ذریعے رقم بھیجنے والے حضرات کو ممبر شپ جاری نہیں کی جائے گی۔ البتہ کراچی کے رہائشی دوسرے جو حضرات دستی طور پر دفتر میں آ کر فیس جمع کروانا چاہیں تو وہ روزانہ شام 5 بجے سے رات 12 بجے تک رابطہ کر سکتے ہیں، ممبر شپ فارم جلد از جلد جمع کروانا ضروری ہے۔ دسمبر تک وصول ہونے والے ممبر شپ فارم پر سال کی پوری 12 کتابیں ارسال کی جائیں گی البتہ اس کے بعد موصول ہونے والے ممبر شپ فارمز پر مہینے کے اعتبار سے بتدریج ایک کتاب کم ارسال کی جائے گی مثلاً اگر کسی کا فارم جنوری میں موصول ہوا تو اسے 11 کتابیں اور اگر کسی کا فروری میں موصول ہوا تو اسے 10 کتابیں ارسال کی جائیں گی۔

نوٹ: اپنا نام، پتہ، موجودہ ممبر شپ نمبر (منی آرڈر اور فارم دونوں پر) اردو میں نہایت خوشخط اور خوب واضح لکھیں تاکہ کتابیں وقت اور آسانی کے ساتھ آپ تک پہنچ سکیں۔ نیز اپنے ممبران کو خط لکھنا ضروری نہیں بلکہ منی آرڈر پر اپنا موجودہ ممبر شپ نمبر لکھ کر روانہ کر دیں اور خط لکھنے والے حضرات جس نام سے منی آرڈر بھیجیں خط بھی اسی نام سے روانہ کریں۔ منی آرڈر میں اپنا فون نمبر ضرور تحریر کریں۔ تمام حضرات دسمبر تک اپنا فارم جمع کرا دیں۔

ہمارا پوسٹل ایڈریس یہ ہے:

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی۔74000

فقط
سید محمد طاہر نعیمی (معاون محمد سعید رضا)
شعبہ نشر و اشاعت 021-32439799
0321-3885445

.....

نام.....ولد .....

مکمل پتہ.....

.....

فون نمبر.....سابقہ سیریل نمبر.....

نوٹ: ایک سے زائد افراد ایک ہی منی آرڈر میں رقم روانہ کر سکتے ہیں اور فارم نہ ملنے کی صورت میں اس کی فوٹو کاپی استعمال کی جا سکتی ہے۔

العروة فی مناسك الحج و العمرة

فتاویٰ حج و عمرہ

(حصہ ششم)

تالیف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:32439799

*نام کتاب : العروة فی مناسك الحج و العمرة

''فتاویٰ حج وعمرہ''

تصنیف : حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

سن اشاعت : محرم1431ھ۔دسمبر2010ء

تعداد اشاعت : 3000

*نشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:32439799

خوبی: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net

پر موجود ہے۔

اطلاع

تمام قارئین اور ممبران کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ادارے کے ماتحت سن 2010ء کی ممبرشپ کے لئے ماہ اکتوبر و ماہ نومبر کی کتاب میں فارم شائع ہو چکا ہے، اب آپ کی سہولت کے لئے ماہ دسمبر میں دوبارہ فارم شائع کیا جا رہا ہے لہٰذا تمام قارئین اور ممبران سے جو کہ سن 2010ء کے لئے ممبرشپ حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ کتاب کے آخر میں دیئے فارم کو جلد از جلد پُر کر کے ادارے کے ایڈریس پر روانہ کر دیں تاخیر کی صورت میں ممبرشپ کا حصول دشوار ہوگا۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
☆	پیشِ لفظ	5
۱۔	عورت کے بال چھوٹے ہوں تو تقصیر کا حکم	7
۲۔	جمرات کی رمی میں ترتیب	11
۳۔	عورتوں کے لئے دن میں رمی افضل ہے یا رات میں	17
۴۔	قصداً ممنوعات احرام کے مرتکب پر ترکِ واجبات کا حکم	18
۵۔	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر	26
۶۔	حالتِ احرام میں جسم پر پٹی باندھنا	28
۷۔	حالتِ احرام میں خوشبو سونگھنے کا حکم	29
۸۔	حالتِ احرام میں موتیا اور خوشبو والی کریم کا حکم	31
۹۔	رمی میں عورتوں کا ہجوم	33
۱۰۔	تینوں دنوں کی رمی ترک کی تو کیا لازم ہوگا	35
۱۱۔	حائضہ کا بوقتِ رُخصت کعبہ کی زیارت کرنا	37
۱۲۔	بلا احرام مکہ پہنچنے والے حاجی کا حکم	38
۱۳۔	اُلٹا طواف کرنے والے کا حکم	40
۱۴۔	طواف میں طہارت حکمیہ کی حیثیت	43
۱۵۔	بے وضو حالتِ جنابت کے لئے نفلی طواف کا حکم	49

۱۶۔	بے وضو حالتِ جنابت میں طوافِ زیارت سے وداع کرنا	53
۱۷۔	طہر متخلّل میں کئے گئے نفلی طوافوں کا حکم	56
۱۸۔	طواف میں حقیقیہ سے پاکیزگی حاصل کرنا	60
۱۹۔	طواف کرنے والے کے کپڑوں پر نجاست کا حکم	63
۲۰۔	حلق یا تقصیر کے بغیر احرام کھولنے والے کا حکم	64
۲۱۔	عمرہ میں حلق سے قبل مونچھیں منڈوانے کا حکم	69
۲۲۔	ایک عمرہ کے حلق سے قبل دوسرے عمرہ کا احرام	72
۲۳۔	حجِ تمتع کی میقات سے آنے والی عورت کو ماہواری آجائے	75
۲۴۔	حجِ قران کی میقات سے آنے والی عورت کو ماہواری آجائے	80
۲۵۔	ایامِ حیض میں پئے جانے والے طُہر میں ادا کئے گئے عمرہ کا حکم	82
۲۶۔	دم فوری دینا ضروری ہے یا اس میں تاخیر کی اجازت ہے؟	89
۲۷۔	حج میں مانع ماہواری گولیوں کا استعمال	91
۲۸۔	مقیم مکہ باہر جاکر آجائے تو مقیم رہے گا یا نہیں؟	91
۲۹۔	مآخذ ومراجع	95

پیش لفظ

حج اسلام کا اہم رُکن ہے جس کی ادائیگی صاحبِ استطا (پر فرض ہے، اس کے بعد جتنی بار بھی حج کرے گا O ہوگا اور پھر لوگوں کو دیکھا جائے تو کچھ تو فرض حج کرتے ہیں کچھ دو تین بار، اقل قلیل ایسے ہوتے ہیں جن کو ہر سال یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا حج کے مسائل سے عدم واقفیت واقفیت کی کمی ایک فطری امر ہے۔ پھر کچھ لوگ تو اس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر جائز ہوتے ہیں اور کچھ علماء کرام کی طرف رجوع کرتے ہیں مناسکِ حج وعمرہ کی کتاب کے حوالے سے ہونے والی نشستوں میں شرکت کرتے ہیں پھر بھی ضرورت پڑنے پر حج میں موجود علماء سے اپنے ملک میں موجود علماء سے رابطہ کر کے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ اور پھر علماء کرام میں جو مسائل حج وعمرہ کے لئے کُتُبِ فقہ کا مطالعہ کرتے ہیں وہ تو مسائل کا صحیح جواب دیتے ہیں اور جن کا مطالعہ نہیں ہوتا وہ اس سے عاجز ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں جمعیت اشاعت (اہلسنّت (پاکستان) کے زیر اہتمام نور مسجد میٹھادر میں پچھلے کئی سالوں سے ہر سال قاعدہ کتاب حج کے حوالے سے نشستیں ہوتی ہیں اسی لئے لوگ حج وعمرہ کے مسائل میں ہماری طرف کثرت سے رجوع بھی کرتے ہیں، اکثر تو فون اور بعض تحریری جواب طلب کرتے ہیں اور کچھ مسائل کہ جن کے لئے ہم نے خود دارالافتاء کی جانب رجوع کیا تھا اور کچھ مفتی صاحب نے ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء اور ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء کے سفر حج میں مکہ) مہ میں تحریر فرمائے۔ پھر ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۸ء اور ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء کے سفر حج میں اور کچھ کراچی میں مزید فتاویٰ تحریر ہوئے، اس طرح ہمارے دارالافتاء سے مناسک حج وعمرہ اور اس سفر میں پیش آنے والے مسائل کے جاری ہونے والے فتاویٰ کو ہم نے علیحدہ کیا ان میں سے جن کی

اشاعت (کو ضروری جانا اس مجموعے میں شامل کرتے اور چار حصے اس سے قبل شائع کئے جو ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء کے فتاویٰ تھے بعد کے فتاویٰ کو جمع کیا تو ضخامت کی وجہ سے اسے دو حصوں میں تقسیم کرتے، اور وہ دو حصے ماہ نومبر اور دسمبر میں شائع کئے جا رہے ہیں اور یہ حصہ پنجم ہے جو ماہ نومبر کی اشاعت (میں شامل کیا جا رہا ہے، جسے جمعیت اشاعت (اہلسنّت اپنے سلسلۂ اشاعت (کے 200 ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہماری کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے نفع بنائے۔ آمین

فقیر محمد عرفان ضیائی

عورت کے بال چھوٹے ہوں تو تقصیر کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی مُحرِمہ کے بال چھوٹے ہوں یعنی کندھوں سے کچھ نیچے تک ہوں تو اُسے تقصیر میں رُخصت دی جائے گی یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حلق یا تقصیر حج وعمرہ کے واجبات سے ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ واجبات حج کے بیان میں لکھتے ہیں:

الحلقُ أو التّقصير (لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب فرائض الحج، فصل فی واجباته، ص۷۷)

یعنی، حلق یا تقصیر واجبات حج سے ہیں۔

اوران کا حکم یہ ہے کہ ان سے حاجی یا عمرہ کرنے والا احرام سے فارغ ہوتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

حكمُه التّحلُّلُ: أی: حصولُ التَّحلُّلِ به و هو صيرورتُه حلالاً (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسّط، باب مناسك منیً، فصل فی حكم الحلق، ص۲۵٤، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م)

یعنی، اس کا حکم حلال ہونا ہے یعنی اس سے تحلُّل حاصل ہوتا ہے اور تحلُّل اس کا حلال ہونا ہے۔

عورتوں کے لئے صرف تقصیر ہے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لَيْسَ عَلَى النِّساءِ حَلْقٌ وَ إِنَّمَا عَلَيْهِنَّ تَقْصِيرٌ" (سُنَن أبی داؤد، كتاب المناسك، باب الحلقِ و التّقصيرِ، برقم:۱۹۸٤، ۱۹۸۵، ۲/۳٤٤، دار ابن حزم، بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۱۸ھ۔ ۱۹۹۷م۔ أيضاً سُنَن الدّارمی، كتاب المناسك، باب من قال: لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ حَلْقٌ، برقم:۱۹۰۵، ۲/۵۵، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى۱٤۱۷ھ۔ ۱۹۹٦م۔ أيضاً سُنَن الدّار قطنی، كتاب الحجّ، باب المواقيت، برقم:٤۰، ۱۔۲/۲۳۹، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۱۷ھ۔۱۹۹٦م۔ أيضاً السُّنَن الكبرىٰ للبيهقی، كتاب الحجّ، باب من قال: لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ حَلْقٌ و لٰكِنْ يُقَصِّرْنَ، برقم:۹٤۰٤، ۹٤۰۵، ۹٤۰٦، ۵/۱٦۹، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت ۱٤۲۰ھ۔ ۱۹۹۹م۔ أيضاً المعجم الكبير للطّبرانی، أُمّ عثمان، عن ابن عباس، برقم:۱۳۰۱۸، ۱۲/۱۹٤، مطبوعة: دار احياء التراث العربی، بيروت، الطّبعة الثّانية ۱٤۲۲ھ۔ ۲۰۰۲م)

یعنی، عورتوں پر حلق نہیں ہے اور اُن پر تقصیر ہے۔

اور یہ بھی مروی ہے کہ عورتوں کے لئے حلق ممنوع ہے چنانچہ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ

"أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَهَى الْمَرْأَةَ أَنْ تَحْلِقَ رَأْسَهَا" (كشف الأستار، كتاب الحج، باب النّهی عن الحلق للنّساء، برقم:۱۱۳۷، ۲/۳۲، مطبوعة: مؤسسة الرّسالة، بيروت، الطبعة الأولى ۱۳۹۹۹ھ۔ ۱۹۷۹م)

یعنی، نبی کریم ﷺ نے عورت کو اپنے سر کا حلق کرانے سے منع فرمایا ہے۔

اور پھر حلق عورتوں کے حق میں مُثلہ بھی قرار دیا گیا ہے اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی قصر ہی کروایا کرتی تھیں چنانچہ علامہ علاء الدین کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

و لأنَّ الحلقَ فی النِّساءِ مُثلةٌ، و هذا لم تفعَلْهُ واحدةٌ من نساءِ

Ishaate Islam

رسولِ الله ﷺ و لكنّها تقصّر (بدائع الصنائع، كتاب الحجّ، فصل فی أحكام الحلق و التّقصير، ۳/۱۰۰)

یعنی، حلق عورتوں کے حق میں مُثلہ ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ کے ازواج میں کسی نے حلق نہیں کروایا، لیکن عورت تقصیر کروائے گی۔

اسی لئے فقہاء کرام نے فرمایا کہ حلق مردوں کے حق میں مسنون ہے اور عورتوں کے حق میں مکروہ تحریمی ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و الحلقُ مسنونٌ للرّجالِ (أی: أفضلُ) و مكروهٌ للنِّساءِ و التّقصير مباحٌ لهنّ و مسنونٌ بل واجبٌ لَهُنَّ، ملخصاً (لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب مناسك منیً، فصل فی الحلق و التّقصير، ص۲۵۳، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت)

یعنی، حلق مردوں کے لئے مسنون ہے اور عورتوں کے لئے مکروہ ہے اور تقصیر اُن کے حق میں مباح ہے اور مسنون ہے بلکہ (تقصیر) اُن کے لئے واجب ہے۔

لہٰذا عورتوں کے لئے تقصیر ہی واجب ہے چنانچہ ملّا علی قاری ''لباب'' کی عبارت "بل واجبٌ لهُنَّ" کے تحت لکھتے ہیں:

لكراهةِ الحَلقِ كراهة تحريمٍ فی حقِّهنَّ إلَّا لضرورةٍ (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب مناسك منیً، فصل فی الحلق و التّقصير، ص۲۵۳، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت)

یعنی، کیونکہ حلق عورتوں کے حق میں مکروہ تحریمی ہے مگر یہ کہ کسی شرعی ضرورت کی وجہ سے ہو۔

اسی طرح "غُنیہ" میں ہے کہ

و الحلقُ أفضلُ للرِّجالِ، مكروه للنِّساءِ كراهة تحريمٍ إلَّا

لضرورةٍ (غُنية النّاسك، فصل فی الحلق، ص۱۷۳، مطبوعة: إدارة القران، كراتشی)

یعنی، حلق مردوں کے لئے افضل ہے عورتوں کے لئے مکروہ تحریمی ہے مگر یہ کہ کسی شرعی ضرورت کی وجہ سے ہو۔

اور عورت کے بال جب تقصیر کے قابل نہ ہوں تو تقصیر اس کے حق میں متعذّر قرار پائے گی، چنانچہ ملا علی قاری حنفی ''لباب'' کی عبارت تقصیر کے متعذّر رہونے کی شرح میں لکھتے ہیں:

أی تعذَّرَ لكونِ الشّعر قصيراً (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب مناسك منیً، فصل فی الحلق و التّقصير، ص۲۵۳)

یعنی، بال چھوٹے ہونے کی وجہ سے تقصیر متعذّر رہو۔

اور شرع کا حکم یہ ہے کہ جب حلق متعذّر رہو تو تقصیر واجب ہوتی ہے اور تقصیر متعذّر رہو تو حلق چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لو تَعَذَّرَ الحَلقُ لعارضٍ تعيَّنَ التّقصيرُ، أو التّقصيرُ تعيَّنَ الحلقُ (لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب مناسك منیً، فصل فی الحلق و التّقصير، ص۲۵۳)

یعنی، اگر حلق کسی عارض کی وجہ سے متعذّر رہو گیا تو تقصیر متعین ہوگی یا تقصیر متعذّر رہو تو حلق متعین ہوگا۔

اور عورت کے حق میں حلق تو پہلے ہی متعذّر تھا کہ شرعاً ممنوع ہے باقی رہی تقصیر تو وہ اس وقت متعذّر رہو گی جب بال تقصیر کے قابل نہ ہوں عورت کے بال تقصیر کے قابل ہوں تو تقصیر لازم ہوگی کثرت سے عمرے کرنے کے لئے شرع مطہرہ نے مجبور نہیں کیا ہے، عورت حج کے لئے آئی ہو تو اس کا حج قران یا افراد ہوگا تو ایک بار اور تمتع ہوگا تو دو بار تقصیر لازم ہوگی، اس کے علاوہ عمرے وہ اپنی جانب سے کرے گی تو اس پر شریعت کی پیروی لازم ہوگی کہ اُسے احرام سے نکلنے کے لئے تقصیر کروانی ہوگی کیونکہ جب تقصیر ہو سکتی ہو تو اس کے بغیر احرام نہیں

Ishaate Islam

کھلے گا چنانچہ علامہ علاؤالدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

فالحلقُ أو التَّقصِيرُ واجبٌ عندنا، إذا كان على رأسِه شَعرٌ لا يَتحلَّلُ بدُونِه و لنا قوله تعالىٰ: ﴿ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ﴾ (الحج: ۲۹/۲۲) و روى عن ابنِ عمرَ رضى الله عنه: أنَّ التَّفَثَ حَلّاقُ الشّعرِ، و لَبسُ الثِّياب، و ما يتبعُ ذلك (بدائع الصنائع، كتاب الحجّ، فصل فى أحكام الحلق و التّقصير، ۹۸/۳، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۱۸ھ- ۱۹۹۷م)

یعنی، پس حلق یا تقصیر ہمارے نزدیک واجب ہے جب کہ اُس کے سر پر بال ہوں، اُس کے بغیر وہ احرام سے نہیں نکلے گا اور ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ﴾ (ترجمہ: پھر اپنا میل کچیل اُتاریں) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ "التّفث" بال منڈوانا، کپڑے پہننا وغیرہ ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الإثنين، ٦ذو الحجة ۱٤۳۰ھ، ۲۳ نوفمبر ۲۰۰۹ م 486-F

جمرات کی رمی میں ترتیب

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص طوافِ زیارت کرکے 11 تاریخ کو مکہ مکرمہ سے ظہر کے بعد گیا اُس نے سوچا کہ اگر میں جمرۂ اُولیٰ کی طرف جاتا ہوں تو چکر لمبا ہوگا اس لئے اس نے جمرۂ عقبہ سے رمی شروع کی اور جمرۂ اُولیٰ پر ختم کی اب اِس صورت میں اُس کی رمی ہوگئی یا نہیں؟ اور اُس پر کوئی دَم یا صدقہ وغیرہ تو لازم نہیں ہوگا، اگر ہوگا تو کیا؟

(السائل: ریحان ابوبکر، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: تینوں جمرات کی رمی میں مسنون ہے کہ جمرۂ اُولیٰ سے ابتداء کرے اور عقبہ پر اختتام چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ

عن ابنِ عمرَ رضى الله عنهما: أَنَّهُ كَانَ يَرْمِى الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ حَتَّى يُسْهِلَ، فَيَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ فَيَقُوْمُ طَوِيْلاً، وَ يَدْعُوْا وَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يَرْمِى الْوُسْطىٰ، ثُمَّ يَأْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَيَتَسَهَّلُ وَ يَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، ثُمَّ يَدْعُوْا وَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ، فَيَقُوْمُ طَوِيْلاً، ثُمَّ يَرْمِى جَمْرَةَ ذَاتِ الْعُقْبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِىْ، وَ لَا يَقِفُ عِنْدَهَا، ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُوْلُ: هٰكَذَا رَأَيْت النَّبِىَّ ﷺ يَفْعَلُهٗ (صحيح البخارى، كتاب الحج، باب إذا رمى الجمرتين الخ، برقم: ۱۷۵۱، ۴۳۰/۱، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت ۱٤۲۰ھ- ۱۹۹۹م)

یعنی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ جمرۂ اُولیٰ کو سات کنکریاں مارتے، ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے، پھر آگے بڑھتے پس نرم زمین پر تشریف فرما ہوتے، پھر قبلہ رُو ہوکر طویل قیام فرماتے پس دُعا فرماتے اور دُعا میں اپنے ہاتھ اٹھاتے، پھر جمرۂ وسطیٰ کو کنکریاں مارتے پھر اپنی بائیں جانب کو ہوکر نرم زمین پر تشریف فرما ہوتے پھر قبلہ رُو ہوکر طویل قیام فرماتے پس دُعا فرماتے اور دُعا میں اپنے ہاتھ اٹھاتے پھر بطنِ وادی سے جمرۂ عَقبہ کی رمی فرماتے اور اُس کے پاس قیام نہ فرماتے، پھر لوٹے جاتے اور فرمایا کہ اِسی طرح میں نے نبی کریم ﷺ کو کرتے دیکھا ہے۔

اسی لئے فقہاء کرام میں سے بعض نے اِس ترتیب کو واجب قرار دیا ہے جیسا کہ ''لباب المناسک'' میں مذکور ہے (لُباب المناسك مع شرحه للقارى، باب مناسك منىً، فصل فى أحكام الرّمى

Ishaate Islam

و شرائطِه و واجباته، العاشر، ص٢٧٦، و فيه: العاشر التّرتيب فی رمی الجمار علی قول البعض، یعنی دسواں واجب بعض کے قول کی بنا پر رمی جمار میں ترتیب)، اور ہمارے نزدیک یہ ترتیب واجب نہیں ہے

چنانچہ امام مظفرالدین احمد بن علی بن ثعلب ابن الساعاتی حنفی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

و نسقطُ التّرتيب فی الرّمِی (مجمعُ البَحرَين وملتقی النَّيِّرَين، كتاب الحجّ، فصل فی صفة أفعال الحجّ، ص ٢٣٠، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولی ١٤٢٦ھ- ٢٠٠٥م)

یعنی، ہم رمی میں ترتیب کو ساقط کرتے ہیں۔

اس کی شرح میں ابن الملک نے لکھا کہ

أی: فی رَمی الجِمارِ حتی لو بدَأَ بجمرة العَقَبة ثمَّ بالوُسطٰی، ثُمَّ بالتی تلی المسجدَ جازَ عندنا (تحقيق مجمع البحرين و ملتقی النَّيِّرَيْن، كتاب الحجّ، فصل فی صفة أفعال الحجّ، ص ٢٣٠)

یعنی، رمی جمار میں یہاں تک کہ اگر جمرہ عقبہ سے ابتداء کی کی پھر وُسطیٰ کی رمی کی پھر اسے جو مسجد خیف سے ملے ہوا ہے تو ہمارے نزدیک جائز ہے۔

اور اکثر فقہاء کرام نے مسنون قرار دیا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و الأكثرُ علی أنَّه سنّةٌ (لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب مناسك منیً، فصل فی أحكام الرّمی إلخ، ص٢٧٦)

یعنی، اکثر فقہاء اِس پر ہیں کہ یہ ترتیب سنّت ہے۔

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

كما صَرَّحَ به صاحبُ "البدائع" و "الكرمانیُّ" و "المحيط"، و "فتاویٰ السراجيَّة"، و قال ابنُ الهمام: و الذی يقوی عندی استنانُ التّرتيبِ لا تَعيِينُهُ (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار و أحكامه، فصل فی أحكام الرمی الخ، تحت قوله: و

الأكثر علی أنّه سنّة، ص٢٧٦)

یعنی، جیسا کہ اس کی (یعنی مسنون ہونے کی) تصریح صاحبِ بدائع (بدائع الصنائع، كتاب الحجّ، فصل فی حكمه (أی الرمی) إذا تأخّر عن وقته أوفات، ٩٧/٣، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولی ١٤١٨ھ- ١٩٩٧م)، اور کرمانی (المسالك فی المناسك للكرمانی، القسم الثّانی فی بيان نسك الحج، فصل الرّمی فی اليوم الثّانی إلخ، ٦٠٣/١، مطبوعة: دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولی ١٤٢٤ھ- ٢٠٠٣م) نے کی اور ''محیط'' (المحيط البرهانی، كتاب المناسك، الفصل الثّالث، تعليم أفعال الحجّ، برقم:٣٢٦٥، ٤٠٩/٣، مطبوعة: إدارة القرآن، كراتشی ١٤٢٤ھ- ٢٠٠٤م) اور ''فتاوی السراجیہ'' میں (اس کی تصریح) ہے اور ''ابن الہمام'' (فتح القدير، كتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قوله: فيبتدئ بالتی إلخ، ٣٩١/٢، مطبوعة: دار احياء التراث العربی، بيروت) نے فرمایا وہ جو میرے نزدیک قوی ہے وہ اس ترتیب کا مسنون ہونا ہے نہ کہ واجب ہونا۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و بعدَ زوالِ ثانی النَّحرِ رَمَی الجِمارَ الثَّلاثَ بيدأُ استناناً بما يَلِی مسجدَ الخَيفِ ثمَّ بما يَلِيه الوُسطی ثمَّ العَقَبة سبعاً سبعاً الخ (الدُّرُّ المختار شرح تنوير الأبصار، كتاب الحجّ، بعد قول التّنوير: ثُمَّ أتی منیً، ص١٦٣)

یعنی، اور ایام نحر میں سے دوسرے دن زوال کے بعد تینوں جمرات کی رمی کرے از روئے سنت ہونے کے، اُس جمرہ سے شروع کرے جو مسجد خیف سے ملا ہوا ہے، پھر اُسے جو اس سے ملا ہوا ہے یعنی وُسطیٰ کو پھر جمرۂ عَقَبہ کو، ہر ایک کو سات سات کنکریاں مارے۔

Ishaate Islam

اِس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

حاصلُه أنَّ هذا التّرتيبَ مسنُونٌ لا متعيّنٌ، و به صرَّحَ فی "المجمع" وغيره، و اختارَهُ فی "الفتح" و قال فی "اللباب": و الأكثرُ علی أنَّه سُنَّةٌ، و عزاهُ شارحه إلی "البدائع" و "الكرمانیّ"، و "المحيط"، و "السّراجيَّة" (رَدُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، مطلب: فی رمی الجمرات الثّلاث، تحت قوله: يبدأُ استناناً إلخ، ۶۱۷/۳، ۶۱۸)

یعنی، اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ ترتیب مسنون ہے متعین نہیں ہے اور اسی کی تصریح ''مجمع'' وغیرہ میں کی اور اس کو ''فتح القدیر'' (فتح القدیر، كتاب الحج، باب الإحرام، تحت قوله: فيبتدئ بالتی الخ، ۳۹۱/۲، مطبوعة: دار احياء التراث العربی، بيروت) میں اختیار کیا، اور ''لباب'' (لباب المناسك مع شرحه للقاری، لباب المناسك منیً، فصل فی أحكام الرّمی و شرائطه الخ، ص۲۷۶) میں فرمایا کہ اکثر اس پر ہیں کہ یہ ترتیب سنّت ہے اور اس کے شارح (ملا علی قاری) نے اسے ''بدائع'' (بدائع الصنائع، كتاب الحجّ، فصل و أما بيان حكمه إذا تأخّر عن وقته، ۹۷/۳)، ''کرمانی''، ''محیط''، ''سراجیہ'' (الفتاوی السّراجيّة، كتاب الحجّ، باب ترتيب أفعال الحجّ، ص۳۳، مطبوعة: مير محمد كتب خانه، كراتشی) کی طرف منسوب کیا ہے۔

اور اگر غیر مسنون طریقے پر رمی کر لی پھر اُسی روز یاد آ گیا تو جمرۂ وسطیٰ اور جمرۂ عَقَبہ کی بالترتیب دوبارہ رمی کر لے۔

علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبد الغفور سندھی حنفی لکھتے ہیں:

فلو بدأَ بجمرةِ العَقَبةِ ثمَّ بالوُسطی، ثمَّ بالأُولی و هی التی تَلِی مَسجدَ الخَيفِ، ثم تذكَر ذلك فی يومِه، فإنَّه يُعيدُ الوُسطیٰ و

العَقَبةَ حتماً أو سنّةً (لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب رمی الجمار و أحكامه، فصل فی أحكام الرّمی و شرائطه و واجباته، ص۲۷۶)

(أيضاً ردّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، مطلب: فی رمی الجمرات الثّلاث، تحت قوله: يبدأ استناناً إلخ، ۶۱۸/۳)

یعنی، پس اگر جمرۂ عقبہ سے شروع کیا پھر درمیانے کو پھر پہلے کو اور پہلا جمرہ وہ ہے جو مسجدِ خَیف سے ملا ہوا ہے، پھر اُسے اُسی دن یاد آیا تو درمیانے اور عقبہ کی رمی (بعض کے نزدیک) وجوباً یا (اکثر کے نزدیک) از روئے سنّت کے دہرائے۔

اور شمس الائمہ سرخسی نے اِس باب میں جو لکھا ہے اُس سے اعادہ کا وُجوب مستفاد ہے اگرچہ اکثر فقہاء اِس کے خلاف پر ہیں اِس لئے بہتر ہے کہ اُسی دن اعادہ کر لے۔

اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ففی "المبسوط" للسّرخسی، فإنْ بدأَ فی اليومِ الثّانی بجمرةِ العَقَبةِ فَرَماها، ثمَّ بالجمرةِ الوُسطی، ثمّ بالتی تلی المسجدَ ثُمَّ ذَكرَ ذلك فی يومِه يُعيدُ علی جمرة الوسطیٰ، و جمرة العَقَبة لأَنَّه نسكٌ شُرِع مرتَّباً فی هذا اليومِ، فيما سَبقَ أوانُه لا يُعتدُّ به، فكان جمرة الأُولی بمنزلةِ الافتتاحِ لجمرةِ الوُسطی و الوُسطی للعَقَبةِ فما أَدَّی قبلَ وُجوبِ افتتاحِه لا يكونُ معتدّاً به كمَن سَجَد قبلَ الرُّكوعِ، أو سَعَی قبلَ الطَّوافِ، و المعتدُّ هنا مِن رَميه الجمرة الأولی، فلهٰذا يُعِيدُ علی الوُسطی و العَقَبة انتهٰی (المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب رمی الجمار و أحكامه، فصل فی أحكام الرّمی و شرائطه و واجباته، تحت قوله: العاشر التّرتيب إلخ، ص۲۷۶)

Ishaate Islam

یعنی، پس ''مبسوط'' سرخسی میں ہے کہ پس اگر دوسرے دن جمرۂ عقبہ سے شروع کیا پس اُس کی رمی کی، پھر جمرۂ وسطیٰ کو پھر اُسے جو مسجد خیف سے ملا ہوا ہے (یعنی جمرۂ اُولیٰ کی رمی کی) پھر اُسے اُسی دن یاد آ گیا تو جمرۂ وسطیٰ اور جمرۂ عقبہ کی رمی کا اعادہ کرے کیونکہ یہ ایک نُسک ہے جو ترتیب وار مشروع کیا گیا ہے اور جو اپنے وقت سے پہلے ہوا اُس کا اعتبار نہیں کیا جاتا، پس گویا کہ جمرۂ اُولیٰ جمرۂ وسطیٰ کے لئے بمنزلہ افتتاح کے ہیں پس جو اس کے افتتاح کے وُجوب سے قبل ادا کیا گیا اُسے شمار نہیں کیا جاتا اُس شخص کی مثل جس نے رکوع سے قبل سجدہ کر لیا یا طواف سے قبل سعی کی اور یہاں اُس کی جمرۂ اُولیٰ کو رمی شمار کی جائے گی اِسی لئے جمرۂ وسطیٰ اور جمرۂ عقبہ کی رمی کا اعادہ کرے گا۔اھ

اور رمی جمرات میں معروف ترتیب کا ترک کرنا اُن کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے جو اِس ترتیب کے وجوب کے قائل ہیں اور دوسروں کے نزدیک جو اِس ترتیب کے سنّت مؤکدہ ہونے کے قائل ہیں مکروہ تنزیہی ہے اور وہ اکثر فقہاء کرام ہیں۔

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فلو عکسَ ترتیبِ الجِمارِ جازَ و کرہَ (الدّر المنتقی فی شرح الملتقی، کتاب الحجّ، فصل إذا دخل مکّة إلخ، تحت قوله: یعود إلی منًی فیرمی إلخ، ۱/۴۱۵، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م)

یعنی، پس اگر ترتیب جمرات کا عکس کیا تو جائز ہوا اور مکروہ ہوا۔

اسی لئے وہ رمی جس میں معروف ترتیب کو ترک کیا گیا ہو اس کا اعادہ بعض فقہاء کے نزدیک واجب ہے اور اکثر کے نزدیک سنّت مؤکدہ ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

حتماً أی وُجوباً عند البعضِ أو سنّةً مؤکّدةً عندَ الأکثرِ (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار و أحکامه، فصل فی أحکام الرّمی و شرائطه و واجباته، ص۲۷۶)

یعنی، وجوباً بعض کے نزدیک یا سنت مؤکدہ اکثر کے نزدیک۔

اور اختلاف سے نکلنے کے لئے افضل یہی ہے کہ اُسی دن اعادہ کر لے۔ اور اگر وہ دن گزر جائے تو اُس پر سوائے اساءت کے کچھ لازم نہ ہوگا کہ اکثر فقہاء کرام اِس ترتیب کو سنّت مؤکّدہ قرار دیتے ہیں اِس لئے ترک مکروہ تنزیہی ہوگا اور یہاں دن سے مراد اُس دن کی رمی کے وقت کا گزر جانا ہے اور بارہ اور تیرہ تاریخ کی رمی کا وقت زوالِ آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور اگلے دن کی صبح صادق پر ختم ہوتا ہے یعنی کسی حاجی نے رمی میں ترتیب کو ترک کر دیا تو وہ اگلے روز کی صبح صادق تک اس کا اعادہ کر سکتا ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۱۲ ذوالحجة ۱۴۳۰ھ، ۲۹ نوفمبر ۲۰۰۹ م 663-F

عورتوں کے لئے دن میں رمی افضل ہے یا رات میں

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ عورت کے لئے دن میں رمی کرنا افضل ہے یا رات میں جب کہ بلا عذر رات تک رمی کی تاخیر کو مکروہ قرار دیا گیا ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ عورت کے حق میں رات میں رمی کرنا افضل ہے چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

إلّا أنَّ رمیَها فی اللّیلِ أفضلُ (المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب رمی الجمار، فصل أحکام الرمی إلخ، تحت قوله: فیکرهُ

ترکُها إلخ، ص۲۷٦، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولی ۱٤۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م)

یعنی، مگر یہ کہ عورت کا رات میں رمی کرنا افضل ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: مرد و زن در رمی جمار برابر اند اِلاّ اَنکہ افضل در حق زن آن است کہ رمی نماید در شب زیارۃً للسّتر (حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب نهم دربیان طواف زیارۃ، فصل چهارم در بیان وقت رمی جمار، ص۲۱۸، مطبوعة: إدارة المعارف، کراتشی ۱۳۹۱ھ)

یعنی، مرد اور عورت رمی جمار میں برابر ہیں مگر یہ کہ عورت کے حق میں پردہ میں زیادتی کے لئے افضل یہ ہے کہ رات میں رمی کرے (کہ اس میں زیادہ ستر ہے)۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۱۳ ذوالحجة ۱٤۳۰ھ، ۳۰ نوفمبر ۲۰۰۹ م 664-F

قصداً ممنوعات احرام کے مرتکب و تارکِ واجبات کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ قصداً و ارادۃً محظوراتِ احرام وممنوعاتِ حج کے ارتکاب اور واجبات کو ترک کرنے والوں کے بارے میں شرع مطہرہ کا کیا حکم ہے کیونکہ مسلمان ممالک کے صدور یا وزراء اعظم یا دیگر اُمراء، وزراء اور مشیر آتے ہیں عمرہ یا حج ادا کرتے ہیں حلق تو وہ بالکل کرواتے ہی ہیں، قصر شرعی بھی وہ شاید نہ کرواتے ہوں ان لوگوں اور ان جیسے دوسرے لوگوں کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: مامورات کا ترک ہو یا منہیات کا

ارتکاب دونوں ممنوع ہیں یعنی وہ کام کہ شریعت مطہرہ نے جن کے کرنے کا حکم دیا ہے اُن کو بلا عُذر شرعی چھوڑنا یا وہ کام کہ شریعت مطہرہ نے جن کو چھوڑنے کا حکم دیا ہے وہ کام بلاعُذر شرعی کرنا ممنوع ہے وہ احکام جو فرض یا واجب کے درجے میں ہیں اُن کو چھوڑنے والا اور وہ کام جو حرام قطعی یا حرام ظنّی یعنی کراہت تحریمی کے درجے میں ہیں ان کا ارتکاب کرنے والا عنداللہ گُنہگار ہے، اور قصداً ان مامورات اور سُنن کا ترک محرمیوں کا سبب ہے اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے جو ایسا کرتے ہیں۔

واجبات کے ترک کے متعلق مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

حکم واجب آنست اگر ترک کرد یکے از آنہا صحیح باشد حج او و لازم آید بروے دَم یا صدقہ برابر است کردہ باشد آن را عمداً یا سہواً یا نسیاناً یا جہلاً لیکن چون ترک کرد بطریق تعمّد آثم باشد اگرچہ دم دہد مرتفع نگردد آن اثم بغیر توبہ (حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، مقدمة الرسالة، فصل سیوم، ص٤٥)

یعنی، واجبات کا حکم یہ ہے کہ اگر اُن میں سے کسی ایک کو ترک کردے تو اُس کا حج صحیح ہو جائے گا اور اُس پر دَم یا صدقہ لازم آئے گا چاہے اُسے جان بوجھ کر، یا سہو میں یا بھول میں یا علم نہ ہونے کی وجہ سے ترک کیا ہو لیکن جب جان بوجھ کر ترک کیا ہو تو گُنہگار رہو گا اگرچہ دَم دے دے اور وہ گُناہ بغیر توبہ کے نہ اٹھے گا۔

عمداً ممنوعات کے مُرتکب پر وُجوبِ جزاء اور لزومِ گُناہ پر علماء کرام نے قرآن کریم سے بھی استدلال کیا ہے، چنانچہ قاضی حسین بن محمد سعید بن عبدالغنی مکی حنفی متوفی ۱۳۶٦ھ لکھتے ہیں:

فالقرآنُ دلَّ علی وُجوب الجزاءِ علی العامد و علی إثمِهِ بقوله: ﴿لِيَذُوْقَ وَ بَالَ اَمْرِهٖ﴾ (إرشاد السّاری إلی مناسك الملّا علی القاری،

باب الجنايات، تحت قول اللّباب: عامداً أو خاطئاً، ص ٣٣١)

یعنی، پس قرآن کریم نے اپنے اِس قول ''تا کہ چکھیں اپنے امر کا وبال'' کے ساتھ عامد پر وُجوب جزاء اور لُزومِ گُناہ پر دلالت کی ہے۔

اور ممنوعات کے ارتکاب کے بارے میں صاحبِ فتح القدیر کے شاگرد علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

المُحرِمُ إذا جَنَى عمُداً بلا عُذرٍ يجبُ عليه الجزاءُ و الإثمُ، و إنْ جَنَى بغيرِ عمُدٍ أو بعذرٍ فعليه الجزاءُ دونَ الإثمِ و لا بدّ من التَّوْبةِ على كلِّ حالٍ (لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الجنايات، ص ٣٣٠)

یعنی، مُحرِم جب بلا عُذر جان بوجھ کر جُرم کرتا ہے تو اُس پر جزاء اور گُناہ دونوں لازم آتے ہیں، اور اگر جان بوجھ کر جُرم نہیں کرتا یا کسی عُذر کی وجہ سے جُرم کرتا ہے تو اُس پر جزاء ہے نہ کہ گُناہ اور ہر حال میں توبہ ضروری ہے۔

اِس کے تحت ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فيه: أنّه لا يجبُ التَّوبةُ إذا كان بعذرٍ أو بغيرِ عَمُدٍ، و المقصودُ أنّه إذا جَنَى عَمُداً بلا عُذرٍ ثمَّ كَفَّر، فلا يُتوهَّمُ أنّه لا يتوجَّهُ عليه الإثمُ، و لا تجبُ عليه التَّوْبةُ (المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب الجنايات، ص ٣٣٠)

یعنی، اِس میں ہے کہ جب عُذر کے سبب (ارتکاب) ہو یا (ارتکاب) قصداً نہ ہو تو توبہ واجب نہیں ہے اور مقصود یہ ہے کہ جب جان بوجھ کر بلا عذر جُرم کرے پھر کفّارہ دے دے تو یہ وہم نہیں کیا جا سکتا کہ اُس کی طرف گُناہ متوجہ نہیں ہوگا اور اُس پر توجہ واجب نہیں ہوگی۔

اور مُلّا علی قاری مزید لکھتے ہیں جسے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نے بھی نقل کیا کہ

فقد ذَكر "ابنُ جماعةَ" عن "الأيمةِ الأربعةِ" أنّه إذا ارتكَبَ محظورَ الإحرام عامداً يأثمُ، و لا تُخرِجُه الفِديةُ، و العزمُ عليها عن كونِه عاصياً

قال النّووی: و ربما ارتكَبَ بعض العامَّة شيئًا مِن هذه المحرَّماتِ، وقال: أَنَا أفدِی متوهِّماً أنّه بإلتزامِ الفِديةِ يتخلَّصُ من وَبال المعصيَّةِ، و ذلك خطأٌ صريحٌ و جهلٌ قبيحٌ، فإنّه يحرُمُ عليه الفعلُ، فإذا خالَفَ أَثِمَ، و لزِمَتْه الفِديةُ، و ليستِ الفِديةُ مُبيحةً لِلإقدام على فعلِ المحرَّم، و جهالةُ هذا الفعل كجهالةِ مَن يقول: أنا أشربُ الخمرَ و أزنی و الحدُّ يُطهِّرُنی، و مَن فَعَل شيأً ممّا يُحكَمُ بتحريمِه، فقد أخرَجَ حجَّهُ عن أن يكونَ مبروراً، انتهی

و قد صرَّحَ أصحابُنا بمثلِ هذا فی الحُدودِ، فقالوا: إنَّ الحدَّ لا يكونُ طُهرةً مِن الذَّنبِ، و لا يعمَلُ فی سُقوطِ الإثم، بل لا بدَّ من التّوبةِ، فإنْ تابَ كان الحدُّ طُهرةً له، و سقَطَتْ عنه العقوبةُ الأخرويَّةُ بالإجماع، و إلَّا فلا، لكن قال صاحب "الملتقط" فی باب الإيما: إنَّ الكفّارة تَرفَعُ الإثمَ و إن لم تُوجَدِ التَّوبةُ من تلك الجناية، انتهی

و يؤيِّده ما ذكرهُ الشّيخُ نجم الدّين النّسفی فی تفسيره "التّيسير" عند قول تعالیٰ: ﴿**فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ**

﴿عَذَابٌ اَلِیۡمٌ﴾ أی: اصطاد بعد ذلك الإبتداءِ، قیل: هو العذابُ فی الآخرةِ مع الکفّارةِ فی الدُّنیا، إذا لم یَتُبُ منه، فإنَّها لا ترفعُ الذَّنۡبَ عن المصرِّ، انتهی، و هذا تفصیلٌ حسنٌ، و تقییدٌ مستحسنٌ یُجمَعُ به بین الأدلَّة و الرّوایات، والله تعالیٰ أعلم، بحقائق الحالات، و اللّفظ للقاری (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسّط، باب الجنایات، تحت قوله: لا بدَّ مِن التّوبة إلخ، ص ۳۳۰، ۳۳۱، مطبوعه: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م) (ردُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الحجّ، باب الجنایات، تحت قول التّنویر: و لو ناسیاً إلخ، ۳/٦٥۲، دار المعرفة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م)

یعنی، علامہ ''ابن جماعہ'' نے ''ائمہ اربعہ'' سے ذکر کیا کہ اگر مُحرِم ممنوعات احرام کا جان بوجھ کر ارتکاب کرلے تو وہ گُنہگار رہوتا ہے اور فدیہ اور اُس کا عزم اُسے اُس کے گُنہگار رہونے سے نہیں نکالتا۔

امام نووی (شافعی) (کتاب متن الإیضاح، الباب الثّانی فی الإحرام، فصلان بعد فصل فی محرّمات الإحرام، ص۵۸، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الثانیة ۱٤۱٦ھ۔ ۱۹۸٦م) نے فرمایا بسا اوقات عوام ان ممنوعات میں سے کچھ کا ارتکاب کرتے ہیں اور (مرتکب) کہہ دیتا ہے کہ میں فدیہ دے دوں گا اور اُس کا وہم ہے کہ فدیہ کا التزام کرنا اُسے معصیّت کے وبال سے چھٹکارا دلا دے گا اور یہ صراحۃً خطا اور بہت قبیح جہالت ہے، پس اُس پر ممنوع کا ارتکاب حرام تھا جب اُس نے خلاف کیا تو گُنہگار رہوا اور اُسے فدیہ لازم ہوگیا اور فدیہ ممنوع فعل پر اقدام کو مُباح نہیں کرتا، (علامہ ابن حجر ہیتمی لکھتے ہیں: فدیہ اُس گُناہ کو اصلاً اُٹھانے والا نہیں ہے

جیسا کہ تمام کفّارے، (حاشیة العلّامة ابن حجر الهیتمی، الباب الثانی فی الإحرام، فصل: هذه محرّمات الإحرام إلخ، ص۲۲٤، مکتبة نزار مصطفی الباز، مکة المکرمة) اور یہ جہالت اُس شخص کی جہالت کی مثل ہے جو یہ کہے کہ میں شراب پیوں گا اور زنا کروں گا اور حدّ مجھے پاک کردے گی، اور جس شخص نے ایسا کام کیا کہ جس کا حرام ہونا محکم ہے تو اس کا یہ ارتکاب اُسے اس کے حج کو حجِ مقبول ہونے سے نکال دے گا۔ انتہی

اور ہمارے اصحاب نے اِس کی مثل (اُمور) کی حُدود کے بیان میں تصریح کی ہے پس انہوں نے کہا کہ حدّ گُناہ سے پاک کرنے والی نہیں اور گُناہ کے ساقط ہونے میں عمل نہیں کرتی بلکہ اس کے لئے توبہ ضروری ہے پس اگر وہ توبہ کرلے تو حدّ اس کے لئے پاک کرنے والی ہے اور آخرت کی سزا اس سے بالاجماع ساقط ہو جائے گی ورنہ نہیں لیکن صاحبِ ''ملتقط'' نے باب الأیمان میں فرمایا کہ کفّارہ گُناہ کو اٹھا دیتا ہے اگرچہ اُس جُرم سے توبہ کرنا نہ پایا جائے اھ اور اِس کی تائید اس سے بھی ہوجاتی ہے کہ جو شیخ نجم الدین نسفی (یہ ابوحفص عمر بن محمد نجم الدین نسفی (متوفی ۵۳۷ھ) ہیں اور اُن کی تفسیر کا نام "التَّیسِیر فی التّفسیر" ہے جیسا کہ "کشف الظّنون" (۱/۵۱۹) اور "الفوائد البهیة" (ص۱٤۹) میں ہے) نے اپنی تفسیر "التَّیسِیر" میں اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿فَمَنِ اعۡتَدٰی بَعۡدَ ذٰلِکَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ﴾ (البقرہ:۲/۱۷۸) کے تحت لکھا کہ یعنی اُس نے اِس ابتداء کے بعد شکار کیا، کہا گیا ہے کہ جب وہ اس جرم سے توبہ نہیں کرتا تو دنیا میں اس کفّارے کے ساتھ آخرت کا عذاب ہے کیونکہ کفارہ مصرّ سے گُناہ نہیں اٹھاتا اھ اور یہ اچھی تفصیل ہے اور مستحسن تقیید ہے کہ جس نے ادلّہ اور روایات کے مابین جمع کردیا۔ والله تعالیٰ أعلم بحقائقِ

Ishaate Islam

الحَالَات

اورعلامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا اوران سے علامہ قاضی حسین بن محمد سعید عبدالغنی مکی حنفی متوفی ۳۶۶ھ نے نقل کیا ہے کہ

فیُحملُ ما فی "الملتقط" علی غیر المصرِّ، و ما فی غیرِہ علی المصرِّ، و قد ذکرَ ھذا التّوفیقَ العلاَّمة "نوح" فی "حاشیة الدرر" اھ (رَدُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، تحت قول التّنویر: و لو ناسیاً إلخ، ۶۵۲/۳۔ و أیضاً إرشادُ السّاری إلی مناسك الملاّ علی القاری، باب الجنایات، تحت قوله: ھذا تفصیلٌ حسنٌ، ص۳۳۱)

یعنی، جو''ملتقط'' میں ہے وہ غیر مُصرّ پر اوراس کتاب کے علاوہ دیگر میں ہے اُسے مُصرّ پر محمول کیا جائے گا، اور یہ موافقت (بین الأدلّہ و الرّوایات) علامہ نوح نے''دُرَر'' کے حاشیہ میں ذکر کی ہے۔

ترکِ واجب اورارتکابِ حرام گُناہ ہے اوراس پر مصرّ ین ایک بار گناہ کر کے دوبارہ کرنے کے والے کے لئے''مناسک ملاّ علی قاری'' کے حاشیہ میں ہے:

یقالُ لهُ: اذھَب ینتقمُ اللّٰه منك، و استدلّ بقوله تعالیٰ: ﴿وَ مَنْ عَادَ فَیَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ﴾ (المائدة: ۹۵/۵) (إرشاد السّاری إلی مناسك الملاّ علی القاری، باب الجنایات، تحت قوله: خلافاً لمَن قال فی العائد، ص۳۳۱)

یعنی، اُسے کہا جائے جا تجھ سے اللہ تعالیٰ انتقام لے گا اور اللہ تعالیٰ کے فرمان''اور جو اب کرے گا اللہ اُس سے بدلہ لے گا'' سے استدلال کیا ہے۔

اور یہ احقر کہتا ہے کہ جب ایک شخص جانتا ہے کہ یہ فعل احرام میں حرام ہے پھر وہ یہ بھی

جانتا ہے کہ اس کے ارتکاب پر فدیہ لازم آئے گا پھر بھی وہ اس فعل حرام کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ پشیمان نہیں بلکہ ممنوعات کے ارتکاب میں دیدہ دلیری کا مظاہرہ کرتا ہے لہٰذا اُس کا جُرم ایسا ہے کہ صرف کفّارہ ادا کرنے سے گُناہ معاف نہیں ہوگا بلکہ اُس کے لئے توبہ کرنی ہوگی، برخلاف اُس شخص کے کہ جس سے ممنوع کا ارتکاب ہوگیا پھر معلوم ہونے پر پشیمان ہوا اوراس نے کفّارہ ادا کیا تو اس کا یہ کفّارہ اس کے گُناہ کو اٹھادے گا کیونکہ اُس کا پشیمان ہونا اُس کی توبہ سے کافی ہوگیا کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

"کَفَّارَةُ الذَّنْبِ النَّدَمُ أَوِ النَّدَامَةُ" (أخرجه أحمد فی مسنده، برقم: ۲۶۲۳، ۲۸۹/۱) و الطّبرانی فی "المعجم الکبیر" برقم: ۱۲۷۹۵، أبو الجوزاء عن ابن عباس، (۱۳۴/۱۲) و البیهقی فی "الشَّعب" (السّابع و الأربعون من شعب الإیمان، برقم:۶۶۳۸، ۲۶۶/۹) عن ابن عبّاسٍ مرفوعاً)

یعنی، گُناہ کا کفّارہ ندامت ہے۔

اورامام ربّانی مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی حنفی نے اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا کہ

''جو شخص گُناہ کر کے نام ہوا تو یہ ندامت اس کے گناہوں کا کفّارہ ہے''۔(مکتوبات امام ربّانی، جلد دوم، دفتر دوم، حصه هفتم، مکتوب: ۶۶، ص۳۸)

اور یہاں ارتکاب ممنوع پر اصرار نہیں پایا گیا اور وہاں پایا گیا اِس لئے توبہ کرنا لازم ہوگئی۔

امام اہلسنّت امام احمد رضا محدّث بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

کفّارے اِس لئے ہیں کہ بُھول چُوک سے یا سونے میں یا مجبوری میں جرم ہوں تو کفّارہ سے پاک ہو جائیں نہ اِس لئے کہ جان بوجھ کر بلا عُذر جرم کرو اور کہو کہ کفّارہ دے دیں گے، دینا تو جب بھی آئے گا مگر قصداً حکم الٰہی کی مخالفت سخت ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ، حق تعالیٰ توفیق

Ishaate Islam

طاعت عطا فرما کر مدینہ طیبہ کی زیارت کرائے، آمین (أنوار البشارة فی مسائل الحجّ و الزیارة، فصل ششم جرم اور اُن کے کفّارے، نصیحت، ص۷۳، مطبوعہ: تحریك اصلاح العقائد، میتھادر، کراتشی ۱۹۷۳م)

اور جو لوگ واجبات جان بوجھ کر ترک کرتے ہیں وہ ایسے ہی ہیں جیسے کوئی شخص جان بوجھ کر ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کرے اور پھر اگر اُن کو اپنے عہدے پر ناز ہے یا اپنی دولت پر تو دونوں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں اگر انہیں شریعت مطہرہ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے شرم آتی ہے اور آخرت کو فراموش کر بیٹھے ہیں تو اپنی اس حالت پر اُن کو افسوس کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رونا اور گڑگڑانا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی حالت بدل دے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۳۰ ذو القعدہ ۱۴۲۹ھ، ۲۸ نوفمبر ۲۰۰۸ م 483-F

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی مُحرم کے احرام میں نجاست لگی ہوئی ہو اور اُسے معلوم نہ ہو تو دیکھنے والے پر لازم ہے کہ اُسے بتائے یا لازم نہیں ہے، اسی طرح کسی مُحرم کو ممنوعاتِ احرام میں سے کسی ممنوع کے ارتکاب کرتا ہوا پائے تو دیکھنے والا کیا کرے اُسے بتائے یا نہ بتائے؟

(السائل: ابوطالب قادری)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: مُحرم کے احرام کی چادروں پر نجاست درہم کی مقدار سے زائد ہو اور دیکھنے والا یہ سمجھتا ہو کہ اگر میں اسے بتادوں گا تو یہ دھو لے گا تو اُس پر لازم ہے کہ اُسے بتادے اور اگر یہ جانتا ہو کہ یہ شخص میری بات نہیں سُنے گا تو اُسے اختیار ہے کہ بتائے یا نہ بتائے، چنانچہ امام افتخار الدین طاہر بن احمد بن عبدالرشید بخاری حنفی متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

رأَی علی ثوبِ إنسانٍ نجاسةً أکثرَ مِن قدرِ الدّرهمِ، و إنْ وَقَعَ فی قلبِه أنّه لو أخبَرَه یشتَغِلُ بغَسلِه لم یسعهُ أنْ لا یُخبِرَهُ، و إنْ عَلِمَ أنّه لا یلتفتُ إلی کلامهِ کان فی سعةٍ أن لا یُخبِرَهُ (خلاصة الفتاویٰ، کتاب الطّهارات، الفصل الثّامن فی النّجاسة، ۱/۴۶، مطبوعة: مکتبة رشیدیة، کوئتة)

یعنی، کسی انسان کے کپڑوں پر درہم کی مقدار سے زیادہ نجاست لگی ہوئی دیکھی، اگر دیکھنے والے کے دل میں آئے کہ اگر میں اُسے بتاؤں گا تو یہ اُسے دھونے میں مشغول ہوجائے گا تو اُسے اِس بات کی گنجائش نہیں کہ وہ اُسے خبر نہ دے، اور اگر وہ جانتا ہے کہ وہ شخص اِس کی بات کی طرف توجہ نہیں کرے گا تو اُسے گنجائش ہے کہ اُسے خبر نہ دے (یعنی چاہے تو خبر دے اور چاہے تو نہ دے)۔

اور سوال میں ذکر کردہ دیگر اُمور کو بھی اِسی پر قیاس کرنا چاہئے، دراصل یہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے باب سے ہیں چنانچہ امام افتخار الدین بخاری حنفی لکھتے ہیں:

الأمرُ بالمعروفِ علی هذا، إن عَلِم أنّهم یَسمعونَ یجبُ علیه إلّا لا (خلاصة الفتاویٰ، کتاب الطّهارات، الفصل الثّامن فی النّجاسة، ۱/۴۶، مطبوعة: مکتبة رشیدیة، کوئتة)

یعنی، امر بالمعروف اِسی پر ہے اگر جانتا ہے کہ وہ اُس کی بات سُنیں گے تو اُس پر (امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) واجب ہے ورنہ نہیں۔

اور بعض فقہاء کرام نے مطلقاً امر بالمعروف کو واجب قرار دیا ہے، چنانچہ امام افتخار الدین بخاری حنفی لکھتے ہیں:

قال الإمام السّرخسی: الأمرُ بالمعروفِ واجبٌ مطلقاً من غیرِ هذا التّفصِیلِ (خلاصة الفتاویٰ، کتاب الطّهارات، الفصل الثّامن فی

Ishaate Islam

النّجاسة، ١/٤٦، مطبوعة: مكتبة رشيدية، كوئتة)

یعنی، (شمس الائمہ) امام سرخسی (حنفی) نے فرمایا امر بالمعروف اِس تفصیل کے بغیر مطلقاً واجب ہے۔

احقر یہ کہتا ہے کہ فی زمانہ صرف سامنے والے کے سُننے یا نہ سُننے، ناصح کی بات کی طرف توجہ کرنے یا نہ کرنے، خیرخواہ کی خیرخواہی قبول کرنے یا نہ کرنے کی بات نہیں بلکہ خوف اس بات کا رہتا ہے کہ وہ اس کا انکار ہی نہ کردے اور جس کام کے کرنے کا اُسے حکم دیا گیا ہے وہ فرض قطعی یا واجب بھی ہوسکتا ہے یا جس کام سے اُسے روکا گیا، وہ حرام قطعی یا حرام ظنّی (یعنی مکروہ تحریمی) بھی ہوسکتا ہے تو اس کے انکار کے خوف کا مطلب ہے کہ اس کے مرتد یا گمراہ ہونے کا خوف، پھر لوگوں کے حالات ایسے ہوگئے کہ خیرخواہی کرنے والے کی عزت یا جان کو بھی خطرہ ہوسکتا ہے اور فی زمانہ لوگوں کی یہ حالت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے اس لئے اِن حالات میں اُسی پر عمل کرنا بہتر ہے جو امام افتخار الدین بخاری علیہ الرحمہ نے لکھا ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ١٦ ذوالقعدہ ١٤٣١ھ، ٢٥ اکتوبر ٢٠١٠ م 676-F

حالتِ احرام میں جسم پر پٹی باندھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ میرے گھٹنے میں انتہائی شدید تکلیف ہے جس کی وجہ سے میں اس پر گرم پٹی چڑھا کر رکھتا ہوں اب حج کا احرام باندھنے سے احرام کھلنے تک اگر میں گھٹنے پر گرم پٹی نہیں چڑھاؤں گا تو مجھے تکلیف بڑھ جانے کا قوی اندیشہ ہے، اب اس صورت میں اگر احرام باندھنے کے بعد گھٹنے پر گرم پٹی چڑھالوں تو مجھ پر کوئی دَم یا صدقہ تو لازم نہیں آئے گا۔

(السائل: ایک حاجی از لبیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: جن اعضاء کا احرام میں کُھلا رکھنا

واجب ہے اُن کے علاوہ دیگر اعضا پر کسی عُذر کی بنا پر پٹی وغیرہ باندھنا جائز ہے چنانچہ علامہ محمد سلمان اشرف لکھتے ہیں:

بلاعُذر سر یا مُنھ پر پٹی باندھنا مکروہ تحریمی ہے اِن دو اعضاء کے سوا کسی اور حصہ بدن پر پٹی باندھنا عُذر کے ساتھ جائز ہے اور بلاعُذر مکروہ ہے۔

(الحجّ، مصنّفہ محمد سلمان اشرف، احرام میں لباس مکروہ، ص٤٤-٤٥)

اور امام شمس الدین ابوبکر محمد سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

و إن عصّب شيئًا مِن جَسَدِه مِن علّةٍ أو غير علّةٍ فلا شيءَ عليه، لأنّه غيرُ ممنوعٍ عن تغطِيَةِ سائرِ الجسدِ سِوى الرَّأسِ و الوَجهِ و لكن يكرهُ له أنْ يُغطّيَ ذلك من غيرِ علّةٍ (المبسوط للسّرخسي، كتاب المناسك، باب ما يلبَسهُ المُحرِم من الثّياب، ٢/٤/١١٥، مطبوعة: دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١ھ- ٢٠٠٠م)

یعنی، ضرورت کی وجہ سے یا بے ضرورت بدن کا کوئی حصہ پٹی باندھی تو اُس پر کچھ (کفّارہ) لازم نہیں کیونکہ اُسے سوائے سر اور چہرے کے سوا پورے جسم کو ڈھکنے سے نہیں روکا گیا، لیکن وہ بے ضرورت مکروہ ہے۔

(الحج لمحمد سلمان أشرف، ص٤٨)

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ٢٨ ذو القعدة ١٤٢٩ھ، ٢٦ نوفمبر ٢٠٠٨ م 481-F

حالتِ احرام میں خوشبو سونگھنے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص احرام باندھنے کے بعد خود خوشبو استعمال نہیں کرتا مگر خوشبو پڑھی ہوئی ہے بغیر لگائے سونگھ لیتا ہے تو اِس پر کچھ کفّارہ لازم آئے گا یا نہیں، اِسی طرح کسی خوشبو میں بسے ہوئے شخص کے

Ishaate Islam

پاس سے گزرتا ہے یا عطار کی دوکان کے سامنے سے گزرتا ہے یا بیت اللہ شریف کے قریب جاتا ہے تو خوشبو تو اُسے بہرحال آئے گی ایسی صورت میں وہ کیا کرے؟

(السائل: محمد فیاض، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: احرام میں خوشبو سونگھنے سے اگرچہ کچھ لازم نہیں آتا مگر ایسا کرنا مکروہ ہے لہٰذا اس سے اجتناب کیا جائے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۰ھ لکھتے ہیں:

و کذا لا بأسَ بشمِّه (لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الجنایات، فصل فی تطییب الثّوب إلخ، ص٣٥٦، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٩ھ- ١٩٩٨م)

یعنی، اِسی طرح خوشبو سونگھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لا یجبُ شیٌ بشمِّ الطّیبِ ، و لو کان مکروهاً، لعدم الالصاقِ (المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل فی تطییب الثّوب إلخ، ص٣٥٦-٣٥٧، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٩ھ- ١٩٩٨م)

یعنی، خوشبو سونگھنے میں خوشبو جسم کے ساتھ مُلصَق نہ ہونے کی وجہ سے کچھ لازم نہیں اگرچہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

اور ملا علی قاری دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

و لو شَمَّ طِیباً أو دخل بیتاً مُجمَّرًا فعَلِقَ بثوبِه رائحةٌ فلا شیَٔ علیه، و یُکرهُ له شمُّهُ قصداً (فتح باب العنایة، کتاب الحجّ، فصل فی الجنایات، ٢/٢٨٨، مطبوعة: دار أحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٦ھ- ٢٠٠٥م)

یعنی، اگر خوشبو سونگھی یا دھونی دیئے ہوئے کمرے میں داخل ہوا پس اُس کپڑوں میں خوشبو داخل ہوگئی تو اس پر کچھ (کفّارہ) لازم نہیں اور اس کے لئے اُسے قصداً سونگھنا مکروہ ہے۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا کہ

لا یلزَمُهُ شیٌ بشَمِّ الرَّیحان و الطّیبِ و أثمارِ الطّیبةِ مع کراهةِ شمِّه (الفتاوی الهندیة، کتاب الحج، الباب الثّامن فی الجنایات، الفصل الأول فیما یجب بالتّطیب و التّدهین، ١/٢٤٠، دار المعرفة، بیروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٣ھ- ١٩٧٣م)

یعنی، خوشبو، پھول اور پھل سونگھنے سے کچھ کفّارہ تو لازم نہیں آتا لیکن (خوشبو) سونگھنا مکروہ ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں کہ

أنَّه لو شَمَّ طِیباً أو ثِماراً طَیّبةً لا کفّارة علیه و إن کُرِهَ (رَدُّ المحتار علی الدر المختار، کتاب الحجّ، باب الجنایات، تحت قوله: إن طیّب، ٣/٦٥٣، مطبوعة: دار المعرفة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٠ھ- ٢٠٠٠م)

یعنی، اگر خوشبو یا خوشبودار پھل سونگھ لئے تو اُس پر کچھ کفّارہ لازم نہیں اگرچہ یہ مکروہ ہے۔

اور غیر اختیاری طور پر خوشبو آئے تو مُحرم کو چاہئے کہ وہ خوشبو سونگھنے کا قصد نہ کرے اور اگر قصد کرے گا تو کراہت لازم آئے گی اگرچہ کراہت تنزیہی ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ٢٧ ذو القعده ١٤٢٩ھ، ٢٥ نوفمبر ٢٠٠٨ م 482-F

حالتِ احرام میں موتیا اور خوشبو والی کریم کا حکم

Ishaate Islam

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ حالتِ احرام میں موتیا کے گجرے، خوشبووالی کریم وغیرہا استعمال کرنا کیسا ہے؟

(السائل: C/O لبیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حالتِ احرام میں خوشبواور خوشبودار اشیاء کا استعمال ممنوع ہے چاہے اس کا استعمال بدن میں ہو یا کپڑوں میں، پھر خوشبو کی اقسام کثیر ہیں اوران کے استعمالات بھی مختلف ہیں اس لئے صرف سوال میں ذکر کردہ اشیاء اوران کے استعمالات کا حکم بیان کیا جائے گا۔

موتیا اور گجرے: ان کا استعمال بطور سونگھنے اور گلے یا ہاتھ میں پہننے کے ہوتا ہے، ہاتھ یا گلے میں پہننے یا ہاتھ میں پکڑنے کی صورت میں اُن کی خوشبو ہاتھوں وغیرہ کو نہیں لگتی، خوشبو اُن کے پانی میں ہوتی ہے وہ اُن کو مسلنے سے نکلتا ہے نہ کہ پہننے اور ہاتھ لگانے سے، باقی رہا سونگھنا تو وہ مکروہ ہے مگر اس پر کوئی کفّارہ لازم نہیں ہوتا لیکن مکروہ کے ارتکاب سے بھی بچنا چاہئے، چنانچہ صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

خوشبو سونگھی پھل ہو یا پھول جیسے لیمو، نارنگی، گلاب، چمبیلی، بیلے، جُوہی وغیرہ کے پھول تو کچھ کفّارہ نہیں اگرچہ محرم کو خوشبو سونگھنا مکروہ ہے (بہار شریعت، حج کا بیان، جُرم اوراُن کے کفارے، خوشبواور تیل لگانا، ۱/۶/۱۰۰)

علامہ سراج الدین علی بن عثمان اوسی حنفی متوفی ۵۶۹ھ لکھتے ہیں:

لَو شَمَّ الطِّيبَ لا شَيءَ عليه (الفتاوى السّراجية، كتاب الحجّ، باب التّطيّب المحرم، ص ٣٥، مطبوعة: مير محمد كتب خانه، كراتشى)

یعنی، اگر خوشبو سونگھی تو اُس پر کچھ لازم نہیں۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماءِ ہند کی ایک جماعت نے لکھا کہ:

لا يلزَمُه شيء بشم الرَّيحان و الطّيب و أثمارِ الطّيبةِ مع كراهةِ شمِّه كما فى "غاية السّروجى شرح الهداية" (الفتاوىٰ الهندية،

كتاب الحجّ، الباب الثّامن فى الجنايات، الفصل الأول فيما يجب بالتّطيّب و التّدهين، ١/٢٤٠، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٣ھ- ١٩٧٣م)

یعنی، خوشبو، پھول اور پھل سونگھنے سے کچھ کفّارہ تو لازم نہیں آتا لیکن مکروہ ہے جیسا کہ "غایۃ السروجی شرح الہدایہ" میں ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

أنه لو شَمّ طيباً أو ثِماراً طَيّبةً لا كفّارةَ عليه و إن كُرِهَ (رَدُّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قوله: إنْ طيّب، ٣/٦٥٣، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٠ھ- ٢٠٠٠م)

یعنی، اگر خوشبو یا خوشبودار پھل سونگھے تو اُس پر کوئی کفّارہ نہیں ہے اگرچہ (خوشبو سونگھنا) مکروہ ہے۔

خوشبودار کریم: اس میں خوشبو تھوڑی ہے تو پورے عضو پر لگانے کی صورت میں دَم اور اس سے کم میں صدقہ لازم ہوگا اور خوشبو اگر زیادہ ہے تو چوتھائی عضو پر لگانے کی صورت میں دَم اور اس سے کم میں صدقہ لازم ہوگا، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

لو طيَّب بالقليلِ عُضواً كاملاً أو بالكثيرِ رُبعَ عضوٍ لَزِمَ الدَّمُ و إلَّا فصدقَة (رَدُّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قوله: كاملاً، ٣/٦٥٣، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٠ھ- ٢٠٠٠م)

یعنی، تھوڑی خوشبو پورے عضو پر لگائی یا بہت خوشبو چوتھائی عضو پر تو قربانی واجب ہوئی ورنہ صدقہ۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ٤ ذوالحجه ١٤٣٠ھ، ٢١ نوفمبر ٢٠٠٩م 658-F

Ishaate Islam

رمی میں عورتوں کا نائب بننا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے کہ جو اپنی عورتوں کو رمی کے لئے نہیں لے جاتی بلکہ اُن کی رمی خود کر کے آجاتے ہیں جس طرح مرد پر خود رمی کرنا واجب ہے کیا عورتوں پر واجب نہیں، کیا اس حکم میں عورتوں اور مردوں میں کوئی فرق ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اِس حکم میں مرد وعورت میں کوئی فرق نہیں ہے جس طرح غیر معذور مرد پر خود رمی کرنا واجب ہے اِسی طرح غیر معذور عورت پر بھی خود رمی کرنا واجب ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و الرَّجُلُ و المرأةُ فی الرَّمِی سواءٌ (لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب رمی الجمار و أحكامه، فصل فی أحكام الرّمی الخ، ص۲۷٦، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م)

یعنی، مرد اور عورت رمی (کے حکم) میں برابر ہیں۔

اور اِس کے تحت ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ

و فيه إيماءٌ إلى أنَّه لا يجوزُ النّيابَةُ عن المرأةِ بغير عُذرٍ (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار و أحكامه، فصل فی أحكام الرّمی إلخ، ص۲۷٦، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م)

یعنی، اور اِس میں اشارہ ہے کہ بلا عُذر عورت کی طرف سے رمی میں نیابت جائز نہیں ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

مرد وزن در رمی جمار برابر اند الّا آنکہ افضل در حق زن آن است کہ رمی نماید در شب زیادۃً للستر و جائز نیست زنے را کہ نائب فرستد بعوض خود برائے رمی جمار مگر آنکہ عذرے داشتہ باشد کہ مانع گردد از رمی بنفس خود چنانچہ مرض و مانند آن (حيلة القلوب فی زيارة المحبوب، باب نهم دربيان طواف زيارة، فصل چهارم در بيان وقت رمی جمار، ص۲۱۸، مطبوعة: إدارة المعارف، كراتشی ۱۳۹۱ھ)

یعنی، مرد اور عورت رمی جمار میں برابر ہیں مگر یہ کہ عورت کے حق میں پردہ کی زیادتی کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ رات میں رمی کرے، عورت کو جائز نہیں کہ وہ اپنی جگہ رمی کے لئے اپنے نائب کو بھیجے مگر یہ کہ عورت کو کوئی عذر ہو جو خود رمی کرنے سے مانع ہو جیسا کہ مرض وغیرہ۔

اس کے لئے علماء کرام نے لکھا ہے کہ نائب بنانے کی رُخصت اُس مریض کے لئے ہے جو سواری پر بھی نہ جا سکتا ہو فی زمانہ اُسے وہیل چیئر پر بٹھا کر بھی نہ لے جا سکتا ہو تو اس طرح کا مریض مرد ہو خواہ عورت دوسرے کو اپنا نائب بنا دے، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳٦۷ھ نقل کرتے ہیں:

جو شخص مریض ہو کہ جمرہ تک سواری پر بھی نہ جا سکتا ہو وہ دوسرے کو حکم کر دے کہ اُس کی طرف سے رمی کرے۔ اس کے بعد اسی کے آگے لکھا کہ اگر مریض میں اتنی طاقت نہیں کہ رمی کرے تو بہتر یہ ہے کہ اس کا ساتھی اُس کے ہاتھ پر کنکری رکھ کر رمی کرائے۔ یوہیں بیہوش یا مجنون یا ناسمجھ کی طرف سے اُس کے ساتھ والے رمی کر دیں اور بہتر یہ ہے کہ اُن کے ہاتھ پر کنکری رکھ کر رمی کرائیں۔ "منسك" (لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب أحكام الرمی و أحكامه، فصل فی أحكام الرّمی و شرائطه إلخ، ص۲۷٤) (بہار شریعت، حج کا بیان، منیٰ کے اعمال اور حج کے بقیہ افعال، باقی

Tahaate Islam

دنوں کی رمی،۲/۶/۸۸،مکتبہ اسلامیہ،لاہور)

لہٰذا غیر معذور عورتوں کی جانب سے جولوگ رمی کر دیتے ہیں اس سے اُن عورتوں کے ذمے سے رمی کا وجوب ساقط نہ ہوگا۔اور ترک رمی کی وجہ سے جزاء وگُناہ سے نہ بچ پائیں گے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۷ ذوالحجة ۱۴۳۰ھ، ۲۴ نوفمبر ۲۰۰۹ م 666-F

تینوں دنوں کی رمی ترک کی تو کیا لازم ہوگا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے تینوں دنوں کی رمی ترک کر دی یا اس سے کسی وجہ سے ترک ہوگئی اِس صورت میں اُس پر کتنے دَم لازم ہوں گے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اس شخص پر ایک دم لازم ہوگا چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

من تَرَكَ رَمی الجِمَارِ فی الأَيّامِ كُلِّهَا فعليهِ دمٌ لتحقُّقِ تَركِ الوَاجبِ و يَكفِيهِ دمٌ واحدٌ، لأَنَّ الجِنسَ مُتّحدٌ (الهداية، كتاب الحج، باب الجنايات، ۱۔۲/۲۰۰، ۲۰۱، مطبوعة: دار الأرقم، بيروت)

یعنی، جس نے تمام دنوں کی رمی ترک کر دی تو اس پر ترکِ واجب متحقّق ہونے کی وجہ سے دَم لازم ہے اور اُسے ایک دَم کافی ہوگا کیونکہ جنس متحد ہے۔

اور علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

و لو تَرَكَ رَمی الجِمارِ كُلِّها أو يومٍ واحدٍ أو جمرةِ العَقَبةِ يومَ النَّحرِ فعليه شاةٌ (المُختار الفَتوى، كتاب الحج، باب الجنايات،

ص ۲۱۱، مطبوعة: مكتبة نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ۔ ۱۹۹۷م)

یعنی، اگر تمام جمرات کی رمی ترک کی یا ایک دن کی یا یوم نحر میں جمرۂ عَقَبہ کی (تمام صورتوں میں) اُس پر (دَم کے طور پر) بکری (ذبح کرنا) لازم ہے۔

یاد رہے کہ رمی واجبات حج سے ہے اور واجب کا بلاعُذر قصداً ترک گُناہ ہے اور دَم دینے سے ترکِ واجب کی وجہ سے حج میں لازم آنے والا نقصان تو پورا ہو جاتا ہے لیکن اُس سے لازم آنے والا گُناہ تو اس کے لئے سچی توبہ کرنی ہوگی، خصوصاً رمی کہ جس کے معاملے میں بہت لوگ غیر محتاط ہیں، کچھ تو رمی ترک کرنے کی جسارت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم دَم دے دیں گے، اور کچھ اپنی خواتین اور دوسرے افراد کی رمی خود کر کے آجاتے ہیں، نیابت کس صورت میں جائز ہے وہ اُس سے بے خبر ہوتے ہیں، دوسروں کے واجب ترک کرواتے ہیں اور ترک واجب گُناہ ہے، اس طرح وہ گُناہ میں دوسروں کے معاون بنتے ہیں، قرآن کریم میں ہے:

﴿وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ﴾ (المائدة: ۵/۲)

ترجمہ: اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گُناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۳ ذو الحجة ۱۴۲۹ھ، ۱۱ دیسمبر ۲۰۰۸ م 491-F

حائضہ کا بوقتِ رُخصت کعبہ کی زیارت کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ عورت دورانِ حیض مسجد حرام میں کہاں تک جاسکتی ہے جیسا کہ علماء کرام نے لکھا ہے کہ حیض والی وقتِ

Ishaate Islam

رُخصت حسرت بھری نگاہوں سے خانہ کعبہ کو دیکھے نیز صفا ومروہ پر جاسکتی ہے یا نہیں؟

(السائل: محمد فیاض از لبیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حالتِ حیض میں عورت کو مسجد میں داخل ہونا ممنوع ہے اور کعبہ معظّمہ کو دیکھنا ممنوع نہیں ہے اور اِس وقت مسجد حرام کے چند دروازے ایسے ہیں کہ جن سے کعبہ معظّمہ نظر آجاتا ہے جیسے بابُ العُمرہ اور باب عبدالعزیز وغیرہما۔

اسی لئے علماء کرام نے حیض والی عورت کے لئے لکھا ہے کہ وہ رُخصت کے وقت مسجدِ حرام کے کسی دروازے سے کعبہ معظّمہ کی زیارت کرے اور دعا مانگ کر رُخصت ہو چنانچہ مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

حائض ونفساء دروقت وداع از کعبہ درحال ارادہ خروج برائے سفر داخل نہ شود در مسجد بلکہ بایستد بر دروازہ مسجد ہر دروازہ کہ باشد باب خرورہ، وہوالأ فضل ودعا خواند بأمورِ خیر یہ إلخ (حیاۃ القلوب فی زیارت المحبوب، باب یازدھم، فصل چھارم دربیان کیفیت وداع علی الدجال، ص۲۲۹)

یعنی، حیض اور نفاس والی عورت کعبہ معظّمہ سے وداع ہوتے وقت جب وہ سفر پر نکلنے کا ارادہ کرلے مسجد میں داخل نہ ہو بلکہ وہ مسجد کے کسی بھی دروازے پر کھڑی ہو جائے، برابر ہے کہ باب خرورہ ہو اور وہ افضل ہے اور اُمورِ خیر کی دعا کرے۔

ایسی عورت صفا ومروہ دونوں پہاڑیوں اور مسعیٰ پر جاسکتی ہے کیونکہ مسعیٰ مسجد سے خارج ہے چنانچہ علامہ ابوالولید محمد بن عبداللہ احمد ازرقی متوفی ۲۵۰ھ لکھتے ہیں:

علامہ ازدی سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ ہم کتاب اللہ عزّ وجلّ میں پاتے ہیں کہ مسجد حرام کی حدّ

خرورہ سے مسعیٰ تک ہے۔(أخبار مكة، باب ذكر غور زمزم و ما جاء فی ذلك، ذكر حدّ مسجد الحرام، ۲/۶۳)

اور علامہ محمد بن اسحاق خوارزمی حنفی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

جان لیجئے کہ بیت اللہ مسجد حرام کے وسط میں ہے اور مسجدِ حرام مکہ معظّمہ کے وسط میں ہے اور صفا مشرق کی جانب مسجدِ حرام سے خارج اور مروہ اسی طرح جانبِ شمالی میں ہے۔(إثارة التّرغيب و التّشويق، القسم الأول، الفصل الخامس و الخمسون فی ذكر ما جاء فی بناء المسجد الحرام، ص۳۰۲)

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ۲۱ ذو القعده ۱۴۲۹ھ، ۱۹ نوفمبر ۲۰۰۸ م 474-F

بلا احرام مکہ پہنچنے والے حاجی کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جب ہم کراچی سے حج کے لئے روانہ ہوئے تو ہمارے ساتھ ایک خاتون ماہواری سے تھیں ماہواری کی وجہ سے اس نے احرام نہیں باندھا بلا احرام مکہ آگئی اب اُس پر کیا لازم ہوگا؟

(السائل: محمد فرید بن حاجی مختار، لبیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یاد رہے کہ ماہواری احرام کو مانع نہیں ہے جو عورت ماہواری سے ہو اُسے چاہئے کہ وہ اُسی حال میں احرام باندھ لے پھر مکہ معظّمہ پہنچ کر جب پاک ہو جائے تو غسل کرے، حج تمتع یا قران کا احرام ہو تو عمرہ ادا کرلے اور اگر حجِ افراد کا حج کا احرام ہو تو طوافِ قُدوم کرے اور مکہ پہنچ کر پاک ہونے تک حالتِ احرام میں رہے، جب پاک ہو جائے تب غسل کرکے عمرہ یا طوافِ قُدوم کرے۔

اب اس عورت پر لازم ہے کہ کسی بھی میقات پر جائے اور عمرہ کا احرام باندھ کر آئے

Ishaate Islam

پاک ہوگئی ہوتو عمرہ ادا کرے ورنہ پاک ہونے کے بعد عمرہ ادا کرلے اور اُس پر میقات سے بغیر احرام گزرنے کی وجہ سے جو دَم لازم ہوا وہ ساقط ہو جائے گا اور بغیر احرام میقات سے گزرنے کا گُناہ باقی رہے گا جس کے لئے اُسے سچی توبہ کرنی ہوگی۔

کیونکہ میقات سے مراد وہ جگہ ہے جہاں سے مکہ جانے کا ارادہ رکھنے والے بلا احرام نہیں گزر سکتا چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

المواقيت: المواضعُ الّتی لا يُجاوزُها مُريدُ مكّةَ إلّا مُحرِماً (الدُّرُّ المختار، كتاب الحجّ، ص١٥٧)

یعنی، میقاتیں وہ جگہیں ہیں جہاں سے مکہ معظّمہ کا ارادہ رکھنے والا سوائے احرام کے نہیں گزر سکتا۔

اور اگر بلا احرام گزر گیا پھر احرام باندھنے کے لئے کسی میقات کو نہ گیا، پھر چاہے احرام باندھا یا نہ باندھا بہر حال اُس پر دَم لازم آجائے گا چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

آفاقیٌّ مسلمٌ بالغٌ يُريدُ الحجَّ و لو نفلاً و العمرةَ و جَاوَزَ وقتَه ثمَّ أحرمَ لزِمَه دمٌ كما إذا لم يُحرِم، ملخصاً (الدُّرُّ المختار، كتاب الحج، باب الجنايات، ص ١٧٠، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٣ھ- ٢٠٠٢م)

یعنی، آفاقی مسلمان بالغ حج اگر نفلی حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو اور وہ میقات سے گزر جائے پھر احرام باندھے تو اُسے دَم لازم ہوگا جیسا کہ اُسے دم لازم ہوگا جو احرام نہ باندھے۔

احرام نہ باندھنے کی صورت میں لزوم دَم کے بارے میں علامہ رافعی لکھتے ہیں:

فإنَّه يكونُ مشغولَ الذّمةِ بأحدِ النُّسُكين و دمَ المجاوزة (تقريرات الرّافعی على الدّرِّ و الرَّدِّ، كتاب الحج، باب الجنايات، ٣/٧٠٤)

یعنی، بے شک اس کا ذمہ دو عبادتوں (حج وعمرہ) میں سے کسی ایک عبادت کے ساتھ مشغول ہو جاتا ہے اور (بلا احرام) میقات سے گزرنے کا دم۔

اور اگر وہ دوبارہ کسی بھی میقات پر چلا جاتا ہے تو دَم ساقط ہو جاتا ہے چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

فإنْ عَادَ إلى ميقاتٍ مّا ثُمَّ أحرَمَ سَقَط دمُه و الأفضلُ عَودُهُ ملخصاً (الدّر المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، ص ١٧١)

یعنی، پس اگر کسی بھی میقات کو لوٹا پھر (وہاں سے) سے احرام باندھا تو دَم ساقط ہو گیا اور افضل لوٹنا ہے۔

لہٰذا مذکورہ عورت پر کسی میقات پر جا کر احرام باندھ کر آئے اور پاک ہونے کے بعد عمرہ ادا کرے اور کسی میقات نہیں جا سکتی تو حُدودِ حرم سے باہر جا کر احرام باندھ کر آئے اور عمرہ ادا کرے اور ساتھ دم بھی دے اور دونوں صورتوں میں توبہ بھی کرے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم السبت، ٢٤ ذو القعده ١٤٢٩ھ، ٢٢ نوفمبر ٢٠٠٨ م 477-F

اُلٹا طواف کرنے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کعبے کا اُلٹا طواف کرے یعنی وہ حجر اسود سے رُکن یمانی کی طرف کو پھیرے دے اِس طرح طواف کو مکمل کرلے تو اُس پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل:)

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: یاد رہے کہ طواف میں تیامن یعنی دائیں طرف کو چلنا طواف کے واجبات سے ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹوی حنفی

Ishaate Islam

متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں کہ

پنجم از واجبات تیامن است در طواف وہوا لصحیح الأصح (حیات القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم در بیان طواف و انواع آن، فصل دویم دربیان شرائط صحة طواف، ص۱۱۹، مطبوعة: إدارة المعارف، کراتشی ۱۳۹۱ھ)

یعنی، طواف کے واجبات میں سے پانچواں واجب طواف میں تیامن ہے اور یہی صحیح، اصحّ ہے۔

تیامن سے مراد یہ ہے کہ بیت اللہ شریف کی طرف منہ کرکے کھڑا ہونے کی صورت میں اُس کا چلنا اُس کے دائیں طرف کو ہو یعنی حجر اسود سے اُس سمت کو چلے جس طرف باب کعبہ اور مقام ابراہیم ہیں، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں کہ

ومراد بہ تیامن آن است کہ شروع کند طائف در طواف بوجہی کہ واقع گردد مشی او از جہت یمین نفس او اگر فرض کردہ شود او مستقبل قبلہ، و طریقش آنست کہ گرداند بیت را بسوئے یسار خود و میرود بسوئے دو کے خود (حیات القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم در بیان طواف و انواع آن، فصل دویم دربیان شرائط صحة طواف، ص۱۱۹، مطبوعة: إدارة المعارف، کراتشی ۱۳۹۱ھ)

یعنی، دائیں طرف سے مراد یہ ہے کہ طواف کرنے والا طواف میں اِس طرح شروع ہو کہ فرض کرو اُس نے قبلہ کی طرف منہ کیا ہوا ہو تو اُس کا چلنا اُس کے دائیں طرف ہو، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ بیت اللہ کو اپنے بائیں ہاتھ پر رکھ کر اپنے منہ کی سیدھ میں چلے۔

اور علامہ عبدالعلی برجندی حنفی لکھتے ہیں:

و الحاصلُ أنَّهُ ینبغی أن یَبتدِأَ بالحجر و یَمشی إلی الجانبِ البابِ بحیث یکونُ البیتُ فی الطّوافِ علمی یساره (البرجندی

شرح المختصر الوقایة، کتاب الحجّ، تحت قوله: أخذًا عن یمینه إلخ، ۲۳٤/۱)

یعنی، حاصل کلام یہ ہے کہ اُسے چاہئے کہ وہ حجر اسود سے ابتداء کرے اور باب کعبہ کی جانب چلے اس طرح کہ طواف میں بیت اللہ شریف اُس کے بائیں ہاتھ پر ہو۔

اس لئے طواف میں حجرِ اسود سے رُکنِ یمانی کی طرف چلنے میں طواف کا منکوس یا معکوس ہونا پایا گیا جو کہ مکروہ تحریمی ہے جس میں اعادہ لازم آئے گا اعادہ نہ کرے تو دَم، چنانچہ امام ابوالفضل محمد بن محمد حاکم شہید لکھتے ہیں کہ

و فی طوافِه منکوساً أو محمولاً أو طواف أکثره کذلك بغیرِ عذرٍ، الإعادةُ و إنْ کان هُناك، و شاةٌ إنْ کان رَجَعَ (المبسوط (فی ضمنِ کتاب الأصل للإمام محمد)، کتاب المناسك، باب الطواف، ۳۳٤/۲، ۳۳۵، مطبوعة: عالم الکتب، بیروت، الطبعة الأولی ۱٤۱۰ھ۔ ۱۹۹۰م)

یعنی، اس کے منکوس، یا محمول طواف میں یا اس کے بلا عذر اس طرح اکثر طواف کرنے میں اعادہ ہے اگر وہاں (یعنی مکہ میں) ہو اور بکری ہے اگر لوٹ آئے۔

اور علامہ یوسف بن جنید اخی چلپی حنفی لکھتے ہیں:

إنَّما قیَّدَ الطّوافَ بالیمینِ، لأنَّه لو أخَذَ عن یسارِه و هو الطَّوافُ المعکوسُ، فطافَ کذلك سبعةً أشواطٍ یعتدُّ بطوافِه عندنا، و یُعیدُ ما دام بمکّة و إن رجَعَ إلی أهلِهِ قبلَ الإعادةِ فعلیه دَمٌ (الذّخیرة العقبی، کتاب الحجّ، تحت قول النقایة: ثم أخذ عن یمیه، ص٤۹۸)

Ishaate Islam

یعنی، طواف کو دائیں (طرف سے شروع کرنے) کے ساتھ مقید کیا ہے کیونکہ اگر بائیں سے شروع کرے گا تو یہ طواف معکوس ہوگا پس اس طرح (یعنی معکوس) سات چکر طواف کر لیا تو ہمارے نزدیک شمار ہوگا اور جب تک مکہ مکرمہ میں ہے اس کا اعادہ کرے گا اور اگر اعادہ سے قبل اپنے گھر کو لوٹ گیا تو اس پر دَم ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی لکھتے ہیں:

اگر طواف کرد بر غیر این وجہ چنانکہ طواف معکوس اعنی گردانید بیت را بسوئے یمین خود می رفت بسوئے ادئے خود ..... در جمیع این صُوَر مرتکب شد فعل حرام را وواجب باشد بروے اعادہ آن طواف و بر تقدیر عدم اعادہ لازم آید دم بروئے (حیات القلوب فی زیارة المحبوب، باب سیوم در بیان طواف و انواع آن، فصل دویم دربیان شرائط صحة طواف، ص۱۱۹، مطبوعة: إدارة المعارف، کراتشی ۱۳۹۱ھ)

یعنی، اگر اِس وجہ کے غیر پر طواف کیا جیسا کہ طواف معکوس میری مراد ہے کہ اُس نے (طواف میں) بیت اللہ کو اپنے دائیں ہاتھ پر رکھا اور اپنے منہ کی سیدھ میں چلا ..... اِن تمام صورتوں میں وہ فعل حرام کا مرتکب ہوا اور اُس پر اس طواف کا اعادہ لازم ہوگا اور اعادہ نہ کرنے کی صورت میں اس پر دَم لازم آئے گا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ذوالحجة ۱۴۲۹ھ، دیسمبر ۲۰۰۸ م . F-671

طواف میں طہارت حکمیہ کی حیثیت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طوافِ

زیارت، طواف وداع اور نفلی طواف میں طہارت حکمیہ کی کیا حیثیت ہے اگر ان میں طہارت ترک ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

(السائل: ابوطالب قادری، جمشید روڈ، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یاد رہے کہ حج میں طوافِ زیارت فرض ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

هذا الطّوافُ هُو المفرُوضُ فی الحجّ و هو رکنٌ فیه، إذ هو المأمُورُ به فی قولِه تعالیٰ: ﴿وَ لْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾ (الحج:۲۲/۲۹) و یُسمَّی طواف الإفاضةِ و طواف یومِ النّحرِ (الهداية، کتاب الحجّ، باب الإحرام، ۱-۲/۱۸۰، مطبوعة: دار الأرقم، بیروت)

یعنی، یہ طواف حج میں فرض ہے اور یہ اُس میں رُکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ''اور اُس آزاد گھر کا طواف کریں'' میں مأمور بہ ہے اور اس کا نام طوافِ افاضہ اور طوافِ یوم نحر رکھا گیا ہے۔

اور حج میں طواف وداع آفاقی حاجی پر واجب ہے چنانچہ علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:

و هُو واجبٌ عندنا خلافاً للشّافعی لقوله علیه السّلام: مَنْ حَجَّ البَيْتَ فَلْيَكُنْ آخِرُ عَهْدِهِ بِالْبَيْتِ الطَّوَافُ إِلَّا عَلٰى أهلِ مكّة۔ ملخصاً (الهداية، کتاب الحجّ، باب الإحرام، ۱-۲/۱۸۲، ۱۸۳)

یعنی، اور وہ (طوافِ صدر) ہمارے نزدیک سوائے اہلِ مکہ کے (سب پر) واجب ہے برخلاف امام شافعی کے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے ''جو بیت اللہ کا حج کرے اس کا بیت اللہ کے ساتھ آخری عہد طواف ہونا چاہئے سوائے اہل مکہ کے'' (صحیح البخاری، کتاب الحجّ، باب (۱۴۴) طواف الوداع، برقم:۱۷۵۵، ۱/۴۳۱، بلفظ آخر۔ أیضاً صحیح

Ishaate Islam

مسلم، کتاب الحجّ، باب (٦٧) وجوب طوافِ الوداع و سقوطه عن الحائض، برقم:٣١٩٨/٣٧٩۔ (١٣٢٧)، ص٦١٣، بلفظ آخر)۔

اور حافظ الدین ابوالبرکات علامہ عبداللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

و هو واجبٌ إلّا علىٰ أهلِ مكةَ (كنز الدّقائق، كتاب الحجّ، باب الإحرام، ص٢٨، المكتبة العصرية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٥ھ۔ ٢٠٠٥م)

یعنی، اور وہ واجب ہے سوائے اہلِ مکہ کے۔

اور ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فإنّه مِن الواجباتِ بلا خلفٍ (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات، فصل لو طاف للزّيارة الخ، ص٣٨٦)

یعنی، پس طوافِ وداع بلا خلاف واجباتِ حج میں سے ہے۔

اور طواف میں طہارت (یعنی پاکیزگی) واجب ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:

و لنا: قوله تعالىٰ: ﴿وَ لْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾ (الحجّ:٢٢/٢٩) مِن غيرِ قيدِ الطّهارةِ فلم تكُن فرضاً، ثمّ قيل: هی سنّةٌ، و الأصحُّ: أنّها واجبةٌ (الهداية، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: و من طاف طواف القدوم إلخ، ١۔٢/١٩٩)

یعنی، ہماری دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ''اور اس آزاد گھر کا طواف کریں'' طہارت کی قید کے بغیر ہے پس (طواف میں) طہارت فرض نہ ہوگی، پھر کہا گیا کہ طہارت سنّت ہے اور صحیح ترین قول یہ ہے کہ طہارت واجب ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

الأوَّلُ الطّهارةُ عن الحَدثِ الأكبرِ و الأصغرِ (لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب دخول مكة، فصل فی واجبات الطّواف، ص١٦٦، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨م)

یعنی، طواف کا پہلا واجب حدثِ اکبر اور حدثِ اصغر سے پاک ہونا ہے۔

مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و هُو الصّحيح من المذهبِ (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسّط، باب دخول مكة، فصل فی واجبات الطّواف، ص١٦٧، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨م)

یعنی، (طہارت کا واجب ہونا) صحیح مذہب ہے۔

حدثِ اکبر سے پاک ہونا یہ ہے کہ اُس پر غُسل فرض نہ ہو اور حدثِ اصغر سے پاک ہونا یہ ہے کہ وہ بے وضو نہ ہو۔

جب طواف میں نجاست حکمیہ سے طہارت واجب ہے تو طہارت کے بغیر کیا ہوا طواف صحیح ہو جائے گا اور اِس طرح طواف کرنے والے پر اُس کا اعادہ یا شرعی جرمانہ لازم آئے گا اور وہ گُنہگار بھی ہوگا، چنانچہ ملّا علی قاری لکھتے ہیں:

ثمَّ إذا ثَبتَ أنَّ الطّهارةَ عن النَّجاسةِ الحكميّةِ واجبةٌ، فلو طاف معها يصحُّ عندنا و عند أحمدَ، و لم يحلَّ له ذلك و يكونُ عاصياً و يجبُ عليه الإعادةُ و الجزَاءُ إن لم يُعِد، و هذا الحكمُ فی كُلِّ واجبٍ تَرَكه (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسّط، باب دخول مكة، فصل فی واجباتِ الطّواف، ص١٦٧)

یعنی، پھر جب ثابت ہو گیا کہ (طواف میں) نجاست حکمیہ سے پاکی واجب ہے تو اگر نجاست حکمیہ کے ساتھ طواف کر لیا تو ہمارے امام (امام ابوحنیفہ) اور امام احمد کے نزدیک (طواف) صحیح ہو جائے گا اور اُس کے

Ishaate Islam

لئے وہ (نجاست حکمیہ کے ساتھ طواف) حلال نہیں ہے اور وہ گُنہگار ہوگا واراس پر (اس طواف کا) اعادہ واجب ہوگا اور اگر اعادہ نہ کرے تو جزاء (واجب ہوگی) اور یہ حکم ہر واجب میں ہے (جسے) وہ ترک کرے۔

لہٰذا حدثِ اکبر اور حدثِ اصغر میں فرق کی وجہ سے اگر بے وضو طوافِ زیارت کیا تو ''دَم'' لازم ہوگا اور غسل فرض ہونے کی صورت میں طوافِ زیارت کیا تو ''بدنہ'' لازم ہوگا چنانچہ علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:

و لَو طافَ طوافَ الزِّيارةِ مُحدِثًا فعليه شاةٌ لأنَّه أدخَلَ النّقصَ فی الرُّكنِ فيُجبَرُ بالدَّم، و إن كان جُنباً فعليه بَدَنَةٌ، كذا رُوی عن ابن عباسٍ رضی الله تعالیٰ عنهما: و لأنَّ الجنابةَ أغلظُ من الحَدَثِ فيجب جَبرُ نقصانِها بالبَدَنَةِ إظهاراً للتّفاوُتِ (الهداية، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل من طاف طواف القدوم الخ، ١_٢/١٩٩)

یعنی، اگر بے وضو طوافِ زیارت کیا تو اُس پر (بطورِ دَم) ''بکری'' لازم ہے کیونکہ اُس نے (حج کے) رُکن میں نقص کو داخل کر دیا پس (اِس نقص کو) دَم کے ساتھ پورا کیا جائے گا اور جُنبی ہے (یعنی اس پر غسل فرض ہے) تو اُس پر ''بدنہ'' (گائے یا اونٹ) لازم ہے، اِسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے اور اس لئے کہ جنابت حَدَث (بے وضو ہونے) سے زیادہ غلیظ ہے، پس (دونوں حکمی نجاستوں میں) فرق کے اظہار کے لئے اِس کا نقصان بَدنہ کے ساتھ پورا کرنا واجب ہے۔

طوافِ وداع کا حکم یہ ہے کہ اگر بے وضو کیا تو صدقہ لازم ہوگا اور اگر حالتِ جنابت میں کیا تو دَم چنانچہ علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

و مَن طاف طوافَ الصَّدرِ مُحدِثاً فعليه صدقةٌ لأنه دون طوافِ الزّيارةِ و إنْ كان واجباً فلا بُدّ مِن إظهارِ التَّفاوُتِ، و لو طافَ جُنباً فعليه شاةٌ لأنّه نقصٌ كثيرٌ ثُمَّ هو دون طوافِ الزِّيارة فَيكتفی بالشّاةِ (الهداية، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل من طاف طواف القدوم الخ، ١_٢/١٩٩)

یعنی، جس نے بے وضو طواف وداع کیا اُس پر ''صدقہ'' لازم ہے کیونکہ یہ (طواف مرتبے میں) طوافِ زیارت سے کم ہے اگرچہ واجب ہے تو (واجب اور فرض میں) تفاوت ظاہر کرنا ضروری ہے اور اگر حالتِ جنابت میں کیا تو اس پر (بطورِ دَم) ''بکری'' لازم ہے کیونکہ (یہاں) نقص کثیر ہے پھر یہ (طواف) طوافِ زیارت سے (مرتبہ میں) کم ہے تو بکری کافی ہے۔

اور اگر طوافِ زیارت کا اپنے وقت میں اعادہ کر لے تو ''بدنہ'' یا ''دَم'' جو بھی لازم ہوا وہ ساقط ہو جائے گا اور اعادہ افضل ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:

و الأفضلُ أن يُعِيدَ الطّوافَ ما دامَ بمكّة و لا ذبحَ عليه، و الأصحُّ أنه يُؤمرُ بالإعادة فی الحَدَثِ استحباباً، و فی الجنابةِ ايجاباً لفحشِ النُّقصانِ بسببِ الجنابةِ و قُصورِهِ بِسببِ الحَدَثِ (الهداية، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل و من طاف طوافَ القدوم الخ، ١_٢/١٩٩)

یعنی، اور افضل یہ ہے کہ جب تک مکہ مکرمہ میں ہے طواف کا اعادہ کرے اور اس پر (جانور) ذبح کرنا لازم نہیں ہے، صحیح ترین قول یہ ہے کہ حدیث میں اُسے استحباباً اعادہ کا حکم دیا جائے گا اور جنابت میں وجوباً کیونکہ جنابت کے سبب (طواف میں) نقصان فاحش ہے اور حدث

Ishaate Islam

کے سبب (طواف میں) نقصان کم ہے۔

پھر اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ طوافِ زیارت ایام نحر میں (یعنی دس ذوالحجہ سے بارہ کے غروب آفتاب سے قبل) ادا کرنا واجب ہے، چنانچہ علامہ محمد بن عبداللہ بن احمد عزّی تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ طواف کے واجبات کے بیان میں لکھتے ہیں:

و فعلَ طوافِ الإفاضةِ فی أیّام النَّحر (تنویر الأبصار، کتاب الحجّ، ص۱۵۷، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱٤۲۳ھ۔ ۲۰۰۲م)

یعنی، طوافِ افاضہ ایامِ نحر میں کرنا (واجب ہے)۔

لہٰذا اگر کوئی اِس کا اعادہ ایام نحر میں کر لے تو اُس پر جو جزاء لازم آئی وہ ساقط ہو جائے گی اور اگر ان ایام کے بعد اعادہ کیا تو تاخیر کی وجہ سے دَم لازم آئے گا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۱۸ ذوالقعدة ۱٤۳۱ھ، ۲۷ اکتوبر ۲۰۱۰ م 672-F

بے وضو یا حالتِ جنابت کے لئے نفلی طواف کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نفلی طواف اگر حالتِ جنابت یا بے وضو کر لیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے، کیا اس کا حکم واجب طواف کی مثل ہے یا الگ ہے، تفصیل سے جواب عنایت فرما کر مشکور ہوں۔

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اِن اُمور میں نفلی طواف کا حکم وہی ہے جو واجب طواف کا ہے کہ حالتِ جنابت میں کیا تو دَم اور بے وضو کیا تو صدقہ لازم ہوگا کیونکہ نفلی طواف شروع کرنے سے قبل نفل ہوتا ہے جب شروع کر دیا تو اب واجب ہو گیا اسی لئے اس کا حکم بھی وہی ہے جو واجب طواف کا ہے چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی

حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں کہ:

أَنَّ الحکمَ کذالك فی کُلِّ طوافٍ هُو تطوُّعٌ، فیجبُ الدَّمُ لو طافَهُ جُنباً، و الصَّدقةُ لو مُحدِثًا کما فی "الشرنبلالیَّة" عن "الزّیلعیّ" (رَدُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، باب الجنایات، تحت قوله: لوُجوبه بالشُّروع إلخ، ۳/٦٦۱، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱٤۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م)

یعنی، بے شک اسی طرح حکم ہر طواف میں ہے جو نفلی ہو، پس اگر حالتِ جنابت میں طواف کیا تو دَم واجب ہے اور بے وضو کیا تو صدقہ جیسا کہ "شرنبلالیه" (غنیة ذوی الأحکام فی بغیة دُرَرِ الحُکّام، کتاب الحجّ، باب الجنایات، ۱/۲٤۲، مطبوعة: مطبعة أحمد کامل الکائنة فی دار السّعادة، ۱۳۲۹ھ) میں "زیلعی" (تبیین الحقائق، کتاب الحجّ، باب الجنایات، ۲/۳٦۹، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ۱٤۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م) کے حوالے سے ہے۔

اور نفلی طواف پر واجب طواف والے احکامات اس لئے لازم ہوئے کہ یہ طواف شروع کرنے سے قبل نفل تھا جب شروع کر دیا تو واجب ہو گیا جیسا کہ طوافِ قُدوم سنّت ہے لیکن شروع کرنے سے واجب ہو جاتا ہے اور اس کے احکام وہی ہوتے ہیں جو واجب طواف کے لئے ہوتے ہیں چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ ''تنویر الابصار'' کی عبارت ''طوافِ قُدوم حالتِ جنابت میں کیا تو دَم لازم ہے'' کے تحت لکھتے ہیں:

لوُجوبِه بالشّروعِ (الدُّرُّ المختار، کتاب الحجّ، باب الجنایات، تحت قوله: أو طاف للقدوم، ص۱٦۷، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱٤۲۳ھ۔ ۲۰۰۲م)

یعنی، اس کے شروع کرنے سے واجب ہو جانے کی وجہ سے۔

Ishaate Islam

اور مطلق طواف میں طہارت واجباتِ طواف سے ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم بن عبد الغفور ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ واجباتِ طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

یکے طہارت بدن از نجاست حکمیہ برابر است طواف فرض باشد یا غیر آن ملخصاً (حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب دویم، فصل دویم، أما واجبات طواف، ص۱۱۸)

یعنی، طواف کا پہلا واجب بدن کا نجاست حکمی سے پاک ہونا ہے برابر ہے کہ طواف فرض ہو یا اُس کا غیر (یعنی واجب یا سنّت یا نفل ہو)

اور ترکِ واجب سے مُرتکب گُنہگار قرار پاتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

یَصیرُ عاصیاً أی: لِترکِ الواجبِ (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل فی حکم الجنایات فی طوافِ الزّیارۃ، ص۳۸۱)

یعنی، مرتکب گُنہگار رہو جاتا ہے یعنی ترک واجب کی وجہ سے۔

ایسی صورت میں پہلے اعادہ کا حکم دیا جاتا ہے، اعادہ کر لے تو اگر دَم لازم تھا تو وہ ساقط ہو جاتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

فإنْ أعادَہ سَقَطَ عنه الدَّمُ (لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الجنایات، فصل فی حکم الجنایات فی طواف الزّیارۃ، ص۲۸۳)

یعنی، پس اگر اعادہ کر لے تو دَم ساقط ہو گیا۔

اور اگر صدقہ لازم تھا تو اعادہ سے وہ بھی ساقط ہو جاتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور ملا علی قاری لکھتے ہیں:

و إن أَعادَہ سقطتْ أی: الصَّدقةُ (لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الجنایات، فصل فی حکم الجنایات فی طوافِ الزّیارۃ، ص۲۸۳)

یعنی، اگر اس کا اعادہ کر لے تو صدقہ ساقط ہو گیا۔

اور اعادہ کفّارے کو تو ساقط کر دیتا ہے لیکن گُناہ باقی رہتا ہے چنانچہ ملا علی قاری نے ''لباب'' کی عبارت کہ ''اگر اعادہ کر لیا تو صدقہ ساقط ہو گیا'' کے تحت لکھا کہ

و بَقِیَتِ المعصِیّةُ (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل فی حکم الجنایات فی طواف الزّیارۃ، ص۳۸۳)

یعنی، اور گُناہ باقی رہتا ہے۔

اور دوسرے مقام پر کفّارہ ادا کرنے کے بعد بھی گُناہ کے باقی رہنے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و أمّا المعصِیّةُ فموقُوفةٌ علی التّوبة أو معلّقةٌ بالمشیئَةِ و لو کُفِّرت بالبَدَنَةِ (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل فی حکم الجنایات فی طواف الزیارۃ، ص۳۸۲)

یعنی، مگر گُناہ تو وہ توبہ پر موقوف ہے یا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر معلّق ہے اگرچہ بَدنہ کے ساتھ کفّارہ دے دے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

لکنّ العامدَ آثم (لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب فرائض الحج، فصل فی واجباته، ص۸۰)

یعنی، لیکن قصداً ترک کرنے والا گنہگار ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی نے لکھا کہ اگر قصداً ترکِ واجب پایا گیا تو گُناہ لازم آئے گا چنانچہ لکھتے ہیں کہ

حکم واجبات آنست کہ اگر ترک کرد یکے از آنہا صحیح باشد حج او و لازم آید بروئے دم یا صدقہ برابر ست ترک کردہ باشد آن را عمداً یا سہواً یا نسیاناً یا خطاءً یا جہلاً لیکن چون ترک کرد بطریق تعمّد آثم باشد اگرچہ دم دہد و مرتفع

Ishaate Islam

نگر دد آن اثم بغیر توبہ (حیات القلوب فی زیارة المحبوب، مقدمة الرسالة، فصل سیوم، در بیان فرائض و واجبات الخ، ص٤٤)

یعنی، واجبات کا حکم یہ ہے کہ اُن میں سے اگر کوئی ایک چھوڑ دیا تو حج صحیح ہو جائے گا اور (چند واجبات کے علاوہ باقی تمام کے ترک کرنے کی صورت) اُس پر دَم یا صدقہ لازم آئے گا برابر ہے کہ اُس نے عمداً یا سہواً یا نسیاناً یا خطاءً یا جہلاً اُسے ترک کیا ہو لیکن عمداً چھوڑا ہے تو گُنہگار رہے اگرچہ دَم دے دے اور اس کا گُناہ بغیر توبہ کے نہ اُٹھے گا۔

لہٰذا واجب کسی طرح بھی ترک ہو چاہئے کہ توبہ کر لے کہ اسی میں احتیاط ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ٣ ذوالحجة١٤٢٩ھ، ١ دیسمبر ٢٠٠٨ م 668-F

بے وضو یا حالت جنابت میں طوافِ زیارت یا وداع کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص اگر بے وضو طوافِ زیارت کر لے پھر طوافِ وداع باوضو کرے یا طوافِ زیارت بے وضو کرے اور طوافِ وداع غسل کی حالت میں کرے تو دونوں صورتوں میں اُس پر کیا لازم ہوگا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: جس نے طوافِ زیارت بے وضو کیا اور طوافِ وداع باوضو کیا اس نے طوافِ وداع اگر بارہ ذوالحجہ کو غروب آفتاب سے قبل ادا کیا تو اُس کا دوسرا طواف طوافِ زیارت ہوگا پھر اُس کے بعد اگر کوئی اور طواف کر لیتا ہے تو وہ طوافِ وداع ہو جائے گا اور اگر نہیں کرتا اور مکہ مکرمہ چلا جاتا ہے تو اُسے ایک دَم لازم آئے گا کیونکہ جسے وہ طوافِ وداع سمجھ رہا ہے وہ تو طوافِ زیارت ہو گیا اور وہ بغیر طوافِ وداع کئے چلا گیا اور طوافِ وداع آفاقی کے لئے واجب ہے جیسا کہ حافظ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد

نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

فطُف للصّدر سبعة أشواطٍ و هو واجبٌ إلّا على أهلِ مكّةَ (كنز الدّقائق، كتاب الحجّ، باب الإحرام، ص٢٨، مطبوعة: المكتبة العصرية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٥ھ- ٢٠٠٥م)

یعنی، پس سات چکر طواف کر اور وہ واجب ہے سوائے اہلِ مکہ کے۔

اور ملا علی قاری لکھتے ہیں:

فإنّه من الواجباتِ بلا خلفٍ (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات، فصل و لو طاف للزّيارة جنباً، ص٣٨٦)

یعنی، پس طوافِ وداع بلا خلاف واجبات (حج) سے ہے۔

لہٰذا جب وہ طوافِ وداع کئے بغیر چلا گیا تو ترکِ واجب لازم آیا اور ترکِ واجب پر دَم لازم آتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور اُن کے حوالے سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نقل کرتے ہیں کہ:

و إنْ طَافَ للزّيارة مُحدِثًا و للصّدرِ طاهراً، فإنْ حصَلَ الصَّدرُ فی أيّام النَّحر انتقَلَ إلى الزِّيارة، ثمَّ إنْ طَافَ للصّدر ثانياً فلا شئَ عليه، و إلّا فعليه دَمٌ لتركِه (لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الجنايات، فصل: و لو طاف للزّيارة جنباً، ص٣٨٦، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ھ- ١٩٩٨م)(ردّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قوله: إن لم يُعِده، ٦٦٢/٣، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠ھ- ٢٠٠٠م)

یعنی، اگر طوافِ زیارت بے وضو کیا اور طوافِ وداع پاکی کی حالت میں، پس اگر طوافِ وداع ایامِ نحر میں کیا تو یہ طواف طوافِ زیارت کی طرف منتقل ہو جائے گا، پھر اگر طوافِ وداع دوبارہ کر لیا تو اُس پر کچھ

Ishaate Islam

نہیں ورنہ اُس پر طواف وداع چھوڑنے کی وجہ سے دَم ہے (کہ وہ طوافِ وداع کئے بغیر چلا گیا)

اُس نے اگر کوئی نفل طواف کرلیا تو وہ نفل طواف طوافِ وداع ہو جائے گا اور اُس پر کوئی دَم لازم نہ ہوگا چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

كذا لو طاف طواف النّفلِ (المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب الجنايات، فصل لو طاف للزيارة جنباً، ص٣٨٦، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ه- ١٩٩٨م)

یعنی، اس طرح اگر کوئی نفلی طواف کرلیا (تو اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا)۔

اور اگر اس نے طوافِ وداع ایام نحر یعنی بارہ کے غروب آفتاب کے بعد کیا تو یہ طواف طوافِ زیارت کی طرف منتقل نہ ہوگا اَب اُس پر بے وضو طوافِ زیارت کرنے کی وجہ سے دَم لازم رہے گا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ شامی نقل کرتے ہیں کہ:

و إن حصَلَ بعد أيَّامِ النَّحرِ لا ينتقِلُ، و عليه دَمٌ لطوافِ الزّيارة مُحدِثاً (لُباب المناسك مع شرحه للقارى، باب الجنايات، فصل: و لو طاف للزّيارة جنباً، ص٣٨٦، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ه- ١٩٩٨م) (رَدُّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قوله: إن لم يُعده، ٦٦٢/٣، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠ه- ٢٠٠٠م)

یعنی، اور اگر طوافِ وداع ایام نحر گزرنے کے بعد کیا تو طوافِ وداع طوافِ زیارت کی طرف منتقل نہیں ہوگا تو اُس پر بے وضو طوافِ زیارت کرنے کی وجہ سے دَم لازم ہوگا۔

اور سوال کی دوسری صورت میں جب اُس نے طوافِ زیارت بے وضو کیا اور طوافِ وداع حالتِ جنابت میں، تو اُس پر دو دَم لازم آئیں گے ایک بے وضو طوافِ زیارت کرنے

پر، دوسرا طوافِ وداع حالتِ جنابت میں کرنے پر، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ شامی نقل کرتے ہیں کہ:

و لو طافَ للزّيارةِ مُحدِثًا و للصَّدرِ جُنبًا فعليه دَمَانِ (لباب المناسك مع شرحه للقارى، باب الجنايات، فصل: و لو طاف للزّيارة جنباً، ص٣٨٦، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ه- ١٩٩٨م) (رَدُّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قوله: إن لم يُعده، ٦٦٢/٣، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠ه- ٢٠٠٠م)

یعنی، اور اگر بے وضو طوافِ زیارت کیا اور طوافِ وداع حالتِ جنابت میں کیا تو اس پر دو دَم لازم ہیں۔

اِس دوسری صورت میں حالتِ جنابت میں طوافِ وداع کرنے کے بعد اگر اس کا اعادہ کرلے تو دوسرا دَم جو طوافِ وداع حالتِ جنابت میں کرنے پر لازم آیا وہ ساقط ہو جائے گا اگرچہ اُس نے اس کے بعد نفل کی نیت سے ہی طواف کیا تو اُس طواف کا اعادہ ہو جائے گا جو اُس نے حالتِ جنابت میں کیا تھا اور یہ حکم اس وقت تک ہے جب تک وہ مکہ مکرمہ میں ہے اگر اعادہ کئے بغیر چلا گیا اور میقات سے نکل گیا تو اب دوسرا دَم متعین ہو گیا کہ اب طوافِ وداع کے اعادہ کا وقت جاتا رہا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ١٨ذو الحجة ١٤٢٩ھ، ١٦دیسمبر٢٠٠٨ م 496-F

طہر متخلّل میں کئے گئے نفلی طوافوں کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کو ماہواری آئی اور چند دن کے بعد بند ہوگئی اور اُس نے غسل کے بعد نماز شروع کر دی

Ishaate Islam

اورطواف بھی کئے ایک آدھ دن گزرنے کے بعد دس دن کے اندر اُسے دوبارہ ماہواری شروع ہوگئی تو اِس صورت میں کیا حکم ہے؟

(السائل: شکیل علی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: ماہواری کی کم ازکم مدت تین دن تین راتیں ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن دس راتیں ہیں چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

أقلُّه ثلاثة أيّامٍ بلَيالِيها الثّلاثِ و أكثرُ عشرة بعشر ليالٍ كذا رواه "الدّار قطني" (سُنَن الدّار قطني، كتاب الحيض، برقم:٧٩٧، ٧٩٨، ٧٩٩، ١_٢/٢١٧، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٧ه_ ١٩٩٦م) وغيره ملخصاً (الدّر المختار، كتاب الطّهارة، باب الحَيضِ، ص٤٣، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٣ه_ ٢٠٠٢م)

یعنی، اُس کے کم ازکم تین دن ساتھ تین راتوں کے اور اس کے زیادہ سے زیادہ دس دن ساتھ دس راتوں کے ہیں، اسی طرح ''دار قطنی'' وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

اورعورت عادت کے ایام میں جو بھی دیکھے گی وہ ماہواری میں شمار ہوگی سوائے خالص سفیدی کے اگرچہ اس مدّت میں کبھی خون آئے اور کبھی نہ آئے پوری مدّت ماہواری ہی شمار کی جائے گی کیونکہ اول اور آخر کو دیکھا جائے گا، مدّت معتاد کے اندر ابتداء میں بھی ماہواری اور آخر میں ماہواری بیچ میں چاہے ماہواری نہ ہو کُل مدّت ماہواری کہلائے گی اور مدّت کے اندر کہ جس کے دونوں جانب ماہواری ہو بیچ کے خالی ایام کو طہر متخلّل کہتے ہیں چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

و مَا تراهُ فی مدّتِه المعتَادةِ سِوی بياضٍ خالصٍ و لو المرئَی

طُهراً متخلّلاً بين الدَّمَين فيها حيضٌ لأنَّ العِبرةَ لِأوَّلِه و آخِره و عليه المُتُونُ (الدُّرُّ المختار، كتاب الطّهارة، باب الحيض، ص٤٤)

یعنی، اورعورت عادت کے دنوں میں سوائے خالص سفیدی کے جو دیکھے گی (وہ ماہواری میں شمار ہوگا) اگرچہ اِس مدت میں دوخونوں کے درمیان طُہر متخلّل ہو حیض ہے، اِس لئے کہ اعتبار اول اور آخر کا ہوتا ہے اور اِسی پر متون (فقہ متفق) ہیں۔

لہٰذا مدّت معتاد میں اول اور آخر کا اعتبار کرتے ہوئے کُل مدّت کہ جس میں ماہواری جاری تھی اور بیچ کا وہ زمانہ کہ جس میں ماہواری رُکی رہی سب ماہواری قرار پائی بشرطیکہ ماہواری دوبارآ کر دس دن کے اندر ختم ہوگئی ہو تو اِس صورت میں اُس عورت کا طواف حالتِ ماہواری میں واقع ہوگا، لہٰذا جب تک مکہ مکرمہ میں ہے اُن سب کا اعادہ کرلے۔

اور اعادہ نہیں کرتی اور مکہ سے اپنے وطن کو چلی گئی تو دَم لازم ہوگا کیونکہ ماہواری جنابت کی مثل ہے (جیسا کہ علامہ ابومنصور کرمانی حنفی نے "المسالك المناسك" (فصل فی كفّارة الجنابة فی الطّواف، ٢/٧٨٥) میں لکھا ہے) یعنی جو حکم حالتِ جنابت میں طواف کرنے کا ہے وہی حکم حالتِ ماہواری میں طواف کا ہے اور پھر نفلی طواف کا ان معاملات میں وہی حکم ہے جو واجب طواف کا ہے کیونکہ نفل شروع کرنے سے قبل نفل ہوتا ہے جب شروع کر دیا تو واجب ہوگیا جیسا کہ ''در مختار'' (الدُّرُّ المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قوله: أو طاف للقدوم، ص١٦٧) میں اس کی تصریح موجودہ ہے کہ ہر طواف میں نجاست حکمیہ سے پاکیزگی واجب ہے اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ طواف کے واجبات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

يكے طہارت بدن از نجاست حكميہ، برابر است طواف فرض باشد يا غير آن (حياة القلوب فی زيارة المحبوب، باب دويم، فصل دويم، ص١١٨، مطبوعة: إدارة المعارف، كراتشی ١٣٩١ه)

یعنی، طواف کا پہلا واجب بدن کا نجاست حکمیہ سے پاک ہونا ہے،

Ishaate Islam

برابر ہے کہ طواف فرض ہو یا غیر فرض (جیسے واجب، سنت اور نفل)۔

اس لئے حالتِ جنابت یا ماہواری میں طواف کرنے سے اعادہ لازم آتا ہے اعادہ نہ کرے تو دَم چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

أنَّ الحكمَ كذلك فی كلِّ طوافٍ هو تطوُّعٌ، فيجبُ الدَّمُ لو طافَه جنباً، و الصَّدَقَةُ لو مُحدِثاً كما فی "الشّرنبلاليَّة" عن "الزّيلعی" (رَدُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، باب الجنايات، تحت قوله: لوُجوبه بالشّروع إلخ، ٦٦١/٣، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولی ١٤٢٠ھ۔ ٢٠٠٠م)

یعنی، اِسی طرح حکم ہر طواف میں ہے جو نفلی ہو، پس اگر حالتِ جنابت (یا حالت ماہواری) میں طواف کیا تو دَم واجب ہے اور بے وضو کیا تو صدقہ جیسا کہ "شرنبلالیه" (غنية ذوی الأحكام فی بغية دُرَرِ الحكّام، كتاب الحج، باب الجنايات، ٢٤٢/١، مطبوعة: مطبعة أحمد كامل الكائنة فی دار السّعادة، ١٣٢٩ھ) میں "زیلعی" (تبيين الحقائق، كتاب الحج، باب الجنايات، ٣٦٩/٢، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢٠ھ۔ ٢٠٠٠م) کے حوالے سے ہے۔

اور ماہواری کی حالت میں حالتِ جنابت میں اور بے وضو طواف کرنا گناہ ہے اور نفلی کام کا حکم یہ ہے کہ کرے تو ثواب، نہ کرے تو کوئی گناہ نہیں، اس لئے عورتوں کو چاہئے کہ ایسے حالات میں احتیاط سے کام لیں۔

اور اگر ماہواری کے ایام میں دوسری بار شروع ہونے والا خون دس دن سے زائد ہو جائے تو پھر پہلی بار ماہواری آئی ہے تو دس دن تک ماہواری اور زائد استحاضہ کہلاتا ہے، چنانچہ امام شمس الدین احمد بن سلیمان ابن کمال باشا حنفی متوفی ۹۴۰ھ لکھتے ہیں:

المبتَدَأَةُ بلَغتْ مُستحاضةً، فحَيضُها مِن كُلِّ شهرٍ عَشَرةُ أيّامٍ و

ما زادَ عليها استحاضةٌ (الإيضاح فی شرح الإصلاح، كتاب الطّهارات، باب الحيض، ٧٤/١، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٨ھ۔ ٢٠٠٧م)

یعنی، مبتدۂ حالتِ استحاضہ میں بالغ ہوئی تو اُس کی ماہواری ہر ماہ کے دس دن ہیں اور جو اُن پر زائد ہو وہ استحاضہ ہے۔

اور اگر پہلی بار نہیں آئی تو عادت کے دنوں سے زائد جتنے دن خون آیا وہ استحاضہ قرار پائے گا، چنانچہ علامہ ابن کمال پاشا حنفی لکھتے ہیں:

إذا كانت لها عادةٌ فی الحيضِ، فرضُناها سبعةً فرأتِ الدَّمَ اثْنَی عَشَرَ يوماً، فخمسةُ أيامٍ بعد السّبعةِ استحاضةٌ (الإيضاح فی شرح الإصلاح، كتاب الطّهارات، باب الحيض، ٧٤/١، ٧٥، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٨ھ۔ ٢٠٠٧م)

یعنی، جب اُس کی حیض میں عادت ہے اور ہم فرض کریں کہ عادت سات دن ہے پھر اُس نے بارہ دن حیض دیکھا تو سات کے بعد جو پانچ دن ہیں وہ استحاضہ ہے۔

اور استحاضہ کا حکم دائمی نکسیر وغیرہ کی مثل ہے کہ جس میں نماز، روزہ، طواف وغیرہا کچھ بھی ممنوع نہیں ہے، چنانچہ علامہ سید احمد بن محمد بن احمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

و لا تُمنعُ عن الطّوافِ إذَا أمِنَتْ مِن اللَّوثِ "قهستانی" عن "الخزانة" (حاشية الطّحطاوی علی الدُّرِّ المختار، كتاب الطّهارة، باب الحيضِ، تحت قوله: لا يمنعُ صوماً إلخ، ١٥٢/١، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت ١٣٩٥ھ۔ ١٩٧٥م)

یعنی، عورت کو طواف سے نہیں روکا جائے گا، جب وہ مسجد کے آلودہ ہونے سے امن رکھتی ہو۔ (جیسا کہ) "قهستانی" (جامع الرّموز، كتاب

Ishaate Islam

الطّهارت، باب الحيض، ۵۷/۱، مطبوعة: ايج ايم سعيد كمبنی، كراتشی)

(میں) ''خزانہ'' (کے حوالے سے) مذکور ہے۔

لہٰذا اگر دوسری صورت ہو تو کچھ بھی لازم نہیں ہوگا نہ اعادہ اور نہ کفّارہ، اس صورت میں شرع کا ایک ہی حکم ہے وہ یہ کہ مسجد کو آلودہ ہونے سے بچانا، تو اس کے لئے مستحاضہ کو احتیاطی تدابیر اختیار کرنا لازم ہوں گی کہ جن سے مسجد آلودہ ہونے سے محفوظ رہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۱۶ ذو الحجة ۱۴۲۹ھ، ۱۴ دیسمبر ۲۰۰۸ م 494-F

طواف میں نجاست حقیقیہ سے پاکیزگی حاصل کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ بسا اوقات طواف کرنے والا بے خبر ہوتا ہے اور اُس کے جسم یا کپڑوں پر کوئی ناپاک چیز لگی ہوتی ہے یعنی اس کے کپڑے یا بدن ناپاک ہوتا ہے اور وہ طواف کر لیتا ہے بعد میں اُسے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے جسم یا کپڑوں پر کوئی ناپاک چیز لگی ہوئی تھی جو ایک درہم کی مقدار سے زائد تھی، اِس صورت میں اُس کے طواف کا کیا حکم ہوگا؟

(السائل: ریحان ابوبکر، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں طواف درست ہو جائے گا اور کچھ کفّارہ بھی لازم نہیں آئے گا سوائے اس کے کہ اُس نے بُرا کیا کہ اُس کے بدن یا کپڑوں پر نجاست تھی اور اُسی کے ساتھ طواف کر لیا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لو طافَ فرضاً أو واجباً أو نفلاً و عليه: أی علی ثوبِه أو بدنِه نجاسةً أكثر مِن قدرِ الدّرهمِ كره: أی: لتركِهِ السُّنَّةَ فی مراعاةِ الطّهارةِ و لا شیءَ عليه: أی: مِن الدَّمِ و الصَّدقةِ، و هذا قولُ

العامّة، و هُو الموافق لِمَا فی "ظاهرِ الرِّوايَةِ" كما صرَّح فی "البدائع" وغيره: أن الطَّهارةَ عن النّجاسةِ ليس بواجبٍ، فلا يجبُ شیءٌ لتَركِها سِوی الإساءةِ

أمّا ما فی "منسك الفارسیّ": يكرهُ استعمال النّجاسةِ أكثر مِن قدرِ الدَّرهم و الأقلّ لا يكرهُ، فمحلُّ بحثٍ إذا الظّاهرُ أنَّه يكرُه مطلقاً علی تفاوُتِ الكراهةِ بينَ كثرةِ النّجاسةِ و القِلَّةِ، و هذا لا يُنافِی أَنَّ القَدرَ القليلَ معفوٌ (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات، فصل و لو طاف الخ، ص۳۹۲، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م)

یعنی، اگر فرض یا واجب یا نفلی طواف اِس حال میں کیا کہ اُس کے کپڑے یا بدن پر ایک درہم کی مقدار سے زائد نجاست تھی تو مکروہ ہے یعنی طہارت کی رعایت میں سنّت کو ترک کرنے کی وجہ سے (مکروہ ہے) اور اُس پر دَم اور صدقہ سے کچھ لازم نہیں اور یہ عام فقہاء کا قول ہے اور یہی اُس کے موافق ہے جو ''ظاہر الروایۃ'' میں ہے جیسا کہ "بدائع الصنائع" (بدائع الصنائع، كتاب الحجّ، فصل فی شرط طواف الزّيارة و واجباته، ۷۱/۳، ۷۲، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۸ھ۔ ۱۹۹۷م) وغیرہ میں تصریح فرمائی کہ (طواف میں) نجاست سے پاکی واجب نہیں ہے لہٰذا اُس کے ترک پر سوائے اسائت کے کچھ لازم نہ ہوگا۔

مگر جو ''منسک فارسی'' میں ہے کہ ایک درہم کی مقدار سے زائد نجاست کا استعمال مکروہ ہے اور (اس سے) کم مکروہ نہیں ہے، پس (یہ قول) محلِّ بحث ہے کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ وہ کثرتِ نجاست اور قلتِ نجاست کے مابین کراہت کے تفاوت پر مطلقاً مکروہ ہے اور یہ اس

Ishaate Islam

کے منافی نہیں ہے کہ قلیل مقدار معاف ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اما طہارت بدن و ثیاب ملبوس و مکان طواف از نجاست حقیقیہ پس آن واجب ست علی احد الرّوایتین و روایت دیگر آنست کہ طہارت از نجاست حقیقیہ سنّت مؤکدہ است وعلیہ اکثر العلماء (حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم در بیان طواف إلخ، فصل دویم در بیان شرائط صحة طواف، أما واجبات طواف، ص۱۱۸)

یعنی، مگر بدن، پہنے ہوئے کپڑوں اور طواف کی جگہ کا نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا پس وہ دو روایات میں سے ایک روایت کے مطابق واجب ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا سنّت مؤکدہ ہے اور اسی روایت پر اکثر علماء ہیں۔

اور سُنَنِ طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

طہارتِ بدن و ثیاب ملبوسہ و مکان طواف از نجاست حقیقیہ کہ آن سنّت است نزد اکثر و قیل واجب است (حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم در بیان طواف الخ، فصل دویم، امّا سُنَنِ طواف إلخ، ص۱۲۲)

یعنی، بدن، پہنے ہوئے کپڑوں اور مکانِ طواف کا نجاستِ حقیقیہ سے پاک ہونا کہ اکثر کے نزدیک سنت ہے اور کہا گیا ہے کہ واجب ہے۔

اور جہاں اختلاف ہو وہاں اختلاف سے نکلنا مستحب ہوتا ہے اس لئے قلیل وکثیر کے فرق کے بغیر اس سے بچنا چاہئے پھر یہ ایک دینی اَمر ہے جس میں احتیاط کا دامن مضبوطی سے تھامنا چاہئے، چنانچہ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

فإنَّ الخُروجَ عن الخلافِ مستحبٌّ بالإجماع، و المسألةُ خلافيةٌ، و تركُ المستحبِّ مكروهٌ تنزيهيٌّ لأنَّه خلاف الأولى

و منافٍ للإحتياط فی الدّين (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات، فصل: و لو طاف فرضاً إلخ، ص۳۹۲)

یعنی، بے شک خلاف سے نکلنا بالاجماع مستحب ہے اور یہ مسئلہ خلافیہ ہے اور مستحب کا ترک مکروہ تنزیہی ہوتا ہے کیونکہ وہ خلافِ اَولیٰ اور دین میں احتیاط کے منافی ہے۔

اور یہاں احتیاط اِس میں ہے کہ اگر ایسا واقعہ پیش آجائے تو اعادہ کرلے تاکہ خلاف سے نکل جائے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ٥ذو الحجة ١٤٢٩ھ، ٣ ديسمبر ٢٠٠٨ م 488-F

طواف کرنے والے کے کپڑوں پر نجاست کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ہمارے ایک ساتھی نے طواف کیا اور اُس کے کپڑوں پر کوئی ناپاک چیز لگی ہوئی تھی مکمل کرنے کے بعد ہوٹل آکر اُسے معلوم ہوا کہ اُس کے کپڑوں پر ناپاکی لگی ہوئی تھی اب اُس کے لئے کیا حکم ہوگا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: طواف میں کپڑوں کا پاک ہونا واجب ہے یا سنّت مؤکّدہ اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے، ایک روایت کے مطابق واجب ہے جب کہ دوسری روایت ہے کہ سنّت مؤکّدہ ہے اور اکثر علماء اِسی پر ہیں کہ سنّت مؤکّدہ ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اما طہارت بدن و ثیاب ملبوس و مکانِ طواف از نجاست حقیقیہ پس آن واجب است علی اَحد الروایتین و روایت دیگر آنست کہ طہارت از نجاست حقیقیہ سنّت مؤکدہ است وعلیہ اکثر العلماء، لہٰذا ذکر خواہم کرد

Ishaate Islam

اودرسُنَنِ طواف(حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب سیوم در بیان طواف و انوع آن، فصل دویم در بیان شرائط صحة طواف، ص۱۱۸، مطبوعة: إدارة المعارف، کراتشی ۱۳۹۱ھ)

یعنی، مگر بدن، پہنے ہوئے کپڑوں اور مکانِ طواف کا نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا تو وہ ایک روایت کے مطابق واجب ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ نجاست حقیقیہ سے پاکیزگی سنت مؤکّدہ ہے اور اِسی روایت پر اکثر علماء ہیں، اِسی لئے میں اِسے سُنَنِ طواف میں ذکر کروں گا۔

اور اسی فصل میں سنتوں کے بیان میں لکھتے ہیں کہ:

نہم طہارت بدن و ثیاب ملبوسہ و مکان طواف از نجاست حقیقیہ کہ آن سنت است نزد اکثر، و قیل واجب است(حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب سیوم در بیان طواف و انواع آن، فصل دویم در بیان شرائط صحة طواف، ص۱۲۲)

یعنی، طواف کی نویں سنّت یہ ہے کہ بدن پہنے ہوئے کپڑوں اور مکانِ طواف کا نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا اکثر کے نزدیک سنت ہے اور کہا گیا کہ واجب ہے۔

اور سنّت کا ترک اسائت ہے یعنی شرعاً ایسا کرنے والا بُرا کرتا ہے اور ترکِ سنّت سے اجتناب کرنا چاہئے کہ محرومی کا سبب ہے اور اُس شخص پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ اور جب یہ مسئلہ اختلافی ہے تو افضل یہی ہے کہ اِس طواف کا اعادہ کرلے کہ اِسی میں احتیاط ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۶ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ، ۱۴ نوفمبر ۲۰۰۹ م 657-F

حلق یا تقصیر کے بغیر احرام کھولنے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص عمرہ کر کے حلق یا بال کٹوائے بغیر احرام کھول دے اب کافی مہینوں بعد اُسے اپنی غلطی کا احساس ہوا ہے، اس کے لئے کیا کوئی کفّارہ ہے؟ (صرف دَم دینا ہے یا کوئی اور کفّارہ) بال کٹوائے بغیر احرام کھول دینے سے کیا وہ احرام کی پابندیوں سے آزاد گیا؟

(السائل: محمد شاہد قادری رضوی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اگر ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب جیسے سِلے ہوئے کپڑے پہننا، سر اور منہ کو ڈھکنا اور خوشبو لگانا وغیرہا کا ارتکاب احرام سے نکلنے کے لئے اپنی جہالت کی بنا پر کیا ہے تو صرف ایک دَم لازم ہوگا۔ اور اگر اُس نے اِن ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب احرام سے باہر نکلنے کے لئے نہ کیا ہو تو حلق کروانے تک جتنے جُرم اُس نے کئے اتنی ہی جزائیں اُس پر لازم آئیں گی، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

شرط خروج از احرام حج وعمرہ حلق رُبُع سر یا قصر رُبُع اوست در وقتِ حلق، پس اگر حلق و قصر نمود بیرون نیاید از احرام اگرچہ بگذرند بروئے سالہائے بسیار، و ہر بارے کہ ارتکاب کند محظورے را لازم می شود بروے جزائے علیحدہ مگر آنکہ ارتکابِ محظورات متعدد بنیتِ ترکِ احرام بودہ باشد کہ آنگاہ جزاء واحد لازم آید کما سیأتی قریباً(حیات القلوب فی زیارة المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل دھم در کیفیت خروج از احرام، ص۱۰۲)

یعنی، حج وعمرہ سے نکلنے کی شرط حلق کے (مقررہ) وقت میں چوتھائی سر کا منڈوانا یا چوتھائی سر کا قصر کروانا ہے، اگر کسی نے نہ سر منڈوایا اور نہ قصر کروایا تو احرام سے باہر نہیں نکلے گا، چاہے اُسے بے شمار سال گزر جائیں۔ اِس دوران ہر بار جب وہ ممنوعِ احرام کا ارتکاب کرے گا

Ishaate Islam

اُسے علیحدہ جزاء لازم ہوگی جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا۔

اور لکھتے ہیں:

آنچہ گفتیم کہ شرط است وقوع حلق یا قصر در وقت او پس بدانکہ ابتداءِ وقت حلق در حج از طلوعِ فجر روزِ نحرست و در عمرہ بعد از اتیان اکثر طواف است، ولیکن آخر ندارد در حق صحت بلک جمیع عمر وقت اوست ہر وقتی کہ حلق نماید از احرام بیرون آید اگرچہ واجب است وقوعِ حلقِ حج در ایامِ نحر بعد از رمی جمرہ عقبہ، و واجب است وقوعِ حلقِ عمرہ بعد از سعی بین الصفا والمروۃ در عمرہ (حیات القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل دہم در کیفیت خروج از احرام، ص ۱۰۲)

یعنی، ہم نے حلق یا قصر کے وقت مقررہ میں ہونے کی جو شرط بیان کی ہے تو جاننا چاہئے کہ حلق کا وقت حج کے لئے پس ذوالحجہ کی صبح صادق سے اور عمرہ کے لئے طواف کے اکثر (یعنی، چار) چکر کرنے کے بعد شروع ہوتا ہے لیکن حلق و قصر صحیح ہونے کا آخری کوئی وقت مقرر نہیں، ساری عمر اُس کا وقت ہے جب بھی سر منڈائے گا یا قصر کرائے گا احرام سے باہر ہو جائے گا۔ اگرچہ حج میں رمی جمرۂ عقبہ کے بعد ایام نحر میں حلق کرالینا واجب ہے اور عمرہ میں سعی کے بعد واجب ہے۔

اور وہ احرام توڑنے کی نیت کرلے تب بھی مُحرِم ہی رہے گا احرام سے باہر نہیں نکلے گا اُس پر ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب حرام رہے گا اگرچہ اُس کی رفضِ احرام کی نیت نے اُس پر سے ضمان کو اٹھا دیا کہ متعدد جزائیں اُس پر لازم نہ آئیں، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

پس چنین خارج نگردد بہ نیت رفض و احلال و واجب آید بر این شخص دم واحد برائے جمیع آنچہ ارتکاب کرد ہر چند کہ ارتکاب کرد جمیع محظورات را و متعدد نشود بروے جزاء بہ تعدد جنایات چون نیت کردہ است رفض

احرام را زیرا کہ او ارتکاب نمودہ است محظورات را بتاویل اگرچہ فاسد است، معتبر باشد در رفع ضمانات دینویہ، پس گویا کہ موجود شد نداین ہمہ محظورات از جہۃ واحدہ بسبی واحد، پس متعدد نگردد جزاء بروی این مذہب ماست، و امام نزد شافعی پس لازم آید بروی برائے ہر محظورے علیحدہ جزا (حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل دہم در کیفیت خروج از احرام، ص ۱۰۳)

یعنی، اِس طرح احرام توڑنے اور حلال ہونے کی نیت سے بھی احرام سے خارج نہ ہوگا اور اُس شخص پر تمام ممنوعات کے ارتکاب کا ایک ہی دم واجب ہوگا، چاہے تمام ممنوعات کا مرتکب ہوا ہو، اور جب اُس نے احرام توڑنے کی نیت کر لی تو متعدد جنایات پر متعدد جزائیں اِس لئے واجب نہ ہوں گی کہ اِن ممنوعات کا ارتکاب اُس نے اِس تاویل سے کیا ہے (وہ تاویل یہ ہے کہ میں نے احرام توڑنے کی نیت کر لی تھی اِس لئے یہ ممنوعات میرے لئے ممنوع نہ رہے)۔ اور تاویل گو کہ فاسد ہے مگر وہ دینی ضمانتوں کے اٹھ جانے کے بارے میں معتبر ہوگی، پس گویا کہ یہ تمام ممنوعات ایک ہی جہت سے ایک ہی سبب کے باعث واقع ہوئے اس لئے جزائیں بھی اُس پر متعدد واجب نہ ہوں گی یہ ہمارا مذہب ہے، مگر امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک ہر ممنوع پر جزاء علیحدہ ہوگی۔

اور ہمارے اور امام شافعی کے مابین یہ اختلاف تب ہے جب اس نے احرام توڑنے کے ارادے سے ایسا کیا اور جہالت کی بناء پر سمجھ لیا کہ اب میں احرام سے باہر ہو گیا ورنہ ہر جنایت پر الگ جزا لازم ہوگی چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

واین اختلاف وقتی ست کہ شخص مذکور کہ نیت رفض احرام کردہ است گمان می بُرد بسبب جہل خود کہ او خارج گشتہ است از احرام بسبب این قصد،

Ishaate Islam

امّا کسی کہ می داند کہ خارج نشدہ ام من از احرام بسبب این قصد معتبر نباشد از وی قصد رفض ومتعدد گردد جزاء بروی بہ تعدد جنایات اتفاقاً بینا و بین الشافعی، چنانکہ متعدد می گردد اتفاقاً بر شخص کہ قصد نہ کردہ است رفض را اصلاً (حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل دھم درکیفیت خروج از احرام، ص۱۰۳۔۱۰۴)

یعنی، یہ اختلاف بھی اُس وقت ہے جب اُس شخص نے (اِن ممنوعات کے ارتکاب میں) احرام توڑنے کی نیت کی ہو اور اپنی جہالت سے سمجھ لیا ہو کہ اِس نیت سے وہ احرام سے نکل گیا، لیکن اگر کوئی یہ جانتا ہے کہ میں اِس نیت کر لینے سے احرام سے نہیں نکلا ہوں تو ایسے شخص سے احرام توڑنے کی نیت معتبر نہیں ہو گی۔ اِس پر ہمارے اور امام شافعی کے نزدیک بالاتفاق ہر جنایت پر علیحدہ جزاء واجب ہو گی جیسا کہ باتفاق احناف وشوافع اُس شخص پر (جزائیں) متعدد ہوں گی جس نے احرام توڑنے کی سرے سے نیت ہی نہ کی ہو۔

لہٰذا مذکور شخص اگر یہ جانتا تھا کہ میں اِس طرح سے احرام سے نہیں نکلوں گا یا اُسے یہ بتایا گیا تھا تو دیکھنا ہو گا کہ سعی عمرہ کے بعد اُس نے کن کن ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کیا ہے تو جتنی اُس نے جنایتیں کی ہوں گی تو اُن جنایتوں کے مطابق اتنی ہی جزاؤں کا حکم دیا جائے گا۔

اور یاد رہے کہ مذکورہ مسئلہ میں اُسے حلق یا قصر بہرصورت کروانا ہو گا اگرچہ کتنا عرصہ کیوں نہ گزر گیا ہو چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

اگر مُحرِم بعد از احرام قصد کرد رفضِ احرام را پس ارتکاب کردن گرفت محظوراتِ احرام را چنانکہ ارتکاب کند آنہا را شخص غیر مُحرِم از بس مخیط و تطیب وحلق و جماع وقتلِ صید وامثال آن، پس بیرون نمی آید این شخص

بارتکاب این چیز ہا از احرام بالاجماع (حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول، فصل دھم در بیان کیفیت خروج از احرام، تنبیہ حسن، ص۱۰۳، مطبوعۃ: ادارۃ المعارف، کراتشی ۱۳۹۱ھ)

یعنی، اگر محرم نے احرام توڑنے کا ارادہ کر لیا اور اُس نے اِس ارادے سے ایسے ممنوعات احرام کا ارتکاب کرنا شروع کر دیا جیسے غیر محرم کرتا ہے جیسا کہ سلے ہوئے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، سر منڈوانا، جماع کرنا اور شکار کو قتل کرنا وغیرہا، تو اِن افعال کے کرنے کے باوجود وہ باجماع علماء کرام احرام سے نہ نکلے گا۔

اِس صورت میں دَم تو ایک لازم آیا مگر ارتکابِ حرام کی بنا پر لازم آنے والے گُناہ سے توبہ بھی لازم ہو گی۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ، ۱ إبریل ۲۰۱۰ م 593-F

عمرہ میں حلق سے قبل مونچھیں منڈوانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ہمارے گروپ میں ایک حاجی صاحب جو آج ہی پاکستان سے تشریف لائے تھے عمرہ کا طواف کر کے سعی کی اور حلق سے قبل اپنی مونچھیں منڈوا دیں بعد میں حلق کروایا اب اِس صورت میں اُس پر کیا لازم ہو گا۔

(السائل: محمد رضوان بکالی، لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: عمرہ کرنے والا افعالِ عمرہ ادا کرنے کے بعد جب تک حلق یا قصر نہیں کروا لیتا احرام میں ہی رہتا ہے اور اُس شخص نے احرام سے نکلنے سے قبل مونچھیں منڈوا دیں تو یہ احرام پر جنایت قرار پائی اور مونچھیں داڑھی کے ساتھ شمار

ہوتی ہیں چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و اللّحيةُ مع الشَّاربِ عضوٌ واحدٌ۔ "فتح" (رَدُّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قوله: أو حلق رُبع رأسه، ٦٥٩/٣)

یعنی، داڑھی مونچھوں کے ساتھ ایک عضو ہے۔ ''فتح القدیر'' (فتح القدير، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قوله: فعليه طعام هو حكومة عدل، ٤٤٦/٢، و فيه: و هو مع اللّحيةِ كعضوٍ واحدٍ)

اور داڑھی کم از کم چوتھائی منڈوانے پر دَم اور اس سے کم میں صدقہ ہے لازم ہوتا ہے چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

و إذا حَلَقَ رُبعَ لحيَتِهِ فصاعداً فعليه دمٌ وَ إن كان أقلّ مِن الرُّبُع فصدقةٌ كذا في "السّراج و الوهّاج" (الفتاوىٰ الهندية، كتاب المناسك، الباب الثّامن في الجنايات، الفصل الثّالث في حلق الشّعر و قلم الأظفار، ٢٤٣/١، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٣ھ۔ ١٩٧٣م)

یعنی، جب اپنی داڑھی کے چوتھائی، پس زیادہ کا حلق کیا تو اُس پر دَم ہے اور اگر چوتھائی سے کم ہے تو صدقہ ہے اسی طرح "السِّراج الوَهّاج" میں ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں کہ:

سر یا داڑھی کے چہارم بال یا زیادہ کسی طرح دُور کئے تو دَم ہے اور کم میں صدقہ الخ (بہار شریعت، حصہ ششم، حج کا بیان، جرم اور ان کے کفارے کا بیان، ص۱/۶/۱۰۴)

اور ظاہر ہے کہ صرف مونچھیں داڑھی کا چوتھائی نہیں اِس لئے مونچھوں میں صرف صدقہ

لازم آئے گا چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لأنّه تبعٌ للّحية، و لا يبلغُ رُبعها، و القولُ لوجوبِ الصّدقةِ فيه هو المذهبُ المصحَّحُ (رَدُّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قوله: أو حلق شاربَه، ٦٦٩/٣، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت)

یعنی، کیونکہ مونچھ داڑھی کے تابع ہے اور داڑھی کے چوتھائی حصے کو نہیں پہنچتی اور اِس میں صدقہ واجب ہونے کا قول صحیح مذہب ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی لکھتے ہیں:

مونچھ اگر پوری منڈوائے یا کتروائے صدقہ ہے۔ (بہار شریعت، حج کا بیان، جرم اور ان کے کفارے کا بیان، ۱/۶/۱۰۵)

لہٰذا صورت مسئولہ میں یہ شخص ایک صدقہ دے گا اور صدقہ سے مراد صدقہ فطر ہے چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

تصدّق بنصفِ صاعٍ من بُرٍّ كالفطرةِ (الدُّرُّ المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، ص١٦٧، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠ھ۔ ٢٠٠٠م)

یعنی، صدقہ دے آدھا صاع گندم مثل فطرانے کے۔

اور حج میں صدقہ کو صدقہ فطر کے ساتھ مشابہت مقدار میں ہے چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

"الظّاهرُ أنَّ التّشبيهَ إنَّما هو في المقدورِ لا غير (رَدُّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قوله: كالفطرة لا يجزيه، ٦٨٢/٣)

یعنی، ظاہر ہے کہ تشبیہ صرف مقدار میں ہے نہ کہ اس کے غیر میں۔

Ishaate Islam

اورنصف صاع گندم سیر کے پیمانے کے مطابق تقریباً سوا دوسیر (دوکلو پینتالیس گرام تقریباً) ہے۔

اورفقہاء کرام کا صدقہ کے ساتھ آدھا صاع گندم لکھنا اتفاقی ہے ورنہ صدقہ فطر جَو، کھجور، اور کشمش یا منقہ سے بھی ادا کیا جاسکتا ہے، ہاں ان چیزوں سے اگر دے گا تو ایک صاع دے گا گندم سے دے گا تو آدھا صاع دے گا، چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

إنَّ التّقييدَ بنصفِ الصَّاع من التّمرِ أو الشَّعيرِ (رَدُّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قوله: كالفطرة، ٦٧١/٣، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠ھ- ٢٠٠٠م)

یعنی، بے شک گندم کے نصف صاع کی قید اتفاقی ہے پس کھجور یا جَو کا ایک صاع دینا جائز ہے۔

کھجور اور جَو سے ایک صاع صدقہ فطر دینے کا ذکر حدیث شریف میں بھی ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ

"فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ النَّاسَ زَكَاةَ الفِطرِ مِنْ رَمَضَانَ صَاعًا مِنْ تَمرٍ أَوْ صَاعاً مِنْ شَعِيرٍ۔ الحديث (مشكل الآثار، باب (٥٤٣) بيان مشكل ما روى عن رسول الله ﷺ فى صدقةِ الفطر إلخ، برقم:٣٧٥١، ٢٤٠/٤/٢)

یعنی، رسول اللہ ﷺ نے لوگوں پر رمضان کا صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو مقرر فرمایا۔ اِلخ

اورفقہاء کرام بعض جگہ نصف صاع گندم کے ساتھ ایک صاع کھجور اور جَو کا بھی ذکر فرمایا، چنانچہ علامہ محمد بن عبداللہ بن احمد غزّی تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

نصفَ صاعٍ من بُرٍّ أو صاعاً من تمرٍ أو شعيرٍ (تنوير الأبصار مع شرحه للحصكفى، كتاب الحجّ، باب الجنايات، ص١٦٨، مطبوعة: دار

الكتب العلمية، بيروت ١٤٢٣ھ- ٢٠٠٢م)

یعنی، نصف صاع گندم یا ایک کھجور یا جَو (مثل فطرانے کے)۔

اورصدقہ حرم میں دینا لازم نہیں بلکہ افضل ہے، اوراس شخص پر اِس گُناہ سے توبہ لازم ہے کیونکہ گُناہ کی معافی بغیر سچی توبہ کے نہیں ہوتی اور ہمارے دیگر فتاویٰ میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الثلثاء، ٢٠ ذو القعدة ١٤٢٩ھ، ١٨ نوفمبر ٢٠٠٨ م 473-F

ایک عمرہ کے حلق سے قبل دوسرے عمرہ کا احرام

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص پاکستان سے آیا اس نے عمرہ ادا کیا اور حلق نہ کروایا پھر دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا اور عمرہ ادا کیا تو کسی نے بتایا کہ حلق کرانا، احرام سے نکلنے کے لئے ضروری ہے تو اُس نے حلق کروالیا، اب وہ عمرہ جو پہلے کیا جس میں حلق نہ کرایا تھا اس کا کیا ہوگا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: عمرہ کے دو واجبات ہیں ایک سعی اور دوسرا حلق یا تقصیر، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و واجباتُه السَّعيُ و الحلقُ أو التّقصير (لُباب المناسك مع شرحه للقارى، باب العمرة، ص٥٠٩)

یعنی، اورعمرہ کے واجبات سعی اور حلق یا تقصیر ہیں۔

جب اُس نے حلق نہ کروایا تو واجب ترک کردیا اور جب دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا تو عمرہ کے دو احراموں کے مابین جمع لازم آگیا اب چونکہ وہ پہلے عمرہ کا طواف اور سعی کرچکا ہے تو دوسرے عمرہ کا احرام باقی رکھے گا اور اس پر دَم لازم آئے گا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن

Ishaate Islam

قاضی عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لو طافَ و سعیَ لِلأُولی و لم یَسق علیه إلَّا الحلق، فأهلَّ بأُخرَی لزِمتُه و لا یرفُضها و علیه دمُ الجمع (لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الجمع بیان النسکین المتّحدین، فصل فی الجمع بین العمرتین، ص ٣٢٤)

یعنی، اگر پہلے عمرہ کا طواف اور سعی کر لی اور اُس پر سوائے حلق کے کچھ باقی نہ رہا، پس اُس نے دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا تو دوسرا عمرہ اُسے لازم ہو گیا اور وہ اُسے نہ چھوڑے گا اور اُس پر دو احراموں کو جمع کرنے کا دَم لازم ہوگا۔

اور علامہ محمد بن عبداللہ بن احمد غزّی تمرتاشی حنفی متوفی ١٠٠٤ھ لکھتے ہیں:

مَن أتی بعُمرة إلَّا الحلقَ فأحرَمَ بأُخریٰ ذَبَحَ، (تنویر الأبصار مع شرحه للحصکفی، کتاب الحجّ، باب الجنایات، ص ١٧١، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٣ھ۔ ٢٠٠٢م)

یعنی، جس نے عمرہ ادا کیا سوائے حلق کے پس دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا تو جانور ذبح کرے گا۔

اور عمرہ کے دو احراموں کو جمع کرنے پر دَم لازم آنے میں کسی کا اختلاف نہیں، چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

اعلَم أنّهم اتَّفقُوا فی وُجوبِ الدَّمِ بسببِ الجمع بین إحرامَی العُمرةِ (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجمع بین النسکین المتّحدَین، فصل فی الجمع بین العمرتین، ص ٣٢٤)

یعنی، فقہاء کرام کا عمرہ کے دو احراموں کے مابین جمع کے سبب وُجوبِ دم میں اتفاق ہے۔

اور دو احراموں کو جمع کرنا مکروہ تحریمی ہے چنانچہ علامہ علاؤالدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ١٠٨٨ھ لکھتے ہیں:

الأصل: أن الجمعَ بین إحرامَین لعمرتَین مکروهٌ تحریماً، فیلزَمُ الدَّم (الدُّرُّ المختار، کتاب الحجّ، باب الجنایات، تحت قوله: مَن أتی بعمرةٍ، ص ١٧١، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٣ھ۔ ٢٠٠٢م)

قاعدہ یہ ہے کہ عمرہ کے دو احراموں کو جمع کرنا مکروہ تحریمی ہے، پس دَم لازم آئے گا۔

اور کراہت تحریمی کا ارتکاب گُناہ ہے اس لئے اُسے اس گُناہ سے توبہ بھی لازم ہوگی۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ٢٦ ذوالقعدة ١٤٢٩ھ، ٢٤ نوفمبر ٢٠٠٨م 669-F

حجِ تمتع کی نیت سے آنے والی عورت کو ماہواری آجانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک عورت پاکستان سے حجِ تمتع کی نیت سے مکہ مکرمہ آئی ابھی پہنچی تھی کہ ماہواری آگئی اور دو دن بعد منیٰ روانگی ہے اس نے ابھی عمرہ ادا نہیں کیا تو حج کا احرام کس طرح باندھے کیا عمرہ چھوڑ دے اور حج کا احرام باندھ لے اگر وہ ایسا کرتی ہے تو جو عمرہ اُس نے چھوڑا وہ کب ادا کرے اور اس عمرہ کے چھوڑنے کی وجہ سے اس پر کیا لازم ہوگا جب کہ عمرہ اُس نے مجبوری میں چھوڑا ہے تو اِس صورت میں اُس پر کیا لازم آتا ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس عورت پر دَم اور عمرہ کی قضاء لازم ہے، مروی ہے کہ ایسا ہی واقعہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ کے ساتھ حجۃ

Ishaate Islam

الوداع میں پیش آیا، جب حضور ﷺ کی بارگاہ میں آپ نے اپنا معاملہ پیش کیا تو آپ ﷺ نے انہیں عمرہ چھوڑنے کا اور حج ادا کرنے کا حکم فرمایا چنانچہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ

أنّ عائشة قالت: أَهْلَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَكُنْتُ مِمَّنْ تَمَتَّعَ وَ لَمْ يَسُقِ الْهَدْیَ، فَزَعَمَتْ أَنَّهَا حَاضَتْ، وَ لَمْ تَطْهُرْ حَتّٰى دَخَلَتْ لَيْلَةُ عَرَفَةَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هٰذِهِ لَيْلَةُ عَرَفَةَ، وَ إِنَّمَا كُنْتُ تَمَتَّعْتُ بِعُمْرَةٍ؟ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "انْقُضِیْ رَأْسَكِ، وَ امْتَشِطِیْ، وَ أَمْسِكِیْ عَنْ عُمْرَتِكِ" فَفَعَلْتُ، فَلَمَّا قَضَيْتُ الْحَجَّ، أَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ، لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ، فَأَعْمَرَنِیْ مِنَ التَّنْعِيْمِ، مَكَانَ عُمْرَتِیِ الَّتِیْ نَسَكْتُ (صحيح البخاری، كتاب الحيض، باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحيض، برقم:٣١٦، ١/٨٢، و باب الأمر بالنّساء، إذا نفسن، برقم:٢٩٤، ١/٧٧، و باب تقضی الحائض المناسك كلّها إلّا الطواف بالبيت، برقم:٣٠٥، ، ١/٧٩، و باب نقض المرأة شعرها عند المحيض، برقم:٣١٧، ١/٨٢، و باب كيف تهلّ الحائض بالحج و العمرة، برقم: ٣١٩، ١/٨٢، و كتاب الحجّ، باب كيف تهلّ الحائض و النّفساء، برقم:١٥٥٦، ١/٣٨٤، و باب قوله تعالیٰ ﴿**الحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰت**﴾ الآية، برقم:١٥٦٠، ١/٣٨٥، و باب التّمتّع و القران إلخ، برقم:١٥٦١، ١٥٦٢، ١/٣٨٦، و باب طواف القارن، برقم: ١٦٣٨، ١/٣٠٤، و باب تقضی الحائض المناسك كلّها إلخ، برقم:١٦٥١، ١/٤٠٧، و باب إذا حاضت المرأة بعد ما افاضت، برقم:١٧٦٢، ١/٤٣٢، و باب الإذخ من المحصب، برقم:١٧٧٢،

١/٤٣٤، و كتاب العمرة، باب العمرة ليلة الحصبة، برقم:١٧٨٣، ١/٤٣٧، و باب الإعتمار بعد الحجّ بغير هدیٍ، برقم:١٧٨٦، ١/٤٣٨، و باب أجر العمرة على قدر النّصب، برقم:١٧٨٧، ١/٤٣٨، و باب المعتمر إذا طاف إلخ، برقم: ١٧٨٨، ١/٤٣٩، و كتاب الجهاد و السّير، باب إرداف المرأة خلف أخيها، برقم:٢٩٨٤، ٢٩٨٥، ٢/٢٦٩، و كتاب المغازی، باب حجة الوداع، برقم:٤٣٩٥، ٣/١١٩، و كتاب الأضاحی، باب مَن ذبح ضحية غيره، برقم:٥٥٥٩، ٣/٤٩١، و كتاب التمنی، باب قول النّبیّ ﷺ: لو استقبلت مِن أمری إلخ، برقم: ٧٢٣٠، ٤/٤٠٠، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، ١٤٢٠ھ- ١٩٩٩م)

یعنی، اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں احرام باندھا، پس میں اُن میں سے تھی جنہوں نے تمتع کیا، اور (ساتھ) ہدی نہ لائے، پس انہیں (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو گمان ہوا کہ انہیں ماہواری آ گئی ہے، اور آپ پاک نہ ہوئیں یہاں تک کہ عرفہ کی رات آ گئی، آپ نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ عرفہ کی رات ہے اور میں نے صرف عمرہ کے ساتھ تمتع کیا ہے (یعنی میں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا ہے) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اپنا سر کھول دے اور کنگھی کر لے اور اپنے عمرہ سے رُک جا'' (آپ فرماتی ہیں کہ) میں نے (ایسے ہی) کیا، پس جب حج ادا کر لیا، تو (رسول اللہ ﷺ نے) حصبہ کی رات عبدالرحمٰن (بن ابی بکر رضی اللہ عنہما) کو حکم فرمایا تو انہوں نے مجھے مقام تنعیم سے عمرہ کروایا، اور میں نے اس عمرہ کی جگہ جس کا میں نے احرام باندھا تھا عمرہ ادا کیا۔

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ایسی حالت میں عورت عمرہ چھوڑ دے گی اور حج فوت

Ishaate Islam

ہونے کے خوف کی وجہ سے عمرہ کا احرام کھول دے گی اور حج کا احرام باندھے گی، چنانچہ شارح صحیح بخاری علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ حدیثِ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تحت لکھتے ہیں:

أَنَّ الظَّاهِرَ قولُها "يا رسولَ الله هٰذِه ليلةُ عرفةَ إلى آخره" يدلّ على أنّه عليه الصّلاة و السّلام أَمرَهَا برفضِ عُمرتِها، و أن تخرجَ منها قبلَ تمامها، و فی "التّوضيح": به قال الكوفيونَ فی المرأةِ تحيضُ قبلَ الطّواف و تخشىَ فواتَ الحجّ: أنّها تَرفضُ العُمرةَ (عمدة القاری، كتاب الحيض، باب امتشاط المرأة عند غسلِها من المحيض، برقم: ٣١٦، ٣/١٤٣، ١٤٤، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨ھ- ١٩٩٨م)

یعنی، بے شک اُمّ المؤمنین کے قول ''یارسول اللہ! یہ عرفہ کی رات ہے الخ'' کا ظاہر اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں عمرہ چھوڑنے کا حکم فرمایا کہ وہ عمرہ سے اس کے پورا ہونے سے قبل نکل جائیں، اور ''توضیح'' میں ہے کہ کوفیوں نے اِس عورت کے بارے میں جو (حجِ تمتع میں) طوافِ عمرہ سے قبل حائضہ ہوجائے اور اُسے حج فوت ہونے کا خوف ہو یہی حکم کیا کہ وہ عمرہ چھوڑ دے۔

اور اِس صورت میں عورت پر چھوڑے ہوئے کی قضا لازم ہوگی اور حدیث عائشہ میں مذکور ہے کہ آپ نے حج سے فارغ ہوکر اس عمرہ کی قضا کی چنانچہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خود فرمایا کہ:

فَأَهْلَلْتُ مِنهَا بِعُمْرَةٍ، جَزَاءً بِعُمْرَةِ النَّاسِ الَّتِی اعْتَمَرُوْا (صحيح مسلم، كتاب الحجّ، باب بيانِ وُجوه الإحرام إلخ، برقم: ٢٨٩٠/١٢٠- (١٢١١)، ص٥٥٨، مطبوعة: دار الأرقم، بيروت)

یعنی، پس میں نے وہاں سے عمرہ کا احرام باندھا بدلے لوگوں کے اس عمرہ کے جو انہوں نے (شروع میں) ادا کیا۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِی بَكْرٍ إِلَى التَّنْعِيْمِ فَاعْتَمَرْتُ، فَقَالَ: "هٰذِهِ مَكَانَ عُمْرَتِكِ" (صحيح مسلم، كتاب الحجّ، باب بيانِ وُجوه الإحرام إلخ، برقم: ٢٨٨١/١١١- (١٢١١)، ص٥٥٦)

یعنی، جب ہم نے حج ادا کرلیا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے عبدالرحمٰن بن ابی بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے ساتھ تنعیم بھیجا پس میں نے عمرہ ادا کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا ''یہ تیرے اُس عمرہ کی جگہ پر ہے''۔

اور ایک روایت میں ہے کہ:

حَتَّى إِذَا قَضَيْتُ حَجَّتِی، بَعَثَ مَعِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِی بَكْرٍ وَ أَمَرَنِی أَنْ أَعْتَمِرَ مِنَ التَّنْعِيْمِ، مَكَانَ عُمْرَتِی، الَّتِی أَدْرَكَنِی الحَجُّ وَ لَمْ أُحْلِلْ مِنْهَا (صحيح مسلم، كتاب الحجّ، باب بيانِ وُجوه الإحرام إلخ، برقم: ٢٨٨٢/١١٢- (١٢١١)، ص٥٥٦)

یعنی، یہاں تک کہ جب میں نے اپنا حج پورا کیا، رسول اللہ ﷺ نے عبد الرحمٰن بن ابی بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو میرے ساتھ بھیجا اور مجھے حکم فرمایا، میں تنعیم سے اپنے اس عمرہ کی جگہ پر عمرہ ادا کروں کہ جس عمرہ سے میں (ماہواری کی وجہ سے) فارغ نہ ہوئی تھی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ:

فَأَعْمَرَنِی مِنَ التَّنْعِيْمِ، مَكَانَ عُمْرَتِی الَّتِی أَمْسَكْتُ عَنْهَا (صحيح

Ishaate Islam

مسلم، كتاب الحجّ، باب بيانِ وُجود الإحرام إلخ، برقم: ١١٣/٢٨٨٣ـ (١٢١١)، ص٥٥٦)

یعنی، پس (عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے) تنعیم سے مجھے عمرہ کروایا میرے اُس عمرہ کی جگہ کہ جس کی ادائیگی سے میں رُک گئی تھی۔

متمتع یا قارن عمرہ نہ کر پائے اور حج ادا کرے تو اُس پر سے حجِ متمتع یا قران کا دَم شکر جسے لوگ حج کی قربانی کہتے ہیں جو متمتع اور قارن دونوں پر واجب ہوتی ہے وہ ساقط ہو جاتی ہے اور اس پر عمرہ کی قضا اور عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے دَم جبر لازم آتا ہے اور دَم جبر کے جانور کا سرزمین حرم پر ذبح کرنا واجب ہے اور اس کے لئے افضل دن یوم نحر ہے اور اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب نسوانی عارضہ کی وجہ سے عمرہ چھوڑا تو آپ پر سے دَم شکر ساقط ہو گیا اور عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد عمرہ ادا کئے بغیر احرام کھولنے پر دَم جبر لازم آیا جسے نبی کریم ﷺ نے دیگر ازواج مطہرات کے دَم شکر کے ساتھ ادا فرمایا، چنانچہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُن کی طرف سے جانور ذبح کئے جانے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

فَأُتِينَا بِلَحمِ بَقَرٍ، فَقُلتُ مَا هَذَا؟ فَقَالُوا: أَهْدَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ نِسَائِهِ الْبَقَرَ (صحيح مسلم، كتاب الحجّ، باب بيانِ وُجود الإحرام إلخ، برقم: ١٢٠/٢٨٩٠ـ (١٢١١)، ص٥٥٨)

یعنی، پس ہمارے پاس گائے کا گوشت لایا گیا، میں نے کہا یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کی طرف سے گائے بطور ہدی ذبح کی ہے۔

اِن احادیث نبویہ علیہ التحیۃ والثناء سے فقہاء کرام نے ایک قاعدہ اخذ کیا ہے جسے علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ نے ذکر کیا ہے کہ:

كُلُّ مَنْ لَزِمَهُ رفضُ العُمرةِ فعليه دمٌ وَ قَضَاءُ عُمْرَةٍ لا غيرُ، لأنَّه

فِي معنىٰ فاسدِ العُمرةِ (لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب أضافة أحد النّسكين، ص٣٢٨، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٩ھ ـ ١٩٩٨م)

یعنی، ہر وہ شخص کہ جس پر عمرہ چھوڑنا لازم ہو جائے تو اُس پر (عمرہ کا احرام باندھ کر اُسے چھوڑنے کا) دَم اور (چھوڑے ہوئے) عمرہ کی قضاء لازم ہے نہ کہ اور کچھ کیونکہ وہ عمرہ کو فاسد کرنے والے کے معنی میں ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ٦ ذو الحجة ١٤٢٩ھ، ٤ ديسمبر ٢٠٠٨ م 492-F

حجِ قران کی نیت سے آنے والی عورت کو ماہواری آجانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت پاکستان سے حج قران کی نیت سے مکہ مکرمہ آئی ابھی پہنچی تھی کہ ماہواری آ گئی اور ایک دن بعد منیٰ روانگی ہے اُس نے ابھی عمرہ ادا نہیں کیا کہ وقوفِ عرفہ کا وقت قریب آ گیا، کیا وہ عمرہ چھوڑ دے اور وقوف عرفہ کرے اگر وہ ایسا کرتی ہے تو جو عمرہ اُس نے چھوڑا وہ کب ادا کرے اور اُس عمرہ کے چھوڑنے کی وجہ سے اُس پر کیا لازم ہوگا جب کہ عمرہ اُس نے مجبوری میں چھوڑا ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں یہ عورت عمرہ ادا کئے بغیر وقوفِ عرفہ کرے گی اور حج سے فارغ ہونے کے بعد جب پاک ہو جائے تو چھوڑے ہوئے عمرہ کی قضاء کرے اور عمرہ چھوڑنے کا ایک دَم دے کیونکہ ماہواری کی حالت میں طوافِ کعبہ ممنوع ہے (طواف کعبہ کی ممانعت اس وجہ سے ہے کہ اُسے مسجد میں داخل ہونا ممنوع ہے چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "لَا أُحِلُّ دُخُولَ الْمَسْجِدِ لِحَائِضٍ وَ لَا جُنُبٍ الحديث" (التاريخ الكبير للبخاری، باب

Ishaate Islam

الألف، برقم: ۱۷۱۰، ۲/۵۵) یعنی، میں حیض والی عورت اور جُنبی کے لئے مسجد میں داخل ہونا حلال نہیں کرتا۔

اسی لئے فقہاء کرام نے یہ حکم اخذ کیا ہے کہ حیض ونفاس والی عورت اور جُنبی کو مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے چنانچہ علامہ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں: لا یجوزُ لهم دخولَ المسجدِ إلّا لضرورةٍ (منیّة المصلّی و غنیّة المبدی، باب فرائض الغسل، فروع إذا اجنبت المرأة إلخ، ص ۵۲) یعنی، ان کے لئے مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے مگر ضرورت شرعی کی وجہ سے) اور طواف عمرہ میں رُکن ہے اِس لئے وہ اِس حالت میں عمرہ نہیں ادا کرسکتی اور قارن جب عمرہ ادا کئے بغیر وقوفِ عرفہ کرلے تو اس کا عمرہ رہ جاتا ہے اور وہ عمرہ چھوڑنے والا قرار پاتا ہے، چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

فإنْ لم يَدخُلِ القارنُ مكّةُ و توجَّه إلى عرفاتٍ، فقد صَارَ رافضاً لعمرتِه بالوُقوف (المسالك فی المناسك، كتاب القِران، فصل: إن لم يدخُل القارن إلخ، ۱/۶۴۸)

یعنی، پس جب قارن مکہ میں داخل نہ ہوا، اور عرفات کی طرف متوجہ ہو گیا تو وقوفِ عرفات کے ساتھ ہی وہ عمرہ کو چھوڑنے والا ہو گیا۔

اور قران کا حکم یہ ہے کہ عمرہ پہلے ادا کیا جائے، وقوفِ عرفہ کرلینے کے بعد عمرہ کی ادائیگی متصوّر نہیں چنانچہ امام کرمانی حنفی لکھتے ہیں:

و لو تصوّرَ إتيانها و إبقائها بعدِ الوقوفِ لما أَمَرَ بالرّفضِ، لأنَّ أفعالَ العُمرةِ قد فاتَتْ وانْتَهَتْ، فإنَّ حُكمَ القِران أنْ يُقدِّمَ أفعالَ العُمرةِ على الحجّ، و قد تعذَّرَ بَعدَ الوُقوفِ (المسالك فی المناسك، كتاب القِران، فصل: إن لم يدخُل القارن إلخ، ۱/۶۴۹)

یعنی، اگر اُس کا لانا اور باقی ہونا وقوفِ عرفہ کے بعد متصوّر رہوتا تو عمرہ چھوڑنے کا حکم نہ دیا جاتا کیونکہ افعالِ عمرہ تو فوت ہو چکے پس قران کا حکم یہ ہے کہ افعالِ عمرہ کو حج پر مقدم کیا جائے اور تحقیق یہ وقوف کے بعد

متعذّر رہو گیا۔

اور اس صورت میں اُس پر دَم اور قضاء دونوں لازم آتے ہیں اور حج قِران کا دَم ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ اب اُس کا حج حجِ قِران نہیں رہا چنانچہ ابوالفضل محمد بن محمد بن احمد المروزی جو حاکم شہید کے نام سے معروف ہیں لکھتے ہیں:

إذا قَدِمَ القارِنُ مكّةَ فلم يطُف حتّى وقفَ بعرفَةَ أو طافَ للعُمرةِ ثلاثةَ أشواطٍ فقط كان رافضاً لعُمرتِه، و علَيه دَمٌ لرفضِها و قضاؤُها و قد سَقَطَ عنهُ دَمُ القِران (الكافی للحاكم الشّهيد (فی ضمن المبسوط للإمام محمد)، كتاب المناسك، باب الطّواف، ۲/۳۲۹، مطبوعة: عالم الكتب، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۰ھ- ۱۹۹۰م)

یعنی، جب قارن مکہ مکرمہ آیا پس طواف نہ کیا یہاں تک کہ وقوفِ عرفات کیا یا طوافِ عمرہ کے فقط تین پھیرے کئے تو وہ اپنے عمرہ کو چھوڑنے والا ہے، اور اُس پر عمرہ چھوڑنے کا دَم اور اُس کی قضاء ہے اور اُس سے دَم قِران ساقط ہو گیا۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الخميس، ۷ذو الحجة ۱۴۲۹ھ، ۵ ديسمبر ۲۰۰۸ م 677-F

ایام حیض میں پائے جانے والے طُہر میں ادا کئے گئے عمرہ کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک عورت کی حیض میں عادت سات دن تھی اور اُسے پانچ دن حیض آکر بند ہو گیا اور اُس نے غسل کے بعد نماز شروع کردی اور پھر مسجد عائشہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کرلیا اور چھٹے دن اُسے دوبارہ حیض آگیا، اِس صورت میں وہ کیا کرے گی اُس کا عمرہ ادا ہو گیا یا اُس پر اِس کی قضا لازم ہو گی؟

Ishaate Islam

(السائل: محمد فیاض، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں دوسری مرتبہ آنے والا خون ماہواری میں شمار ہوگا جب کہ وہ دس دن پورے ہونے پر یا اس سے قبل ختم ہوا ہو، چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و النّاقصُ عن أقلِّه و الزَّائدُ علی العادةِ و جاوَزَ أکثرَهما استحاضةٌ ـ ملخصاً (الدُّرُّ المختار، کتاب الطّهارة، باب الحیض، ص٤٣، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٣ھ ـ ٢٠٠٢م)

یعنی، حیض کی کم از کم مدت (تین دن اور تین راتوں) سے کم اور عادت کے دنوں سے زائد اور اکثر مدت (دس دن اور دس راتوں) سے بڑھ جائے تو استحاضہ ہے۔

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

أمّا المعتادةُ فما زادَ علی عادتِها، و تجاوَزَ العَشرةَ فی الحیضِ

یعنی، مگر معتادہ عورت تو اُس کی عادت کے دنوں سے جو زائد ہو اور حیض میں دس دنوں سے بڑھ جائے (استحاضہ ہے)

اور لکھتے ہیں:

أمّا إذا لم یتجاوزِ الأکثرَ فیهما فهو انتقالٌ للعادة فیهما فیَکونُ حیضاً و نفاساً (رَدُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الطّهارة، باب الحَیضِ، تحت قوله: و الزّائدُ علی أکثرِه، ٥٢٤/١، مطبوعة: دار المعرفة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٠ھ ـ ٢٠٠٠م)

یعنی، مگر جب اُن میں (یعنی حیض ونفاس میں) اکثر مدّت سے تجاوز نہ کیا تو یہ اُن میں عادت کا منتقل ہونا ہے تو وہ حیض اور نفاس ہوگا۔

اِس سے معلوم ہوا کہ اِس سوال کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ معتادہ کو چھٹے دن جب دوبارہ خون آیا اور وہ دس دن سے زیادہ نہ ہوا تو کُل حیض شمار ہوگا، اِس لئے اِس دوران کیا گیا طواف حالتِ ماہواری میں قرار پائے گا اور دوسری صورت یہ کہ معتادہ کو چھٹے دن جب حیض شروع ہوا، دسویں دن سے بڑھ گیا تو اِس صورت میں عادت کے سات دن حیض اور آٹھویں سے استحاضہ شمار ہوگا، اِس صورت میں طواف حالتِ ماہواری میں نہیں کہلائے گا۔

اور استحاضہ کا حکم یہ ہے کہ اُس میں نماز، روزہ، جماع، قرآن کو چھونے، مسجد میں داخل ہونے وغیرہا کچھ بھی ممنوع نہیں ہے وہ ایسے ہے جیسے دائمی نکسیر، چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

و دمُ استحاضةٍ حکمُه کرُعافٍ دائمٍ لا یمنعُ صوماً و صلاةً و لو نفلاً و جماعاً ملخصاً (الدُّرُّ المختار، کتاب الطّهارة، باب الحیض، ص٤٤)

یعنی، استحاضہ کے خون کا حکم دائمی نکسیر کی مثل ہے جو روزہ، نماز اگرچہ نفل نماز ہو اور جماع کو مانع نہیں۔ (اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ "تَوَضَّئِی وَ صَلِّی وَ إِنْ قَطَرَ الدَّمُ عَلَی الْحَصِیْرِ" (الدُّرُّ المختار، کتاب الطّهارة، باب الحیض، ص٤٤) یعنی، وضو کر اور نماز پڑھ اگرچہ خون چٹائی پر ٹپکے)

استحاضہ جب نماز کو مانع نہیں تو طواف کو بھی مانع نہ ہوگا، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

و لا تُمنعُ عن الطّوافِ إذا أمِنَتْ من اللَّوثِ، "قهستانی" عن "الخزانة"، ط (رَدُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الطّهارة، باب الحیض، مطلب: لو أفتی مفتٍ بشیءٍ من هذه الأقوال إلخ، تحت قوله: لا یمنع صوماً إلخ، ٥٤٤/١)

یعنی، مستحاضہ عورت کو طوافِ کعبہ سے نہ روکا جائے گا (اور اس پر اہل اسلام کا

Ishaate Islam

اتفاق ہے چنانچہ علامہ عبد اللہ بن مبارک بن عبد اللہ بُوصی نقل کرتے ہیں: و لأنَّ المستحاضة وَ مَن به سلسل البول و نحوهما يَطوفُ و يُصلّي باتفاق المسلمين (إجماعات ابن عبد البرّ في العبادات، المبحث التّاسع: الحيض، المسألة السّادسة: دم الإستحاضة إلخ، ١/٣٥٦) یعنی، کیونکہ مستحاضہ اور جسے سلسل البول کا عارضہ لاحق ہو اور جو اُن کی مانند ہے وہ طواف کرے گا اور نماز پڑھے گا اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے) جب کہ وہ آلودگی سے امن رکھتی ہو، "قهستاني" (جامع الرّموز، كتاب الطّهارت، باب الحيض، ١/٥٧، مطبوعة: ايچ ايم سعيد كمپنى، كراتشى) میں "خزانه" سے منقول ہے (جیسا کہ) "طحطاوی" (حاشية الطّحطاوی على الدُّرِّ المختار، كتاب الطّهارة، باب الحيض، تحت قوله: لا يمنعُ صوماً إلخ، ١/١٥٢، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت ١٣٩٥ھ-١٩٧٥م) (میں ہے)

لیکن مُستحاضہ اور اس کی مثل دیگر شرعی معذور کا وضو صرف نماز کے وقت تک باقی رہے گا بشرطیکہ اور کوئی ناقض وضو نہ پایا جائے اور وہ ہر نماز کے وقت وضو کرے گی کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"الـمُسْتَحَاضَةُ تَتَوَضَّأُ لِوَقْتِ كُلِّ صَلَاةٍ" (الهداية، كتاب الطّهارة، باب الحيض و الإستحاضة، فصل: و المستحاضة و مَن به إلخ، ١-٢/٤١)

یعنی، استحاضہ والی عورت ہر نماز کے وقت کے لئے وضو کرے گی۔

جیسے ہی نماز کا وقت ختم ہوگا تو وضو جاتا رہے گا چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و إذا خَرُجَ الوقتُ بطَلَ وضوؤُهُم و استأنفوا الوضوءَ لصلاةٍ أُخرىٰ (بداية المبتدى، كتاب الطّهارة، باب الحيض و الإستحاضة، فصل: و المستحاضة و مَن به إلخ، ١-٢/٤١)

یعنی، جب وقت نکل گیا تو اُن کا وضو باطل ہو گیا اور وہ دوسری نماز کے لئے نیا وضو کریں گے۔

اور طلوعِ آفتاب کے بعد کے بعد کیا ہوا وضو نمازِ ظہر کا وقت ختم ہونے تک باقی رہے گا جیسا کہ "بداية المبتدى" (كتاب الطّهارة، باب الحيض و الإستحاضة، فصل: و المستحاضة إلخ، ١-٢/٤١) اور "درمختار" (كتاب الطّهارة، باب الحيض، ص٤٦) وغیرہما کُتُبِ فقہ میں ہے۔

اِس لئے دوسری صورت میں کیا گیا طواف درست ہو جائے گا، اِس طرح عمرہ بھی درست ہو جائے گا اور اُس پر کوئی جزاء بھی لازم نہیں آئے گی۔

اور پہلی صورت میں جب طواف حالتِ ماہواری میں قرار پایا تو لازم ہوگا کہ جب تک مکہ مکرمہ میں ہے، اُس کئے ہوئے طواف کا ماہواری سے پاک ہونے کے بعد اعادہ کر لے، اگر اعادہ کر لیتی ہے تو حالتِ ماہواری میں طواف کرنے سے جو جزاء لازم آئی وہ ساقط ہو جائے گی چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و عليها أَنْ تُعيدَ طاهرةً فإن أعادتُهُ سَقَط ما وجَبَ (لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الجنايات، فصل: حائض طهرت فی آخر أيّام النّحر، ص٣٣٨)

یعنی، اُس پر لازم ہے کہ پاک ہو کر اُس کا اعادہ کر لے، اگر اعادہ کر لیتی ہے تو اُس پر سے وہ ساقط ہو گیا جو واجب ہوا تھا۔

اور افضل بھی یہی ہے کہ جب تک مکہ میں ہے طواف کا اعادہ کرے بلکہ اُسے اعادہ کا حکم دیا گیا جائے گا چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و الأفضل أن يُعيدَ الطّوافَ ما دام بمكّةَ، و لا ذبحَ عليه، و الأصحُّ أنه يُؤمَرُ بالإعادة إلخ (بداية المبتدى مع الهداية، كتاب الحج، باب الجنايات، فصل: و مَن طاف طوافَ القدوم إلخ، ١-٢/١٩٩)

یعنی، افضل یہ ہے کہ جب تک مکہ مکرمہ میں ہے طواف کا اعادہ کرے اور

Ishaate Islam

اس پر ذبح کرنا لازم نہیں اور اصح یہ ہے کہ اُسے اعادہ کا حکم دیا جائے گا۔

اور اس صورت میں لازم آنے والا کفّارہ ساقط کرنے کے لئے طواف کا اعادہ لازم ہے کیونکہ نجاست حکمیہ سے پاکیزگی طواف میں واجب ہے اور سعی میں طہارت اگرچہ مستحب ہے پھر بھی اُسے چاہئے کہ طواف کے ساتھ سعی کا بھی اعادہ کرے، چنانچہ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

و أمَّا ما دَام بمكَّةَ فعليه أن يُعيدَهما لسريانِ نقصانِ الطّوافِ فی السّعيِ الذی بعدَهُ، و إلّا فالطّهارةُ مستحبَّةٌ فی السّعيِ (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات، فصل فی طواف العمرة، ص ۳۹۰)

یعنی، جب تک مکہ میں ہے تو اُس پر لازم ہے کہ دونوں کا اعادہ کرلے اِس لئے کہ طواف کا نقصان سعی میں سرایت کر گیا جو طواف کے بعد ہے ورنہ طہارت سعی میں مستحب ہے۔

اور اگر طواف کا اعادہ کر لیتی ہے سعی کا اعادہ نہیں کرتی تو اُس پر کچھ لازم نہیں آئے گا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

ولو أعادَ الطّوافَ و لم يُعدِ السّعیَ لا شیءَ عليه (لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الجنايات، فصل فی طواف العمرة، ص ۳۹۱)

یعنی، اگر طواف کا اعادہ کیا اور سعی کا اعادہ نہ کیا تو اُس پر کوئی شئ لازم نہیں۔

اس کے تحت ملا علی قاری لکھتے ہیں:

كذا قيل، و صحّحهُ صاحبُ الهداية و هو مختار شمس الأئمّة السّرخسی، و الإمام المحبوبی (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات، فصل فی طواف العمرة، ص ۳۹۱)

یعنی، اسی طرح کہا گیا اور صاحبِ ہدایہ (الهداية، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: و مَن طاف طوافَ القدوم إلخ، ۱-۲/۲۰۰) نے اسے صحیح

قرار دیا اور یہی شمس الائمہ سرخسی اور امام محبوبی کا مختار ہے۔

اور اگر اعادہ نہیں کرتی تو اُس پر دَم لازم ہوگا چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں کہ

و فی طوافِ العُمرة تَجبُ شاةٌ، سواءٌ كان جنباً أو مُحدثاً لأنَّه دونَ الحجِّ و إن كان رُكناً فيها (المسالك فی المناسك، فصل فی كفّارة الجنابة فی الطَّواف، ۲/۷۸۵، مطبوعة: دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۴ھ- ۲۰۰۳م)

یعنی، طوافِ عمرہ میں (بطور دم) بکری واجب ہے برابر ہے کہ جُنبی تھا یا بے وضو، کیونکہ وہ حج سے درجے میں کم ہے اگرچہ طواف عمرہ میں رُکن ہے۔

اور اِسی فصل میں لکھتے ہیں:

فإنَّ الطّوافَ فيها رُكنٌ، والحائضُ كالجنبِ فی ذلك، لأنَّ نجاسةَ الحَيضِ أقوَى (المسالك فی المناسك، فصل فی كفّارة الجنابة فی الطَّواف، ۲/۷۸۵، مطبوعة: دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۴ھ- ۲۰۰۳م)

یعنی، بے شک طواف اس میں رُکن ہے اور حائضہ اس میں مثل جُنبی کے ہے کیونکہ حیض کی نجاست زیادہ قوی ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لو طافَ للعُمرةِ كلَّهُ أو أكثرَهُ أو أقلَّهُ و لو شوطاً جُنباً أو حائضًا أو نفساءَ أو مُحدِثاً فعليه شاةٌ (لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الجنايات، فی طواف العمرة، ص ۳۹۰)

یعنی، اگر عمرہ کا کُل یا اکثر یا اقل اگرچہ ایک چکر طواف حالتِ جنابت یا

Ishaate Islam

حیض یا نفاس میں یا بے وضو کیا تو اُس پر بکری لازم ہے۔

اس کے تحت ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ

أی: فی جمیعِ الصُّورِ المذکورة (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل فی طواف العمرة، ص ۳۹۰)

یعنی، ذکر کردہ تمام صورتوں میں (دَم لازم ہے)۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں حکم یہ ہوگا کہ ماہواری اگر چھٹے دن شروع ہو کر دسویں دن پر یا اس سے پہلے بند ہوئی تو اعادہ لازم ہوگا اِعادہ نہ کرنے کی صورت میں دَم دینا ہوگا اور اگر چھٹے دن سے شروع ہونے والی ماہواردس دن سے بڑھ جاتی ہے تو کچھ بھی لازم نہ ہوگا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۷ذو الحجة ۱٤۲۹ھ، ٥ دیسمبر ۲۰۰۸ م 490-F

دم فوری دینا ضروری ہے یا اس میں تاخیر کی اجازت ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ اگر کسی وجہ سے دَم لازم آ جائے تو دَم دینا فوری طور پر لازم ہوتا ہے یا اُس میں تاخیر کی شرعاً کوئی رُخصت ہے؟

(السائل: محمد ظفر، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: دَم کی ادائیگی فوری طور پر واجب نہیں اِس میں تاخیر کی رُخصت ہے مگر دَم جب ذمے میں واجب ہو چکا تو ادا کئے بغیر مر گیا تو گُنہگار رہوگا اور اُس پر لازم ہوگا کہ اُس کی وصیت کر کے جائے جب وہ وصیت کر دے تو ورثہ پر تکفین وتدفین اور ادائیگی قرض کے بعد اُس کی وصیت پر عمل کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ ادائیگی قرض کے بعد اتنا مال بچ جائے کہ جس سے اُس کی یہ وصیت جاری ہو سکے، اور اگر وہ وصیت نہ کرے اور اس کے ورثاء کو اس کا علم ہو کہ اس پر کوئی دم باقی ہے وہ اُسے ادا کریں تو مرنے

والے کی طرف سے دَم ادا ہو جائے گا۔ چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱٤ھ "فتح باب العنایه شرح النقایه" میں لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ سید محمد امین عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نقل کرتے ہیں کہ:

ثم الکفَّاراتُ کُلُّها واجبةٌ علی التّراخی، فیکون مؤَدِّیًا فی أیِّ وقتٍ، و إنّما یتضیَّقُ علیه الوجوبُ فی آخر عُمُره فی وقت یغلبُ علی ظنِّه أنه لو لم یُؤدِّه لَفاتَ، فإن لم یؤدِّ فیه حتَّی ماتَ أَثِمَ و علیه الوصیَّةُ به، و لو لم یُوصِ لم یجبُ علی الورثةِ، و لو تبرَّعُوا عنه جاز إلَّا الصَّومَ اھ و اللّفظ للشّامی (فتح باب العنایة، کتاب الحجّ، فصل فی الجنایات، ۲۸۸/۲، مطبوعة: دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۲٦ھ- ۲۰۰٥م) (رَدُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الحجّ، باب الجنایات، تحت قول التّنویر: الواجبُ دمٌ، ٦٥۱/۳-٦٥۲)

یعنی، پھر تمام کفّارے علی التراخی واجب ہیں (نہ کہ علی الفور) پس جس وقت بھی ادا کرے گا ادا کرنے والا ہوگا اور صرف اُس کی آخری عمر میں جب اُسے غالب گمان ہو کہ اگر اُسے ادا نہ کرے گا تو فوت ہو جائے گا تو اُس وقت وُجوب اُس پر تنگ ہو جائے گا، پس اگر کفّارہ ادا نہ کیا یہاں تک کہ مر گیا تو گُنہگار ہوا اور اُس پر اِس کی وصیت لازم ہے اور اگر وصیت نہ کی ورثہ پر یہ واجب نہیں اور اگر وہ مرنے والے کی طرف سے تبرُّع کرتے ہوئے کفّارہ ادا کر دیں تو جائز ہو جائے گا سوائے روزے کے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۲٦ ذو القعدہ ۱٤۲۹ھ، ۲٤ نوفمبر ۲۰۰۸ م 479-F

Ishaate Islam

حج میں مانع ماہواری گولیوں کا استعمال

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک خاتون حج کے لئے آئی ہیں اور وہ مانع ماہواری گولیاں استعمال کرتی ہے اِس لئے کہ وہ حرمین شریفین کی عبادات زیادہ سے زیادہ کر سکے اور پھر یہاں مخصوص ایام ٹھہرنے کے لئے ملتے ہیں وہ بھی ماہواری میں گزر جائیں تو ان مقامات پر عبادت کن ایام میں کرے گی، کیا اِس بنا پر وہ گولیاں استعمال کر سکتی ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: ماہواری کا آنا یہ ایک قدرتی عمل ہے اور اُسے روکنا نقصان سے خالی نہیں ہوتا اور جہاں تک اِن گولیوں کے استعمال کا تعلق ہے جو ماہواری روکنے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں تو وہ اس شرط کے ساتھ جائز ہیں کہ اُن میں کوئی حرام شئ نہ ہو اور وہ طبّی وجسمانی لحاظ سے مُضرِ صحت نہ ہوں کہ کسی بڑے جسمانی عارضے کا سبب بنیں، قرآن کریم میں ہے:

﴿وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (البقرہ:۲/۱۹۵)

ترجمہ: اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ٤ ذو الحجة ١٤٢٩ھ، ٢ دیسمبر ٢٠٠٨ م 487-F

مقیم مکہ جدہ ہو کر آ جائے تو مقیم رہے گا یا نہیں؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ہمارا قیام مکہ مکرمہ میں سولہ دن ہوتا ہے میں درمیان میں اگر چند گھنٹوں یا ایک دن کے لئے جدّہ چلا جاؤں تو کیا میں شرعی مسافر قرار پاؤں گا اِس طرح کہ آٹھ روز بعد جدہ ہو آؤں تو سولہ دن مکمل

نہیں رہیں گے اور میری اقامت مکہ مکرمہ میں دو حصوں میں ہوگی۔

(السائل: حامد فتانی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں مکہ مکرمہ آپ کا وطنِ اقامت ہے، وطنِ اقامت کو تین چیزیں باطل کرتی ہیں:

۱۔ وطن اصلی: جو وطنِ اقامت کو باطل کر دیتا ہے جیسے کوئی شخص مکہ مکرمہ میں مقیم ہو پھر منیٰ میں شادی کر لے، اب منیٰ اُس کا وطن اصلی ہو گیا لہٰذا مکہ مکرمہ کا اُس کے لئے وطن اقامت ہونا باطل ہو گیا۔

۲۔ وطن اقامت: کہ ایک جگہ مقیم تھا اب دوسری جگہ پندرہ روز اقامت کا ارادہ کر لیا، چاہے دونوں کے مابین مسافت سفر ہو یا نہ ہو چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و یَبطُلُ وطنُ الإقامةِ بمثلِه (الدُّرُّ المختار، کتاب الصّلاة، باب صلاة المسافر، ص١٠٦، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٣ھ- ٢٠٠٢م)

یعنی، وطن اقامت اپنی مثل کے ساتھ باطل ہو جاتا ہے۔

اِس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قولہ: "بمثلِهِ" أی: سواءٌ کان بینهما مسیرة سفرٍ أو لا (رَدُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الصّلاة، باب صلاة المسافر، مطلب: فی الوطن الأصلی إلخ، ٢/٧٣٠، مطبوعة: دار المعرفة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٠ھ- ٢٠٠٠م)

یعنی، برابر ہے کہ دونوں کے مابین مسافت سفر ہو یا نہ ہو۔

۳۔ انشاءِ سفر: کہ وطنِ اقامت سے ایسی جگہ کے ارادہ سے نکلا جو مسافتِ سفر پر واقع ہے تو وطن اقامت باطل ہو گیا چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

Ishaate Islam

و يبـطُلُ وطنُ الإقامة بإنشاءِ السَّفَرِ، ملخصاً (الدُّرُّ المختار، كتاب الصّـلاة، صـلاة المسافر، ص١٠٦، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٣ھ- ٢٠٠٢م)

یعنی، اور وطنِ اقامت باطل ہوجاتا ہے انشاءِ سفر سے۔

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں:

و الحاصلُ: أنَّ إنشاءَ السّفرِ يُبطِلُ وطنَ الإقامةِ إذا كان منه، أمَّا لـو أنشـأَ مِـن غيـرِه فإن لم يكن فيه مرورٌ على وطنِ الإقامةِ، أو كـان، و لـكـن بـعد سيرِ ثلاثةِ أيّام فكذلك، و لو قبله لم يَبطُلِ الوطنُ، بل يبطُلُ السَّفَرُ (رَدُّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الصّلاة، بـاب صـلاة المسافر، مطلب فی الوطن الأصلی إلخ، ٢/٧٣٠، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠ھ- ٢٠٠٠م)

یعنی، حاصل کلام یہ ہے کہ بے شک ابتداءِ سفر وطنِ اقامت کو باطل کر دیتا ہے جب کہ سفر کی ابتداء وطنِ اقامت سے ہو اور اگر سفر وطنِ اقامت کے غیر سے شروع کیا تو اُس سفر میں اگر وطنِ اقامت پر سے گزر نہیں ہے یا گزر تو ہے لیکن تین دن (یعنی مسافت سفر) چلنے کے بعد ہے تو حکم اسی طرح ہے (یعنی وطنِ اقامت باطل ہوجائے گا) اور اگر اس سے قبل گزر ہوا تو وطنِ اقامت باطل نہ ہوگا بلکہ سفر باطل ہوجائے گا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ مکہ مکرمہ سے جدہ مسافت سفر پر واقع ہے یا نہیں یعنی جدّہ مکہ مکرمہ سے ساڑھے ستاون میل (۹۲ کلومیٹر) تقریباً دُور ہے یا اُس سے کم ہے پھر جس راستے سے جدہ جائے گا اُس راستے سے اتنا فاصلہ بنتا ہے یا نہیں اگر اتنا فاصلہ بن جائے تو مکہ مکرمہ کا وطنِ اقامت ہونا باطل ہوگیا واپسی کے بعد جب تک پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ نہ ہو یا ارادہ تو ہو مگر پندرہ روز مکمل ہونے سے قبل مدینہ شریف یا پاکستان واپسی ہو تو مکہ مکرمہ میں مسافر ہی

رہے گا مقیم نہ ہوگا، چنانچہ علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

حتـى لـو عادَ إلى حاجةٍ فيه قصّر (حـاشية الـطّـحطاوی على مراقی الفلاح، كتاب الصّلاة، باب صلاة المسافر، ص٤٢٩)

یعنی، اگر کسی کام سے آئے (وطنِ اقامت) میں لوٹا تو قصر کرے گا۔

اور اگر جدّہ مدّتِ مسافت پر واقع نہیں یا مدّتِ مسافت پر تو واقع ہے لیکن جس راستے سے گیا اُس راستے سے ساڑھے ستاون میل نہیں بنتے تو اِن تمام صورتوں میں مکہ مکرمہ میں اگر مقیم تھا تو واپسی پر مقیم ہی رہے گا۔

مخدوم محمد جعفر بن مخدوم محمد عبدالکریم بوبکائی حنفی لکھتے ہیں:

فـی "الـخـلاصة": الـرّجُلُ إذا قَصَد بلدَةً و إلى مقصده طريقان أحـدُهما مسيـرةَ ثـلاثةِ أيّـامٍ و لـيـاليهـا و الآخـر دونها فسَلَكَ الـطّـرِيـقَ الأبعد كان مسافراً عندنا (الـمتـانة فی المرمة عن الخزانة، كتاب الصّلاة، باب المسافر، ص٢٥٩)

یعنی، ''خلاصہ'' میں ہے ایک شخص نے جب کسی شہر کا ارادہ کیا اور اس کے مقصود کی طرف دو راستے ہیں اُن میں سے ایک تین دن اور تین رات کی مسافت ہے اور دوسرا راستہ اس سے کم ہے، پس وہ (اس شہر کو) دُور والے راستے سے چلا تو ہمارے نزدیک مسافر ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

يوم الإثنين، ١١ ذو الحجه ١٤٢٩ھ، ٩ديسمبر ٢٠٠٨م 484-F

Ishaate Islam

العُروۃُ فِی مَنَاسِكِ الحَجِّ و العُمْرَة

فتاویٰ حج و عمرہ

(حصہ ہفتم)

تالیف

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نورمسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:32439799

نام کتاب : العُرْوَۃُ فِیْ مَنَاسِكِ الحَجِّ وَ العُمْرَة

''فتاویٰ حج وعمرہ''

تصنیف : حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

سن اشاعت : ذی قعدہ1433ھ۔ستمبر2012ء

سلسلۂ اشاعت نمبر : 221

تعداد اشاعت : 3600

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نورمسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:32439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net

پر موجود ہے۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
☆	پیشِ لفظ	5
۱۔	نماز احرام سنّت مؤکدہ ہے	7
۲۔	کیا احرام صرف دو چادریں پہن لینے کا نام ہے؟	8
۳۔	بیت اللہ شریف پر پہلی نظر اور دُعا	10
۴۔	احرامِ متعین کے بغیر طواف شروع کرنے والا کا حکم	12
۵۔	نیتِ طواف، تکبیر طواف اور استلام الحجر الگ الگ ہیں	13
۶۔	داہنی جانب سے ابتداء طواف کی حکمت	17
۷۔	سفید رطوبت آنے کی صورت میں طواف کا حکم	18
۸۔	فاسد تاویل سے ممنوعات احرام کے مرتکب میں مذاہب	21
۹۔	عمرہ میں سعی سے قبل نفلی طواف کا حکم	33
۱۰۔	عمرہ میں پہلے سعی کرنے والے کا حکم	34
۱۱۔	مُحرمہ ماہواری آنے پر احرام کھول دے تو کیا حکم ہے؟	39
۱۲۔	طُہر متخلّل میں عمرہ ادا کرلیا تو کیا حکم ہے؟	41
۱۳۔	حلق یا تقصیر کے بغیر عمرہ کا احرام کھولنے والے کا حکم	46
۱۴۔	عمرہ کے بعد بغیر حلق کے دوسرے عمرے کا احرام باندھنا	48
۱۵۔	بلا احرام جدہ پہنچنے والے متمتع کا حکم	50

۱۶۔	جدہ سے احرام باندھنے والے آفاقی کا حکم جس نے عمرہ فاسد کردیا	55
۱۷۔	آفاقی کا عمرہ کے احرام کے ساتھ جدّہ سے واپس جانا	58
۱۸۔	آفاقی کا حج سے قبل عمرہ ادا کرکے واپس جانا	61
۱۹۔	مُحصَر کا حکم	62
۲۰۔	جدّہ سے براستہ مکہ طائف جانے والے کے احرام کا حکم	75
۲۱۔	جدّہ میں رہنے والے کا حجِ قران	76
۲۲۔	کیا مدینہ شریف کے رہنے والے حجِ افراد کرسکتے ہیں؟	82
۲۳۔	مدینہ طیبہ سے حجِ قران کا حکم	84
۲۴۔	حاجی مزدلفہ میں نماز مغرب ادا کی نیّت سے پڑھے	87
۲۵۔	مُزدلفہ میں مغرب وعشاء کے مابین تکبیر تشریق	90
۲۶۔	طوافِ زیارت کی حج میں اہمیت	94
۲۷۔	طوافِ وداع کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟	99
۲۸۔	مآخذ ومراجع	103

پیش لفظ

حج اسلام کا اہم رُکن ہے جس کی ادائیگی صاحبِ استطاعت پر زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے، اس کے بعد جتنی بار بھی حج کرے گا نفل ہوگا اور پھر لوگوں کو دیکھا جائے تو کچھ تو زندگی میں ایک ہی بار حج کرتے ہیں کچھ دو یا تین بار، اقل قلیل ایسے ہوتے ہیں جن کو ہر سال یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا حج کے مسائل سے عدم واقفیت یا واقفیت کی کمی ایک فطری امر ہے۔ پھر کچھ لوگ تو اِس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر ناجائز ہوتے ہیں اور کچھ علماء کرام کی طرف رُجوع کرتے ہیں مناسکِ حج وعمرہ کی ترتیب کے حوالے سے ہونے والی نشستوں میں شرکت کرتے ہیں پھر بھی ضرورت پڑنے پر حج میں موجود علماء یا اپنے ملک میں موجود علماء سے رابطہ کر کے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ اور پھر علماء کرام میں جو مسائل حج وعمرہ کے لئے کُتُبِ فقہ خصوصاً مناسک حج و عمرہ کا مطالعہ رکھتے ہیں وہ تو مسائل کا صحیح جواب دے پاتے ہیں اور جن کا مطالعہ نہیں ہوتا وہ اِس سے عاجز ہوتے ہیں، اور ایسی صورت میں بعض تو اپنے قیاس سے مسائل بتا دیتے ہیں حالانکہ مناسک حج وعمرہ توقیفی ہیں۔ ہمارے ہاں جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کے زیر اہتمام نور مسجد میٹھادر میں پچھلے کئی سالوں سے ہر سال باقاعدہ ترتیب حج کے حوالے سے نشستیں ہوتی ہیں، اِسی لئے لوگ حج وعمرہ کے مسائل میں ہماری طرف کثرت سے رجوع بھی کرتے ہیں، اکثر تو زبانی اور بعض تحریری جواب طلب کرتے ہیں اور کچھ مسائل کہ جن کے لئے ہم نے خود بھی اپنے ادارے میں قائم دار الافتاء کی جانب رُجوع کیا تھا اور کچھ مفتی صاحب نے ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء اور ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء کے سفر حج میں مکہ مکرمہ میں تحریر فرمائے۔ پھر ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۸ء اور ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء کے سفر حج میں اور کچھ کراچی میں مزید

فتاویٰ تحریر ہوئے، اس طرح ہمارے دار الافتاء سے مناسک حج وعمرہ اور اس سفر میں پیش آنے والے مسائل کے بابت جاری ہونے والے فتاویٰ کو ہم نے علیحدہ کیا اور اُن میں سے جن کی اشاعت کو ضروری جانا اس مجموعے میں شامل کر دیا اور چھ حصے اس سے قبل شائع کئے جو ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء تک کے فتاویٰ تھے بعد کے فتاویٰ کو جب جمع کیا گیا تو ضخامت کی وجہ سے اُن میں سے کچھ فتاویٰ ہم حصہ ہفتم میں شائع کرنے کا اہتمام کر رہے ہیں، باقی کچھ روک لئے ہیں، انہیں حصہ ہشتم میں اس سال سفر حج میں لکھے جانے والے فتاویٰ کے ساتھ شائع کیا جائے گا۔

اور فتاویٰ حج وعمرہ کے ساتویں حصے کو جمعیت اشاعت اہلسنّت اپنے سلسلۂ اشاعت کے 221 ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کی کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے نافع بنائے۔ آمین

فقیر محمد عرفان ضیائی

خادم جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نمازِ احرام سنّت مؤکّدہ ہے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ احرام کی چادریں پہننے کے بعد احرام کی نیّت کرنے سے قبل کو دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے وہ مستحب ہے یا سنّت یا واجب اور یہ نماز سر ڈھک کر پڑھی جائے یا ننگے سر؟

(السائل: سید محمد حسین، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: احرام کی نیت سے تلبیہ کہنے سے قبل جو دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے یہ نماز سنّت مؤکّدہ ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و صلاةُ الإحرامِ سُنَّةٌ مُؤكّدةٌ (۱)

یعنی، نماز احرام سنّت مؤکدہ ہے۔

اور یہ نماز حالتِ احرام میں نہیں ہوتی اِس لئے یہ نماز سر ڈھک کر پڑھے اور احرام تو اِس نماز کے بعد احرام کی نیّت سے تلبیہ کہہ لینے سے شروع ہوتا ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

فيُحرِمُ عقِيبَها أی عقيبَ ركعتَی الإحرام حالَ جُلُوسِه قبلَ القِيامِ (۲)

یعنی، پس احرام باندھے اُس کے بعد یعنی نمازِ احرام کی دو رکعت کے بعد بیٹھے ہوئے اُٹھنے سے قبل احرام باندھے۔

اور احرام باندھنا یہ ہے کہ احرام کی نیّت سے تلبیہ کہے اور اِس سے ظاہر ہوا کہ نمازِ

۱۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الخطبة، فصل: فی إحرام الحاج من مكّة المشرّفة، تحت قوله: ثمّ ركعتی الطّواف، ص۳۰۷

۲۔ لُباب المناسك و شرحه المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الخطبة، فصل: فی إحرام الحاجّ من مكّه المشرّفة، ص۲۰۷

احرام حالتِ احرام میں نہیں ادا کی جاتی بلکہ اِس نماز کے بعد احرام کی نیت سے تلبیہ کہی جاتی ہے جسے احرام باندھنا کہتے ہیں، لہٰذا جب یہ نماز حالتِ احرام میں نہیں تو عام حالات کی طرح یہ نماز بھی سر ڈھک کر پڑھے گا، اگر الگ کپڑا یا ٹوپی وغیرہ نہ پائے تو اپنی چادر سے ہی سر کو ڈھک لے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۲۲ذوالحجة ۱۴۳۱ھ، ۲۸نوفمبر ۲۰۱۰م 700-F

کیا احرام صرف دو چادریں پہن لینے کا نام ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ احرام صرف دو چادریں پہن لئے کا نام ہے، اس طرح کہ دو سفید چادریں زیب تن کرلیں تو احرام والے ہوگئے، اِس بات کی شرعی رُو سے کیا حقیقت ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: احرام تو حج یا عمرہ کی نیّت سے تلبیہ کہہ لینے سے شروع ہوتا ہے جیسا کہ ہمارے فتاویٰ میں بھی اِس پر تفصیل سے کلام موجود ہے باقی عوام النّاس کی ایک بڑی تعداد دو سفید چادر پہن لینے کو احرام باندھ لینا کہتے ہیں اور اُتار دینے کو احرام کھولنا کہتے ہیں اور اس سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ صرف دو چادریں پہن لے تو احرام کی پابندیاں شروع ہوگئیں اور بلا نیّت وتلبیہ کے اُسی حالت میں حج یا عمرہ کرلیا تو ادا ہو گئے ہاں اگر کوئی اس طرح سمجھتا ہے تو وہ صریح غلطی پر ہے۔

مُحقِق یوسف بن جنید رومی حنفی الملقب باخی چلپی (۳) متوفی ۹۵۰ھ لکھتے ہیں:

۳۔ مُحشّی "ذخيرة العُقبیٰ" مولوی محمد عالم حضرکوٹی حنفی لکھتے ہیں کہ و معنی چلپی فی عُرفهم سيّدی، نصّ عليه شمس الدّين السّخاوی فی كتابه "الضَّوءُ اللّامع فی أعيانِ القَرن التّاسع" فی ترجمة حسن چلپی (حاشية ذخيرة العُقبی، خاتمة الكتاب، ص۵۴۰) یعنی، اُن کے عُرف میں چلپی کا معنی یہ ہے کہ سیدی ہے، شمس الدین سخاوی نے اپنی کتاب "الضَّوء اللامع فی أعيان القرن التّاسع" میں حسن چلپی کے حالات میں اِس کی تصریح کی ہے۔

و هو عبارة عن مجموع النّيّة بالقلب و التّلبية باللسان، فَضّل بعضُهم ذِكرَ النّيّة باللّسان أيضاً مع ملاحظة القلب إيّاها، فظهَرَ مِن هذا إفسادُ توهّمِ مَن قال: أنّ الإحرام عبارةٌ عن لُبس إزارٍ و ردائٍ على الوجهِ المسنون المشهور حتى وقعَ بيني و بين رُفقَائِنا الجَامعِينَ بين الفضَائِلِ العِلميّة و الكَمَالَاتِ العَمَليّة الزّائرين للحَرَمَين فى المَرَّة الثّالثة اختلافاتٌ كثيرةٌ فيه بحيثُ اصرُّوا على أنَّ الإحرام عبارةٌ عن اللُّبس المخصوص، فقلتُ لهم: فعلى ما ذكرتُم يلزمُ بطلانُ حجِّ مَن لم يَلبَسِ الثَّوبَين المَذكُورَين، فبعضُهم التزَمَ ذالك (٤)

و بعضُهم بهُتَ و تَحيَّرَ ثمَّ أيّدتُ رأيى بقَولِ الأكملِ فى أثنَاءِ بابِ الاعتكافِ كما قُلنا فى الإحرام (٥)

یعنی، احرام دل سے نیّت اور زبان سے تلبیہ کہنے کے مجموعے سے عبارت ہے اور بعض علماء کرام نے زبان کے ساتھ نیّت کرنے کو بھی افضل کہا ہے جب کہ دل کا ملاحظہ اِس نیت کے ساتھ ہو، پس اِس سے اُس وہم کا فساد ظاہر ہوا کہ جس نے یہ کہا کہ احرام اُس مسنون طریقے پر اِزار اور چادر پہن لینے سے عبارت ہے جو لوگوں میں معروف ہے۔

یہاں تک کہ میرے اور میرے بعض ایسے زائرین حرمین طیبین رُفقاء کے مابین جو فضائل علمیہ اور کمالات عملیہ کے صاحب ہیں (حرمین شریفین کے) تیسرے سفر میں کثیر اختلافات واقع ہوئے، اِس طرح کہ انہوں اِس پر اصرار کیا کہ احرام مخصوص پہناوے سے عبارت ہے تو میں نے اُن

٤۔ أی: البطلان بأن قال: نعم يلزم بطلانُه (حاشية ذخيرة العُقبى، ص٤٩٢)

٥۔ ذخيرةُ العُقبىٰ، كتاب الحجّ، تحت قوله: و فرضه الإحرام، ص٤٩١، ٤٩٢

سے کہا کہ جو تم کہتے ہو اِس بنا پر تو اُس شخص کے حج کا باطل ہونا لازم آتا ہے کہ جس نے مذکورہ دو کپڑے نہ پہنے ہوں تو اُن میں سے بعض نے تو اِس کا التزام کر لیا(٦) اور بعض تو لاجواب ہوئے اور حیرت میں پڑ گئے، پھر میں نے اکمل (الدین بابرتی) کے باب الاعتکاف میں قول سے اپنی رائے کو مؤید کیا جیسا کہ ہم نے احرام میں کہا۔ الخ

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الإثنين، ٢٣ذوالحجة ١٤٣١ھ، ٢٩ نوفمبر ٢٠١٠ م 707-F

بیت اللہ شریف پر پہلی نظر اور دُعا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ بیتُ اللہ شریف پر پہلی نظر پڑنے کے بارے میں مشہور ہے کہ دعا قبول ہوتی ہے اِس کی کوئی اصل ہے یا نہیں اور اگر اصل ہے تو یہ دُعا کھڑے ہو کر مانگنی چاہئے یا بیٹھ کر؟

(السائل: حافظ رضوان ولد غلام حسین)

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: جب بیت اللہ شریف پر نظر پڑے تو دُعا مانگنے کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ

"تُفتح أبوابُ السَّمَاءِ و تُستجَابُ دعوةُ المسلم عندَ رُؤيةِ الكعبة" (٧)

یعنی، کعبہ کی زیارت کے وقت آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے

٦۔ یعنی بطلان کا التزام کیا اس طرح کہ انہوں نے کہا ہاں حج کا باطل ہونا لازم آئے گا۔ (حاشية ذخيرة القبىٰ، كتاب الحجّ، تحت قوله: التزم ذلك، ص٤٩٢)

٧۔ حاشية العلامة ابن حجر على شرح الإيضاح، الباب الثّالث فى دخول مكة زادها الله شرفًا و تعظيماً و ما يتعلق به، الفصل: الأول: فى آداب دخولها، تحت قوله: أن يرفع يديه.....، ص٢٣٤

ہیں اور مسلمان کی دعا قبول کی جاتی ہے۔

اور حضرت ابوأمامہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تُفْتَحُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَ يُسْتَجَابُ الدُّعَاءُ فِيْ أَرْبَعَةِ مَوَاطِن: عِنْدَ الْتِقَاءِ الصُّفُوْفِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَ عِنْدَ نُزُوْلِ الغَيْثِ، و عِنْدَ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ، وَ عِنْدَ رُؤْيَةِ البَيْتِ" أخرجه الطبرانی فی "الكبير" (٨) و البيهقی فی "السُّنَن" (٩) و "معرفة السُّنَنِ و الآثار" (١٠)

یعنی، چار جگہوں پر آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دُعا قبول کی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں التقاءِ صفوف (یعنی جہاد میں دشمن کی صفوں کے ملنے) کے وقت، نُزولِ بارش کے وقت اقامتِ نماز کے وقت اور بیتُ اللہ شریف کی زیارت کے وقت۔

اور امام ابومنصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

و يسألُ اللّٰهَ تعالیٰ حَوَائجَه عَقِيْبَ ذٰلِك، فإنّها مستجابةٌ: لقوله ﷺ: "تُستجابُ دعوةُ المُسلم عندَ رُؤيةِ الكَعبةِ" (١١)

یعنی، اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات کا سوال کرے پس یہ دعا قبول کی جاتی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے "کعبہ معظّمہ کی زیارت کے وقت مسلمان کی دُعا قبول کی جاتی ہے"۔

اور یہ دُعا کھڑے ہوکر مانگنا چاہئے، چنانچہ امام ابن حجر مکی شافعی لکھتے ہیں:

٨۔ المعجم الكبير للطّبرانی، ١٩٩/٨، ٢٠١

٩۔ السُّنَن الكبرىٰ للبيهقی، كتاب صلاة الاستسقاء، باب طلب الإجابة عند نُزول الغَيث، برقم: ٦٤٦٠، ٥٠٢/٣

١٠۔ معرفة السُّنَن و الآثار، كتاب الاستسقاء، باب طلب الإجابة عند نُزول الغَيث، برقم: ٢٠٢٤، ١٠٦/٣

١١۔ المسالك فی المناسك، فصل بعد فصل: فی الدّخول فی المسجد الحرام، ٣٨٣/١

و السنّةُ أن يكونَ دُعاؤُه و هو واقفٌ (١٢)

یعنی، سنت ہے کہ اُس کی دعا اِس حال میں ہو کہ وہ کھڑا ہو۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ١٢ رمضان المبارك ١٤٣٣ھ، ١ اغسطس ٢٠١٢ م 802-F

احرامِ متعیّن کے بغیر طواف شروع کرنے والا کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کوئی شخص احرام باندھتے وقت احرام کو معیّن کرنا بھول جائے کہ یہ عمرہ کا احرام ہے یا حج کا اور اُس کے دل میں بھی کوئی نیّت نہ ہو کہ یہ عمرہ ہے یا حج، پھر جب وہ طواف شروع کرے تو اُسے یاد آجائے کہ اُس نے کوئی نیت ہی نہیں کی یعنی احرام کو متعیّن نہیں کیا، تو اب کیا کرنا چاہئے؟

(السائل: حافظ رضوان ولد غلام حسین، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُسے چاہئے کہ نئے عمرہ کی نیّت نہ کرے کیونکہ اُس نے جو احرام باندھا وہ عمرہ کا ہی قرار پایا اور اِس مسئلہ کی صراحت تو نظر میں نہیں مگر "لُبـــاب" میں ایک مسئلہ مذکور ہے جس سے ہمارے اِس مسئلہ کا جواب مل جاتا ہے وہ یہ ہے کہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و مَن أَحْرمَ لا يَنوی شَيئاً معيّناً فشَرَعَ فی الطَّوافِ، ثُمَّ أهلَّ بعُمرةٍ رَفضَهَا لأنّ الأُولیٰ تعيَّنتْ عُمرةً (١٣)

یعنی، جس نے احرام باندھا اور کسی شئ معیّن کی نیّت نہ کی، پس طواف

١٢۔ حاشية العلامة ابن حجر على شرح الإيضاح، الباب الثّالث: فی دخول مكة زادها الله شرفًا و تعظيماً و ما يتعلق به، الفصل الأول: فی آداب دخولها، تحت قوله: أن يرفع يديه.....، ص٢٣٤

١٣۔ لُباب المناسك، باب الجمع بين النُّسكين المتحدَّين، فصل: فی الجمع بين العُمرتَين، ص٣٢٤

میں شروع ہوا، پھر (دوسرے) عمرہ کی تلبیہ کہی تو اُسے (یعنی دوسرے کو) چھوڑ دے(١٤) کیونکہ پہلا (احرام) عمرہ متعیّن ہوگیا۔

اِس مسئلہ میں جب اُس نے طواف شروع کرنے کے بعد عمرہ کے لئے تلبیہ کہی تو علامہ رحمت اللہ سندھی علیہ الرحمہ نے لکھا کہ اُسے چھوڑ دے اِس لئے کہ پہلا احرام عمرہ کے لئے متعیّن ہو چکا، اگر وہ عمرہ کے لئے تلبیہ نہ کہتا تو اُس کا احرام عمرہ کے لئے متعیّن ہوتا، لہٰذا صورت مسئولہ میں بھی اُس کا احرام عمرہ کا احرام ہوگا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ٨ شوال المکرّم ١٤٣٣ھ، ٢٧ اغسطس ٢٠١٢ م 803-F

نیتِ طواف، تکبیر طواف اور استلام الحجر الگ الگ ہیں

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ طواف شروع کرتے وقت نیّت طواف اور طواف کی ابتداء میں تکبیر کہنا اور استلام حجر اسود یہ سب الگ الگ ہیں یا ایک ہی چیز ہے، آپ اِس طریقہ کو اِس طرح بیان کریں کہ ہر ایک چیز واضح ہو

١٤۔ اِس میں مصنّف نے ذِکر نہیں کیا کہ اُس پر قضا اور دَم لازم آئے گا یا نہیں اور نہ ہی شارح نے اِس پر کلام کیا ہے حالانکہ اُس پر قضاء اور دَم دونوں لازم آئیں گے جیسا کہ مصنّف نے دوسرے مسئلے میں لکھا ہے کہ فلو أحرَمَ بعُمرةٍ فطاف لها شوطاً أو كلّه أو لم يطُف شيئًا، ثُمّ أحرَمَ بأُخرى قبلَ أن يَسعَى للأُولىٰ رفَضَ الثّانيةَ و دمٌ للرّفضِ و قَضاءً المرفُوضِ (لُباب المناسك، كتاب الحجمع بين النُّسكَين المتحدَّين، فصل: فی الجمع بين العُمرتَين، ص ٣٢٤) یعنی، پس اگر عمرہ کا احرام باندھا پھر عمرہ کا طواف ایک چکر کیا یا مکمل کیا یا بالکل نہ کیا پھر دوسرے عمرہ کا احرام پہلے کی سعی سے قبل باندھ لیا تو دوسرے عمرے کو چھوڑ دے اور عمرہ چھوڑنے کا دَم دے اور چھوڑے ہوئے عمرے کی قضاء کرے۔

اِسی طرح "ردّ المحتار" (كتاب الحج، باب الجنايات، تحت قول التّنوير، من أتى بعمرة إلخ، ٣/٧١٦) میں ہے اور اِس مسئلے میں بھی جب اُس کا دوسرے عمرے کا احرام شمار ہوا تو اُسے اس دوسرے عمرے کو چھوڑنے کا حکم دیا گیا، اور اُس پر دوسرے عمرہ کو چھوڑنے کی وجہ سے دَم لازم ہوا اور چھوڑے ہوئے عمرے کی قضاء بھی، لہٰذا اُس پر بھی دَم اور قضاء دونوں لازم آئیں گے۔

جائے اور اگر الگ الگ ہیں تو اُن کا الگ الگ ہونا واضح طور پر سمجھ میں آجائے۔

(السائل: حافظ شاہد بن حاجی احمد، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: طواف میں نیّت ایک الگ عمل ہے اور تکبیر الگ ہے اور استلام الگ ہے اِس کے لئے ہم طواف شروع کرنے کا طریقہ ذِکر کرتے ہیں جس سے ہر ایک علیحدہ عمل ہونا ظاہر ہو جائے گا۔

جب طواف کرنے کا ارادہ ہو تو چلتا ہوا حجرِ اسود کے سامنے آکر اِس طرح کھڑا ہو کہ پورا حجرِ اسود اُس کے دائیں کندھے کی طرف ہو(١٥) اور طواف کی نیّت کرے(١٦)، نیّت صرف دل سے کرے یا دل کی نیّت کے ساتھ ساتھ زبان سے الفاظ بھی ادا کرلے اور لفظ کسی بھی زبان میں کہے اور اگر عربی میں کہے تو افضل ہے مثلاً یوں کہے اَللّٰهُمَّ أُرِيدُ الطَّوَافَ فَتَقَبَّلَهُ مِنِّیْ وَ يَسِّرْهُ لِیْ (١٧)

پھر اُسی حالت میں اپنی داہنی جانب اتنا ہٹے کہ بالکل حجر اسود کے سامنے آجائے اور بسم اللہ پڑھے، تکبیر کہے، حمد بیان کرے، درود شریف پڑھے اور دُعا کرے(١٨) یعنی کہے:

بِسْمِ اللّٰهِ، وَ اللّٰهُ أَكْبَرُ، وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ وَ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، اَللّٰهُمَّ إِيْمَاناً بِكَ، وَ تَصْدِيْقًا بِكِتَابِكَ، وَ وَفَاءً بِعَهْدِكَ، وَ اتِّبَاعاً لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ ﷺ (١٩)

١٥۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشّروع فی الطّواف إلخ، ص ١٤٤

١٦۔ اور نیّت فرض ہے۔ (لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب دخول مكة، فصل فی صفة الشّروع فی الطّواف إلخ، ص ١٤٤)

١٧۔ یعنی، اے اللہ! میں طواف کا ارادہ کرتا ہوں تو اِسے مجھ سے قبول فرمالے اور اِسے میرے لئے آسان کردے۔

١٨۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشّروع فی الطّواف إلخ، ص ١٤٤

١٩۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشّروع فی الطّواف إلخ، ص ١٤٤

مندرجہ بالا سطور میں ذِکر کردہ تکبیر جب کہے تو کندھوں تک یا کانوں تک ہاتھ اُٹھائے (۲۰) اِس طرح کہ اُس کے ہاتھوں کی ہتھیلیاں حجرِ اسود جانب ہوں (۲۱) ، دُعا سے فراغت کے بعد حجرِ اسود کا استلام کرے اور استلام یہ ہے کہ میسر آئے تو اپنے دونوں ہاتھ حجرِ اسود پر رکھ کر اُن کے درمیان میں اپنا منہ رکھے اور اُسے بلا آواز بوسہ دے (۲۲) اور اگر یہ میسر آجائے تو مستحب ہے کہ تین بار کرے (۲۳) یعنی، ایک بار منہ رکھ کر بوسہ دے پھر ہٹالے پھر منہ رکھ کر بوسہ دے، پھر ہٹالے پھر منہ رکھ کر بوسہ دے، ہاتھ اور چہرہ اِس طرح رکھے جس طرح سجدہ میں رکھے جاتے ہیں (۲۴) ورنہ میسر آئے تو ہاتھ سے حجرِ اسود کو چُھو کر اُسے بوسہ دے (۲۵) اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کسی چیز سے حجرِ اسود کو مَس کر کے اُسے بوسہ دے (۲۶) ورنہ یعنی اگر یہ بھی نہ ہو سکے یعنی، بھیڑ یا تکلیف واذیت کی وجہ سے یا طواف کرنے والا مُحرم ہے اور حجرِ اسود پر خوشبو لگی ہوئی ہے اِس وجہ سے اُسے حجرِ اسود کو چھونا یا اُسے کسی چیز سے چُھونا مشکل ہو (۲۷) تو حجرِ

۲۰۔ یعنی، جیسا کہ نماز میں اور یہی اصح ہے (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشُّروع فی الطّواف إلخ، ص۱٤٤)

۲۱۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشّروع فی الطّواف إلخ، ص۱٤٤

۲۲۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشّروع فی الطّواف إلخ، ص۱٤٤

۲۳۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشّروع فی الطّواف إلخ، ص۱٤٥

۲٤۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشُّروع فی الطّواف إلخ، ص۱٤٥

۲٥۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشّروع فی الطّواف إلخ، ص۱٤٤، ۱٤٥

۲٦۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشّروع فی الطّواف إلخ، ص۱٤٥

۲۷۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشُّروع فی الطّواف إلخ، ص۱٤٤

اسود کے سامنے کھڑا ہو کر ہاتھوں کو حجرِ اسود کی طرف بلند کر کے بسم اللہ، تکبیر، تہلیل، درود اور دعا پڑھتے ہوئے اِس طرح اشارہ کرے گویا کہ وہ اپنے ہاتھ حجرِ اسود پر رکھ رہا ہے (۲۹) اور اِشارے کے بعد اُنہیں چُوم لے (۳۰) اور اپنی دائیں طرف کو اِس طرح چلنا شروع کرے کہ اُس کا بایاں کندھا بیت اللہ شریف کی طرف اور دایاں کندھا باہر کی جانب ہو اور اِسی طرح سات چکر پورے کرے۔ (۳۱)

یاد رہے کہ جب بھی حجرِ اسود سے گزرے تو اُس کا اُسی طرح استلام کرے جس طرح اُوپر ذِکر کیا گیا ہے اور جب ختم کرے تو بھی استلام کرے (۳۲) اور ابتداء میں اور آخر میں اور ہر بار گزرتے وقت استلام مسنون ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ "طَافَ النَّبِیُّ ﷺ عَلٰی بَعِیْرٍ كُلَّمَا أَتَی الرُّكْنَ أَشَارَ إِلَیْهِ (۳۳) یعنی، نبی کریم ﷺ نے اونٹ پر سوار ہو کر طواف فرمایا جب جب رُکن اسود پر تشریف لاتے اُسی کی طرف اشارہ فرماتے (۳٤) (یعنی استلام فرماتے)

اَب مندرجہ بالا سطور میں ذِکر کردہ ابتداءِ طواف کے طریقے سے صاف ظاہر ہے کہ نیّت الگ ہے اور نیّت کے بعد رفعِ یدین کے ساتھ تکبیر کہتے ہوئے طواف میں داخل ہونا الگ

۲۹۔ اِس سے معلوم ہوا کہ وہ اس صورت میں اپنے ہاتھ حجرِ اسود کی اونچائی کی مقدار بلند کرے گا کیونکہ یہ حجرِ اسود کے ہاتھ سے چُھونے کے قائم مقام ہے۔

۳۰۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشّروع فی الطّواف إلخ، ص۱٤٥

۳۱۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشّروع فی الطّواف إلخ، ص۱٤۷

۳۲۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشّروع فی الطّواف إلخ، ص۱٤٦

۳۳۔ إرشاد السّاری إلی مناسك الملا علی القاری، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشّروع فی الطّواف إلخ ، ص۱٤٦

۳٤۔ صحیح البخاری، كتاب المناسك، باب من أشار إلی الرّكن إذا أتی علیه، برقم: ۱٦۱۳، ۱/۳۹۸

عمل ہےاوراُس کے بعداستلام الگ ہے۔

اور پھرطواف شروع کرنے کے لئے تکبیر کہتے ہوئے رفعِ یدین اوراستلام میں بوسہ، لمس وغیرہا پرقُدرت نہ پانے کی صورت میں اشارہ کرتے ہوئے ہاتھ اُٹھانے میں فرق ہے وہاں ہاتھ اُٹھانا تکبیر کے لئے تھا اور یہاں اِشارہ کرنے کے لئے، وہاں نماز کی طرح مرد کانوں تک اورعورت کندھوں تک ہاتھ اٹھائے گی اوراستلام میں اشارہ کے لئے حجرِ اسود کی اُونچائی کے برابر ہاتھ اُٹھاتے ہیں جس میں مردوعورت دونوں کاحکم یکساں ہے کیونکہ یہ ہاتھ اُٹھانا اشارے کے لئے ہے جوچُھونے کے قائم مقام ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السّبت، ۲۱ذوالحجة ۱٤۳۱ھ، ۲۷ نوفمبر ۲۰۱۰ م 699-F

داہنی جانب سے ابتداءطواف کی حکمت

استفتاء: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ بیتُ اللہ شریف کاطواف داہنی جانب سے شروع کرنے کاحکم ہےاس میں کیاحکمت ہے؟

(السائل: محمد دانش، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: طواف میں حکم یہ ہے کہ طواف کرنے والابیتُ اللہ شریف کی طرف منہ کرکے کھڑا ہوتو جس طرف اُس کا دایاں ہاتھ پڑتا ہے اُس طرف کو چلے یایوں سمجھئے کہ اِس طرح چلے کہ اُس کا بایاں کندھا بیتُ اللہ شریف کی طرف ہواور دایاں کندھا بالائی جانب۔

اور اِس طرح چلنے میں کیا حکمت ہے؟ اس کے بارے میں علامہ زین الدّین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ(۳۵) لکھتے ہیں، اُن سے قاضی حسین بن محمد سعید مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ(۳۶) نقل کرتے ہیں:

۳۵۔ البحر الرّائق، باب الإحرام، تحت قوله: وطف مضطبعاً وراء الحطيم إلخ، ۲/۵۷٤

۳۶۔ إرشاد السّاری إلی مناسك المُلّا علی القاری، باب دخول مكة، فصل: فی صفة الشّروع فی الطّواف إلخ، تحت قوله: أخذ يمين نفسه، ص۱٤۷

و الحكمةُ فيه: أنَّ الطّائِفَ بالبيتِ مُؤتمٌّ به، و الوحدُ مع الإمامُ يكون الإمامُ عن يَسارِهِ، و قيلَ: لأنَّ القَلبَ فی الجانبِ الأَيسرِ، و قيلَ: ليكونَ البابُ فی أوّلِ طوافه لقوله تعالی: ﴿**وَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا**﴾ (۳۷)

یعنی، طواف میں بیتُ اللہ شریف کواپنی بائیں جانب کرنے میں حکمت یہ ہے کہ بیتُ اللہ شریف کا طواف کرنے والا، اُس کی اقتداء کرنے والا ہے، ایک مقتدی امام کے ساتھ ہوتو امام مقتدی کی بائیں جانب ہوتا ہے، اور کہا گیا (بیت اللہ شریف کواپنی بائیں جانب کرنے میں حکمت یہ ہے) کہ دل بائیں جانب ہے، اور کہا گیا (بیتُ اللہ شریف کواپنی بائیں جانب کرنے میں حکمت یہ ہے) کہ ہوجائے (بیتُ اللہ شریف کا) دروازہ اُس کے طواف کی ابتداء میں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿**وَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا**﴾(۳۸)

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۲۰ ذوالحجة ۱٤۳۱ھ، ۲٦ نوفمبر ۲۰۱۰ م 698-F

سفید رطوبت آنے کی صورت میں طواف کا حکم

استفتاء: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ عورت کو سفید پانی آیا جورطوبت کی صورت میں تھا جس میں ذرا برابر سرخی وغیرہ نہ تھی اوراُس نے اِسی حال میں نماز پڑھی اورطواف کرلیا تواِس صورت میں اُس کی نماز اوراُس کے طواف کا شرعاً کیا حکم ہوگا؟

(السائل: دانش، الفتانی حج گروپ، مکہ مکرمہ)

۳۷۔ البقرة: ۲/۱۸۹

۳۸۔ البقرة: ۲/۱۸۹، ترجمہ: اورگھر والوں میں دروازوں سے آؤ۔

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس کی نماز اور طواف دونوں درست ہوگئے جب کہ اُس رطوبت کے ساتھ مذی ملی ہوئی نہ ہو اور اُس پر کچھ لازم نہ آیا کیونکہ ''عورت کے آگے سے جو خالص رطوبت بے آمیزش خون نکلتی ہے ناقص وضو نہیں، اگر کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا پاک ہے۔(۳۹)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

رطوبةُ الفَرجِ طَاهرةٌ (٤٠)

یعنی، شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے۔

علامہ ابوجعفر احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ "درمختار" کی عبارت "رُطوبة الفَرجِ طاهرةٌ" کے تحت لکھتے ہیں:

كسَائر رطوباتِ البدنِ غيرُ النَّاقضةِ كَالدّمع و المُخاطِ، و البزاقِ، و العرقِ، و وسخِ الأذن (٤١)

یعنی، شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے تمام رطوباتِ بدن کی طرح غیر ناقضہ ہے جیسے آنسو، ناک کا پانی، تھوک، پسینہ، اور کان کی میل۔

علامہ حصکفی دوسری جگہ لکھتے ہیں:

أَن رُطوبَة الفرجِ طاهرةٌ عنده (٤٢)

یعنی، بے شک امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے۔

اِسی طرح علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ "فتاویٰ تاتارخانیہ"

۳۹۔ بہارشریعت، وضو کا بیان، وضو توڑنے والی چیزوں کا بیان، ۲۶/۲، مکبتة المدینه، کراتشی

٤٠۔ الدّر المختار، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس، فصل: الاستنجاء، تحت قول التّنوير: أو يغتسل فيه، ص ٥٠

٤١۔ حاشية الطّحطاوی علی الدّر المختار، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس، فصل: الإستنجاء، فروع، تحت قول التّنوير: أو تغتسل فيه، ١٦٨/١

٤٢۔ الدّر المختار، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس، تحت قوله: وط ء بهيمة إلخ، ص٢٨

(٤٣) سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فلا يتنجَّسُ بها الثَّوبُ، و لا الماءُ إذا وقعتْ فيه (نقلاً عن "الملتقط" (٤٤) كما فی "التّاترخانيّة") لكنْ يكرهُ التّوضی به للاختلاف (نقلاً عن "الحجة" كما فی "التّاترخانيّة") .....

قلتُ: و هذا إذا لم يكُن معه دمٌ، و لم يُخالِط رَطوبةَ الفَرجِ مَذیٌّ أو مَنیٌّ مِنَ الرَّجُلِ أو المَرأة (٤٥)

یعنی، پس اُس سے کپڑا ناپاک نہ ہوگا اور نہ پانی جب اُس میں گر جائے، لیکن اُس میں اختلاف کی وجہ سے اُس پانی سے وضو کرنا مکروہ ہے، .....میں کہتا ہوں یہ حکم اُس وقت ہے جب اُس کے ساتھ خون نہ ہو اور شرمگاہ کی رطوبت کے ساتھ مرد یا عورت کی مذی یا منی نہ ملی ہو۔

اور دوسرے مقام پر علامہ طحطاوی (٤٦) اور علامہ شامی (٤٧) حلبی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

و أمّا رطوبةُ الفرجِ الخارجِ طاهرةٌ اتفاقاً

یعنی، مگر خارجی شرمگاہ کی رطوبت تو وہ بالاتفاق پاک ہے۔

٤٣۔ الفتاوی التّاتارخانية، كتاب الطّهارة، الفصل السّابع: فی معرفة النّجاسات و أحكامها، ٢٢٦/١، (٣٠٠/١) بتصرّفٍ

٤٤۔ كتاب الطّهارات، ص٨

٤٥۔ ردّ المحتار علی الدّر المختار، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس، فصل: الاستنجاء، مطلب: فی الفرق بين الاستِبراء و الاستِنقَاء إلخ، تحت قوله: رُطوبةُ الفَرجِ، طاهرةٌ، ٦٢١/١

٤٦۔ حاشية الطحطاوی علی الدّر المختار، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس، تحت قول التّنوير: إن طَهُرَ رأس حشفةٍ، و تحت قول الدّر: برطوبة الفرج، ١٥٨/١

٤٧۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس، تحت قول التّنوير: إن طهُرَ رأس حشفةٍ و تحت قول الدّر، برطوبة الفرج، ٥٦٦/١ و قال: و فی "منهاج الإمام النّووی" رُطوبة الفرج ليست بنجسة فی الأصحّ

اورامام اہلسنّت امام احمد رضا حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

و به يَظهُرُ حكمُ ما إذا خَرجتْ مِن فَرجِ الْمرأةِ الخارج، أو إليه رطوبةُ فرجِهَا الدَّاخلِ، فإنّها طاهرةٌ عند الإمام رضى الله عنه فلا ينقضُ وضوئها و إن سالت (٤٨)

یعنی، اِس سے عورت کی ظاہر شرمگاہ سے نکلنے والی رطوبت (کے پاک ہونے) کا حکم ظاہر ہوا اور اسی طرف ہے اندرونی شرمگاہ کی رطوبت کا حکم، بے شک وہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک پاک ہے، پس اُس سے وضو نہیں ٹوٹے گا اگرچہ بہہ جائے۔

اور اگر سفید رطوبت کے ساتھ مذی بھی تھی تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اِس طرح نماز اور طواف دونوں بے وضو قرار پائیں گے اور نماز دوبارہ پڑھنی ہوگی اور طواف کا اِعادہ کرنا ہوگا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ١٨ ذوالحجة ١٤٣١ھ، ٢٤ نوفمبر ٢٠١٠ م 694-F

فاسد تاویل سے ممنوعات اِحرام کے مُرتکب میں مذاہب

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ آپ کے فتاویٰ میں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص عمرہ حلق یا تقصیر کے بغیر احرام کھول دے اور ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب شروع کر دے اور اُس کا گُمان یہ ہو کہ وہ احرام سے باہر ہو گیا ہے تو اُس پر حلق یا تقصیر اور جملہ ممنوعات کے ارتکاب پر صرف ایک دَم لازم ہوگا اور اگر وہ جانتا ہے کہ اِس طرح وہ احرام سے نہ نکلے گا یا اُسے اِس مسئلہ میں شک ہو تو جتنے جُرم اتنی ہی جزائیں لازم ہوں گی، اور اِس میں آپ نے مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کی کتاب "حیاتُ القُلوب فی زیارتِ المحبوب" کا حوالہ پیش فرمایا ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ اِسے مخدوم علیہ الرحمہ کے علاوہ کسی اور

٤٨۔ جدّ المُمتار علی رد المحتار، کتاب الطّھارة، مطلب: نواقض الوضوء، ١٨٩/١

نے بھی ذِکر کیا ہے یا نہیں؟

(السائل: حافظ محمد بلال قادری، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ نے اِس باب میں جو لکھا ہے وہ یہ ہے کہ:

پس چنیں خارج نگردد بہ نیّتِ رفض واحلال وواجب آید براین شخص دم واحد برائے جمیع آنچہ ارتکاب کرد ہر چند کہ ارتکاب کرد جمیع محظورات را متعدّد نشود بروے جزاء، بہ تعدّد جنایات چون نیّت کردہ است رفضِ احرام را زیرا نکہ اُو ارتکاب نمودہ است محظورات را بتاویل اگرچہ فاسد است، معتبر باشد در رفعِ ضمانات دنیویہ، پس گویا کہ موجود شد نداین ہمہ محظورات از جہۃ واحدہ بسببے واحد، پس متعدد نگردد جزاء بروے این مذہب ماست، ونزد امام شافعی لازم آید بروے برائے ہر محظورے جزاء علیحدہ (٤٩)

یعنی، اور اِس طرح احرام توڑنے اور حلال ہونے کی نیّت سے بھی احرام سے خارج نہ ہوگا اور اُس شخص پر تمام ممنوعات کے ارتکاب کا ایک ہی دم واجب ہوگا چاہے تمام ممنوعات کا مُرتکب ہوا ہو اور جب اُس نے احرام توڑنے کی نیت کر لی تو متعدّد جنایات پر متعدّد جزائیں اِس لئے واجب نہ ہوں گی کہ اُن ممنوعات کا ارتکاب اُس نے تاویل سے کیا ہے، اور وہ تاویل گو کہ فاسد ہے مگر وہ دنیوی ضمانتوں کے اٹھ جانے کے بارے میں معتبر ہوگی، پس گویا کہ یہ تمام ممنوعات ایک ہی جہت سے ایک ہی سبب کے باعث واقع ہوئے اِس لئے جزائیں بھی اُس پر متعدّد واجب نہ ہوں گی یہ ہمارا مذہب ہے، مگر امام شافعی کے

٤٩۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل دھم دربیان کیفیت خروج از احرام، تنبیہ حسن، ص١٠٣ (ص٦١، ٦٢، مطبع فتح الکریم منبئ)

نزدیک ہر ممنوع پر جزاء علیحدہ ہوگی۔

یہ مسئلہ صرف مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی علیہ الرحمہ نے ہی ذِکر نہیں کیا بلکہ اِسے متعدد فقہاء کرام نے ذِکر کیا ہے چنانچہ امام سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

و كذلك بنيةِ الرّفضِ و ارتكابِ المحظورات فهو محرمٌ على حاله إلّا أنّ عليه بجميع ما صنَعَ دمٌ واحدٌ، لما بيّنا أنّ ارتكابَ المحظورات استندَ إلى قصدٍ واحدٍ و هو تعجيلُ الإحلالِ، فيكفيه دمٌ واحدٌ (٥٠)

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ نے "اللباب" (٥١) میں اور اُن کے حوالے سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نے "رَدُّ المحتار" (٥٢) ،اور "منحة الخالق" (٥٣) میں ذِکر کیا ہے چنانچہ "اللباب" کی عبارت یہ ہے:

اعلم أنَّه إذا نَوَى رَفضَ الإحرام فجعَلَ يَصُنَعُ ما يَصنعُه الحلالُ مِن لُبسِ الثِّيابِ و التّطيُّبِ و الحَلقِ و الجِمَاعِ و قَتلِ الصَّيدِ، فإنَّه لا يخرُجُ بذلك مِن الإحرام، و عليه أَنْ يعودَ كما كان مُحرِماً، و يَجبُ دمٌ واحدٌ لجميعِ ما ارتكَبَ، و لو كلَّ المحظورات، و إنَّما يتعدّدُ الجَزاءُ بتعدُّدِ الجنايات إذا لم يَنوِ الرَّفضَ، ثُمَّ نيَّهُ الرَّفضِ إنَّما تُعتبرُ مِمّن زعَمَ أنَّه يخرُجُ منه بهذا القصدِ لجهلِهِ مسألةَ عدمِ الخُروج

٥٠۔ المبسوط للسّرخسی، كتاب المناسك، باب الجماع، ٢/٤/١٠٠

٥١۔ لُباب المناسك، باب الجنايات، فصل: فی إرتكاب المحرم المحظور، ص ٤٥٠

٥٢۔ رَدُّ المُحتار على الدّر المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قول التّنوير: حتى يطوف، تحت قول الدّر: إلّا يقصد الرّفض، ٣/٦٦٥

٥٣۔ منحة الخالق على البحر الرّائق، باب الجنايات، فصل: و لا شئ إذا نظر إلخ، تحت قوله الكنز: أو أفسد حجّه، و تحت قول البحر: لهذا نصّ إلخ، ٣/٢٧

یعنی، جان لیجئے کہ مُحرِم نے جب احرام توڑنے کی نیّت کر لی اور وہ اُن کاموں میں شروع ہو گیا جو غیر مُحرِم کرتا ہے جیسے سلے ہوئے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، حلق کروانا، جماع کرنا اور شکار کو مارنا تو وہ اِس (نیّت) سے احرام سے نہیں نکلے گا اور اُس پر لازم ہے وہ لوٹ آئے جیسا کہ مُحرم تھا (یعنی احرام کی پابندیاں شروع کر دے) اور اُس نے جن (ممنوعاتِ احرام) کا ارتکاب کیا سب کا ایک دَم لازم ہے اگرچہ ہر ممنوع (کا مرتکب ہوا) ہو، جنایات کے تعدُّد سے جزاء متعدّد صرف تب ہوگی جب اُس نے احرام توڑنے کی نیّت نہ کی، پھر احرام توڑنے کی نیّت صرف اُس سے معتبر ہے جو عدم خُروج کے مسئلہ سے لاعلمی کی وجہ سے یہ گُمان رکھتا ہو کہ وہ اِس نیّت سے احرام سے نکل گیا۔

اور اِس کی تائید شکار کے باب میں ذِکر کردہ اِس مسئلہ سے بھی ہوتی ہے جب مُحرِم نے احرام توڑنے کی نیّت سے متعدّد شکار کئے تو اُس پر صرف ایک دَم لازم ہوگا چنانچہ امام حاکم شہید محمد بن محمد مروزی حنفی متوفی ۳۴۴ھ (٥٤)، فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی حنفی متوفی ۳۷۳ھ (٥٥)، شمس الأئمہ محمد بن احمد بن سہل سرخسی حنفی (٥٦)، علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود

٥٤۔ الكافی للحاكم الشّهيد (فی ضمن كتاب الأصل)، كتاب المناسك، باب جزاء الصيد، ٢/٣٨١، و فيه: محرمٌ أصابَ صَيداً كثيرًا على وجه الإحلال و الرَّفض لإحرامه، قال: عليه لذلك كُلِّه دمٌ واحدٌ، یعنی مُحرم نے علی وجہ الاِحلال اور احرام کو چھوڑنے کے لئے بہت سے شکار کئے، فرمایا، اُس پر تمام کے لئے ایک دَم لازم ہے۔

٥٥۔ مختلف الرّواية، كتاب المناسك، باب قول الشّافعی على خلاف أصحابنا، برقم: ٢،٦٤٧/٧٩٥، و فيه: قال الشّافعی: مُحرمٌ أصاب صيوداً كثيرً على وجهِ الإحلالِ، و رَفضِ الإحرام متأوّلاً، لا يُعتبَرُ تأويلُه، و يلزَمهُ بكلّ مَخطورٍ كفّارةٌ على حدة، و عندنا لا يلزَمه إلا جزاءٌ واحدٌ، یعنی، امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ مُحرم نے علی وجہ الاحلال اور احرام کو چھوڑنے کے لئے تاویل کرتے ہوئے بہت سے شکار کئے تو اُس کی تاویل معتبر نہیں اور اُس پر ہر محظور کے لئے علیحدہ کفّارہ لازم ہے، اور ہمارے نزدیک اُس پر صرف ایک جزاء لازم ہے۔

٥٦۔ المبسوط للسرخسی، كتاب المناسك، باب جزاء الصّيد، ٢/٤/٩٢ و فيه: محرمٌ

کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ (۵۷)، امام ابومنصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ (۵۸)، امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ (۵۹) اور ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ (۶۰) لکھتے ہیں:

و لو أصابَ المحرمُ صيوداً كثيرةً يَنوى بذلك رَفضَ الإحرام متأوّلاً فعليه جزاءٌ واحدٌ ـ و اللّفظُ للقارى

یعنی، مُحرم نے اگر بہت سے شکار کئے اُس سے وہ تاویل کرتے ہوئے احرام توڑنے کی نیّت کرتا ہے تو اُس پر ایک جزاء لازم ہے۔

اور اِس کی تائید جماع کے باب میں ذِکر کردہ اِس مسئلہ سے بھی ہوتی ہے کہ جب مُحرم

أصابَ صيداً كثيراً على قصدِ الإحلالِ و الرَّفضِ لإحرامه، فعليه لذلك كُلِّه دمٌ عندنا، یعنی، مُحرم نے علی وجہ الاِ حلال اور احرام کو چھوڑنے کے لئے بہت سے شکار کئے تو اُس پر تمام کے لئے ایک دَم لازم ہے۔

۵۷۔ بدائعُ الصَّنائع، كتاب الحجّ، فصل: فى بيان حكم ما يحرم على الحرم اصطياده، ۲۳۹/۳، و فيه: هذا إذا لم يكُن أن يَلزَمهُ لكلِّ واحدٍ منها دمٌ، لأنّ الموجودَ ليس إلّا نية الرَّفض، و نيّة الرّفض لا يتعلق به حكم، لأنه لايصيرُ حلالاً بذلك، فكان وجودُهاو العدمُ بمنزلةٍ واحدةٍ، إلّا أنّهم استحسنُوا، و قالوا: لا يجبُ إلّا جزاءٌ واحدٌ، لأنّ الكُلَّ وقَعَ على وجهٍ واحدٍ، فأشبَهَ الإيلاجات فى الجِمَاع، یعنی، یہ اُس وقت ہے جب اُسے ہر ایک کا ایک دَم لازم نہ ہو، کیونکہ موجود تو احرام چھوڑنے کی نیت ہے اور احرام چھوڑنے کی نیت کے ساتھ کوئی حکم متعلق نہیں ہوتا کیونکہ اس سے وہ احرام سے باہر نہ آئے گا لہٰذا اِس نیت کا وجود اور عدم ایک ہی مرتبے میں ہے مگر یہ کہ فقہاء کرام نے استحسان کیا اور فرمایا کہ (اس صورت میں) صرف ایک جزاء لازم ہوگی، کیونکہ تمام ایک وجہ پر واقع ہوا ہے تو یہ جماع میں دُخولوں کے مشابہ ہوگیا (کیونکہ ایک جماع میں دخول وخُروج متعدد بار پایا جائے تو جزاء ایک ہی لازم آتی ہے)

۵۸۔ المسالك فى المناسك، فصل بعد فصل: فى معرفة ما يجبُ بقتل الصّيد و ما يجبُ من الجزاء، ۶۹/۳

۵۹۔ فتح القدير، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: اعلم أن صيدَ البرّ، ۳۷/۴

۶۰۔ المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، با ب الجنايات، فصل: فى إرتكاب المحرم المحظور، ص ۴۵۰

نے اکثر طوافِ زیارت ترک کردیا اور جہالت کی بنا پر سمجھ لیا کہ اب مجھ پر کوئی پابندی باقی نہیں اور اپنی بیوی سے متعدّد بار جماع کرلے تو وہ عورتوں کے حق میں مُحرِم ہی رہے اور اُس پر ایک جزاء لازم آئے گی چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

و كذا إذا رجَعَ إلى أهلِه و قد ترَكَ منه أربعةَ أشواطٍ يعودُ بذلك الإحرام، و هو مُحرمٌ أبداً فى حقِّ النّساءِ كُلَّما جامَعَ لَزِمَه دَمٌ إذا تعدّدتِ المجالسُ إلّا أن يقصدَ رَفض الإحرام بالجِمَاع الثّانى (۶۱)

یعنی، اِسی طرح جب اپنے اہل کو لوٹا اور اُس نے طوافِ (زیارت) کے چار چکر چھوڑے تھے تو اُسی احرام کے ساتھ لوٹے گا اور وہ عورتوں کے حق میں ہمیشہ مُحرم ہے جب جب جماع کرے گا اُسے دَم لازم ہوگا جب کہ مجالس متعدّد ہوں مگر یہ کہ اُس نے جماع ثانی سے احرام توڑنے کی نیّت کی ہو۔

اور امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ امام سرخسی کی "مبسوط" (۶۲) میں مذکورہ عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فكذا لو تعدَّدَ جماع بعد الأول لقصد الرَّفضِ فيه دمٌ واحدٌ (۶۳)

یعنی، پس اِسی طرح اگر پہلے جماع کے بعد جماع متعدّد بار ہو تو اُس میں احرام کو چھوڑنے کے قصد کی وجہ سے ایک دَم ہوگا۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

لمّا كانتِ المحظوراتُ مُستندةً إلى قصدٍ واحدٍ و هو تعجيلُ

۶۱۔ فتح القدير، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: و من طاف طواف القدوم إلخ، تحت قوله: و لم يطف طواف الزّيارة أصلاً، ۴۶۳/۲

۶۲۔ "مسبوط سرخسی" کی عبارت فتوی کی ابتداء میں گزر چکی۔

۶۳۔ فتح القدير، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قوله: فسد حجّه و عليه شاة، ۴۵۴/۲

الإحلال كانتُ متّحدةً فكفَاهُ دمٌ واحدٌ، و لهذا نصَّ فی "ظاهر الرّواية": أنّ المحرمَ إذا جامَعَ النِّسَاءَ و رفَضَ إحرامَه و أقامَ يَصنَعُ ما يَصنَعهُ الحَلالُ من الجماعِ و الطِّيبِ و قَتْلِ الصَّيدِ عليه أن يعُودَ كما كان حَرَامًا و يلزَمهُ دمٌ واحدٌ كما ذَكَرهُ فی "المبسوط" (٦٤)

یعنی، جب محظورات ایک قصد کی طرف مستندہ ہیں اور وہ (قصد) اِحلال میں جلدی کرنا ہے تو وہ (محظورات) متحدہ ہیں لہٰذا اُسے ایک دَم کافی ہے اور اِسی وجہ سے ''ظاہر الروایہ'' میں تصریح فرمائی ہے کہ مُحرِم نے جب عورتوں سے جماع کرلیا اور اپنا اِحرام چھوڑ دیا اور وہ کام کرنے لگا جو بغیر احرام والا کرتا ہے جیسے جماع کرنا (یعنی ہمبستری کرنا) خوشبو لگانا اور شکار کرنا تو اُس پر لازم ہے کہ لوٹ آئے جیسا کہ احرام تھا اور اُسے ایک دَم لازم ہے جیسا کہ اِسے "مبسوط" (٦٥) میں ذِکر کیا ہے۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ "فتح القدیر" (٦٦) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

فكلَّها جامَعَ لزِمه دمٌ إذا تعدّد المجلسُ، إلَّا أن يَقصُدَ الرَّفضَ (٦٧)

یعنی، پس جب جب جماع کرے گا اُسے دَم لازم ہوگا جب کہ مجلس متعدّد ہو مگر یہ کہ اُس نے احرام توڑنے کا قصد کرلیا ہو۔(٦٨)

اِس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

٦٤۔ البحر الرّائق شرح كنز الدّقائق، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: و لا شئ إن نظر إلخ، تحت قوله: أو أفسد حجّه بجماعٍ إلخ، ٢٧/٤

٦٥۔ "مسبوط سرخسی" کی عبارت فتوی کی ابتداء میں گزر چکی۔

٦٦۔ فتح القدير، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قوله: فسد حجّه إلخ، ٤٥٤/٢

٦٧۔ الدُّرُّ المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قوله: حتى يطوفَ، ص١٦٧

٦٨۔ یعنی، جب اُس نے ہمبستری سے احرام چھوڑنے کا قصد کرلیا تو جب جب ہمبستری کرے گا اُسے علیحدہ دَم لازم نہ ہوگا اگرچہ مجالس متعدّدہ کیوں نہ ہوں بلکہ ایک ہی دَم کفایت کرے گا۔

أی: فلا يلزَمُه شئٌ و إن تعدَّدَ المجلسُ، مع أنّ نيّةَ الرَّفضِ باطلةٌ، لأنّه لا يَخرجُ عَنهُ إلّا بالأَعمَالِ، لكن لمّا كانتِ المَحظوراتُ مُستَنِدَةً إلى قصدٍ واحدٍ و هو تعجيلُ الإحلالِ كانت مُتّحدةً فكفَاهُ دمٌ واحدٌ۔ "بحر" (٦٩)

یعنی، پس اُسے دوسرے جماع سے کچھ لازم نہ ہوگا اگرچہ مجلس متعدّد ہو باوجودیکہ احرام توڑنے کی نیّت باطل ہے کیونکہ وہ احرام سے نہ نکلے گا مگر اعمال (کی ادائیگی) سے، لیکن جب ممنوعات ایک قصد کی طرف مستندہ ہیں اور وہ (قصد) احرام سے فارغ ہونے کی جلدی ہے تو (جنایات) متحدہ ہوگئیں پس اُسے ایک دَم کافی ہے۔"بحر الرائق" (٧٠)

اور دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

أنّه و إن أخطأَ فی تأويلِه يرتفعُ عنه الضّمان (٧١)

اور مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و عندنا أنَّه أسنَد ارتكابَ المحظوراتِ إلى قصدٍ واحدٍ، و هو تعجيلُ الإحلالِ، فيَكفِيه لذلك دمٌ واحدٌ، و سواء نَوَى الرَّفضَ قبلَ الوقوفِ أو بعدَه، إلَّا أنَّ إحرامَه يَفسُدُ بالجِمَاعِ قبلَ الوُقوفِ، و مع هذا يَجبُ عليه أن يُعودَ كما كان حراماً، لأنَّه بالإفسادِ لم يَصِرُ خَارجاً منه قبلَ الأَعمَال، و فكذا بنيّةِ الرَّفضِ و الإحلالِ و اللّٰه أعلم بالأحوال (٧٢)

٦٩۔ رَدُّ المحتار على الدُّرِّ المُختَار، باب الجنايات، تحت قوله: إلّا أن يقصدَ الرّفضَ، ٦٦٥/٣

٧٠۔ البحر الرّائق، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قوله: أو أفسد حجّه بجماع إلخ، ٢٧/٣

٧١۔ منحة الخالق على البحر الرّائق، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قول الكنز: أو أفسد حجّه بجماع إلخ و تحت قول البحر: لكن لمّا كانت إلخ، ٢٧/٣

٧٢۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات، فصل: فی ارتكاب المُحرم المحظور، تحت قوله: و يجبُ دمٌ واحدٌ إلخ، ص ٤٥٠

یعنی، ہمارے نزدیک اُس نے ارتکابِ ممنوعات کو ایک قصد کی طرف منسوب کیا اور وہ قصد جلد احرام سے نکلنا ہے پس اُسے اُس کے لئے ایک دَم کافی ہوگا، چاہے احرام توڑنے کی نیّت وُقوفِ عرفات سے قبل کی ہو یا وُقوف کے بعد، مگر (دونوں میں فرق یہ ہے کہ) وُقوف سے قبل جِماع سے احرام فاسد ہو جائے گا، اِس کے باوجود (کہ اُس کا احرام فاسد ہو گیا) اُس پر واجب ہوگا کہ لوٹ آئے جیسا کہ احرام میں تھا کیونکہ (حج کو) فاسد کرنے سے (حج کے بقیہ) اعمال (کی ادائیگی) سے قبل وہ احرام سے خارج نہ ہوا، اِس طرح احرام توڑنے اور اُس سے باہر نکلنے کی نیّت سے (وہ احرام سے باہر نہ ہوگا) اور اللہ تعالیٰ احوال کو بہتر جاننے والا ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی نے لکھا ہے کہ ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب اُس نے تاویل سے کیا ہے اور اُس کی تاویل گو کہ فاسد ہے دینی ضمانتوں سے اُٹھ جانے میں معتبر ہے (۷۳)، اِس بارے میں علامہ ابومنصور محمد بن مکرم کرمانی (۷٤) اور اُن کے حوالے سے مُلّا علی قاری حنفی (۷۵) نقل کرتے ہیں:

لنا: أنَّ التَّأويلَ الفَاسدَ مُعتبرٌ فی دَفعِ الضّمانَات الدُّنياويّة، كالباغی إذا أتلَفَ مالَ العادلِ و أراقَ دمَه لا يضَمَنُ لِمَا ذَكرنَا، و إذا ثبَتَ هذا فصَار كأنَّه وُجِدَ مِن جهةٍ واحدةٍ بسببٍ واحدٍ فلا يتعدَّدُ به فصارَ كالوَطءِ الواحد۔ و اللّفظ للكرمانی

۷۳۔ جیسا کہ اِسی فتوی کے شروع میں مذکور ہے۔

۷٤۔ المسالك فی المناسك، فصل بعد فصلٍ: فی معرفة ما يجبُ بقتل الصّيد و ما يجبُ الجزاء، ۸۲۱/۲

۷۵۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات، فصل فی ارتكاب المحرم المحظور، تحت قوله: أمّا مَن عَلِمَ إلخ، ص ٤٥٠، ٤٥١

یعنی، ہماری دلیل یہ ہے کہ تاویل فاسد دنیوی ضمانات کے دفع کرنے میں معتبر ہے جیسے باغی جب عادل کا مال تلف کر دے اور اُس کا خون بہا دے تو ضامن نہ ہوگا اِس واسطے جو ہم نے ذِکر کیا، پس جب یہ ثابت ہو گیا، تو ہو گیا گویا کہ وہ ایک جہت سے ایک سبب کے باعث پایا گیا لہٰذا اِس سے (جزاء) متعدّد نہ ہوگی پس وہ ایک ہمبستری کی مثل ہو گیا۔

اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

و التّأويلُ الفاسدُ معتبرٌ فی رَفعِ الضَّمَانِ كالبَاغی إذا أتلَفَ مالَ العَادلِ فإنه لا يَضمَنُ لأنّه أتلَفَ عن تَأويلٍ كذا فی "الكافی" (۷٦)

یعنی، فاسد تاویل رفعِ ضمان میں معتبر ہے جیسے باغی جب عادل کا مال تلف کر دے تو وہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ اُس نے تاویل سے تلف کیا ہے جیسا کہ "کافی" میں ہے۔

لہٰذا یہ مسئلہ صرف مخدوم علیہ الرحمہ نے ہی بیان نہیں کیا بلکہ دوسرے فقہاء کرام نے بھی ذِکر کیا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں ہے، اور اِس مسئلہ میں قیاس کا تقاضا تو یہی ہے کہ ہر جنایت پر علیحدہ دَم لازم آئے ہمارے نزدیک ایک دَم کا حکم استحسناناً ہے چنانچہ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أی: استحسَاناً عندنا (۷۷)

یعنی، یہ حکم ہمارے نزدیک استحساناً ہے۔

اور اِس مسئلہ میں امام مالک کا مذہب احناف کے مذہب کے موافق ہے البتہ شکار کے معاملے میں امام مالک کا مذہب احناف کے مذہب سے الگ ہے چنانچہ مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

۷٦۔ غُنية ذَوِی الأحكام فی بُغية دُرر الحُكّام، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قول الغُرَر: و وَطؤُهُ و لو نَاسياً، ۲٤٦/۱/۱

۷۷۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات، فصل: فی إرتكاب المحرم المحظورات، تحت قوله: أمّا مَن عَلِمَ إلخ، ص ٤٥٠

و بِهِ قال مالكٌ إلَّا فی الصّیدِ فإنَّه لا یَتداخلُ عنه (۷۸)

یعنی، یہی امام مالک نے فرمایا مگر شکار میں، پس (متعدّد شکار کی صورت میں جنایتیں) متداخل نہ ہوں گی۔

اور اِس مسئلہ میں امام شافعی اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جتنی جنایتیں اُتنے ہی کفّارے لازم ہوں گے چنانچہ امام کرمانی لکھتے ہیں:

و قال الشّافعی رحمه الله: لا یُعتبَرُ تَأویلُه، و یَلزَمهُ لكُلِّ مَحظورٍ و كلِّ صیدٍ كفّارةٌ علی حدة، لأنَّ الإحرامَ لا یَرتفعُ بالتَّأویلِ الفَاسدِ، فوُجودُه و عدمُهُ بمنزلةٍ واحدةٍ، فتعدَّد الجنایات فی الإحرام (۷۹)

یعنی، امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا، اُس کی (اِس) تاویل (کہ وہ ممنوعات کے ارتکاب سے احرام سے نکل گیا ہے) کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اور ہر ممنوع کے ارتکاب اور ہر شکار کے لئے اُسے علیحدہ کفّارہ لازم ہوگا،(۹۰) کیونکہ فاسد تاویل سے احرام نہیں اُٹھے گا، پس اِس کا (یعنی تاویل کا) وُجود اور عدم ایک ہی مرتبے میں ہے پس احرام میں جنایات متعدّد ہوں گی۔

اور مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

۷۸۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل: فی ارتكاب المحرم المحظور، ص ۴۵۰

۷۹۔ المسالك فی المناسك، فصلٌ بعد فصلٍ: فی معرفة ما یجبُ بقتل الصّید و ما یجب من الجزاء، ۸۲۱/۲

۹۰۔ امام عزالدّین ابن جماعۃ متوفی ۷۶۷ھ امام شافعی کا صحیح مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں و إن اختلفَ النّوعُ بأن لَبِسَ و تطیّبَ تعدَّدتِ الفدیة علی الأصحّ (هدایة السّالك، الباب الثامن: فی محرمات الإحرام إلخ، فصل: المحظورات المتقدمة، ۶۹۶/۲) یعنی، اور اگر نوع مختلف ہو اس طرح کہ سلا ہوا لباس پہنا، خوشبو لگائی تو اصح قول کے مطابق فدیہ متعدّد ہوگا۔

و قال الشّافعیُّ و أحمدُ: علیه لكُلّ شیءٍ فعَلَهُ دَمٌ (۹۱)

یعنی، امام شافعی اور امام احمد نے فرمایا کہ اُس پر ہر شئے کے لئے جو اُس نے کی دَم ہے۔

اور اگر جو شخص یہ جانتا ہو کہ وہ اِس ارادے سے احرام سے باہر نہ ہوگا تو اُس سے احرام توڑنے قصد معتبر نہ ہوگا اور اُس پر جتنے جُرم کئے اُتنی جزائیں لازم آئیں گی جیسا کہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی نے "حیات القلوب" (۹۲) میں لکھا ہے اور علامہ رحمت اللہ سندھی (۹۳) اور اُن سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی (۹۴) نقل کرتے ہیں کہ:

أمّا مَن عَلِم أنَّه لا یخرُجُ منه بهذا القصدِ فإنَّها لا تُعتبرُ منه

یعنی، مگر جو شخص یہ جانتا ہے کہ وہ اِس قصد کے ساتھ احرام سے نہ نکلے گا تو اُسے سے یہ قصد معتبر نہ ہوگا۔

اور اِسی طرح وہ شخص کہ جسے شک ہو کہ میں اِس قصد کے ذریعے احرام سے نکلوں گا یا نہیں تو اُس کا قصد بھی معتبر نہ ہوگا اور اُس پر بھی جتنے جُرم کئے اتنی جزائیں لازم آئیں گی چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و كذا یَنبَغِی أن لا تُعتبرَ منهُ إذا كان شاكاً فی المَسأَلةِ أو ناسیاً لها (۹۵)

۹۱۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسّط، باب الجنایات، فصل فی إرتكاب المحرم المحظور، تحت قوله: و مَن علم أنّه إلخ، ص ۴۵۰

۹۲۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب اول: در بیان احرام، فصل: در بیان كیفیت خروج از احرام، ص ۱۰۳

۹۳۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الجنایات، فصل: فی إرتكاب المحرم المحظور، ص ۴۵۰

۹۴۔ رَدُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، باب الجنایات، تحت قوله: إلَّا أن یقصدَ الرَّفضَ، ۶۶۵/۳

۹۵۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل: فی إرتكاب المحرم المحظور، تحت قوله: و أما مَن عَلِمَ إلخ، ص ۴۵۰

یعنی، اِسی طرح چاہئے کہ اُس سے نیّت کا اعتبار نہ کیا جائے جب وہ مسئلہ میں شک کرنے والا ہو یا اُسے بھولنے والا ہو۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السّبت، ۷ ذوالحجة ۱٤۳۱ھ، ۱۳ نوفمبر ۲۰۱۰ م 685-F

عمرہ میں سعی سے قبل نفلی طواف کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے مسجد عائشہ سے عمرہ کا احرام باندھا اور آ کر عمرہ کا طواف کیا، پھر ایک اور نفلی طواف کر لیا، بعد میں عمرہ کی سعی کر کے حلق کروایا، اب اِس صورت میں اُس پر کیا لازم آئے گا جب کہ اُس نے عمرہ مکمل کرنے سے قبل نفلی طواف کر لیا ہے؟

(السائل: حافظ بلال قادری، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں وہ شخص اسائت کا مُرتکب ہوا اور اُس پر کوئی کفّارہ لازم نہیں آئے گا کیونکہ اگر وہ طوافِ عمرہ اور سعی کے درمیان سو جاتا یا کسی اور کام میں مشغول ہو جاتا تو اُس پر دَم لازم نہیں آتا، اِسی طرح طوافِ عمرہ اور سعی کے درمیان وہ جب نفلی طواف میں مشغول ہوا تو اُس پر کوئی کفّارہ لازم نہیں آیا۔

یہ مسئلہ صراحۃً تو کسی کتاب میں نظر سے نہیں گزرا مگر قارن کے بارے میں مذکور ہے کہ اگر وہ عمرہ کی سعی سے قبل طوافِ تحیۃ کر لے تو اُس پر کوئی کفّارہ لازم نہیں آتا، چنانچہ شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

و لو أنّه بين طوافِ العُمرةِ و سَعيِها اشتغَلَ بنَومٍ أو أكلٍ لم يلزَمهُ دمٌ، فكذا إذا اشتغَلَ بطوافِ التّحية (۹٦)

یعنی، اگر وہ طوافِ عمرہ اور اُس کی سعی کے مابین سونے یا کھانے میں

۹٦۔ المبسوط للسّرخسی، كتاب المناسك، باب الطّواف، ۳٤/٤/۲

مشغول ہوا تو اُس پر کچھ کفّارہ لازم نہ ہوگا، پس اِسی طرح اگر وہ طوافِ تحیۃ میں مشغول ہوا (تو بھی دَم لازم نہ ہوگا)۔

اِسی طرح اگر اُس نے سعی کے بعد حلق یا تقصیر سے قبل نفلی طواف کیا ہوتا تو بھی اُس پر کوئی کفّارہ لازم نہ آتا، اگرچہ یہ بھی خلافِ سنّت ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۹ ذوالحجة ۱٤۳۱ھ، ۲۵ نوفمبر ۲۰۱۰ م 695-F

عمرہ میں پہلے سعی کرنے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص آفاقی عمرہ کو آیا اور اُس نے پہلے سعی کی بعد میں طواف کیا اور حلق کروا دیا، اب اِس صورت میں اُس کا عمرہ درست ہو گیا یا نہیں اور اُس پر کیا لازم آئے گا؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یاد رہے کہ عمرہ میں ایک فرض اور دو واجب ہیں چنانچہ شمس الائمہ سرخسی متوفی ۴۰۰ھ (۹۷) اور اُن سے "ھندیہ" (۹۸) میں مذکور ہے:

أمّا رُكنُها فالطّواف، و أمّا واجباتُها فالسَّعيُ بينَ الصّفا و المَروةِ و الحَلقُ أو التَّقصِيرُ

یعنی، مگر عمرہ کا رُکن پس طواف ہے اور مگر اُس کے واجبات پس صفا و مروہ کے مابین سعی اور حلق یا تقصیر ہے۔

اور بعض نے نیت کو بھی شمار کرتے ہوئے دو رُکن قرار دیئے ہیں، چنانچہ علامہ رحمت اللہ

۹۷۔ المحيط السّرخسی، كتاب الحجّ، ص۲۱٦، مخطوط مصوّر

۹۸۔ الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب السّادس: فی العمرة، ۲۳۷/۱

بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

أمّا فرائضُها فالطّواف و النِّيَّةُ، و واجباتَها السّعی و الحلقُ أو التّقصير (۹۹)

یعنی، مگر عمرہ کے فرائض، پس طواف اور نیّت ہیں اور اُس کے واجبات سعی اور حلق یا تقصیر ہیں۔

اور طواف سعی پر مقدم ہے چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

فَإنَّ اللّٰه تعالٰی شرَعَ السَّعیَ عقِيبَ الطّوافِ لا قَبْلَهٗ (۱۰۰)

یعنی، پس بے شک اللہ تعالیٰ نے سعی کو طواف کے بعد مشروع کیا ہے نہ کہ اُس سے قبل۔

قرآن کریم میں ہے:

﴿فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ الآية (۱۰۱)

ترجمہ: تو جو اِس کے گھر کا حج یا عمرہ کرے اُس پر کچھ گُناہ نہیں کہ اُن دونوں کے پھیرے کرے۔

اِس آیہ کریمہ کے تحت علامہ کرمانی لکھتے ہیں:

ذكَرَ بحرفِ الفَاءِ، و أنَّها للتّعقيبِ، فكان تبعاً، و التَّبعُ لا يَتقدَّمُ على المَتبُوعِ (۱۰۲)

۹۹۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب العمرة، ص۵۰۹

۱۰۰۔ المسالك فی المناسك، فصل فی الترتيب فيه بعد فصل: فی السَّعی بين الصّفا و المروة، ۴۷۲/۱

۱۰۱۔ البقره:۱۵۸/۲

۱۰۲۔ المسالك فی المناسك، فصل فی التّرتيب فيه بعد فصل: فی السَّعی بين الصّفا و المروة، ۴۷۲/۱

یعنی، اللہ تعالیٰ نے سعی کو حرفِ ''فاء'' کے ساتھ ذِکر فرمایا اور ''فاء'' تعقیب کے لئے ہے پس سعی تبعاً ہے اور تابع متبوع پر مقدم نہیں ہوتا۔

لہٰذا طوف کا سعی پر مقدم ہونا صحتِ سعی کے لئے شرط ہے چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و صرَّحَ فی "المحيط": بأنَّ تقديمَ الطَّوافِ شرطٌ لصحةِ السّعی (۱۰۳)

یعنی، "محیط" (۱۰۴) میں تصریح فرمائی کہ تقدیم طواف صحتِ سعی کے لئے شرط ہے۔

اور علامہ کرمانی لکھتے ہیں:

التّرتيبُ بين الطّوافِ و السّعيِ شرطٌ لِصحتِها (۱۰۵)

یعنی، طواف اور سعی کے مابین ترتیب اُس کی صحت کے لئے شرط ہے۔

اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

قال المصنِّف فی "الكبير": و تقديمُ الطّواف علی السّعی شرطٌ لصحة السّعی بالإتفاق (۱۰۶)

یعنی، مُصنّف (علامہ رحمت اللہ سندھی) نے (اپنی دوسری کتاب) "الكبير" (۱۰۷)

۱۰۳۔ ردُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، مطلب: فی السَّعی بين الصّفا و المروة، تحت قوله: إن أراد السّعی، ۵۸۷/۳

۱۰۴۔ یہاں "محیط" سے مراد "محیط برهانی" ہے اور اُس کی عبارت یہ ہے کہ أنَّ السّعی تابعٌ للطّوافِ و مرتّبٌ عليه (المُحِيط البُرهانی، كتاب المناسك، الفصل الثّامن: فی الطّواف و السّعی، طواف الصّدر، ۶۵/۳)

۱۰۵۔ المسالك فی المناسك، فصل بعد فصل: فی العمرة علی الإنفراد إلخ، ۶۱۹/۱

۱۰۶۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب العمرة، تحت قوله: و الحلق أو التقصير، ص۵۱۰

۱۰۷۔ جمع المناسك، باب العمرة، ص۵۹۱

میں فرمایا کہ سعی پر طواف کی تقدیم صحتِ سعی کی بالاتفاق شرط ہے۔

اِسی لئے فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ طواف سے قبل سعی جائز نہیں ہے چنانچہ علامہ ابو منصور کرمانی لکھتے ہیں:

لا یجوزُ السَّعی قبلَ الطّوافِ، لأنَّه شُرِعَ لِکمالِ الطّواف، و أنَّه تبعٌ (۱۰۸)

یعنی، طواف سے قبل سعی جائز نہیں کیونکہ اِسے کمالِ طواف کے لئے مشروع کیا گیا ہے اور یہ کہ (طواف کے) تابع ہے۔

اور عمرہ میں طواف سے قبل کی گئی سعی معتبر نہیں ہوتی چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبد اللہ سندھی حنفی اور مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و لو سَعی قبلَ الطّوافِ أی: جنسَهُ أو قبلَ الطّوافِ الصَّحیحِ لم یعتدّ به أی: بذلك السّعی، فإنَّ سعیَه حینئذٍ کا لمعدوم (۱۰۹)

یعنی، اگر طواف سے قبل سعی کی یعنی جنسِ طواف یا طواف صحیح سے قبل تو وہ سعی شمار نہ کی جائے گی، بے شک اُس وقت سعی مثل معدوم کے ہے۔

پورا طواف چھوڑ کر سعی کرے یا اکثر دونوں صورتوں میں حکم یہی ہوگا، چنانچہ علامہ ابو منصور کرمانی لکھتے ہیں:

حتّی لو ترکَ أکثرَ الطّوافِ منها و أتی بأقلِّه، ثُمَّ سَعَی بین الصّفا و المروةِ لا یجوزُ، و لا یحلّ ما لم یُعِدها أو یکملُهَا، لأنَّه ترَکَ الأکثرَ، و للأکثرِ حکمُ الکُلِّ علی ما مرَّ، فإذا أکمَلَ الطّوافَ أعادَ السَّعی بین الصَّفا و المَروة (۱۱۰)

۱۰۸۔ المسالك فی المناسك، فصل فی الترتیب فیه بعد فصل فی السعی بین الصّفا و المروة، ۱/۴۷۲

۱۰۹۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل: فی الجنایات فی السّعی، ص۳۹۳

۱۱۰۔ المسالك فی المناسك، فصل بعد فصل فی العمرة علی الإنفراد إلخ، ۱/۶۱۹

یعنی، یہاں تک کہ اگر عمرہ کا اکثر طواف چھوڑ دیا اور کم پھیرے کئے پھر صفا و مروہ کے مابین سعی کی تو جائز نہ ہوئی، اور احرام سے نہ نکلے گا جب تک اُس کا اعادہ نہ کرے یا اُسے مکمل نہ کرے، کیونکہ اُس نے اکثر کو ترک کیا اور اکثر کے لئے کُل کا حکم ہے، پس جب طواف مکمل کر لیا تو صفا و مروہ کے مابین سعی کا اعادہ کرے گا۔

علامہ عالم بن العلاء انصاری حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

و فی "الظهیریّة" و لو تَرَکَ طوافَ العُمرةِ أکثرَه أو کلَّه و سَعَی بین الصّفا و المروة و رَجعَ إلی أهلِه فهو مُحرِمٌ أبدًا، و لا یُجزی عنه البدلُ و علیه أن یَعُودَ إلی مکّة بذلك الإحرام و لا یجبُ علیه إحرامٌ جدیدٌ لأجُل مجاوزةِ المیقات (۱۱۱)

یعنی، اور "ظهیریه" (۱۱۲) میں ہے کہ اگر عمرہ کا اکثر یا کُل طواف چھوڑ دیا اور صفا اور مروہ کے مابین سعی کر لی اور اپنے اہل کو لوٹ گیا تو وہ ہمیشہ مُحرِم ہے اور طواف کا بدل جائز نہ ہوگا اور اُس پر لازم ہے کہ اُسی احرام کے ساتھ مکہ لوٹے، اور اُس پر میقات سے گزرنے کی وجہ سے نیا احرام لازم نہ ہوگا۔

اور جب عمرہ کا طواف کرے گا تو سعی بھی کرنی ہوگی پہلی سعی کافی نہ ہوگی چنانچہ علامہ عالم بن العلاء انصاری لکھتے ہیں:

و فی "شرح الطّحاوی": و یطوفُ لها أو یَکمِلُ الطّوافَ و یَسعَی بینَ الصَّفا و المَروةِ، و سعیُه الأوّلُ غیرُ جائزٍ (۱۱۳)

۱۱۱۔ الفتاوی التّاتارخانیة، کتاب الحجّ، الفصل السّابع: فی الطّواف و السّعی، م جئنا إلی طواف العمرة، ۲/۳۹۰

۱۱۲۔ الفتاوی الظّهیریة، کتاب الحجّ، الفصل السّابع: فی الطّواف و السّعی، ص۱۴۴

۱۱۳۔ الفتاوی التّاتارخانیة، کتاب الحجّ، الفصل السّابع: فی الطّوافِ و السَّعی، م جئنا إلی طواف العمرة، ۲/۳۹۰

یعنی، اور "شرحُ الطحاوی" میں ہے کہ اورعمرہ کا طواف کرے یا طواف کومکمل کرے اور صفاومروہ کے مابین سعی کرے اوراس کی پہلی سعی جائزنہیں ہے۔

اوراگر وہ اعادہ نہیں کرتا تو اُس پردَم لازم آئے گا کہ سعی عمرہ کے واجبات سے ہے اور اُسے اُس نے بلاعُذرشرعی ترک کیا ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۳ ذوالحجة ۱٤۳۱ھ، ۹ نوفمبر ۲۰۱۰ م 681-F

مُحرمہ ماہواری آنے پراحرام کھول دے تو کیا حکم ہے؟

استفتاء: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک عورت پاکستان سے عمرہ کا احرام باندھ کرمکہ مکرمہ پہنچی، ابھی طواف عمرہ کے تین چکر ہی ہوے تھے کہ ماہواری شروع ہوگئی تو اُس نے طواف چھوڑ دیا اوراُس نے ہوٹل آ کراحرام کھول دیا اوراحرام کی خلاف ورزیاں شروع کردیں، اب اُس عورت کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(السائل: خرم عبدالقادر، سولجر بازار، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں وہ عورت فوراً احرام کی خلاف ورزیاں ترک کردے کیونکہ وہ احرام توڑنے کی نیّت سے احرام سے باہرنہیں ہوئی اوراگراُس نے ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب نہ کیا ہوگا تو اُس پر کچھ لازم نہیں ہوگا اُس احرام میں پاک ہونے کے بعد عمرہ ادا کرے، یادرہے کہ عام طور پرعورتیں لاعلمی کی بناء پرسربند وغیرہ کھولنے کواحرام کا کُھلنا سمجھتی ہیں حالانکہ ایسانہیں ہے، اوراگرممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کیا ہوگا جیسے خوشبولگانا، خوشبودارصابن استعمال کرنا، منہ ڈھکنا وغیرہا تو اُس پرصرف ایک دَم لازم ہوگا جواُسے سرزمینِ حرم پر دینا ہوگا، چنانچہ علامہ سید امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ "اللباب" (۱۱٤) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

۱۱٤ ـ لُباب المناسك، باب الجنايات، فصل: فی إرتكاب المحرم المحظور، ص ٤٥٠

اعلم أنَّه إذا نوى رفضَ الإحرام فجعَلَ يَصُنَعُ ما يَصنعُه الحلالُ مِن لبسِ الثِّيابِ و التّطيُّبِ و الحلقِ و الجماعِ و قتلِ الصَّيدِ، فإنَّه لا يخرُجُ بذلك مِن الإحرام، و عليه أَنْ يَعُودَ كما كان مُحرِماً، و يَجبُ دمٌ واحدٌ لجميعِ ما ارتكب، و لو كلَّ المحظورات، و إنَّما يَتعدَّدُ الجَزاءُ بتعدُّدِ الجنايات إذا لم يَنوِ الرّفضَ، ثُمَّ نيَّهُ الرَّفضِ إنَّما تُعتبرُ مِمّن زعَمَ أنَّه يخرُجُ منه بهذا القصدِ لجهله مسألة عدم الخروج (۱۱۵)

یعنی، جان لیجئے کہ مُحرم نے جب احرام توڑنے کی نیّت کرلی اوروہ اُن کاموں میں شروع ہوگیا جو غیرمحرم کرتا ہے جیسے سلے ہوئے کپڑے پہننا، خوشبولگانا، حلق کروانا، جماع کرنا اورشکارکو مارنا تو وہ اِس (نیت) سے احرام سے نہیں نکلے گا اوراُس پرلازم ہے وہ لوٹ آئے جیسا کہ مُحرم تھا (یعنی احرام کی پابندیاں شروع کر دے) اور اُس نے جن (ممنوعاتِ احرام) کا ارتکاب کیا اُس پرسب کا ایک دَم لازم ہے اگرچہ ہرممنوع (کامُرتکب ہوا) ہو، جنایات کے تعدُّد سے جزاء متعدّد صرف تب ہوگی جب اُس نے احرام توڑنے کی نیّت نہ کی، پھراحرام توڑنے کی نیّت صرف اُس سے معتبر ہے جوعدم خُروج کے مسئلہ سے لاعلمی کی وجہ سے یہ گُمان رکھتا ہو کہ وہ اِس نیّت سے احرام سے نکل گیا۔

اسی طرح مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی متوفی ۱۱۷۴ھ نے "حیات القلوب فی زیارة المحبوب" (۱۱٦) میں لکھا ہے۔

۱۱۵ ـ رَدُّ المحتار على الدّر المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قوله: إلّا يقصد الرّفض، ۳/٦٦٥

۱۱٦ ـ حياة القلوب فی زيارة المحبوب، باب اوّل در بيان احرام، فصل دهم: در بيان كيفيت خروج از احرام، تنبيه حسن، ص۱۰۳ (ص٦۱، ٦۲، مطبع فتح الكريم)

یادرہے کہ ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب کی صورت میں بھی وہ مُحرمہ ہی رہے گی۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۱۲ رمضان المبارك ۱٤۳۳ھ، ۱ اغسطس ۲۰۱۲ م 801-F

طُہرِ متخلّل میں عمرہ ادا کرلیا تو کیا حکم ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ اگرایک عورت نے ماہواری سے فارغ ہوکرغسل کرکے عمرہ ادا کیا، عمرہ ادا کرنے کے بعد اُسے دوبارہ خون آ گیا اور ماہواری شروع ہونے کے دس دنوں کے اندراندر یہ خون آیا اور دس دن پورے ہونے سے قبل بند ہوا۔تو آیا عمرہ ادا ہوگیا کہ نہیں اوردم وغیرہ لازم آیا کہ نہیں اورعورت نے اِس مسئلہ سے لاعلمی کی وجہ سے عمرہ ادا کرکے بال کاٹ لئے اوراحرام اُتاردیا ہے اب اُس کے لئے کیا حکم ہے جب کہ وہ ابھی مکہ میں ہی ہے؟

(السائل: محمد منیب قادری، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس پرلازم ہے کہ وہ جب تک مکہ میں ہے طواف کا اِعادہ کرلے۔ اِس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ ماہواری کی کم ازکم مدّت تین دن اورزیادہ سے زیادہ دس دن ہے چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و أقلُّه ثلاثةُ أيامٍ بلَيَالِيها و أَكثرُهُ عشرةٌ (۱۱۷)

یعنی، حیض کی کم سے کم مقدار تین دن تین راتوں کے ساتھ ہے اورزیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

اورعورت کو ماہواری آئے اورتین دن کے بعد کسی دن بھی رُک جائے اور پھر جاری ہو کر دس دنوں کے اندراندر رُک جائے تو آخری بار رُکنے تک سارا پیریڈ ماہواری کہلاتا ہے جیسا کہ کُتُبِ فقہ میں مذکور ہے، لہٰذا مذکورہ عورت نے جوعمرہ ادا کیا وہ ایام ماہواری میں ادا کیا

۱۱۷۔ الدُّرُّ المختار، کتاب الطّهارة، باب الحيض، ص٤٣

ہے، اور طواف میں طہارت واجب ہے چنانچہ امام ابوالبقاء محمد بن أحمد ابن الضیاء حنفی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں:

و أما واجباتُ الطّواف، فمنها: الطّهارتُ عندَ الحَدثِ و الجَنَابةِ، و الحَيضِ و النِّفاسِ (۱۱۸)

یعنی، مگرطواف کے واجبات، تو اُن میں سے حَدَث، جنابت، حیض اور نفاس کے ہونے کے وقت طہارت ہے۔

بعض نے طواف میں طہارت کو واجب نہیں بتایا لیکن صحیح قول یہی ہے کہ واجب ہے، چنانچہ علامہ ابن الضیاء حنفی لکھتے ہیں:

وقال أبوبكر الجصّاص الرّازی : إنّها واجبةٌ، و هو الصّحيحُ۔

و فی "الهداية" : و هو الأصحُّ (۱۱۹)

یعنی، امام ابوبکر جصاص رازی (حنفی) نے فرمایا یہ واجب ہے اور یہی صحیح ہے اور "ھدایہ" (۱۲۰) میں ہے یہی اصح ہے۔

اورامام سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

وهو الصّحيحُ من المذهبِ أَنّ الطّهارةَ فی الطّوافِ واجبةٌ (۱۲۱)

یعنی، اورصحیح مذہب یہی ہے کہ طواف میں طہارت واجب ہے۔

یادرہے کہ طہارت طواف کے لئے واجب ہے شرط نہیں ہے اور نہ فرض کہ اُس کے نہ

۱۱۸۔ البَحرُ العَمِيق ، الباب العاشر: فی دخول مكة ..... إلخ، فصل: فی بيان أنواع الأطوفة، ۱۱۱۲/۲

۱۱۹۔ البَحرُ العَمِيق ، الباب العاشر: فی دخول مكة ..... إلخ، فصل: فی بيان أنواع الأطوفة، ۱۱۱۲/۲

۱۲۰۔ الهداية، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: مَن طاف طواف القدو، ۱۔۲/۱۹۹، و فيه: و الأصح أنها واجبةٌ، لأنّه يجب بتركها الجابر، یعنی، اصحّ یہ ہے کہ وہ واجب ہے کیونکہ اس کے ترک پر جابر واجب ہوتا ہے۔

۱۲۱۔ المبسوط للسّرخسی، كتاب المناسك، باب الطّواف، ۳۵/٤/۲

پائے جانے کی صورت میں طواف شمار ہی نہ ہو، چنانچہ امام سرخسی حنفی لکھتے ہیں کہ:

إنّ الطّهارةَ فی الطّوافِ واجبةٌ ، و أنّ طواف المُحدثِ مُعتد به عندنا ، ولكن أفضل أن يُعِيدَهُ و إن لم يُعِدْهُ فعلَيه الدَّمُ (۱۲۲)

یعنی، بے شک طواف میں طہارت واجب ہے بے شک بے وضو کا طواف ہمارے نزدیک شمار کیا جاتا ہے، لیکن افضل یہ ہے کہ اُس کا اعادہ کرے اور اگر اعادہ نہیں کیا تو اُس پر دم لازم ہے۔

اور علامہ ابن الضّیاء حنفی لکھتے ہیں:

و ليستْ بشرطٍ لجوازِ الطّوافِ لا فرضٌ، بل هی واجبةٌ، حتى يجوزَ الطَّوافُ بدُونِها، و يقعُ مُعتداً بِه، و لكن مُسِيأً و يجبُ فديةٌ على ما نبيّنُ (۱۲۳)

یعنی، طہارت جوازِ طواف کے لئے نہ شرط ہے اور نہ فرض بلکہ یہ واجب ہے یہاں تک کہ طواف اِس کے بغیر جائز ہے۔ (اگر چہ ترکِ واجب کی وجہ سے گُنہگار رہوگا اور دم لازم آئے گا) اور معتد بہ واقع ہوتا ہے لیکن وہ مُسیٔ (بُرا کرنے والا) ہوگا اور اُس پر فدیہ (یعنی دم) واجب ہوگا جیسا کہ ہم بیان کریں گے۔

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں کہ:

ولو طافَ للعُمرة كلَّه أو أكثرَه أو أقلَّه ولو شرطًا جُنبًا أو حائضاً أو نُفساءَ أو مُحدثًا فعليه شاةٌ (۱۲۴)

۱۲۲ ـ المبسوط للسّرخسی، كتاب المناسك، باب الطّواف، ۳۴/۴/۲

۱۲۳ ـ البَحرُ العَمِيق ، الباب العاشر: فی دُخول مكة ..... إلخ، فصل: فی بيان أنواع الأطوفة، ۱۱۱۲/۲

۱۲۴ ـ لُباب المناسك، باب الجنايات، فصل : فی الجناية فی طوافِ العُمرة، ص ۳۹۰ ـ أيضاً جمع المناسك ، باب الجنايات، الفصل الخامس: فی الجنايات، فصل: لو طاف للعُمرة.....إلخ، ص ۴۲۸

یعنی، اور اگر کوئی عمرہ کا کُل یا اکثر یا اقل طواف اگر چہ ایک چکر حالتِ جنابت یا حیض یا نفاس یا بے وضو کرے تو اُس پر (بطور دَم) بکری لازم ہے۔

اور دم اُس صورت میں لازم ہوگا جب وہ طوافِ عمرہ کا اعادہ نہ کرے اور چلا جائے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و لو طافَ للعُمرةِ مُحدَثًا و سَعَى بعدَهُ فعلَيه دمٌ إن لم يُعِدِ الطَّوافَ و رَجع إلى أَهلِه (۱۲۵)

یعنی، اگر بے وضو عمرہ کا طواف کیا اور اُس کے بعد سعی کی تو اُس پر دم لازم ہے اگر اُس نے طواف کا اعادہ نہ کیا اور اپنے اہل کو لوٹ گیا۔

اِس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں کہ:

لتَركِه الطَّهارةَ فی الطّوافِ، و أَمَّا ما دامَ بمكَّةَ فعلَيه أن يُعيدَهما لسَرَيَانِ نُقصانِ الطَّواف فِی السَّعيِ الذی بعدَهُ، و إلّا فالطَّهارةُ مُستحبّةٌ فی السَّعی (۱۲۶)

یعنی، طواف میں طہارت کو ترک کرنے کی وجہ سے، مگر جب تک مکہ میں ہے اُس پر لازم ہے کہ دونوں کا اعادہ کرے نقصانِ طواف کے اُس کے بعد سعی میں اثر کرنے کی وجہ سے، ورنہ طہارت سعی میں مستحب ہے۔

اِن تمام عبارات سے معلوم ہوا کہ اُس عورت پر طواف کا اعادہ لازم ہے، ہاں اگر مکہ سے چلی گئی تو دم لازم ہوجائے گا اور طواف بلا احرام ہوگا کیونکہ جہاں بھی اِعادہ کا ذِکر کیا گیا وہاں احرام کی قید کسی نے بھی ذِکر نہیں کی ہے۔ اور اگر صرف طواف کا اِعادہ کرے اور سعی کا اِعادہ نہ کرے تو اُس پر کچھ لازم نہ ہوگا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں کہ:

۱۲۵ ـ لُباب المناسك، باب الجنايات، فصل : فی الجناية فی طواف العمرة، ص ۳۹۱

۱۲۶ ـ المسلك المقتسط، تحت قوله : ولو طاف للعمرة ..... إلخ، ص ۳۹۱

و لَو أَعادَ الطَّوافَ و لم يُعدِ السَّعيَ لاشيءَ عليه (۱۲۷)

یعنی، اگر طواف کا اعادہ کیا اور سعی کا اِعادہ نہ کیا تو اُس پر کچھ لازم نہیں ہے۔

اِس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و صحّحه صاحب "الهداية"، وهو مختارُ شمس الأئمة السّرخسي و الإمام المحبوبيّ (۱۲۸)

یعنی، اسے صاحبِ ہدایہ (۱۲۹) نے صحیح قرار دیا ہے اور یہی شمس الائمہ سرخسی (۱۳۰) اور امام محبوبی (۱۳۱) کا مختار ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الأحد، ۲ رمضان المبارك ۱٤۳۳ھ، ۲۲ يوليو ۲۰۱۲ م 799-F

۱۲۷۔ لُباب المناسك، باب الجنايات، فصل : فی الجناية فی طواف العمرة، ص ۳۹۱

۱۲۸۔ المسلك المقتسط، تحت قوله : ولو طاف للعمرة ..... إلخ، ص ۳۹۱

۱۲۹۔ الهداية، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: من طاف طواف القُدوم، ۱۔۲/۲۰۰، و قال: و كذا إذا أعاد الطّواف و لم يعد السّعي فی الصّحيح، یعنی، فرمایا اور اِسی طرح صحیح قول کے مطابق جب طواف کا اعادہ کیا اور سعی کا اعادہ نہ کیا۔

۱۳۰۔ المبسوط للسّرخسی، كتاب المناسك، باب الطّواف، ۲/٤/۳۷، و قال: فكذلك يستحبُّ إعادة ذلك الرّمل و السّعي يوم النّحر، و إن لم يفعل لم يضُرّه و لا شئ عليه، یعنی، فرمایا، اِسی طرح یوم نحر میں رَمل اور سعی کا اعادہ مستحب ہے اور اگر نہ کرے تو اُسے کوئی ضرر نہیں ہے اور اُس پر کچھ نہیں ہے۔

۱۳۱۔ محبوبی سے مراد صاحب "وِقاية الرّواية" یا شارح "وِقاية الرّواية" صدرالشریعہ اصغر عبیداللہ بن مسعود ہیں، ان کے نام کے ساتھ محبوبی اِس لئے آتا ہے کہ محبوب اُن کے آباء میں سے کسی کا نام تھا، علامہ ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی نے "عمدة الرعاية" میں جو نسب ذِکر کیا ہے اُس میں صحابیِ رسول حضرت عبادہ بن الصّامت انصاری رضی اللہ عنہ کے پوتے کا نام محبوب بن الولید بن عبادہ بن الصّامت تھا۔

حلق یا تقصیر کے بغیر عمرہ کا احرام کھولنے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ میں کراچی سے آیا اور عمرہ ادا کیا، پھر ایک دو روز بعد میں نے مسجد عائشہ سے عمرہ کا احرام باندھا اور آ کر طواف کیا اور سعی کی، حلق نہیں کروایا، اِس لئے کہ میرے بال بالکل چھوٹے تھے، میں نے سمجھا کہ یہ حلق کے قابل نہیں ہیں، اِس لئے مجھ پر لازم نہیں اور میں نے احرام کھول دیا اور اُسے ایک دن گزر چکا ہے پھر کسی عالم نے مجھے بتایا کہ مجھ پر حلق لازم ہے، اب میرے لئے شریعت کا کیا حکم ہے جب کہ دو دن بعد حج کے لئے منیٰ روانگی ہے۔

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں سائل پر لازم ہے کہ فوراً حلق کروائے کیونکہ وہ احرام توڑنے کی نیّت سے اب تک احرام سے باہر نہیں ہوا، اور اُس پر ایک دَم لازم ہو گیا جو اُسے سرزمینِ حرم پر دینا لازم ہے اور ایک دَم کے لُزوم کی وجہ یہ ہے کہ سائل نے ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب جیسے سلے ہوئے کپڑے پہننا، سر اور منہ ڈھکنا، خوشبو وغیرہا کا ارتکاب احرام سے نکلنے کے لئے اپنی جہالت کی بنا پر کیا ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور حارثی ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

پس چنیں خارج نہ گردد بہ نیّتِ رفض و اِحلال وواجب آید برایں شخص دَم واحد برائے جمیع آنچہ ارتکاب کرد ہر چند کہ ارتکاب کرد جمیع محظورات را، متعدّد نشود بروئے جزاء بہ تعدّدِ جنایات چون نیّت کردہ است رفضِ احرام را زیرا کہ اُو ارتکاب نمودہ است محظورات را بتاویل اگرچہ فاسد است، معتبر باشد در رفع ضمانات دنیویہ، پس گویا کہ موجود شد نداین ہمہ محظورات از جہتہ واحدہ بسببی واحد، پس متعدّد نگردد جزاء بروئے این مذہب ماست، ونزد امام شافعی پس لازم آید بروے برائے

ہر محظورے علیحدہ جزاء(۱۳۲)

یعنی، اِس طرح احرام توڑنے اور حلال ہونے نیّت سے بھی احرام سے خارج نہ ہوگا ہر چند کہ اُس نے تمام ممنوعات کا مُرتکب کیا ہو، اور جب اُس نے احرام توڑنے کی نیّت کر لی تو متعدّد جنایات پر متعدّد جزائیں اِس لئے واجب نہ ہوں گی کہ اِن ممنوعات کا ارتکاب اُس نے تاویل سے کیا ہے، اور تاویل گو کہ فاسد ہے مگر وہ دنیوی (۱۳۳) ضمانتوں کے اُٹھ جانے میں معتبر ہوگی، پس گویا کہ یہ تمام ممنوعات ایک ہی جہت سے ایک ہی سبب سے واقع ہوئے، اِس لئے جزائیں بھی اُس پر متعدّد واجب نہ ہوں گی، یہ ہمارا مذہب ہے، مگر امام شافعی کے نزدیک ہر ممنوع (کے ارتکاب پر) جزاء علیحدہ ہوگی۔

ہمارا اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے مابین اختلاف اُس صورت میں ہے جب یہ شخص احرام توڑنے کے ارادے سے ایسا کرے اور جہالت کی بنا پر سمجھ لے کہ اب وہ احرام سے نکل گیا ورنہ ہر جرم پر الگ کفّارہ لازم ہوگیا، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی لکھتے ہیں:

واین اختلاف وقتی ست کہ شخص مذکور کہ نیّت رَفضِ احرام کردہ است گُمان می برد بسببِ جہل خود کہ اُو خارج گشتہ است از احرام بسبب این قصد وامّا کسی کہ می درند کہ خارج نشُدہ ام من از احرام بسبب این قصد پس معتبر نباشد از وی قصد رفض ومتعدد گردد جزا بروے بہ تعدّد جنایات اتفاقاً بیننا وبین الشّافعی چنانکہ متعدّد می گردد اتفاقاً بر شخصے کہ قصد نہ کردہ است رفض را اَصلاً (۱۳٤)

۱۳۲۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل دھم: در بیان کیفیت خروج از احرام، ص۱۰۳

۱۳۳۔ علامہ کرمانی حنفی اور مُلّا علی قاری حنفی نے بھی لکھا ہے کہ وہ دنیاوی ضمانتوں کے اُٹھ جانے میں مفید ہوگی جیسا کہ ہمارے فتوی ''فاسد تاویل سے ممنوعاتِ احرام کے مُرتکب میں مذاہب'' میں مذکور ہے۔

۱۳٤۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب اول دربیان احرام، فصل دھم: در بیان کیفیت خروج از احرام، ص۱۰۳، ۱۰٤

یعنی، یہ اختلاف بھی اُس وقت ہے جب اُس شخص نے (اِن ممنوعات کے ارتکاب میں) احرام توڑنے کی نیّت کی ہو اور اپنی جہالت سے یہ سمجھ لیا ہو کہ اِس نیّت سے وہ احرام سے نکل گیا، لیکن اگر کوئی یہ جانتا ہے کہ میں اِس نیّت سے احرام سے نہیں نکلا ہوں تو ایسے شخص سے احرام توڑنے کی نیّت معتبر نہیں ہوگی، اُس پر ہمارے اور امام شافعی کے نزدیک بالاتفاق ہر جنایت پر علیحدہ جزا واجب ہوگی جیسا کہ باتفاق احناف وشوافع اُس شخص پر جزائیں متعدّد ہوں گی، جس نے احرام توڑنے کی سرے سے نیّت ہی نہ کی ہو۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ٥ ذوالحجة ١٤٣١ھ، ١١ نوفمبر ٢٠١٠ م 683-F

عمرہ کے بعد بغیر حلق کے دوسرے عمرے کا احرام باندھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عمرہ ادا کرنے کے بعد حلق نہیں کروایا، اِس خیال سے کہ پہلے عمرہ کر کے حلق کرا چکا تھا اُس کے سر پر بال نہ تھے اِس لئے اُس نے عمرہ کی سعی کے بعد بغیر حلق کے دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا، کیا اُس کا یہ فعل شرعاً درست ہے اور اگر درست نہیں تو اُس پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: ظفر، سولجر بازار، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس پر دَم لازم آئے گا کیونکہ اُس نے عمرہ کے دو احرام جمع کرنے کا ارتکاب کیا ہے جو کہ مکروہ تحریمی ہے، چنانچہ صدرُ الشّریعہ اصغر امام عبید اللہ بن مسعود محبوبی حنفی متوفی ۷۵۰ھ لکھتے ہیں:

"مَن أَتَی بعُمرةٍ إلّا الحلقَ، فأحرمَ بأُخری ذَبَحَ" (۱۳٥) لأنّه

۱۳٥۔ یہاں تک تاج الشّریعہ محمود بن احمد بن عبید اللہ محبوبی متوفی ۶۷۳ھ کے متن "وِقایةُ الرِّوایة" کی عبارت ہے۔

جمَعَ بَینَ إحرامیّ العمُرةِ، و هو مکروهٌ، فلزِمهُ الدّمُ (۱۳٦)

یعنی، جس نے عمرہ ادا کیا سوائے حلق کے (یعنی حلق یا تقصیر کو چھوڑ کر عمرہ کے افعال طواف وسعی ادا کئے) پھر دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا تو وہ (بکری بطورِ دم کے) ذبح کرے کیونکہ اُس نے عمرہ کے دو احراموں کے مابین جمع کرلیا جو کہ مکروہ ہے(۱۳۷) پس اُسے دَم لازم ہوا۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی(۱۳۸) اور اُن کے حوالے سے علامہ شامی (۱۳۹) لکھتے ہیں:

و لو طافَ و سَعَی للأُولیٰ و لم یَسق علیه إلّا الحلقُ فأهلَّ بأُخری لَزِمتهُ و لا یرفُضُهَا و علیه دَمُ الجمعِ

یعنی، اگر پہلے عمرہ کا طواف اور سعی کر لئے اور اُس پر حلق کے سوا کچھ باقی نہ رہا پھر اُس نے دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا تو دوسرے عمرہ اُسے لازم ہو گیا اور اُسے وہ نہ چھوڑے گا اور اُس پر جمع (بین الاحرامین) کی وجہ سے دَم لازم ہے۔

اور اِس صورت میں لُزومِ دَم میں فقہاء کرام کا کوئی اختلاف نہیں چنانچہ ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

اعلم أنّهم اتفقُوا فی وُجوبِ الدّم بسببِ الجمعِ بین إحرامیّ العُمرةِ (۱٤۰)

۱۳٦۔ شرح الوقایة مع عمدة الرّعایة، کتاب الحج، باب إضافة الإحرام إلی الإحرام، ٦٥۱/۲

۱۳۷۔ مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ "در مختار" میں ہے کہ الأصلُ أنّ الجمع بین إحرامین لعُمرتین مکروهٌ تحریماً (الدّرّ المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، تحت قوله: من أتی بعمرة إلخ، ص ۱۷۱) یعنی، قاعدہ یہ ہے کہ عمرہ کے دو احراموں میں جمع مکروہ تحریمی ہے پس اُسے دَم لازم ہوگا۔

۱۳۸۔ لُباب المناسك، باب الجمع بین النُّسُکین المتّحدَین، فصل: فی الجمع بین العُمرتین، ص۳۲٤

۱۳۹۔ ردّ المحتار علی الدّر المختار، کتاب الحجّ، باب الجنایات، تحت قول التّنویر، و من أتی بعمرة إلخ، ۷۱٦/۳

۱٤۰۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجمع بین النُّسکین المُتّحدَین، فصل: فی الجمع بین العُمرتَین، ص۳۲٤

یعنی، جان لے کہ فقہاء کرام کا عمرہ کے دو احراموں کے مابین جمع کے سبب وُجوبِ دَم میں اتفاق ہے۔

یاد رہے کہ سر پر بال نہ ہوں تب بھی اُسترا پھیرنا لازم ہے بغیر اُس کے احرام نہیں کُھلے گا چنانچہ علامہ محمود بن احمد بن عبدالعزیز بن عمر بن مازہ بخاری حنفی متوفی ٦۱٦ھ لکھتے ہیں:

إذا جاء وقتُ الحَلقِ، و لم یکُن علی رَأسِهِ شعرٌ بأن حلَقَ قبلَ ذلك أو بسببٍ آخر، ذُکِرَ فی "الأصل" أنه یَجری المُوسَی علی رَأسِهِ، لأنّه لو کان علی رأسِهِ شعرٌ کان المأخوذُ علیه إجراءَ المُوسَی ..... ثمَّ اختَلَفَ المشائخُ أنّ إجراءَ المُوسی مستحبٌّ أو واجبٌ، و الأصحّ أنّه واجبٌ (۱٤۱)

یعنی، جب حلق کا وقت آ گیا اور اُس کے سر پر بال نہ ہوں اِس طرح کہ اُس نے اِس سے قبل حلق کروایا تھا یا کسی اور سبب سے، تو ''الاصل'' میں مذکور ہے کہ وہ اپنے سر پر اُسترا پھروائے گا، کیونکہ اگر اُس کے سر پر بال ہوتے تو اُسترے کا پھروانا ماخود ہوتا ..... پھر مشائخ کا (ایسی صورت میں) اس بات میں اختلاف ہے کہ اُسترا پھروانا مستحب ہے یا واجب، اور ''اَصح'' یہ ہے کہ واجب ہے۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۸ شوال المکرّم ۱٤۳۳ھ، ۲۷ اغسطس ۲۰۱۲ م 804-F

بلا احرام جدہ پہنچنے والے مُتمتّع کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص حج تمتّع کی نیّت سے پاکستان سے آیا، ہوائی جہاز میں جب اجتماعی طور پر نیّت کروائی گئی تو اُس نے زبانی الفاظ تو ادا کر لئے لیکن اُس کا ارادہ یہ تھا کہ وہ نیّت بعد میں میقات سے کچھ پہلے کر لے گا، مگر میقات سے گزرتے وقت وہ عمرہ کے احرام کی نیّت سے تلبیہ کہنا بھول گیا،

۱٤۱۔ المحیط البرهانی، کتاب المناسك، الفصل الرّابع عشر: فی الحلق و التّقصیر، ۸۱/۳

جدہ ائیر پورٹ پر پہنچنے کے بعد اُسے یاد آیا کہ اُس نے تو نیت نہیں کی ہے، پھر کسی دیندار مسائلِ حج جاننے والے کو بتایا تو اُس نے مشورہ دیا کہ تو اب نیّت کر لے تو اُس نے وہاں سے نیّت کی اور تلبیہ کہہ لی اور وہ مکہ مکرمہ آیا اور عمرہ ادا کیا، اب پوچھنا یہ ہے کہ اُس کا عمرہ درست ہوا کہ نہیں اور وہ حج کرے گا تو اُس کا حج ''تمتُّع'' ہوگا یا نہیں، اور اُس پر حج تمتُّع کی قربانی لازم ہوگی یا نہیں، اور میقات سے احرام نہ باندھنے کی وجہ سے اُس پر کیا کفّارہ لازم آیا، تفصیل سے جواب عنایت فرما کر ممنوع ہوں۔

(السائل: حافظ محمد عامر از لبیک حج وعمرہ سروسز، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: میقات سے باہر رہنے والا شخص جب حرم یا مکہ کے ارادے سے میقات سے گزرے گا تو اُس پر لازم ہے کہ وہ حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر گزرے چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"لَا يَتَجَاوَزُ أَحَدُ الْمِيْقَاتَ إِلَّا وَ هُوَ مُحْرِمٌ" أخرجه ابن أبی شيبة فی "مصنَّفه" (١٤٢)، و الطّبرانی فی "المعجمِ الكَبير" (١٤٣) من حديث ابن عباس رضی الله عنهما مرفوعاً، و أخرجه الطّحاوی فی "شرحِ مَعانِی الآثار" (١٤٤) موقوفاً، و من طريق الشّافعی البيهقیُّ فی "السُّنَنِ الكُبرٰی" (١٤٥) و "معرفةِ السُّنَن و الآثارِ" (١٤٦)

یعنی ''کوئی میقات سے نہ گزرے مگر یہ کہ وہ احرام والا ہو''۔

١٤٢۔ المصنَّف لابن أبی شيبة، كتاب الحجّ، باب لا يَجاوزُ أَحدٌ الوقت إلّا محرم، برقم:١٥٧٠١، ٧٠٢/٨، (٥١/٢/٤)

١٤٣۔ المعجم الكبير، برقم:١٢٢٣٦، ٣٤٥/١١، بلفظٍ: "لَا تَجُوْزُ الْوَقْتَ إِلَّا بِإِحْرَامٍ

١٤٤۔ شرح معانی الآثار، كتاب الحجّ، باب دخول الحرم إلخ، برقم:٤١٧٢، ٢٦٣/٢، و كتاب الحجة، باب فی فتح رسول الله ﷺ مكة عنوةً، برقم:٥٤٧٣، ٣٢٩/٣، بلفظٍ: "لَا يَدْخُلُ أَحَدٌ مَكَّةَ إِلَّا مُحرِمًا"

١٤٥۔ السُّنَنُ الكبرىٰ، كتاب الحجّ، باب دخول مكّة بغير إرادة حجّ و لا عمرة، برقم:٩٨٣٩، ٢٨٩/٥

١٤٦۔ معرفة السُّنَن و الآثار، كتاب المناسك، باب دخول مكّة بغير إرادة حجّ و عمرة، برقم:٣١٣٠، ١٦٩/٤، بلفظٍ: مَا يَدْخُلُ مَكَّةَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِهَا وَ لَا مِنْ غَيْرِ أَهْلِهَا إِلَّا بِإِحْرَامٍ"

اِسی حدیث شریف کی بنا پر فقہاء کرام(١٤٧) نے لکھا آفاقی مکہ مکرمہ کسی بھی غرض سے جائے تو وہ میقات سے بغیر احرام کے نہیں گزرے گا، چنانچہ علامہ حسن بن منصور بن ابی القاسم اُوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

الآفاقی و مَن كان خارجَ الميقات، إذا قَصَدَ مكَّةَ لحجّةٍ أو عمرةٍ أو لحاجةٍ أخرى، لا يُجاوزُ المِيقَاتَ إِلَّا مُحرِماً (١٤٨)

یعنی، آفاقی اور وہ جو میقات سے باہر ہے جب حج یا عمرہ یا کسی کام کے لئے مکہ مکرمہ کا قصد کرے تو میقات سے نہ گزرے مگر احرام والا۔

اور اگر بغیر احرام کے گزرا تو اُس پر حج یا عمرہ لازم ہو جائے گا چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

قال: و إذا جاوَزَ ..... و دخَلَ مكَّةَ بغيرِ إحرامٍ فعلَيه حجّةٌ أو عمرةٌ (١٤٩)

یعنی، فرمایا، جب گزر گیا اور مکہ بغیر احرام کے داخل ہو گیا تو اُس پر حج یا عمرہ لازم ہو گیا۔

اِسی طرح "مختصر اختلاف العُلماء (١٥٠)، "مختلفُ الرِّوايه" (١٥١)، "المبسوط للسّرخسی" (١٥٢) اور "بدائع الصنائع" (١٥٣) میں ہے۔

١٤٧۔ فقہاء کرام سے مراد فقہاء احناف ہیں۔

١٤٨۔ فتاویٰ قاضيخان، كتاب الحجّ، ٢٨٤/١، دار المعرفة (١٧٣/١، دار الفكر)

١٤٩۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی أحكام مجاوزة الميقات بغير إحرامٍ، ٣١٠/١

١٥٠۔ مختصر اختلاف العلماء، كتاب المناسك، الإحرام لدخول مكة، برقم: ٥٥٣، ٦٥/٢، و فيه: قال أصحابنا: لا يَدخُل أحدٌ ممّن هو خارجُ الميقات إلّا بإحرام، فإن دَخَلَها بغير إحرام: فعليه حجّةٌ أو عمرةٌ

١٥١۔ مختلف الرّواية، كتاب المناسك، باب قول الشافعی خلاف قول أصحابنا، برقم: ٦١٠، ٧٦٣/٢

١٥٢۔ المبسوط للسّرخسی، كتاب المناسك، باب المواقيت، ١٥٩/٤/٢

١٥٣۔ بدائع الصّنائع، كتاب الحج، فصل: أما بيان مكان الإحرام، ١٦٤/٣

اور جب وہ میقات سے گزرنے کے بعد حج یا عمرہ کا احرام باندھے تو اُس پر میقات کو احرام کے لئے لوٹنا لازم ہوگا اور اگر نہ لوٹا اور احرام باندھ لیا تو دَم لازم آئے گا، چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ نے نقل کیا کہ

عن ابن عباسٍ رضی اللہ عنهما قال: إِذَا جَاوَزَ الْوَقْتَ فَلَمْ يُحْرِمْ حَتَّى دَخَلَ مَكَّةَ رَجَعَ إِلَى الْوَقْتِ فَأَحْرَمَ، وَ إِنْ خَشِيَ إِنْ رَجَعَ إِلَى الْوَقْتِ، فَإِنَّهُ يُحْرِمُ وَ يُهْرِيْقُ لِذَلِكَ دَمًا (١٥٤)

یعنی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جب میقات سے گزر گیا پس احرام نہ باندھا یہاں تک کہ مکہ میں داخل ہوگیا تو میقات کو لوٹے پس احرام باندھے اور اگر میقات کو لوٹنے میں خوف ہو تو وہ احرام باندھے اور اُس کے لئے بطور دَم خون بہائے۔

اور ایسے شخص کے لئے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فعليه العَودُ إلى ميقاتٍ منها و إن لم يكُنْ ميقاتَه ليُحرِمَ منه، و إلَّا فعليه دمٌ (١٥٥)

یعنی، پس اُس پر مواقیت میں سے کسی میقات کو لوٹنا لازم ہے تاکہ وہاں سے وہ احرام باندھے اگرچہ وہ میقات نہ ہو (کہ جس سے بغیر احرام کے گزر کر آیا تھا) ورنہ اُس پر دَم لازم ہوگا۔

اور مذکورہ شخص نے جب اس حال میں عمرہ ہی ادا کرلیا ہے تو اب اُس پر دَم متعیّن ہوگیا اور اگر وہ حج کرتا ہے تو اُس کا حج ''تمتّع'' ہوگا کیونکہ فقہاءِ احناف نے حج تمتّع کی گیارہ شرطیں ذِکر کی ہیں اور اُن میں سے گیارھویں شرط حاجی کا آفاقی ہونا ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

١٥٤۔ فتح القدير، كتاب الحجّ، فصلَ و المواقيت التى إلخ، ٢/٣٣٥

١٥٥۔ رَدّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، مطلب: فى المواقيت، تحت قوله: حَرُم تأخير إلخ، ٣/٥٥١، ٥٥٢

أنَّ شرائطَ التَّمتُّعِ أَحَدَ عَشَرَ ..... الحادى عشر: أن يكونَ مِن أهل الآفاقِ و العِبرةُ لِلتّوطّنِ (١٥٦)

یعنی، بے شک شرائطِ تمتّع کی گیارہ ہیں اُن میں سے گیارھویں شرط حاجی کا اہلِ آفاق سے ہونا ہے اور اعتبار وطن کا ہے۔

اور اسے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے "ردّ المحتار" (١٥٧) میں اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ نے ''بہار شریعت'' (١٥٨) میں نقل کیا ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی لکھتے ہیں:

و لا يُشترطُ لصحّةِ التّمتُّعِ إحرامُ العمرةِ مِن الميقاتِ و لا إحرامُ الحجِّ من الحرم، فلو أحرَم داخلَ الميقاتِ، ولو مِن مكَّة يكون متمتّعاً و عليه دمٌ لتَركِ الميقات، ملخصاً (١٥٩)

یعنی، تمتّع کے صحیح ہونے کے لئے عمرہ کا احرام میقات سے اور حج کا احرام حرم سے شرط نہیں ہے پس اگر میقات کے اندر سے (عمرہ کا) احرام باندھا اگرچہ مکہ سے تو مُتمتّع ہو جائے گا اور میقات سے احرام ترک کرنے کی وجہ اُس پر دَم ہوگا۔

اور یہ شخص علی وجہِ المسنون مُتمتّع قرار پائے گا چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

يكون متمتّعاً أَى: على وَجهِ المسنُونِ (١٦٠)

١٥٦۔ لُباب المناسك مع شرحه للقارى، باب التَّمتُّع، ص ٣٠١

١٥٧۔ رَدُّ المحتار على الدُّرّ المختار، كتاب الحجّ، باب التَّمتُّع، تحت قوله: و شرعاً أن يفعل إلخ، ٣/٦٤٠، ٦٤١

١٥٨۔ بہار شریعت، حج کا بیان، تمتع کا بیان، تمتع کے شرائط، ٦/١٣٠

١٥٩۔ لُباب المناسك مع شرحه للقارى، باب التّمتّع، فصل: لا يشترط لصحة إلخ، ص٣١٦، ٣١٧

١٦٠۔ المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب التّمتّع، فصل: لا يشترط لصحة إلخ، ص٣١٦، ٣١٧

یعنی، مسنون طور پر متمتع ہو جائے گا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اُس شخص کا حج ''تمتُّع'' قرار پائے گا اور اُس پر ایک دَم حجِ تمتُّع کا جو کہ دَم شکر ہے اور ایک دم میقات سے بغیر احرام کے گزرنے کا جو کہ دَم جبر ہے لازم ہوگا۔ اور ساتھ توبہ بھی لازم ہوگی کہ اُس نے بلا عذر شرعی میقات سے بغیر احرام کے گزرنے کے گُناہ کا ارتکاب کیا ہے جو کہ گُناہ ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۲ ذوالحجة ۱٤۳۱ھ، ۸ نوفمبر ۲۰۱۰ م 680-F

جدہ سے احرام باندھنے والے آفاقی کا حکم جس نے عمرہ فاسد کر دیا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص پاکستان سے آیا اور میقات پر احرام کی نیّت نہ کی یہاں تک کہ جدہ پہنچ گیا، وہاں اُس نے احرام کی نیّت سے تلبیہ کہی اور مکہ پہنچا اور اُس نے ایسا کام کر لیا کہ جس سے عمرہ فاسد ہو جاتا ہے لیکن اِسی حال میں اُس نے وہ عمرہ مکمل کیا پھر اُن کی مدینہ شریف روانگی تھی وہ چلا گیا وہاں کسی نے بتایا کہ تیرا عمرہ فاسد ہو گیا اور تجھ پر قضا لازم ہے اور میقات سے تو بغیر احرام کے آیا تھا اُس کا دَم بھی لازم ہے اِس طرح اُس نے مدینہ شریف سے قضاء کی نیّت سے احرام باندھا اور مکہ شریف آ کر عمرہ ادا کیا، اب پوچھنا یہ ہے کہ وہ بغیر احرام کے میقات سے گزرا تھا اُس کا دَم اُس پر لازم آئے گا یا نہیں؟

(السائل: محمد ریحان ابوبکر، لبیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں میقات سے عمرہ کی قضا کی وجہ سے اُس پر سے وہ دَم ساقط ہو گیا جو اُسے میقات سے بغیر احرام کے گزرنے پر لازم آیا تھا، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی کر مرغینانی حنفی متوفی ۹۵۳ھ لکھتے ہیں:

و مَن جاوَزَ الوقتَ فأحرَمَ بعمرةٍ و أفسَدَهَا مضَى فيها و قضَاها

و ليس عليه دمٌ لترکِ الوقتِ (۱٦۱)

یعنی، جو شخص میقات سے (بغیر احرام کے) گُزر گیا پھر اُس نے عمرہ کا احرام باندھا اور اُسے فاسد کر دیا وہ اُس عمرہ کو پورا کرے گا اور اُس کی قضاء کرے گا اور اُس پر میقات سے احرام نہ باندھنے کا دَم نہیں ہے۔

اِس میں دو باتوں کا ذِکر ہے ایک قضا اور دوسرا سقوطِ دَم، قضاء تو اِس لئے لازم ہوتی ہے کہ اُس نے جب عمرہ کا احرام باندھا تو اُس نے صحیح عمرہ ادا کرنا اپنے اُوپر لازم کر لیا اور وہ اُس نے نہ کیا، باقی رہا بغیر احرام میقات سے گزرنے کے دَم کا ساقط ہونا وہ اِس لئے کہ جب اُس نے قضاءِ عمرہ کا احرام میقات سے باندھا تو میقات کے حق میں اُس سے جو نقص واقع ہوا تھا وہ پورا ہو گیا، چنانچہ امام اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸٦ھ لکھتے ہیں:

و أمّا القضاءُ فلأنّه التزَمَ الأداءَ على وجهِ الصِّحةِ، و لم يَفعلْ و أمّا سقوطُ الدَّمِ فلأنّه إذا قَضَاهَا بإحرام مِن الميقاتِ يَنجبرُ به ما نقَصَ من حقِّ الميقاتِ بالمُجَاوزةِ مِن غير إحرامٍ فسقَطَ عنه الدَّمُ كمَن سَها فى صلاتِه ثُمَّ أفسَدَها فَقَضَاها سقَطَ سجودُ السَّهوِ (۱٦۲)

یعنی، مگر قضا وہ اِس لئے کہ اُس نے صحت کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کا التزام کیا اور وہ اُس نے (ادا) نہ کیا، مگر سقوطِ دَم وہ اِس لئے کہ جب اُس نے میقات سے احرام باندھ کر عمرہ کی قضا کی تو اُس سے وہ نقصان پورا ہو گیا جو بغیر احرام کے گزرنے کی وجہ سے میقات کے حق میں واقع ہوا تھا پس اُس سے (بغیر احرام کے میقات سے گزرنے کا) دَم ساقط ہو گیا، اُس شخص کی مثل جس نے اپنی نماز میں سہو کیا، پھر نماز کو فاسد کر دیا

۱٦۱۔ بداية المبتدی، كتاب الحجّ، باب مجاوزة الوقت بغير إحرام، ۱۔۲/(٤۳)

۱٦۲۔ العناية على الهداية على هامش الفتح، كتاب الحجّ، باب مجاوزة الوقت بغير إحرامٍ، تحت قوله: و مَن جَاوزَ الميقاتَ، ۳/٤۲۔٤۳

پھر اُس کی قضاء کی تو اُس سے (سہو کی وجہ سے لازم آنے والا) سجدۂ سہو ساقط ہوگیا۔

اور علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی سقوطِ دَم کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و لنا أنَّه يَصيرُ قاضياً حقَّ الميقاتِ بالإحرام منهُ فِي القضَاءِ (١٦٣)

یعنی، ہماری دلیل یہ ہے کہ وہ میقات سے احرام باندھنے سے میقات کے حق کو ادا کرنے والا ہوگیا۔

اور امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

فيَنجبرُ به و هذا لأنَّ النّقصَ حصَلَ بتركِ الإحرامِ من الميقاتِ فيصيرُ قاضياً حقَّهُ بالقَضَاء (١٦٤)

یعنی، پس اُس سے نقصان پورا ہو جائے گا اور یہ اِس لئے کہ نقص میقات سے احرام کے ترک کی وجہ سے حاصل ہوا، پس قضاء سے وہ اُس کا حق ادا کرنے والا ہوگیا۔

اِس صورت میں اُسے عمرہ کے افعال پورے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اگر چہ وہ اپنے عمرہ کو فاسد کر چکا ہے، اِس کی وجہ بیان کرتے ہوئے امام اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی حنفی لکھتے ہیں کہ

أمّا المُضيءُ فلأنَّ الإحرامَ عقدٌ لازمٌ لا يخرُجُ المرأُ عنه بعد الشُّروعِ فيه إلَّا بأداءِ الأفعالِ (١٦٥)

١٦٣ـ الهداية، كتاب الحجّ، باب مجاوزة الميقات بغير الإحرام، تحت قوله: و ليس عليه دم إلخ، ١ـ٢/٢١١

١٦٤ـ فتح القدير، كتاب الحجّ، باب مجاورة الميقات بغير إحرام، تحت قوله: و لنا أنه يصيرُ إلخ، ٢/٤٣

١٦٥ـ العناية على الهداية، كتاب الحجّ، باب مجاوزة الوقت بغير إحرام، تحت قوله: و مَن جَاوزَ الميقاتَ، ٢/٤٢

یعنی، مگر پورا کرنا اِس لئے ہے کہ احرام ایک عقد لازم ہے آدمی اُس میں شروع ہونے کے بعد اُس سے نہیں نکلے گا مگر اُس کے افعال کو ادا کرنے سے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ٤ ذوالحجة ١٤٣١ھ، ١٠ نوفمبر ٢٠١٠ م F-682

آفاقی کا عمرہ کے احرام کے ساتھ جدّہ سے واپس جانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ہم لوگ تین گروپس ریاض سے حجِ تمتُّع کے ارادے سے نکلے، عمرہ کا احرام باندھا، ایک گروپ مکہ مکرمہ پہنچ گیا اور عمرہ ادا کرنے کے بعد احرام کھول دیا، جب کہ دو گروپس کے جدّہ پہنچنے پر معلوم ہوا اُنہیں جو تصریح ملی ہے وہ جعلی ہے، اُنہیں حج کی اجازت نہیں ہے، اِسی خبر پر مکہ مکرمہ پہنچنے والا گروپ وہیں سے اور ہم لوگ جدّہ سے ریاض واپس ہوئے، اور جدّہ سے واپس ہونے والے احرام میں تھے، اُن سب نے احرام کھول دیا اور ریاض پہنچ گئے، ہم میں سے چند نے احرام کھولنے کا بعد مکہ میں دَم کے بکرے ذبح کروائے اب جنہوں نے احرام کھولنے کے بعد دَم کے جانور ذبح کروائے یا نہیں کروائے سب کے لئے کیا حکم ہوگا؟

(السائل: ایک حاجی از ریاض)

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں جب یہ لوگ جدہ پہنچ گئے اور وہاں انہیں معلوم ہوا کہ اُن کی تصریح جعلی ہے تو انہیں چاہئے تھا کہ مکہ مکرمہ آتے اور عمرہ ادا کر کے احرام کھولتے اگر چیک پوسٹ پر اُن کو روک دیا جاتا تو اور کوئی راستہ اختیار کر کے مکہ مکرمہ آنے کی کوشش کرتے تو یقیناً پہنچ جاتے کہ کتنے لوگ ہیں کہ جو اِس طرح مکہ مکرمہ آتے ہیں اُن لوگوں نے کوشش ہی نہ کی تو یہ لوگ شرعاً مُحصَر قرار نہیں پائیں گے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و لَو أحصَرَ العَدُوُّ طَريقاً أی: إلی مكّة أو عرفة و وجَدَ أی: المُحصَرُ طريقاً آخر يَنظُرُ فيه إن أضرّ به سُلوكُها لطُولِه أو لصَعُوبةِ طَريقهِ ضَرراً معتبراً فهو مُحصَرٌ أی: شرعاً و إلّا فلا أی: إن لم يَتضرَّر به فلا يكونُ مُحصَراً فی الشّريعة، و إن كان مُحصَراً فی اللُّغةِ (١٦٦)

یعنی، اور اگر دشمن نے مکہ مکرمہ یا عرفات کا راستہ روک لیا اور مُحصَر نے دوسرا راستہ پایا تو اُس میں دیکھے اگر اُس پر چلنا راستہ لمبا ہونے یا راستے کے دشوار گزار ہونے کی وجہ سے اُسے ایسا ضرر دے گا جو ضرر شرعاً معتبر ہے تو یہ شخص شرعاً مُحصَر ہوگا اور اگر نہیں یعنی اگر اُسے ضرر نہیں پہنچتا تو یہ شریعت میں مُحصَر نہیں ہے اگرچہ لُغت کے اعتبار سے مُحصَر ہے۔

جب یہ لوگ مُحصَر نہیں محض اپنے اِس گُمان کی وجہ سے رُک گئے کہ انہیں حج کی اجازت نہیں ملے گی حج کی اجازت نہ ملنا الگ چیز ہے عمرہ کی اجازت نہ ملنا الگ ہے، عمرہ سے اِن کو نہیں روکا جاتا کیونکہ اُنہی کے ساتھیوں کا ایک قافلہ مکہ مکرمہ پہنچ گیا، اور اِن لوگوں نے مکہ داخل ہونے کی کوشش بھی نہ کی، انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ ہم حج کے ارادے سے آئے ہیں جب حج کرنے کا اجازت نامہ نہیں ملا تو جانا بے کار ہے، ٹھیک ہے یہ لوگ آئے تو حج کرنے کے لئے تھے لیکن احرام کو تو صرف عمرہ کا باندھا تھا عمرہ ادا کر کے اُس احرام کو کھولنے کی تو سعی ہوتی، انہوں نے ایسا نہ کیا، اگر یہ اپنی پوری کوشش کرتے پھر مکہ داخل ہونے کی کوئی سبیل بنتی تو چند روز احرام میں رہتے، ایام تشریق گزرنے کے بعد مکہ آ کر عمرہ ادا کر کے کھول دیتے اور یہ چند روز انہیں احرام میں رہنا مشکل ہو جاتا تو جانور یا اُس کی رقم مکہ مکرمہ بھیج دیتے اُن کی طرف سے جب جانور ذبح ہو جاتے تو احرام کھول دیتے اور بعد میں عمرہ کی قضاء کرتے۔

لہٰذا یہ لوگ تا حال احرام میں ہی ہیں انہیں چاہئے فوراً ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب سے باز آ جائیں اور اُسی احرام سے آ کر عمرہ ادا کریں اور جن جن ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب

١٦٦ ـ لُباب المناسك و شرحه المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الإحصار، ص٤٥٣

اُن سے ہوا اُن سب کی طرف سے صرف ایک دَم دیں وہ اِس لئے کہ انہوں نے اپنے فاسد گُمان سے یہ سمجھ لیا کہ ہمارا احرام کُھل گیا، اور ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب شروع کر دیا اِس طرح تمام ممنوعات ایک ہی جہت سے واقع ہوئے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی(١٦٧) لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ١٢٥٢ھ (١٦٨) نقل کرتے ہیں کہ

اعلم أنّه إذا نَوَى رَفضَ الإحرام فجعَلَ يَصنعُ ما يَصنَعُ الحلالُ مِن لبسِ الثِّيابِ و التَّطيُّبِ ، والحَلقِ و الجِمَاعِ، و قَتلِ الصَّيدِ، فإنَّه لا يخرُجُ بذلك مِنَ الإحرام، وعليه أن يَعُودَ كما كان مُحرماً، و يجبُ دمٌ واحدٌ لجميع ما ارتكَبَ، و لو فَعلَ كُلَّ المحظورات، و إنما يَتعدَّدُ الجزاءُ بتعدُّدِ الجنَايات إذا لم يَنوِ الرَّفضَ، ثُمَّ نيّةُ الرَّفضِ إنَّما تُعتبرُ مِمّن زعَمَ أنَّه يَخرُجُ منه بهذا القَصدِ لجَهلهِ مسألةَ عدمِ الخُروج

یعنی، جان لیجئے کہ مُحرِم نے جب احرام توڑنے کی نیّت کر لی اور اُن کاموں میں شروع ہو گیا جو غیر مُحرِم کرتا ہے جیسے سلے ہوئے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، حلق کروانا، جماع کرنا اور شکار کو مارنا تو وہ اِس نیّت سے احرام سے نہیں نکلے گا اُس پر لازم ہے کہ وہ لوٹ آئے جیسا کہ احرام میں تھا اور اُس نے جن ممنوعات کا ارتکاب کیا سب کا ایک دَم لازم ہے اگرچہ ہر ممنوع کا مُرتکب ہوا، جنایات کے تعدُّد سے جزاء متعدّد تب ہوگی جب اُس نے احرام توڑنے کی نیت نہ کی ہو، پھر احرام

١٦٧ ـ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الجنايات، فصل: فی إرتكاب المحرم المحظورَ، ص٤٥٠ و اللّفظ له

١٦٨ ـ رَدُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قوله: إلَّا أن يقصد الرَّفض، ٣/٦٦٥

توڑنے کی نیّت صرف اُس سے معتبر ہوگی جو عدم خُروج کے مسئلہ میں لا علمی کی وجہ سے یہ گُمان رکھتا ہو کہ وہ اِس نیّت سے احرام سے نکل گیا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۲ ذوالحجة ۱٤۳۱ھ، ۱۸ نوفمبر ۲۰۱۰ م F-688

آفاقی کا حج سے قبل عمرہ ادا کر کے واپس جانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ہم لوگ ریاض سے حجِ تمتُّع کے ارادے سے نکلے مکہ مکرمہ پہنچے عمرہ ادا کیا اور احرام کھول دیا، پھر ہمیں معلوم ہوا کہ ہمارے لیڈر نے جو تصریح حاصل کی ہے وہ جعلی ہے اور اُس پر ہمیں حج کرنے کی اجازت نہیں ہے، لہٰذا ہم سب کے سب ریاض واپس ہوئے، اب سوال یہ ہے کہ اِس صورت میں ہم پر کچھ لازم تو نہیں آئے گا کہ ہمارا ارادہ حج کرنے کا تھا، حج کا احرام باندھنے سے قبل ہم عمرہ کر کے واپس چلے گئے۔

(السائل: ایک حاجی از ریاض)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں عمرہ ادا کر کے واپسی کی صورت میں کچھ بھی لازم نہ آیا کیونکہ ان لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا وہ عمرہ ادا کر کے کھول دیا گیا اور حج کا احرام ابھی باندھا نہ تھا اور احرام باندھنے سے قبل ''اِحصار'' نہیں ہوتا چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

و قبلَ الإحرامِ لا یکونُ مُحصَراً (۱٦۹)

یعنی، احرام سے قبل مُحصَر نہیں ہوتا۔

اور پھر عمرہ کے احرام کے ساتھ حرم میں آجانے سے ان پر حج کرنا لازم نہ ہوا، عمرہ کرنے کے بعد یہ لوگ مختار ہیں چاہیں تو حج کریں چاہیں تو واپس چلے جائیں، ہاں وہ لوگ

۱٦۹۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی المحصر، ۹۳۹/۲

جن پر پہلے حج فرض نہ ہوا تھا ایام حج میں مکہ مکرمہ آجانے کی وجہ سے اُن پر حج فرض ہو گیا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۱۳ ذوالحجة ۱٤۳۱ھ، ۱۹ نوفمبر ۲۰۱۰ م F-689

مُحصَر کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص شرعاً مُحصَر ہو جائے اور اُس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو تو وہ کیا کرے اور اگر حج کا احرام باندھا ہو تو پھر کیا کرے؟ تفصیل سے بیان فرمائیں۔

(السائل: ایک حاجی از مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اگر کوئی شخص شرعاً مُحصَر ہو جائے پھر چاہے حج کا احرام باندھا ہو یا عمرہ کا، اُس کے احرام کُھلنے کی ایک ہی صورت ہے وہ یہ کہ وہ حرم شریف ہدی (یعنی جانور) بھیجے یا اُس کی قیمت جس سے اُس کی طرف سے جانور خریدا جائے اور اُس سے جانور ذبح کرنے کا دن اور وقت طے کر لے جب جانور سرزمینِ حرم پر ذبح ہو جائے اُس کے بعد احرام کھولے اور اگر حج کا احرام تھا تو حج اور عمرہ قضاء کرے اور اگر عمرہ کا احرام تھا تو صرف عمرہ کی قضاء کرے۔

نبی کریم ﷺ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ ٦ھ کو جب عمرہ کا احرام باندھ کر تشریف لائے تو مقام حدیبیہ پر کُفّارِ مکہ کی طرف سے روک دیئے گئے تو آپ ﷺ نے اِسی طرح کیا اور اگلے سال اِس عمرہ کی قضاء فرمائی۔

قرآن کریم میں ہے:

﴿وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ﴾ (۱۷۰)

ترجمہ: اور حج اور عمرہ اللہ کے لئے پورا کرو، پھر اگر تم روکے جاؤ تو قربانی

۱۷۰۔ البقرہ: ۱۹٦/۲

بھیجو جو میسر آئے۔ (کنز الایمان)

اِس آیہ کریمہ کے تحت علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اعلم نزلتُ هذهِ الآيةُ فی شأنِ النَّبيِّ ﷺ و أصحَابِه رضی الله عنهم حينَ خَرَجُوا مِنَ المَدينةِ سنةَ ستٍّ، و أَحرمُوا بالعُمرةِ مُتوجِّهِينَ إلى مكّة حرَّسَها اللّٰه تعالىٰ، و أتَوا حتَّى نزلُوُا بالحُديبيَّةِ ليدخُلوا مكَّةَ، فصدَّتهم قريشٌ عن ذلك و منعتُهم عن الدُّخولِ، حتَّى خرَجَ إليهم سهيلُ (أو سهل) بنُ عمروٍ، فصالحُوا على أن يَرجعَ النّبيُّ ﷺ إلى المَدينَةِ، و يعودَ من قابلٍ، فأنزل اللّٰه تعالىٰ هذه الآيةَ، فتحتلَّلَ النّبيُّ ﷺ و أصحابُه رضی الله عنهم، ثُمَّ رجعُوا و أتَوا من قابلٍ و قَضَوا عمرتَهم، هذا هو الأصل فی باب الإحصار (۱۷۱)

یعنی، جان لے کہ آیہ کریم نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں نازل ہوئی، جب ۶ ھجری میں مدینہ منورہ سے نکلے اور انہوں نے مکہ مکرمہ کی طرف متوجہ ہوتے وقت عمرہ کا احرام باندھا اور آئے یہاں تک کہ حدیبیہ میں اُترے تا کہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوں، تو قریش نے انہیں اِس سے روک دیا اور مکہ مکرمہ داخل ہونے نہ دیا یہاں تک کہ اُن کی طرف سہیل بن عمرو آیا، پس انہوں نے اِس بات پر مصالحت کی کہ نبی کریم ﷺ مدینہ شریف لوٹ جائیں اور اگلے سال تشریف لائیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی تو نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے احرام کھول دیئے، پھر لوٹ گئے اور آئندہ

۱۷۱۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی المُحصَر، ص ۹٤۰

سال آئے اور اپنے عمرے قضاء کئے، یہی بابِ اِحصار میں اصل ہے۔

اِسی پر علماء کرام نے یہ مسئلہ تحریر کیا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

إذا أُحصِرَ المحرمُ بحجةٍ أو عمرةٍ، و أرادَ التّحلُّلَ، و يجبُ عليه أن يبعثَ الهديَ أو يبعثَ ثمنَ الهديِ ليشتريَ به الهديَ، و يأمُرُ أحداً بذلك فيذبحُ عنه فی الحَرمِ، و يجبُ أن يُوَاعدَهُ يوماً معلُوماً يذبحُ فيه حتَّى يعلمَ وقتَ إحلالِهِ و إذا ذَبحَ فی الحَرمِ حَلَّ، ملخصاً (۱۷۲)

یعنی، جب حج یا عمرہ کا احرام باندھنے والا محصر ہو جائے اور احرام کھولنے کا ارادہ کرے اور اُس پر واجب ہے کہ ہدی بھیجے یا ہدی کی قیمت بھیجے کہ جس سے ہدی خریدے اور (جسے قیمت بھیجی ہے) اُسے اس کا (یعنی ہدی خریدنے کا) حکم دے، پس وہ اُس کی طرف حرم میں ذبح کرے، اور واجب ہے کہ اُس سے دن (۱۷۳) معلوم کا وعدہ کرلے کہ جس دن میں وہ ذبح کرے تا کہ احرام کھولنے کا وقت معلوم ہو اور

۱۷۲۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الإحصار، فصل: فی بعث الهدی، ص ٤٥٨، ٤٥٩

۱۷۳۔ مُحصَر بالحج ہو یا مُحصَر بالعُمرہ دَم کا جانور دس ذوالحجہ کو ذبح کرنا لازم نہیں ہے کسی بھی تاریخ میں ذبح کیا جاسکتا ہے چنانچہ امام حسن بن منصور قاضیخان حنفی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں: و يجوزُ ذَبحَ هَدیِ الإحصَارِ قبلَ يومِ النَّحرِ فی العُمرةِ والحَجِّ جميعاً فی قولِ أبی حنيفةَ رحمه الله تعالىٰ (فتاویٰ قاضيخان، كتاب الحجّ، فصل: فی الإحصار، ۳۰٦/۱) یعنی، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق حج اور عمرہ دونوں میں یوم نحر سے قبل ہدیٔ اِحصار ذبح کرنا جائز ہے۔ اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک حج میں یوم نحر سے قبل ذبح جائز نہیں۔ (فتاویٰ قاضيخان، كتاب الحجّ، فصل: فی الإحصار، ۳۰٦/۱) اِس لئے اختلاف سے نکلنے کے لئے افضل یہ ہے کہ حج میں دس ذوالحجہ سے قبل ذبح نہ کرے اور اگر کرتا ہے تو امام اعظم کے قول کے مطابق درست ہو جائے گا۔

جب جانور حرم میں ذبح ہو جائے تو وہ (مُحصَر) احرام سے فارغ ہو گیا۔

اِحصار جس طرح حج میں ہوتا ہے اِسی طرح عمرہ میں بھی ہوسکتا ہے، لوگوں کا یہ گُمان غلط ہے کہ اِحصار صرف حج میں ہوتا ہے چنانچہ امام حاکم شہید لکھتے ہیں:

و المحصَرُ بالعُمرةِ یواعدُهم یوماً یُذبحُ فیه الهدیُ عنه، فإذا ذُبح حلَّ و علیه عمرةٌ مکانها (۱۷٤)

یعنی، مُحصر بالعُمرہ اُن سے اُس دن کا وعدہ لے کہ جس دن میں ہدی (جانور) اُس کی طرف سے ذبح کیا جائے، پس جب ذبح ہو جائے تو احرام کھول دے اور اُس پر اُس کی جگہ عمرہ لازم ہے۔

اِس سے معلوم ہوا کہ اِحصار عمرہ میں بھی ہوتا اور فقہاء کرام نے صراحۃً بھی اِس کا ذِکر کیا ہے، چنانچہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ کے حوالے سے علامہ عالم بن العلاء انصاری حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

وفی "الهدایة": فالإحصَارُ عن العُمرةِ یَتحقّقُ عندنا (۱۷٥)

یعنی، "ھدایہ" (۱۷٦) میں ہے کہ ہمارے نزدیک اِحصار عمرہ سے بھی متحقّق ہوتا ہے۔

اور عمرہ کا احرام باندھنے والا اگر مُحصَر ہو جائے تو اُس کے لئے زوالِ اِحصار تک احرام میں رُکنا جائز ہے جیسا کہ مُحصَر بالحج کے لئے کیونکہ عمرہ فوت نہیں ہوتا اُس کا وقت پورا سال ہے سوائے پانچ ایام کے، چنانچہ علامہ ابومنصور کرمانی لکھتے ہیں:

العُمرةُ لا تفوتُ، فإنَّها جائزة فی جمیعِ السَّنةِ إلَّا خمسةِ أیّامٍ

۱۷٤۔ الکافی للحاکم (فی ضمن کتاب الأصل)، کتاب المناسك، باب المُحصر، ۳۸٦/۲

۱۷٥۔ الفتاوی التاتارخانیّة، کتاب الحجّ، الفصل الحادی عشر: فی الإحصار، ٤۰۱/۲

۱۷٦۔ الهدایة، کتاب الحجّ، باب الإحصار، تحت قوله: و علی المحصَر بالعمرة القضاء، ۱۔۲/۲۱٤، و فیه: و الإحصارُ عنها یَتحقّقُ عندنا و قال مالكٌ رحمه الله: لا یتحقَّقُ لأنّها لا تَتَوَقَّتُ، یعنی ہمارے نزدیک اُس سے احصار متحقّق ہوتا ہے اور امام مالک نے فرمایا: متحقّق نہیں ہوتا کیونکہ عمرہ مؤقّت نہیں ہے۔

فإنَّه یکرهُ ذلك (۱۷۷)

یعنی، عمرہ فوت نہیں ہوتا، پس وہ پورے سال جائز ہے سوائے پانچ دنوں کے کہ اُن میں مکروہ (تحریمی) (۱۷۸) ہے۔

اور وہ پانچ دن یوم عرفہ، عیدالضحیٰ کا دن، اور عید کے بعد کے تین دن یعنی گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ چنانچہ مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

وقت جوازِ عمرہ در ایام سال است الّا آنکہ مکروہ است تحریماً انشاءِ احرام عمرہ در ایام خمسہ اعنی روز عرفہ و روزِ عید نحر، و ایام تشریقِ ثلاثہ بعد از عید نحر (۱۷۹)

یعنی، عمرہ کا وقت سال کے تمام دن ہے مگر یہ کہ پانچ ایام میں انشاءِ احرام عمرہ مکروہ تحریمی ہے، پانچ ایام سے میری مراد یوم عرفہ، یوم عید نحر اور عید نحر کے بعد تشریق کے تین دن۔

اور جو مشقّت پر صبر کرنے کی طاقت رکھتا ہو وہ زوالِ اِحصار تک احرام کی پابندی میں رہ سکتا ہے اور جب اِحصار زائل ہو جائے تو عمرہ ادا کر کے احرام کھول دے اِس صورت میں اُس پر جانور ذبح کرنا لازم نہیں آتا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

أمّا إذا صبرَ علی تحمُّلِ مُشقَّةِ إحرَامِهِ حتَّی یَرتفِعَ المانعُ فیتحلّلُ بأفعالِ الحجّ و العُمرةِ فلا یجبُ علیه الهدی أی: إذا کان مُحرِماً بهما (۱۸۰)

یعنی، مگر جب احرام کی مُشقّت اُٹھانے پر صبر کرے یہاں تک کہ مانع

۱۷۷۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی فوات الحج، ۹۳۸/۲

۱۷۸۔ ہم نے مکروہ کو تحریمی کے ساتھ مقید کیا ہے کیونکہ اگلی عبارت میں اِس کی تصریح مذکور ہے۔

۱۷۹۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب دو ازدهم: در ذکر أحکام عمره، فصل اول: در بیان فضل عمره ووقت آن، ص ۳۳۱

۱۸۰۔ لُباب المناسك و شرحه المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الإحصار، فصل: فی بعث الهدی، ص ٤٦۱

اُٹھ جائے، پس افعالِ حج اور عمرہ کے ساتھ احرام سے فارغ ہوتو اُس پر
ہدی واجب نہیں ہے یعنی جب اُس نے دونوں کا احرام باندھا ہو۔(۱۸۱)
اور اگر احرام کی مُشقّت اُٹھانے پر صبر نہ کرے اور احرام کھولنا چاہے تو اُس کے لئے
بیان کردہ طریقے کے مطابق احرام کھولنا جائز ہے چنانچہ علامہ ابو منصور کرمانی لکھتے ہیں:

أنَّ المحرمَ بالعُمرةِ إذا أُحصِرَ جاز له التّحلُّلُ كما فی الحجّ (۱۸۲)

یعنی، بے شک مُحرِم بالعُمرہ جب مُحصَر ہو جائے تو اُس کے لئے (حرم
میں ہدی ذبح کروانے کے بعد) احرام کھولنا جائز ہے جیسا کہ حج میں
(جائز ہے)۔

ہم نے اُوپر ذِکر کیا کہ مُحصَر کو احرام کھولنے کے لئے دَم دینا ہوگا جو سرزمین حرم پر ذبح
ہو کیونکہ بغیر اِس کے اُس کا احرام نہیں کُھل سکتا چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی
متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فلا يتحلّلُ عندنا إلّا بالدَّمِ، "نهاية"، و لا يَقومُ الصّومُ و الإطعامُ
مقامَهُ، "بحر" (۱۸۳)

یعنی، ہمارے نزدیک وہ احرام سے فارغ نہ ہوگا مگر دَم دینے سے،
"نہایہ" اور روزہ رکھنا اور کھانا کھلانا دَم کے قائم مقام نہ ہوں گے۔
"بحر الرائق" (۱۸۴)

اِس لئے اگر جانور نہ پائے تو ہمیشہ حالتِ احرام میں ہی رہے گا چنانچہ لکھتے ہیں:

فإن عَجَزَ عنه و عن الهَدیِ يَبقى مُحرِماً أبداً قال فی "الفتح":

۱۸۱۔ اور اگر صرف حج کا احرام باندھا ہے تو صرف حج کے افعال ادا کر کے فارغ ہوگا اور اگر صرف عمرہ کا احرام باندھا ہو تو عمرہ کے افعال ادا کر کے احرام سے فارغ ہوگا۔

۱۸۲۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی المحصر، ۹٤۷/۲

۱۸۳۔ رَدُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، باب الإحصار، تحت قوله: فإن لم يجد، ٦/٤

۱۸۴۔ البحر الرّائق، كتاب الحج، باب الإحصار، تحت قوله: لمن أصر بعدو إلخ، ۹۷/۳

هذا هو المذهبُ المعروفُ (۱۸۵)

یعنی، پس اگر ادائیگی اور ہدی سے عاجز ہو جائے تو ہمیشہ مُحرِم باقی رہے
گا، "فتح القدیر" (۱۸۶) میں فرمایا کہ یہی مذہب معروف ہے۔

دوسری صورت یہی ہے حج کا احرام ہو یا عمرہ کا جب قدرت پائے اور حج کو پہنچ سکتا ہو تو
حج کے احرام میں حج ادا کر کے احرام اُتارے ورنہ عمرہ ادا کر کے احرام اُتارے اور عمرہ کے
احرام میں عمرہ ادا کر کے چنانچہ امام قاضیخان حسن بن منصور اُوزجندی لکھتے ہیں:

المُحصَر إذا لم يَجِد الهدیَ، فهو مُحرِمٌ إلى أن يَجِدَ أو
يَطوفَ و يسعى بين الصَّفا و المروةِ و يَحلقَ (۱۸۷)

یعنی، مُحصَر جب ہدی نہ پائے تو وہ مُحرِم ہے یہاں تک کہ ہدی پائے یا
طواف اور صفا و مروہ کے مابین سعی کرے اور حلق کروائے۔

اور ہم نے دن کے تعیّن کا ذِکر کیا ہے اِس کا فائدہ یہ ہے کہ اُسے وقتِ تحلّل معلوم ہو
جائے جیسا کہ "لُباب" میں گزرا اور وقت کا تعیّن بھی ضروری ہے تا کہ احرام کھولنا ذبح سے قبل
واقع نہ ہو جائے چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

لا بدّ أيضاً مِن تعيينِ وقتِهِ من ذلك اليوم إذا أراد التّحلُّلَ فيه لئلّا
يقعَ قبل الذّبحِ (۱۸۸)

یعنی، اُس دن وقت مُتعیّن کرنا بھی ضروری ہے جس دن میں احرام
کھولنے کا ارادہ رکھتا ہے تا کہ ذبح سے قبل احرام کھولنا واقع نہ ہو جائے۔

۱۸۵۔ ردّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، باب الإحصار، تحت قوله: أو يتحلّل بطوافٍ، ٧/٤

۱۸۶۔ فتح القدير، كتاب الحجّ، باب الإحصار، تحت قوله: و إليه، ٥٣/٣۔ أيضاً المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الإحصار، فصل: فی بعث الهدی، ص ٤٦١

۱۸۷۔ فتاویٰ قاضيخان علی هامش الهندية، كتاب الحجّ، فصل: فی الإحصار، ٣٠٦/١

۱۸۸۔ ردُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، باب الإحصار، تحت قول التنوير: عيّن يوم الذّبح، ٧/٤

یادرہے کہ صرف جانور یا قیمت حرم میں ادا نہ کرنے سے احرام نہ کھولے گا، اِسی طرح جانور کے حرم پہنچ جانے پر بھی احرام نہ کھولے گا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

لا یحلُّ ببعثِ الهَدیِ و لا بوُصُولِه إلی الحَرمِ (۱۸۹)

یعنی، ہدی بھیجنے سے احرام سے فارغ نہ ہوگا اور نہ اُس کے حرم پہنچنے سے۔

اوراحرام کھولنے کے لئے حلق ضروری نہیں، کرلے تو اچھا ہے ورنہ ممنوعاتِ احرام میں سے کسی بھی ممنوع کا ارتکاب کافی ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

إذا عَلِمَ أنّه قد ذُبِحَ هديَه بالحرمِ و أرادَ أن یتحلَّلَ بفِعْل أَدنَی ما یَحظرهُ من الإحرامِ لا یجبُ علیه الحَلقُ و إن فعَلَه فحسنٌ (۱۹۰)

یعنی، مُحصَر کو جب معلوم ہو جائے کہ اُس کا جانور حرم میں ذبح کر دیا گیا ہے اور وہ اُن افعال میں سے جو احرام میں ممنوع ہیں ادنیٰ فعل کے ساتھ احرام سے فارغ ہونے کا ارادہ کرے، اُس پر حلق (یا تقصیر) واجب نہیں ہے اور اگر (حلق) کرلے تو اچھا ہے۔

اوراگر حرم میں اُس کی طرف سے جانور ذبح ہونے سے قبل ممنوعات احرام کا ارتکاب کیا اور وہ جانتا ہے کہ اِس طرح ممنوعات کا ارتکاب میرے لئے جائز نہیں ہے تو جانور کے ذبح ہونے سے قبل جتنے جُرم اُس سے سرزد ہوئے اُتنے کفّارے اُس پر لازم ہوں گے، چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

و قوله: "ثُمَّ تحلَّلَ": یُفیدُ أنّه لا یتحلَّلُ قبلَه حتّی لو ظنَّ المُحصَرُ أنَّ الهَدیَ قد ذُبِحَ فی یومِ المَواعدِ ففَعَل مِن المَحظُوراتِ الإحرام، ثُمَّ ظهَرَ عدمُ الذَّبحِ إذ ذاك كان علیه موجبُ الجِنَایةِ، كذا لو ذُبِحَ فی الحِلِّ علی ظنِّ أنه ذُبِحَ فی

۱۸۹۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الإحصار، فصل: فی بعث الهدی، ص۴۵۸

۱۹۰۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الإحصار، فصل: فی التحلّل، ص۴۶۴

الحَرمِ (۱۹۱)

یعنی، مُصنّف کا قول کہ ''پھر احرام کھولے'' اِس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ وہ اِس سے قبل احرام سے نہ نکلے گا یہاں تک کہ اگر مُحصَر نے گُمان کیا کہ اُس کا ہدی وعدے کے روز ذبح کر دیا گیا ہے پس اُس نے محظوراتِ احرام کا ارتکاب کیا، پھر ذبح نہ ہونا ظاہر ہوا تو اُس وقت اُس پر موجب جنایت لازم ہے، اِسی طرح حِل میں ذبح ہو اِس گُمان پر کہ حرم میں ذبح ہوا ہے۔

اور علامہ اکمل الدین بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ (۱۹۲) اور علامہ جلال الدّین خوارزمی کرلانی حنفی (۱۹۳) لکھتے ہیں:

إذا ظنَّ المُحصَر به ذُبِحَ هَدیُهُ، ففَعَل ما یَفعلُ الحَلالُ، ثُمَّ ظَهَرَ أنّه لم یُذبَح كان علیه مَا علی الذی ارتكَبَ مَحظُوراتَ الإحرام لبقَاءِ إحرَامِه، كذا ذكرهُ الإمام قاضیخان رحمه الله

یعنی، جب مُحصَر نے اپنے ہدی کے ذبح ہونے کا گُمان کیا پس اُس نے وہ کیا جو غیر مُحرِم کرتا ہے، پھر ظاہر ہوا کہ ذبح نہیں ہوا تو اُس پر احرام کے باقی ہونے کی وجہ سے وہ لازم ہے جو اُس پر لازم آتا ہے جو محظوراتِ احرام کا ارتکاب کرے، اِسی طرح امام قاضیخان رحمۃ اللہ علیہ نے ذِکر کیا ہے۔(۱۹۴)

اور علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

۱۹۱۔ فتح القدیر، كتاب الحجّ، باب الإحصار، تحت قوله: وواعد، ۵۳/۳

۱۹۲۔ العِنَایة، علی هامش الفتح، كتاب الحجّ، باب الإحصار، تحت قوله: یقال له: ابعث إلخ، ۵۳/۳

۱۹۳۔ الكفایة، علی هامش الفتح، كتاب الحجّ، باب الإحصار، تحت قوله: و وَاعَد مَن إلخ ۵۳/۳

۱۹۴۔ "فتاویٰ قاضیخان" کی فصل: فی الإحصار میں یہ مسئلہ نظر نہیں آیا۔

و لو ظَنَّ أنّه ذُبِحَ ظَهرَ خِلافُه فعليه ما ارتكَبَ مِنَ المَحظُوراتِ الجزاءُ (۱۹۵)

یعنی، اگر گُمان کیا کہ جانور ذبح ہوگیا ہے ظاہر اُس کا خلاف ہوا تو اُس پر اُن محظوراتِ احرام کی جزاء لازم ہے جن کا اُس نے ارتکاب کیا۔

اور علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

إن حلّ فی یومَ وَعدِهِ علی ظَنِّ أنّه ذُبِحَ هَدیُهُ عنه فی ذلك الیَومِ، ثم عَلِمَ أنَّه لم یَذبَحهُ، كان مُحرِماً و علیه دمٌ لإحلالِه قبلَ وَقتِه (۱۹۶)

یعنی، اگر وعدے کے دن اِس گُمان پر احرام سے نکل گیا کہ اُس کا جانور اُس کی طرف سے اُس دن ذبح ہوگیا ہے پھر معلوم ہوا کہ ذبح نہیں ہوا تو وہ محرم ہے اور اُس پر وقت سے قبل احرام سے نکلنے کا دَم لازم ہوگا۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فلو ظنَّ ذَبحَه فَفعلَ كالحَلالِ فظَهَرَ أنّه لم یَذبحُ أو ذَبَحَ فی حلٍّ لزِمَه جزاءُ ما جَنَی (۱۹۷)

یعنی، پس اگر اُس کے ذبح ہونے کا گُمان کیا پھر اُس نے غیر مُحرِم کی طرح کام کئے پھر ظاہر ہوا کہ اُس نے ذبح نہیں کیا یا حِلّ میں ذبح کیا ہے تو اُس نے جو جُرم کئے اُن کی جزاء لازم ہے۔

اِس کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں:

أی: یَتعدَّدُ بتَعدُّدِ الجِنَایات، ط (۱۹۸)

۱۹۵۔ لُباب المناسك مع شرحه، باب الإحصار، فصل: فی التّحلّل، ص ٤٦٥

۱۹۶۔ الفتاوی الهندیة، كتاب المناسك، الباب الثّانی عشر: فی الإحصار، ۱/ ۲۵۵

۱۹۷۔ الدّر المختار، كتاب الحجّ، باب الإحصار، تحت قوله: بلا حلق و تقصیر، ص ۱۷۲

۱۹۸۔ ردّ المحتار علی الدُّرّ المختار، كتاب الحجّ، باب الإحصار، تحت قوله: لزمه جزاء ما جنی، ٤/ ۸

یعنی، جرائم کے متعدّد ہونے سے جزائیں متعدّد ہوں گی۔

"طحطاوی" (۱۹۹)

علامہ شامی "طحطاوی" کے حوالے سے اِسے ذِکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قلتُ: لم أر مَن صرَّحَ بذلك، نعم هو ظاهرُ كلامهم (۲۰۰)

یعنی، میں کہتا ہوں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے اِس کی تصریح کی ہو، ہاں فقہاء کرام کے کلام کا ظاہر یہی ہے۔

اب وہ جو ہدی حرم میں ذبح کروائے بغیر احرام کی پابندیاں چھوڑ دے اور یہ جانتا ہو کہ اِس طرح سے میں احرام سے نہیں نکلوں گا وہ حرم میں جانور بھیجے جو اُس کی طرف سے ذبح ہو جب تک اُس کی طرف سے جانور ذبح نہیں ہوتا احرام پر جتنی جنایتیں کرے گا اتنے کفّارے اُس پر لازم ہوں گے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں ذِکر کردہ عبارات سے ظاہر ہے اور گُناہ الگ ہوگا جس کے لئے اُس پر توبہ لازم ہے۔

اب وہ شخص جو دم دیئے بغیر احرام کی پابندیاں ترک کر دیتا ہے اور اپنی جہالت سے یہ سمجھتا ہے کہ میرا احرام اُتر گیا تو اُس شخص کے لئے عباراتِ فقہاء سے جو ظاہر ہے، وہ یہی ہے کہ اُس شخص پر دَم کے ذبح ہونے سے قبل جتنے جُرم ہوں اتنی جزائیں لازم ہوں، لیکن علامہ شامی کی عبارت سے اِس کی تائید ہوتی ہے کہ تمام جرائم کا ایک ہی کفّارہ کافی ہو اور وہ عبارت یہ ہے:

و لیُنظَر الفرقُ بینه و بین ما مرَّ من أنَّ المُحرِم لو نَوَی الرَّفضَ فَفَعلَ كالحَلالِ علی ظنِّ خُروجِه من الإحرامِ بذلك لَزِمَهُ دمٌ واحدٌ لجَمیعِ ما ارتكبَ، لاستنادِ الكُلِّ إلی قصدٍ واحدٍ، و

۱۹۹۔ حاشیة الطّحاوی علی الدّرّ المختار، كتاب الحجّ، باب الإحصار، تحت قوله: لزمه جزاءُ ما جنی، ۱/ ٥٤٤

۲۰۰۔ ردّ المحتار علی الدُّرّ المختار، كتاب الحجّ، باب الإحصار، تحت قوله: لزمه جزاء ما جنی، ٤/ ۸

علَّلُوا ذلك بأنَّ التَّأويلَ الفاسِدَ مُعتبَرٌ فی دفعِ الضّماناتِ الدُّنيويَّة كالباغی إذا أتلَفَ مالَ العادلِ أو قتلَهُ، و لا يخفی استنادُ الكُلِّ هنا إلی قصدٍ واحدٍ أيضاً، و كذا قال بعض مُحشِّی الزّيلعيّ: يَنبغِی عدُمُ التّعدُّدِ هنا أيضاً (۲۰۱)

یعنی، چاہئے کہ اِس میں اور اُس میں جو گزرا فرق دیکھا جائے کہ مُحرِم اگر احرام کھولنے کی نیّت کرلے پس وہ اُس نے احرام سے نکل جانے کے گُمان میں غیرمُحرِم کی مثل کام کئے تو اُس پر کُل کے ایک قصد کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے جمیع جرائم کے ارتکابات کا ایک دَم لازم ہوگا، اور اِس کی تعلیل یہ کی کہ ضماناتِ دنیویہ کے دفعیہ میں فاسد تاویل معتبر ہے، جیسے باغی جب عادل کا مال تلف کردے یا اُسے تلف کردے اور یہاں (مُحصَر کے مسئلے میں) بھی مخفی نہیں ہے کہ کُل کا استناد ایک قصد کی جانب ہے اور اِسی لئے ''زیلعی'' کے بعض حاشیہ لکھنے والوں نے فرمایا: یہاں بھی (جزاؤں کا) عدم تعدُّد ہونا چاہئے۔(۲۰۲)

اور اگر حج کا احرام باندھا تھا تو حج اور عمرہ دونوں کی قضاء لازم آئے گی، دونوں کے لُزوم کی وجہ بیان کرتے ہوئے امام حسن بن منصور بن ابی القاسم قاضیخان متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

و إن كان مُحرِماً بحجّةٍ فعلَيه حجّةٌ و عمرةٌ، أمّا قضاء الحجّ، فإن كان ذلك حجّة الإسلام فعليه أداؤُها، و إن كان مُحرِمًا

۲۰۱۔ ردّ المحتار علی الدُّرّ المختار، كتاب الحجّ، باب الإحصار، تحت قوله: لَزِمَهُ جزاءُ ما جَنَى، ۸/٤

۲۰۲۔ علامہ شامی نے اِس مسئلہ کو باب الجنایات میں اور دو مقامات پر بھی ذِکر کیا ہے، ایک جگہ "تنوير الأبصار" کی عبارت فأحرم بالحج رفصة اور "در مختار" کی عبارت "وُجوباً بالحلق" کے تحت (مطلب: لا يجب الضّمان بكسر آلات اللّهو، ۷۱٤/۳) اور دوسری جگہ "تنوير الأبصار" کی عبارت "و بترك أكثره بقی مُحرماً حتی يطوفَ" اور "در مختار" کی عبارت "إلا أن يقصد الرّفض"، کے تحت (٦٦٥/۳)

بحجّةِ التّطوُّعِ عليه قضائُها، لأنَّه خرَجَ منها بعد صحَّةِ الشُّروعِ فيها، و أمّا قضاءُ العُمرةِ، فلأنَّه لمَّا عَجزَ عن الحجّ بعد الشُّروعِ صَار كفائتِ الحَجِّ، و فائتُ الحجّ تَلزَمُه العمرةُ فكان عليه قضاءُ العمرةِ (۲۰۳)

یعنی، اگر حج کا احرام باندھنے والا ہے تو اُس پر حج اور عمرہ لازم ہے، مگر حج کی قضاء پس اگر وہ حجۃ الاسلام ہے تو اُس پر اُس کی ادائیگی لازم ہے اور اگر نفلی حج کا احرام باندھنے والا ہے تو اُس پر اُس کی قضاء لازم ہے کیونکہ وہ اُس سے اُس میں صحتِ شروع کے بعد نکلا ہے، مگر عمرہ کی قضاء وہ اِس لئے کہ جب حج (کے احرام کے ذریعے اس) میں شروع کے بعد حج سے عاجز ہوگیا تو وہ حج فوت کرنے والے کی مثل ہوگیا اور حج فوت کرنے والے پر عمرہ لازم آتا ہے تو اس پر (حج کے ساتھ) عمرہ کی قضاء لازم آگئی۔

اور اگر صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا تو صرف عمرہ کی قضاء لازم آئے گی چنانچہ امام حسن بن منصور بن أبی القاسم اُوزجندی لکھتے ہیں:

ثُمَّ إن كان مُحرماً بالعمرةِ عليه قضاءُ العُمرةِ إذا قدَرَ (۲۰٤)

یعنی، پھر اگر عمرہ کا احرام باندھا ہے تو اُس پر عمرہ کی قضاء لازم ہے جب (ادائیگی پر) قادر ہو۔

اور علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماءِ ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

فإن كان مُفرداً بالعُمرةِ فعلَيه عُمرةٌ مكانَها (۲۰۵)

یعنی، پس اگر مفرد بالعمرہ ہے تو اس پر عمرہ کی جگہ عمرہ لازم ہے۔

۲۰۳۔ فتاویٰ قاضيخان، علی هامش الهندية، كتاب الحجّ، فصل: فی الإحصار، ۳۰۵/۱

۲۰٤۔ فتاویٰ قاضيخان علی هامش الهندية، كتاب الحجّ، فصل: فی الإحصار، ۳۰۵/۱

۲۰۵۔ الفتاوی الهندية، كتاب المناسك، الباب الثّانی عشر: فی الإحصار، ۲۵۵/۱

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ١٦ ذوالحجة ١٤٣١ھ، ٢٢ نوفمبر ٢٠١٠ م F-690

جدّہ سے براستہ مکہ طائف جانے والے کے احرام کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ جدّہ سے طائف جانے کے لئے جو راستہ استعمال ہوتا ہے وہ حُدودِ حرم سے ہوکر گزرتا ہے۔ جو شخص اِس راستہ سے طائف جائے تو اُس پر احرام لازم ہوگا یا نہیں؟ جب کہ اُس کا ارادہ طائف جانے کا ہے۔

(السائل: محمد احمد، جمشید روڈ، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یاد رہے کہ جدّہ میقات کے اندر حِل واقع ہے، اور حِل کا رہنے والا بلا احرام مکہ مکرمہ آسکتا ہے جب کہ وہ حج وعمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

وَ لهُم دُخولُ مكّةُ بغيرِ إحرامٍ إذا لم يُريدُوا نُسُكا وإلّا فَيَجِبُ (٢٠٦)

یعنی، اُن (اہلِ حِل) کے لئے بلا احرام مکہ مکرمہ میں داخل ہونا جائز ہے جب وہ کسی نُسُک (حج وعمرہ) کا ارادہ نہ رکھتے ہوں، ورنہ واجب ہے۔

اور علامہ نظام حنفی متوفی ١١٦١ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

و مَن كان داخلُ الميقاتِ كَالبُستانی لَه أَن يدخُلَ مكّةَ لحاجةٍ بلا إحرامٍ إلّا إذا أرادُ النُّسُكُ (٢٠٧)

یعنی، اور جو شخص میقات کے اندر ہے جیسا کہ باغ والا تو اُس کے لئے کسی کام کی غرض سے بلا احرام مکہ میں داخل ہونا جائز ہے مگر جب وہ نُسک (یعنی حج یا عمرہ) کا ارادہ رکھتا ہو (تو احرام لازم ہوگا)۔

٢٠٦۔ لُباب المناسك، باب المواقيت، فصل: فی الصِّنف الثّانی، ص ٩٢

٢٠٧۔ الفتاوی الهندية، كتاب المناسك، الباب الثّانی: فی المواقيت، ١/٢٢١

اور علامہ قاضی جمال الدین احمد بن محمود غزنوی حلبی حنفی متوفی ٥٩٣ھ لکھتے ہیں:

و من كان أهلُه داخلَ المواقيت، جَازَ له دخولُ مكة بغير إحرام (٢٠٨)

یعنی، جس کا گھر مواقیت کے اندر ہے، اُس کے لئے بلا احرام مکہ داخل ہونا جائز ہے۔

لہٰذا جب جدہ رہنے والے کو حج یا عمرہ کے ارادے کے بغیر بلا احرام مکہ مکرمہ میں داخل ہونا جائز ہے تو حدودِ حرم سے گزرنا بطریقِ اَولیٰ جائز ہوگا۔ اِس لئے اِس شخص پر کوئی دم یا صدقہ اور کوئی گُناہ لازم نہیں ہوگا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٢ رمضان المبارك ١٤٣٣ھ، ٢٢ يوليو ٢٠١٢ م F-798

جدّہ میں رہنے والے کا حجِ قران

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص جو جدّہ میں نوکری کرتا ہے اُس نے جدّہ سے حجِ قران کا احرام باندھا اور مکہ مکرمہ آیا اور عمرہ ادا کیا اور منیٰ روانہ ہوگیا پھر نو ذوالحجہ کو عرفات میں وُقوف بھی کرلیا، اب سوال یہ ہے کہ اُس کا حج درست ہوگا یا نہیں اور حجِ قران کی قربانی اُس پر لازم ہے یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی، از جدہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس کا حج درست ہوجائے گا اور اُس پر دَم جبر لازم ہوگا نہ کہ دَم شُکر یعنی دس ذوالحجہ کو حجِ قران وتمتُّع میں جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد جو قربانی واجب ہوتی ہے اُسے ''دَم شُکر'' کہتے ہیں اور اُس کی قربانی ''دَم جبر'' ہوگی اور اُس نے حجِ قران کا احرام باندھ کر بُرا کیا کیونکہ حج کی تین قسمیں ہیں حجِ قران، حجِ تمتُّع اور حجِ افراد، آفاقی تینوں میں سے کسی کا بھی احرام باندھ سکتا ہے اور مکی اور

٢٠٨۔ الحَاوِی القُدسی، كتاب الحجّ، باب الإحرام، فصل، ١/٣٢٤

میقاتی اور حل کا رہنے والا صرف حجِ افراد کا باندھے گا، اُن کے حق میں قِران اور تمتُّع مشروع نہیں ہیں چنانچہ علامہ علاؤالدین محمد بن احمد سمرقندی حنفی متوفی ۵۳۹ھ لکھتے ہیں:

الـمُتعةُ و الـقِـرانُ مَشرُوعَانِ فی حقِّ أهلِ الآفاقِ، فأمّا فی حقِّ حَـاضـری الـمَسـجِـد الـحَـرامِ و هُـم أهلُ مكّةَ، و أهلُ دَاخِلِ المَوَاقِيتِ: فَمَكرُوهٌ (۲۰۹)

یعنی، تمتُّع اور قِران اہلِ آفاق کے حق میں مشروع ہیں مگر اہلِ مکہ اور مواقیت کے اندر رہنے والوں کے حق میں مکروہ ہیں۔

اور علامہ حسن بن منصور بن ابی القاسم اُوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

و كما لا قِرانَ لأهلِ مكّةَ و مَن كان فی معنَاهُم، لا مُتعةَ لهم (۲۱۰)

یعنی، جیسا کہ اُن کے لئے جو مکہ میں رہتے ہیں اور وہ جو اُن کے معنی میں ہیں(۲۱۱) حجِ قران (مشروع) نہیں ہے (اِسی طرح) اُن کے لئے حجِ تمتُّع نہیں ہے۔

اور علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ (۲۱۲) اور اُن سے علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت(۲۱۳) نے لکھا کہ:

و ليس لأهل مكّةَ تمتُّعٌ و لا قِرانٌ و إنّما لهم الإفرادُ خاصةً ،

یعنی، اہلِ مکہ کے لئے نہ تمتُّع (مشروع) ہے اور نہ قران اور اُن کے لئے صرف خاص طور پر حجِ افراد (مشروع) ہے۔

۲۰۹۔ تُحفةُ الفُقَهاء، كتاب الحجّ، باب الإحرام، و أمّا المتمتّع، ص۲۰۴

۲۱۰۔ فتاویٰ قاضيخان على هامش الهندية، كتاب الحجّ، فصل: فی التّمتّع، ۱/۳۰۴

۲۱۱۔ وہ لوگ جو میقات پر یا حرم اور میقات کے مابین رہتے ہیں یا حدودِ حرم میں مکہ سے باہر رہتے ہیں سب کے سب مکی کے معنی میں ہیں۔

۲۱۲۔ بِدايةُ المُبتَدِی، كتاب الحجّ، باب التّمتّع، ۱۔۱۹۱/۲

۲۱۳۔ الـفتـاوی الهـندية، كتاب المناسك، الباب التّاسع: فی القران و التّمتّع، ۱/۲۳۹، دار المعرفة (۱/۳۰۴، دار الفكر)

اور علامہ عالم بن العلاء انصاری حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

وفی "التَّجرِيد": و ليس لأهلِ مكّةَ و لا لأهلِ المواقيتِ تمتّعٌ، و لا قِرانٌ (۲۱۴)

یعنی، اور "تـجـريـد" (۲۱۵) میں ہے کہ اہلِ مکہ کے لئے اور نہ اہلِ مواقیت کے لئے تمتُّع (مشروع) ہے اور نہ قِران۔

اور علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

و ليس لأهـلِ مكّةَ و مَن هو داخلُ الميقاتِ قرانٌ و لا تمتّعٌ، و إنّما لهم الإفرادُ فحسبُ (۲۱۶)

یعنی، اہلِ مکہ اور وہ جو میقات کے اندر رہتے ہیں اُن کے لئے نہ قِران (مشروع) ہے اور نہ تمتُّع، اور اُن کے لئے صرف افراد (مشروع) ہے اور بس۔

اور امام اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

اعـلـم أنَّ أهلَ مكّةَ و مَن كان داخلَ الميقات لا تمتُّعَ لهم و لا قِرانَ عند أبی حنيفةَ و أصحَابِه (۲۱۷)

یعنی، جان لے کہ بے شک اہلِ مکہ اور وہ جو داخلِ میقات ہیں اُن کے لئے نہ تمتُّع (مشروع) ہے اور نہ قران، امام ابوحنیفہ اور اُن کے اصحاب کے نزدیک۔

۲۱۴۔ الفتاویٰ التّاتارخانيّة، كتاب الحجّ، الفصل التّاسع: فی القران، ۱/۳۹۵

۲۱۵۔ التّجـريـد، كتـاب الـحـجّ، مسألة: ۴۲۷، ليس لأهل مكة و أهل المواقيت تمتّع و لا قِران، ۴/۱۷۳۲

۲۱۶۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی القرآن و صفة أدائه، ۱/۶۳۶

۲۱۷۔ الـعِنَاية على هامش الفتح، كتاب الحجّ، باب التّمتّع، تحت قوله: ليس لأهل مكّة تمتُّع و لا قِران ۲/۴۲۸

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

لا قرانَ لأهلِ مكّةَ و لا لأهلِ المواقيتِ و هُمُ الذين مَنزِلُهم فی نَفسِ الميقاتِ، و لا لأهلِ الحِلِّ و هُمُ الَّذين بَينَ المواقيتِ و الحَرَمِ (۲۱۸)

یعنی، اہلِ مکہ کے لئے قِران (مشروع) نہیں ہے اور نہ اہلِ مواقیت کے لئے اور اہلِ مواقیت وہ ہیں کہ جن کے گھر نفسِ میقات میں ہیں اور نہ اہلِ حِل کے لئے قِران (مشروع) ہے اور اہلِ حِل وہ ہیں جو مواقیت اور حرم کے مابین (رہتے) ہیں۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماءِ ہند کی جماعت نے لکھا:

و كذلك أهلُ المواقيتِ، و مَن دُونها إلى مكّة فی حكم أهلِ مكّة، كذا فی "السّراج الوهّاج" (۲۱۹)

یعنی، اِسی طرح اہلِ مواقیت ہیں (کہ اُن کے حق میں بھی قران وتمتُّع مشروع نہیں) اور وہ جو میقات سے مکہ کی طرف (رہتے) ہیں وہ اہلِ مکہ کے حکم میں ہیں، اِسی طرح "السّراج الوهّاج" (۲۲۰) میں ہے۔

یہ امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کا مذہب ہے جو حضرت علی، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب کے موافق ہے چنانچہ امام اکمل الدین بابرتی لکھتے ہیں:

و إمامُهم فی ذلك علیٌّ، و عبدُ الله بنُ عباسٍ، و عبدُ الله بنُ عمرَ رضی الله عنهم (۲۲۱)

۲۱۸۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب القران، فصل: فی قران المكی، ص۲۹۶

۲۱۹۔ الفتاوی الهندية، كتاب المناسك، الباب التّاسع: فی القران و التّمتّع، ۲۳۹/۲

۲۲۰۔ اور یہ کتاب مطبوع نہیں ہے اور مخطوط کے دو نسخے ہمارے ہاں موجود ہیں اور دونوں میں کتاب الحج مفقود ہے۔

۲۲۱۔ العِنَاية، علی هامش الفتح، كتاب الحجّ، باب التّمتع، تحت قوله: ليس لأهل مكة تمتّع و لا قِران، ۴۲۸/۲

یعنی، امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کے اِس مسئلہ میں امام حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم ہیں۔

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اِن کے حق میں قران اور تمتُّع کی عدم مشروعیّت مروی ہے چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

و صحَّ عن عمرَ أنَّه قال: لَيس لأهلِ مكَّةَ تمتُّع و لا قِران (۲۲۲)

یعنی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا اہلِ مکہ کے لئے نہ تمتُّع ہے اور نہ قِران۔

اور اگر کوئی مکہ یا میقات یا حِل کا رہنے والا حجِ قِران کا احرام باندھ لے تو اُسے لازم ہے کہ وہ عمرہ چھوڑ دے اور صرف حج کرے اور عمرہ چھوڑنے کا دَم اور عمرہ کی قضا کرے چنانچہ علامہ ابومنصور کرمانی لکھتے ہیں:

و عليه أن يَرفضَ أحدُهما و عليه دمٌ (۲۲۳)

یعنی، اور اُس پر لازم ہے کہ وہ دونوں (حج وعمرہ) میں ایک کو چھوڑ دے اور اُس پر دَم لازم ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و يَلزَمهُ رَفضُ العُمرةِ، فإذا رفضَها فعليه دمُ الرَّفضِ (۲۲۴)

یعنی، اور اُسے عمرہ کو چھوڑنا لازم ہے، پس جب وہ اُسے چھوڑ دے تو اُس پر عمرہ چھوڑنے کا دَم لازم ہے۔

اور عمرہ چھوڑنے کا حکم اِس لئے ہے کہ عمرہ کے افعال کم ہیں اور اُس کی قضاء جلد ہو جاتی ہے اور پھر اُس کی قضاء کا وقت پورا سال ہے چنانچہ علامہ کرمانی لکھتے ہیں:

فإن قَرنَ بَينَهما أُمِرَ برَفضِ العُمرةِ على كُلِّ حالٍ و مَضَى فِی

۲۲۲۔ فتح القدير، كتاب الحجّ، باب التمتّع، تحت قوله: وليس لأهل مكة إلخ، ۴۲۸/۲

۲۲۳۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی القران و صفة أدائه، ۶۳۶/۱

۲۲۴۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب القران، فصل: فی قران المكّی، ص۲۹۶

الحجّ، و إنّما ترفضُ العمرةُ لأنَّ العمرةَ أقلُّ فِعلاً و أقربُ قَضاءً، و لأنَّ العُمرةَ تُقضَى فی جمیعِ السّنةِ (۲۲۵)

یعنی، پس اگر قران کر لے تو اُسے ہر حال میں عمرہ چھوڑنے کا حکم کیا جائے گا اور حج کو پورا کرے گا، عمرہ اِس لئے چھوڑا جائے گا کیونکہ عمرہ فعل کے اعتبار سے اقلّ ہے اور اُس کی قضاء بہت قریب ہے اور اِس لئے کہ عمرہ پورے سال قضاء کیا جاسکتا ہے۔

اور اگر عمرہ نہیں چھوڑتا حج چھوڑ دیتا ہے تو اُس پر دَم کے ساتھ حج وعمرہ دونوں کی قضاء لازم آتی ہے چنانچہ علامہ کرمانی حنفی لکھتے ہیں:

و لَو رَفضَ الحجَّ لزِمَهُ حجٌّ و عمرةٌ (۲۲۶)

یعنی، اور اگر حج چھوڑ دیتا ہے تو اُسے حج اور عمرہ لازم ہے۔

اور اگر وہ دونوں ادا کر لیتا ہے جیسا کہ سوال میں ذِکر کردہ شخص نے کیا تو وہ اسائت کرنے والا ہے اور اُس پر ایک دَم لازم ہے جو کہ دَم جبر ہے، چنانچہ علامہ ابو منصور کرمانی حنفی لکھتے ہیں:

وإن مَضَى علیهما حتی یَقضِیَهما أجزَاهُ و علیه دمٌ، للجَمعِ بَین الإحرامَینِ فی وقتٍ غیر مشروعٍ فصَار جانیاً بالجَمعِ لما مرّ (۲۲۷)

یعنی، اگر دونوں ادا کر لیتا ہے تو اُسے جائز ہو جائے گا اور اُس پر دو احراموں (یعنی احرام حج وعمرہ) کے مابین غیر مشروع وقت میں جمع کرنے کی وجہ سے دَم لازم ہے، وہ احراموں کے مابین جمع کے سبب جنایت کرنے والا ہو گیا۔

۲۲۵۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی حكم المكّی إذا قرن أو تمتّع، ۱/۶۸۲

۲۲۶۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی حكم المكی إذا قرن أو تمتّع، ۱/۶۸۲

۲۲۷۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی حكم المكی إذا قرن أو تمتّع، ۱/۶۸۲، ۶۸۳

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

فمَن قَرَن منهم كان مُسیئًا و علیه دمُ جبرٍ (۲۲۸)

یعنی، پس اُن میں سے (یعنی اہلِ مکہ یا اہلِ حِل یا اہلِ میقات میں سے) کسی نے قران کیا تو وہ اسائت کرنے والا ہے اور اُس پر دَم جبر لازم ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حلق یا تقصیر سے قبل جو قربانی کرے گا وہ دَم شکر نہ ہوگا بلکہ دَم جبر ہوگا چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أی: كفّارة لإساءتِه حَتماً، لأنَّ قِرانَه غیرُ مسنونٍ، لیكونَ علیه دَمُ شُكرٍ (۲۲۹)

یعنی، اُس پر اسائت کی وجہ سے وُجوباً کفّارہ لازم ہے، کیونکہ اُس کا قران غیر مسنون ہے کہ اُس پر دَم شکر لازم ہو۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۱۱ ذوالحجة ۱٤۳۱ھ، ۱۸ نوفمبر ۲۰۱۰ م 687-F

کیا مدینہ شریف کے رہنے والے حجِ افراد کر سکتے ہیں؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ہم مدینہ شریف میں رہتے ہیں اور ہمیں حج کے لئے آنا ہے، ہمارا ارادہ ہے کہ ہم حج افراد کریں اور ہم نے حج کے مہینوں میں کوئی عمرہ نہیں کیا اور ہمارا وطن تو پاکستان ہے ہم مدینہ شریف میں کام کے سلسلے میں مقیم ہیں، کیا ہم حج افراد کا احرام باندھ سکتے ہیں یا نہیں جب کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میقات کے باہر رہنے والے حج افراد نہیں کر سکتے؟

(السائل: سید عبدالرحمٰن از مدینہ منورہ)

۲۲۸۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب القران، فصل: فی قران المكی، ص۲۹۶

۲۲۹۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب القران، فصل: فی قران المكی، ص۲۹۶

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حجِ افراد آفاقی وغیر آفاقی دونوں کر سکتے ہیں، بعض عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ آفاقی حجِ افراد نہیں کر سکتا غلط ہے، علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ثُمَّ الحجّ المفردُ يتحقّقُ من الآفاقي و غيرِ الآفاقي (٢٣٠)

یعنی، پھر حجِ مُفرد آفاقی وغیر آفاقی دونوں سے مُتحقّق ہوتا ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

جائز است افراد بحج یا عمرہ درحق مکی وآفاقی وامّا تمتّع وقران پس این ہر دو وجہ منہی ست درحق مکی در مذہبِ حنفیّہ نہ درحق آفاقی (۲۳۱)

یعنی، حج افراد اور عمرہ مُفردہ مکی اور آفاقی دونوں کے حق میں جائز ہے، مگر حجِ تمتّع اور قران پس یہ دونوں حنفی مذہب میں مکی (اور میقاتی) کے حق میں ممنوع ہیں نہ کہ آفاقی کے حق میں۔

علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا ہے کہ:

القِرانُ فی حقِّ الآفاقيِّ أفضلُ مِنَ التَّمَتُّعِ و الإفرَادِ و التّمتُّع فی حقّهِ أفضلُ مِنَ الإفرادِ هذا هُو المذكورُ فی "ظَاهرِ الرِّوايَةِ"، هكذا فی "المحيط" (٢٣٢)

یعنی، آفاقی کے حق میں قران حجِ تمتُّع اور افراد سے افضل ہے اور تمتُّع اُس کے حق میں افراد سے افضل ہے، ''ظاہر الروایۃ'' میں یہی مذکور ہے، اِسی طرح "محیط" (۲۳۳) میں ہے۔

۲۳۰۔ المسالك فی المناسك، فصلٌ بعد فصلٍ: فی صفة الحجّ المفرد، ۳۷۱/۱

۲۳۱۔ حيات القلوب فی زيارت المحبوب، باب اول: در بيان احرام، فصل سيوم: دربيان انواعِ احرام، ص٦٨

۲۳۲۔ الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب السّابعُ: فی القران التّمتُّع، ۲۳۹/۱

۲۳۳۔ المحيط البرهانی، كتاب المناسك، الفصل التّاسع: فی القارن، ٦٧/٣

اور علامہ عالم بن العلاء انصاری حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

أعلم بأنَّ القِرانَ فی حقِّ الآفاقيِّ أفضلُ من التّمتُّعِ و الإفرَادَ، ..... و التّمتُّعُ فی حقِّ الآفاقيِّ أفضلُ من الإفرادِ، و هذا هو المذكورُ فی "ظاهرِ رواية" أصحابِنا، ملخصاً (٢٣٤)

یعنی، جان لے کہ حجِ قِران آفاقی کے حق میں تمتّع اور افراد سے افضل ہے اور تمتّع اُس کے حق میں افراد سے افضل ہے اور ہمارے اصحاب کی ''ظاہر روایت'' سے یہی مذکور ہے۔

اِن عبارات سے معلوم ہوا کہ آفاقی کے حق میں حجِ افراد جائز ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الأحد، ٨ ذوالحجة ١٤٣١ھ، ١٤ نوفمبر ٢٠١٠ م 686-F

مدینہ طیّبہ سے حجِ قِران کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک گروپ کے حاجی پاکستان سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئے عمرہ ادا کیا کچھ روز مکہ مکرمہ میں ٹھہرنے کے بعد اُس گروپ کی مدینہ طیبہ روانگی ہوگئی، اب اُن کی مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ واپسی ہے اور حج کے ایام بھی قریب ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ ہم حجِ قران کا احرام باندھیں تو انہوں نے ایک مفتی صاحب سے اِس کے بارے میں جب پوچھا تو انہوں نے منع کر دیا کہ حجِ قران کا احرام نہیں باندھ سکتے، اور اِس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یہ لوگ مدینہ طیبہ سے حجِ قران کا احرام باندھ سکتے ہیں کیونکہ حجِ قِران کی تعریف یہ ہے کہ حاجی میقات سے عمرہ اور حج کا ایک

۲۳۴۔ الفتاوى التّاتارخانيّة، كتاب الحجّ، الفصل التّاسع: فی القارن، ۳۹۳/۳

ساتھ احرام باندھے جیسا کہ "مختصر القدوری" (۲۳۵) "کنزُ الدّقائق" (۲۳۶) "وقایۃُ الرّوایۃ" (۲۳۷)، "مجمعُ البحرَین" (۲۳۸) اور "المختار الفتوی" (۲۳۹) وغیرہا متون میں مذکور ہے۔

اور اِس سے صاف ظاہر ہے کہ حجِ قِران کے لئے میقات سے عمرہ وحج دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھنا شرط ہے، اِس لئے جب یہ لوگ مدینہ طیبہ سے عمرہ وحج کا احرام باندھیں گے تو قارن ہو جائیں گے، ہم نے اِس سے قبل بھی ''فتاویٰ حج وعمرہ'' میں قران کے جواز کا ذِکر کیا ہے اب شمس الائمہ امام ابوبکر محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ کی "مبســـوط" کے حوالے سے ذِکر کرتا ہوں چنانچہ لکھتے ہیں کہ

إنْ دخَـلَ بعُمرَةٍ فاسدةٍ فی أشهُرِ الحجّ فقَضَاهَا، ثمَّ خَرَجَ حتّی جَـاوَزَ الـميقاتَ، ثُمَّ قَرَنَ عُمرةً و حجّةً كان قارناً، لأنَّ أكثرَ ما فيـه أنَّ حـالَه كحالِ المكّيِّ متی حَصَل بمكة بالعُمرةِ الفاسدةِ و قـد بيَـنَّـا أنَّ الـمـكِّـیَّ إذَا خَـرَجَ من الميقاتِ ثُمَّ قَرَنَ حجَّةً و عمرةً كان قارناً، فهذا مثلُه (۲۴۰)

یعنی، اگر وہ شخص حج کے مہینوں میں عمرہ فاسدہ کے ذریعے داخل ہوا، پھر عمرہ کی قضا کی، پھر وہ نکلا یہاں تک کہ میقات سے تجاوز کر گیا، پھر (میقات سے) عمرہ اور حج کا قِران کیا تو وہ قارن ہے، اِس لئے کہ زیادہ سے زیادہ اُس کا حال مکی کے حال کی طرح ہے جب مکہ میں عمرہ

۲۳۵۔ مختصر القدوری، کتاب الحجّ، باب القران، ص ۷۰
۲۳۶۔ کنز الدّقائق، کتاب الحجّ باب القران، ص۲۹
۲۳۷۔ وقایۃ الرّوایۃ مع شرحہ، کتاب الحجّ، باب القران، ۵۹۷/۲
۲۳۸۔ مجمع البحرین، کتاب الحج، فصل: فی القران، ص۲۳۵، ۲۳۶
۲۳۹۔ المختار الفتوی، کتاب الحجّ باب القران، ص۸۹
۲۴۰۔ المبسوط للسّرخسی، کتاب المناسك، باب الجمع بین الإحرامین، ۱۷۰/۳/۲

فاسدہ کے ذریعے وارد ہوا، اور بے شک ہم نے بیان کر دیا ہے کہ مکی نے جب میقات سے خُروج کیا پھر حج اور عمرہ کا قِران کیا تو وہ قارن ہے، تو یہ شخص بھی اُس کی مثل ہے۔

شمس الائمہ علیہ الرحمہ کے فرمان کہ ''مکی (حقیقی) جب میقات سے نکلا، پھر اُس نے (میقات سے) حج وعمرہ کا قِران کیا تو وہ قارن ہے اور یہ (آفاقی) شخص (جو مکی کے حکم میں ہے) اس کی مثل ہے'' سے صاف ظاہر ہے حقیقی مکی جب میقات سے حجِ قِران کا احرام باندھ لے تو وہ قارن ہو جاتا ہے تو وہ شخص مکی کے حکم میں ہے وہ بھی میقات سے حجِ قِران کا احرام باندھنے سے قارن ہو جائے گا۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

إلّا أنّ الـمـكّـیَّ إذا بِـالكُوفةِ، فلما انتهی إلی الميقاتِ قَرَنَ بين الـحجّ و العُمرَةِ، فأحرمَ لهما صحَّ، وَ يلزَمُهُ دمُ القِرَان، لأنّ صفَةَ الـقَـارِنِ أن تـكون حجّتُهُ و عُمرتُهُ مُتَقارِنَتَينِ يحرُمُ جَميعاً معًا، قد وُجِدَ هذا فی حقِّ المكّيِّ (۲۴۱)

یعنی، مگر مکی جب کوفہ میں ہو، پس جب میقات پر پہنچا اور اُس نے حج اور عمرہ میں درمیان قِران کیا، پس اُس نے دونوں کا احرام باندھا تو درست ہوا، اور اُسے دمِ قِران لازم ہوگا، کیونکہ صفتِ قارن یہ ہے کہ اُس کا حج اور عمرہ دونوں مقارن ہوں، دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھے اور یہ صفت مکی کے حق میں پائی گئی۔

اِس عبارت سے بھی صاف ظاہر ہے کہ مکی جب کوفہ گیا اور وہاں سے واپسی پر اُس نے میقات سے حجِ قِران کا احرام باندھا تو اُس پر احرام درست ہو گیا تو وہ شخص جو حکماً مکی ہے وہ جب اِس طرح کرے گا تو اُس کا بھی قِران درست ہو جائے گا کیونکہ جب وہ مکہ میں تھا تو حکماً مکی تھا اور جب مدینہ طیبہ گیا حکماً مدنی ہو گیا اور اُس کے لئے وہ جائز ہے جو وہاں کے رہنے

۲۴۱۔ المبسوط للسّرخسی، کتاب المناسك، باب المواقیت، ۱۵۴/۴/۲

کے لئے جائز ہے، اُس کے لئے قران جائز تھا تو اِس کے لئے بھی قِران جائز ہے، چنانچہ قاضی حسین بن محمد سعید بن عبدالغنی مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ نقل کرتے ہیں کہ

و أما إذا خَرَجَ المكيُّ و من فی معناهُ إلی الآفاق لحاجةٍ، و لو فی الأشهر، فإنّه يصير حكمُه حكمُ أهل الآفاقِ فی الإحرامِ لأنه صار ملحقاً بهم، فلا تكرهُ العمرةُ كما لا يكرهُ له القران (۲۴۲)

یعنی، مگر مکی اور وہ جو مکی کے معنی میں ہے جب کسی کام سے آفاق کی جانب نکلا اگرچہ حج کے مہینوں میں، تو احرام کے بارے میں اُس کا حکم وہی ہو گیا جو اہلِ آفاق کا ہے کیونکہ وہ اُن کے ساتھ ملحق ہو گیا پس اُس کے لئے عمرہ مکروہ نہیں ہے جیسا کہ اُس کے لئے حجِ قِران مکروہ نہیں ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

يوم الجمعة ، ٦ ذوالحجة ۱۴۳۱ھ، ۱۲ نوفمبر ۲۰۱۰ م 696-F

حاجی مزدلفہ میں نماز مغرب ادا کی نیّت سے پڑھے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ مزدلفہ کی رات مغرب وعشاء کی نماز میں عشاء کے وقت مُزدلفہ میں ادا کی جاتی ہیں اور اُس وقت تقریباً عشاء کا وقت ہی ہوتا ہے کیونکہ حاجی مغرب کے بعد عرفات سے نکل کر عشاء کے وقت میں ہی مزدلفہ پہنچتا ہے اُس وقت چونکہ مغرب کا وقت نہیں ہوتا تو وہ جو مغرب نماز پڑھتا ہے وہ ادا ہوتی ہے یا قضاء، اور ہم نے ادا کی نیّت کی تھی، بعض لوگ کہتے ہیں کہ مغرب قضاء ہوتی ہے، آپ کی اِس بارے میں کیا رائے ہے؟

(السائل: محمد اعجاز، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: مزدلفہ کی رات حاجی مُزدلفہ میں جو

۲۴۲۔ إرشاد السّاری إلی مناسك الملّا علی القاری، باب التّمتّع، فصل: فی تمتّع المكیّ، تحت قول اللباب ء فمن تمتّع منهم إلخ، ص ۳۰۵

مغرب کی نماز پڑھتا ہے وہ ادا ہوتی ہے قضاء نہیں، اِس لئے فقہاء کرام نے تصریح کر دی، نماز پڑھتے وقت ادا کی نیّت کرے گا نہ کہ قضاء کی، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و يَنوی المَغرِبَ أداءً لا قضَاءً (۲۴۳)

یعنی، مغرب نماز میں ادا کی نیّت کرے گا نہ کہ قضاء کی۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

نیت کند نماز مغرب را اداء کما صرّح به فی ''البحر الزاخر'' وغیره نه قضاء چنانکه توهم کرده اند بعضے عوام (۲۴۴)

یعنی، نمازِ مغرب میں ادا کی نیّت کرے جیسا کہ ''البحر الزاخر'' وغیرہ میں اِس کی تصریح کی ہے نہ کہ قضاء کی جیسا کہ بعض لوگوں کا وہم ہے۔

اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

كما صرَّحَ به فی "البحرِ الزَّاخِر" وغَيرِه خلافاً لما يَتوهّمهُ العامّةُ: فإنَّه ﷺ قال لمَن قالَ لَه فی وقتِ المَغربِ "أَمَا نُصَلِّی يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ الصَّلَاةُ أَمَامَكَ" أی: وقتُها وَرَاءَك (۲۴۵)

یعنی، جیسا کہ اِس کی "بحرُ الزّاخِر" وغیرہ میں تصریح کی ہے برخلاف اُس کے کہ جس کا عوام نے وہم کیا، پس حضور ﷺ نے اُسے فرمایا جس سے مغرب کے وقت کے بارے میں عرض کی یا رسول اللہ! کیا ہم نماز نہ پڑھ

۲۴۳۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب أحكام المزدلفة، فصل: فی الجمع بين الصّلاتين بها، ص ۲۳۷

۲۴۴۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب هفتم: در بیان مزدلفه و أحكام آن، فصل دویم: دربیان جمع بین المغرب و العشاء در مزدلفه، ص ۱۹۵

۲۴۵۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب أحكام المزدلفة، فصل: فی الجمع بين الصّلاتين بها، ص ۲۳۷

لیں، نماز تیرے آگے ہے،(۲٤٦) یعنی نماز کا وقت تیرے آگے ہے۔

اور اِس کے تحت علامہ حسین بن محمد سعید بن عبدالغنی مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ لکھتے ہیں:

أقولُ: و أمَّا قولُ صاحبِ البَحرِ الرَّائقِ: "و المغرب قضاءً" فقد ردّه فی "النَّهر" حیثُ قال: و یَنوِی فی المَغربِ الأَداءَ لا القَضَاءَ کما فی "السِّراج" و به اندَفَعَ ما فی "البَحرِ الرَّائق": أنّ المَغرِبَ یَقعُ قَضَاءً اه کذا فی "الحباب" (۲٤۷)

یعنی، میں کہتا ہوں کہ صاحب "بَحرُ الرَّائق" کا قول کہ ''اور مغرب از روئے قضاء کے'' (۲٤۸) (پڑھے) پس تحقیق "نهرُ الفَائق" (۲٤۹) میں اِس کا ردّ کیا جب کہ فرمایا مغرب میں ادا کی نیّت کرے نہ کہ قضاء کی جیسا کہ "السّراج الوهاج" (۲۵۰) میں ہے اور اِس سے وہ مندفع ہوگیا جو "بحر الرّائق" میں ہے کہ ''مغرب قضاء واقع ہوگی'' اھ، اِسی طرح "حباب" میں ہے۔

اور امام اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

۲٤٦۔ "صحیح بخاری" میں حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی، نماز؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: "الصَّلَاةُ أَمَامَكَ" نماز تیرے آگے ہے، پھر مزدلفہ تشریف لائے تو کامل وضو فرمایا، پھر نماز کی اقامت ہوئی پس آپ نے نماز پڑھائی .....پھر اقامت ہوئی، آپ نے نماز پڑھائی اور اُن کے مابین کوئی نماز ادا نہ فرمائی۔ (صحیح البخاری، کتاب الحجّ، باب الجمع بین الصّلاتین بالمزدلفة، برقم: ۱٦۲۷، ۱/٤۱۲، ٤۱۳)

۲٤۷۔ إرشاد السّاری إلی مناسك المُلّا علی القاری، باب أحکام المزدلفة، فصل: فی الجمع بین الصّلاتین بها، ص۲۳۷

۲٤۸۔ البحرُ الرَّائق، کتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قول الکنز: و صَلّ بالنّاس العشائَین، ۲/۵۹۷

۲٤۹۔ النّهرُ الفَائق، کتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قول الکنز: بأذان و إقامة، ۲/۸۵

۲۵۰۔ السّراج الوهّاج، صاحبِ "جَوهره نیره" علامہ ابوبکر بن علی بن محمد حدادی زبیدی متوفی ۸۰۰ھ کی کتاب ہے جو کہ "مختصر القدوری" کی شرح ہے۔

و لا یَجوزُ أن یکونَ قضاءً فتعیَّنَ أن یکونَ ذلك وقتُه (۲۵۱)

یعنی، اور جائز نہیں کہ (نمازِ مغرب) قضاء ہو پس وہ اس (نماز) کا وقت ہونا متعیّن ہوگیا۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۹ ذوالحجة ۱٤۳۱ھ، ۲۵ نوفمبر ۲۰۱۰ م 693-F

مُزدلفہ میں مغرب وعشاء کے مابین تکبیر تشریق

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ حاجی کو مُزدلفہ میں مغرب وعشاء دونوں نمازیں عشاء کے وقت میں ملا کر پڑھنے کا حکم ہے اور یہ حکم ہے کہ مغرب وعشاء کے فرضوں کے درمیان سنّت ونفل وغیرہ نہ پڑھے اور نہ کسی اور کام میں مشغول ہو، اب سوال یہ ہے کہ مغرب کی نماز سے فراغت کے بعد تکبیراتِ تشریق کہے یا نہ کہے حالانکہ تکبیر کہنے میں بہت ہی کم وقت صرف ہوتا ہے۔

(السائل: حافظ بلال قادری، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: بعض علماءِ کرام کا اِس بارے میں کہنا ہے کہ فقہاء کرام کی جمع بین الصّلاتَین کے بارے میں یہ عبارت کہ ''امام ومقتدی کے لئے مکروہ ہے دونوں نمازوں کی مابین سُنَن ونوافل یا کسی اور کام میں مشغول ہونا'' یہ اپنے عموم کے ساتھ تکبیر تشریق کو بھی شامل ہے، اس لئے وہ دونوں کے بعد تکبیراتِ تشریق کہے یعنی دونوں نمازوں کے مابین کسی بھی عمل کے ساتھ فصل نہ کرے اور اُن کی دلیل نبی کریم ﷺ کا عمل ہے جو حدیث شریف میں وارد ہے چنانچہ "صحیح مسلم" میں عرفات کے بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ

"ثُمَّ أَذَّنَ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ وَ لَمْ يُصَلِّ

۲۵۱۔ العِنَایة علی هامش الفتح، کتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قوله: إشارة إلی أنّ التّأخیر واجبٌ ۲/۳۷۹

بَيْنَهُمَا شَيْئًا"

یعنی، پھر اذان ہوئی، پھر اقامت ہوئی تو نماز ظہر پڑھائی، پھر اقامت ہوئی تو نماز عصر پڑھائی اور ان کے مابین کوئی نماز ادا نہ فرمائی۔

اور مزدلفہ کے بارے میں ہے کہ

"حَتّٰى أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ، فَصَلَّى بِهَا الْمَغْرِبَ وَ الْعِشَاءَ بِأَذَانٍ وَاحِدٍ وَ إِقَامَتَيْنِ، وَ لَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا شَيْئًا" (۲۵۲)

یعنی، تک کہ مزدلفہ تشریف لائے، پس وہاں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ مغرب وعشاء کی نمازیں پڑھائیں اور ان کے درمیان کوئی نماز ادا نہ فرمائی۔

اور "مُصَنَّف ابن أبی شیبة" میں ہے کہ حضرت جابر فرماتے ہیں:

"صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَغْرِبَ وَ الْعِشَاءَ بِأَذَانٍ وَاحِدٍ وَ أَقَامَتَيْنِ، وَ لَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا" (۲۵۳)

یعنی، رسول اللہ ﷺ نے ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھائیں اور ان کے مابین کوئی نماز ادا نہ فرمائی۔

اور کچھ علماء کرام کے نزدیک اِن نمازوں کے مابین تکبیرات تشریق کہنے میں حرج نہیں کیونکہ حدیث شریف میں تو یہ ہے کہ آپ ﷺ نے دونوں نمازوں کے مابین کوئی نماز نہ پڑھی، اِس سے تکبیر تشریق کا ترک لازم نہیں آتا اور اِس لئے اُن کے نزدیک نماز نہ پڑھنے پر تکبیر نہ کہنے کو قیاس نہیں کیا جائے گا کیونکہ تکبیراتِ تشریق کا وُجوب علیحدہ ہے اور پھر تکبیر کہنے میں جو وقت صرف ہوتا ہے وہ اتنا قلیل ہے جسے دو فرضوں کے مابین فاصل قرار نہیں دیا جائے

۲۵۲۔ صحیح مسلم، کتاب الحجّ، باب حجّة النبیّ ﷺ، برقم: ۲۹۲۲/ ۱۴۷۔ (۱۲۱۸)، ص۵۶۶، ۵۶۷

۲۵۳۔ المصنَّف لابن أبی شیبة، کتاب المناسك، باب من قال: لا یجزئه الأذان بجمع وحده أو یؤذن أو یقیم، برقم: ۱۴۲۴۷، ۸/۳۶۱

گا اور تکبیراتِ تشریق کا وُجوب ہم احناف کے نزدیک ثابت ہے اور اُس کے سُقوط کے لئے دلیل کی ضرورت ہے اور سُقوط کی کوئی صریح دلیل نہیں ہے، چنانچہ علامہ حسین بن محمد سعید بن عبدالغنی مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ لکھتے ہیں کہ سید محمد امین ابن عابدین نے فرمایا کہ

قلتُ: فيه نظرٌ، فإنَّ الواردَ فی الحديث "أنَّه ﷺ صَلَّى الظُّهرَ ثُمَّ أقامَ فَصَلَّى العَصرَ، وَ لَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا"، ففيه التّصريحُ بترك الصّلاةِ بينهما، و لا يلزَمُ منه تركُ التّكبيرِ، و لا يُقاسُ على الصّلاة لوُجوبِه دونها، لأنَّ مدّتَهُ يَسيرةٌ، حتىَّ لم يُعَدَّ فاصلاً بين الفَريضةِ الآتيةِ، (۲۵۴) و الحاصلُ: أنَّ التكبيرَ بعد ثبوتِ وُجوبه عندنا لا يَسقُطُ هنا إلّا بدليلٍ، و ما ذُكِرَ لا يصحُّ (۲۵۵) للدّلالةِ كما علِمتَهُ، هذا مَا ظَهَرَ لی و اللّٰه أعلم۔ اھ (۲۵۶)

یعنی، (علامہ شامی (۲۵۷) فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ اِس میں (یعنی دونوں نمازوں کے مابین تکبیر تشریق نہ کہنے کے قول میں) نظر ہے، پس بے شک وارد حدیث شریف میں تو یہ کہ حضور ﷺ نے (عرفہ کے روز) ظہر کی نماز ادا فرمائی پھر اقامت ہوئی پس عصر کی نماز ادا فرمائی اور اِن دونوں کے مابین کوئی نماز نہ پڑھی، پس اِس میں تو دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نماز نہ پڑھنے کی تصریح ہے جس سے ترکِ تکبیر لازم نہیں آتا اور نماز نہ پڑھنے پر قیاس نہیں کیا جائے گا اِس لئے کہ اِس کا وُجوب علیحدہ ہے، کیونکہ تکبیر کی مدّت تھوڑی ہے یہاں تک کہ اِسے دوسرے

۲۵۴۔ و فی "الرَّدِّ": "الرّاتبة" مکان "الآتیة"

۲۵۵۔ وفی "الرَّدِّ": "لا یصلحُ" مکان "لا یَصحُّ"

۲۵۶۔ إرشاد السّاری إلی مناسك الملا علی القاری، باب الوقوف بعرفات و أحکامه، فصل: فی الجمع بین الصّلاتین بعرفة، ص۲۱۵

۲۵۷۔ رَدُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الحجّ، فصل فی الإحرام، مطلب: فی الرّواح إلی عرفاتٍ، تحت قوله: علی المذهب، تنبیه، ۳/۵۹۳

فرض میں فاصل شمار نہیں کیا جاتا، حاصل کلام یہ ہے کہ ہمارے نزدیک تکبیر کے وُجوب کے ثبوت کے بعد سوائے دلیل کے ساقط نہ ہوگا اور (دلیل کے طور) جو ذِکر کیا گیا وہ دلالت کے لئے درست نہیں ہے جیسا کہ تم اِسے جانتے ہو، یہ وہ ہے جو (اِس باب میں) میرے لئے ظاہر ہوا اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

اِس کے بعد علامہ حسین بن محمد سعید مکی حنفی لکھتے ہیں:

و لـم يتـعقّبه العلّامةُ الرّافعی فی تقريرهِ عليه، فيَظهرُ أنّه موافقُهُ، ثُـمَّ رأيـتُ الـعلّامـه طـاهـر سـنبـل قـرَّرَ أيـضاً نحو ما فی "ردّ المحتار" (۲۵۸)

یعنی، اور (علامہ شامی نے جب دونوں نمازوں کے مابین تکبیر تشریق کے عدم سقوط کو ثابت کیا تو) علامہ رافعی نے اپنی تقریر (یعنی تقریرات رافعی) میں اِس پر تعقّب نہ فرمایا تو ظاہر ہوا کہ وہ اِس کے موافق ہیں، پھر علامہ طاہر سنبل نے بھی اِسے ثابت رکھا (یعنی وُجوب کے عدم سقوط کو) مثل اُس کے جو "رد المحتار" (۲۵۹) میں ہے۔

لہٰذا جس پر تکبیراتِ تشریق واجب ہیں اُس پر عرفہ کے روز ظہر وعصر ملا کر پڑھنے کی صورت میں اِن دونوں نمازوں کے مابین اور مُزدلفہ میں مغرب وعشاء ملا کر پڑھتے وقت دونوں کے مابین واجب رہیں گی۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ۱۸ ذوالحجة ۱۴۳۱ھ، ۲۴ نوفمبر ۲۰۱۰ م 692-F

۲۵۸۔ إرشاد السّاری إلی مناسك المُلّا علی القاری، باب الوقوف بعرفات و إحكامه، فصل الجمع بين الصّلاتين بعرفة، ص۲۱۵، ۲۱۶

۲۵۹۔ ردّ المحتار علی الدّر المختار، كتاب الحجّ، فصل: فی الإحرام، مطلب: فی الرّواح إلی عرفاتٍ، تحت قوله: علی الواجب، تنبيه، ۵۹۳/۳

طوافِ زیارت کی حج میں اہمیت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ دو میاں بیوی بہت ضعیف اور بیمار ہیں جنہوں نے اب سولہ ذوالحجہ تک طوافِ زیارت نہیں کیا ہے، خود چلنے کی بھی قدرت نہیں رکھتے اور طبیعت ناساز ہونے کی وجہ سے پاکستان واپسی کا پروگرام ہے، اَب اس کی کیا صورت ہوگی؟ اگر طوافِ زیارت نہ کریں اُس کی جگہ کوئی دَم وغیرہ لازم ہوتو وہ دے دیں تو کفایت کرے گا یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: طوافِ زیارت حج کا دوسرا رُکن ہے (۲۶۰) چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

و الرُّكن الآخرُ: هو طوافُ الزّيارة (۲۶۱)

یعنی، اور دوسرا رُکن وہ طوافِ زیارت ہے۔

اور علامہ عالم بن العلاء انصاری متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں کہ

فنقولُ: رُكنُ الحجّ: الوُقوفُ بعرفةَ و طوافُ الزّيارةِ (۲۶۲)

یعنی، پس ہم کہتے ہیں کہ حج کے رُکن وقوفِ عرفہ اور طوافِ زیارت ہیں۔

قرآن کریم میں ہے:

۲۶۰۔ حج کے کُل تین فرض ہیں ایک احرام، دوسرا وقوفِ عرفہ اور تیسرا طوافِ زیارت چنانچہ علامہ عالم بن العلاء انصاری حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں: و فی "الكافی" فرضُ الحجّ: الإحرامُ و الوقوفُ بعرفة، و طوافُ الزّيارة (الفتاوی التاتارخانيّة، كتاب الحجّ، الفصل الثّانی: فی بيان رُكن الحجّ و كيفية وجوبه، ۳۳۱/۲) یعنی، "کافی" میں ہے کہ حج کے فرض، احرام، وقوفِ عرفہ اور طوافِ زیارت ہیں۔ اور ان میں سے دو رُکن ہیں وقوفِ عرفہ اور طوافِ زیارت۔

۲۶۱۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی بيان فرائض الحجّ و سُنَنه إلخ، ۳۲۰/۱

۲۶۲۔ الفتاوی التّاتارخانية، كتاب الحجّ، الفصل الثّانی: فی بيان رُكن الحجّ و كيفية وجوبه، ۳۳۱/۲

﴿ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَ لْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَ لْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾ (٢٦٣)

ترجمہ: پھر اپنا میل کچیل اُتاریں اور اپنی منتیں پوری کریں اور اس آزاد گھر کا طواف کریں۔ (کنزالایمان)

اِس آیہ کریمہ کے تحت علامہ کرمانی لکھتے ہیں:

أمر بالطّوافِ بعدَ قضاءِ التَّفَثِ وهو إزالةُ الدَّرنِ، و الطّوافُ الّذی یجبُ بعدَ قضاءِ التَّفَثِ عقیبَه فی یوم النَّحر إنَّما هُو طوافُ الزّیارةِ لا غیرُ (٢٦٤)

یعنی، اللہ تعالیٰ نے قضاءِ تفث کے بعد طواف کا حکم فرمایا اور قضاء تفث میل زائل کرنا ہے اور طواف جو قضاءِ تفث کے بعد یوم نحر میں واجب ہے وہ صرف طوافِ زیارت ہے نہ اور کوئی (طواف)۔

اور علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا کہ:

هذا الطّواف یُسمَّی طوافَ الزّیارةِ، و طوافَ الرُّکنِ، و طوافَ یوم النّحر، کذا فی "فتاویٰ قاضیخان" و فی "الحجّة": و یقالُ له: طوافُ الوَاجبِ، کذا فی "التّتارخانیة" (٢٦٥)

یعنی، اِس طواف کا نام طوافِ زیارت، طوافِ رکن، طوافِ یوم نحر رکھا جاتا ہے، اِسی طرح "فتاویٰ قاضیخان" (٢٦٦) میں ہے اور "فتاویٰ حجّة" میں ہے کہ اسے "طوافِ واجب" کیا جاتا ہے، اِسی طرح

٢٦٣۔ الحج:٢٢/٢٩

٢٦٤۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی بیان فرائض الحجّ و سُنَنه إلخ، ١/٣٢٠

٢٦٥۔ الفتاوی الهندیة، کتاب المناسك، الباب الخامس: فی کیفیة أداء الحج، ١/٢٣٢

٢٦٦۔ فتاوی قاضیخان علی هامش الهندیة، کتاب الحجّ، فصل: فی کیفیة أداء الحجّ، ١/٣٩٦

"فتاویٰ تتارخانیه" (٢٦٧) میں ہے۔

اور علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

یسمّی طوافَ الإفاضة و طوافَ یوم النُّحر (٢٦٨)

یعنی، اس کا نام "طواف اِفاضہ" اور "طوافِ یوم نحر" رکھا جاتا ہے۔

اور اِس کی ادائیگی کے بغیر حج مکمل نہ ہوگا چنانچہ علامہ کرمانی لکھتے ہیں:

و أنَّه فرضٌ لا یتمُّ الحجُّ بدونه (٢٦٩)

یعنی، اور یہ (طوافِ زیارت حج میں) فرض ہے، حج اِس کے بغیر پورا نہ ہوگا۔

اور کوئی چیز رُکن کا بدل نہیں بن سکتی اور طوافِ زیارت حج میں رُکن ہے چنانچہ علامہ کرمانی حنفی لکھتے ہیں:

و حدُّ الرُّکنِ ما لا یُجزی عنه البدلُ (٢٧٠)

یعنی، رُکن کی تعریف یہ ہے کہ جس سے بدل جائز نہ ہو۔

امام ابوبکر احمد جصّاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

فأمّا طوافُ الزّیارة فإنّه لا ینوبُ عنه شیءٌ و یَبقی الحاجُّ

٢٦٧۔ الفتاوی التّاتارخانیة، کتاب الحجّ، الفصل الثّالث: فی تعلیم أعمال الحجّ، الکلام فی الرّمی فی مواضع، ٢/٣٥١، و فیه: هذا هو الطّواف المفروض فی الحجّ، و یسمّی "طوافَ الإفاضة" و "طواف یوم النّحر" و فی "الخانیة" و یسمّی "طواف الزّیارة" وفی "الحجّة": و یقال له: "الطواف الواجب" و فی "شرح الطّحاوی": و یسمّی "طواف الرُّکن"، یعنی، یہ طواف حج میں فرض ہے اور اس کا نام "طواف افاضہ" اور "طوافِ یوم نحر" رکھا جاتا ہے اور "خانیہ" میں ہے اس کا نام "طوافِ زیارت" رکھا جاتا ہے اور "حجت" میں ہے کہ اسے "طوافِ واجب" کہا جاتا ہے اور "شرح الطّحاوی" میں ہے کہ اِس کا نام "طوافِ رُکن" رکھا جاتا ہے۔

٢٦٨۔ الهدایة، باب الإحرام، تحت قوله: هذا الطّواف هو إلخ، ١۔٢/١٨٠

٢٦٩۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی بیان أنواع الأطوفة، ١/٤٢٦

٢٧٠۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی بیان فرائض الحج و سُنَنه إلخ، ١/٣٢٠

مُحرماً من النّساءِ حتی یطوفَه (۲۷۱)

یعنی،مگرطوافِ زیارت تو کوئی شئ اُس کے قائم مقام نہیں ہوتی، حاجی عورتوں کے حق میں مُحرم رہتا ہے یہاں تک کے طواف کرے۔

اورعلامہ عالم بن العلاء انصاری حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

و فی "شرحِ الطّحاوی": ثُمَّ الرُّکن لا یجزی عنه البدلُ و لا یتخلَّصُ عنه بالدَّمِ إلّا بإتیان عَینه، و الواجبُ یجزی عنه البدلُ إذا ترکه (۲۷۲)

یعنی،"شرحُ الطّحاوی" میں ہے کہ پھررُکن سے کوئی بدل جائزنہیں اور نہ دَم کے ذریعے اُس سے خلاصی حاصل ہوسکتی ہے مگراُس کے عین کوادا کرنے سے،اورواجب سے بدل جائز ہوتا ہے جب اُسے ترک کردے۔

یادرہے کہ حج کے تینوں فرائض کا یہی حکم ہے چنانچہ علامہ کرمانی حنفی لکھتے ہیں:

و الحجُّ لا یتمُّ بدون هذه الثّلاثةِ، و الدّمُ لا یَقومُ مقامَها و لا یُجبِرُها (۲۷۳)

یعنی، حج اِن تین (یعنی احرام، وقوفِ عرفہ اورطوافِ زیارت) کے بغیرمکمل نہیں ہوتا اوردَم اِن کے قائم مقام نہیں ہوتا اورنہ انہیں پورا کرتا ہے۔

لہٰذا طوافِ زیارت کرنا ہی ہوگا اوراُن پرایام نحر سے تاخیر کی وجہ سے دَم بھی لازم ہو گا کیونکہ طوافِ زیارت کا ایامِ نحر یعنی بارہ ذوالحجہ کے غُروبِ آفتاب تک ادا کرنا واجب ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی واجباتِ حج کے بیان میں لکھتے ہیں:

و طوافَ الزّیارةِ فی أیام النَّحرِ (۲۷٤)

۲۷۱۔ أحكام القرآن للرّازی، سورة البقرة، القول فی الطّائفين و العاكفين إلخ، ۱/۱۱۰

۲۷۲۔ الفتاوی التّاتارخانية، كتاب الحجّ، الفصل الثّانی: فی بيان رُكن الحجّ، و كيفية وجوبه، ۲/۳۳۱

۲۷۳۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی بيان فرائض الحجّ و سُنَنه إلخ، ۱/۳۲۰

۲۷٤۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب فرائض الحجّ، فصل: فی واجباته، ص۷۸

یعنی،طوافِ زیارت کا ایام نحر میں ہونا واجب ہے۔

طوافِ زیارت کا ایامِ نحر میں ہونا واجب ہے، اِس کا مطلب ہے کہ اُس کے طواف کے اکثر پھیروں کا ایام نحر میں ادا کرنا واجب ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و طوافُ الزّیارة أی: أکثرُه فی أیّامِ النّحر أی: علی قول الإمام (۲۷۵)

یعنی، اکثر طوافِ زیارت کا ایام نحر میں ہونا واجب ہے اور یہ امام اعظم کا قول ہے۔

اوراس میں صرف حیض ونفاس والی عورت کورُخصت ہے اُس کے علاوہ جو بھی اِن ایام سے طوافِ زیارت کو مؤخّر کرے گا اُس پر دَم لازم آئے گا، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و یَکرهُ تأخیرُه عن هذهِ الأیّام و إن أخّرهُ عنها لزِمَه دمٌ عند أبی حنیفة رحمه الله (۲۷٦)

یعنی،طوافِ زیارت کی اِن ایام سے تاخیر مکروہ ہے اوراگر اِن ایام سے مؤخّر کیا تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اُس پر دَم لازم ہوا۔

اِس لئے وہیل چیئر پر بٹھا کرانہیں طواف کروادیا جائے، کوئی مددگار نہ ملے تو مزدوری پرلوگ مل جاتے ہیں جومعذورں کوطواف وسعی کروادیتے ہیں، اِس طرح اُن کا یہ فرض ادا ہو جائے گا اوراگرسعی نہ کی وہ بھی کروادیں کہ حج میں واجب ہے، اور یہ لوگ آفاقی ہیں لہٰذا طوافِ زیارت کے علاوہ ایک اورطواف بھی کروادیا جائے جوطوافِ وداع ہوجائے گا کہ یہ طواف واجب ہے۔

اگرطوافِ زیارت نہ کیا تو حج مکمل نہ ہوگا لازم رہے گا کہ دوبارہ مکہ معظّمہ آکرکریں اور جب

۲۷۵۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب فرائض الحج، فصل: فی واجباته، ص۷۸

۲۷٦۔ بداية المبتدی، كتاب الحجّ، باب الإحرام، ۱۔۲/۱۸۰

تک طواف نہ کیا، عورت حلال نہ ہوگی اور طوافِ وداع نہ کیا اور چلے گئے تو دَم لازم آئے گا، اِسی طرح سعی نہ کی اور چلے گئے تو اُس کا بھی دَم دینا ہوگا اور دَم سرزمین حرم پر ذبح کرنا لازم ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثّلاثاء، ١٧ ذوالحجّة ١٤٣١ھ، ٢٣ نوفمبر ٢٠١٠ م 691-F

طوافِ وداع کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ طوافِ وَداع کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟، کُتُبِ فقہ کی بعض عبارات سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اُس کا وقت تیسرے روز یعنی بارہ تاریخ کی رمی کے بعد سے شروع ہوتا ہے، اِس لئے کوئی شخص طوافِ زیارت کے بعد بارہ کی رمی سے قبل طواف کرلے اور آخری رمی سے فراغت کے بعد اپنے وطن روانہ ہوجائے تو اُس کا یہ طواف طوافِ وداع سے درست ہوجائے گا یا نہیں؟

(السائل: حافظ محمد رضوان، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: طواف کے لئے ایک وقتِ جواز ہے اور دوسرا وقتِ استحباب، چنانچہ علامہ نظام حنفی متوفی ١١٦١ھ اور ہند کے علماءِ احناف کی ایک جماعت نے لکھا کہ:

و لَه وَقتَانِ: وقتُ الجَوَازِ و وقتُ الاستِحبَابِ (٢٧٧)

یعنی، اس کے لئے دو وقت ہیں، وقتِ جواز اور وقت استحباب۔

اور وقتِ جواز تو طوافِ زیارت کے بعد ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ٩٩٣ھ لکھتے ہیں:

أوّلُ وقته بعد طوافِ الزّيارةِ (٢٧٨)

٢٧٧۔ الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب الخامس: فى كيفية أداء الحجّ، ١/٢٣٤، مطبوعة: دار احياء التراث العربى، بيروت، و ١/٢٩٨، مطبوعة: دار الفكر، بيروت

٢٧٨۔ لُباب المناسك مع شرحه للقارى، باب أنواع الأطوفة، الثّالث: طواف الصّدر، ص١٥٨

یعنی، اُس کا اول وقت طوافِ زیارت کے بعد ہے۔

اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

أو بعدَ مَا حلَّ النَّفر أی: بعد مَا طَاف للزّيَارةِ (٢٧٩)

یعنی، یا اُس کے بعد کہ لوٹنا حلال ہوگیا یعنی طوافِ زیارت کرلینے کے بعد۔

اور علامہ نظام (٢٨٠) اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ١٢٥٢ھ (٢٨١) لکھتے ہیں:

فالأوّل: أوّلُه بعدَ طوافِ الزّيارةِ إذَا كانَ على عزمِ السَّفرِ

یعنی، پس اول، اُس کا اول وقت طوافِ زیارت کے بعد ہے جب کہ عزم سفر پر ہو۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی متوفی ١١٧٤ھ لکھتے ہیں:

واول وقت جواز طوافِ وداع بعد طوافِ زیارت ست (٢٨٢)

یعنی، طوافِ وداع کا اول وقتِ جواز طوافِ زیارت کے بعد ہے۔

اور طوافِ وداع کا مستحب وقت وہ ہے جس وقت سفر کرنے کا ارادہ کرلے چنانچہ علامہ نظام حنفی لکھتے ہیں:

و الثّانی: أن يُوقعَهُ عندَ إرادةِ السَّفرِ (٢٨٣)

٢٧٩۔ المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب أنواع الأطوفة، فصل: بعد فصل: فى شرائط صحة الطّواف مع قوله: أو بعد ما إلخ، ص١٦١

٢٨٠۔ الفتاوىٰ الهندية، كتاب المناسك، الباب الخامس فى كيفية أداء الحجّ، ١/٢٣٤، مطبوعة: دار احياء التّراث العربى، بيروت، (١/٢٩٨، مطبوعة: دار الفكر، بيروت)

٢٨١۔ رَدُّ المحتار على الدُّرِّ المختار، كتاب الحجّ، مطلب: فى طواف الصّدر، تحت قوله: ثُمَّ إذا أراد السّفر، ٣/٦٢١

٢٨٢۔ حيات القلوب فى زيارت المحبوب، باب سيوم: در بيان طواف و انواع آن، فصل اول: در بيان انواع طواف، ص١١٤

٢٨٣۔ الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب الخامس: فى كيفية أداء الحجّ، ١/٢٣٤ (١/٢٩٨)

یعنی ،طوافِ وداع کا مستحب وقت یہ ہے کہ سفر کے ارادے کے وقت ادا کرے۔

حتی رُوِی عن أبی حنیفةَ رحمه الله تعالیٰ: أنَّه لَو طافَ ثُمَّ أَقَامَ إلی العشَاءِ، فأُحبُّ إلیَّ أَن یطوفَ طوافاً آخر، لیکونَ تودیعَ البَیتِ آخرَ عَهدِهِ، کذا فی "البَحر الرَّائق" (٢٨٤)

یعنی، یہاں تک کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ اُس نے اگر طوافِ (وداع) کر لیا، پھر عشاء تک ٹھہرا تو میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ وہ دوسرا طواف کرے تاکہ بیت اللہ شریف کو وَداع کرنا اُس کا آخری عہد ہو، اِسی طرح "بحر الرائق" (٢٨٥) میں ہے۔

ہاں فقہاء کرام کی بعض عبارات سے یہ اشتباہ ہوتا ہے کہ طوافِ وداع کا وقت بارہ تاریخ کی رمی کے بعد ہے جیسے علامہ ابومنصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ کی عبارت کہ

لأبی حنیفةَ رحمه الله تعالیٰ "إذا حلَّ النّفرُ الأوّلُ، و هو وقتُ الخُروج مِن منًی لترکِ المَبیتِ فیها فقد حلَّ له وقتُ طوافِ الوَداع (٢٨٦)

یعنی، امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک جب نفرِ اول کا وقت آ گیا اور وہ رات گزارنے کو چھوڑنے کے لئے منی سے نکلنے کا وقت ہے تو طوافِ وَداع کا وقت آ گیا۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی کی عبارت:

٢٨٤۔ الفتاویٰ الهندیة، کتاب المناسك، الباب الخامس: فی کیفیة أداء الحجّ، ٢٩٨/١

٢٨٥۔ البَحر الرّائق، کتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قوله: فطُف للصّدر إلخ، ٦١٤/٢

٢٨٦۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی بیان أنواع الأطوفة، ٤٣٣/١

أو بعد ما حلَّ النّفرُ (٢٨٧)

یعنی، یا بعد اُس کے کہ نفر کا وقت آ گیا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی کی عبارت کہ:

ہمچنیں اگر طواف کرد بعد از ایام تشریقِ طواف مطلق یا طوافِ تطوّع واقع گردد از طوافِ وداع (٢٨٨)

یعنی، اِسی طرح اگر ایام تشریق کے بعد طواف کیا، مطلق طواف یا نفلی طواف تو وہ طوافِ وداع سے واقع ہوگا۔

لیکن اِن عبارات میں طوافِ وداع کے مستحب وقت کو بیان کیا گیا ہے نہ کہ وقت جواز کو، وقت جواز تو طوافِ زیارت کے بعد ہے جیسا کہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی نے "اللباب" میں اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی نے "حیات القلوب" میں دوسرے مقام پر صراحۃً لکھا ہے کہ وقتِ جواز طوافِ زیارت کے بعد ہے۔

اِسی لئے مُلّا علی قاری حنفی نے لکھا کہ:

و أمّا ما فی "المشکلات" مِن أنَّ وقتَهُ بعدَ الفراغِ من مناسكِ الحجّ، فمحمولٌ علی وقتِ استحبَابِه (٢٨٩)

یعنی، مگر جو "مشکلات" میں ہے کہ بے شک طوافِ وداع کا وقت مناسکِ حج سے فراغت کے بعد ہے پس وہ طوافِ وداع کے وقتِ استحباب پر محمول ہے۔

٢٨٧۔ لُباب المناسك مع شرحه للقاری، باب أنواع الأطوفة، فصل بعد فصل: فی شرائط صحة الطّواف، ص١٦١

٢٨٨۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب سیوم در بیان طواف و انواع آن، فصل دویم در بیان شرائط صحة طواف، ص١١٧

٢٨٩۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسط، باب أنواع الأطوفة، الثّالث: طواف الصّدر، تحت قوله: و أول وقته بعد طواف الزّیارة، ص١٥٨

لہٰذا ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص طوافِ زیارت کے بعد اور طواف کر لے چاہے دس ذوالحجہ کو کرے یا گیارہ یا بارہ کو اور وَداع کی نیّت سے طواف کئے بغیر وطن چلا جائے تو اُس کا یہ واجب ادا ہو جائے گا کیونکہ اُس نے طواف اُس وقت کیا جب طوافِ وداع کرنا جائز تھا اِس لئے یہ طواف طوافِ وداع ہو جائے گا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ٦ ذوالحجة ١٤٣١ھ، ١٢ نوفمبر ٢٠١٠ م 684-F

مآخذ ومراجع

☆ **القرآن الکریم**

١۔ **أحكام القرآن**، للرّازی، للإمام أبی بكر أحمد بن الجصاص (ت ٣٧٠ ھ)، دار الفكر، بيروت، الطّبعة الأولٰی ١٤٢١ھ۔ ٢٠٠١م۔

٢۔ **إرشاد السّاری** إلی مناسك الملّا علی القاری ۔ للمكی، حسين بن محمد سعيد بن عبدالغنی الحنفی (ت١٣٦٦ ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولٰی ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨م

٣۔ **بداية المبتدی** (متن الهداية)، للمرغينانی، برهان الدين أبی الحسن علی بن أبی بكر الحنفی (ت٥٩٣ ھ)، دارالأرقم، بيروت۔

٤۔ **البحر الرّائق** شرح كنز الدّقائق ۔ لابن نجيم، زين الدّين بن إبراهيم بن محمد المصری الحنفی (ت ٩٧٠ ھ)، ضبطه الشّيخ زكريا عميرات، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولیٰ١٤١٨ھ۔١٩٩٧م۔

٥۔ **البحر العميق** فی مناسك المعتمر و الحاجّ إلی بيت الله العتيق، لابن الضّياء، محمد بن أحمد المكی الحنفی (ت٨٥٤ ھ)، تحقيق عبدالله نذير أحمد عبدالرحمن مزی، مؤسّسة الريان، بيروت، الطبعة الأولٰی ١٤٢٧ھ۔ ٢٠٠٦م

٦۔ **بدائع الصنائع** فی ترتيب الشرائع ۔ للكاسانی، علاؤ الدين أبی بكر بن مسعود الحنفی (ت٥٨٧ ھ) تحقيق و تعليق علی محمد معوض و عادل أحمد، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولٰی ١٤١٨ھ۔ ١٩٩٧م

٧۔ **البناية** شرح الهداية، للعينی، الإمام محمود بن محمد بن موسی المعروف بدرالدّين الحنفی (ت٨٥٥ ھ)، تحقيق أيمن صالح شعبان، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولیٰ١٤٢٠ھ۔ ٢٠٠٠م۔

٨۔ **بهار شريعت**. للأعظمی، محمد أمجد علی صدرالشريعة الحنفی (ت١٣٦٧ ھ)،

المکتبة المدینة، کراتشی، الطّبعة الأولیٰ ۱۴۳۰ھ۔ ۲۰۰۹م۔

۹۔ **التجرید** (الموسوعة الفقهیة المقارنة)، للقدوری، الإمام أبی الحسین أحمد بن محمد بن جعفر الحنفی (ت۴۲۸ ھ)، تحقیق مرکزالدراسات الفقهیّة و الاقتصادیة : أ۔د محمد أحمد سراج وأ۔د علی جعمة محمد، مکتبه محمودیة، ارگ بازار، قندهار۔

۱۰۔ **تحفة الفقهاء**، للسّمرقندی، للإمام علاء الدّین محمد بن أحمد الحنفی (ت ۵۳۹ ھ)، دار الفکر، بیروت، الطّبعة ۱۴۲۲ھ۔ ۲۰۰۲م۔

۱۱۔ **تنویرالأبصار** وجامع البحار فی فروع فقه الحنفی (مع شرحه للحصکفی)، للتمرتاشی، العلّامة محمد بن عبداللّٰه بن أحمد الغزّی الحنفی (ت۱۰۰۴)، تحقیق عبدالمنعم خلیل إبراهیم، دارُالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ۱۴۲۳ھ۔۲۰۰۲م

۱۲۔ **جدّ الممتار علیٰ ردّ المحتار**، للإمام الشّیخ أحمد رضا خان (ت ۱۳۴۰ھ)، المکتبة المدینة، کراتشی، الطّبعة الأولیٰ ۱۴۷۲ھ۔ ۲۰۰۷م۔

۱۳۔ **جمع المناسک و نفع النّاسک المعروف بالمنسک الکبیر**، للإمام رحمت الله بن القاضی عبد الله السّندی الحنفی (ت ۹۹۳ ھ أو ۹۹۴ھ)، أفغانستان۔

۱۴۔ **حاشیة ذخیرة العقبی**، للعلامة محمد عالم الحضرکوتی، المطبع ا لإسلامی الواقع فی بلدة لاهور ، الطّبعة ۱۳۲۹ھ۔

۱۵۔ **حاشیة الطّحطاوی علی الدّرّ المختار**، للعلامة أحمد بن محمد الحنفی (ت ۱۲۳۱ه)، دار المعرفة، بیروت، الطّبعة ۱۳۹۵ه۔ ۱۹۷۵م۔

۱۶۔ **حاشیة العلّامة ابن حجر الهیتمی** (علی شرح الإیضاح فی مناسك الحج) ۔ تحقیق عبدالمنعم إبراهیم، مکتبة نزار مصطفی الباز، مکة المکرمة، الطّبعة الثانیة ۱۴۲۷ھ۔ ۲۰۰۶م۔

۱۷۔ **الحاوی القدسی فی فروع فقه الحنفی**، للغزنوی، للإمام القاضی جمال الدّین أحمد بن محمود الحلبی الحنفی (ت ۵۹۳ھ)، تحقیق : الدّکتور صالح العلی، المکتبة النّوریة الرّضویة، لاهور، الطّبعة الأولیٰ ۱۴۳۲ھ۔ ۲۰۱۱م۔

۱۸۔ **حیاة القلوب فی زیارة المحبوب** ۔ للسّندی، المخدوم محمد هاشم بن عبدالغفورالحارثی السندی الحنفی (ت۱۱۷۴ھ)، إدارة المعارف، کراتشی ۱۳۹۱ھ

۱۹۔ **حیاة القلوب فی زیارة المحبوب** ۔ للسّندی، المخدوم محمد هاشم بن عبدالغفورالحارثی السّندی الحنفی (ت۱۱۷۴ھ)، مطبع فتح الکریم ، بومبائی

۲۰۔ **الدُّرُّ المختار** (شرح تنویر الأبصار) ۔ للحصکفی، علاؤ الدین محمد بن علی الحصنی الحنفی (ت۱۰۸۸ ھ) تحقیق عبدالمنعم خلیل إبراهیم، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ۱۴۲۳ھ۔ ۲۰۰۲م

۲۱۔ **ذخیرة العقبی**، للعلامة المحقّق یوسف بن جنید الملقّب بأخی جلبی الرّومی الحنفی (ت ۹۵۰)، المطبع الإسلامی الواقع فی بلدة لاهور ، الطّبعة ۱۳۲۹ھ۔

۲۲۔ **ردّ المحتار علی الدُّرّ المختار**. للشّامی، محمد أمین بن عمر ابن العابدین الحنفی، تحقیق عبدالمجید طعمه الحلبی (ت۱۲۵۲ ھ)، دار المعرفة ، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م

۲۳۔ **السّنن الکبری**، للإمام أبی بکر أحمد بن حسین بن علی البیهقی (ت ۴۵۸)، تحقیق محمد عبد القادر عطا، الطّبعة ۱۴۲۰ھ۔ ۱۹۹۹م۔

۲۴۔ **شرح مختصر الطّحاوی**، للإمام أبی بکر الجصّاص الرّازی الحنفی(ت۳۷۰ھ) تحقیق عصمة الله عنایة الله محمد، دار البشائر الإسلامیة، بیروت، الطّبعة الثّانیة، ۱۴۳۱ھ۔ ۲۰۱۰م۔

۲۵۔ **شرح معانی الآثار**، للإمام أبی جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطّحاوی الحنفی (ت ۳۲۱ ھ)، تحقیق محمد زهری النّجّار و محمد سیّد جاد الحقّ، عالم الکتب، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ۱۴۱۴ھ۔ ۱۹۹۴م۔

۲۶۔ **شرح الوقاية مع عمدة الرّعاية** ، للمحبوبی، لصدر الشّريعة الأصغر عبيد الله بن مسعود (ت ۷۵۰ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ۲۰۰۹م۔

۲۷۔ **صحيح البخاری**. للإمام محمد بن إسماعيل الجُعفی (ت۲۵۶ ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ۱۴۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م

۲۸۔ **صحيح مسلم**. للإمام مسلم بن الحجاج القشيری النيسابوری (ت۲۶۱ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۱ ھ۔ ۲۰۰۱م

۲۹۔ **عمدة الرّعاية**، للعلامة أبی الحسنات عبد الحی اللّكهنوی الحنفی (ت ۱۳۰۴ ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ۲۰۰۹م۔

۳۰۔ **العناية** وهو شرح علی الهداية، للبابرتی، الإمام أكمل الدّين محمد بن محمد بن محمود الحنفی (ت۷۸۶ھ)، اعتنی به أبو محروس عمروبن محروس، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولیٰ۱۴۲۸ھ۔۲۰۰۷م۔

۳۱۔ **غُنية ذوی الأحكام فی بغية دُرَر الحكّام** ، للشّرنبلالی، للعلامة أبی الإخلاص حسن بن عمّار الحنفی (ت ۱۰۶۹ ھ)، مطبعة أحمد كامل الكائنة فی دار السّعادة، طبع فی سنة ۱۳۲۹ھ۔

۳۲۔ **الفتاوی التّاتارخانية**، للعلامة عالم بن علاء الأنصاری الأندرپتی الدّهلوی الحنفی(ت ۷۸۶ ھ)، تحقيق القاضی سجاد حسين، دار احياء التّراث العربی، بيروت، الطّبعة الأولی ۱۴۲۵ھ۔ ۲۰۰۴م۔

۳۳۔ **الفتاویٰ السّراجيّة**. للأوسی، سراج الدّين علی بن عثمان الحنفی (ت۵۶۹ھ)، مير محمد كتب خانه، كراتشی۔

۳۴۔ **الفتاوی الظّهيريّة**، للإمام ظهير الدِّيْن أبی بكر محمد بن أحمد البخاری الحنفی (ت۶۱۹ھ)، مخطوط مصوّر، المخزون فی دارِ الكتب لجمعيّة إشاعة

أهل السنّة، ميتهادر، كراتشی

۳۵۔ **فتاوی قاضيخان (علی هامش الهندية)**، للأوزجندی، للإمام حسن بن منصور الحنفی (ت ۵۹۲ھ)، دار المعرفة، بيروت، الطّبعة الثالثة ۱۳۹۳ ھ۔ ۱۹۷۳م

۳۶۔ **فتاوی قاضيخان**، للأوزجندی، للإمام حسن بن منصور الحنفی (ت ۵۹۲ھ)، دار الفكر، بيروت، الطّبعة الأولیٰ۱۴۲۹ھ۔ ۲۰۰۰م۔

۳۷۔ **الفتاویٰ الهندية**. المسمّاة الفتاوی العالمكيرية، للشّيخ نظام (ت۱۱۶۱ ھ)، وجماعة من علماء الهند، دار المعرفة، بيروت، الطّبعة الثالثة ۱۳۹۳ ھ۔ ۱۹۷۳م

۳۸۔ **فتح القدير**. لابن الهمام، كمال الدين محمد بن عبدالواحد الحنفی (ت۸۶۱ھ)، داراحياء التّراث العربی، بيروت۔

۳۹۔ **الكافی**، للحاكم الشهيد (فی ضمن كتاب الأصل المسمّی بالمبسوط) الإمام أبی الفضل محمد بن محمد بن أحمد المروزی الحنفی (ت۔۔۳ھ)، تصحيح وتعليق أبی الوفاء الأفغانی، عالم الكتب ، بيروت، الطّبعة الأولیٰ ۱۴۱۰ھ۔۱۹۹۰م۔

۴۰۔ **الكفاية شرح الهداية (معه فتح القدير)** ، للإمام جلال الدّين الكرلانی الحنفی (ت ۶۷۶)، دار إحياء التّراث العربی، بيروت۔

۴۱۔ **المختار الفتوی**، للموصلی، الإمام مجدالدّين عبدالله بن محمود الحنفی (ت۶۸۳ھ)، تحقيق مركز البحوث والدّراسات، مكتبة نزارمصطفیٰ الباز، مكة المكرمة، الطّبعة الأولیٰ۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۷م۔

۴۲۔ **مختصر اختلاف العلماء**، صنّفه الإمام أبو جعفر أحمد بن محمد الطّحاوی الحنفی (ت ۳۲۱)، واختصره الإمام أبو بكر أحمد بن علی الجصّاص الرّازی الحنفی (ت ۳۷۰ ھ)، تحقيق د۔ عبد الله نذير أحمد، دار البشائر الاسلامية،

بیروت، الطّبعة الثّانیة، ١٤٧١ھ۔ ١٩٩٦م۔

٤٣۔ **مختصرالقدوری** فی فقه الحنفی، للإمام أبی الحسن أحمد بن محمد بن أحمد بن جعفر البغدادی الحنفی(ت٤٢٨ھ)، تحقیق الشّیخ محمد محمد کامل عویضة، دارُالکتب العلمیّة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤١٨ھ۔١٩٩٧م۔

٤٤۔ **مختلف الرّوایة**، لأبی اللّیث، الإمام نصر بن محمد السّمرقندی الحنفی (ت ٣٧٣ھ)، تحقیق د۔ عبد الرحمن بن مبارك الفرج، مکتبة الرّشد، الرّیاض، الطّبعة الأولیٰ ١٤٦٢ھ۔ ٢٠٠٥م۔

٤٥۔ **المسالک فی المناسک**. للکرمانی، أبی منصور محمد بن مکرّم بن شعبان الحنفی (ت٥٩٧ھ)، تحقیق الدکتور سعود بن إبراهیم، دار البشائر الإسلامیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٤ھ۔ ٢٠٠٣م

٤٦۔ **المسلک المتقسّط** فی المنسك المتوسّط۔ للقاری، نور الدین علی بن محمد سلطان الهروی الحنفی (ت١٠١٤ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨م

٤٧۔ **المصنَّف لابن أبی شیبة**، الإمام أبی بکر عبداللّٰه بن محمد العبسی الکوفی (ت٢٣٥ھ)، تحقیق محمد عوّامة، دارقرطبة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤٢٧ھ۔٢٠٠٦م۔

٤٨۔ **المعجم الکبیر**، للطبرانی، أبی القاسم سلیمان بن أحمد (ت٣٦٠ھ)، دارإحیاء التّراث العربی، بیروت، الطّبعة الثّانیّة١٤٢٢ھ۔٢٠٠٢م۔

٤٩۔ **معرفة السُّنَن والآثار**، للبیهقی، الإمام أبی بکر أحمد بن الحسین الشّافعی (ت٣٥٨ھ)، تحقیق سیّد کسُروی حَسنُ، دارُالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤٢٢ھ۔٢٠٠١م۔

٥٠۔ **منحة الخالق علیٰ البحر الرّائق شرح کنز الدّقائق**، للإمام محمد أمین عابدین الدّمشقی الحنفی (ت ١٢٥٢ھ)، تخریج الشّیخ زکریّا عمیرات، دار

الکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤١٨ھ۔١٩٩٧م۔

٥١۔ **النّهر الفائق شرح کنز الدّکائق**، للإمام سراج الدّین عمر بن ابراهیم ابن نجیم المصری الحنفی (ت ١٠٠٥ھ)،حققه و علّق علیه أحمد عزّو عنایة، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢٢ھ۔ ٢٠٠٢م۔

٥٢۔ **وقایة الروایة، (و شرح الوقایة مع عمدة الرّعایة)** للمحبوبی، للإمام تاج الشّریعة محمود بن صدر الشریعة الحنفی (ت)، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ٢٠٠٩م۔

٥٣۔ **هدایة السّالک** إلی المذاهب الأربعة فی المناسك، للإمام عزّ الدّین بن جماعة الکنانی (ت ٧٦٧ھ)، تحقیق الدّکتور نور الدّین عتر، دار البشائر الإسلامیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤١٤ھ۔ ١٩٩٤م۔

٥٤۔ **الهدایة** شرح بدایة المبتدی للمرغینانی ۔ برهان الدین أبی الحسن علی بن أبی بکر الحنفی (ت٥٩٣ھ)، دار الأرقم، بیروت،

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

کی ہدیۃً شائع شُدہ کُتُب

عصمت نبوی ﷺ کا بیان، تنویرالبرہان، فلسفہ اذان قبر،

غیر اسلامی رسومات کے خلاف اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے سو(100) فتاوی

کیا اولیاء اللہ اور بت ایک ہیں؟ بلائے نجدیہ، ستر استغفارات،

جماعت اسلامی پر ایک تنقیدی جائزہ، شہادت کی فضیلت،

شوال کے چھ روزوں کی شرعی حیثیت، الأربعین،

سید الشہداء سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ، خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

پسندیدہ تحفہ (فرض نماز کے بعد دعا کا ثبوت)

شیخ الحدیث حضرت علامہ **مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی** مدّ ظلّہ

کی تالیفات میں سے

عورتوں کے ایّام خاص میں نماز اور روزے کا شرعی حکم،

حج اکبر کی حقیقت، دعاء بعد نمازِ جنازہ

تخلیقِ پاکستان میں علماءِ اہلسنّت کا کردار،

مندرجہ ذیل کُتُب خانوں پر دستیاب ہیں

- ☆ مکتبہ برکات المدینہ، بہار شریعت مسجد، بہادر آباد، کراچی
- ☆ ضیاء الدین پبلی کیشنز، نزد شہید مسجد، کھارادر، کراچی
- ☆ مکتبہ غوثیہ ہولسیل، پرانی سبزی منڈی، نزد عسکری پارک، کراچی
- ☆ مکتبہ انوار القرآن، میمن مسجد مصلح الدین گارڈن، کراچی
- ☆ نوری کتب خانہ، سکھر
- ☆ مکتبہ محمدیہ، بنوری ٹاؤن، گرومندر، کراچی

کراچی سے باہر دیگر شہروں کے کُتُب خانوں کے مالکان رابطہ کریں تاکہ اُن شہروں کے قارئین کے لئے ان کتب کا حصول آسان ہو سکے۔

رابطے کے لئے: 021-32439799، 0321-3885445

العُروۃُ فِی مَنَاسِكِ الحَجِّ و العُمْرَة

فتاویٰ حج و عمرہ

(حصہ ہشتم)

تالیف

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نورمسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:32439799

نام کتاب : العُرْوَۃُ فِیْ مَنَاسِكِ الحَجِّ وَ العُمْرَة

''فتاویٰ حج وعمرہ''

تصنیف : حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

سن اشاعت : شوال المکرّم 1434ھ۔ستمبر 2013ء

سلسلۂ اشاعت نمبر : 233

تعداد اشاعت : 3500

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نورمسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:32439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net

پر موجود ہے۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
☆	پیش لفظ	5
۱۔	کراچی سے جانے والے کا ریاض یا جدہ سے احرام باندھنا	7
۲۔	جدہ والوں کا بلا احرام مکہ آ کر حج کا احرام باندھنا	8
۳۔	شوال میں عمرہ ادا کر کے کراچی آ کر تمتّع کا احرام باندھ کر جانا	12
۴۔	آفاقی کا بلا احرام سرزمین حرم سے گزرنا	13
۵۔	طواف کے پھیروں میں شک واقع ہو تو کیا کرے؟	18
۶۔	عمرہ میں حلق سے قبل نفلی طواف کرنا	20
۷۔	عمرہ کا طواف مکمل کئے بغیر نفلی طواف کرنا	21
۸۔	سعی کرنے والا کس صورت میں تلبیہ کہے گا؟	23
۹۔	بلا عُذر وہیل چیئر پر سعی کرنا	24
۱۰۔	صفا و مروہ پر دعائیں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا	26
۱۱۔	رمی جمرۂ عقبہ کے بعد محرمہ کا دوسری محرمہ کے بال کاٹنا	27
۱۲۔	عورت کا ایک پورے سے کچھ کم بال کاٹنا	30
۱۳۔	متمتّع کا عمرہ ادا کر کے میقات سے باہر جانا	33
۱۴۔	منیٰ کی راتیں مکہ میں گزارنے والے کا حکم	34
۱۵۔	قارن پر کب دو جزائیں لازم آتی ہیں؟	35
۱۶۔	مقیم عارضی پر قربانی	38
۱۷۔	اونٹ یا گائے میں شریک افراد کی جہاتِ مختلفہ	50

۱۸۔	حجِ قِران یا تمتّع میں جو جانور ذبح کیا جاتا ہے کیا اُس سے قربانی ادا ہو جاتی ہے؟	51
۱۹۔	مُحصِر صرف ذبح کروانے سے احرام سے باہر ہو جائے گا	52
۲۰۔	مکی کا عمرہ میں حلق سے قبل حج کا احرام باندھنا	53
۲۱۔	طوافِ زیارت کے بعد حلق سے قبل ہمبستری کا حکم	55
۲۲۔	حِل والے کا عمرہ کے احرام سے باہر آنے سے قبل حج کا احرام	57
۲۳۔	دَم جبر کی ادائیگی علَی التّراخی واجب ہے	59
۲۴۔	حلق میں چند جگہ سے بال مونڈ لینے کا حکم	62
۲۵۔	بے وضو نفلی طواف کا حکم	63
۲۶۔	جدّہ والے کا شوال میں عمرہ ادا کر کے اسی سال حج کرنا	65
۲۷۔	عمرہ میں تین چکر کے بعد سعی کر کے حلق کروانے کا حکم	66
۲۸۔	آفاقی کا حجِ افراد میں طوافِ قُدوم کو ترک کرنا	69
۲۹۔	حلق سے قبل داڑھی کا خط بنوانے کا حکم	71
۳۰۔	عام حالات میں عورت نماز میں منہ کھولے گی	74
۳۱۔	جبل رحمت پر چڑھنا	77
۳۲۔	وطنِ اقامت سے مدت سفر کو روانگی سے ہی وطنِ اقامت باطل ہو جاتا ہے	79
۳۳۔	حاجی کا تجارت کرنا	86
۳۴۔	مآخذ و مراجع	91

پیش لفظ

حج اسلام کا اہم رُکن ہے جس کی ادائیگی صاحبِ استطاعت پر زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے، اس کے بعد جتنی بار بھی حج کرے گا نفل ہوگا اور پھر لوگوں کو دیکھا جائے تو کچھ تو زندگی میں ایک ہی بار حج کرتے ہیں کچھ دو یا تین بار، اقل قلیل ایسے ہوتے ہیں جن کو ہر سال یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا حج کے مسائل سے عدم واقفیت یا واقفیت کی کمی ایک فطری امر ہے۔ پھر کچھ لوگ تو اِس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر ناجائز ہوتے ہیں اور کچھ علماء کرام کی طرف رُجوع کرتے ہیں مناسکِ حج وعمرہ کی ترتیب کے حوالے سے ہونے والی نشستوں میں شرکت کرتے ہیں پھر بھی ضرورت پڑنے پر حج میں موجود علماء یا اپنے ملک میں موجود علماء سے رابطہ کر کے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ اور پھر علماء کرام میں جو مسائل حج وعمرہ کے لئے کُتُبِ فقہ خصوصاً مناسک حج و عمرہ کا مطالعہ رکھتے ہیں وہ تو مسائل کا صحیح جواب دے پاتے ہیں اور جن کا مطالعہ نہیں ہوتا وہ اِس سے عاجز ہوتے ہیں، اور ایسی صورت میں بعض تو اپنے قیاس سے مسائل بتا دیتے ہیں حالانکہ مناسک حج وعمرہ توقیفی ہیں۔ ہمارے ہاں جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کے زیر اہتمام نور مسجد میٹھادر میں پچھلے کئی سالوں سے ہر سال باقاعدہ ترتیب حج کے حوالے سے نشستیں ہوتی ہیں، اِسی لئے لوگ حج وعمرہ کے مسائل میں ہماری طرف کثرت سے رجوع بھی کرتے ہیں، اکثر تو زبانی اور بعض تحریری جواب طلب کرتے ہیں اور کچھ مسائل کہ جن کے لئے ہم نے خود بھی اپنے ادارے میں قائم دار الافتاء کی جانب رُجوع کیا تھا اور کچھ مفتی صاحب نے ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء اور ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء کے سفر حج میں مکہ مکرمہ میں تحریر فرمائے۔ پھر ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۸ء اور ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء کے سفر حج میں اور کچھ کراچی میں مزید

فتاویٰ تحریر ہوئے، اس طرح ہمارے دار الافتاء سے مناسک حج وعمرہ اور اس سفر میں پیش آنے والے مسائل کے بابت جاری ہونے والے فتاویٰ کو ہم نے علیحدہ کیا اور اُن میں سے جن کی اشاعت کو ضروری جانا اس مجموعے میں شامل کر دیا اور چھ حصے اس سے قبل شائع کئے جو ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء تک کے فتاویٰ تھے بعد کے فتاویٰ کو جب جمع کیا گیا تو ضخامت کی وجہ سے اُن میں سے کچھ فتاویٰ حصہ ہفتم میں ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲ء میں شائع کئے گئے اور اب کچھ پہلے کے اور کچھ گزشتہ سال حج اور اس کے بعد کے فتاویٰ حصہ ہشتم میں شائع کئے جا رہے ہیں۔

اور فتاویٰ حج وعمرہ کے آٹھویں حصے کو جمعیت اشاعت اہلسنّت اپنے سلسلۂ اشاعت کے ۲۳۳ ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کی کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے نافع بنائے۔ آمین

فقیر محمد عرفان ضیائی

خادم جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

کراچی سے جانے والے کا ریاض یا جدہ سے احرام باندھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص بذریعہ ہوائی جہاز عمرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ جانا چاہتا ہے اس کا سفر کراچی سے ریاض، وہاں سے جدہ پھر جدہ سے مکہ ہے اب وہ کراچی سے احرام باندھے یا ریاض میں جب رُکے تو وہاں سے بھی احرام باندھ سکتا ہے؟ اسی طرح جدہ کا کیا حکم ہے؟

(السائل: سید عبداللہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ریاض سے احرام باندھ سکتا ہے کیونکہ ریاض میقات سے باہر ہے اور اس طرف کے رہنے والوں کی میقات "قَرنُ المَنَازل" ہے، امام ابوجعفر طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

ولأهل نَجدٍ قرنٌ (۱)

اور امام ابوبکر جصاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

وَقّتَ رسولُ الله ﷺ لأهلِ المدينةِ: ذا الحُليفةِ، و لأهلِ الشّام: الجُحْفَةَ، و لأهلِ نجدٍ: قَرْن (۲)

یعنی، رسول اللہ ﷺ نے اہلِ مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ کو اور اہلِ شام کے لئے جُحفہ کو اور اہلِ نجد کے قرن کو میقات مقرر فرمایا۔

اور اسے اب "السیل الکبیر" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور جدید پیمائش کے مطابق یہ مکہ مکرمہ سے ۱۸۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور جدہ میقات کے اندر ہے اس لئے وہاں تک احرام باندھنے میں تاخیر نہیں کرسکتا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصّواب

یوم الأربعاء، ۲۲ ذوالحجة ۱۴۳۳ھ، ۷ نوفمبر ۲۰۱۲ م F-809

۱۔ مختصر الطّحاوی، کتاب الحج، باب ذکر الحج و العمرة، ص ۶۰

۲۔ شرح مختصر الطّحاوی، کتاب المناسك، باب المواقیت، ۵۱۳/۲

جدہ والوں کا بلا احرام مکہ آکر حج کا احرام باندھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کتنے لوگ جو جدہ میں رہتے ہیں وہ بلا احرام مکہ مکرمہ آتے ہیں اور وہیں سے حج کا احرام باندھ کر حج ادا کرتے ہیں حالانکہ وہ حج کے ارادے سے ہی مکہ آتے ہیں کیونکہ اُن کے آنے کا اور کوئی مقصد نہیں ہوتا سوائے حج کے، اس صورت میں اُن کے اس فعل کا شرع مطہرہ میں کیا حکم ہے؟

(السائل: محمد احمد، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: وہ لوگ جو میقات اور حرم کے مابین رہتے ہیں جیسے جدہ کے رہنے والے وہ جب حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتے ہو تو اُن کے لئے بلا احرام مکہ مکرمہ آنا جائز ہے اور اگر حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں تو اُن کے لئے حُدودِ حرم میں احرام کے ساتھ داخل ہونا لازم ہے اور افضل یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں سے احرام باندھ کر آئیں چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و هم الذين منازِلُهم فی نفس الميقات أو داخلَ الميقات إلى الحرَم، فوقتُهم الحِلُّ للحجّ و العُمرةِ، و هم فی سَعَةٍ ما لم يَدخُلوا أرضَ الحَرمِ، و من دَويرةِ أهلهم أفضلُ، لهم دُخولُ مكةَ بغيرِ إحرام إذا لم يُريدوا نُسُكاً لا فيجب (۳)

یعنی، وہ لوگ کہ جن کے گھر نفسِ میقات پر یا میقات کے اندر حرم تک (یعنی حِل میں) ہیں تو حج وعمرہ کے لئے اُن کی میقات حِل ہے وہ گنجائش میں ہیں(۴) جب تک (حدود) حرم میں داخل نہ ہوں، اور اُن

۳۔ لُباب المناسك، باب المواقیت، فصل: فی الصّنف الثانی، ص ۹۲ (ص۱۱۶)

۴۔ یعنی وہ جواز ورُخصت اور عدم لزوم کفّارہ میں گنجائش میں ہیں (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب المواقیت، فصل: فی الصّنف الثّانی، ص ۹۲ (ص۱۶۶)

کا اپنے گھروں سے احرام باندھنا افضل ہے، اور اُن کا بغیر احرام مکہ داخلہ جائز ہے جب کہ کسی نُسُک (حج یا عمرہ) کا ارادہ نہ رکھتے ہوں(٥) ورنہ واجب ہے۔(٦)

اور قاضی حسین بن محمد سعید مکی حنفی متوفی ١٣٦٦ھ لکھتے ہیں:

قال العلّامة الشّیخ قطب الدین فی "مَنْسَکِه": و ممّا یجبُ التَیقُّظُ له سکانُ جُدّة بالجیم، و أهلُ حُدَّة بالمهملة، و أهلُ الأودِیة القَریبةِ من مکةَ، فإنّهم فی الأغلبِ یأتُون إلی مکة فی سادسِ ذی الحجّة أو فی السّابعِ بغیرِ إحرامٍ، و یحرُمُون من مکة للحجِّ، فعلی مَن کان حنفیًّا منهم أن یحرمَ بالحجِّ قبلَ أن یدخُلَ الحرمَ، و إلّا فعلیه دمٌ لمجاوزةِ المیقات بغیر إحرامٍ، لکنّ للنّظر هنا مجالٌ إذا أحرَمَ هؤلاءِ من مکة هو معتادُهُم، و توجّهُوا إلی عرفةَ ینبغی أن یسقُطُ عنهم دمُ المجاوزةِ بوُصُولهم أوّل الحِلّ مُلَبّین، لأنه عودٌ منهم إلی میقاتهم مع الإحرام و التّلبیة، ذلك مُسقِطٌ لدَمِ المجاوزةِ، اللهم إلّا أن یقالَ: لا یعدُّ هذا عوداً منهم إلی المیقات، لأنّهم لم یَقصُدوا العودَ إلیه لتلافی ما لَزِمَهم بالمجاوزة، بل قصدُوا التَّوجُّهَ إلی عرفة، و لم أجدُ من تعرَّضَ لذلك، و الله أعلم بالصّواب ا ھ، و

٥۔ اور قاضی حسین بن محمد سعید مکی حنفی لکھتے ہیں: مصنّف کے قول ''جب وہ کسی نُسُک کا ارادہ نہ رکھتے ہوں'' کا مقتضا یہ ہے کہ وہ لوگ اگر کسی کام سے مکہ آئیں پھر وہاں سے حج کا احرام باندھ لیں تو اُن پر کچھ لازم نہ ہوگا (إرشاد السّاری إلی مناسك الملّا علی القاری، باب المواقیت، فصل: فی الصنف الثّانی، ص٩٢ (ص١١٦)

٦۔ یعنی وہ اگر کسی نُسُک کا ارادہ رکھتے ہوں تو احرام واجب ہے (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب المواقیت، فصل: فی الصّنف الثّانی، ص ٩٢ (ص١١٦)

قَد نقله الشّیخ عبد الله العفیفُ فی "شرحه" و أقرّه، ا ھ "حباب"، و قال فی "رد المحتار" عقب عبارة القطبی: وقال القاضی محمد عید فی " شرح مَنسَکِه": و الظّاهرُ السُّقوطُ، لأنَّ العَودَ إلی المیقات مع التلبیة مُسقطٌ لدَمِ المجَاوزَةِ و إن لم یقصُدهُ، لحُصولِ المقصود، و هو التّعظیم (٧)

یعنی، علامہ شیخ قطب الدین نے اپنی "مَنسَك" میں فرمایا وہ کہ جس پر جدّہ، حدّہ اور مکہ کے قریب وادیوں میں رہنے والوں کو آنکھیں کھولنا واجب ہے وہ یہ ہے کہ وہ لوگ غالبًا چھٹی یا ساتویں ذی الحجہ کو بغیر احرام کے مکہ مکرمہ آتے ہیں اور مکہ مکرمہ سے حج کا احرام باندھتے ہیں تو اُن میں سے جو حنفی ہے اُس پر لازم ہے کہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے قبل احرام باندھے ورنہ اُس پر بغیر احرام کے مکہ داخل ہونے کا دَم لازم ہوگا لیکن نظر وفکر کی اس میں گنجائش ہے وہ یہ کہ جب اِن لوگوں نے مکہ مکرمہ سے (حج کا) احرام باندھا جیسا کہ اُن کی عادت ہے اور عرفات کی طرف متوجہ ہوئے تو تلبیہ کہتے ہوئے اول الحلّ کو پہنچنے پر اُن پر سے (بلا احرام) گزرنے کا دَم ساقط ہو جانا چاہئے اور وہ (یعنی حلّ میں آ کر احرام کی نیت سے تلبیہ کہنا اُن کے حق میں بلا احرام) گزرنے کے دَم کو ساقط ہو کرنے والا ہے، مگر یہ کہا جائے کہ میقات کی جانب اِن کا یہ لوٹنا شمار نہیں کیا جائے گا کیونکہ انہوں نے میقات کی طرف لوٹنے میں اُس کی تلافی کا قصد نہیں کیا جو اِن پر (بلا احرام) گزرنے سے لازم آیا، بلکہ انہوں نے عرفات کی جانب توجہ کا قصد کیا، اور میں نے کسی کو نہیں پایا

٧۔ إرشاد السّاری إلی مناسك الملّا علی القاری، باب المواقیت، فصل: فی الصّنف الثانی، تحت قول اللباب: إذا لم یریدو نسکاً، ص٩٣ (ص١١٦، ١١٧)

کہ جس نے ایسا کہا ہو، (یعنی، عدم سقوط کا قول کیا ہو) واللہ تعالیٰ اعلم بالصّواب اھ، اور اسے شیخ عبداللہ عفیف نے اپنی ''شرح'' (۸) میں نقل کیا اور اسے ثابت رکھا اھ "حباب" (۹) اور "رد المحتار" میں علامہ قطبی کی عبارت کے بعد لکھا کہ قاضی محمد عید نے اپنی ''مَنْسَك کی شرح'' (۱۰) میں فرمایا کہ ظاہر سقوط ہے کیونکہ میقات کی جانب تلبیہ کے ساتھ لوٹنا حصولِ مقصود کی وجہ سے جو کہ تعظیم ہے دمِ مجاورۃ کو ساقط

۸۔ "رد المحتار" کے حوالے سے "إرشاد السّاری" میں قاضی محمد عید مذکور ہے جب کہ محقق محمد طلحہ بلال نے اُن کا نام خطیب قاضی عید بن محمد انصاری مکی حنفی ذِکر کیا ہے جو ۱۱۴۳ھ میں فوت ہوئے اور "لُباب المناسك" کی "خلاصة النّاسك" کے نام سے شرح لکھی اور اُن کے بھتیجے فقیہ جمال الدّین محمد بن محمد انصاری حنفی (من علماء القرن الثّانی عشر) نے بھی "لُباب المناسك" کی شرح لکھی ہے اور "در مختار" پر حاشیہ بھی تحریر کیا ہے، قاضی عید انصاری نے اگر مناسکِ حج پر کتاب لکھ کر اُس کی شرح نہ کی ہو تو مراد "خلاصة النّاسك" ہی ہوگی، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۹۔ یہ مُلّا علی قاری کی شرح "المسلك المتقسط" پر حاشیہ ہے جو علامہ یحییٰ بن محمد بن صالح الحبابّ مکی حنفی کی تصنیف ہے جو مکہ مکرمہ میں شیخ القرأ تھے، فقیہ، محدّث اور مُفسّر تھے، مکہ مکرمہ میں ہی پیدا ہوئے، تمام علوم میں مہارت حاصل کی اور مسجد الحرام میں درس دیتے رہے، آپ سے بڑے بڑے علماء نے علم حاصل کیا جیسے علامہ طاہر سنبل (ت ۱۲۱۸ھ)، مفتی عبدالملک قلعی (ت ۱۲۲۸ھ)، فقیہ محمد سعید سنبل (ت ۱۲۱۶ھ) وغیرھم اور آپ ۱۱۷۸ھ میں حیات تھے (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، مقدمة الكتاب، الفصل الثانی، المبحث الثانی، الحواشی علی شرح "اللباب" لعلی القاری، برقم: ۱)

۱۰۔ فقیہ عبداللہ بن حسن عفیف کازرُونی مکی حنفی نے علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی کی کتاب "لُباب المناسك" کی شرح لکھی اور انہوں نے "لُباب المناسك" کا "بُغية النّاسك" کے نام سے اختصار کیا اور پھر "أقرب المسالك" کے نام سے اس اختصار کی شرح لکھی اور بقول محقق محمد طلحہ بلال کے کہ علامہ شامی جب "العفيف فی شرح مَنْسَكه" لکھتے ہیں تو اُس سے مراد یہی شرح ("أقرب المسالك") ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ قاضی حسین مکی حنفی کی یہاں مراد کون سی شرح ہے اور آپ ۱۱۰۲ھ میں حیات تھے (المسلك المتقسط، مقدمة الكتاب، الفصل الأول، المبحث الثانی، شروح اللباب ومختصراته)

کرنے والا ہے اگرچہ اُس کا قصد نہ کرے۔

لہٰذا اِن پر کوئی کفّارہ باقی نہ رہے گا سوائے توبہ کے کیونکہ انہوں نے حج کے ارادے سے حرم میں بلا احرام داخلے کے گُناہ کا ارتکاب کیا ہے۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصّواب

يوم الأربعاء، ١ ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ١٦ اكتوبر ٢٠١٢ م F-816

شوال میں عمرہ ادا کر کے کراچی آ کر تمتّع کا احرام باندھ کر جانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص رمضان المبارک میں عمرہ کے لئے گیا اور اُس کی واپسی شوال المکرّم میں تھی، اس لئے جانے سے قبل شوال کے مہینے میں بھی عمرہ ادا کیا اور چلا گیا، پھر اسی سال وہ حجِ تمتّع کی غرض سے آیا اور حجِ تمتّع کیا، کیا اُس کا حجِ تمتُّع ہوگا یا نہیں؟

(السائل: ڈاکٹر عبدالرحیم، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس کا حج تمتّع ہی واقع ہوگیا چنانچہ امام ابوبکر جصّاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

و كذلك الكوفيُّ: إذا دَخَلتْ عليه أشْهُر الحجِّ و هو بمكّةَ، لا يصحُّ له التّمتّعُ عند حتى يرجعَ إلى أهله، ثمّ ينشیء العمرة، ثم يحجُّ من عامه (۱۱)

یعنی، اسی طرح کوفی جب اُس پر حج کے مہینے آئے تو وہ مکہ مکرمہ میں تھا تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اُس کے لئے حجِ تمتّع درست نہیں یہاں تک کہ وہ اپنے اہل کو لوٹے، پھر عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ادا کرے، پھر اُسی سال حج کرے۔

۱۱۔ شرح الطّحاوی للرّازی، كتاب المناسك، فصل: أشْهُر الحجّ، و إدخال الحجّ على العمرة، ۵۰۶/۲

اورعلامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

أن لا يدخلَ عليه أشهرُ الحجّ وهو حلالٌ بمكةَ أو مُحرمٌ ولكن قد طَافَ للعُمرةِ أكثرهُ قبلها إلّا أن يعود إلى أهله فيحرمُ بعُمرة (١٢)

یعنی، تمتّع کی دسویں شرط یہ ہے کہ اُس پر حج کے مہینے نہ آئیں کہ وہ مکہ میں بغیر احرام کے ہو یا مُحرم ہو لیکن اُس نے عمرہ کا اکثر طواف اس سے قبل کرلیا ہو، مگر یہ کہ وہ اپنے اہل کو لوٹے پھر عمرہ کا احرام باندھے۔

اور مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و الحاصلُ: أنّه لو دخلتْ عليه الأشهُرُ و هو حلالٌ أو مُحرمٌ، ثمّ أحرمَ بعمرة من الميقات، أو لم يحرُم و حجَّ لا يكون متمتّعاً إلّا أن يعودَ إلى أهلِه فيحرُم بعمرة فيكون حينئذ مُتمتّعا اتفاقاً (١٣)

یعنی، حاصل کلام یہ ہے کہ اگر حج کے مہینے آ گئے اور (مکہ میں) بغیر احرام کے ہو یا مُحرم ہو پھر اُس نے میقات سے احرام باندھا یا احرام نہ باندھا اور حج کیا تو متمتّع نہ ہوگا مگر یہ کہ اپنے اہل کو لوٹے پھر عمرہ کا احرام باندھے تو اس وقت بالاتفاق متمتّع ہوگا۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الثلثاء، ٧ ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ٢٣ اكتوبر ٢٠١٢ م F-818

آفاقی کا بلا احرام سرزمین حرم سے گزرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ جدہ

١٢۔ لُباب المناسك، باب التّمتُّع، فصل: فی شرائطه، شرط العاشر، ص ٣٠١

١٣۔ المسلك المتقسط فی المسنك المتوسط، فصل: فی شرائطه، مع قوله: إلا أن يعود إلخ، ص ٣٠١

والے یا مدینہ شریف والے طائف سے جب لوٹتے ہیں ٹیکسی والے مختصر راستے کی وجہ سے نہ صرف میقات کے اندر سے گزرتے ہیں بلکہ بالکل حرم شریف کے قریب سے گزرتے ہیں، اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟

(السائل: محمد اقبال، مدینہ منورہ)

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: طائف سے لوٹتے ہوئے حرم شریف سے گزرنے والے پر لازم ہے کہ وہ عمرہ کا احرام باندھ کر آئے اور مکہ مکرمہ آ کر عمرہ ادا کرے پھر آگے جائے، اگر ایسا نہیں کرتا تو ایسا راستہ اختیار کرے جو حرم سے ہو کر نہ گزرتا ہو، کیونکہ طائف میقات سے خارج ہے، طائف سے مکہ مکرمہ کی طرف آتے ہوئے دو میقاتیں ہیں ایک ''سیل کبیر'' دوسری ''وادیٔ محرم''، لہٰذا طائف سے آنے والا جب آیا تو وہ میقات کے باہر سے آیا اور اُس کا قصد مکہ مکرمہ سے گزرنے کا ہے اِس لئے وہ آفاق سے مکہ مکرمہ آنے والا ہے اور اُس کے لئے بغیر احرام آنا جائز نہیں، چنانچہ ایسے شخص کے لئے نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"لَا يَتَجَاوَزَ أَحَدُ الْمِيقَاتَ إِلَّا وَ هُوَ مُحْرِمٌ" (١٤)

یعنی، کوئی میقات سے نہ گزرے مگر یہ کہ وہ احرام والا ہو۔

١٤۔ المصنَّف لابن أبی شيبة، كتاب الحجّ، باب لا يتجاوز أحد الوقت إلا محرم، برقم: ١٥٧٠١۔ أيضاً المعجم الكبير، برقم: ١٢٢٣٦، ١١/٣٤٥، بلفظ: "لَا تَجُوْزُ الْوَقْتَ إِلَّا بِإِحْرَامٍ"۔ یعنی، نہ گزرے میقات سے مگر احرام کے ساتھ۔ أيضاً شرح معانی الآثار، كتاب الحجّ، باب دخول الحرم إلخ، برقم: ٤١٧٢، ٢/٢٦٣، و كتاب الحجّة، باب فی فتح رسول الله ﷺ مكة عنوةً، برقم: ٥٤٧٣، ٣/٣٢٩، بلفظ "لَا يَدْخُلُ أَحَدٌ إِلَّا مُحْرِمًا" یعنی، نہ داخل ہو کوئی ایک مکہ میں مگر احرام والا، أيضاً السُّنَن الكبرىٰ، كتاب الحجّ، باب دخول مكة بغير إرادة الحج و لا عمرةٍ، برقم: ٩٨٣٩، ٥/٢٨٩، و معرفة السُّنَن و الآثار، كتاب المناسك، باب دخول مكة بغير إرادة حجٍ و عمرةٍ، برقم: ٣١٣٠، ٤/١٦٩، بلفظ: "مَا يَدْخُلُ مكة أَحَدٌ مِنْ أَهْلِهَا وَ لَا مِنْ غَيْرِهَا إِلَّا بِإِحْرَامٍ" یعنی، نہ داخل ہو مکہ میں کوئی ایک اس کے اہل سے نہ اُس کے غیر سے مگر احرام کے ساتھ۔

اسی حدیث شریف کی بنا پر فقہاءِ احناف نے حکم دیا کہ آفاق سے آنے والا مکہ مکرمہ کسی بھی غرض سے آئے تو میقات سے بغیر احرام کے نہ گزرے چنانچہ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی ۳۲۱ھ نے لکھا اور امام ابوبکر احمد بن علی جصاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ نے نقل کیا ہے کہ:

قال أصحابنا: لا يَدْخُلُ أحدٌ ممّن هو خارجُ الميقات إلّا بإحرامٍ، فإن دخلها بغير إحرامٍ فعليه حجةٌ أو عمرةٌ (١٥)

یعنی، اُن میں سے جو میقات سے خارج ہیں نہ داخل ہو مگر احرام کے ساتھ، پس اگر مکہ بغیر احرام کے داخل ہوا تو اُس پر حج یا عمرہ لازم ہے۔

علامہ حسن بن منصور اوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

الآفاقی و مَن كان خارجَ الميقات، إذا قصدَ مكّةَ لحجّةٍ أو عُمرةٍ أو لحاجةٍ أُخرى، لا يُجاوزُ الميقات إلّا مُحرماً (١٦)

یعنی، آفاقی اور وہ جو میقات سے خارج ہے، جب حج یا عمرہ یا کسی اور کام کے لئے مکہ کا قصد کرے تو وہ میقات سے نہ گزرے مگر احرام والا۔

اور علامہ علاؤالدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں کہ

كذالك لو أرادَ بمُجاوَزةِ هذه المَواقيتِ دخولَ مكّةَ، لا يجوزُ له أن يُجاوِزَها إلّا مُحرماً، سواء أراد بدخولِ مكّةَ النُّسُك مِن الحجّ أو العُمرةِ أو التِّجارَةِ أو حاجة أخرى عندنا (١٧)

یعنی، اس طرح اگر ان مواقیت (خمسہ) سے گزرنے سے دخولِ مکہ کا ارادہ ہے تو ہمارے نزدیک اُس کے لئے بغیر احرام گزرنا جائز نہیں، چاہے مکہ داخل ہونے سے اُس کا نُسکِ حج یا عمرہ کا ارادہ ہو یا تجارت

١٥۔ مختصر اختلاف العلماء، كتاب المناسك، الإحرام لدخول مكة، برقم: ٥٥٣، ٢/٦٥

١٦۔ فتاوىٰ قاضيخان، كتاب الحج، ١/٢٨٤، دار المعرفة، ، و ١/١٧٣، دار الفكر

١٧۔ بدائع الصّنائع، كتاب الحج، فصل: أمّا بيان مكان الإحرام، ٣/١٦٠

یا کسی اور کام کا۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ آفاق سے مکہ مکرمہ آنے والا کسی بھی ارادے سے آئے، حج یا عمرہ کے ارادے سے آئے یا تجارت کی غرض سے یا اُس نے وہاں سے گزرنا ہو، بہرحال وہ حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر آئے گا، بلا احرام آیا تو اس پر حج یا عمرہ دونوں میں سے کوئی ایک عبادت لازم ہو جائے گی، چنانچہ امام شمس الدین ابوبکر محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ ''کافی'' میں امام حاکم شہید کا قول نقل کرتے ہیں کہ

قال: و إذا دَخَلَ الرّجلُ مكّةَ فوجبَ عليه حجةٌ أو عمرةٌ (١٨)

یعنی، فرمایا ایک (آفاقی) شخص جب مکہ میں داخل ہو گیا تو اُس پر حج یا عمرہ واجب ہو گیا۔

اور علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

و مَن دخلَ مكّةَ بلا إحرامٍ وجب عليه أحدُ النُّسُكين (١٩)

یعنی، جو شخص مکہ بغیر احرام کے داخل ہو گیا اُس پر دونُسک (حج وعمرہ) میں سے ایک واجب ہو گیا۔

اور علامہ مجدالدین عبداللہ بن محمود حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

و لا يجوزُ للآفاقی أن يَتجاوزَها إلا مُحرماً إذا أرادَ دخولَ مكّةَ (٢٠)

یعنی، آفاقی کے لئے جائز نہیں کہ وہ میقات سے گزرے مگر احرام والا جب کہ اس کا مکہ داخل ہونے کا ارادہ ہو۔

اس کا حل پھر یہی ہوگا کہ وہ کسی میقات کو واپس جائے اور احرام باندھ کر آئے اور اگر نہیں جاتا تو وہیں سے احرام باندھے اور دَم دے، چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد

١٨۔ المبسوط للسّرخسی، كتاب المناسك، باب المواقيت، ٢/٤/١٥٩

١٩۔ كنز الدّقائق، كتاب الحج، باب مجاوزة الميقات بغير إحرامٍ، ص٣١

٢٠۔ المختارُ الفَتوىٰ، كتاب الحج، ص٧٩

ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ نے نقل کیا کہ

عن ابن عباسٍ رضی اللہ عنهما قال: إِذَا جَاوَزَ الْوَقْتَ فَلَمْ يُحْرِمْ حَتَّى دَخَلَ مَكَّةَ رَجَعَ إِلَى الْوَقْتِ فَأَحْرَمَ، وَ إِنْ خَشِيَ إِنْ رَجَعَ إِلَى الْوَقْتِ، فَإِنَّهُ يُحْرِمُ وَ يُهْرِيْقُ لِذَلِكَ دَمًا (۲۱)

یعنی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جب میقات سے گزر گیا پس احرام نہ باندھا یہاں تک کہ مکہ میں داخل ہو گیا تو میقات کو لوٹے پس احرام باندھے اور اگر میقات کو لوٹنے میں خوف ہو تو وہ احرام باندھے اور اُس کے لئے بطور دَم خون بہائے۔

اور ایسے شخص کے لئے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فعليه العَودُ إلى ميقاتٍ منها و إن لم يكُنْ ميقاتَه ليُحرِمَ منه، و إلَّا فعليه دمٌ (۲۲)

یعنی، پس اُس پر مواقیت میں سے کسی میقات کو لوٹنا لازم ہے تا کہ وہاں سے وہ احرام باندھے اگرچہ وہ میقات نہ ہو (کہ جس سے بغیر احرام کے گزر کر آیا تھا) ورنہ اُس پر دَم لازم ہوگا۔

اور اسی طرح کے سوال کا جواب ''فتاویٰ حج وعمرہ'' حصہ چہارم کے صفحہ ۲۴ پر بھی موجود ہے، اس کا مطالعہ بھی مفید رہے گا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۷ شوال المکرّم ۱٤۳٤ھ، ۱۵ اغسطس ۲۰۱۳ م F-856

۲۱۔ فتح القدیر، کتاب الحجّ، فصلَ و المواقیت التی إلخ، ۳۳۵/۲

۲۲۔ رَدّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الحجّ، مطلب: فی المواقیت، تحت قوله: حَرُم تأخیر إلخ، ۵۵۱/۳، ۵۵۲

طواف کے پھیروں میں شک واقع ہو تو کیا کرے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کسی کو طواف کرتے وقت طواف کے چکروں کی تعداد میں شک ہو جائے تو کیا کرے نیز اگر فرض طواف میں ایسا ہو تو کیا کرنا چاہئے اور غیر فرض میں ہو تو کیا کرے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یاد رہے کہ فرض وواجب طواف اور غیر فرض وغیر واجب طواف کے چکروں کی تعداد میں شک کا حکم الگ الگ ہے، اگر یہ شک فرض یا واجب طواف میں واقع ہو تو از سرنو کرے اور اگر غیر فرض وغیر واجب طواف میں ایسا ہو تو غالب گمان پر انحصار کرے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اگر شک اُفتاد در عدد اشواط، پس اگر طواف فرض است چنانکہ طوافِ زیارت وطواف عمرہ یا واجب است چنانکہ طواف وداع اعادہ کند اُورا از سرنو و بنا نہ کند بر غالب ظن برخلاف نماز، و اگر طواف غیر فرض است و غیر واجب است اعادہ نکند اُورا بلکہ بنا کند بر غالب ظن خود، و بعضے گفتہ اند کہ حکم شک در طواف مثل حکم اُو در نماز است مطلقاً اگرچہ طواف فرض باشد یا غیر اُو، پس بر این روایت استیناف کند طواف را اگر شک اول مرتبہ باشد و اگر بسیار باشد تحری کند و بنا کند بر غلبۂ ظن اگر داشتہ باشد و اِلّا بنا کند بر اقل چنانچہ کہ در نماز (۲۳)

یعنی، اگر طواف کے چکروں کی تعداد میں شک واقع ہو، پس اگر طواف فرض ہے جیسے طوافِ زیارت اور طوافِ عمرہ یا واجب ہے جیسے طوافِ وداع اُس کا از سرنو اعادہ کرے، غالب گمان پر بنا نہ کرے برخلاف نماز

۲۳۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب سیوم در بیان طواف و انواع آن، فصل هشتم، در بیان مسائل متفرقه إلخ، ص ۱۵٤، ۱۵۵

کے اور اگر طواف غیر فرض وغیر واجب ہے تو اس کا اعادہ نہ کرے بلکہ اپنے غالب گمان پر بنا کرے، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ طواف میں شک کا حکم مطلقاً نماز میں شک کے حکم کی مثل ہے اگرچہ طواف فرض ہو یا غیر فرض، پس اس روایت کی بنا پر اگر شک پہلی مرتبہ واقع ہوا ہو تو از سرنو طواف کرے گا اگر کافی بار ہوا ہو تو غور وفکر کرے گا اور غالب گمان رکھتا ہو تو اُس پر بنا کرے ورنہ کم پھیروں پر بنا کرے جیسا کہ نماز میں۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں کہ

لو شَكّ فی عددِ الأشواطِ فی طوافِ الرُّكنِ أعادَهُ و لا يَبنی علی غالب ظَنّه، بخلاف الصّلاةِ، قيلَ: إذا كان يكثرُ ذلك يَتحرَّی "لُباب" و قال شارحُه: و مفهومه أنّه لو شَكَّ فی أشواطِ غيرِ الرُّكنِ لا يُعيدُهُ، بل يَبنی علی غلبة ظنّه، لأنَّ غيرَ الفرضِ علی التّوسعةِ، و الظاهر أَنَّ الواجبَ فی حُكمِ الرُّكن لأنّه فرضٌ عَمَلیٌّ (٢٤)

یعنی، اگر طوافِ رُکن میں پھیروں کی تعداد میں شک ہو تو اُس کا اعادہ کرے اور اپنے غالب گمان پر بنا نہ کرے برخلاف نماز کے، کہا گیا کہ جب اُسے کثرت سے شک ہوتا ہے تو غور وفکر کرے "لُباب" اور اس کے شارح نے فرمایا: اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر غیر رُکن طواف کے پھیروں (کی تعداد) میں شک واقع ہو تو اُس کا اعادہ نہ کرے بلکہ اپنے غالب گُمان پر بنا کرے، کیونکہ غیر فرض میں گنجائش ہے اور ظاہر ہے کہ واجب (طواف) رُکن کے حکم میں ہے کیونکہ وہ فرض عملی ہے۔

٢٤۔ ردّ المحتار علی الدرّ المختار، كتاب الحجّ، فصل: فی الإحرام، مطلب: فی طواف القدوم، تحت قول التنوير: يلزَمه إتمامه و تحت قول الدّر: بخلاف الحجّ، ٥٨٢/٣

یاد رہے کہ جہاں اعادہ کا حکم ہے اس سے مراد یہ نہیں کہ پورے طواف کا اعادہ کرے بلکہ اُسی چکر کا اعادہ کرے کہ جس میں شک واقع ہوا چنانچہ علامہ عبد القادر رافعی حنفی متوفی ۱۳۲۳ھ لکھتے ہیں:

أی: أعاد الشوطَ الذی شكَّ فيه، و ليس المرادُ أنه يُعيدُ الطَّوافَ كلَّه، كما يَظهرُ (٢٥)

یعنی، اس چکر کا اعادہ کرے کہ جس میں شک واقع ہوا اور یہ مراد نہیں ہے کہ پورے طواف کا اعادہ کرے جیسا کہ ظاہر ہے۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

يوم الأحد، ٢٦ ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ١١ نوفمبر ٢٠١٢ م 813-F

عمرہ میں حلق سے قبل نفلی طواف کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ عمرہ میں طواف اور سعی کے بعد حلق یا تقصیر سے قبل نفلی طواف کرنا کیسا ہے اور اگر کوئی کرلے تو اُس پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: محمد اشرف، لبیک حج اینڈ عمرہ، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ایسا کرنا نہیں چاہئے کہ خلافِ سنّت ہے کہ سنّت کا خلاف کرنا محرومی کا سبب ہے اور اُس پر کوئی کفّارہ لازم نہیں آئے گا جس طرح قارن اگر طوافِ عمرہ اور سعی کے مابین نفلی طواف کرلے تو اُس پر کوئی کفّارہ لازم نہیں آتا، چنانچہ شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

و لو أنّه بَينَ طوافِ العُمرةِ و سَعيِها اشتغَلَ بنومٍ أو أكلٍ لم

٢٥۔ تقريرات الرّافعی علی الدّر و الرّد المحتار، كتاب الحجّ، فصل: فی الإحرام، مطلب: فی طواف القدوم، تحت قول التنوير: يلزَمه إتمامه، و تحت قول الدّر: بخلاف الحجّ، ٥٨٢/٣

يَلزَمهُ دمٌ، فكذا إذا اشتغل بطواف التّحيّة (٢٦)

یعنی، اگر وہ طوافِ عمرہ اور اُس کی سعی کے مابین سونے اور کھانے میں مشغول ہوا تو اُس پر کچھ کفّارہ لازم نہ ہوگا، پس اسی طرح اگر وہ طواف تحیۃ میں مشغول ہوا (تو بھی کچھ لازم نہ ہوگا)۔

لہٰذا جب ایک شخص عمرہ میں طواف اور سعی کے مابین سو جاتا ہے یا کھانا کھاتا ہے یا طوافِ تحیۃ کرتا ہے اُس پر کچھ لازم نہیں آتا تو وہ شخص جو عمرہ میں سعی کے بعد حلق یا تقصیر سے قبل نفلی طواف کر لے تو اُس پر بھی کچھ لازم نہیں آئے گا۔ ایسا کر کے اُس شخص نے بھی سنّت کا خلاف کیا اور یہ کرے گا تو بھی سنّت کا خلاف ہوگا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ٦ محرم الحرام ١٤٣٤ھ، ٢٢ اکتوبر ٢٠١٢ م 822-F

عمرہ کا طواف مکمل کئے بغیر نفلی طواف کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عمرہ کے طواف میں صرف تین پھیرے دیئے باقی چھوڑ دیئے، دوسرے روز ایک مکمل نفلی طواف کیا اور تیسرے روز عمرہ کے بقیہ چار پھیرے دیئے اور سعی کی اور حلق کروایا، کیا اُس کا عمرہ ادا ہوگیا یا نہیں؟

(السائل:)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس کا عمرہ درست ہوگیا کیونکہ دوسرے روز کئے گئے نفلی طواف سے اُس کے عمرہ کا طواف مکمل ہوا کیونکہ عمرہ کا طواف پہلے لازم ہو چکا تھا اور عمرہ کا طواف نفلی طواف سے قوی ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

٢٦۔ المبسوط للسّرخسی، کتاب المناسك، باب الطّواف، ٢/٤/٣٤

ولو طَافَ لعُمرتهِ ثلاثَة أشواطٍ، ثُمَّ طَافَ للقُدوم كذلك، فالأشواطُ التی طَافَ للقُدوم محسوبةٌ من طوافِ العُمرة، فبقِیَ علیه للعُمرة شوطٌ واحدٌ، فیكمله (٢٧)

یعنی، اگر عمرہ کا طواف تین چکر کیا پھر اسی طرح (یعنی تین چکر) طوافِ قُدوم کیا، تو وہ چکر جو اُس نے طوافِ قُدوم کے لئے کئے وہ طواف عمرہ سے شمار کئے جائیں گے پس اُس پر عمرہ کے طواف کا ایک چکر باقی رہا ہے جسے وہ پورا کرے گا۔

اس مسئلہ میں طوافِ قُدوم کے پھیروں کو طواف عمرہ سے شمار کیا گیا، اس طرح یہاں طوافِ عمرہ کے بقیہ چکروں کو نفلی طواف سے پورا کیا جائے گا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ١١٧٤ھ لکھتے ہیں کہ

اگر طواف کرد برائے عمرہ بعض اشواط وترک کرد بعض ازانہا بعد ازان طواف زیارت کرد ہفت شوط تمامہا تکمیل کردہ شود طوافِ عمرہ را از طوافِ زیارت برابرست کہ متروک از طواف عمرہ قلیل باشد یا کثیر زیرنکہ طواف عمرہ لازم شُدہ است اولاً پس آن اقوی باشد از طوافِ زیارت ازین حیثیت ہر چند کہ مستوی اند ہر دو در کیفیت (٢٨)

یعنی، اگر عمرہ کا طواف چند چکر کیا اور اُس سے چند چکر چھوڑ دیئے، اُس کے بعد سات چکر پورے طوافِ زیارت کیا تو طوافِ عمرہ کی تکمیل طوافِ زیارت سے کی جائے گی، برابر ہے کہ طوافِ عمرہ سے متروک قلیل ہو یا کثیر کیونکہ طواف عمرہ اولاً لازم ہوا ہے پس وہ اس حیثیت سے طوافِ زیارت سے زیادہ قوی ہے ہر چند کہ دونوں کیفیت میں برابر ہیں۔

٢٧۔ لُباب المناسك، باب أنواع الأطوفة وأحكامه، فصل: أی فی تحقیق النیة، ص٢٠٦۔٢٠٧

٢٨۔ حیات القلوب زیارة المحبوب، باب سیوم دربیان طواف انواع آن، فصل دویم: در بیان شرائط صحت طواف، ص ١١٧

اس مسئلہ میں عمرہ کے طواف کو طوافِ زیارت کے چکروں سے پورا کیا گیا اگرچہ دونوں فرض ہیں جب ایک فرض کی دوسرے فرض سے تکمیل درست ہوئی تو فرض کی نفل سے تکمیل بطریق اَولیٰ درست ہوگی۔

باقی رہا اُس کا نفلی طواف تو اُس نے اُسے دو دنوں میں مکمل کیا دوسرے روز کئے گئے طواف کے سات چکروں میں سے چار تو عمرہ کے طواف میں شمار ہوئے تین باقی رہے پھر تیسرے روز اُس نے طوافِ عمرہ کی نیت سے چار چکر دیئے تو اُس سے اُس کا نفلی طواف مکمل ہوگیا۔

اور وہ شخص عمرہ کے احرام میں نفلی طواف کرنے کی وجہ سے اسائت کرنے والا ہوگا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ١٣ ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ٢٩ اکتوبر ٢٠١٢ م 832-F

سعی کرنے والا کس صورت میں تلبیہ کہے گا؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ سعی کرنے والے کے لئے تلبیہ کہنا جائز ہو کیونکہ عمرہ میں تلبیہ کا اختتام طواف کی ابتداء پر اور حج میں جمرۂ عقبہ کی رمی پر ہو جاتا ہے اس لئے سعی میں تلبیہ کے جواز کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: سعی میں تلبیہ اُس حاجی کے لئے جائز ہے جو طوافِ قُدوم کے بعد حج کی سعی کرے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و یُلبّی فی السَّعی الحاجُّ لا المُعتمرُ (٢٩)

یعنی، حاجی سعی میں تلبیہ کہے گا نہ کہ معتمر۔

٢٩۔ لُباب المناسك، باب فی السّعی بین الصفا و المروة، ص١٩٢

اور حاجی سے مراد وہ حاجی ہے کہ جو طوافِ قُدوم کے بعد حج کی سعی کرے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

أی: إن وَقَع سعیُه بعدَ طوافِ القُدوم (٣٠)

یعنی، اُس کی سعی طوافِ قُدوم کے بعد واقع ہو۔

اور سعی میں تلبیہ نہ کہنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

و لَو کان مُتمتِّعًا، لأنَّ التّلبیةَ تَنقطعُ بالشُّروعِ فی طوافِه، لا الحَاجُّ إذا سَعَی بَعدَ طوافِ الإفاضةِ لانقِطَاعِ تَلبِیَتِهِ بأوّل رَمْی الجَمرةِ (٣١)

یعنی، اگرچہ متمتع ہو (وہ سعی میں تلبیہ نہیں کہے گا) کیونکہ تلبیہ طواف میں شروع ہوتے ہی منقطع ہو جاتی ہے، نہ (وہ) حاجی (سعی میں تلبیہ کہے گا) جب طوافِ زیارت کے بعد سعی کرے کیونکہ تلبیہ پہلی رمی کے ساتھ منقطع ہوگئی۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ٢١ ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ٦ نوفمبر ٢٠١٢ م 808-F

بلا عُذر وہیل چیئر پر سعی کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص باوجود قدرت کے وہیل چیئر پر سعی کرے تو اُس کی سعی ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

(السائل: سید عبدالرحمٰن)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: قدرت رکھنے والے کے لئے

٣٠۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسّط، باب السّعی بین الصّفا و المروة، ص١٩٢

٣١۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب السّعی بین الصّفا و المروة، تحت قوله: لا المعتمر، ص١٩٢

واجب ہے کہ وہ پیدل سعی کرے اور جیسا کہ اسے سعی کے واجبات میں شمار کیا گیا ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فإنّ المشی فی السَّعیِ واجبٌ عندنا (۳۲)

یعنی، پس بے شک سعی میں پیدل چلنا ہمارے نزدیک واجب ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی واجباتِ سعی کے بیان میں لکھتے ہیں:

و المشیُ فیه، فإن سَعَی رَاکباً أو محمولاً أو زاحفاً بغیر عُذرٍ فعلیه دمٌ، و لو بعُذرٍ فلا شیءَ علیه (۳۳)

یعنی، سعی میں پیدل چلنا واجب ہے پس اگر بلا عذر سوار ہوکر یا اپنے آپ کو اٹھوا کر یا گھسٹ کر سعی کی تو اُس پر دَم لازم ہے، اور اگر عُذر کی وجہ سے کی تو اُس پر کچھ نہیں۔

اور امام محمود بن احمد بن عبد العزیز ابن مازہ بخاری حنفی متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا کہ

یَنبغی أن یطوفَ بالبیت ماشیاً، و لو طافَ راکباً أو محمولاً، أو سَعَی بین الصّفا و المروة راکباً أو محمولاً إن کان کذلك من عُذرٍ یُجزیه، ولا یلزَمهُ شیءٌ، و إن کان من غیر عُذرٍ فما دام یُمکنُه فإنّه یُعیدُ و إن رَجَعَ إلی أهله، فإنه یُریقُ کذلك دماً عندنا (۳۴)

۳۲۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب السّعی بین الصّفا و المروة، تحت قوله: و إن کان علی دابةٍ، ص۱۹۲

۳۳۔ لُباب المناسك، باب السّعی بین الصّفا و المروة، فصل: فی واجباته، ص۱۹۷

۳۴۔ الفتاویٰ الهندیة، کتاب المناسك، الباب الثّامن: فی الجنایات، الفصل الخامس: فی الطّواف و السّعی إلخ، ۲۴۷/۱، و فیه: "إن کان ذلك" مکان "إن کان کذلك"، و "یجوز" مکان "یجزیه" و "فما دام مکة" مکان "فما یمکنه"۔ المحیط البرهانی، کتاب المناسك، الفصل الثّامن: فی الطّوافِ و السّعی، ۶۱/۳

یعنی، چاہئے کہ بیت اللہ شریف کا طواف پیدل کرے اور اگر سوار ہوکر یا اپنے آپ کو اٹھوا کر طواف کیا یا سوار ہوکر یا اپنے آپ کو اُٹھوا کر صفا و مروہ کے مابین سعی کی، اگر اس طرح کسی عُذر کی وجہ سے ہے تو جائز ہے اور اُسے کوئی شئے لازم نہیں اور اگر بلا عُذر رہے تو جب تک اُسے ممکن ہے (یا وہ مکہ میں ہے) تو اُس کا اعادہ کرے اور اگر اپنے اہل کو لوٹ گیا تو ہمارے نزدیک خون بہائے (یعنی دَم دے)۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصّواب

یوم الخمیس، ۲۳ذوالحجة ۱۴۳۳ھ، ۸ نوفمبر ۲۰۱۲ م 810-F

صفا و مروہ پر دعائیں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ صفا او رمروہ پر سعی کی ابتداء اور اختتام میں جو دُعا مانگی جاتی ہے اُس میں ہاتھ اُٹھائے جائیں یا نہیں؟

(السائل: حافظ محمد رضوان بن غلام حسین قادری)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صفا اور مروہ پر دعا کے لئے ہاتھ کندھوں تک اُٹھائے اور ہتھیلیاں آسمان کی جانب رکھے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

یَرفَعُ یَدَیهِ حَذْوَ مَنکِبَیهِ جَاعلاً بَطنَها نحوَ السَّماءِ کما للدُعاءِ (۳۵)

یعنی، اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں کندھوں کے برابر اِس طرح اُٹھائے گا کہ ہتھیلیاں آسمان کی جانب کئے ہوئے ہو۔

اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ اس کے تحت لکھتے ہیں کہ

أی: کما یَرفعُهُما لمُطلقِ الدُّعاءِ فی سائرِ الأَمکِنَة و الأَزمِنَةِ عَلی طِبقِ مَا وَرَدت به السُّنَّةُ، لا کما یفعلُه الجَهلَةُ خصوصاً

۳۵۔ لُباب لمناسك، باب السّعی بین الصّفاء و المروة، ص۱۸۹

مُعلِّمی الغُرَباء مِنْ رَفعِ أَیدِیُهم إلی آذَانِهم و أکتَافِهم ثَلاثاً کُلُّ مَرّةٍ مع التّکبیر، فإنّ السَّنَّةَ الثَّابتةَ بخلافه (۳۶)

یعنی، جیسے تمام مقامات اور زمانوں میں مطلق دعا میں اُٹھاتا ہے کہ جس پر سنّت وارد ہوئی ہے، نہ اِس طرح کہ جیسے جاہل لوگ کرتے ہیں خصوصاً مسافرین کے مُعلِّم کہ وہ ہاتھوں کو کانوں تک اور کندھوں تک تین بار اُٹھاتے ہیں اور ہر بار تکبیر کہتے ہیں پس بے شک سنّت ثابتہ اس کے خلاف ہے۔

مصنّف نے ہتھیلیاں آسمان کی جانب رکھنے کا ذِکر کیا اُس کی وجہ یہ ہے کہ دُعا کا قبلہ آسمان ہے چنانچہ مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

لأنّها قبلةُ الدُّعاء (۳۷)

یعنی، کیونکہ آسمان دُعا کا قبلہ ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا روضۂ رسول ﷺ پر مواجۂ اقدس کی طرف منہ کر کے دُعا مانگنے سے ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہے اس لئے کہ دُعا کا قبلہ آسمان ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۱۳ذوالحجة ۱٤۳۳ھ، ۲۹ اکتوبر ۲۰۱۲ م F-819

رمی جمرۂ عقبہ کے بعد محرمہ کا دوسری محرمہ کے بال کاٹنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک محرمہ عورت کہ جس نے ۱۰ تاریخ کو جمرۂ عقبہ کی رمی کر لی ابھی اس کی قربانی نہیں ہوئی تھی اُس

۳۶۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسّط، باب السّعی بین الصّفا و المروة، ص۱۸۹

۳۷۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، تحت قوله: جاعلاً بَطنَها نحو السّماء، باب السّعی بین الصّفا و المروة، ص۱۸۹

نے دوسری ایسی عورت کا قصر کیا کہ جس کی قربانی ہو چکی تھی، اب بال کاٹنے والی عورت پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: حافظ محمد فاروق امجدی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں وہ عورت جس نے دوسری عورت کے بال کاٹے ہیں وہ دو حال سے خالی نہیں، اُس پر حج کی قربانی واجب ہو گی یا واجب نہیں ہوگی، کیونکہ اُس کا حج تمتع یا قران ہے تو قربانی واجب ہے، چنانچہ امام حسن بن منصور اُوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے نقل کیا:

و یجبُ الدَّمُ علی القَارنِ والمتَمتِّع شُکراً لِماَ أنعَمَ اللّٰهُ تعالی علیه بتَسِیر الجَمعِ بینَ العِبادتَین (۳۸)

یعنی، قارن اور متمتّع پر دَم واجب ہے اللہ تعالیٰ نے دو عبادتوں (حج و عمرہ) کے مابین جمع میں آسانی فرمائی اُس کے انعام کے شکرانے میں۔

اِسی لئے اِسے ''دم شکر'' کہتے ہیں اور عوام اُسے قربانی کا نام دیتے ہیں، اگر اُس بال کاٹنے والی عورت کا حج قران یا تمتّع تھا تو اُس کے احرام کھولنے کا وقت ذبح کے بعد تھا اور اُس نے اس سے قبل دوسری عورت کے بال کاٹے تو اُس پر صدقہ لازم آئے گا، چنانچہ امام ابوالقاسم حسن بن منصور اُوزجندی حنفی لکھتے ہیں:

لو أخذَ المحرمَ شعرَ محرمٍ آخرَ، کان علیه الصّدقةُ (۳۹)

یعنی، ایک محرم نے دوسرے محرم کے بال لئے تو اُس (بال لینے والے) پر صدقہ ہے۔

اور علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

۳۸۔ فتاویٰ قاضیخان، کتاب الحج، فصل: فی التمتّع، ۱۸۶/۱
الفتاویٰ الهندیة، کتاب المناسك، الباب السابع: فی القِران و التمتّع، ۳۰۳/۱

۳۹۔ فتاویٰ قاضیخان، کتاب الحج، فصل: فیما یجب بلُبس إلخ، ۱۸۶/۱

حَلقَ رأسَ مُحرمٍ أو حَلالٍ و هو مُحرمٌ، عليه صدقةٌ (٤٠)

یعنی، مُحرم یا غیر مُحرم کے بال مونڈھے حالانکہ وہ خود مُحرم ہے تو اُس پر صدقہ ہے۔

اور اگر اُس بال کاٹنے والی عورت نے حجِ افراد کا احرام باندھا تھا تو اُس پر کچھ بھی لازم نہ آئے گا کیونکہ اُس پر قربانی واجب نہیں ہے اُس کے احرام کھولنے کا وقت جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد ہے وہ اُس نے کر لی، اب دونوں کے احرام کھولنے کا وقت تھا لہٰذا وہ اپنے بال خود بھی کاٹ سکتی تھی، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

إذا حَلقَ رأسَه عند جواز التّحلُّلِ لم يلزمهُ شَیءٌ، ملخصاً (٤١)

یعنی، جب مُحرم نے جوازِ تحلُّل کے وقت اپنا سر خود مونڈا تو اُس پر کچھ لازم نہیں۔

اور اپنے جیسی دوسری محرمہ کے بال کاٹ سکتی تھیں چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی "لباب المناسك" اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ اس کی ''شرح'' میں لکھتے ہیں:

إذا حَلَقَ أی: الـمُحرمُ رَأسَ غيرِه و لو كان مُحرماً، عند جواز التَّحلُّل أی: الخُروج من الإحرام بأداء أفعال النّسك، لم يَلزَمُهُ شَیءٌ، الأولیٰ لم يلزمها شَیءٌ (٤٢)

یعنی، جب ایک مُحرم نے دوسرے مُحرم کا سر جوازِ تحلُّل (یعنی احرام کھولنے) کے وقت مونڈا اگر دوسرا محرم ہو یعنی افعالِ نُسک ادا کر کے احرام سے نکلنے کے وقت مونڈا تو اُسے کچھ لازم نہیں۔ اَولیٰ یہ ہے کہ کہا

٤٠۔ الفتاوی الهندية، كتاب المناسك، الباب الثامن: فی الجنايات، الفصل الثالث: فی حلق الشعر و قَلم الأظفار، ٣٠٨/١

٤١۔ لُباب المناسك، باب مناسك منی، فصل فی الحلق و التّقصير، ص٢٥٣

٤٢۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسط، باب مناسك منی، فصل: فی الحلق و التقصير، ص٢٥٣

جائے کہ دونوں کو کچھ لازم نہیں۔

تو نتیجہ یہ نکلا کہ اگر قران یا تمتّع کا احرام تھا تو بال کاٹنے والی پر صدقہ (یعنی صدقہ فطر) لازم آیا اور اگر افراد کا احرام تھا تو کچھ بھی لازم نہ آیا۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

يوم الخميس، ١٦ ذوالحجة ١٤٣٣ھ، يكم نوفمبر ٢٠١٢ م 830-F

عورت کا ایک پورے سے کچھ کم بال کاٹنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ہمارے گروپ میں آنے والی خواتین میں سے ایک خاتون نے پاکستان سے آتے ہوئے جب عمرہ ادا کر کے بال کٹوائے تو سر کے بالوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور ایک تہائی بالوں میں سے ایک پورے سے کچھ کم بال کاٹے، اس طرح جب حج کے احرام سے فارغ ہونے کا وقت آیا تو بھی اتنے ہی بال کاٹے جب کہ اُس نے ایک پورے کی مقدار بال کاٹنے تھے، اب یہ عورت احرام سے فارغ قرار دی جائے گی یا نہیں؟

(السائل: حافظ محمد رضوان بن غلام حسین، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں مذکورہ عورت احرام سے فارغ قرار دی جائے گی اور اس پر کچھ بھی لازم نہیں آئے گا کیونکہ حلق یا قصر میں واجب مقدار کم از کم چوتھائی سر ہے چنانچہ علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

و التَّقصيرُ أن ياخذَ الرّجلُ و المرأةُ من رُؤُوسِ الشَّعر رُبع الرّأسِ مقدارَ الأَنمِلَة، كذا فی "التبيين": قالوا: يجبُ أن يزيدَ فی التَّقصيرِ علی قَدرِ الأَنملة، إذ أطرافُ الشَّعرِ غيرُ مُتساويةٍ عادةً فَوَجَبَ أن يزيدَ علی قَدرِ الأَنمِلة حتی يستوفَی قَدرَ

الأنـمِـلَة فـی التَّـقـصيرِ يـقيـناً، كذا فی "غاية السّروجی شرح الهداية" (٤٣)

یعنی، تقصیر یہ ہے کہ مرد اور عورت اپنے بالوں کے سِروں سے ایک پورے کی مقدار چوتھائی سر سے لیں، اسی طرح "التبيين" (٤٤) میں ہے کہ فقہاء کرام نے فرمایا، واجب ہے کہ تقصیر میں پورے کی مقدار سے زیادہ کرے، کیونکہ بالوں کے سِرے عادۃً برابر نہیں ہوتے، پس واجب ہوا کہ پورے کی مقدار سے زیادہ کرے تاکہ تقصیر میں پورے کی مقدار یقیناً پوری ہو جائے۔ اسی طرح "غاية السّروجی شرح الهدايه" میں ہے۔

اور علامہ عالم بن العلاء انصاری حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

و إن قَصرتُ بعضَ رأسِها و تَركتِ البعضَ أَجزَأها إذا كانت ما قَصرتُ مقدارَ رُبعَ الرَّأسِ فصاعداً (٤٥)

یعنی، عورت نے اگر سر کے کچھ حصے کا قصر کروایا اور کچھ کا چھوڑ دیا تو اُسے جائز ہوا جب کہ جو قصر کروایا ہے وہ سر کی چوتھائی کو پہنچ جائے۔

اور اگر چوتھائی سے کم ہو تو جائز نہیں ہے چنانچہ علامہ عالم بن العلاء لکھتے ہیں:

و إن كانتُ أقلّ من ذلك لا يُجزِيها اعتباراً للتّقصيرِ فی حقِّها بالحَلقِ فی حقِّ الرِّجالِ (٤٦)

یعنی، اگر اس سے (یعنی چوتھائی سے) کم ہے تو اُسے جائز نہیں عورتوں کے حق میں تقصیر کا مردوں کے حق میں حلق کے ساتھ اعتبار کرتے ہوئے۔

٤٣۔ الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب الخامس: فی كيفية أداء الحج، ٢٩٥/١

٤٤۔ تبيين الحقائق، كتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قوله: و الحلق أحب، ٣٠٨/٢

٤٥۔ الفتاوىٰ التّاتارخانية، كتاب الحجّ، الفصل رابع عشر: فی الحلق و القصر، ٤٠٥/٢

٤٦۔ الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الحجّ، الفصل رابع عشر: فی الحلق و القصر، ٤٠٥/٢

مذکورہ عورت نے تقصیر میں ایک تہائی بال کاٹے جو یقیناً چوتھائی سے زیادہ ہیں، باقی رہا پورے کی مقدار تو فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ پورے کی مقدار سے تھوڑا سا زیادہ کاٹنا واجب ہے، اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ عادۃً سر کے بال برابر نہیں ہوتے اسی لئے ہمارے ہاں عورتوں کو تقصیر کا طریقہ بتایا اور سکھایا جاتا ہے اُس میں ایک تہائی بالوں کو سرے سے انگلی کے گرد لپیٹ کر کاٹنا بتایا اور سکھایا جاتا ہے۔ اس میں دو فائدے ہیں ایک تو چوتھائی بالوں کا کاٹنا جو کہ واجب ہے وہ یقیناً حاصل ہو جاتا ہے اور انگلی کے گرد لپٹے ہوئے بال سیدھے کر کے ناپے جائیں تو تقریباً دو پورے کے برابر ہو جاتے ہیں جس میں واجب یقیناً ادا ہو جاتا ہے اور اگر عورت نے اگر ایسا ہی کیا تھا کہ انگلی کے گرد لپیٹ کر لپٹنے والے بالوں کے حصے سے کچھ کم کاٹے تھے اور قوی گمان بھی یہی ہے کیونکہ جس گروپ کی خاتون کے بابت سوال ہے اس نے جہاں حج کی تربیت حاصل کی جو کتاب اُسے دی گئی اس میں یہی طریقہ ہے۔ اور اگر خدانخواستہ اُس نے انگلی کے پورے سے بالوں کے سرے کو ناپ کر پورے سے کم بال کاٹے ہوں گے تو اس سے واجب ادا نہ ہوگا کیونکہ تقصیر یہی ہے کہ چوتھائی سر کے بال کم از کم ایک پورے کے برابر کاٹے جائیں چنانچہ علامہ حسن بن منصور اوزجندی نے "فتاویٰ قاضیخان" (٤٧) میں علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی نے "هدايه" (٤٨) کے اندر، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی نے "حيات القلوب" (٤٩) میں یہی لکھا ہے۔

اور علامہ اکمل الدین بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں کہ

٤٧۔ و التَّـقـصيرُ أن يـقطعَ من رُؤُوسِ الشَّعر قدرَ الأَنمِلَةِ، یعنی تقصیر یہ ہے کہ بالوں کے سِروں سے پورے کی مقدار کاٹے جائیں (فتاویٰ قاضيخان، كتاب الحجّ، فصل فی كيفية الحج، ١٨٠/١)

٤٨۔ و التَّـقصيرُ أن يأخذَ من رُؤُوس شَعرهِ مقدارَ الأَنمِلَة، یعنی، اور تقصیر یہ ہے کہ اپنے بالوں سے ایک پورے کی مقدار لے (الهداية، كتاب الحج، باب الإحرام، ١۔٢/١٧٩، مع الفتح)

٤٩۔ اقل گرفتن مقدار سر انگشت است از طول موئے، یعنی، کم از کم لینا بالوں کی لمبائی سے انگلی کے سر کی مقدار ہے (حياة القلوب، ص٢٠٦)

قیل: هذا التفديرُ مرویٌ عن ابن عمرَ و لم يُعلَم فيه خلاف (٥٠)

یعنی، کہا گیا ہے کہ (بال کاٹنے میں) یہ اندازہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور اس میں کوئی اختلاف معلوم نہیں ہے۔

لہٰذا اِس عورت سے معلوم کرلیا جائے کہ اُس نے بال کیسے کاٹے تھے اگر اِس طرح کاٹے کہ جس سے واجب ادا ہو گیا جیسا کہ ہم نے لکھا ہے تو فبہا ورنہ اس کا مسئلہ معلوم کرلیا جائے کہ بغیر معلوم کئے ہم اُس کی تفصیل بیان نہیں کر سکتے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الإثنين، ١٣ ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ٢٩ اكتوبر ٢٠١٢ م F-831

متمتّع کا عمرہ ادا کر کے میقات سے باہر جانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص حج کے مہینوں میں کراچی آیا اور عمرہ ادا کر کے شیڈول کے مطابق مدینہ شریف چلا جاتا ہے پھر وہاں سے صرف حج کا احرام باندھ کر آتا ہے اور حج کرتا ہے تو اُس کا حج ''تمتع'' رہے گا یا نہیں؟

(السائل: حافظ محمد رضوان، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس کا حج ''حجِ تمتّع'' ہی رہے گا چنانچہ امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

و لو اعتَمَر كوفيٌّ فيها و أقام بمكّةَ أو ببصرةَ، و حجَّ، صَحَّ تمتُّعه (٥١)

یعنی، اگر کوفہ کے رہنے والے نے حج کے مہینوں میں عمرہ کیا اور مکہ میں ٹھہرا یا بصرہ میں اور حج کیا تو اُس کا تمتّع صحیح ہوا۔

٥٠۔ العناية على هامش الفتح، كتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قوله: مقدار الأنملة، ٣٨٦/٢

٥١۔ كنز الدقائق، كتاب الحجّ، باب التمتّع، ص٢٩

اور علامہ قاضی فقیہ حسین بن محمد سعید بن عبدالغنی مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ نقل کرتے ہیں:

إنّ مَن وَصَلَ إلى مكة من أهلِ المدينة و غيرهم كالحجّاج، و أحرم بعمرة فی أشهُرِ الحجِّ و حَدَّ منها، ثم طلع إلى الطّائف لِلتّنزّهِ أو غيرِه، ثمّ أحرم بالحج منه و نَزَلَ على عرفة: لا شَيْءَ عليه سوَى دم التَّمتُّعِ و به صرَّحَ فی "غاية البيان" فی باب التّمتّع (٥٢)

یعنی، بے شک اہل مدینہ وغیرہ آفاقی حاجیوں میں سے مکہ مکرمہ پہنچا اور اُس نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھا اور (عمرہ ادا کر کے) اُس سے فارغ ہوا پھر سیر وتفریح یا کسی اور کام سے طائف گیا۔ پھر وہاں سے حج کا احرام باندھا اور عرفات آ کر پہنچا تو اُس پر کچھ نہیں سوائے دمِ تمتّع کے اور ''غاية البيان'' کے باب التمتّع میں اسی کی تصریح کی ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم السبت، ٤ ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ٢٠ اكتوبر ٢٠١٢ م F-824

منیٰ کی راتیں مکہ میں گزارنے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کچھ لوگ جب مزدلفہ سے آتے ہیں رمی کے بعد قربانی کے بعد، یا قربانی کے بعد، یا قربانی کا انتظار کئے بغیر مکہ مکرمہ چلے جاتے ہیں اور وہیں رہتے ہیں، صرف رمی کے لئے منیٰ آتے ہیں پھر چلے جاتے ہیں اور اس طرح کرنے والوں میں ایسے لوگ بھی شامل ہوتے ہیں جو بظاہر بڑے دیندار نظر آتے ہیں اور بعض علم والے کہلاتے ہیں۔ اب شرع مطہرہ میں ایسے لوگوں کے لئے

٥٢۔ إرشاد السارى إلى مناسك ملا على القارى، باب التمتّع، فصل: فى تمتع المكى، تحت قوله: فمن تمتّع منهم إلخ، ص ٣٠٧، دار الكتب العلمية، و ص ٣٩١ المكتبة الإمدادية

کیاحکم ہے؟

(السائل: عبداللہ، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ایسے لوگ سنّت مؤکّدہ کا خلاف کرکے اسائت کے مرتکب ہوتے ہیں چنانچہ امام شمس الدین ابوبکر محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ لکھتے ہیں:

قال: و إنّ الذی أتی مكّةَ لطوافِ الزّيارةِ باتَ بها فنَامَ مُتعمّداً أو فی الطّريق فقد أساءَ، و ليس عليه شئٌ إلّا الإساءةَ، لِمَا روی أن عمرَ رضی الله عنه كان يؤدّبُ النّاس على تَركِ المَقامِ بمنًى فی ليالی الرَّمی، و لكن ليس عليه شئٌ عندنا (۵۳)

یعنی، بے شک وہ جو مکہ مکرمہ طواف زیارت کے لئے آئے وہیں رات گزارے، وہیں یاراستے میں جان بوجھ کرسوجائے تو اُس نے اسائت کی اوراُس پر کچھ نہیں ہے سوائے اسائت کے، اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ لوگوں کو رمی کی راتیں منیٰ میں قیام ترک کرنے (یعنی قیام نہ کرنے) پر تادیب کرتے ہیں، لیکن ہمارے نزدیک اُس شخص پر کچھ (دَم یا صدقہ) لازم نہیں ہے (سوائے اسائت کے)۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ١٤ شوال المكرّم ١٤٣٤ھ، ٢٢ اغسطس ٢٠١٣ م F-857

قارن پر کب دو جزائیں لازم آتی ہیں؟

استفتاء: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ قارن پر کب دو جزائیں لازم آتی ہیں اور کب ایک جزاء لازم آتی ہے، اس کے لئے اصول کیا ہے؟

(السائل: محمد عرفان احمد)

۵۳۔ المبسوط للسّرخسی، کتاب المناسك قبل باب القران، ۲/٤/۲۲

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اصول یہ ہے کہ وہ جنایت جو احرام سے متعلق ہو اس میں قارن پر دو جزائیں اور وہ افعال جو حج وعمرہ سے متعلق ہوں اس میں ایک جزاء لازم آتی ہے، چنانچہ علامہ محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

كل ما على المفرد به دمٌ بسبب جنايته على إحرامه فعلى القارن دمان و كذا الحكم فی الصدقة (٥٤)

یعنی، جس قصور میں تنہا حج کرنے والے پر ایک دَم واجب ہوتا ہے بسبب اُس کے احرام پر جنایت کے تو اس فعل میں قارن پر دو دَم واجب ہوتے ہیں (ایک حج کا اور دوسرا عمرہ کا) ایسا ہی حکم ہے وجوب صدقہ میں۔

اس کے تحت علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

يعنی بفعل شیءٍ من محظوراته لا مطلقاً، إذ لو ترك واجباً عن واجبات الحج أو قطع نبات الحرم لم يتعدّد الجزاء، لأنه ليس جناية على الإحرام (٥٥)

یعنی، جنایت احرام سے اُس چیز کا کرنا مراد ہے جو احرام کے ممنوعات سے ہے نہ کہ مطلقاً (ہر طرح کی جنایت) کیونکہ اگر تنہا حج کرنے والا کوئی واجب فعل حج کے واجبات سے ترک کرے یا حرم کی گھاس کاٹے تو اُس پر جزاء متعدّد نہیں ہوگی (یعنی دو دَم لازم نہیں آئیں گے) اس لئے کہ جنایت احرام پر نہیں۔

اور وہ کون سی چیزیں ہیں کہ جن میں ایک دَم اور دو دَم لازم آتے ہیں اس کے بارے

٥٤۔ تنوير الأبصار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، ص ١٧٠

٥٥۔ الدرّ المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قول التنوير: و كل ما على ..... على إحرامه، ص ١٧٠

میں علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

أی: محظورات الإحرام، أی: ما حرم علیه فعله بسبب نفس الإحرام لا من حیث کونه حجًا أو عمرة، و لا حرم بسبب غیر الإحرام و ذلك کاللبس و التطیب و إزالة شعر أو ظفر، فخرج ما لو ترك واجباً، کما لو ترك السعی أو الرمی أو أفاض قبل الإمام أو طاف جنباً أو محدّثاً للحجّ أو العمرة فإن علیه الکفارة، و لا تتعدّد علی القارن لأن ذلك لیس جنایة علی الإحرام، بل هو ترك واجب من واجبات الحجّ أو العمرة (٥٦)

یعنی، محظورات احرام یعنی جس کام کا کرنا اُس پر نفسِ احرام کے سبب سے حرام ہے نہ اس وجہ سے کہ وہ حج یا عمرہ ہے اور نہ غیر احرام (کسی امر) کے سبب سے حرام ہو اور وہ (جو احرام کے سبب سے حرام ہیں) سلے ہوئے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، بال دُور کرنا، ناخن تراشنا ہے پس اس سے نکل گیا جب اُس نے کسی واجب کو ترک کیا، جیسا کہ اگر سعی یا رمی کو چھوڑ دے یا امام سے قبل (عرفات سے) لوٹ آئے اور حالتِ جنابت میں یا بے وضو حج یا عمرہ کا طواف کرے تو اُس پر کفارہ ہے جو قارن پر متعدّد نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ جنابت احرام پر نہیں ہے بلکہ وہ تو واجبات حج یا عمرہ میں سے ایک واجب کو ترک کرنا ہے۔

اور بغیر احرام کے میقات سے گزرنے کی صورت میں قارن پر صرف ایک دَم لازم آئے گا، چنانچہ علامہ تمرتاشی حنفی اور علامہ حصکفی لکھتے ہیں:

إلّا المجاوزةَ المیقات غیر محرم فعلیه دَمٌ واحدٌ لأنّه حینئذٍ

٥٦۔ ردّ المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، مطلب: لا یجب الضّمان بکسر آلات اللّهو، ٧٠١/٢، ٧٠٢

لیس بقارنٍ (٥٧)

یعنی، مگر میقات سے بغیر احرام کے گزرنے میں تو اس پر ایک دَم لازم ہے کیونکہ اس وقت میں وہ قارن نہیں ہوا (اس لئے کہ اُس نے اس وقت تک احرام نہیں باندھا)۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ٩ ذی قعده ١٤٣٤ھ، ١٦ سبتمبر ٢٠١٣ م 866-F

مقیم عارضی پر قربانی

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا مقیم عارضی پر عید کی قربانی واجب ہے جب کہ وجوب کی دیگر شرطیں اس میں پائی جاتی ہوں؟

(السائل: حافظ عامر قادری)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: قربانی کے وُجوب کی شرطوں میں سے یک شرط مقیم ہونا ہے جیسا کہ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

و الأضحیّةُ واجبةٌ فی قولِ أبی حنیفةَ علی المُقِیمِیْنَ الوَاجِدِینَ مِن أهلِ الأمصَارِ و غَیرِهِم (٥٨)

یعنی، امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے قول کے مطابق قربانی اہل شہر وغیر ہم پر واجب ہے جو مقیم ہوں۔

اور امام شمس الدین ابوبکر محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ لکھتے ہیں:

وهی واجبةٌ علی المَیَاسِرِ، و المُقِیمِیْنَ عندنا (٥٩)

یعنی، ہمارے نزدیک قربانی تونگروں اور مقیموں پر واجب ہے۔

٥٧۔ تنویر الأبصار و الدّرّ المختار، کتاب الحجّ، باب الجنایات، ص ١٧٠

٥٨۔ مختصر الطّحاوی مع شرحه للرّازی، کتاب الضّحایا، ٣٠٥/٧

٥٩۔ المبسوط للسّرخسی، کتاب الذّبائح، باب الأضحیّة، ٨/١٢/٦

اورعلامہ ابوالحسین احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

الأُضحيّةُ واجبةٌ على كلِّ حُرٍّ مُسلمٍ مُقيمٍ (٦٠)

یعنی،قربانی واجب ہے ہرآزاد،مسلمان،مقیم پر۔

اورعلامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

تجبُ على مُسلمٍ مُوسرٍ مُقيمٍ (٦١)

یعنی،قربانی واجب ہے مسلمان،تونگر،مقیم پر۔

اورعلامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

و هي واجبةٌ على كُلِّ مُسلمٍ مُقيمٍ مُوسرٍ (٦٢)

یعنی،قربانی ہرمسلمان مقیم تونگر پرواجب ہے۔

اور یہ امام ابوحنیفہ،محمد بن حسن،حسن بن زیاد،زفر کا قول اورامام ابو یوسف سے ایک روایت ہے اوراہلِ تصحیح محبوبی،نسفی وغیرہما نے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے قول پر ہی اعتماد کیا ہے۔(٦٣)

اسی لئے مسافر پرقربانی واجب نہیں چنانچہ امام طحاوی لکھتے ہیں:

و لا تجبُ على المُسافِرينَ (٦٤)

یعنی، (امام اعظم کے قول کے مطابق) مسافروں پرقربانی واجب نہیں ہے۔

اورعلامہ برہان الدین ابوالمعانی محمود بن صدرالشریعہ ابن مازہ بخاری حنفی متوفی ۵۱۶ھ

٦٠۔ مختصر القدوری، کتاب الأضحيّة، ص٢٠٨

٦١۔ کنز الدّقائق، کتاب الأضحيّة، ص١٢٢

٦٢۔ المختار الفتوی، کتاب الأضحيّة، ص٢٥٥

٦٣۔ التّصحيح و التّرجيح للعلامة قاسم، کتاب الأضحيّة، تحت قوله: الأضحيّة واجبةٌ إلخ، ص٤١٨

٦٤۔ مختصر الطّحاوی مع شرحه للرّازی، ٣١٥/٧

لکھتے ہیں:

و لا أُضحيّةَ على المُسافِر (٦٥)

یعنی،مسافروں پرقربانی نہیں ہے۔

اورعلامہ احمد بن سلیمان ابن کمال پاشا حنفی متوفی ۹۴۰ھ لکھتے ہیں:

لأنّها لا تَجبُ على المُسافرِ (٦٦)

یعنی،کیونکہ قربانی مسافر پرواجب نہیں ہے۔

اورعلامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

و منها الإقامةُ فلا تجبُ على المُسافرِ (٦٧)

یعنی،شرائطِ وُجوب میں سے ایک شرط اِقامت ہے پس مسافر پرقربانی واجب نہیں۔

اورصدرالشریعہ محمد امجد علی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

قربانی کے واجب ہونے کی شرائط یہ ہیں:۱۔اسلام، ۲۔اقامت یعنی مقیم ہونا،مسافر پرواجب نہیں اِلخ۔(درمختاروغیرہ)(٦٨)

اورقربانی کے مقیم پرواجب ہونے اورمسافر پرواجب نہ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے امام ابوالحسین احمد بن محمد بغدادی قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

و لأنّ المقيمَ قد يَلزمه فرضٌ لا يلزمُ المُسافرِ كالجُمعةِ و تمام عَددِ الصّلاةِ و إتمام الصَّومِ فی رمضانَ، و الأضحيّةُ عبادةٌ بدنيّةٌ، لأنّ الواجبَ فيها إراقة الدّم، فجازَ أن يختصَّ بها

٦٥۔ المحيط البرهانی، کتاب الأضحيّة، الفصل الأول: بيان وجوب الأضحيّة، برقم:١٠٨٧، ٤٥٧/٨

٦٦۔ الإيضاح شرح الإصلاح، کتاب الأضحيّة، تحت قوله: غير مسافر، ٣٩٠/٢

٦٧۔ الفتاوی الهنديّة، کتاب الأضحيّة، الباب الأوّل: فی تفسير .....إلخ، ٢٩٢/٥

٦٨۔ بہارشریعت،حصہ(۱۵)،قربانی کا بیان،ص۱۱۰

المقيمُ (٦٩)

یعنی، کیونکہ مقیم کو کبھی وہ فرض لازم ہوتے ہیں جو مسافر کو لازم نہیں ہوتے جیسے جمعہ اور نماز کی رکعتوں کی پوری تعداد اور رمضان میں روزے پورے کرنا، اور قربانی عبادت بدنیہ ہے، کیونکہ اس میں واجب خون بہانا ہے، پس جائز ہے کہ یہ مقیم کے ساتھ مختص ہو۔

اور مسافر پر سے قربانی کے وُجوب کا سقوط مقیم سے اس وجوب کے سقوط کی دلیل نہیں ہے، چنانچہ امام ابوبکر جصّاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

و ليس فی سُقوطِها عن المسافرِينَ ما يدلُّ على سُقوطِها عن المُقيمِينَ، لوُجُودِنا كثيراً من الفُروض يتعلّقُ وجوبُه بالمقيم دونَ المُسافرِ، منها الجُمعةُ، و الرّكعتان الأُخريان من الظُّهرِ، و تعيينُ فرضِ شهرِ رمضانَ، و صلاةُ العِيدَين، هذه كلُّها أمورٌ تلزَمُ المُقيمِينَ دونَ المسافِرينَ (٧٠)

یعنی، قربانی کے مسافروں سے ساقط ہونے میں وہ دلیل نہیں ہے جو اِس کے مقیموں پر سے ساقط ہونے پر دلالت کرے، کیونکہ ہم بہت سے فرض پاتے ہیں کہ جن کا وُجوب مقیم سے متعلق ہے سوائے مسافر کے، اُن میں سے جمعہ ہے، ظہر (عصر اور عشاء) کی آخری دو رکعت ہیں، ماہِ رمضان کے فرض کا تعیین، اور نماز عیدین ہیں، یہ تمام اُمور مقیموں کو لازم ہیں نہ کہ مسافروں کو۔

اور قربانی کے وُجوب کے لئے پورے وقت مقیم رہنا شرط نہیں ہے چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں:

ولا تُشترطُ الإقامةُ فی جميعِ الوقتِ حتى لو كان مُسافراً فی

٦٩۔ التّجريد، كتاب الأضاحی، وجوب الضّحيّة، برقم: ٣١١٢٥، ٦٣٢٧/١٢

٧٠۔ شرح مختصر الطّحاوی، كتاب الضّحايا، الأدلّة على وُجوب الأضحيّة، ٣١٨/٧

أوّلِ الوقت، ثُمّ أَقامَ فی آخرِهِ تَجبُ عليه، و لو كان مُقيماً فی أوّلِ الوقت ثم سافرَ ثمّ أقامَ تجبُ عليه (٧١)

یعنی، اور پورے وقت کی اقامت شرط نہیں حتی کہ اگر اول وقت میں مسافر ہو پھر اس کے آخر میں مقیم ہو گیا تو اس پر واجب ہے، اور اگر اول وقت میں مقیم ہو پھر مسافر ہو گیا پھر مقیم ہوا تو اُس پر قربانی واجب ہے۔

امام ابن مازہ بخاری حنفی متوفی ۶۱۶ھ نقل کرتے ہیں کہ

و فی "المنتقی" إذا اشترى شاةً ضحّى بها، فسَافرَ فی أيّامِ الأُضحيّةِ قبلَ أن يضُحّی بها، فله أن يَبَعها (٧٢)

یعنی، "منتقی" میں ہے کہ اگر قربانی کے لئے بکری خریدی، پھر ایام قربانی میں قربانی کرنے سے قبل مسافر ہو گیا تو اُس کے لئے جائز ہے کہ اُسے بیچ دے۔

اس عبارت کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

أی: لا يَجبُ عليه ذلك (٧٣)

یعنی، اس کا مطلب ہے کہ اس پر یہ واجب نہیں ہے۔

اور علامہ نظام حنفی لکھتے ہیں:

هذا إذا سافر قبل أن يَشترى الأُضحيّةَ فإذا اشترى شاة للأُضحيّةِ ثم سافرَ ذكر فی "المنتقى" له أن يبيعهما و لا يُضحّی بها و كذا روى عن محمدٍ رحمه الله تعالىٰ أنه يَبيعُها، و مِن المَشَائخِ مَن فصّلَ بَين المُوسرِ و المُعسرِ، فقال: إن كان

٧١۔ الفتاوىٰ الهندية، كتاب الأضحيّة، الباب الأوّل: فی تفسير .....إلخ، ٢٩٢/٥

٧٢۔ المحيط البرهانی، كتاب الأضحية، الفصل الأول: بيان وجوب الأضحية، برقم: ١٠٧٨٧، ٤٥٧/٨، ٤٥٨

٧٣۔ ردّ المحتار على الدّرّ المختار، كتاب الأضحيّة، تحت قول التّنوير: الإقامة، ٥٢٠/٩

مُوسراً فالجوابُ كذلك، و إن كان مُعسراً يَنبغِي أن تَجبَ عليه و لا تَسقطَ عنه بالسَّفر و إن سافَرَ بعد دخولِ الوقتِ قالوا: ينبغي أن يكونَ الجوابُ كذلك (٧٤)

یعنی، یہ اُس وقت ہے جب قربانی خریدنے سے قبل سفر شروع کیا، پس اگر قربانی کے لئے بکری خرید لی پھر سفر شروع کیا تو ''منتقی'' میں ذِکر کیا کہ اس کے لئے جائز ہے وہ اُسے بیچ دے اور اس کی قربانی نہ کرے۔

اور اسی طرح امام محمد علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ وہ اُسے بیچ سکتا ہے،(٧٥) اور مشائخ میں سے بعض نے مالدار اور تنگدست میں فرق کیا ہے، تو فرمایا: اگر مالدار ہے تو وہی حکم ہے اور اگر تنگ دست ہے تو اُس پر واجب ہو جانا چاہئے اور اُس سے (قربانی) سفر کی وجہ سے ساقط نہ ہوگی اور اگر قربانی کا وقت شروع ہو جانے کے بعد سفر شروع کیا تو فرمایا: چاہئے کہ حکم وہی ہو۔

اور مسافر قربانی کرے تو اس کی قربانی نفل ہوگی چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی "فتاویٰ هنديه" (٧٦) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

مسافر پر قربانی واجب نہیں، اگر مسافر نے قربانی کی یہ تطوّع (نفل) ہے۔

اور "رد المحتار" (٧٧) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

مسافر پر اگرچہ قربانی واجب نہیں مگر نفل کے طور پر یہ کر سکتا ہے ثواب پالے گا۔

اور حاجی پر قربانی کے وُجوب کے بارے میں عباراتِ فقہاء میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ مُحرِم پر قربانی واجب نہیں چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ١٠٨٨ھ لکھتے ہیں:

٧٤۔ الفتاوىٰ الهندية، كتاب الأضحيّة، الباب الأولّ، ٥/٢٩٢

٧٥۔ اس کی علّت یہ ہے کہ وہ اس حال میں ہو گیا کہ جس پر سے قربانی ساقط ہو جائے۔ (المحيط البرهاني، ٨/٤٥٨)

٧٦۔ الفتاوىٰ الهندية، كتاب الأضحيّة، الباب الأول فی تفسير..... إلخ، ٥/٢٩١، بلفظ: أمّا للتّطوّع

٧٧۔ ردّ المحتار على الدّرّ المختار، كتاب الأضحيّة، تحت قول التّنوير: الإقامة، ٩/٥٢٠

و قيل: لا تلزمُ المُحرِم " سراج" (٧٨)

یعنی، کہا گیا ہے کہ مُحرم پر قربانی کرنا لازم نہیں۔"سراج الوهاج" (٧٩)

اور سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

و قيل، لا تَلزَمُ المُحرِمَ و إن كان من أهلِ مكة "جوهرة" عن "الخجندى" (٨٠)

یعنی، کہا گیا ہے کہ مُحرِم پر قربانی نہیں اگرچہ وہ مکہ کا رہنے والا ہو۔ "جوهرة" (٨١) عن "الخجندى"۔

اور یہ بھی ہے کہ حاجی پر قربانی لازم نہیں جب کہ وہ محرم ہو اور اہلِ مکہ پر قربانی واجب ہے (جب کہ وُجوب کی دیگر شرطیں پائی جائیں) چنانچہ علامہ شمس الدین محمد الخراسانی الهقستانی متوفی ٩٥٠ھ لکھتے ہیں:

فلا تجبُ على المسافِرِ و الحَاجِّ إذا كان مُحرماً و لو مِن أهل مكةَ كما فى "شرح الطّحاوى" لكن فى "المبسوط" إن على أهل مكة التَّضحيّةُ و إن حَجُّوا (٨٢)

یعنی، پس مسافر اور حاجی پر قربانی واجب نہیں جب کہ وہ مُحرم ہو اگرچہ وہ اہلِ مکہ سے ہو جیسا کہ "شرح الطّحاوى" میں ہے لیکن "مبسوط" میں ہے کہ اہلِ مکہ پر قربانی ہے اگرچہ وہ خود حج کریں۔

٧٨۔ الدُّرّ المختار، كتاب الأضحيّة، ص٦٤٥

٧٩۔ السّراج الوهّاج، كتاب الذبائح، باب الأضحية، تحق قول القدورى: على كل مسلم حر مقيم إلخ، وفيه: و ذكر الخجندى أنها لا تجب على الحاج إذا كان محرماً و إن كان من أهل مكة

٨٠۔ رَدُّ المحتار على الدُّرّ المختار:٦/ ٣١٥

٨١۔ الجوهرة النيّرة، كتاب الأضحية، تحت قوله: على كل حر مسلم مقيم إلخ، ٢/٢٤١

٨٢۔ جامع الرّموز، كتاب التّضحيّة، ٢/٣٥٣

اور یہ بھی ہے کہ حاجی اور مسافر پر واجب نہیں، چنانچہ علامہ ابوبکر بن علی الحدادی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

و لا تَجبُ علی الحَاجّ و المُسافرِ و أمَّا أهلُ مكةَ فإنّها تجبُ عليهم و إن حَجُّوا (۸۳)

یعنی، حاجی اور مسافر پر قربانی واجب نہیں، پس مگر اہلِ مکہ تو ان پر واجب ہے اگرچہ وہ حج کریں۔

اور "خجندی" سے نقل کرتے ہیں:

و فی "الخجندی": لا تجبُ علی الحَاجّ إذا كان مُحرماً و إن كان من أهلِ مكّةَ (۸٤)

یعنی، "خجندی" میں ہے کہ حاجی پر واجب نہیں جب کہ وہ محرم ہو اگرچہ اہل مکہ میں سے ہو۔

اور یہ بھی ہے کہ حاجی پر قربانی واجب نہیں، چنانچہ ملک العلماء علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

و ذكر فی "الأصل": ولا تجبُ الأضحيّةُ علی الحَاجّ (۸۵)

یعنی، "مبسوط" میں ذِکر کیا کہ حاجی پر قربانی واجب نہیں۔

اور فقہاء کرام کی حاجی سے مراد وہ حاجی ہے جو مسافر ہو چنانچہ امام شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ لکھتے ہیں:

و فی "الأصل" ذُكر عن إبراهيمَ قال: هی واجبةٌ علی أهلِ الأمصارِ ما خَلا الحَاجّ و أرادَ بأهلِ الأمصَارِ المُقِيمِيْنَ و بالحَاجّ المُسافِرينَ، فأمّا أهلُ مكّةَ فعليهم الأُضحيّةُ و إن

۸۳۔ الجَوهرةُ النيّرة، كتاب الأُضحيّة، ص ۲٤۱

۸٤۔ الجَوهرةُ النيّرة: ۲٤۱/۲

۸۵۔ البدائع الصّنائع: ۲۸۲/٦

حجُّوا (۸٦)

یعنی، کتاب "الأصل" میں ابراہیم سے ذِکر کیا گیا کہ آپ نے فرمایا قربانی اہلِ شہر پر واجب ہے سوائے حجاج کے، انہوں نے اہلِ شہر سے مراد مقیم اور حجاج سے مراد مسافروں کو لیا ہے، مگر اہلِ مکہ تو اُن پر قربانی لازم ہے اگرچہ حج کریں۔

اور علامہ کاسانی اور اُن سے علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ اور علامہ سید محمد ابوالسعود حنفی نقل کرتے ہیں:

و أرادَ بِالحَاجّ المسافرَ، فأمّا أهلُ مكّةَ فتجبُ عليهم الأُضحيّةُ و إن حَجُّوا (۸۷)

یعنی، اور حاجی سے مراد مسافر ہے مگر اہلِ مکہ تو ان پر قربانی واجب ہے اگرچہ وہ حج کریں۔

اور السید ثابت ابی المعانی النمنکانی متوفی ۱۳۴۶ھ کے "فتاویٰ" میں ہے:

مسئلة: (تنبيه) ذُكِرَ فی "الأصلِ": أنه لا تجبُ الأضحيّةُ علی الحَاجّ، قال فی "البدائع"، و" مبسوط السّرخسی": و أرادَ بالحاجّ المُسافر، و أمّا أهلُ مكّةَ فتَجبُ عليهم الأُضحيّةُ وإن حجُّوا اهـ قال "الشّرنبلالی" فما فی "الخجندی": أنّها لا تَجبُ علی الحَاجّ إذا كان مُحرماً، وإن كان مِن أهلِ مكّةَ يُحمل علی إطلاق الأصلِ، و يُحملُ كما حُمِلَ علی المُسَافِر (۸۸)

۸٦۔ المبسوط للسرخسی، كتاب الذّبائح، باب الأضحيّة، ۱۷/۱۲/٦

۸۷۔ بدائع الصَّنائع، كتاب التّضحيّة، فصل فی شرائط الوجوب، ۲۸۲/٦۔ و غُنية ذوی الأحكام فی بغية درر الحكّام، كتاب الأضحيّة، تحت قوله: و شرائطها الإسلام و الإقامة، ۲٦۵/۱۔ و فتح المعين علی شرح الكنز لملّا مسكين، كتاب الأضحيّة، تحت قوله: مقيم، ص۲۷۷

۸۸۔ فتح الرحمانی فی فتاوی السيد ثابت أبی المعانی: ۲۲٦/۱

یعنی، مسئلہ: (تنبیہ) "الاصـــل" (یعنی مبسوط) میں ذکر کیا کہ حاجی پر قربانی واجب نہیں، "بـدائع" اور "مبسـوط السـرخسی" میں فرمایا: امام محمد علیہ الرحمہ نے حاجی سے مراد مسافر حاجی کو لیا ہے، اور اہلِ مکہ تو اُن پر قربانی واجب ہے اگرچہ وہ حج کریں اھ۔ شرنبلالی نے فرمایا جو "خـجـنـدی" میں ہے: حاجی پر واجب نہیں جب کہ وہ مُحرم ہو، اور اگر اہلِ مکہ میں سے ہو تو اصل کے اطلاق پر محمول کیا جائے گا جیسا کہ (حاجی کو) مسافر پر محمول کیا گیا۔

اور صحیح یہ ہے کہ حاجی مسافر ہو تو اس پر قربانی واجب نہیں، چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فَـلَا تـجـبُ عـلـی حـاجّ مسافرٍ: فأمّا أهلُ مكّةَ فتلزَمُهم و إن حجُّوا (۸۹)

یعنی، پس حاجی مسافر پر واجب نہیں، مگر اہل مکہ تو ان کو قربانی کرنا لازم ہے اگرچہ وہ حج کریں۔

اور سید ثابت ابی المعانی لکھتے ہیں:

و أما الأضحيّةُ، فإن كان مُسافراً فلا يَجبُ عليه و إلا كالمكِّيِّ فتَجبُ كما فی "البحر" (۹۰)

یعنی، "غـنـیة الـنـاسك" (ص ۱۱٤) کے "بـاب كـيـفية اداء التـمتع الـمسـنـون" میں ہے: مگر قربانی پس اگر مسافر ہے تو اس پر واجب نہیں ورنہ مکی کی مثل پر واجب ہے جیسا کہ "بـحر الرائق" میں ہے۔ ردالمحتار کے مسائل رمی، ذبح اور حلق سے ماخوذ۔

۸۹۔ الدُّرّ المختار، كتاب الأضحيّة، ص ٤٦٥

۹۰۔ فتح الرّحمانی فی فتاوی السّيد ثابت أبی المعانی، كتاب الحجّ، ۲۲٦/۱

حقیقت یہ ہے کہ قربانی کے وجوب میں اعتبار حاجی اور غیر حاجی کا نہیں، مسافر اور مقیم کا ہے اس لئے مسافر ہے تو واجب نہیں، مقیم ہے تو واجب ہے اگرچہ وہ حاجی ہو، چنانچہ امام اہلسنّت امام احمد رضا حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں کہ

اب قربانی میں مشغول ہو یہ وہ قربانی نہیں جو عید میں ہوتی ہے کہ وہ تو مسافر پر اصلاً نہیں، اور مقیم مالدار پر واجب ہے اگرچہ حج میں ہو اِلخ (۹۱)

امام اہلسنّت کی مندرجہ عبارت میں صراحۃً مذکور ہے کہ حاجی مسافر ہو تو اس پر عید کی قربانی واجب نہیں اور اگر مقیم ہو تو واجب ہے۔

صدرالشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں:

مسافر پر اگرچہ واجب نہیں مگر نفل کے طور پر کرسکتا ہے ثواب پائے گا، حج کرنے والے جو مسافر ہوں اُن پر قربانی واجب نہیں اور مقیم ہوں تو واجب ہے جیسے کہ مکہ کے رہنے والے حج کریں تو چونکہ یہ مسافر نہیں ان پر واجب ہوگی (۹۲)

فقہاء کرام نے اس مسئلہ لکھنے کے بعد جو مثال ذِکر کی اس سے بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ جو حاجی مکہ کا رہنے والا ہو اُس پر قربانی واجب ہے جب وہ مالدار ہو اور جو حاجی مکہ کے رہنے والا نہ ہو اس پر واجب نہیں۔ اس طرح ایک نئی اصطلاح مقیم مستقل اور مقیم عارضی نے جنم لیا اور انہوں نے اس حاجی پر جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو اور اُس نے مکہ میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لی ہو نماز تو پوری لازم کی مگر قربانی کے بارے میں کہا کہ اُس پر قربانی واجب نہیں حالانکہ مقیم عارضی اور مقیم مستقل کے مابین نماز اور قربانی وغیرہا کے احکام میں کوئی فرق نہیں ہے جیسا کہ فقہ حنفی سے شغف رکھنے والے پر مخفی نہیں ہے۔

اور آفاقی اگر سفر میں استطاعت نہیں رکھتا تو اُسے چاہئے اپنے وطن میں کسی کو اپنی قربانی کا وکیل بنائے تاکہ وہ اس کی طرف قربانی کردے اور اگر ایسا بھی نہیں کرنا تو اُسے چاہئے کہ وہ

۹۱۔ انوار البشارہ، .....

۹۲۔ بہارشریعت، حصہ (۱۵)، قربانی کا بیان، ص ۱۱۰

اِن ایام میں اقامت کی نیت ہی نہ کرے اور اگر کر چکا ہے تو ان ایام سے قبل مدّت سفر کے قصد سے مکہ مکرمہ سے چلا جائے اور مدت سفر کا قصد ضروری ہے اس سے کم کا قصد ہوگا تو مسافر نہ ہوگا چنانچہ علامہ حصکفی لکھتے ہیں:

لأن الإقامةَ أصلٌ إلّا إذا قَصَدُوا مَوضعاً بينهما مدةُ سفرٍ فيَقْصرونَ..... ، و إلا لا (۹۳)

یعنی، کیونکہ اقامت اصل ہے مگر یہ کہ وہ ایسی جگہ کا قصد کریں کہ جن کے مابین مدت سفر ہو تو وہ قصر کریں گے۔

اور ایام حج سے قبل واپس آ جائے تو اس طرح اس کی اب مکہ میں اقامت کی نیت درست نہ ہوگی اور اس پر قربانی واجب نہ ہوگی، کیونکہ وہ منیٰ روانگی سے دس روز قبل بھی آتا ہے تو نیت اقامت درست نہ ہوگی اس لئے کہ اُسے پندرہ روز سے قبل مکہ مکرمہ چھوڑ کر منیٰ روانہ ہونا ہے چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ اور علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

فلَو دَخَلَ الحاجّ مكّة أيّام العَشْر لم تصح نيتُه لأنّه يخرج إلى منى و عَرَفَةَ فصار كنيَّة الإقامةِ فى غير موضعها (۹۴)

یعنی، پس اگر حاجی ذوالحجہ کے دس دنوں میں مکہ میں داخل ہوا تو اس کی نیت (اقامت) درست نہیں کیونکہ وہ منیٰ اور عرفات کو نکلے گا، پس ہوگئی اقامت کی نیت اپنی جگہ کے غیر میں۔

اور کچھ لوگ جدہ چلے جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم اب مسافر ہو گئے حالانکہ وہ اگر مکہ مکرمہ میں مقیم تھے تو جدہ جانے سے مقیم ہی رہے کیونکہ جدہ سے مکہ مکرمہ کا عام راستہ جو اس وقت آمد و رفت کے لئے زیادہ استعمال ہوتا ہے اس کے اعتبار سے جدہ مدت سفر نہیں بنتا اور

۹۳۔ الدّر المختار، كتاب الصّلاة، باب صلاة المسافر، ص۱۰۶

۹۴۔ البحر الرائق شرح كنز الدّقائق، كتاب الصلاة، باب المسافر، تحت قوله: لا بمكة و منى، ۲/۲۳۲۔ الدّرّ المختار شرح تنوير الأبصار، كتاب الصّلاة، باب صلاة المسافر، تحت قوله: بموضعين مستقلّين إلخ، ص۱۰۶ و اللّفظ له

اگر طائف یا مدینہ منورہ چلے جائیں تو مسافر ہو جائیں گے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الثلثاء، ٦ ذى القعدة ١٤٢٧ھ، ٢٨ نوفمبر ٢٠٠٦ م 265-F

اونٹ یا گائے میں شریک افراد کی جہاتِ مختلفہ

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ چند افراد کہ جن پر دَم لازم تھے مل کر ایک اونٹ یا گائے ذبح کر سکتے ہیں یا نہیں اور اگر چار افراد نے مل کر ایک گائے یا ایک اونٹ خریدا اور ایک کے دو دَم تھے دوسرے کے بھی دو اور تیسرے اور چوتھے کا ایک ایک دَم تھا، چوتھے شخص نے کہا کہ میرا ایک دَم ہے اور ایک حصہ میں اللہ کی رضا کے لئے کرتا ہوں تو یہ صورت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی، از مکہ مکرمہ)

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: چند افراد مل کر دَم دینے کے لئے اونٹ یا گائے ذبح کر سکتے ہیں چنانچہ حدیث شریف ہے:

"البَدَنَةُ عَنْ سَبْعَةٍ وَ البَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ" ورد ذلك فى حديثِ جابرٍ (۹۵)، و ابن عباس و ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنهم

یعنی، اونٹ سات کی طرف سے اور گائے سات کی طرف سے۔

اور دوسری صورت جائز ہے جب کہ کسی کا گوشت کھانے کا ارادہ نہ ہو یعنی چھ دَم اور

۹۵۔ حديثُ جابرٍ أخرجه مسلم فى "صحيحه" (صحيح مسلم، كتاب الحجّ، باب الإشتراك فى الهدى و إجزاء البقرة إلخ، برقم: ۳۵۰/۳۱۶۱۴۔ (۱۳۱۸)، ص۶۰۸) و أبو داؤد فى "سننه" (سُنَن أبى داؤد، كتاب الضّحايا، باب فى البقرة و الجزور، عن كم تجزى؟ برقم: ۲۸۰۹، ۳/۱۶۴) و الترمذى فى "سننه" (سُنَن التّرمذى، كتاب الأضاحى، باب ما جاء فى الاشتراك فى البدنة، برقم: ۱۵۰۲، ۲/۴۴۷) و ابن ماجة فى "سننه" (سُنَن ابن ماجة، كتاب الأضاحى، باب عن كم تُجزئُ البدنة و البقرة، برقم: ۳۱۳۲، ۳/۵۳۶)

ساتواں حصہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہی ہو، چنانچہ علامہ ابو منصور کرمانی لکھتے ہیں:

و لو اشترك جماعةٌ فی بدنةٍ أو بقرةٍ یریدون القربةَ أجزأهم، سواء اختلفتْ بهم الجهاتُ، أو اتحدتْ، بأن یذبحَ واحدٌ عن تمتّعٍ و الآخر إحصارٍ و غیر ذلك من القُرَبِ، فإن کان أحدُهم یُریدُ اللّحمَ، أو کان ذِمیاً یُریدُ القُربة لم یجز عن أحدٍ منهم (٩٦)

یعنی، اگر ایک جماعت اونٹ یا گائے میں شریک ہوئی سب قُربت اِلَی اللہ کا ارادہ رکھتے ہیں تو اُن کو جائز ہے چاہے ان کی جہات مختلف ہوں یا متحد، اس طرح کہ ایک حجِ تمتّع کی طرف سے ذبح کرتا ہے دوسرا دَم احصار اور اس کے علاوہ اور قربتیں (٩٧) پس اگر اُن میں سے کوئی ایک گوشت کا ارادہ رکھتا ہے یا ذمی کافر ہے جو قُربت چاہتا ہے تو اُن میں سے کسی کی طرف سے بھی جائز نہیں ہوگا۔ (٩٨)

لہٰذا اِس طرح کرنے سے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے سب کے دَم ادا ہو جائیں گے۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ١٨ ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ٣ نوفمبر ٢٠١٢ م F-823

حجِ قِران یا تمتّع میں جو جانور ذبح کیا جاتا ہے کیا اُس سے قربانی ادا ہو جاتی ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ اگر کوئی

٩٦۔ المسالك فی المناسك، فصل فیما یجزی و ما لا یجزی بالأسنان، ٩٩٤/٢

٩٧۔ المبسوط (کتاب الذبائح، باب الأضحیة، ١١/١٢/٦)، و البدائع الصنائع (بدائع الصّنائع، کتاب التّضحیة، فصل فی شروط جواز إقامة الواجب، ٣٠٦/٦)

٩٨۔ الجامع الصّغیر، کتاب الذبائح، ص ٢٣١۔ و بدایة المبتدی، کتاب الأضحیة، ٣۔٣٥٦/٤۔ البحر الرائق، کتاب الأضحیة، تحت قوله: و إن مات أحد إلخ، ٣٢٥/٨

شخص یہ کہے کہ حج میں تمتّع یا قران کی ہدی سے قربانی کا وجوب ادا ہو جاتا ہے جیسا کہ عوام النّاس بھی تمتّع اور قران کے دمِ شکر کو قربانی کا ہی نام دیتے ہیں؟

(السائل: محمد عرفان المانی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: اس سوال کے جواب میں امام ابوبکر جصّاص رازی حنفی متوفی ٣٧٠ھ لکھتے ہیں:

لیس هدیُ القِرانِ هو الأضحیّة، و الدّلیل علیه: أنّ مُضیَّ أیام النّحرِ یمنع صحةَ الأضحیّة، و لا یمنعُ صحةَ هدی التّمتُّعِ، و لو کانت هی الأضحیّة، لتعلّقتْ بالوقتِ لأنّ الأضحیّةَ مخصوصةٌ بوقتٍ لا یصحُّ فعلُها فی غیره (٩٩)

یعنی، ہدی قِران وہ قربانی نہیں ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ بے شک ایام نحر کا گزر جانا صحتِ قربانی تو مانع ہے اور صحتِ ہدی تمتّع کو مانع نہیں ہے، اگر یہ (یعنی ہدی قران یا ہدی تمتّع) قربانی ہوتی تو وقت سے متعلق ہوتی، کیونکہ قربانی وقت کے ساتھ مخصوص ہے جس کا اس وقت کے غیر میں کرنا درست نہیں ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ حاجی متمتع یا قارن جو جانور دَم شکر کے طور پر ذبح کرتا ہے وہ قربانی نہیں ہے اور اس سے قربانی کا وجوب ادا نہیں ہوگا۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ١٥ شوال المکرّم ١٤٣٤ھ، ٢٣ اغسطس ٢٠١٣ م F-859

مُحصِر صرف ذبح کروانے سے احرام سے باہر ہو جائے گا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ مُحصِر بالحج اگر جانور ذبح کروادے تو صرف ذبح سے ہی احرام سے باہر ہو جائے گا یا اس کے لئے حلق

٩٩۔ شرح مختصر الطّحاوی، کتاب الضحایا، الأدلة علی وجوب الأضحیّة، ٣١٩/٧

کروانا ضروری ہوگا؟

(السائل: سید محمد طاہر نعیمی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں محصر کے احرام سے باہر آنے کے لئے ذبح کافی ہے حلق ضروری نہیں ہے چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں کہ

ولأن الحلقُ من أسبابِ التّحلُّلِ، و كذا لذّبحُ حتى يتحلَّلَ به المحصر (۱۰۰)

یعنی، کیونکہ حلق اسبابِ تحلُّل سے ہے اسی طرح ذبح (بھی اسباب تحلُّل سے ہے) یہاں تک کہ اس (ذبح) سے محصر احرام سے باہر آجاتا ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۹ ذی قعدہ ١٤٣٤ھ، ١٦ سبتمبر ٢٠١٣ م F-864

مکی کا عمرہ میں حلق سے قبل حج کا احرام باندھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ زید جو کہ مکہ مکرمہ میں مقیم ہے اُس نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھا پھر عمرہ کا طواف اور سعی کی حلق نہ کیا تھا کہ اُسی احرام کے ساتھ اُس نے حج کی تلبیہ کہی اور حج بھی کرلیا، اب اِس صورت میں اُس پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: ایسے مکی کے لئے جو عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد اُس کے افعال شروع کردے پھر حج کا احرام باندھ لے، شرع کا حکم یہ ہے کہ وہ حج کو چھوڑ دے اور عمرہ اور حج کی قضاء کرے اور حج کے چھوڑنے کا دم بھی چنانچہ امام ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

۱۰۰۔ الهداية، باب الإحرام، تحت قوله ثم يذبح إن أحب ۱۔۲/۱۷۹

قال أبو حنيفةَ رحمه الله: إذا أحرَمَ المكيُّ بعُمرة و طافَ لها شَوطاً ثم أحرَمَ بالحجّ، فإنّه يَرفُضُ الحجَّ و عليه لرَفضِهِ دمٌ و عليه حجّةٌ و عمرةٌ (۱۰۱)

یعنی، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب مکی نے عمرہ کا احرام باندھا اور اُس کے طواف کا ایک پھیرا دے لیا، پھر حج کا احرام باندھا تو وہ حج کو چھوڑ دے اور اُس پر حج کو چھوڑنے کا دَم اور ایک عمرہ اور حج (کی قضاء) لازم ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

أمّا حكم المكيُّ و مَن بمَعناهُ إذا أدخَلَ الحجَّ على العُمرةِ إن كان بعدَ طَافَ أكثَرَهُ فيرفُضُ حَجَّه (۱۰۲)

یعنی، مگر مکی نے اور وہ جو اُس کے معنی میں ہے جب حج کو عمرہ پر داخل کیا، اگر اُس نے عمرہ کا اکثر طواف ادا کرنے کے بعد ایسا کیا تو حج کو چھوڑ دے۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

أی اتفاقاً، و عليه دمٌ (۱۰۳)

یعنی، بالاتفاق اُسے حج چھوڑنا ہوگا اور اُس پر حج چھوڑنے کا دَم لازم ہوگا۔

اور اس صورت اُس پر دَم کے ساتھ حج اور عمرہ کی قضاء بھی لازم ہوگی چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

كُلُّ مَن لَزِمَه رَفضُ الحجّةِ فی البابَين فعليه لرفضِها دمٌ و قضاء

۱۰۱۔ بداية المبتدی، كتاب الحجّ، باب إضافة الإحرام إلى الإحرام، ۱۔۲/۲۱۱

۱۰۲۔ لُباب المناسك مع شرحه، باب إضافة أحد النّسكين، ص۳۲٦ (ص٤١٦، ٤١٧)

۱۰۳۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، ص۳۲٦ (ص٤١٦، ٤١٧)

حجّةٍ و عمرةٍ (١٠٤)

یعنی، ہر شخص کہ جس پر دونوں بابوں (١٠٥) میں حج کو چھوڑنا لازم ہوا تو اُس پر حج چھوڑنے کا دَم اور حج وعمرہ کی قضاء لازم ہوگی۔

اور اگر وہ نہیں چھوڑتا بلکہ ادا کر لیتا ہے جیسا کہ سوال میں ذِکر کردہ شخص نے کیا تو اُس پر ایک دَم لازم ہوگا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و كلُّ مَن لزِمَه الرَّفضُ فلم يَرفُض فعليه دمُ الجَمعِ (١٠٦)

یعنی، اور ہر شخص کہ جسے (حج یا عمرہ کو) چھوڑنا لازم تھا اور اُس نے نہ چھوڑا تو اُس پر حج وعمرہ کو جمع کرنے کا دَم لازم ہوگا۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الجمعة، ٢٤ ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ٩ نوفمبر ٢٠١٢ م 811-F

طوافِ زیارت کے بعد حلق سے قبل ہمبستری کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ حاجی اگر وقوفِ عرفہ سے قبل ہمبستری کرے تو اس کا حج فاسد ہو جائے گا اور اگر وقوف کے بعد حلق سے قبل ایسا کرے تو اُس پر بدنہ لازم آئے گا اور اگر حلق کے بعد طوافِ زیارت سے قبل ایسا کر لے تو اُس پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: حاجی اگر حلق کروانے کے بعد طوافِ زیارت سے قبل جماع کر لے تو اُس پر بکری کی قربانی لازم آئے گی اور اُس کا حج فاسد نہ ہوگا چنانچہ علامہ ابوالحسین احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

١٠٤ ـ لُباب المناسك، باب إضافة أحد النّسكين، فصل: أی فی القضايا الكلية، ص٣٢٨ (ص٤١٩)

١٠٥ ـ يعنی باب الجمع بين النّسكين و باب إضافة الإحرام إلى الإحرام

١٠٦ ـ لُباب المناسك، باب إضافة النسكين، فصل: أی فی القضايا الكلية إلخ، ص٣٢٨ (ص٤١٩)

و مَنْ جَامَعَ بعدَ الوُقوفِ بعرفةَ لم يَفسُد حجُّه و عليه بَدَنَةٌ، و إن جامَعَ بعدَ الحلقِ فعليه شَاةٌ (١٠٧)

یعنی، جس نے وقوفِ عرفہ کے بعد جماع کیا تو اُس کا حج فاسد نہ ہوا اور اُس پر بدنہ لازم ہے اور اگر حلق کے بعد جماع کیا تو اُس پر بکری (ذبح کرنا) لازم ہے۔

اور علامہ مجدالدین عبداللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

و إن جامَعَ بعد الوُقوف فعليه بَدَنَةٌ و لا يفسُدُ حجّه، و إن جامَعَ بعد الحلقِ أو قبَّل أو لمسَ بشهوةٍ فعليه شاةٌ (١٠٨)

یعنی، اگر وقوفِ عرفہ کے بعد جماع کیا تو اُس پر بدنہ لازم ہے اور اُس کا حج فاسد نہ ہوگا، اور اگر حلق کے بعد جماع کیا یا بوسہ لیا یا شہوت کے ساتھ چُھوا تو اُس پر بکری (ذبح کرنا) لازم ہے۔

اور علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و إن جامعَ بعد الحَلقِ فعليه شاةٌ لبقاء إحرامه فی حقِ النّساء دون لبسِ المَخيطِ و ما أشبَهَ فخفَّتِ الجنايةُ فاكتفی بالشَّاةِ (١٠٩)

یعنی، اور اگر حلق کے بعد جماع کیا تو اُس پر (بطورِ دم) بکری (ذبح کرنا) لازم ہے کیونکہ عورتوں کے حق میں اُس کا احرام باقی ہے سوائے سلے ہوئے کپڑے پہننے اور اس کی مثل دیگر اُمور کے، پس جنایت خفیف ہوگی تو بکری کافی ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم السبت، ٢٥ ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ١٠ نوفمبر ٢٠١٢ م 812-F

١٠٧ ـ مختصر القدوری، كتاب الحجّ، باب الجنايات، ص٧٢

١٠٨ ـ المختار الفتوىٰ، كتاب الحج، باب الجنايات، ص٨٩، ٩٠

١٠٩ ـ الهداية، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: فإن نظر إلخ مع قول البداية: و إن جامع إلخ، ١ـ٢/١٩٨

حِل والے کا عمرہ کے احرام سے باہر آنے سے قبل حج کا احرام

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ جدہ میں مقیم ایک شخص نے سات ذوالحجہ کو جدہ سے عمرہ کا احرام باندھا اور مکہ مکرمہ آ کر عمرہ ادا کیا اور حلق یا قصر کروائے بغیر وہیں سے حج کا احرام باندھ کر حج ادا کیا اور اپنے آپ کو مفرد بالحج سمجھتے ہوئے جانور بھی ذبح نہ کیا، اب اس صورت میں اُس کا حج درست ہوا یا نہیں؟

(السائل: عبدالصمد، جدہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس پر دَم لازم ہوگا اور ساتھ توبہ بھی کرنی ہوگی کہ اُس نے گُناہ کا ارتکاب کیا ہے، کیونکہ مذکور شخص حِلّ کا رہنے والا ہے اور جو لوگ میقات حرم یا حِلّ یا حرم میں رہتے ہیں اُن کے لئے حجِ تمتّع اور قران ممنوع ہے جیسا کہ کافی حاکم شہید (۱)، مختصر طحاوی (۲)، شرح مختصر طحاوی (۳)، مبسوط امام سرخسی (۴)، محیط امام سرخسی (۵)، محیط برہانی (۶)، ہدایہ (۷)، مختصر قدوری (۸)، کنز الدقائق (۹)، مجمع البحرین (۱۰)، وقایۃ الروایۃ (۱۱)، اور المختار الفتویٰ (۱۲) وغیرہا کُتُبِ فقہ میں مذکور ہے۔

اور ممانعت کی دلیل قرآن کریم کی آیت ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و هذا لقوله تعالىٰ ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ (۱۱۰) و الإشارة إلى التّمتُّع و فی معناه القِرانُ (۱۱۱)

یعنی، اور یہ (ممانعت) اللہ تعالیٰ کے اِس فرمان کی وجہ سے ہے کہ ''یہ حکم اس کے لئے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو'' اور اِس میں اشارہ حجِ تمتُّع

۱۱۰۔ البقرة: ۱۹۶/۲

۱۱۱۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب القران، فصل: فی قِران المكی، ص۲۹۶، دارالكتب العلمية، (ص۳۷۸، المكتبة الإمدادية)

کی طرف ہے اور اُسی معنی میں قِران ہے۔

اور اِن میں سے کوئی اگر تمتّع یا قران کر لے تو اُس نے بُرا کیا اور اُس پر دَم لازم آتا ہے جو کہ دَم جبر ہے نہ کہ دَم شُکر چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی قِران کے بیان میں لکھتے ہیں:

فَمَن قَرَنَ منهم كان مُسيئًا، و عليه دمُ جَبرٍ (۱۱۲)

یعنی، پس ان (میقات یا اہلِ حِلّ یا اہلِ مکہ) میں سے جو حجِ قران کرے وہ مُسیئ ہے اور اُس پر دَم جبر لازم ہے۔(۱۱۳)

اور تمتُّع کے بیان میں لکھتے ہیں:

ليس لأهلِ مكّة و أهلِ المواقيت، و مَن بينها و بين مكّة تمتُّعٌ، فمَن تمتَّعَ منهم كان عاصياً و مُسيئًا و عليه لإساءته دمٌ (۱۱٤)

یعنی، اہل مکہ، اہل مواقیت اور جو مکہ اور میقات کے مابین ہیں اُن کے لئے تمتّع نہیں ہے پس اِن سے جو تمتّع کرے وہ گنہگار (۱۱۵) ہے (۱۱۶)

۱۱۲۔ لُباب المناسك، باب القران، فصل: فی قران المكی، ص ۲۹٦، (ص۳۷۸)

۱۱۳۔ اس کے تحت مُلّا علی قاری لکھتے ہیں: أی: كفّارةٌ لإساءته حتماً (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب القران، فصل: فی قران المكی، ص۲۹٦)، یعنی، اُس کی اسائت کی وجہ سے حتماً کفارہ لازم ہے۔

۱۱٤۔ لباب المناسك، باب التّمتّع، فصل: فی تمتّع المكی، ص ۳۰۲ (ص۳۸۵)

۱۱۵۔ اس لئے اُس پر توبہ بھی لازم ہے، اور گناہ کا تدارک صرف توبہ کے ذریعے ہوسکتا ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں: و تدارُكُ إثمه و هو التوبة عن المعصية (المسلك المتوسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات، تحت قوله: و الإثم، ص ۳۳۰، (٤۲۲)، یعنی، اس کے گُناہ کا تدارک اور وہ معصیّت سے توبہ کرنا ہے۔ اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں: و لا بدّ من التّوبة على كلّ حالٍ (لباب المناسك، باب الجنايات، ص ۳۳۰ (٤۲۲)، یعنی، (گناہ کی معافی کے لئے) بہرحال توبہ ضروری ہے۔

۱۱٦۔ اس کے تحت ملا علی قاری لکھتے ہیں: أی: لمخالفة الآية (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب التّمتّع، فصل: فی تمتّع المكی، ص۳۰۲، (ص۳۸۵۔ ۳۸٦) یعنی، وہ آیہ کریمہ کی مخالفت کی وجہ سے گنہگار ہے اور یہ آیت وہ ہے کہ جس کا اُوپر ذکر کیا گیا۔

اور بُرا کرنے والا ہے اور اُس پر اس کی اسائت کی وجہ سے دَم لازم ہے۔

اور پھر ایسا شخص جب عمرہ کا اکثر طواف کرنے کے بعد حج کا احرام باندھے تو اُس پر حج کو چھوڑ دینا لازم آتا ہے اور اگر نہ چھوڑے بلکہ ادا کر لے کراہت کے ساتھ جائز ہو جائے گا اور اس پر دَم لازم آئے گا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و لو مضی فیهما جازَ أی: أجزأهُ مع للإساءة، أی: إساءة الكراهة و علیه دَمُ الجَمْع (١١٧)

یعنی، اگر دونوں کو ادا کر لے تو جائز ہوا یعنی اسائت کے ساتھ اُسے جائز ہوا، اس سے مراد کہ کراہت کی اسائت کے ساتھ جائز ہوا اور اُس پر (غیر مشروع طریقے پر دو احراموں کو) جمع کا دَم لازم ہے۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ١٩ ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ٤ نوفمبر ٢٠١٢ م F-815

دَم جبر کی ادائیگی علَی التّراخی واجب ہے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ حج یا عمرے میں اگر دَم وغیرہ لازم آ جائے تو اُس کی ادائیگی علَی التّراخی لازم آتی ہے یا علَی الفَور اور اگر فوراً لازم ہو تو تاخیر سے گُناہ ہوتا ہے یا نہیں؟

(السائل: حافظ بلال قادری)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: جنایتوں کی جزائیں اور کفّارے علَی التّراخی واجب ہوتے ہیں اس لئے تاخیر کے سبب گُناہ لازم نہیں آتا جب بھی ادا کرے گا ادا کرنے والا قرار پائے گا نہ کہ قضاء کرنے والا، اگرچہ کفّارے کو ساقط کرنے میں جلدی کرنا افضل ہے اور اگر ادا نہ کیا اور مر گیا تو گنہگار ہوگا اور اس صورت میں مرنے سے قبل وصیّت کرنا لازم ہے اور اگر وصیّت نہ کر کے گیا تو ورثاء پر اُن کی ادائیگی لازم نہیں، ہاں اگر وہ اپنی مرضی

١١٧۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب إضافة احدُ النُّسكين، ص ٣٢٦، (ص٤١٧)

سے ادا کر دیں تو نجات کی اُمید ہے۔

دَم (یہاں دَم سے مراد دَم جبر ہے نہ کہ دَم شکر) اور کفّارے علی التّراخی واجب ہوتے ہیں ان کے بارے میں علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

اعلم أنّ الكفّاراتِ كُلّها واجبةٌ علی التّراخی (١١٨)

یعنی، جان لے کہ تمام کفّارے علَی التّراخی واجب ہیں۔

فلا یأثمُ بالتّاخیر عن أوّلِ وقتِ الإمكانِ و یكون مؤدیًّا لا قاضیاً فی أیّ وقت أدّی (١١٩)

یعنی، پس اول وقت امکان (١٢٠) سے تاخیر کے سبب گنہگار نہ ہوگا جس وقت ادا کرے گا ادا کرنے والا کہلائے گا (١٢١) نہ کہ قضاء کرنے والا۔

إنّما یَتضیَّقُ علیه الوُجوبُ فی آخرِ عُمرهِ فی وقتٍ یَغلبُ علی ظنِّه أنّه لو لم یُؤدِّهِ لَفاتَ، فإن لم یؤدِّ فیه فماتَ أثِمَ و یجبُ علیه الوصیّةُ بالأداءِ (١٢٢)

یعنی، وُجوب اُس پر اُس کی عمر کے آخر میں اُس وقت تنگ ہوتا ہے جب اُس کو غالب گُمان یہ ہو جائے کہ اگر وہ (اُس وقت) ادا نہیں کرے گا تو (وقتِ ادا) فوت ہو جائے گا، پس اگر اُس وقت ادا نہ کیا اور مر گیا تو گُنہگار رہا اور اُس پر ادائیگی کی وصیّت لازم ہے۔

و لو لم یُوصِ لم یَجِب فی التّركةِ، و لا علی الوَرثةِ، و لو تَبرَّعَ

١١٨۔ لُباب المناسك، باب: فی جزاء الجنایات و كفّاراتها، ص ٤٢٣، دار الكتب العلمية (ص٥٤٢، المكتبة الإمدادية)

١١٩۔ لُباب المناسك، باب: فی جزاء الجنایات و كفّاراتها، ٤٢٣، دار الكتب العلمية (ص٥٤٢)

١٢٠۔ ''اول وقتِ امکان'' سے مراد ہے ادائیگی پر قدرت کے زمانے کی ابتداء (المسلك المتقسط، باب: فی جزاء الجنایات و كفّاراتها، ص ٤٢٣، دار الكتب العلمية (ص٥٤٢))

١٢١۔ اس لئے کہ جزاؤں اور کفّارات کا امر جلدی پر محمول نہیں ہے (المسلك المتقسط، باب: فی جزاء الجنایات و كفّاراتها، ص٤٢٣ دار الكتب العلمية، (ص٥٤٢))

١٢٢۔ لُباب المناسك، باب: فی جزاء الجنایات و كفّاراتها، ص ٤٢٣ (ص٥٤٢)

عنه الورثةُ جازَ (۱۲۳)

یعنی، اور اگر وصیت نہ کی تو ترکہ میں سے ادائیگی واجب نہ ہوئی اور نہ ورثہ پر (ادائیگی واجب ہے) اور اگر ورثہ نے اُس کی طرف سے ادا کر دیا تو جائز ہوا۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری لکھتے ہیں کہ ''اُس کی نجات کی اُمید ہے'' (۱۲٤)

اور ادائیگی میں جلدی کرنے کے بارے میں مُلّا علی قاری لکھتے ہیں کہ:

و إنّما الفَورُ بالمُسارعةِ إلى الطَّاعةِ و المُسَابقةِ إلى إسقاطِ الكفّارةِ أفضلُ، لأنّ فی تأخير العبادات آفاتٌ، لذا قيل: عجِّلُوا بأداءِ الصَّلاةِ قبلَ الفَوت، و أسرعُوا بقَضَائِها قبلَ الموت (۱۲٥)

یعنی، طاعت میں جلدی کرنا اور اسقاطِ کفّارہ میں سبقت کرنا افضل ہے کیونکہ عبادات کی تاخیر میں آفتیں ہیں اسی لئے کہا گیا کہ نماز کو اس کے فوت ہو جانے سے قبل ادا کرنے میں جلدی کرو اور اُس کی قضاء میں جلدی کرو موت سے قبل۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصّواب

یوم الإثنين، ۲۰ ذوالحجة ۱٤۳۳ھ، ٥ نوفمبر ۲۰۱۲ م F-817

حلق میں چند جگہ سے بال مونڈ لینے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے حج کے بعد عمرہ کیا سعی سے فراغت کے بعد اُس نے سر کی پچھلی جانب چند جگہ اُسترا پھروایا چونکہ سر کے بال بالکل چھوٹے تھے اس لئے اُس نے سمجھا کہ مجھے سر کا حلق لازم نہیں ہے اور

۱۲۳۔ لُباب المناسك، باب: فی جزاء الجنايات و كفّاراتها، ص ٤۲۳ (ص٥٤۲)

۱۲٤۔ المسلك المتقسط، باب: فی جزاء الجنايات و كفّاراتها، ص٤۲۳ (ص٥٤۲)

۱۲٥۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب: فی جزاء الجنايات و كفّاراتها، تحت قوله: اعلم أن الكفّارات إلخ، ص٤۲۳ (ص٥٤۲)

اُس نے سلے ہوئے کپڑے پہن لئے اور جب اُسے چھ گھنٹے گزر گئے تو اُسے حلق کروایا گیا، اُس نے چھ گھنٹوں تک سلے ہوئے کپڑے پہن رکھے تھے اس کے علاوہ کوئی کام ایسا نہ کیا تا جو خلافِ احرام قرار دیا جائے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں جب اُس نے حلال ہونے کی نیت کر لی اور ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب میں شروع ہو گیا کہ اُس نے سلے ہوئے کپڑے پہن لئے، اُس نے اور بھی ممنوعات کا ارتکاب کیا ہوتا تب بھی ایک ہی جزاء لازم آتی، تعددِ جنایت پر متعدّد جزائیں اِس لئے لازم نہ آتیں کہ اُس نے ممنوعات کا ارتکاب تاویل سے کیا ہے گو کہ تاویل فاسد ہے مگر وہ دنیوی ضمانتوں کے اُٹھ جانے میں معتبر ہے۔

اور ایسی صورت میں فقہاء کرام کی تمام عبارت میں ایک دَم کے لزوم کا ذِکر ہے جیسا کہ ہم نے ''فاسد تاویل سے ممنوعاتِ احرام کے مرتکب میں مذاہب'' کے عنوان میں تحریر شدہ فتویٰ میں اُن میں سے متعدّد عبارات نقل کی ہیں، اُن میں سے بعض میں یہ بھی ہے کہ ''متعدّد جنایات پر متعدّد جزائیں اس لئے واجب نہ ہوں گی'' اور یہاں متعدّد جنایات نہیں ہیں صرف ایک جنایت ہے وہ یہ کہ اُس نے چھ گھنٹے تک حالتِ احرام میں سلے ہوئے کپڑے پہنے، لہٰذا قیاس کا تقاضا تو یہی ہے کہ اُس پر ایک جزاء لازم آئے اور پھر ہمارے فقہاء نے بھی محظورات اور ممنوعات کا تذکرہ کیا اور یہاں محظورات نہیں بلکہ ایک محظور ہے، ممنوعات نہیں ایک ممنوع ہے اس لئے ایک ہی جزاء لازم ہوگی جیسا کہ محظورات اور ممنوعات کے ارتکاب پر ایک جزاء لازم کی ہے، فرق صرف یہ ہے کہ وہاں جمیع محظورات کے ارتکاب پر دَم لازم کیا ہے اور ہم ایک محظور کے ارتکاب پر ایک صدقہ لازم کرتے ہیں کیونکہ سلے ہوئے کپڑے پہننے کو صرف چھ گھنٹے ہی گزرے تھے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخميس، ۱ محرم الحرام ۱٤۳٤ھ، ۱٥ نوفمبر ۲۰۱۲ م F-821

بے وضو نفلی طواف کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے بے وضو نفلی طواف کیا تو اُس کے لئے کیا حکم ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یاد رہے کہ نجاست حکمیہ سے طہارت مطلق طواف میں احناف کے صحیح مذہب کے مطابق واجب ہے چنانچہ امام شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

و هو الصّحيحُ من المذهب أنّ الطّهارة فی الطواف واجبةٌ (١٢٦)

یعنی، صحیح مذہب (حنفی) میں طواف میں طہارت واجب ہے۔

اسی طرح علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ نے "ھدایہ" (۱۲۷) میں، علامہ اکمل الدین بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ نے "عنایہ" (۱۲۸) میں علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے "البنایہ" (۱۲۹) میں اور علامہ کاسانی حنفی نے "بدائع الصنائع" (۱۳۰) میں لکھا ہے۔

اور علامہ ابومنصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

قال أبو بكر الرّازی: إنّها واجبةٌ، بدليلٍ أن الكفّارةَ تَجبُ بتَركِهَا، فَدلَّ على الوُجوبِ (١٣١)

١٢٦۔ المبسوط للسرخسی، كتاب المناسك، باب الطّواف، ٣٥/٤/٢

١٢٧۔ الهداية، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: و من طاف طواف القدوم محدثاً، ١۔٢٩٩/٢، و فيه: و الأصح أنها واجبة لأنه يجب بتركها الجابر

١٢٨۔ العناية، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: و من طاف إلخ، ٢٥٩/٢

١٢٩۔ البناية، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: و من طاف طواف القدوم إلخ، ٣٥٥/٤

١٣٠۔ بدائع الصنائع، كتاب الحجّ، فصل فی شرط طواف الزّيارة و واجباته، ٦٩/٣

١٣١۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی شرائط صحة الطواف و ما يقع معتداً و ما لا يقع، ٤٣٩/١

یعنی، امام ابوبکر رازی نے فرمایا کہ طہارت واجب ہے اس دلیل سے کہ اس کے ترک پر کفّارہ واجب ہوتا ہے پس اس نے وجوب پر دلالت کی۔

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی طواف کے واجبات کے بیان میں لکھتے ہیں:

الأول: الطهارة عن الحدث الأكبر و الأصغر (١٣٢)

یعنی، طواف کا پہلا واجب حدثِ اکبر اور حدثِ اصغر سے پاکی ہے۔

اور نفلی طواف کا حکم وہی ہے جو طوافِ قدوم کا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و حكم كلِّ طوافِ تطوّعٍ كحكم طوافِ القدوم (١٣٣)

یعنی، ہر نفلی طواف کا حکم طوافِ قدوم کی مثل ہے۔(۱۳۴)

اور طوافِ قدوم اگر بے وضو کیا تو اعادہ لازم ہے اعادہ نہ کرنے کی صورت میں صدقہ لازم ہوگا چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و من طاف طواف القدوم محدثاً فعليه صدقة (١٣٥)

یعنی، جس نے طوافِ قُدوم حدث کی حالت میں کیا تو اُس پر صدقہ ہے۔

لہٰذا نفلی طواف میں بھی صدقہ لازم آئے گا اور امام ابوالقاسم حسن بن منصور اوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ اور اُن سے علامہ جلال الدین خوارزمی نے نقل کیا کہ:

و إن طافَ بالبيتِ تطوُّعاً على غير طهارةٍ، عن محمد رحمه

١٣٢۔ لُباب المناسك، باب أنواع الأطوفة، فصل: فی واجبات الطواف، ص٢١٣، المكتبة الإمدادية

١٣٣۔ لباب المناسك، باب الجنايات، فصل: فی الجناية فی طواف القدوم، ص٣٨٩ (ص٤٩٨، المكتبة الإمدادية)

١٣٤۔ علامہ مرغینانی حنفی طواف قدوم کا حکم بیان کرکے لکھتے ہیں: و كذا الحكم فی كل طواف هو تطوع (الهداية، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: و من طاف طواف القدوم، ١۔١٩٩/٢) یعنی، اسی (طواف قُدوم) کی طرح حکم ہے ہر طواف میں جو نفلی ہو۔

١٣٥۔ بداية المبتدی، كتاب الحج، باب الجنايات، فصل: و من طاف طواف القدوم، ١۔١٩٨/٢

اللہ تعالیٰ: أنّه یلزَمُهُ الصَّدقةُ، و قال بعضُ مشائخِ العراقِ رحمهم الله تعالیٰ: یَلزَمُه الدَّمُ (١٣٦)

یعنی، اگر بیت اللہ شریف کا نفلی طواف بغیر طہارت کے کیا تو امام محمد علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ اُسے صدقہ لازم ہے اور بعض مشائخ عراق نے فرمایا کہ اُسے دَم لازم ہے۔

اگر مکہ مکرمہ میں ہو تو چاہئے کہ اعادہ کرلے اور اگر چلا گیا تو صدقہ دے، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و فی "البدائع": قال محمدٌ: و من طافَ تطوُّعاً علی شَیءٍ مِن هذهِ الوُجوهِ، فأحبُّ إلینا إن کان بمکّةَ أن یُعیدَ الطوافَ، و إن کان رَجَعَ إلی أهلِه فعلیه صدقةٌ (١٣٧)

یعنی، "بدائع الصنائع" میں ہے کہ امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا جس نے ان وجوہ میں سے کسی شئ پر نفلی طواف کیا تو میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ اگر مکہ میں ہے تو اعادہ کرے، اور اگر اپنے اہل کو لوٹ گیا تو اُس پر صدقہ لازم ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ١٩ ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ٤ نوفمبر ٢٠١٢ م 825-F

جدّہ والے کا شوال میں عمرہ ادا کرکے اسی سال حج کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص

١٣٦۔ فتاویٰ قاضیخان، کتاب الحج، الواجبات التی یجب بها الدّم علی الحاج خمسة: ١٨٢/١، و اللفظ له۔ الکفایة مع الفتح، کتاب الحج، باب الجنایات، فصل: و من طاف طواف إلخ، ٤٥٩/٢

١٣٧۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل: فی الجنایة فی طواف القدوم، تحت قوله: حکم کلّ طوافٍ تطوّعٍ إلخ، ص٣٨٩ (ص٤٩٨، ٤٩٩، المکتبة الإمدادیة)

جدہ میں مقیم ہے اُس نے اس سال شوال کے مہینے میں یا ذوالقعدہ میں عمرہ ادا کیا اور اب وہ چاہتا ہے کہ اسی سال حج ادا کرے کیا وہ حج ادا کرسکتا ہے یا نہیں، اگر کرسکتا ہے تو وہ کونسا حج کرے افراد یا تمتُّع یا قران؟

(السائل: از جدہ، C/O علامہ مختار اشرفی، لبیک حج گروپ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں یہ شخص اِس سال حج نہیں کرسکتا کیونکہ اُس نے حج کے مہینوں میں عمرہ ادا کیا ہے، اور اگر کرے گا تو دَم لازم آئے گا، چنانچہ امام اکمل الدین بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

أعلم أنّ أهلَ مکة و من داخلَ المیقاتِ لا تمتُّعَ لهم و لا قِران عند أبی حنیفةَ و أصحابِه، و إمامُهم فی ذلك علیّ و عبدُ الله بنُ عباسٍ و عبد الله بنُ عمرَ رضی الله عنهم لو تمتَّعُوا جَازَ و أساؤُا و لَزِمَهم دمُ الجبر (١٣٨)

یعنی، جاننا چاہئے کہ اہل مکہ اور جو میقات کے اندر رہتے ہیں، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب کے نزدیک اُن پر نہ تمتُّع ہے نہ قِران، اور اس مسئلہ میں اُن کے امام حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم ہیں اور اگر یہ تمتُّع کریں تو جائز ہوجائے گا اور انہوں نے اساءت کی اور انہیں دَم جبر لازم آئے گا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ٦ ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ٢٢ اکتوبر ٢٠١٢ م 826-F

عمرہ میں تین چکر کے بعد سعی کرکے حلق کروانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص حجِ تمتُّع کی غرض سے مکہ مکرمہ آیا اُس کے ساتھ اُس کی بوڑھی والدہ تھیں، ہجوم کی وجہ سے وہ

١٣٨۔ العنایة شرح الهدایة، باب التّمتّع، ٤٢٨/٢

خاتون صرف عمرہ کے طواف کے تین چکر دے پائیں اور سعی کر کے قصر کروا دیا، اس صورت میں اُس کے لئے کیا حکم ہوگا؟

(السائل: حافظ محمد بلال بن عارف قادری، الفتانی حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس پر لازم ہے کہ وہ احرام کی پابندیاں شروع کر دے اور مکمل طواف کرنے کے بعد سعی کرے اور قصر کروائے اور ایک دم بھی اُس پر لازم ہوگا جو اُسے سرزمین حرم پر ہی دینا ہوگا کیونکہ طواف عمرہ میں رُکن ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لأنّه رُكن العُمرةِ (١٣٩)

یعنی، کیونکہ طواف عمرہ کا رُکن ہے۔

اور اُس خاتون نے اس رُکن طواف کے صرف تین پھیرے دیئے جو کہ آدھے پھیروں سے کم ہیں اور اکثر یعنی آدھے سے زیادہ اُس نے چھوڑ دیئے، اِس لئے اُس کا یہ طواف شمار نہ ہوا، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

مَن تَركَ أربعةَ أشواطٍ بَقِيَ مُحرِماً أبداً حتى يَطُوفَها (١٤٠)

یعنی، جس نے طواف کے چار پھیرے چھوڑ دیئے وہ ہمیشہ مُحرم رہے گا یہاں تک کہ انہیں ادا کرے۔

اس کے تحت محقق علی الاطلاق امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

لأنّ المتروكَ أكثرُ، فصار لأنّه لم يطُف أصلاً (١٤١)

یعنی، کیونکہ چھوڑا ہوا طواف نصف سے زیادہ ہے پس یہ یوں ہو گیا گویا

١٣٩۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب الجنايات، فضل: فی الجناية فی طواف العمرة، تحت قوله: و لا يجزئ عنه البدل أصلاً، ص ٣٩٠ دار الكتب العلمية و ص ٥٠٠، المكتبة الإمدادية

١٤٠۔ بداية المبتدی، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: و من طاف طواف القدوم، ١۔٢/١٩٩

١٤١۔ فتح القدير، كتاب الحج، باب الجنايات، ٢/٤٦٥

کہ اُس نے اصلاً طواف ہی نہ کیا۔(١٤٢)

جب اُس کا طواف شمار نہ ہوا تو رُکن ادا نہ ہوا، جب رُکن ادا نہ ہوا تو احرام سے فارغ ہونا واقع نہ ہوا اس لئے کہ طواف میں سات میں سے چار پھیرے فرض تھے، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لأنّ الفرضَ فی أشواطِ الطوافِ أكثرُ السّبع لا كلُّها (١٤٣)

یعنی، طواف کے پھیروں میں فرض سات میں سے اکثر پھیرے ہیں نہ کہ تمام۔

لہٰذا اُس پر لازم ہوا کہ وہ احرام کی پابندیوں کی طرف لوٹ آئے اور کامل طواف کے بعد سعی کرے کہ پہلی سعی درست نہ ہوئی، چنانچہ علامہ عالم بن العلاء انصاری حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

و فی "الظّهيرية" (١٤٤): و لو تَركَ طوافَ العُمرةِ أكثرَه أو كُلّه و سَعَى بين الصَّفا و المروةِ و رجَعَ إلى أهلِه فهو مُحرِمٌ أبداً و لا يجزئُ عنه البدلُ، وعليه أن يعُودَ إلى مكةَ بذلك الإحرام، لا يَجبُ عليه إحرامٌ جديدٌ لأجل مُجاوزةِ الميقات، و فی "شرح الطّحاوی" يَطوفُ لها أو يَكمُلُ الطوافَ و يسعَى بين الصّفا و المروة و سعيَهُ الأول غيرُ جائزٍ (١٤٥)

یعنی، ''فتاویٰ ظہیریہ'' میں ہے کہ اگر عمرہ کا اکثر یا کُل طواف چھوڑ دیا اور صفا

١٤٢۔ جب کہ صاحب ہدایہ نے خود یہ لکھا کہ لأن المتروك أكثرُ فصارَ كأنه لم يطُف أصلاً (الهداية، كتاب الحج، باب الجنايات، طواف القدوم، ١۔٢/١٩٩) یعنی، کیونکہ متروک زیادہ ہے پس ہو گیا گویا کہ اُس نے اصلاً طواف نہیں کیا۔

١٤٣۔ ردّ المحتار على الدّر المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قول التّنوير: سبع الفرض، ٣/٦٦٤

١٤٤۔ الفتاوىٰ الظهيرية، كتاب الحجّ، الفصل السّابع فی الطّواف و السّعی، ص١٤٣

١٤٥۔ الفتاوىٰ التّاتارخانية، كتاب الحجّ، الفصل السّابع فی الطّواف و السّعی، جئنا إلى طواف العمرة، ٢/٣٩٠

ومروہ کے مابین سعی کی اور اپنے اہل کو لوٹ گیا تو وہ ہمیشہ مُحرم ہے اور اُس سے بدل جائز نہ ہوگا، اور اُس پر لازم ہے کہ اُسی احرام کے ساتھ مکہ کو لوٹے اور اُس پر میقات سے گزرنے کی وجہ سے نیا احرام لازم نہیں ہے، اور ''شرح الطّحاوی'' میں ہے کہ عمرے کا طواف کرے یا طواف کو مکمل کرے اور صفا و مروہ کے مابین سعی کرے کہ پہلی سعی درست نہ ہوئی۔

اور اُس پر اُن تمام جنایات کے بدلے جو اُس سے سرزد ہوئیں جیسے بال کاٹنا، خوشبو لگانا وغیرہ ایک دَم لازم ہوگا کیونکہ اُس نے جتنی بھی جنایات کا ارتکاب کیا وہ اس فاسد گمان سے کہا کہ وہ اس طرح کرنے سے احرام سے باہر ہوگئی ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٥ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ٢١ اکتوبر ٢٠١٢ م F-827

آفاقی کا حجِ افراد میں طوافِ قُدوم کو ترک کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص طائف سے آیا، میقات سے حج افراد کا احرام باندھا اور سیدھا عرفات پہنچا نہ اُس نے طوافِ قُدوم کیا نہ ہی حرم کی حدود میں داخل ہوا، اس صورت میں اُس پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: ایک حاجی، از طائف)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص کا حج درست ہو جائے گا اور اُس پر کچھ بھی لازم نہیں آئے گا نہ گُناہ اور نہ کفّارہ، مفرد بالحج اور قارن کے لئے طواف قدوم سنّت مؤکّدہ ہے مگر وہ طواف اس شخص سے ساقط ہو گیا، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و إذا لم یدخُلِ المُحرِمُ مکّةَ و توجه إلی عرفاتَ و وَقَفَ بها سقط عنه طوافُ القُدومِ (١٤٦)

یعنی، پس اگر مُحرم مکہ میں داخل نہ ہوا اور عرفات کی طرف متوجہ ہوا اور

١٤٦ ـ بداية المبتدی، کتاب الحج، باب الإحرام، فصل: و إذا لم یدخل مکة إلخ، ١ـ١٨٣/٢

وہاں وقوف کیا تو اُس سے طواف قُدوم ساقط ہو جائے گا۔

ساقط ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اُس پر اِس طواف کی قضاء لازم نہیں کیونکہ یہ طواف افعالِ حج کی ابتداء میں مشروع کیا گیا ہے جب اُس نے افعالِ حج کی ابتداء اُس کے بغیر کر لی تو اب اُسے ادا کرنا سنّت نہ رہا، چنانچہ لکھتے ہیں:

لأنّه شُرع فی ابتداءِ الحجّ علی وجهٍ یترتّبُ علیه سائرُ الأفعالِ فلا یکونُ الإتیانُ بهِ علی غیرِ ذلك الوَجهِ سنّةً (١٤٧)

یعنی، کیونکہ طواف حج کی ابتداء میں اِسی وجہ پر مشروع کیا گیا ہے کہ اس پر حج کے تمام افعال مرتّب ہوتے ہیں لہٰذا اُسے اِس وجہ کے غیر پر لانا (یعنی ادا کرنا) سنّت نہیں ہے۔

اور اس کے ترک پر کچھ لازم نہیں آئے گا، چنانچہ لکھتے ہیں:

و لا شَیءَ علیه بترکه (١٤٨)

یعنی، اس طواف کے چھوڑنے سے اُس پر کچھ شئ لازم نہیں۔

کیونکہ یہ سنّت ہے اور سنت کا یہی حکم ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

لأنّه سنّةٌ و بترك السنَّةِ لا یَجبُ الجَابر (١٤٩)

یعنی، کیونکہ یہ سنّت ہے اور سنّت کے ترک پر جابر (یعنی کفّارہ) واجب نہیں ہوتا۔

اور اگر اُس کے پاس وقت تھا پھر نہ آیا تو اساءت کا مرتکب ضرور ہوگا کیونکہ سنّت مؤکّدہ کے ترک پر یہی حکم ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ١٢ ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ٢٨ اکتوبر ٢٠١٢ م F-828

١٤٧ ـ الهداية، کتاب الحج، باب الإحرام، فصل: فإن لم یدخل مکة إلخ، ١ـ١٨٣/٢

١٤٨ ـ بداية المبتدی، کتاب الحجّ، باب الإحرام، فصل: و إذا لم یدخل إلخ، ١ـ١٨٣/٢

١٤٩ ـ الهداية، کتاب الحج، باب الإحرام، فصل، و إذا لم یدخل إلخ، ١ـ١٨٣/٢

حلق سے قبل داڑھی کا خط بنوانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عمرہ یا حج میں تمام افعال سے فراغت کے بعد جب حلق کا وقت آیا حلق کروانے سے قبل داڑھی کا خط بنوایا پھر حلق کروایا، اب اس صورت میں اُس پر کیا لازم آیا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اِس مسئلہ میں چند صورتیں بنتی ہیں، اُس نے صرف عمرہ کا احرام باندھا ہوگا یا صرف حج کا یا حج وعمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا ہوگا یعنی وہ قارن ہوگا، پھر اُس نے خط بنوانے میں صرف اُوپر سے بال منڈوائے ہوں گے یا نیچے گردن یعنی حلق کے بھی۔

اگر وہ صرف عمرہ یا حجِ افراد یا تمتّع کے احرام میں تھا اور اُس نے داڑھی کا خط بنوانے میں صرف اُوپر کے بال منڈوائے تو دیکھا جائے گا کہ جو بال اُس نے منڈوائے وہ داڑھی کا چوتھائی یا تہائی حصہ بنتے ہیں یا چوتھائی سے کم، اگر چوتھائی حصے کے برابر ہوں گے تو دَم لازم آئے گا کیونکہ جب اُس نے خط بنوایا اُس وقت وہ احرام میں تھا، احرام سے باہر صرف حلق یا قصر کے ذریعے ہوگا، چنانچہ علامہ ابومنصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

قال: و علی هذا لو حَلقَ لحيتَهُ أو ثُلُثَهَا أو رُبعَهَا فعلَيه دمٌ، لأنّه عضوٌ كاملٌ منفردٌ غيرُ تابعٍ لغيرها (۱۵۰)

یعنی، اس پر اگر داڑھی منڈوائی یا اس کا ایک تہائی یا چوتھائی منڈوایا تو اس پر دَم ہے کیونکہ وہ تنہا کامل عضو ہے کسی کا تابع نہیں۔

اور علامہ عالم بن علاء انصاری ہندی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

إن بحَلْقِ رُبعِ الرَّأسِ و اللِّحيَةِ يجبُ الدّمُ (۱۵۱)

۱۵۰۔ المسالك فی المناسك، باب الجنايات، فصل: كفّارة جناية الحلق، ۲/۷۵٤

۱۵۱۔ الفتاوی التاتارخانية، كتاب الحج، الفصل الخامس فيما يحرم على المحرم بسبب إحرامه و ما لا يحرم، نوع منه فی حلق الشعر و قلم الأظافير، ۲/۳۷٦

یعنی، بے شک چوتھائی سر اور داڑھی مونڈنے سے دَم واجب ہوتا ہے۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

كُلّما كانت اللِّحيةُ مقصودةً بالحَلقِ فی بعض النّاس أُلحِقَتِ اللِّحيةُ بالرَّأسِ احتياطًا لإيجابِ الكفّاراتِ فی المنَاسِك (۱۵۲)

یعنی، جب داڑھی بعض لوگوں میں حلق میں مقصود ہے تو داڑھی سر کے ساتھ لاحق کی جائے گی۔

اور علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا کہ:

و إذا حَلقَ رُبعَ لِحيَتِه فصاعداً دمٌ (۱۵۳)

یعنی، جب داڑھی کے چوتھائی یا زیادہ کو مونڈھا تو دَم ہے۔

اور اگر چوتھائی سے کم ہو تو صدقہ لازم آئے گا چنانچہ علامہ نظام اور جماعت علماء ہند نے لکھا:

و إن كان أقلّ مِن الرُّبُع فصدقة، كذا فی "السّراج الوهّاج" (۱۵٤)

یعنی، اگر چوتھائی سے کم ہو تو صدقہ ہے اسی طرح "السّراج الوهّاج" میں ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

داڑھی کے چہارم بال یا زیادہ کسی طور پر دُور کئے تو دَم ہے اور کم میں صدقہ ہے۔ (۱۵۵)

اور گردن الگ عضو ہے چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ (۱۵٦)

۱۵۲۔ الفتاوی التاتارخانية، ۲/۳۷۵

۱۵۳۔ الفتاوی الهندية، كتاب المناسك، الباب الثّامن فی الجنايات، الفصل الثالث: فی حلق الشعر و قلم الأظفار، ۱/۳۰۷

۱۵٤۔ الفتاوی الهندية، ۱/۳۰۷

۱۵۵۔ بہار شریعت، حج کا بیان، جُرم اور اُن کے کفارے، بال دور کرنا، مسئلہ (٤۹)، ۱/٦/۵۵۲

۱۵٦۔ بداية المبتدی، كتاب الحجّ، باب الجنايات ۱۔۲/۱۹۵

اوراُن سے علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ (۱۵۷) اور جماعت علمائے ہند نے نقل کیا:

و إن حَلَقَ الرَّقبةَ كلَّها فعليه دمٌ

یعنی، اگر پوری گردن مونڈھی تو اُس پر دَم ہے۔

اوراگر کچھ حصہ مونڈا تو صدقہ ہے چنانچہ علامہ نظام حنفی "محیط" (۱۵۸) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

و إذا حَلَقَ عُضواً كاملاً فعليه الدّم، و إن حَلَقَ بعضَه فعليه الصّدقةُ، أراده به الفخذَ و السّاقَ و الإبطَ دون الرّأسِ و اللِّحيةِ، كذا في "المحيط" (۱۵۹)

یعنی، جب پورا عضو مونڈھا تو اُس پر دَم ہے اوراگر اُس کا بعض مونڈا تو صدقہ ہے اور اس سے مراد ران، پنڈلی اور بغل ہے سوائے سر اور داڑھی کے، اسی طرح "محیط" میں ہے۔

اور علامہ سلمان اشرف لکھتے ہیں:

گردن یا ایک بغل پوری مونڈوائی تو قربانی واجب ہوئی اور پورے سے کم میں صدقہ اگرچہ نصف سے زیادہ مونڈوائی ہو، بغل اور گردن میں چوتھائی نصف اور نصف سے زیادہ سب ایک حکم رکھتے ہیں۔(۱۶۰)

لہٰذا معتمر یا مفرد بالحج یا متمتّع نے خط بنوانے میں داڑھی کا جو حصہ مونڈوایا وہ اگر داڑھی کا چوتھائی ہو تو دَم اور داڑھی کے نیچے کے خط میں صدقہ لازم ہوا اور اگر نیچے خط نہیں بنوایا تو صرف ایک دَم، اور اگر داڑھی کے اُوپر چوتھائی سے کم مونڈوایا تو صدقہ لازم ہوا اور نیچے بھی

۱۵۷۔ الفتاویٰ الهندية، كتاب المناسك، الباب الثّامن في الجنايات، الفصل الثّالث في حلق الشّعر و قلم الأظفار، ۳۰۷/۱

۱۵۸۔ المحيط البرهاني، كتاب المناسك، الفصل الخامس: فيما يحرم على المحرم بسبب إحرامه و ما لا يحرم، ۴۸/۳

۱۵۹۔ الفتاویٰ الهندية، كتاب المناسك، الباب الثّامن في الجنايات، الفصل الثّالث في حلق الشّعر و قلم الأظفار، ۳۰۷/۱

۱۶۰۔ الحجّ، للعلامة سلیمان اشرف، محرم کو جن باتوں سے پرہیز کرنا چاہئے، جزئیات، ص۵۰

خط بنوایا تو دو صدقے ہو گئے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ۱۵ذوالحجة ۱۴۳۳ھ، ۳۰اکتوبر ۲۰۱۲ م 829-F

عام حالات میں عورت نماز میں منہ کھولے گی

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت جب احرام میں نہ ہو تو نماز کے لئے اپنے چہرے کو کھولے گی یا نقاب میں ہی نماز پڑھ لے؟

(السائل: محمد ریحان)

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: عورت کا پورا بدن عورت ہے سوائے چہرے، ہاتھوں اور قدموں کے چنانچہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ لکھتے ہیں:

جميعُ بدنِ الحُرَّةِ عورةٌ إلَّا وجهَها و كفَّيها و قدمَيها (۱۶۱)

یعنی، آزاد عورت کا پورا بدن عورت ہے سوائے اس کے چہرے، ہاتھوں اور قدموں کے۔

عام حالات میں فقہاء کرام نے جوان عورت کے چہرے کو چھپانے کا حکم دیا ہے چنانچہ علامہ سید ابوجعفر احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

و مُنِعَ الشّابةُ مِن كشفه لخوفِ الفتنةِ لا لأنَّهُ عورةٌ (۱۶۲)

یعنی، جوان عورت کو خوفِ فتنہ کی وجہ سے چہرہ کھولنے سے روکا جائے گا نہ اس لئے کہ چہرہ عورت ہے۔

جہاں تک نماز میں چہرہ کھولنے یا چھپانے کا مسئلہ ہے تو اس کے بارے میں فقہاء کرام نے تصریح کی ہے چنانچہ علامہ حسین بن محمد بن حسین سمنقانی (۱۶۳) حنفی متوفی ۷۴۶ھ لکھتے ہیں:

۱۶۱۔ نور الإيضاح مع شرحه للمصنّف، كتاب الصّلاة، باب شروط الصّلاة و أركانها، فصل في متعلقات شروط الصلاة و فروعها، ص ۲۴۱

۱۶۲۔ حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصّلاة، باب شروط الصّلاة إلخ، فصل في متعلقات شروط الصّلاة إلخ، ص ۲۴۱

۱۶۳۔ آپ کی نسبت کے بارے میں "سمقیانی" بھی کہا گیا ہے جیسا کہ "كشف الظنون"

أمَّـا المَرأَةُ فيُوارِی فی صلاتِها كلَّ شَیءٍ إلَّا وجهَها و كفَّيُها و قدمَيها (١٦٤)

یعنی، مگر عورت تو وہ اپنی نماز میں ہر شئے کو چھپائے گی ماسوائے اپنے چہرے دونوں ہاتھوں اور دونوں قدموں کے۔

اور نماز میں چہرے کو چھپانا فقہاء کرام نے مکروہ قرار دیا ہے چنانچہ علامہ علی بن عثمان زیلعی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

وَ يُكرهُ الثلثُّم، و هو تعطيةُ الأنفِ و الفمِ فی الصّلاةِ، لأنَّه يشبهُ فعلَ المجوسِ حالَ عبادتِهم (١٦٥)

یعنی، نماز میں "تلثّم" مکروہ ہے اور وہ نماز میں ناک اور منہ کو ڈھکنا ہے کیونکہ یہ مجوسیوں کے اپنی عبادت میں حالت کے مشابہ ہے۔

اور علامہ شبلی حنفی "تلثّم" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قـوله: و يكره الثلثّم إلخ، قال الفراء: اللثام ما كان على الفم من النقاب (١٦٦)

یعنی، فراء نے کہا کہ "اللِّثام" وہ ہے جو منہ پر نقاب ہو۔

اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی نماز کے مکروہات کے بیان میں لکھتے ہیں:

(۷۰۳/۱) میں ہے لیکن "مؤسسة التاريخ العربی" والوں نے بریکٹ میں اس کی تصحیح کر کے "سمنقانی" لکھا ہے اور "الأعلام للزركلی" (۲۵٦/۲) میں "سمنقانی" ہے، "هدية العارفين" (۳۱٤/۱) اور "مفيد المفتی" میں "سمعانی" ہے اور صحیح وہی ہے جسے ہم نے فتاویٰ میں لکھا ہے۔

١٦٤ـ خزانة المفتين، كتاب الطّهارة، فصل فی الحيض، ق ١٣/أ

١٦٥ـ تبيين الحقائق، كتاب الصّلاة، باب ما يفسد الصّلاة و ما يكره فيها، ٤١١/١ـ أيضاً ردّ المحتار على الدّر المختار، كتاب الصّلاة، باب ما يفسد الصّلاة و ما يكره فيها، فروع، تحت قول الدّر: و التلثّم، (١٨٤/٤)

١٦٦ـ حاشية الشبلی على تبيين الحقائق، كتاب الصّلاة، باب ما يفسد الصّلاة و ما يكره فيها، ٤١١/١

و تعطيةُ فمهِ و أنفِه لِمَا روَينَا (١٦٧)

یعنی، اور اپنے منہ اور ناک کو ڈھکنا (نماز میں مکروہ ہے) اس حدیث کی بنا پر جسے ہم نے روایت کیا ہے۔

اور وہ حدیث شریف جس کی طرف آپ نے ارشارہ کیا وہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

أَنَّهُ عليه الصّلاة و السّلام "نَهَى عَنِ السَّدْلِ وَ أَنْ يُغَطِّی الرَّجُلُ فَاهُ"

یعنی، نبی کریم ﷺ نے سدل اور مرد کے اپنے چہرے کو ڈھکنے سے منع فرمایا۔

اس روایت کے تحت لکھتے ہیں:

فيكرهُ التّلثُّمُ و تغطيةُ الأنفِ و الفمِ فی الصّلاةِ، لأنَّه يشبهُ فعْلَ المجوس فی حال عبادتِهم النِّيران (١٦٨)

یعنی، پس "تلثّم" اور ناک اور نہ کو چھپانا مکروہ ہے کیونکہ یہ مجوس کے آگ کی عبارت کی حالت میں فعل کے مشابہ ہے۔

اور یہاں کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے چنانچہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

و نقل "ط" عن "أبی السعود": أذّها تحريميَّةٌ (١٦٩)

یعنی، "طحطاوی" (١٧٠) نے "ابو السعود" (١٧١) سے نقل کیا ہے

١٦٧ـ مراقی الفلاح، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، فصل فی المكروهات، ص ٢٠١

١٦٨ـ مراقی الفلاح، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، فصل فی المكروهات، ص ١٩٧

١٦٩ـ ردّ المحتار على الدّر المختار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصّلاة و ما يكره فيها، تحت فروع، تحت قول الدّر: و التلثُّم (١٨٤/٤)

١٧٠ـ حاشية الطّحطاوی على الدّر المختار، كتاب الصّلاة، باب ما يفسد الصّلاة، و ما يكره فيها، ٢٥٧/١، بتصرّفٍ

١٧١ـ فتح المعين، كتاب الصّلاة، باب ما يفسد الصّلاة و ما يكره فيها، تحت قوله، ٢٤٣/١

کہ کراہت تحریمیہ ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ۱۸ذوالحجة۱٤۲۹ھ، ۱٦دیسمبر ۲۰۰۸ م 673-F

جبل رحمت پر چڑھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ بعض لوگ جبلِ رحمت کے اُوپر چڑھتے ہیں، کیا اس پر چڑھنے میں کوئی ثواب ہے؟

(السائل: حافظ رضوان بن غلام حسین، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: جبلِ رحمت پر چڑھنے کے بارے میں علامہ طبری اور ماوردی نے استحباب کا قول کیا جب کہ امام نووی شافعی نے اس کا ردّ کیا ہے اور ہمارے علماءِ احناف میں سے مُلّا علی قاری، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی، علامہ شامی حنفی اور اُن سے علامہ سید سلیمان اشرف نے لکھا جس کا لُب لُباب یہ ہے کہ اس میں کوئی فضیلت نہیں ہے بلکہ اس کا حکم وہی ہے جو تمام زمین عرفات کا ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

واما صعود کردن بر جبل الرحمة پس ثابت نیست مر اُورا اصلے از سنت اگر چہ حرص دارند بر صعودے بسیارے از عوام ونیست ہیچ فضیلتے در صعود وے بلکہ برابر است صعود وے وبودن در سائر ارض عرفات، ملخصاً(۱۷۱)

یعنی، مگر جبلِ رحمت پر چڑھنا تو سنت سے اُس کی کوئی اصل ثابت نہیں ہے اگر چہ بہت سے عوام اِس پر چڑھنے پر حرص رکھتے ہیں اور اس پر چڑھنے میں کوئی فضیلت نہیں ہے بلکہ اس پر چڑھنا اور تمام زمین عرفات میں ہونا برابر ہے۔

یاد رہے کہ فضیلت کی نفی کی وجہ نبی کریم ﷺ کا اس پر قیام نہ فرمانا ہے اگر آپ ﷺ اس

۱۷۱۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب ششم: در بیان وقوف عرفات، فصل چهارم: ترتیب وقوف بعرفات إلخ، ص۱۸۳

پر قیام فرماتے تو یقیناً اس پر چڑھنے میں فضیلت ہوتی اور نبی کریم ﷺ نے جبلِ رحمت کے نیچے جس مقام پر قیام کیا اس کی فضیلت کا کسی نے انکار نہیں کیا ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

فإن ظفرتَ بموقفة الشّریف فهو غایةُ الفضل، (۱۷۲)

یعنی، پس وُقوف کرنے والے! اگر تُو نبی کریم ﷺ کے وُقوف فرمانے کی جگہ کو پانے میں کامیاب ہوجائے تو یہ فضل کی انتہاء ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی لکھتے ہیں:

افضل واکمل در حق مرد واقف آن است کہ اجتہاد کند در آنکہ واقع گردد وقوف اُو در موقف حضرت سید عالم ﷺ وآن موضع است بقرب جبل الرحمة(۱۷۳)

یعنی، مرد واقف کے حق میں افضل واکمل یہ ہے کہ اس کی کوشش کرے کہ اُس کا وقوف حضور سید عالم ﷺ کی جائے وقوف میں واقع ہو اور وہ جگہ جبل رحمت کے قریب ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ "نهر الفائق" (۱۷٤) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

و أما صعودُه أی جبل الرّحمة کما یَفعلُهُ العوامُ فلم یَذکُر أحدٌ ممّن یعتدُّ به فیه فضیلةٌ بل حکمُه حکمُ سائرِ أراضی عرفات، وادّعی الطّبریُّ و الماوردیُّ أنه مستحبٌّ، و ردّهُ النّووی بأنّه لا أصلَ له لم یُرد فیه خبرٌ صحیحٌ و لا ضعیفٌ (۱۷۵)

۱۷۲۔ لُباب المناسك، باب الوقوف بعرفة و أحكامه، فصل: فی صفة الوقوف، ص۲۲٤ (۲۸۷)

۱۷۳۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب ششم: در بیان وقوف عرفات، فصل چهارم: ترتیب وقوف بعرفات إلخ، ص۱۸۲، ۱۸۳

۱۷٤۔ النّهر الفائق، کتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قوله: بقرب الجبل، ۸٤/۲

۱۷۵۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، کتاب الحج، مطلبٌ: فی شروط الجَمع بین الصلاتین بعرفةَ، تحت قول التّنویر: بقرب جبل الرحمة، ۵۹٦/۳

اورعلامہ سید سلیمان اشرف حنفی نے "رد المحتار" میں علامہ شامی کے کلام کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ جبلِ رحمت پر چڑھنے کی فضیلت کسی نے اپنی تصنیف میں ذکر نہیں کی، یہ عوام کا معمول ہے اُس کا وہی حکم ہے جو ساری زمینِ عرفات کا ہے، طبری اور ماوردی نے مستحب کہا ہے لیکن امام نووی (شافعی) نے دونوں کا ردّ کیا ہے، مستحب ہونے کے لئے کسی دلیل کو ذِکر کرنا تھا حالانکہ روایاتِ صحیحہ تو کُجا کوئی ضعیف روایت بھی نہیں پائی جاتی ہے۔(۱۷٦)

اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و أما صُعود النّاس الجبلَ فليس له أصلاً، و حرصُ النّاسِ على الوقوفِ فيه و مكثهم عليه قبلَ وَقتِه و بعدَه، و إيقادُ النِّيران عليه ليلةَ عرفةَ، و اختلاطُ الرّجالِ و النّسوان يومَها من البدع المستنكرة (۱۷۷)

یعنی، مگر لوگوں کے پہاڑ پر چڑھنا تو اُس کی کوئی اصل نہیں ہے، اور لوگوں کا اس پر وقوف میں حرص اور اُن کا پہاڑ پر وقوف کے وقت سے قبل اور بعد ٹھہرنا اور عرفہ کی رات اُس پر آگ جلانا اور عرفہ کے روز مردوں اور عورتوں کا اختلاط سب مستنکرہ (قبیحہ) بدعتوں میں سے ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۱۱ ذوالحجة ۱٤۳۳ھ، ۲۷ اکتوبر ۲۰۱۲ م 814-F

وطنِ اقامت سے مدت سفر کو روانگی سے ہی وطنِ اقامت باطل ہو جاتا ہے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ہم مدینہ

۱۷٦۔ الحج مصنّفہ محمد سلیمان اشرف، مکروہات وقوف، ص ۱۲۸، ۲۹

۱۷۷۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الوقوف بعرفة و أحكامه، فصل: فی صفة الوقوف، تحت قوله: أخرى، رجاء أن تصادفه إلخ، ص ۲۲٤، دار الكتب العلمية، (ص ۲۸۸، المكتبة الإمدادية)

شریف میں پندرہ روز سے زائد کی نیت سے اقامت پذیر تھے، اسی دوران ایک دن ہم بدر شریف گئے اس سے قبل تو ہم نماز پوری پڑھ رہے تھے، واپسی پر پریشان ہوئے کہ نماز پوری پڑھیں یا قصر کریں کہ واپسی کے بعد ہمارے پاس قیام کے لئے پندرہ دن نہ تھے کہ پندرہ دن سے قبل ہماری واپسی تھی، اب اس صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(السائل: ابوطالب قادری، جمشید ٹاؤن، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں آپ بدر شریف کے ارادے سے مدینہ طیبہ سے جب نکلے تو آپ مسافر ہو گئے کیونکہ بدر شریف اور مدینہ طیبہ کے مابین مسافت سفر ہے، مدینہ شریف واپس آئے تو پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ تھا اس لئے مدینہ شریف میں مسافر ہی رہے۔

وطن تین ہوتے ہیں، وطنِ اصلی، وطنِ اقامت اور وطنِ سُکنیٰ، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

الوطنُ هو الذی وُلِدَ فيه، أو تزوَّجَ أو لم يتزوَّج و قَصَدَ التَّعَيُّشَ لا الارتحالَ عنهُ

یعنی، وطن اصلی وہ ہے جہاں کوئی شخص پیدا ہوا ہو یا اس نے شادی کی ہو یا نہ کی لیکن وہاں سکونت پذیر ہونے کا ارادہ کیا وہاں سے جانے کا ارادہ نہ کیا۔

و وطَنُ الإقامةِ موضِعٌ نَوَى الإقامةَ فيه نِصفَ شهرٍ فما فوقَهُ

یعنی، وطنِ اقامت وہ ہے جہاں نصف مہینہ یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ کیا۔

وطنُ السُّكنٰى وهو ما ينوِی الإقامةَ فيه دونَ نصفِ شهرٍ (۱۷۸)

یعنی، وطن سُکنیٰ اور یہ وہ جگہ ہے جہاں نصف ماہ سے کم ٹھہرنے کا ارادہ کیا۔

اور محقّقین نے اس آخری کا اعتبار نہیں کیا ہے چنانچہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی لکھتے ہیں:

۱۷۸۔ نور الإيضاح، كتاب الصّلاة، باب صلاة المسافر، ص ۱۱۰

و لم یَعتبرِ المحقِّقُون وطنَ السُّکنٰی (۱۷۹)

یعنی، محققین نے وطنِ سکنیٰ کا اعتبار نہیں کیا۔

چنانچہ علامہ عالم بن علاء انصاری ہندی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

و عبارة المُحقّقین مِن مشَایخنَا: أنّ الوطنَ وطنان: وطن أصلیّ، ووطن سفر و لم یعتبروا وطن السکنی وطناً و هو الصّحیح (۱۸۰)

یعنی، ہمارے مشائخ میں سے محققین کی عبارت یہ ہے کہ بے شک وطن دو وطن ہیں، وطن اصلی اور وطن سفر اور وطنِ سکنیٰ کے وطن ہونے کا اعتبار نہیں کیا اور یہی صحیح ہے۔

اور وطن اقامت کو وطن سفر، جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارت میں ہے وطن مستعار اور وطن حادث بھی کہتے ہیں جیسا کہ "ردّ المحتار" (۱۸۱) میں مذکور ہے۔

اور وطن اصلی صرف وطن اصلی سے باطل ہوتا ہے جب کہ وطنِ اقامت اپنی مثل کے ساتھ اور وطن اصلی کے ساتھ اور انشاء سفر کے ساتھ بھی باطل ہو جاتا ہے چنانچہ علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

و یَبطُلُ الوطَنُ الأصلیُّ بمثلِه لا السَّفَرِ، وَ وَطَنُ الإقامةِ بمثِله و السَّفَرِ والأصلیّ (۱۸۲)

یعنی، وطن اصلی اپنی مثل کے ساتھ باطل ہوتا ہے نہ کہ سفر کے ساتھ اور

۱۷۹۔ نور الإیضاح، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ۱۱۰

۱۸۰۔ الفتاوی التّاتارخانیة، کتاب الصلاة، الفصل الثانی و العشرون، نوع آخر فی بیان ما یصیر المسافر به مقیماً بدون نیة الإقامة، ۱۶/۲

۱۸۱۔ ردّ المحتار، کتاب الصّلاة، باب صلاة المسافر، مطلب: فی الوطن الأصلی و وطن الإقامة، تحت قوله: الوطن الأصلی، ۷۳۹/۲

۱۸۲۔ کنز الدّقائق، کتاب الصّلاة، باب السّفر، ص۱۷

وطن اقامت اپنی مثل کے ساتھ اور سفر اور وطن اصلی کے ساتھ۔

اور امام محبوبی صاحب وقایۃ الروایہ لکھتے ہیں:

و یُبطِلُ الوطنَ الأصلیَّ مثلُهُ لا السَّفَرُ و وطَنَ للإقامةِ مثلُه و السَّفَرُ و الأصلیُّ (۱۸۳)

یعنی، وطنِ اصلی کو اس کا مثل باطل کرتا ہے نہ کہ سفر اور وطنِ اقامت کو اس کا مثل، سفر اور وطنِ اصلی باطل کرتا ہے۔

اور علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

لأن الأصلَ أن الوطن الأصلی یَبطلُ بمثله دون السّفر و وطنُ الإقامة یَبطُلُ بمثله و بالسّفر و بالأصلی (۱۸۴)

یعنی، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ وطنِ اصلی اپنی مثل کے ساتھ باطل ہوتا ہے سوائے سفر کے اور وطنِ اقامت اپنی مثل کے ساتھ اور سفر کے ساتھ اور وطنِ اصلی کے ساتھ باطل ہوتا ہے۔

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

و یَبطُلُ وطنُ الإقامة بمثله و یَبطُلُ أیضاً بإنشاء السَّفَرِ بعده و بالعَود للوطن الأصلیّ (۱۸۵)

یعنی، وطنِ اقامت اپنی مثل کے ساتھ باطل ہوتا ہے اور اس کے بعد سفر شروع کرنے کے ساتھ اور وطن اصلی کو لوٹنے کے ساتھ بھی باطل ہوتا ہے۔

الوطَنُ الأصلیُّ یبطُلُ بمثلِه لا غیرَ و یبطُلُ وطنُ الإقامةِ بمثلِه و بالوطَنِ الأصلیّ و بإنشاء السَّفَرِ، ملخصاً (۱۸۶)

۱۸۳۔ وقایة الروایة علی هامش کشف الحقائق، کتاب الصلاة، باب المسافر، ۸۰/۱۔ مختصر الوقایة مع شرحه للدرکانی، کتاب الصلاة، باب المسافر، ۱۹۳/۱، ۱۹۴

۱۸۴۔ الهدایة، کتاب الصّلاة، باب المسافر، ۱۔۹۸/۲

۱۸۵۔ مراقی الفلاح، کتاب الصّلاة، باب صلاة المسافر، ص۲۵۴

۱۸۶۔ الدّر المختار، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص۱۰۶

یعنی، وطن اصلی اپنی مثل کے ساتھ باطل ہو جاتا ہے نہ اس کے غیر سے اور وطنِ اقامت اپنی مثل سے اور وطن اصلی سے اور سفر شروع کرنے سے باطل ہو جاتا ہے۔

و أمَّا وطَنُ الإقامةِ فله ما يُساوِيه و ما فَوقَه فيبطُلُ بكلٍّ منهما و بإنشاءِ السَّفَر أيضاً لأنَّه ضدُّهُ (۱۸۷)

یعنی، مگر وطن اقامت تو اس کے لئے باطل کرنے والا وہ ہے جو اس کے برابر ہے اور وہ جو اس سے اوپر ہے پس وہ دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ باطل ہو جائے گا اور انشاءِ سفر سے بھی کیونکہ وہ اس کی ضد ہے۔

وطنِ اقامت انشاءِ سفر سے باطل ہو جاتا ہے اور انشاءِ سفر سے مراد ہے کہ کوئی شخص وطن اقامت سے ایسی جگہ کے ارادے سے نکلے جو جگہ اس وطنِ اقامت سے تین دن تین رات کی راہ پر ہو یعنی اس سے ۹۲ کلومیٹر دُور ہو چنانچہ علامہ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

و الأصلُ أنَّ الوطنَ الأصليَّ يبطُلُ بالوطنِ الأصليِّ دونَ وطنِ الإقامةِ و إنشاء السَّفَرِ، و هو أن يخرجَ قاصداً مكاناً يصِلُ إليه فی مدّةِ السَّفَرِ لأنَّ الشَّیءَ إنَّما يَبطُلُ بما فوقه أو ما يُساوِيه (۱۸۸)

یعنی، قاعدہ ہے کہ وطن اصلی باطل ہوتا ہے وطن اصلی کے ساتھ سوائے وطنِ اقامت اور انشاءِ سفر کے اور وہ انشاءِ سفر یہ ہے کہ وہ ایسی جگہ کا ارادہ کر کے نکلے جہاں مدتِ سفر میں پہنچے کیونکہ شئے اپنے اوپر کے ساتھ یا اپنے مساوی کے ساتھ باطل ہوتی ہے۔

اور امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۶۸۱ھ لکھتے ہیں:

۱۸۷۔ العناية، كتاب الصّلاة، باب المسافر، ۱۶/۲

۱۸۸۔ العناية، كتاب الصلاة، باب المسافر، تحت قوله: مَن كان له وطن إلخ، ۱۶/۲

و وطنُ الإقامة يَنتَقِضُ بالأصليِّ و وطنُ الإقامةِ و السَّفرِ (۱۸۹)

یعنی، وطنِ اقامت ٹوٹ جاتا ہے اصل کے ساتھ اور وطن اقامت کے ساتھ اور سفر کے ساتھ۔

اور علامہ جلال الدین خوارزمی حنفی لکھتے ہیں:

و مِن حُكمِ وطنِ السَّفَرِ أنَّه يَنتقِضُ بالوطَنِ الأَصليِّ لأنَّه فوقه و يَنتقِضُ بوطَنِ السَّفَرِ لأَنَّه مثلُه و يَنتقِضُ بإنشاءِ السَّفَر لأنَّه ضدُّه (۱۹۰)

یعنی، وطنِ سفر (یعنی وطنِ اقامت) کے حکم سے ہے کہ وہ وطن اصلی کے ساتھ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ وہ اس سے اُوپر ہے اور ٹوٹ جاتا ہے وطن سفر کے ساتھ کیونکہ وہ اُس کی مثل ہے اور ٹوٹ جاتا ہے سفر شروع کرنے کے ساتھ کیونکہ وہ اُس کی ضد ہے۔

اور وطنِ اقامت وطنِ اصلی کے ساتھ باطل ہو جاتا ہے کیونکہ وطن اصلی وطنِ اقامت سے زیادہ قوی ہے، چنانچہ امام قوام الدین امیر کاتب بن امیر عمر اتقانی حنفی متوفی ۷۵۸ھ لکھتے ہیں:

و وطنُ الإقامةِ يَبطُلُ بالأصليِّ لأنَّه أقوى منه (۱۹۱)

یعنی، اور وطن اقامت کو باطل کر دیتا ہے وطن اصلی کیونکہ وہ اس سے زیادہ قوی ہے۔

اور اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص مکہ میں پندرہ دن کی اقامت کی نیت سے ٹھہرا ہوا ہو پھر منیٰ کو اپنا وطن اصلی بنالے، چنانچہ علامہ سید محمد ابن امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

۱۸۹۔ فتح القدير، ۱۶/۲

۱۹۰۔ الكفاية، كتاب الصّلاة، باب المسافر، ۱۷/۲

۱۹۱۔ غاية البيان و نادرة الأقران، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ق ۱۰۹/أ، ب

قوله: و"بالوطنِ الأصليّ" كما إذا توطَّنَ بمكَّةَ نصفَ شهرٍ ثُمَّ تأهَّلَ بمنى، أفادَهُ "القهستانی" (۱۹۲)

یعنی، وطن اقامت وطن اصلی کے سات باطل ہو جاتا ہے جیسا کہ جب مکہ مکرمہ کو آدھے مہینے کے لئے وطن بنایا پھر منی میں شادی کی "قهستانی" (۱۹۳) نے اس کا افادہ کیا ہے۔

اور وطنِ اقامت اپنی مثل کے ساتھ باطل ہو جاتا ہے یعنی ایک جگہ پندرہ روز اقامت کی نیت سے ٹھہرا پھر دوسری جگہ اقامت کی نیت کر لی تو پہلا وطن اقامت باطل ہو جائے گا چاہے ان دونوں کے مابین مسافت سفر ہو یا نہ ہو چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

قوله: "بمثلِه" أی: سواءٌ كان بينهما مسيرة سفرٍ أو لا "قهستانی" (۱۹٤)

یعنی، وطن اقامت اپنی مثل کے ساتھ باطل ہو جاتا ہے یعنی برابر ہے کہ ان دونوں کے مابین مسافت سفر ہو یا نہ ہو "قهستانی" (۱۹۵)

اور دوسرا وطن اقامت پہلے وطن اقامت سے زیادہ قوی ہے چنانچہ امام اتقانی حنفی لکھتے ہیں:

و بوطَنِ الإقامةِ لأنَّه مثلُه بل الثّانی أقوى من الأولِ، لأنَّ الأوَّلَ انتَقَضَ حقيقةً، و إنَّما بَقِیَ حكمُه، و هو أنّه يصِيرُ مقيماً متى عَادَ إليه قبلَ أن يصيرَ مسافراً (۱۹٦)

۱۹۲۔ ردّ المحتار علی الدّر المختار، كتاب الصّلاة، باب صلاة المسافر، تحت قوله و بالوطن الأصلی، مطلب فی الوطن الأصلی و وطن الإقامة، ۲/۷۳۹

۱۹۳۔ جامع الرّموز، كتاب المسافر، فصل صلاة المسافر، ۱/۲۵۸

۱۹٤۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، تحت قوله: بمثله، مطلب فی الوطن الأصلی و وطن الإقامة، ۲/۷۳۹

۱۹۵۔ جامع الرموز، كتاب الصلاة، فصل صلاة المسافر، ۱/۲۵۸

۱۹٦۔ غاية البيان و نادرة أقران، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ق۱۰۹/ب

یعنی، (ایک وطن اقامت دوسرے) وطن اقامت کے ساتھ باطل ہوتا ہے کیونکہ وہ اس کی مثل ہے بلکہ پہلے سے زیادی قوی ہے کیونکہ پہلے کا حقیقۃً وطن اقامت ہونا ٹوٹ گیا اور اس کا صرف حکم باقی ہے اور وہ حکم یہ ہے کہ وہ شخص مقیم ہو جائے گا جب مسافر ہونے سے قبل اس کی طرف لوٹا۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ۸ ذوالحجة ۱٤۳۳ھ، ۱۸ اكتوبر ۲۰۱۲ م 820-F

حاجی کا تجارت کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ عام طور پر لوگ جب حج پر جاتے ہیں تو اپنے عزیز واقارب، دوست احباب کے لئے تحفے تحائف خریدتے ہیں تو کچھ لوگ اُن پر لعن طعن کرتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ حج پر خرید وفروخت شرعاً ممنوع ہیں، کیا تحفے تحائف خریدنے کی شرعاً کوئی ممانعت ہے اور اگر نہیں ہے تو بہتر کیا ہے حج سے قبل خریدے یا حج کی ادائیگی کے بعد؟

(السائل: محمد حسنین، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: حج پر جانے سے مقصود تجارت نہ ہو، حج اصل ہو اور تبعاً تجارت کرے تو اس کی اجازت قرآن کریم کی آیت کریمہ کی اس آیت کریمہ سے مستفاد ہے:

﴿وَ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (۱۹۷)

ترجمہ: تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔

اِس کے تحت صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی حنفی متوفی ۱۳٦۷ھ لکھتے ہیں: بعض مسلمانوں نے خیال کیا کہ راہِ حج میں جس نے تجارت کی یا اونٹ کرایہ پر چلائے اُس کا حج ہی کیا، اُس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۱۹۷۔ البقرة: ۲/۱۹۸

مسئلہ: جب تک تجارت سے افعالِ حج کی ادا میں فرق نہ آئے اُس وقت تک تجارت مباح ہے۔(خزائن العرفان)

اور تحائف کی خریداری میں افضل یہ ہے کہ حج کے بعد خریدے۔

حدیث شریف میں ہے کہ

عن أبی أُمامةَ التّیمی قال، قلتُ: لابن عمر: إنّا قومٌ نُکرَی، فهَل لَنَا مِنْ حَجّ؟ قَالَ: اَلَسْتُمْ تَطُوْفُوْنَ بِالْبَیْتِ، وَ تَأْتُوْنَ الْمُعَرَّفَ، وَتَرْمُوْنَ الْجِمَارَ، وَ تُحَلِّقُوْنَ رُؤُوْسَکُمْ؟ قُلْنَا: بَلٰی! قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَسَأَلَهٗ عَنِ الَّذِیْ سَأَلْتَنِیْ، فَلَمْ یُجِبْهُ، حَتّٰی نَزَلَ جِبْرَئِیْلُ علیه السلام بهٰذِهِ الآیةِ: ﴿وَ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ﴾، فَقَالَ: "أَنْتُمْ حُجَّاجٌ" (۱۹۸)

یعنی، ابوأُمامہ تیمی سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کی ہم کرایہ پر اونٹ چلانے والے لوگ ہیں، کیا ہمارا حج ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا: کیا تم بیت اللہ شریف کا طواف نہیں کرتے، عرفات نہیں جاتے، رمی جمار نہیں کرتے، اور اپنے سروں کو نہیں منڈواتے، ہم نے عرض کی، کیوں نہیں، فرمایا، ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آیا اُس نے یہی سوال کیا جو تم نے کیا ہے تو آپ ﷺ نے اُسے کوئی جواب ارشاد نہ فرمایا یہاں تک حضرت جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے: ﴿وَ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ﴾ (ترجمہ: تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو) تو حضور ﷺ نے فرمایا "تم لوگ حاجی ہو"۔

۱۹۸۔ سُنَن الدّارقطنی، کتاب الحجّ، برقم: ۲۷۳۰، ۱۔۲/۲۵۷، و اللّفظ له، و برقم: ۲۷۲۵، ۱۔۲/۲۵۶۔ تفسیر الطبری، سورة البقرة، الآیة:۱۹۸، ۲/۲۹۴۔ تفسیر القرطبی، سورة البقرة، الآیة: ۱۹۸، ۱/۲/۴۱۴۔ تفسیر الحدّاد، سورة البقرة، الآیة: ۱۹۸، ۱/۲۸۴، ۲۸۵۔ تفسیر السمرقندی، سورة البقرة، الآیة: ۱۹۸، ۱/۱۳۳

اس آیت کے تحت فقیہ ابواللیث نصر بن محمد حنفی متوفی ۳۷۳ھ لکھتے ہیں کہ

" ذلك أنهم كانو إذا حجّوا، كفو عن التّجارة وطلبِ المُعِيشة فی الحجّ، فجعلَ لهم رخصةً فی ذلك، فقال تعالیٰ: ﴿وَ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ﴾ أی لامأثمه علیکم أن تَطلبُوا رزقاً من رَبِکم لِناَ التّجارَةِفی اَیاَّمِ الحجّ (۱۹۹)

یعنی، یہ اس لئے کہ وہ جب حج کرتے تو تجارت اور طلب معاش سے رُک جاتے نہ (کوئی چیز) خریدتے نہ بیچتے یہاں تک کہ اُن کے حج میں جو ایاّم گزر جائیں تو اُن کے لئے اس میں رُخصت دے دی، پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ﴾ (ترجمہ: تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو)

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی لکھتے ہیں:

إذا ثبتَ هذا ففی الآية دليلٌ علی جواز التّجارة فی الحجّ للحاجّ مع أداء العبادة وأن القصد إلی ذلك لا يكون شركاً، ولا يخرجُ به المكلّف عن رسم الإخلاص المفترض عليه (۲۰۰)

یعنی، جب یہ ثابت ہوگیا تو آیت میں حاجی کے لئے حج میں عبادت کی ادائیگی کے ساتھ تجارت کے جواز کی دلیل ہے اور اس کا مقصد (حج کے ساتھ تجارت کی) شرکت نہیں ہے اور اس سے مکلّف رسم اخلاص سے خارج نہیں ہوتا جو کہ اس پر فرض ہے۔

وأمَا إنّ الحج دون التّجارة أفضلُ، لعُرُوّها عن شَوَائب الدُّنيا وتعلّق القلب لغيرها (۲۰۱)

۱۹۹۔ تفسیر السّمرقندی، سورة البقرة، الآیة: ۱۹۴۔۲۰۲، ۱/۱۳۳

۲۰۰۔ الجامع لأحكام القرآن، سورة البقرة، الآیة:۱۹۸، ۱/۲/۴۱۳

۲۰۱۔ الجامع الأحكام القرآن، سورة البقرة، الآیة: ۱۹۸، ۱/۲/۴۱۴

یعنی، مگر تجارت کے بغیر حج شوائب دنیا سے اور دل کے غیر کے ساتھ تعلّق کے خالی ہونے کی وجہ سے افضل ہے۔

علامہ طبری روایت کرتے ہیں کہ

عن أبی صالح مولی عمر، قال:قلت لعمر: یا اَمیر المؤمنین، کنتم تتجرون فی الحجّ؟ قال: وهل کانت معاشیهم إلا فی الحجّ (۲۰۲)

یعنی، ابوصالح مولی عمر سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کی، اے امیر المؤمنین! آپ لوگ حج میں تجارت کیا کرتے تھے؟ فرمایا کہ ان کا معاش نہیں تھا مگر حج میں۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

عن عمر بن دینار، قال ابن عباس "کَانَ عُکَاظُ، مِجَنَّةُ، و ذُوالمَجَازِ أَسْوَاقًا فِی الْجَاهِلِیَّةِ (فکانوا یتّجرون فیها)، فَلَمَّا کَانَ الإِسْلَامُ کَأَنَّهُمْ کَرِهُوْا أَنْ یَتَّجِرُوْا فِی الْحَجِّ، فَسَأَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿وَ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ﴾ فی مواسم الحجّ" (۲۰۳)

یعنی، عمر بن دینار سے مروی ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ عکّاظ، مجنّہ اور ذوالمجاز یہ زمانۂ جاہلیت میں بازاریں تھیں لوگ اِن میں تجارت کرتے تھے پس جب اسلام آیا تو گویا کہ انہوں نے حج میں تجارت کو ناپسند سمجھا، اور

۲۰۲۔ تفسیر الطبری سورة البقرة، الآیة:۱۹۸، ۲/۲۹۶

۲۰۳۔ تفسیر ابن أبی حاتم الرّازی، سورة البقرة، برقم: ۱۸۸۱، ۱/۳۱۱
تفسیر الطّبری، سورة البقرة، الآیة: ۱۹۸، ۲/۲۹۷۔
الدّر المنثور فی تفسیر بالمأثور، سورة البقرة، الآیة: ۱۹۸، ۱/۴۹۷

رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ''تم پر کچھ گُناہ نہیں کہ اپنے ربّ کا فضل تلاش کرو'' ایام حج میں۔ (۲۰۴)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے:

عن علی بن أبی طلحة، عن ابن عباس قوله: ﴿وَ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ﴾ یقول: لَا حَرَجَ عَلَیْکُمْ فِی الشِّرَاءِ وَ الَبیْعِ، قَبْلَ الإِحْرَامِ وَ بَعْدَهُ (۲۰۵)

یعنی، حضرت علی بن ابی طلحہ سے مروی ہے کہ وہ حضرت ابن عباس سے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ آپ فرماتے ہیں کہ تم پر احرام سے قبل اور اس کے بعد خرید وفروخت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لہٰذا حج کے ساتھ تجارت شرعاً جائز ہے جبکہ اس سے حج کے افعال کی ادائیگی میں خلل واقع نہ ہو اگرچہ تجارت کے بغیر حج افضل ہے۔ اور یہ اُس وقت ہے جب تجارت ہو اور تجارت میں خرید وفروخت دولت کمانے کی غرض سے ہوتی ہے جب کہ یہاں یہ مقصد نہیں ہوتا حاجی وہاں سے جو کچھ خریدتا ہے وہ تحفے کے طور پر اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو دینے کے لئے خریدتا ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۹ ذی قعده ۱۴۳۴ھ، ۱۶ سبتمبر ۲۰۱۳ م 865-F

❁❁❁❁❁

۲۰۴۔ حج کے کلمات قرآن کریم میں نہیں ہیں شاید یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت ہو جیسا کہ عطا تابعی نے یہی ہے کہ هکذا قرأها ابن عباس (تفسیر الطبری، سورة البقرة، الآیة: ۱۹۸، برقم: ۳۷۷۶، ۲/۲۹۵)، اسی طرح عکرمہ کا قول ہے کہ یہ آیت اسی طرح پڑھی جاتی تھی (تفسیر الطبری، سورة البقرة، الآیة: ۱۹۸، برقم: ۳۷۶۹، ۲/۲۹۴)

۲۰۵۔ تفسیر ابن أبی حاتم الرّازی، سورة البقرة، برقم: ۸۸۲، ۱/۳۱۲

مآخذ ومراجع

١۔ **إرشاد السّاری** إلی مناسك الملّا علی القاری۔ للمکی، حسین بن محمد سعید بن عبدالغنی الحنفی (ت١٣٦٦ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨م

٢۔ **أنوار البشارة** فی مسائل الحجّ والزّیارة، للإمام أحمد رضا بن نقی علی خان المحدّث الهندی الحنفی (ت١٣٤١ھ)، تحریك إصلاح العقائد، میتهادر، کراتشی

٣۔ **الإیضاح** فی شرح الإصلاح، لابن کمال پاشا، للإمام شمس الدّین أحمد بن سلیمان الحنفی (ت٩٤٠ ھ)، تحقیق الدّکتور عبداللّٰه داؤد خلف المحمّدی والدّکتور شمس الدّین أمیر الخزاعی، دارُالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤٢٨۔ ٢٠٠٧م

٤۔ **البحر الرّائق** شرح کنز الدّقائق۔ لابن نجیم، زین الدّین بن إبراهیم بن محمد المصری الحنفی (ت٩٧٠ ھ)، ضبطه الشّیخ زکریا عمیرات، دارُالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤١٨ھ۔١٩٩٧م

٥۔ **بدائع الصنائع** فی ترتیب الشرائع۔ للکاسانی، علاؤ الدین أبی بکر بن مسعود الحنفی (ت٥٨٧ھ) تحقیق و تعلیق علی محمد معوض و عادل أحمد، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٨ھ۔ ١٩٩٧م

٦۔ **بدایة المبتدی** (متن الهدایة)، للمرغینانی، برهان الدین أبی الحسن علی بن أبی بکر الحنفی (ت٥٩٣ھ)، دارالأرقم، بیروت

٧۔ **البنایة** شرح الهدایة، للعینی، الإمام محمود بن محمد بن موسی المعروف بدرالدّین الحنفی (ت٨٥٥ ھ)، تحقیق أیمن صالح شعبان، دارُالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤٢٠ھ۔٢٠٠٠م

٨۔ **بهار شریعت**، للأعظمی، محمد أمجد علی صدرالشریعة الحنفی (ت١٣٦٧ ھ)، مکتبه إسلامیة، لاهور

٩۔ **تبیین الحقائق** شرح کنزالدّقائق، للزّیلعی، الإمام فخرالدّین عثمان بن علی الحنفی (ت٧٤٣ھ)، تحقیق الشّیخ أحمد عزّوعنایة، دارُالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤٢٠ھ۔٢٠٠٠م۔

١٠۔ **التجرید** (الموسوعة الفقهیة المقارنة)، للقدوری، الإمام أبی الحسین أحمد بن محمد بن جعفر الحنفی (ت٤٢٨ ھ)، تحقیق الدّکتور محمد أحمد سراج والدّکتور علی جعمة محمد، مکتبه محمودیة، قندهار

١١۔ **التحریرُالمختار**، للرّافعی، مفتی الدّیار المصریّة العلامة عبدالقادر الحنفی (ت١٣٢٣ ھ)، تحقیق عبدالمجید طعمه الحلبی، دارُالمعرفة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤٢٠ھ۔٢٠٠٠م

١٢۔ **التصحیح و الترجیح**، للعلامة قاسم بن قطلوبغا الحنفی (ت٨٧٩ھ)، تحقیق ضیاء یونس، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٣ھ۔ ٢٠٠٢م

١٣۔ **تفسیرُ الطّبری**، لابن جریر، الإمام أبی جعفر محمد بن جریر(ت٣١٠ ھ)، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الرّابعة ١٤٢٦ھ۔ ٢٠٠٥م

١٤۔ **تفسیر ابن أبی حاتم**، للإمام الحافظ عبد الرحمٰن بن أبی حاتم محمد التّمیمی الحنظلی (ت٣٢٧ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢٧ھ۔ ٢٠٠٦م

١٥۔ **جامع الرّموز**، للقهستانی، شمس الدین محمد الخراسانی (٩٦٢ أو ٩٠٠ ھ)، أیج أیم سعید کمبنی، کراتشی

١٦۔ **الجامع الصّحیح**، وهوالسُّنَن التّرمذی، للإمام أبی عیسیٰ محمد بن عیسی (ت٢٧٩ ھ)، تحقیق محمود محمد محمود حسن نصّار، دارُالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤٢١ھ۔٢٠٠٠م

١٧۔ **الجامع الصّغیر**، للإمام محمد بن الحسن الشیبانی (ت١٨٩ ھ)، تحقیق الدکتور محمد بوینوکالن، دار ابن حزم، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٣٢ھ۔ ٢٠١١م

١٨۔ **الجامع لأحکام القرآن**، للقُرطبی، الإمام أبی عبد اللّٰه محمد بن أحمد الأنصاری المالکی (٦٦٨ھ)، دار إحیاء التّراث العربی، بیروت، الطّبعة الأولی ١٤١٦ھ۔ ١٩٩٥م

١٩۔ **الجوهرة النیّرة**، للحدّادی، العلامة علی بن أبی بکر الحنفی (ت٨٠٠ھ)، میر محمد کتب خانه، کراتشی

٢٠۔ **حاشیة الطّحطاوی** علی الدّرّ المختار، للعلامة أحمد بن محمد الحنفی (ت ١٢٣١ ھ)، دار المعرفة، بیروت، الطّبعة ١٣٩٥ھ۔ ١٩٧٥م

٢١۔ **الحج**، للعلامة محمد سلیمان أشرف الحنفی، قطب مدینه پبلشرز، کراچی

٢٢۔ **حیاة القلوب** فی زیارة المحبوب۔ للسّندی، المخدوم محمد هاشم بن عبدالغفورالحارثی السندی الحنفی (ت١١٧٤ھ)، إدارة المعارف، کراتشی ١٣٩١ھ

٢٣۔ **خَزَائِنُ العِرفان**، لصدر الأفاضل، السّیّد محمد نعیم الدّین الحنفی (ت ١٣٦٧ ھ)، المکتبة الرّضویة، کراتشی

٢٤۔ **الدُّرُّ المختار** (شرح تنویر الأبصار)۔ للحصکفی، علاؤ الدین محمد بن علی الحصنی الحنفی (ت١٠٨٨ ھ) تحقیق عبدالمنعم خلیل إبراهیم، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢٣ھ۔ ٢٠٠٢م

٢٥۔ **الدُّرُّ المنثور** فی التّفسیر بالمأثور، للسّیوطی، الإمام جلال الدّین عبد الرحمٰن بن أبی بکر الشّافعی (ت٩١١ھ)، دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢١ھ۔ ٢٠٠٠م

٢٦۔ **ردّ المحتار** علی الدُّرّ المختار۔ للشّامی، محمد أمین بن عمر ابن العابدین الحنفی، تحقیق عبدالمجید طعمه الحلبی (ت١٢٥٢ھ)، دار المعرفة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٠ھ۔ ٢٠٠٠م

٢٧۔ **السّراج الوهّاج** شرح مختصر القدوری، للحدادی، الإمام أبی الحسین أحمد بن محمد البغدادی الحنفی (ت٨٠٠ھ)، مخطوط مصوّر مخزونة فی المکتبة

٢٨۔ **سُنَن ابن ماجة**، للإمام أبی عبداللّٰه محمد بن یزید القزوینی (ت٢٧٣/٢٧٥ ھ)، تحقیق محمود محمد محمود حسن نصّار، دارُالکتب العلمیّة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤١٩ھ۔١٩٩٨م

٢٩۔ **سُنَن أبی داؤد**، للإمام سلیمان بن أشعث السّجستانی (ت٢٧٥ ھ)، تعلیق عبید الدّعاس وعادل السّید، دارإبن حزم، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤١٨ھ۔ ١٩٩٧م

٣٠۔ **سُنَنَ الدّارقُطنی**، للإمام علی بن عمر البغدادی (ت ٣٨٠ ھ)، تعلیق مجدی بن منصور، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤١٧ھ۔ ١٩٩٦م

٣١۔ **السّنن الکبری**، للإمام أبی بکر أحمد بن حسین بن علی البیهقی (ت ٤٥٨ ھ)، تحقیق محمد عبد القادر عطا، الطّبعة ١٤٢٠ھ۔ ١٩٩٩م

٣٢۔ **شرح الجامع الصّغیر**، للإمام عمر بن عبد العزیز ابن مازه الملقّب بالصّدر الشّهید البخاری الحنفی (ت٥٣٦ ھ)، تحقیق الدکتور صلاح عوّاد جمعه عبد الله الکبیی و غیرهم، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٧ھ۔ ٢٠٠٦م

٣٣۔ **شرح مختصر الطّحاوی**، للإمام أبی بکر الجصّاص الرّازی الحنفی(ت٣٧٠ھ) تحقیق عصمة الله عنایة الله محمد، دار البشائر الإسلامیة، بیروت، الطّبعة الثّانیة، ١٤٣١ھ۔ ٢٠١٠م

٣٤۔ **شرح معانی الآثار**، للإمام أبی جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطّحاوی الحنفی (ت ٣٢١ھ)، تحقیق محمد زهری النّجّار و محمد سیّد جاد الحقّ، عالم الکتب، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤١٤ھ۔ ١٩٩٤م

٣٥۔ **صحیح مسلم**، للإمام مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری (ت٢٦١ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢١ھ۔ ٢٠٠١م

٣٦۔ **العنایة** وهو شرح علی الهدایة، للبابرتی، الإمام أکمل الدّین محمد بن محمد بن محمود الحنفی (ت٧٨٦ھ)، اعتنی به أبو محروس عمروبن محروس، داراحیاء التّراث العربی، بیروت

٣٧۔ **غایة البیان** ونادرة الأقران، (وهوشرح علی الهدایة)، للإتقانی، الإمام قوام الدّین أمیر کاتب بن أمیر عمرالحنفی (ت٧٥٨ھ)، مخطوط مصوّر

٣٨۔ **غنیة ذوی الأحکام** فی بُغیة دُرَرِ الحُکّام، للشرنبلالی، العلامة أبی الإخلاص حسن بن عمّار الحنفی (ت١٠٦٩ھ)، مطبعة أحمد کامل الکائنة فی دارالسّعادة١٣٢٩ھ

٣٩۔ **غُنیة النّاسك** فی بُغیةُ المناسك، للعلامة محمد حسن شاه، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة، کراتشی، الطّبعة الأولیٰ١٤١٧ھ

٤٠۔ **الفتاوی التّاتارخانیة**، للعلامة عالم بن علاء الأنصاری الأندرپتی الدّهلوی الحنفی (ت٧٨٦ھ)، تحقیق القاضی سجاد حسین، دار احیاء التّراث العربی، بیروت، الطّبعة الأولی ١٤٢٥ھ۔ ٢٠٠٤م

٤١۔ **الفتاوی الظّهیریّة**، للإمام ظهیر الدِّین أبی بکر محمد بن أحمد البخاری الحنفی (ت٦١٩ ھ)، مخطوط مصوّر، المخزون فی دارِ الکتب لجمعیّة إشاعة أهل السنّة، میتهادر، کراتشی

٤٢۔ **فتاوی قاضیخان** (علی هامش الهندیة)، للأوزجندی، للإمام حسن بن منصور الحنفی (ت ٥٩٢ ھ)، دار المعرفة، بیروت، الطّبعة الثالثة ١٣٩٣ھ۔ ١٩٧٣م

٤٣۔ **فتاوی قاضیخان**، للأوزجندی، للإمام حسن بن منصور الحنفی (ت ٥٩٢ ھ)، دار الفکر، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤٢٩ھ۔ ٢٠٠٠م

٤٤۔ **الفتاویٰ الهندیة**، المسمّاة الفتاوی العالمکیریة، للشّیخ نظام (ت١١٦١ ھ)، وجماعة من علماء الهند، دار الفکر، بیروت، الطّبعة الثالثة ١٤٢٩ھ۔ ٢٠٠٠م

٤٥۔ **الفتاویٰ الهندیة**، المسمّاة الفتاوی العالمکیریة، للشّیخ نظام (ت١١٦١ ھ)، وجماعة من علماء الهند، دار المعرفة، بیروت، الطّبعة الثالثة ١٣٩٣ھ۔ ١٩٧٣م

٤٦۔ **فتح الرحمانی** فی فتاوی السید ثابت أبی المعانی، مکتبة القُدس، کوئتة

٤٧۔ **فتح القدیر**، لابن الهمام، کمال الدین محمد بن عبدالواحد الحنفی (ت٨٦١ ھ)، داراحیاء التّراث العربی، بیروت

٤٨۔ **فتح المعین** علی شرح الکنز لمنلا مسکین، للعلامة السید محمد أبی السعود الحنفی، مکتبة العجائب لزخز العلوم، کوئتة

٤٩۔ **الکفایة** شرح الهدایة (معه فتح القدیر)، للإمام جلال الدّین الکرلانی الحنفی (ت ٦٧٦ ھ)، دار إحیاء التّراث العربی، بیروت۔

٥٠۔ **کنزالدّقائق**، للنّسفی، حافظ الدین أبی البرکات عبداللّٰه بن محمود بن أحمد الحنفی (ت٧١٠ھ)، اعتنی به راشد مصطفی الخلیلی، المکتبة العصریة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤٢٥ھ۔٢٠٠٥م

٥١۔ **لُباب المناسك** وعُبَاب المسالك (مع شرحه للقاری)، للإمام رحمة اللّٰه بن عبداللّٰه بن

إبراهيم الدّربيلى السِّندى الحنفى (ت٩٩٣ ھ)، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨م

٥٢۔ **لُباب المناسك** وعُبَاب المسالك (مع شرحه للقارى)، للإمام رحمة اللّٰه بن عبداللّٰه بن إبراهيم الدّربيلى السِّندى الحنفى (ت٩٩٣ ھ)، محقّق محمد طلحه بلال أحمد مينار، المكتبة الإمدادية، مكة المكرمة، الطّبعة الأولىٰ ١٤٣٠ھ۔ ٢٠٠٩م

٥٣۔ **المبسوط**، للإمام السرخسى، شمس الدين أبو بكر محمد بن أحمد بن أبى سهل الحنفى (ت٤٨٣ھ)، دار الفكر، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٠ھ۔ ٢٠٠٠م

٥٤۔ **المحيط البرهانى**، لابن مازة، الإمام محمود بن أحمد بن عبد العزيز النجارى الحنفى (ت٦١٦ھ)، تحقيق الشيخ أحمد عزّ و عناية، دار احياء التراث العربى، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٤ھ۔ ٢٠٠٣م

٥٥۔ **المحيط البرهانى**، للبخارى، أبى المعالى محمود بن صدر الشريعة ابن مازه الحنفى (ت٦١٦ھ)، إدارة القرآن و العلوم الإسلامية، كراتشى ١٤٢٤ھ۔ ٢٠٠٤م

٥٦۔ **المختار الفتوى**، للموصلى، الإمام مجدالدّين عبداللّٰه بن محمود الحنفى (ت٦٨٣ ھ)، تحقيق مركز البحوث والدّراسات، مكتبة نزارمصطفىٰ الباز، مكة المكرمة، الطّبعة الأولىٰ١٤١٨ھ۔١٩٩٧م

٥٧۔ **مختصر اختلاف العلماء**، صنّفه الإمام أبو جعفر أحمد بن محمد الطّحاوى الحنفى (ت٣٢١ھ)، واختصره الإمام أبو بكر أحمد بن على الجصّاص الرّازى الحنفى (ت٣٧٠ھ)، تحقيق د۔ عبد الله نذير أحمد، دار البشائر الاسلامية، بيروت، الطّبعة الثّانية، ١٤٧١ھ۔ ١٩٩٦م

٥٨۔ **مختصر القدورى**، للإمام أبى الحسن أحمد بن محمد بن أحمد بن جعفر البغدادى الحنفى(ت٤٢٨ھ)، تحقيق الشّيخ كامل محمد محمد عويضة، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ١٤١٨ھ۔١٩٩٧م

٥٩۔ **مختصر الوقاية** (مع شرحه للدركانى)، لصدر الشّريعه، الإمام الفقيه عبيد الله بن مسعود الحنفى (ت٧٤٧ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٦ھ۔ ٢٠٠٥م

٦٠۔ **مختصرالطحاوى**، للإمام المحدّث الفقيه المفسّر أبى جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الأزرى المصرى الحنفى (ت٣٢١ ھ)، تحقيق وتعليق ابوالوفا الأفغانى، دارإحياء العلوم، بيروت، الطّبعة الأولىٰ١٤٠٦ھ

٦١۔ **مختصرالطحاوى**، (مع شرحه للرازى) للإمام المحدّث الفقيه المفسّر أبى جعفر أحمد بن

محمد بن سلامة الأزرى المصرى الحنفى (ت٣٢١ ھ)، تحقيق عصمة الله عناية الله محمد، دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطّبعة الثّانية، ١٤٣١ھ ۔ ٢٠١٠م

٦٢۔ **مراقى الفلاح** فى شرح نور الإيضاح، للشرنبلالى، العلامة حسن بن عمار الحنفى (١٠٦٩ھ)، مكتبة مرزوق، دمشق

٦٣۔ **المسالك** فى المناسك، للكرمانى، أبى منصور محمد بن مكرّم بن شعبان الحنفى (ت٥٩٧ھ)، تحقيق الدكتور سعود بن إبراهيم، دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٤ھ۔ ٢٠٠٣م

٦٤۔ **المسلك المتقسط** فى المنسك المتوسّط، للقارى، نور الدين على بن محمد سلطان الهروى الحنفى (ت١٠١٤ھ)، محقّق محمد طلحه بلال أحمد مينار، المكتبة الإمدادية، مكة المكرمة، الطّبعة الأولىٰ ١٤٣٠ھ۔ ٢٠٠٩م

٦٥۔ **المسلك المتقسّط** فى المنسك المتوسّط، للقارى، نور الدين على بن محمد سلطان الهروى الحنفى (ت١٠١٤ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨م

٦٦۔ **المصنَّف** لابن أبى شيبة، الإمام أبى بكر عبداللّٰه بن محمد العبسى الكوفى (ت٢٣٥ھ)، تحقيق محمد عوّامة، دارقرطبة، بيروت، الطّبعة الأولىٰ١٤٢٧ھ۔٢٠٠٦م

٦٧۔ **معرفة السُّنَن** والآثار، للبيهقى، الإمام أبى بكر أحمد بن الحسين الشّافعى (ت٣٥٨ھ)، تحقيق سيّد كسُروى حَسنُ، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ١٤٢٢ھ۔٢٠٠١م

٦٨۔ **النافع الكبير** شرح الجامع الصغير، للعلامة أبى الحسنات عبد الحى بن عبد الحكيم اللكنوى (ت١٣٠٤ھ)، إدارة القران و العلوم الإسلامى، الطّبعة الأولىٰ ١٤٠٧ھ۔ ١٩٨٧م

٦٩۔ **نور الإيضاح**، للشرنبلالى، العلامة حسن بن عمار الحنفى (١٠٦٩ھ)، مكتبة مرزوق، دمشق

٧٠۔ **النّهر الفائق** شرح كنز الدّكائق، للإمام سراج الدّين عمر بن ابراهيم ابن نجيم المصرى الحنفى (ت ١٠٠٥ ھ)، حققّه و علّق عليه أحمد عزّو عناية، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٢ھ۔ ٢٠٠٢م

٧١۔ **وقاية الرواية**، (و شرح الوقاية مع عمدة الرّعاية) للمحبوبى، للإمام تاج الشّريعة محمود بن صدر الشريعة الحنفى، إدارة القران و العلوم الإسلامية، كراتشى

٧٢۔ **الهداية** شرح بداية المبتدى، للمرغينانى، برهان الدين أبى الحسن على بن أبى بكر الحنفى (ت٥٩٣ھ)، دار الارقم، بيروت

العُروۃُ فِی مَنَاسِکِ الحَجِّ و العُمْرَۃ

فتاویٰ حج و عمرہ

(حصہ نہم)

تالیف

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نورمسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:32439799

نام کتاب : العُرْوَۃُ فِیْ مَنَاسِکِ الحَجِّ وَ العُمْرَۃ

''فتاویٰ حج وعمرہ''

تصنیف : حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

سن اشاعت : شوال المکرّم 1436ھ۔اگست 2015ء

سلسلۂ اشاعت نمبر : 256

تعداد اشاعت : 4700

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نورمسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:32439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net

پر موجود ہے۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
☆	پیش لفظ	6

نیت

۱۔	عمرہ ادا کرنے سے قبل حج کی نیت کرنا	9
۲۔	بغیر احرام میقات سے گزرنے والے کا حج تمتّع کرنا	13
۳۔	آفاقی کا بلا احرام براستہ جدہ مکہ آنا	15

احرام

۱۔	احرام سے قبل لگائی گئی خوشبو کا بعد میں دوسرے عضو کی طرف منتقل ہونا	19
۲۔	کیا مُحرم عطر کی شیشی اُٹھا سکتا ہے؟	21
۳۔	خوشبو کا احرام کے بعد پسینے سے دوسری جگہ منتقل ہونا	22
۴۔	عطر کی شیشی ٹوٹنے سے احرام کو خوشبو لگنے کا حکم	25
۵۔	جدہ سے کام اور حج کے ارادے سے بلا احرام مکہ آنے والے شخص کا حکم	29
۶۔	محرم کو مچھر نے کاٹا ہاتھ مارنے پر مر گیا تو کیا حکم ہوگا؟	34
۷۔	حالتِ احرام میں دونوں ہاتھوں کے ناخن مختلف مجالس میں کاٹنے کا حکم	37
۸۔	حج یا عمرہ کے احرام میں جدہ جانے کا حکم	39
۹۔	احرام سے باہر ہونے کے لئے نیت کی حیثیت	40

طواف

۱۔	طواف عمرہ کے دوران کسی کا اُسے خوشبو لگا دینا	41
۲۔	دورانِ طواف بیوی کا ہاتھ تھامنے سے شہوت پیدا ہونا	43
۳۔	طوافِ عمرہ میں چھ پھیروں کے بعد عمرہ مکمل کرنے والے کا حکم	50
۴۔	طوافِ عمرہ میں جسم پر نجاست حقیقیہ کا حکم	52
۵۔	پیدل چلنے پر قادر شخص کا وہیل چیئر پر طواف کرنا	57
۶۔	طواف میں دعائے آدم علیہ السلام	69

رمی

۱۔	بارہ تاریخ کی رمی زوال سے قبل جائز نہیں	72
۲۔	جمرۂ عقبہ کی رمی دو کنکریاں باہر گریں تو حکم	74
۳۔	گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کی رمی	76
۴۔	جمرات کی رمی کے بعد دُعا کس جگہ مانگی جائے؟	84
۵۔	رمی جمرات میں ترتیب کا حکم	89

قربانی/دم

۱۔	حج کی قربانی اور دَم کا ذبح حرم کے ساتھ خاص ہے	95
۲۔	دم جبر میں اخفاء مستحب ہے	99
۳۔	قربانی میں اُس جگہ کا اعتبار ہے جہاں قربانی ہو رہی ہو	100
۴۔	کیا حاجی منیٰ میں عید نماز سے قبل قربانی کر سکتا ہے؟	108

حلق

۱۔	طواف عمرہ کے دو پھیروں کے بعد حلق کروانے والے کا حکم	109
۲۔	محرم نے ایسے محرم کا سر مونڈھا جس کے احرام کھلنے کا وقت تھا	111
۳۔	عمرہ میں ایک چکر سعی کے بعد حلق کا ارادہ رکھنے والا	112

منیٰ

۱۔	حاجی دس ذوالحجہ کو منیٰ میں عید کی نماز کیوں ادا نہیں کرتے؟	115

عرفات

۱۔	غُروب کے بعد عرفات آنے والے حاجی کے لئے وقت کی کوئی قید نہیں	116
۲۔	جمعہ کے روز عرفات میں نماز جمعہ کا حکم	117

متفرق

۱۔	سات تاریخ کو مکہ آنے والے عمرہ ادا کر کے منیٰ جائیں	121
۲۔	اشہر حج میں عمرہ ادا کرنا اور مکہ مکرمہ کو وطن اقامت بنالینا	124

☆	مآخذ و مراجع	126

پیش لفظ

حج اسلام کا اہم رُکن ہے جس کی ادائیگی صاحبِ استطاعت پر زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے، اس کے بعد جتنی بار بھی حج کرے گا نفل ہوگا اور پھر لوگوں کو دیکھا جائے تو کچھ تو زندگی میں ایک ہی بار حج کرتے ہیں کچھ دو یا تین بار، اقل قلیل ایسے ہوتے ہیں جن کو ہر سال یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا حج کے مسائل سے عدم واقفیت یا واقفیت کی کمی ایک فطری امر ہے۔ پھر کچھ لوگ تو اِس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر ناجائز ہوتے ہیں اور کچھ علماء کرام کی طرف رُجوع کرتے ہیں مناسکِ حج وعمرہ کی ترتیب کے حوالے سے ہونے والی نشستوں میں شرکت کرتے ہیں پھر بھی ضرورت پڑنے پر حج میں موجود علماء یا اپنے ملک میں موجود علماء سے رابطہ کر کے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ اور پھر علماء کرام میں جو مسائل حج وعمرہ کے لئے کُتُبِ فقہ خصوصاً مناسک حج و عمرہ کا مطالعہ رکھتے ہیں وہ تو مسائل کا صحیح جواب دے پاتے ہیں اور جن کا مطالعہ نہیں ہوتا وہ اِس سے عاجز ہوتے ہیں، اور ایسی صورت میں بعض تو اپنے قیاس سے مسائل بتا دیتے ہیں حالانکہ مناسک حج وعمرہ توقیفی ہیں۔ ہمارے ہاں جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کے زیر اہتمام نور مسجد میٹھادر میں پچھلے کئی سالوں سے ہر سال باقاعدہ ترتیب حج کے حوالے سے نشستیں ہوتی ہیں، اِسی لئے لوگ حج وعمرہ کے مسائل میں ہماری طرف کثرت سے رجوع بھی کرتے ہیں، اکثر تو زبانی اور بعض تحریری جواب طلب کرتے ہیں اور کچھ مسائل کہ جن کے لئے ہم نے خود بھی اپنے ادارے میں قائم دار الافتاء کی جانب رُجوع کیا تھا اور کچھ مفتی صاحب نے ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء اور ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء کے سفر حج میں مکہ مکرمہ میں تحریر

فرمائے۔ پھر ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۸ء اور ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء کے سفر حج میں اور کچھ کراچی میں مزید فتاویٰ تحریر ہوئے، اس طرح ہمارے دارالافتاء سے مناسک حج وعمرہ اور اس سفر میں پیش آنے والے مسائل کے بابت جاری ہونے والے فتاویٰ کو ہم نے علیحدہ کیا اور اُن میں سے جن کی اشاعت کو ضروری جانا اس مجموعے میں شامل کر دیا اور چھ حصے اس سے قبل شائع کئے جو ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء تک کے فتاویٰ تھے بعد کے فتاویٰ کو جب جمع کیا گیا تو ضخامت کی وجہ سے اُن میں سے کچھ فتاویٰ حصہ ہفتم میں ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲ء پھر حصہ ہشتم ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء میں شائع کئے گئے اور اب کچھ پہلے کے اور کچھ گزشتہ سال حج اور اس کے بعد کے فتاویٰ حصہ نہم میں شائع کئے جارہے ہیں۔

اور فتاویٰ حج وعمرہ کے نویں حصے کو جمعیت اشاعت اہلسنّت اپنے سلسلۂ اشاعت کے ۲۵۶ ویں نمبر پر شائع کررہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کی کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے نافع بنائے۔ آمین

فقیر محمد عرفان ضیائی

خادم جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

العُروةُ فِی مَنَاسِكِ الحَجِّ و العُمْرَة

فتاویٰ حج و عمرہ

نیت

عمرہ ادا کرنے سے قبل حج کی نیت کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص عمرہ کا احرام باندھ کر کراچی سے آیا اُس نے اب تک عمرہ ادا نہیں کیا اور وہ چاہتا ہے کہ میں حج کی نیت بھی کرلوں تاکہ میرا حج ''حج قِران'' ہوجائے، کیا وہ اس طرح کرسکتا ہے اور اس کا حج ''حج قِران'' ہوجائے گا جب کہ منیٰ روانگی کو ابھی چند دن باقی ہیں؟

(السائل: محمد حسین، کاروانِ اہلسنّت)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں وہ حج کا احرام باندھ سکتا ہے یعنی حج کی نیت کر کے تلبیہ کہہ لے تو جائز ہے اور وہ اس طرح کرنے سے ''قارن'' ہوجائے گا۔

یاد رہے کہ ایک نُسک کو دوسرے کے ساتھ ملانے کی دو صورتیں ہیں، ایک حج کو عمرہ کے ساتھ ملانا اور دوسری عمرہ کو حج کے ساتھ ملانا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

أما الإضافة فعلى قسمَين: الأول: إضافة الحجِ إلى العمرة، وهو: أن يُحرم بالعمرة أولاً ثم بالحج، قبل أن يطوفَ لها أو بعد ما طاف لها، و الثاني: إضافة العمرة إلى الحج، وهو أن يُحرم أولاً بالحج ثم بالعمرة قبل طواف القدوم أو بعده (۱)

یعنی، مگر ملانا دو قسم ہے، پہلی قسم حج کو عمرہ کے ساتھ ملانا اور وہ یہ ہے کہ پہلے عمرہ کا احرام باندھے پھر طوافِ عمرہ سے قبل یا بعد حج کا احرام باندھے اور دوسری

۱۔ لباب المناسك وعباب المسالك، باب إضافة أحد النُّسُكين إلى الآخر و الجمع بينهما معاً، ص۱۸۸

قسم عمرہ کو حج کی طرف ملانا ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلے حج کا احرام باندھے پھر طوافِ قُدوم سے قبل یا اُس کے بعد عمرہ کا احرام باندھے۔

پس پہلی صورت آفاقی کے لئے جائز اور مکی کے لئے مکروہ ہے جب کہ دوسری صورت دونوں کے لئے مکروہ ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

فالأول جائز بلا كراهة للآفاقي و مكروه للمكي، والثاني: مكروه لهما (۲)

یعنی، پہلا آفاقی کے لئے بلا کراہت جائز ہے اور مکی کے لئے مکروہ اور دوسرا دونوں کے لئے مکروہ ہے۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

بل يستحب لحمل فعله ﷺ عليه جمعاً بين الأحاديث المختلفة على ما حقّقه ابن حزم و تبعه النّووي (۳)

یعنی، (حج کو عمرہ کی طرف ملانا آفاقی کے لئے بلا کراہت جائز ہے) بلکہ احادیث مختلفہ کے مابین جمع کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کے فعل کو اس پر محمول کرنے سے مستحب ہے۔

اور شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

وکیفیت قِران آن بود کہ جمع نماید در احرام واحد میان حج وعمرہ یا آنکہ ادخال کند احرام حج را بر احرام عمرہ قبل از ادائے اکثر اشواطِ طواف عمرہ اعنی چہار شوط از وی بشرط وقوع اکثر طواف عمرہ در اشہر حج اگرچہ احرام عمرہ سابق باشد بر اشہر حج یا آنکہ ادخال کند احرام عمرہ را بر احرام حج در اشہر حج قبل از تحقّق وقوف بعرفات، پس درین ہر سہ صورت قارن باشد الّا آنکہ صورت ثالثہ اعنی اِدخال

۲۔ لُباب المناسك و عُبَاب المسالك، باب إضافة أحد النُّسُكين إلى الآخر و الجمع بينهما معاً، ص۱۸۸

۳۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب إضافة أحد النسكين، ص۴۱۵

احرام عمرہ براحرام حج اساءۃ دارد بواسطہ مخالفت سنّت اِلخ(٤)

یعنی، قِران کی کیفیت یہ ہے کہ ایک احرام میں حج وعمرہ کو جمع کرے یا یہ کہ حج کے احرام پر عمرہ کو داخل کرے طواف عمرہ کے اکثر چکر ادا کرنے سے قبل میری مراد ہے کہ اس کے چار چکر بشرطیکہ اکثر طوافِ عمرہ حج کے مہینوں میں ہو اگرچہ احرام عمرہ حج کے مہینوں سے پہلے ہو یا یہ کہ احرام عمرہ کو حج پر اَشْہُرِ حج میں وقوفِ عرفات کے تحقُّق سے قبل داخل کرے، ان تینوں صورتوں میں قارن ہو جائے گا مگر یہ کہ تیسری صورت میں میری مراد ہے کہ عمرہ کے احرام کو حج کے احرام پر داخل کرنے میں مخالفتِ سنّت کے واسطے سے اسائت ہے۔ اِلخ

آفاقی اگر طواف کے اکثر چکروں سے قبل حج کا احرام باندھ لیتا ہے یا عمرہ کا طواف کرنے سے قبل حج کا احرام باندھ لے تو وہ قارن ہے اور اُس پر دَم شکر واجب ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی لکھتے ہیں:

فالآفاقی إذا أدخل الحجَّ علی العمرة، فإن کان قبل أن یطوف لها أکثره أو لم یطف شیئاً، فقارنٌ و علیه دمُ شکرٍ (٥)

یعنی، پس آفاقی نے جب حج کو عمرہ پر داخل کیا پس اگر اکثر طواف سے قبل کیا یا بالکل طواف نہ کیا (تھا) تو وہ ''قارن'' ہے اور اُس پر دَم شکر لازم ہے۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ

(فقارن) أی مسنون (٦)

٤۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل سیوم دربیان انواع احرام قران، ص٦٦

٥۔ لُبَاب المناسك عُبَابُ المسالك، باب إضافة أحد النُّسُكَين إلخ، ص١٨٨

٦۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط ، باب إضافة أحد النُّسُكَين ، تحت قوله: فقارن، ص٤١٦

یعنی، پس وہ قارن مسنون ہے۔

اور اگر اُس نے حج کا احرام عمرہ کے طواف کے اکثر پھیروں کے بعد باندھا اور اُسی سال حج بھی کیا تو اِس کی دو صورتیں ہوں گی اگر اُسی سال حج بلا الِمام صحیح کیا تو متمتّع ہوگا ورنہ مفرد بالحج ہوگا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و إن کان بعد ما طاف لها أربعة أشواط، فی أشهر الحج فهو متمتّعٌ إن حجّ من عامه بلا إلمام (٧)

یعنی، اور اگر حج کے مہینوں میں طواف عمرہ کے اکثر پھیروں کے بعد (اُس نے حج کا احرام باندھا) اگر اسی سال بلا الِمام حج کرے تو متمتّع ہے۔

لہٰذا مذکور شخص اگر حج کا احرام باندھ لیتا ہے تو قارن ہو جائے گا چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی لکھتے ہیں:

سنت در قِران آنست کہ جمع کند بین العبادتین معاً یا آنکہ تقدیم کند احرام عمرہ را بر احرام حج (٨)

یعنی، حج قِران میں سنت یہ ہے کہ دونوں عبادتوں میں ایک ساتھ جمع کرے یا یہ کہ احرام عمرہ کو احرام حج پر مقدم کرے۔

علامہ ابوالوجاحۃ عبدالرحمٰن بن عیسیٰ بن مرشد عَمری مرشدی حنفی متوفی ١٠٣٧ھ لکھتے ہیں:

أما إضافة إحرام الحج إلی إحرام العمرة فهو جائز بلا کراهة (٩)

یعنی، مگر حج کے احرام کو عمرہ کے احرام کی طرف ملانا بلا کراہت جائز ہے۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ٢ ذی الحجة ١٤٣٤هـ، ٧ اکتوبر ٢٠١٣ م 871-F

٧۔ لُبَاب المناسك و عُبَاب المسالك، باب إضافة أحد النُّسُكَين إلخ، ص١٨٨

٨۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل سیوم در بیان انواع احرام، ص٦٦

٩۔ فتح المسالك الرمز فی شرح مناسك الكنز، باب إضافة الإحرام إلی الإحرام، ق ١٠٧/أ

بغیر احرام میقات سے گزرنے والے کا حج تمتّع کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص آفاقی بلا احرام مکہ مکرمہ آجاتا ہے، مسجد عائشہ سے آکر عمرہ کا احرام باندھتا ہے اور بغیر احرام کے میقات سے گزرنے کا دَم بھی دیتا ہے، اسی سال اگر وہ حج کرلے تو کیا وہ متمتع ہوجائے گا یا نہیں؟ حالانکہ اُس نے میقات سے عمرہ کا احرام نہیں باندھا، اُس نے عمرہ مسجد عائشہ سے کیا ہے؟

(السائل: سید عبداللہ بن علامہ سید اعجاز نعیمی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اس شخص کا حج متمتع ہی ہوگا کیونکہ صحتِ تمتّع کے لئے میقات سے احرام باندھنا شرط نہیں ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ کے حوالے سے ملّا حسین حنفی نقل کرتے ہیں کہ

ولا يشترط لصحة التمتُّع: إحرام العمرة من الميقات، و لا إحرام الحج من الحرم، فلو أحرم للعمرة داخل الميقات و لو من مكة، أو للحج و لو من عرفة و لم يلم بينهما إلماماً صحيحاً لرجوعه إلى وطنه حلالاً يكون متمتعاً و عليه دم لترك الميقات كما فى "لباب المناسك" و "شرحه" (١٠)

یعنی، صحتِ تمتع کے لئے میقات سے عمرہ کا احرام باندھنا شرط نہیں ہے اور نہ حج کا احرام حرم سے باندھنا (شرط ہے)، پس اگر عمرہ کا احرام میقات کے اندر سے اگرچہ مکہ مکرمہ سے یا حج کا احرام اگرچہ عرفات سے باندھا اور ان دونوں کے مابین حلال ہوکر اپنے وطن کو لوٹ کر الماما صحیح نہ کیا تو وہ متمتع ہوگا اور اس پر میقات سے احرام کرنے کا دَم لازم ہوگا جیسا کہ "لباب المناسك" اور اس کی ''شرح'' میں ہے۔

١٠۔ منسك الحج على مذهب الإمام الأعظم أبى حنيفة رضى الله عنه، مسائل شتى، ص٢٢

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

(و لا يشترط لصحة التمتع إحرام العمرة من الميقات) أى كما يوهمه بعض الرّوايات (و لا إحرام الحج من الحرم) أى لكون الإحرام من الميقات من جملة الواجبات، (فلو أحرم داخل الميقات و لو من مكة أو للحج من الحلّ) أى و لو من عرفة (و لم يلم بينهما إلماماً صحيحاً) أى رجوعه إلى وطنه حلالاً (يكون متمتعاً) أى على وجه المسنون (١١)

یعنی، صحتِ تمتع کے لئے میقات سے احرام باندھنا شرط نہیں ہے جیسا کہ بعض روایات سے اس کا وہم پیدا ہوا اور نہ حج کا احرام حرم سے باندھنا (صحتِ تمتع کے لئے شرط ہے) یعنی اس لئے کہ احرام کا میقات سے ہونا من جملہ واجبات سے ہے، پس اگر (متمتع نے) عمرہ کا احرام میقات کے اندر سے اگرچہ مکہ مکرمہ سے یا حج کا احرام حل سے باندھا، اگرچہ عرفات سے اور ان دونوں (یعنی عمرہ اور حج) کے درمیان الماما صحیح نہ کیا یعنی احرام سے فارغ ہو کر اپنے وطن کو نہ لوٹا تو وہ متمتع ہوگا یعنی علی وجہ المسنون (متمتع ہوگا)۔

اور اس پر میقات سے احرام نہ باندھنے کی وجہ سے دَم لازم آئے گا کیونکہ ترکِ واجب کا مرتکب ہوا اس لئے کہ میقات سے احرام باندھنا واجب ہے جیسا کہ پہلے ذِکر ہوا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

(و عليه دم لترك الميقات) أى من الحرم أو الحلّ فى الصورتين (١٢)

یعنی، اور اس پر میقات پر احرام کو ترک کرنے کی وجہ سے دونوں صورتوں میں دَم

١١۔ المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب التمتع، فصل: و لا يشترط لصحة التمتع إلخ، ص٤٠٤

١٢۔ لُباب المناسك و شرحه للقارى، باب التمتع، فصل: و لا يشترط لصحة التمتّع الخ، ص٤٠٤

لازم ہے، یعنی (عمرہ میں) حرم سے یا حلّ سے (احرام باندھنے کی وجہ سے)۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۳ ذوالحجة ١٤٣٥ھ، ٢٧ سبتمبر ٢٠١٤ م 936-F

آفاقی کا بلا احرام براستہ جدہ مکہ آنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مدینہ منورہ سے جدہ آئے پھر مکہ مکرمہ بلا احرام آجائے وہاں سے مسجد عائشہ جا کر عمرہ یا حج کا احرام باندھ لے تو اُس پر کیا کچھ لازم آئے گا؟

(السائل: سید عبداللہ، مدینہ منورہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص مدینہ منورہ سے جدہ اگر کسی کام کی غرض سے آئے اور وہاں سے مکہ مکرمہ کسی کام سے آجائے تو اُسے جائز ہوگا بشرطیکہ جدہ سے مکہ آتے وقت حج یا عمرہ کی نیت نہ ہو، چنانچہ امام ابوعبداللہ محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں:

و من كان من وراء الوقت إلى مكة فله أن يدخلها لحاجته بغير إحرام (١٣)

یعنی، جو مکہ کی طرف میقات کے اندر ہو اس کے لئے بغیر احرام کے اپنے کام سے مکہ میں داخل ہونا جائز ہے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن حسن شیبانی مزید لکھتے ہیں:

كوفي أراد بستان بني عامر لحاجة، ثم بدأ له بعد ما قدم البستان أن يحج فأحرم من البستان فلا شيء عليه، و إن أراد أن يدخل مكه بغير إحرام لحاجة فله ذلك (١٤)

١٣۔ كتاب الأصل المعروف بالمبسوط، كتاب المناسك، باب المواقيت، ٤٣١/٢

١٤۔ كتاب الأصل المعروف بالمبسوط، كتاب المناسك، باب المواقيت، ٤٣٢/٢

یعنی، کوفہ کے رہنے والے نے کسی کام سے بُستان بنی عامر کا ارادہ کیا، پھر باغ میں آنے کے بعد اُس کے لئے ظاہر ہوا کہ وہ حج کرے پس اُس نے باغ سے احرام باندھ لیا تو اُس پر کچھ نہیں ہے اور اگر وہ کسی کام سے بغیر احرام کے مکہ مکرمہ داخل ہونے کا ارادہ کرے تو اُس کے لئے یہ جائز ہے۔

جب وہ اس طرح مکہ مکرمہ پہنچ گیا تو وہ اہلِ مکہ کے حکم میں ہوگیا، اہل مکہ عمرہ کا احرام حُدودِ حرم کے باہر سے اور حج کا احرام مکہ مکرمہ سے باندھتے ہیں، لہٰذا وہ حج کا کرنا چاہے تو اِسی طرح کرے گا جیسے اہلِ مکہ کرتے ہیں، چنانچہ امام محمد بن الحسین قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

و مَن كان بمكة فميقاته فى الحج الحرم و فى العمرة الحلّ (١٥)

یعنی، اور جو شخص مکہ مکرمہ میں ہے پس حج میں اُس کی میقات حرم اور عمرہ میں حِل ہے۔

اور اس کے تحت علامہ ابوبکر بن علی حدادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

لأن أداء الحج فى عرفة و عرفة فى الحلّ فيكون الإحرام من الحرم ليتحقّق نوع سفرٍ و هو من الحرم إلى الحل و أداء العمرة فى الحرم و هو الطواف و السعى فيكون الإحرام لها من الحلّ ليتحقّق نوع سفرٍ و هو الإحرام من الحلّ إلى الحرم (١٦)

یعنی، کیونکہ حج کی ادائیگی عرفات میں ہے اور عرفات حِل میں ہے پس (حج کا احرام) حرم سے ہوگا تاکہ حرم سے حِل کی جانب سفر متحقّق ہو جائے اور عمرہ کی ادائیگی حرم میں ہے اور وہ طواف اور سعی ہے، پس اس کا احرام حِل سے ہوگا تاکہ سفر کی ایک نوع متحقّق ہو جائے اور وہ حِل سے احرام باندھ کر حرم کی طرف آنا ہے۔

١٥۔ مختصر القدوری، كتاب الحج، ص٦٦

١٦۔ الجوهرة النيرة على مختصر القدوری، كتاب الحج، مطلب فى مواقيت الإحرام، تحت قوله: و من كان بمكة فميقاته الخ، ٣٦٤/١

اوراگر جدہ سے مکہ مکرمہ آتے وقت حج یا عمرہ کی نیت کی تھی اور وہ بلا احرام مکہ مکرمہ آ گیا تو اُس پر لازم ہے کہ وہ حِل والوں کی میقات کو لوٹے اور وہاں سے حج یا عمرہ کا احرام باندھے، اگر مکہ مکرمہ سے ہی حج کا عمرہ کا احرام باندھ لیتے ہیں تو بھی اُن پر لازم ہے کہ وہ حِل کو جائیں اور وہاں جا کر تلبیہ کہیں، اگر وہ نہ وہاں سے جا کر احرام باندھے اور احرام باندھ چکا ہے تو حِل جا کر تلبیہ نہ کہے تو اُس پر بلا احرام حرم میں داخل ہونے کا دَم لازم آئے گا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور علامہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

(فعليهم العَود إلى وقت) أى ميقات شرعيٍّ لهم لإرتفاء الحُرمة، و سقوط الكفارة، (وإن لم يعودوا فعليهم الدم) و الإثم لازم لهم (۱۷)

یعنی، تو اُن پر میقات کی طرف لوٹنا لازم ہے یعنی، ارتفاعِ حُرمت اور سقوطِ کفّارہ کے لئے انہیں اُن کی شرعی میقات کو لوٹنا لازم ہے پس اگر نہ لوٹے تو اُن پر دَم لازم ہے اور گُناہ انہیں لازم ہے۔

اوراگر مدینہ منورہ سے آتے ہوئے میقات سے گزرتے وقت ہی حج یا عمرہ کا ارادہ تھا محض اپنی سہولت کے لئے جدہ کا راستہ اختیار کیا تھا جدہ میں کوئی کام نہیں تھا اِسی طرح وہ مکہ مکرمہ بلا احرام پہنچ گیا اور مکہ مکرمہ آ کر حج یا عمرہ کا احرام باندھتا ہے تو اُس نے مکہ مکرمہ کے ارادے سے میقات سے بلا احرام گزر کر گُناہ کا کام کیا جس کے لئے اُسے توبہ کرنی ہوگی اور دوبارہ میقات پر جانا ہوگا کہ وہاں جا کر احرام باندھے اور اگر احرام باندھ چکا ہے تو وہاں جا کر تلبیہ کہے، اگر وہ نہیں جاتا تو اُس پر بلا احرام میقات سے گزرنے کا دَم لازم آئے گا جو سرزمینِ حرم پر ذبح کرنا ہوگا، علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

و من جاوز الميقات و هو يريد الحجّ و العمرة غير محرم فلا يخلو إما أن يكون أحرم داخل الميقات أو عاد إلى الميقات ثم أحرم، فإن أحرم داخل الميقات ينظر إن خاف فوت الحجّ متى عاد فإنه لا يعود و يمضى فى إحرامه و لزمه دم، و إن كان لا يخاف فوات

۱۷۔ المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب فرائض الحج، ص۱۱۹

الحج فإنه يعود إلى الوقت و إذا عاد إلى الوقت فلا يخلوا ما أن يكون حلالاً أو محرماً فإن عاد حلالاً ثم أحرم سقط عنه الدّم و إن عاد إلى الوقت محرماً قال أبو حنيفة رحمه الله تعالى: إن لبّى سقط عنه الدم و إن لم يلب لا يسقط و عندهما يسقط من الوجهين (۱۸)

یعنی، جو میقات سے بلا احرام گزرا حالانکہ وہ حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتا تھا پھر اُس نے یا تو میقات کے اندر سے احرام باندھا ہوگا یا میقات کو لوٹا ہوگا پھر احرام باندھا ہوگا، پس اگر میقات کے اندر سے احرام باندھا ہے تو دیکھے کہ میقات کو لوٹتا ہے تو اُسے حج کے فوت ہونے کا خوف ہے تو وہ نہ لوٹے اور اسی احرام میں جائے اور اُسے دَم لازم ہوگا، اگر حج کے فوت ہونے کا خوف نہیں ہے وہ احرام میں میقات کو لوٹے، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر (وہاں) تلبیہ کہہ لے تو دَم ساقط ہوگیا اور اگر تلبیہ نہ کہی تو ساقط نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک دونوں وُجوہ میں دَم ساقط ہوجائے گا۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الأحد، ٤ ذوالحجة ١٤٣٥هـ، ٢٨ سبتمبر ٢٠١٤ م 938-F

۱۸۔ الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب العاشر فى محاوزة العاشر فى محاوزة الميقات بغير إحرام، ۲۵۳/۱

احرام

احرام سے قبل لگائی گئی خوشبو کا بعد میں دوسرے عضو کی طرف منتقل ہونا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ مُحرم کو احرام باندھنے کے بعد کسی عضو پر خوشبو لگ گئی اور خوشبو کی مقدار اتنی تھی کہ جب پسینہ آیا تو خوشبو ایک عضو سے بہہ کر دوسرے عضو تک پہنچ گئی تو اب اُس پر کتنے جرمانے لازم آئے ایک یا دو؟

(السائل: مولانا حافظ محمد رضوان بن غلام حسین)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں خوشبو محرم کے فعل کے بغیر خود بخود دوسرے عضو کی طرف منتقل ہوئی ہے اس لئے اُسے دوسرا جرمانہ لازم نہیں آئے گا، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لو انتقل الطِّيبُ من مكان إلى مكان من بدنه لا جزاءَ عليه اتفاقاً كذا في "الكبير" ..... غايته أنه بغير تعمّدٍ منه (۱۹)

یعنی، بدن پر اگر خوشبو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوگئی تو اُس پر بالاتفاق کوئی جزاء نہیں ہے، اسی طرح ''کبیر'' میں ہے..... اس کی غایت یہ ہے کہ یہ (حکم) بغیر تعمّد (یعنی قصد) کے ہے۔

شارح کے قول "لا جزاء عليه" اس پر کوئی جزاء نہیں سے مراد کہ اس پر کوئی نئی جزاء نہیں ہے، باقی رہی پہلی جزاء وہ اپنی جگہ قائم رہے گی جیسا کہ مذکورہ بالا عبارت سے یہی ظاہر ہے، جیسا کہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اگر رسید طیب محرم را بر عضوی پس منتقل گشت از ان جا بسوی عضوی دیگر بسبب

۱۹۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات، فصل: فی تطيب الثوب، ص۴۵۵، ۴۵۶

عرق یا غیر آن بغیر صنع محرم متعدّ دنگردد بروی کفارۃ (۲۰)

یعنی، اگر خوشبو محرم کے کسی عضو پر لگی پھر وہاں سے محرم کے فعل کے بغیر دوسرے عضو کی طرف بسبب پسینہ وغیرہ کے منتقل ہوگئی تو اُس پر کفارے متعدّد نہ ہوں گے۔

ہاں اگر اُس نے خوشبو کو ایک عضو سے دوسرے عضو کی طرف اپنے فعل سے منتقل کیا تو دوسرا جرمانہ بھی لازم آجائے گا، چنانچہ علامہ عبداللہ بن حسن عفیف کازَرُونی مکی حنفی (كان حيًّا سنة ۱۱۰۲ھ) لکھتے ہیں:

أما لو نقله هو من مكان إلى آخر يجب عليه الجزاء، لأنه بالنسبة إلى العضو الآخر المنقول إليه الطيب يكون تطيباً مستأنفاً وبه يجب الجزاء (۲۱)

یعنی، اگر اُس نے (خوشبو کو خود) ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا تو اس پر جزا واجب ہوگی، کیونکہ یہ دوسرے عضو کہ جس کی طرف خوشبو نقل کی گئی از سر نو خوشبو لگانا ہے اور اس سے جزاء واجب ہوتی ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اگر خود نقل کرد طیب را از عضوے بعضوی متعدّ دگردد لزوم کفارات بروی (۲۲)

یعنی، اگر خوشبو کو ایک عضو سے دوسرے عضو کی طرف خود منتقل کیا تو اس پر لزوم کفارہ متعدّد ہوگا۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ٤ ذو الحجة ١٤٣٤هـ، ٩ اكتوبر ٢٠١٣ م 874-F

۲۰۔ حيات القلوب فی زيارة المحبوب، باب اول در بيان احرام، فصل ششم در بيان محرمات احرام، ص۸۹

۲۱۔ أقرب المسالك فی بغية الناسك، باب الجنايات، فصل فی بيان حكم استعمال المحرم الطيب، ق۲۵۹/ا

۲۲۔ حيات القلوب فی زيارة المحبوب، باب اول در بيان احرام، فصل ششم در بيان محرمات احرام، ص۸۹

کیا مُحرم عطر کی شیشی اُٹھا سکتا ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ محرم کو خوشبو لگانا ممنوع ہے اسی طرح کپڑے میں خوشبو باندھنا بھی ممنوع ہے، تو کیا مُحرم عطر کی بند شیشی اُٹھا سکتا ہے یا نہیں؟

(السائل: عبداللہ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں عطر کی بند شیشی اُٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ اس کے اوپر خوشبو نہ لگی ہو، چنانچہ علامہ ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و إن ربط العُود فلا شئ عليه و إن وُجد رائحته، كذا فی "البحر الزاخر" وغيره لكن فيه: أن العُود ليس له رائحة إلا بالنّار، و لو فرض وجودُ عودٍ له رائحة بالحك مثلاً فلا شك أن حكمه كا لعنبر وغيره لأنّ العلة هی الرائحة (۲۳)

یعنی، اگر عُود (کی لکڑی) باندھی تو اُس پر کچھ نہیں ہے اگرچہ اس کی خوشبو پائی گئی اسی طرح "البحر الزاخر" وغیرہ میں ہے، لیکن اس میں ہے کہ عود کی خوشبو نہیں ہوتی مگر جلانے سے، اگر فرض کرلیا جائے کہ مثلاً کُھرچنے سے عُود سے خوشبو آتی ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ عنبر کی مثل ہے کیونکہ علّت خوشبو ہی ہے۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

لو ربط العُودَ لم يجب لوجود الإلصاق فی الأول دون الثانی (۲٤)

۲۳۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات، فصل فی ربط الطيب، تحت قوله فی طرف ازاره أو ردائه لزمه دم و لو قليلاً فصدقة، ص٤٥٦

۲٤۔ المسلك المتوسط، باب الجنايات، النوع الثانی فی الطيب، تحت قوله: لعدم الإلصاق، ص٤٤١

یعنی، اگر عُود کو باندھا تو پہلی صورت میں اِلصاق کے پائے جانے کی وجہ سے جزاء واجب نہیں سوائے دوسری صورت کے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں کہ

اگر بہ بست در طرف جامۂ خود عُود یا صندل را یا چیزے دیگر را از آنچہ فائح نمی شود بوئے خوش از وے مگر بعلاج چنانکہ اندر ختن بر آتش یا مانند آن پس باکے نباشد (۲۵)

یعنی، اگر اپنے کپڑے کے کنارے میں عُود یا صندل یا دوسری ایسی چیز باندھی کہ جس کی خوشبو نہیں پھوٹتی مگر کسی اور فعل سے جیسا کہ آگ پر ڈالنے یا اس کی مانند کسی کام سے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ عطر کی بند بوتل سے بھی خوشبو اس وقت اُٹھتی ہے جب اُس کا ڈھکن کھولا جائے بشرطیکہ عطر بوتل کے باہر نہ لگا ہوا ہو، اس لئے ایسی بند بوتل ہاتھ میں لینے اور ساتھ اُٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہوگا مگر ساتھ رکھنے میں لیک ہونے یا شیشی ٹوٹنے کا خوف رہے گا جس سے احتراز کرنا چاہئے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

يوم الخميس، ٥ ذو الحجة ١٤٣٤هـ، ١٠ اكتوبر ٢٠١٣ م 875-F

خوشبو کا احرام کے بعد پسینے سے دوسری جگہ منتقل ہونا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے احرام باندھنے سے قبل جسم پر خوشبو لگائی، احرام باندھنے کے بعد پسینہ وغیرہ آنے کی وجہ سے بہہ کر دوسرے عضو تک پہنچ گئی، اب اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟ اور اگر احرام کے کپڑوں کو لگ جائے تو کیا حکم ہوگا؟

(السائل: محمد ریحان)

۲۵۔ حيات القلوب فی زيارت المحبوب، باب اول در بيان احرام، فصل ششم در بيان محرمات احرام، ص۸۸

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اس پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا کیونکہ جو خوشبو احرام سے قبل لگائی گئی ہو وہ احرام کے بعد بھی باقی رہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و لو أجمر ثيابه قبل الإحرام و لبسها، ثم أحرم، لا شئ عليه لأنه لا بأس ببقاء الطيب الذى طيّب به قبل الإحرام (٢٦)

یعنی، اگر احرام سے قبل اپنے کپڑوں کو دھونی دی اور انہیں پہن لیا پھر احرام باندھا تو اُس پر کچھ نہیں ہے کیونکہ اس خوشبو کے باقی رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے جو احرام سے قبل لگائی گئی ہو۔

اور علامہ طاہر سنبل حنفی لکھتے ہیں:

لا يشبه هذا: الذى تطيب قبل أن يحرم ثم أحرم و ترك الطيب ذكره ملّا علىّ وغيره، أى فإنه لا جزاء عليه لو انتقل بعدالإحرام من مكان إلى مكان آخر من بدنه كذا فى "الفتح" و يظهر أنه اتفاقى حتى لو انتقل إلى ثوبه فكذلك لأنه يستحب له الطيب حين الإحرام (٢٧)

یعنی، یہ اُس کے مشابہ نہیں ہے کہ جس نے احرام باندھنے سے قبل خوشبو لگائی پھر احرام باندھا اور خوشبو کو لگا ہوا چھوڑ دیا اسے مُلا علی قاری (۲۸) وغیرہ نے ذِکر کیا، یعنی اُس پر کوئی جزاء نہیں ہے اگر احرام باندھنے کے بعد خوشبو اُس کے جسم پر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوگئی اسی طرح ''فتح القدیر'' میں ہے اور ظاہر ہوا کہ یہ اتفاقی ہے یہاں تک کہ خوشبو اگر اُس کے کپڑوں کی طرف منتقل ہوگئی تو اسی طرح حکم ہے (یعنی، اُس پر کوئی جزاء نہیں) کیونکہ احرام

٢٦۔ لُباب المناسك و عُبَاب المسالك، باب الجنايات، فصل: فى تطييب الثوب، ص ٢٠١

٢٧۔ ضياء الأبصار على منسك الدرّ المختار، باب الجنايات، ق ٣٩/أ

٢٨۔ المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب الجنايات، فصل: فى تطييب الثوب، تحت قوله: لأنه لا بأس ببقاء الطيب إلخ، ص ٤٥٥

کے وقت خوشبو لگانا اُس کے لئے مستحب ہے۔

کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

عن عائشة رضى الله عنها: طَيَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ، وَ يَوْمَ النَّحْرِ، قَبْلَ أَنْ يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ، بِطِيْبٍ فِيْهِ مِسْكٌ (٢٩)

یعنی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں احرام باندھنے سے قبل میں آنحضرت ﷺ کو خوشبو مَل دیا کرتی تھی جس میں مشک کی آمیزش ہوتی ہے۔

اسی طرح یہ بھی مروی ہے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: طَيَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ لِإِحْرَامِهِ قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ وَ لِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ۔ الحديث (٣٠)

یعنی، اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے احرام باندھنے سے قبل آپ کو خوشبو لگائی اور بیت اللہ شریف کا طواف کرنے سے قبل آپ کے حلال ہونے کے لئے (آپ کو خوشبو لگائی)۔

اور یہ بھی مروی ہے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ إِحْرَامِهِ بِأَطْيَبَ مَا أَجِدُ (٣١)

یعنی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کو آپ کے احرام کے وقت اچھی خوشبو لگایا کرتی جو میں پاتی۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الخميس، ٦ ذو الحجة ١٤٣٤هـ، ١١ اكتوبر ٢٠١٣ م 876-F

٢٩۔ سُنَن النّسائى، كتاب المناسك، باب إباحة الطيب عند الإحرام، برقم: ٢٦٨٨، ١٤٢/٥

٣٠۔ سُنَن النسائى، كتاب المناسك، باب إباحة الطيب، عند الإحرام، برقم: ٢٦٨١، ١٤٠/٥

٣١۔ سنن النسائى، كتاب المناسك، باب إباحة الطيب عند الإحرام، برقم: ٢٦٨٦، ١٤٢/٥

عطر کی شیشی ٹوٹنے سے احرام کو خوشبو لگنے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک مُحرم کو عطر کی شیشی ٹوٹنے کی وجہ سے احرام کی چادر پر تقریباً تین جگہ عطر لگ گیا اب اس صورت میں اُس پر کیا لازم ہوگا؟ جب کہ وہ خوشبو بہت تیز نہ تھی اور نہ ہی بہت زیادہ جگہ کو لگی اور چادر تھوڑی دیر میں اُتار دی تھی۔

(السائل: حافظ محمد رضوان بن غلام حسین)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اگر عطر لگی ہوئی چادر کو ایک دن یا ایک رات تک پہنے رکھا تو صدقہ لازم آئے گا اور اس سے کم میں مٹھی بھر اناج دے کیونکہ خوشبو زیادہ ہو تو لزوم دَم کے لئے خوشبو لگے کپڑے کو ایک دن یا ایک رات تک پہنے رکھنا ضروری ہے، چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و أما الثوب المطيّب أكثره فيُشترط للزوم الدَّم دوام لبسه يوماً (۳۲)

یعنی، جس کپڑے پر کثیر خوشبو لگی ہو تو لزوم دم کے لئے ایک دن تک مسلسل پہنے رکھنا شرط ہے۔

اور خوشبو لگا کپڑا اگر ایک بالشت ہے تو قلیل ہے کہ جس میں ایک دن یا ایک رات تک پہنے رکھنے کی صورت میں صدقہ لازم آتا ہے اس سے کم میں مٹھی بھر اناج، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

إذا كان الطيب شبراً في شبرٍ فهو داخل في القليل فإن مكث يوماً فعليه صدقة أو أقلّ منه فقَبضةُ (۳۳)

یعنی، جب خوشبو ایک بالشت ہے تو وہ قلیل میں داخل ہے، پس اگر ایک دن

۳۲۔ الدر المختار شرح تنوير الأبصار، كتاب الحج، باب الجنايات، تحت قوله: إن طيّب عضواً، ص۱٦٦

۳۳۔ لُبّاب المناسك و عُبّاب المسالك، باب الجنايات، فصل: في تطييب الثوب، ص ۲۰۰

ٹھہرا تو اس پر صدقہ ہے یا اُس سے کم تو مٹھی بھر اناج ہے۔

اور علامہ یاسین بن عبداللہ میرغنی (كان حيّاً في سنة ۱۲۲۰هـ) لکھتے ہیں:

و يشترط في الثوب دوامه يوماً في الدّم و دونه في الصدقة، و شبر في الثوب قليلاً (۳٤)

یعنی، کپڑے میں دم کے لئے اس (خوشبو) کا ایک دن (رات) کا دوام شرط ہے اور اس سے کم میں صدقہ ہے اور ایک بالشت کپڑے میں قلیل ہے۔

اور علامہ عبداللہ بن عفیف کازَرُونی حنفی (كان حيّاً ۱۱۰۲هـ) لکھتے ہیں:

(و إذا كان الطيب في ثوبه) أي المحرم (شبراً في شبرٍ) أي مقدارهما طولاً و عرضاً (فهو داخل في حدّ القليل، فإن مكث) أي دام عليه (يوماً أو ليلة) كاملة (فعليه صدقة و إلا) أي أن لا يدوم عليه يوماً أو ليلة بل دون ذلك (فقبضة) أي فيجب عليه قبضة من طعام كذا في "المجرد" و "الفتح" (۳۵)

یعنی، جب مُحرم کے کپڑے میں خوشبو ایک بالشت کی مقدار ہے یعنی لمبائی چوڑائی میں مقدار (ایک بالشت ہے) تو وہ قلیل کی حد میں داخل ہے، پس اگر مکمل ایک دن یا ایک رات (انہی خوشبو لگے کپڑوں میں) ٹھہرا تو اُس پر صدقہ ہے، ورنہ اگر ایک دن یا ایک رات نہ پہنے رکھا بلکہ اس سے کم تو ایک مٹھی ہے یعنی تو اُس پر اناج کی ایک مٹھی واجب ہے اِسی طرح "المجرد" اور "فتح القدير" میں ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قلتُ: لكن نقلوا عن "المجرد" إن كان في الثوبِ شبرٌ في شبرٍ فمكث عليه يوماً يُطعم نصفَ صاعٍ، و إن كان أقلّ من يوم

۳٤۔ المُنتقى في حلّ المُلتقى، باب الجنايات، ق ٤۲/ب

۳۵۔ أقرب المسالك في بغية الناسك، باب الجنايات، ق۲۵۸/.....

فقبضة، قال فی الفتح: یفید التنصیص علی أن الشبر فی الشبر داخل فی القلیل اھ أی حیث أوجب به صدقةً لا دماً، و مع هذا یفید اعتبار الکثرة فی الثوب لا فی الطیب إلا أنه لا یفید أن المعتبر أکثر الثوب، بل ظاهره أن ما زاد علی الشبر کثیر موجب للدم لکثرة الطیب عرفاً، فرجع إلی کثرة الطیب لا فی الثوب، و علی هذا فیمکن إجراء التوفیق المارّ هنا أیضاً بأن الطیب إذا کان فی نفسه کثیراً لزم الدم و إن أصاب من الثوب أقلّ من شبر، و إن کان قلیلاً لا یلزم حتی یصیب أکثر من شبر فی شبرٍ، وربما یشیر إلیه قولهم: لو ربط مسکاً أو کافوراً أو عنبراً کثیراً فی طرف إزاره أو ردائه لزم دم أی إن دام یوماً و لو قلیلاً فصدقة فتأمّل (٣٦)

یعنی، (علامہ شامی فرماتے ہیں کہ) میں کہتا ہوں لیکن فقہاء کرام نے "المجرد" سے نقل کیا ہے کہ خوشبو اگر کپڑے میں ایک بالشت کی مقدار لگی ہے، پس وہ اُس پر ایک (کامل) دن ٹھہرا تو نصف صاع اناج دے اور اگر کم ہے تو ایک مٹھی، "فتح القدیر" میں ہے نص نے اس چیز کا فائدہ دیا کہ شبر فی شبر (ایک بالشت) قلیل میں داخل ہے اھ، یعنی جب اُس پر اس سے صدقہ واجب ہوا ہے نہ کہ دم، باوجود اس کے (یہ عبارت) کپڑے میں کثرت کے اعتبار کا فائدہ دیتی ہے نہ کہ خوشبو میں کثرت کا مگر یہ اس کا فائدہ نہیں دیتی کہ معتبر کپڑے کا اکثر ہے بلکہ اس کا ظاہر یہ ہے کہ جو ایک بالشت سے زیادہ ہو کثیر ہے دَم کا موجب ہے عُرف میں خوشبو کی کثرت کی وجہ سے، تو یہ عبارت کثرت خوشبو کی طرف لوٹی نہ کہ کپڑے میں (خوشبو کی طرف) اور اس پر یہاں گزشتہ توفیق بھی ممکن ہے وہ یہ کہ خوشبو جب فی نفسہٖ

٣٦۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار شرح تنویر الأبصار، کتاب الحج، تحت قول التنویر: إن طیب عضواً و تحت قول الدّر: المطیب أکثره، ٦٥٤/٣

کثیر ہے تو دَم لازم آئے گا اگرچہ کپڑے کے ایک بالشت سے کم کو لگی، اور اگر تھوڑی ہے تو لازم نہیں یہاں تک کہ ایک بالشت سے زیادہ کو لگے، اس کی طرف فقہاء کرام کا یہ قول اشارہ کرتا ہے، اگر کثیر مشک یا کافور یا عنبر اپنی تہبند یا چادر کے کنارے میں باندھا تو دَم لازم ہے یعنی جب ایک دن باندھے رکھا اور اگر تھوڑا ہے تو صدقہ ہے، پس تو غور کر۔

اس سے یہ معلوم ہوا کپڑے میں ایک بالشت کو قلیل اس وقت قرار دیا جائے گا جب خوشبو قلیل ہو اگر خوشبو کثیر ہے اور ایک بالشت کو ہی لگی ہے تو ایک دن یا رات تک پہنے رکھنے کی صورت میں دَم لازم آئے گا اور اگر خوشبو قلیل ہے تو پھر ایک بالشت ہو تو قلیل کہلائے گی جس میں ایک دن یا رات گزارنے پر صدقہ اور اس سے کم میں مٹھی بھر اناج لازم آئے گا۔

اور اس میں کپڑے اور جسم میں خوشبو کا حکم ایک دوسرے سے الگ ہونا بھی ظاہر ہوا چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

قوله: "دوام لبسه یوماً" أشار بتقدیر الطیب فی الثوب بالزمان إلی الفرق بینه و بین العضو، فإنه لا یعتبر فیه الزمان، حتی لو غسله من ساعته فالدم واجب کما فی "الفتح" بخلاف الثوب (٣٧)

یعنی، صاحبِ دُرمختار کا قول کہ لزومِ دَم کے لئے اُسے ایک دن تک پہنے رکھنا شرط ہے، کپڑے میں وقت کے ساتھ اندازہ کپڑے اور عضو میں خوشبو کے حکم کے مابین فرق کی طرف اشارہ ہے کہ عضو میں وقت معتبر نہیں ہے یہاں تک کہ عضو کو (خوشبو کثیر ہونے کی صورت میں) اس وقت دھولیا تو دَم واجب ہوگا برخلاف کپڑے کے۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ٧ ذو الحجة ١٤٣٤ھ، ١٢ اکتوبر ٢٠١٣ م 877-F

٣٧۔ ردّ المحتار علی الدرّ المختار، باب الجنایات، تحت قول التنویر: و إن طیب عضواً، ٦٥٤/٣

جدہ سے کام اور حج کے ارادے سے بلا احرام مکہ آنے والے شخص کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص کراچی سے آیا، ریاض رات ٹھہرا پھر ریاض سے چلا، ایک اور رات جدہ میں ٹھہرا، وہاں سے بلا احرام کوئی امانت پہنچانے مکہ آ گیا اور ساتھ حج کا بھی ارادہ تھا، اب اس صورت میں کیا اُسے جائز ہے کہ حج کرے اور اس کا حج کون سا ہوگا اور اُسے کیا کرنا ہوگا جب کہ آج آٹھ کی شام ہے؟

(السائل: محمد زاہد، مدینہ منورہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُسے چاہئے تھا کہ حج کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آتا مگر جب وہ آ ہی گیا تو اُس پر لازم ہے کہ وہ اپنی میقات یعنی حُدودِ حرم سے باہر جاتا اور احرام باندھتا، اگر وہ ایسا کرتا تو اس پر حج کے ارادے سے بلا احرام حرم آنے کا دم ساقط ہو جاتا اور وہ اب بھی ایسا کر لے کہ حُدودِ حرم میں سے کسی جگہ سے بھی حرم کی حد سے باہر چلا جائے اور حج کا احرام اگر نہیں باندھا ہے تو وہاں سے باندھ کر آ جائے اور اگر باندھ چکا ہے وہاں جا کر تلبیہ کہنے سے اس پر لازم دم ساقط ہو جائے گا اور اگر آٹھ ذوالحجہ کی شام ہو رہی ہے تو اُسے ۹ تاریخ کی ظہر تک کا وقت ہے کہ وہ حدودِ حرم سے باہر ہو جائے اور تلبیہ کہے اور آ جائے۔ اگر ایسا بھی نہیں کرتا اور منیٰ آتا ہے اور وہاں سے عرفات چلا جاتا ہے تو بھی دم ساقط ہو جائے گا کیونکہ عرفات جانے کے لئے وہ حرم کی حد سے باہر نکلا ہے جو سقوطِ دم کے لئے اُسے کافی ہوگا، چنانچہ علامہ جمال الدین ابوعلی محمد بن محمد قاضی زادہ انصاری حنفی لکھتے ہیں:

من أراد أن يدخل مكة بغير إحرام، فالحيلة فی حقه أن يقصد بستان بنی عامر أو جدّة أو غير ذلك مما كان فی نفس الحل من البلدان فإذا دخله ووصل إليه على هذا الوجه صار حكمه حكم

أهله و يجوز لهم دخول مكة بغير إحرام إن لم يريدوا نُسكاً و الأصل فی ذلك: إن كلّ من قصد مجاوزة وقتَين لا يجوز له أن يتعدّى الميقات إلا محرماً، و من قصد مجاوزة ميقاتٍ واحدٍ جاز له مجاوزة الميقات غير محرم و المراد بالميقاتَين ميقات أهل الآفاق و ميقات أهل الحلّ كما أفاد ذلك عبارة "المجمع" و "الطرابلسی" و ذلك لأنّ النّبیّ ﷺ و الصحابة أتوا بدراً مرّتين و كانوا مسافرِين للجهاد و غيره فيمرّون بذی الحليفة و لا يحرمون و لا يرون بذلك بأساً و لا فرق بين أن ينوی الإقامة فی البستان خمسة عشر يوماً أو لم ينو، و فی 'شرح نظم الكنز": و ينبغی لمن يريد دخول مكة بغير إحرام أن ينوی حين خروجه من داره الإقامة بها لحاجةٍ بمكانٍ داخل المواقيت ليسقط عنه الإحرام على الوجه الأحوط، انتهی

و البستان موضع بقرب عرفات منه إلى مكة أربعة و عشرون ميلاً و من ذات عرق البستان اثنان و عشرون ميلاً كذا فی "المنتقی" وغيره (۳۸)

یعنی، جو شخص بغیر احرام داخل ہونے کا ارادہ کرے اُس کے حق میں حیلہ یہ ہے کہ وہ باغ بنی عامر یا جدہ یا نفسِ حِل کے شہروں میں سے کسی جگہ کا ارادہ کرے، پس جب وہاں داخل ہوا اور اس طریقے سے پہنچ گیا تو اُس کا حکم وہاں کے رہنے والوں کا سا ہوگا اور اُن کے لئے بغیر احرام مکہ داخل ہونا جائز ہے جب کہ حج یا عمرہ کسی نُسُک کا ارادہ نہ رکھتے ہوں۔

اور اس میں قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو دو میقاتوں سے گزرنے کا ارادہ رکھتا

۳۸۔ الضوء المنير على المنسك الصغير، باب المواقيت، فصل: فی محاوزه الميقات بغير إحرام، ق ۷۱/ب

ہوتو اُس کے لئے جائز نہیں کہ بغیر احرام میقات سے گزرے اور جو شخص ایک میقات سے گزرنے کا ارادہ رکھتا ہوتو اُس کے لئے دوسری میقات (یعنی حُدودِ حرم) سے بلا احرام گزرنا جائز ہے، اور دو میقاتوں سے مراد اہلِ آفاق کی میقات اور اہلِ حل کی میقات اور "المجمع" اور "طرابلسی" کی عبارت نے اس کا افادہ کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان دو بار بدر شریف آئے اور وہ جہاد وغیرہ کے لئے مسافر تھے، پس وہ ذوالحلیفہ سے گزرتے اور احرام نہیں باندھتے اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں سمجھتے تھے۔ اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ باغ (مذکور) میں پندرہ دن اقامت کی نیت کریں یا نہ کریں اور "شرح نظم الکنز" میں ہے کہ جو شخص مکہ بغیر احرام داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو اُسے چاہئے کہ اپنے گھر سے نکلتے ہی وہاں ایسی جگہ جو میقات کے اندر ہو کسی کام کی غرض سے اقامت کی نیت کرلے تاکہ اُس سے احرام عَلَی الوَجہِ الاَحُوَط ساقط ہوجائے۔ انتہی

اور باغ (بنی عامر) عرفات کے قریب مکہ مکرمہ سے چوبیس میل اور ذاتِ عرق سے باغ بائیس (۲۲) میل ایک جگہ ہے اسی طرح "المنتقی" وغیرہ میں ہے۔

مندرجہ بالا عبارت میں ہے، احتیاط اس میں ہے کہ جب گھر سے نکلے تو حِل میں کسی مقام پر کام کرنے کا ارادہ کرے مگر بعض فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ جب میقات سے گزر رہا ہو اُس وقت وہ حِل میں کسی جگہ کام کا ارادہ کرے چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و المعتبر القصد عند المجاوزة لا عند الخروج من بيته كما سيأتي في الجنايات (٣٩)

یعنی، گزرے وقت کے قصد کا اعتبار ہے نہ کہ گھر سے نکلتے وقت جیسا کہ

۳۹۔ ردّ المحتار علی الدر المختار، کتاب الحج، مطلب: فی المواقیت، تحت قول التنویر: و لو لحاجة و قول الدر: أما لو قصد موضعاً من الحل، ۵۵۲/۳

جنایات میں عنقریب آئے گا۔

اور "باب الجنایات" میں لکھتے ہیں:

و لو كان قصد الحاجة التي هي علّة إرادته دخول البستان عند مجاوزة الميقات، أما بعد المجاوزة فلا يعتبر قصد الحاجة لكونه عند المجاوزة كان قاصداً مكة فلا يسقط الدم ما لم يرجع و أفاد أنه لو قصد دخول البستان لحاجة قبل المجاوزة فهو كذلك بالأولى و إن قصده لذلك من حين خروجه من بيته غير شرط (٤٠)

یعنی، اگر میقات سے گزرتے وقت حاجت کا قصد کیا جو (حاجت) باغ میں داخل ہونے کے لئے اُس کے ارادے کی علّت ہے، مگر میقات سے گزر جانے کے بعد حاجت کا قصد معتبر نہیں ہے کیونکہ وہ میقات سے گزرتے وقت قاصدِ مکہ تھا لہٰذا اُس سے دم ساقط نہیں ہوگا جب تک میقات کو نہ لوٹے، اس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اگر وہ کسی کام سے باغ میں داخل ہونے کا ارادہ میقات سے گزرنے سے پہلے کرلے تو وہ بطریقِ اَولیٰ اِسی طرح ہے اور بے شک اُس کا گھر سے نکلتے وقت اُس کا قصد کرنا (یعنی کسی کام سے حِل میں واقع باغ میں داخل ہونے کا قصد) شرط نہیں ہے۔

اور پھر صاحبِ بحر کی عبارت نقل کی جس کا حاصل یہ ہے کہ بلا احرام میقات سے گزرنے کی شرط یہ ہے کہ اس کا سفر ہی حِل جانے کے لئے ہو اور اس پر علامہ شامی لکھتے ہیں:

قال في "النهر": الظاهر أن وجود ذلك القصد عند المجاوزة كافٍ، و يدلّ على ذلك ما في "البدائع" بعد ما ذكر حكم المجاوزة بغير إحرام قال: هذا إذا جاوز أحد هذه المواقيت الخمسة يريد الحج أو العمرة أو دخول مكة أو الحرم بغير إحرام،

۴۰۔ ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، تحت قول التنویر: دخل کوفی البستان لحاجة، و تحت قول الدر: و لو عند المجاوزة، ۷۰۹/۳

فأما إذا لم يرد ذلك و إنما أن يأتي بستان بني عامر أو غيره لحاجة فلا شيء عليه اه فاعتبر الإرادة عند المجاوزة كما ترى اه أي إرادة الحج و نحوه و إرادة دخول البستان فالإرادة عند المجاوزة معتبر فيهما، و لذا ذكر الشارح ذلك في الموضعين كما قدّمناه، فافهم، و قول البحر: فلا بد من وجود قصد مكان مخصوص من الحلّ غير ظاهر، بل الشرط قصد الحلّ فقط، تأمّل (٤١)

یعنی، "نهر الفائق" میں فرمایا ظاہر ہے کہ میقات سے گزرتے وقت اس قصد کا پایا جانا کافی ہے، اِس پر وہ دلالت کرتا ہے جو "بدائع الصنائع" میں بلا احرام میقات سے گزرنے کا حکم بیان کرنے کے بعد ذِکر کیا، فرمایا کہ یہ اُس وقت ہے جب پانچ مواقیت میں سے کسی میقات سے حج یا عمرہ یا مکہ یا حرم بلا احرام داخلے کے ارادے سے گزرے، پس جب یہ ارادہ نہیں ہے وہ تو صرف باغِ بنی عامر یا کسی اور جگہ کسی کام سے آتا ہے تو اُس پر کچھ نہیں ہے۔ اھ، پس (صاحبِ بدائع نے) میقات سے گزرتے وقت ارادے کا اعتبار کیا جیسا کہ آپ نے دیکھا اھ۔ یعنی، حج وغیرہ کا ارادہ یا (حِل میں واقع) باغ میں داخل ہونے کا ارادہ، پس دونوں میں (میقات سے) گزرنے کے وقت کا ارادہ معتبر ہے، اسی وجہ سے شارح (علامہ حصکفی) نے دونوں جگہوں پر ذِکر کیا جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا، پس تو سمجھ، پس صاحبِ بحر کا قول کہ حِل کی مخصوص جگہ کے قصد کا پایا جانا ضروری ہے، یہ غیر ظاہر ہے بلکہ فقط حِل کا قصد شرط ہے۔ تو غور کر۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ گھر سے جس ارادے سے بھی آئے گا اُس کا اعتبار نہیں ہوگا اعتبار اُس ارادے کا ہوگا جب وہ میقات سے گزر رہا ہو، میقات آفاقی کی ہو یا حِل کے رہنے والے کی،

٤١۔ ردّ المحتار، كتاب الحج، باب الجنايات، مطلب: لا يجب بكسر الات اللهو، تحت قوله: "و لو عند المجاوزة، ٣/٧٠٩

مذکورہ شخص جب کراچی سے ریاض آیا پھر جدہ آیا دونوں جگہ ایک ایک رات رہا پھر جب وہ حرم یا مکہ آیا تو اُس کا قصد سامان پہچانے اور حج کرنے کا بھی تھا تو اُسے چاہئے تھا کہ احرام باندھ کر حرم میں داخل ہو جب احرام نہ باندھا تو چاہئے کہ حج کا احرام میقات یعنی حدودِ حرم سے باہر جا کر باندھے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٨ ذو الحجة ١٤٣٤هـ، ١٣ اکتوبر ٢٠١٣ م 878-F

محرم کو مچھر نے کاٹا ہاتھ مارنے پر مر گیا تو کیا حکم ہوگا؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ ہم عرفات میں تھے اور وہاں مچھر کافی تھے، ایک بار مچھر نے گردن کے پیچھے کاٹا اور ہاتھ مارنے سے مر گیا، اس صورت میں جب کہ ہم احرام میں تھے اور میدانِ عرفات میں تھے، کچھ لازم آئے گا یا نہیں؟

(السائل: محمد الیاس، لبیک حج وعمرہ سروسز، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں کچھ بھی لازم نہیں کیونکہ حشرات الارض کو حِل، حرم اور احرام میں قتل کرنے پر کچھ لازم نہیں آتا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و لا شيء بقتل هوامّ الأرض (٤٢)

یعنی، حشرات الارض کے قتل پر کچھ لازم نہیں۔

اور اِس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں کہ

أي حشراتها في الحِلّ و الحرم و الإحرام و لا جزاء و لا إثم على فعلها (٤٣)

٤٢۔ لُبّاب المناسك و عُبّاب المسالك، باب الجنايات، فصل: فيما لا يجب شيء بقتله في الإحرام و الحرم، ص٢٣٤

٤٣۔ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الجنايات، فصل: فيما لا يجب شيء بقتله في الإحرام و الحرم، تحت قوله: و لا شيء بقتل هوامّ الأرض، ص٥٣٦

یعنی، حِل، حرم اور احرام کی حالت میں ہوام الارض (یعنی حشرات الارض) کو قتل کرنے کی صورت میں کوئی جزاء نہیں اور نہ اِس فعل پر کوئی گُناہ ہے۔

اور علامہ محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

لا شيء بقتل غراب وحدأة و ذئب و عقرب، وحية، فأرة، كلب عقور و بعوض إلخ (٤٤)

یعنی، کوے (٤٥) چیل، بھیڑیئے، بچھو، سانپ، چوہے، باولے کتے اور مچھر کو مارنے میں کچھ نہیں ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

باکے نباشد بقتل موذیات از حشرات الارض چنانکہ مار و کژدم و موش خانگی الخ (٤٦)

یعنی، موذی حشرات الارض کو قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں جیسے سانپ، بچھو، گھریلو چوہا۔

اور فقہاء کرام نے مچھر کے لئے عربی زبان میں "بعوض" کا لفظ لکھا ہے اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قوله: و "بعوض" و هو صغير البق، و لا شيء بقتل الكبار و الصغار، "شرنبلالية" (٤٧)

یعنی، اور مچھر وہ چھوٹا مچھر ہے کہ چھوٹے اور بڑے کو مارنے میں کوئی جزاء نہیں ہے۔ "شرنبلالية"

٤٤۔ تنوير الأبصار مع شرحه للحصكفي، كتاب الحج، باب الجنايات، ص١٦٩

٤٥۔ کوے سے مراد وہ کوا ہے جو گندگی کھاتا ہے جیسا کہ علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: و المراد بالغراب الذی یأکل الجیف إلخ (الهداية، كتاب الحج، باب الجنايات)

٤٦۔ حيات القلوب فی زيارت المحبوب، باب در بيان احرام، فصل ششم در بيان محرماتِ احرام، ص٩١

٤٧۔ ردّ المحتار على الدر المختار، كتاب الحج، باب الجنايات، تحت قول التنوير: و بعوض، ٣/٦٩٠

فقہاء کرام نے لکھا ہے ان کے قتل میں جس طرح کوئی جزاء نہیں ہے اسی طرح کوئی گُناہ بھی نہیں ہے، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و لا جزاء بقتلها و لا إثم على فعلها (٤٨)

یعنی، ان کے مارنے میں نہ کوئی جزاء ہے اور نہ اس فعل پر کوئی گناہ ہے۔

اور اگر یہ ایذاء نہیں پہنچاتے تو ان کو قتل نہیں کرنا چاہئے، چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

لكن لا يحلّ قتل ما لا يؤذى (٤٩)

یعنی، لیکن جو ایذاء نہیں دیتے انہیں قتل کرنا حلال نہیں ہے۔

اس کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں:

استدراك على الإطلاق فی النمل، فإن ظاهره جواز إطلاق قتله بجميع أنواعه مع أن فيه ما لا يؤذى، و هذا الحكم عام فی كل ما لا يؤذى كما صّرحوا به فی غير موضع۔ (٥٠)

یعنی، یہ چیونٹی میں مطلق جواز کے اطلاق پر استدراک ہے، پس بے شک اس کا ظاہر (حشرات الارض کی) جمیع انواع کے قتل کے جواز کا مطلق ہونا ہے اس میں وہ بھی ہیں جو ایذاء نہیں دیتے، یہ حکم ہر اُس میں عام ہے جو ایذاء نہیں پہنچاتے جیسا کہ اس کی تصریح اس جگہ کے غیر میں فقہاء کرام نے کی ہے۔

اس حقیر کی اس باب میں رائے ہے کہ وہ حشرات الارض کہ جن سے ایذاء کا امکان قوی ہوتا ہے جیسے سانپ، بچھو وغیرہ تو ان کو مارنے میں قباحت نہ ہو اور وہ کہ جن سے ایذاء کا امکان بہت کم ہوتا ہے جیسے چیونٹی وغیرہ تو اُسے مارنے سے اجتناب کرنا چاہئے، انہیں اُس

٤٨۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات، فصل: فيما لا يجب شيء فی قتله إلخ، ص٥٣٦

٤٩۔ الدّر المختار، كتاب الحج، باب الجنايات، ص١٦٩

٥٠۔ ردّ المحتار على الدّر المختار، كتاب الحج، باب الجنايات، تحت قول التنوير: بعوض و نمل، و تحت قول الدّر: لكن لا يحل إلخ، ٣/٦٩٠

وقت نہ مارا جائے جب تک ایذا نہ دیں۔

اور مچھر اُن ہی سے ہے کہ جن سے ایذاء کا امکان بہت زیادہ ہوتا ہے کیونکہ اس کی عادت سے ہے کہ جب بھی جسم پر بیٹھتا ہے تو کاٹتا ضرور ہے اور اس کے کاٹنے سے ملیریا اور ڈینگی جیسے خطرناک امراض کے پیدا ہونے کا ڈر رہتا ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ١٥ ذو الحجة ١٤٣٤هـ، ٢٠ اکتوبر ٢٠١٣ م 884-F

حالتِ احرام میں دونوں ہاتھوں کے ناخن مختلف مجالس میں کاٹنے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے حج کے احرام میں اپنے دو ہاتھوں کا ایک ایک ناخن دو مختلف مجالس میں توڑا تو اُس پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: محمد جنید بن عبدالرحیم، لبیک حج اینڈ عمرہ سروسز مکہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حالتِ احرام میں ناخن تراشنا یا توڑنا جائز نہیں ہے، چنانچہ امام ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی متوفی ١٨٩ھ لکھتے ہیں:

إذا لم يبق على المحرم غير التقصير فبدأ بقص أظفاره، أو أخذ من لحيته أو شاربه شيئًا فعليه كفارة، ذلك لأنه محرم ما لم يقصر أو يحلق (٥١)

یعنی، جب محرم پر تقصیر (یا حلق) کے علاوہ کچھ نہ رہا تو وہ ناخن تراشنے یا داڑھی کاٹنے یا مونچھیں لینے میں شروع ہوا تو اس پر کفّارہ ہے کیونکہ جب تک وہ قصر یا حلق نہ کروائے محرم ہے۔

اور امام ابومنصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ٥٩٧ھ لکھتے ہیں:

و ليس للمحرم أن يقلم الأظفار قبل الحلق أو التقصير لبقائه فی

٥١۔ كتاب الأصل المعروف بالمبسوط للشيبانی، كتاب الحجّ، باب الحلق، ٣٦٤/٢

الإحرام (٥٢)

یعنی، محرم کے لئے قصر یا حلق سے قبل ناخن تراشنا جائز نہیں اس کے احرام میں باقی ہونے کی وجہ سے۔

لہٰذا اگر کوئی اِس جرم کا مرتکب ہوگا تو شریعت نے جو اُس کا جرمانہ مقرر کیا ہے اُسے ادا کرنا ہوگا، ایک ناخن سے چار ناخن تک صدقہ اور کامل ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کے پانچوں ناخن پر قربانی(٥٣)، چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ١١٦١ھ لکھتے ہیں:

لو قلم خمسة أظافير من الأعضاء الأربعة المتفرقة تجب الصدقة لكل ظفر نصف صاع (٥٤)

یعنی، اگر چاروں ہاتھ پاؤں میں سے پانچ ناخن متفرق طور پر تراشے تو ہر ناخن کے عوض ایک صدقہ واجب ہوا۔(٥٥)

اور علامہ احمد بن محمد ابن اقبال حنفی لکھتے ہیں:

لو قصّ أظافير يدٍ كاملةٍ أو رجلٍ فعليه دم، و فی الأقلّ لكلّ أصبع طعام مسكين، و قد قصّ خمسةأظافير من اليدين فعليه صدقة (٥٦)

یعنی، ایک مکمل ہاتھ یا پاؤں کے ناخن تراشے تو اس پر دم ہے اور کم میں ہر انگلی میں ایک مسکین کا کھانا (یعنی صدقہ فطر کی مقدار) ہے اور اگر دونوں ہاتھ کے پانچ ناخن تراشے تو اُس پر صدقہ ہے۔

اور علامہ عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی حنفی متوفی ١١٤٣ھ لکھتے ہیں:

إذا قصّ أظافير يديه أو رجليه أو يدٍ واحدةٍ أو رِجلٍ واحدةٍ فی مجلسٍ واحدٍ فعليه دمٌ، و إن كان أقل من يدٍ أو رِجلٍ فعليه لكلّ

٥٢۔ المسالك فی المناسك، فصل: كفارة جناية الحلق، ٧٥٥/٢

٥٣۔ الحج، ناخن کترنا، ص٥١

٥٤۔ الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب الثامن فی الجنايات، الفصل الثالث فی حلق الشعر و قلم الأظفار، ٢٤٤/١

٥٥۔ الحج، ناخن کترنا، ص٥٢

٥٦۔ البحر الزّاخر، كتاب الحج، باب الجنايات، ق ٣٧/أ

ظفر نصف صاع (٥٧)

یعنی، جب دونوں ہاتھوں یا دونوں پاؤں کے یا ایک ہاتھ ایک پاؤں کے ناخن ایک مجلس میں تراشے تو اُس پر دَم ہے اور اگر ایک ہاتھ پاؤں سے کم ہے تو ہر ناخن کے عوض نصف صاع (یعنی ایک صدقہ) ہے۔

لہٰذا مذکور شخص نے جب دو مجلسوں میں دو ہاتھوں کے ایک ایک ناخن کو تراشا ہے تو اس پر دو صدقے لازم آئے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ١٦ ذو الحجة ١٤٣٤ھ، ٢١ اکتوبر ٢٠١٣ م 885-F

حج یا عمرہ کے احرام میں جدہ جانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص حج یا عمرہ کا احرام باندھ لے اور وہ مکہ مکرمہ پہنچ کر حج یا عمرہ ادا کر کے اس کا احرام کھولے بغیر کسی ضروری کام سے جدہ چلا جائے تو اُس پر کچھ لازم آئے گا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اس پر کچھ لازم نہیں آئے گا، محرم اگر حالتِ احرم میں آفاق میں اپنے گھر سے بھی ہو کر آ جائے تو بھی اُس پر کچھ لازم نہیں آئے گا جیسا کہ کُتُبِ فقہ میں اِس کی تصریح موجود ہے۔

یہاں تو وہ میقات کے اندر حل میں گیا ہے، محرم کا میقات کے اندر جانا ایسا ہی ہے جیسے وہ مکہ مکرمہ میں ہی ہے، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

(و الرجوع إلى داخل الميقات بمنزلة مكة) أى بمنزلة رجوعه إلى مكة (٥٨)

٥٧۔ الإبتهاج بمناسك الحاج، ق ١٢/أ

٥٨۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب التمتع، تحت قوله: و الرجوع إلى داخل، ص٣٨٢

یعنی، میقات کے اندر لوٹنا مکہ کے مرتبے میں ہے یعنی اُس کے مکہ کو لوٹنے کے مرتبے میں ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم، ذوالحجة ١٤٣٥ھ، سبتمبر ٢٠١٤ م 941-F

احرام سے باہر ہونے کے لئے نیت کی حیثیت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی عورت نے ماہواری کے سبب عمرہ کا احرام کھول کر حج کا احرام باندھا ہو تو کیا خلاف احرام عمل کرنے سے وہ احرام سے باہر ہو جائے گی یا احرام کھولنے کی نیت سے ایسے اعمال کرنا ضروری ہوں گے کہ جو احرام میں ممنوع ہیں؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ایسی عورت کا صرف ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کرنا احرام عمرہ سے فارغ ہونے کے لئے کافی نہ ہوگا۔ اس لئے وہ جتنی جنایات کرے گی اُتنے کفّارے لازم آئیں گے، بلکہ اُسے احرام سے باہر ہونے کی نیت کرنا ضروری ہوگی کہ ممنوعاتِ احرام کا ارتکابِ احرام سے باہر ہونے کی نیت سے کرے، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

(كلّ من لزمه الرّفض) أى رفض الحج أو العمرة (يحتاج إلى نية الرّفض) أى ليرتفض (٥٩)

یعنی، ہر وہ محرم جسے حج یا عمرہ کو چھوڑنا لازم ہو وہ چھوڑنے کی نیت کا محتاج ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم، ذوالحجة ١٤٣٥ھ، سبتمبر ٢٠١٤ م 942-F

٥٩۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب إضافة أحد النسكين، تحت قوله: و كل من لزمه الرفض، ص٤١٩

طواف

طواف عمرہ کے دوران کسی کا اُسے خوشبو لگا دینا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص عمرہ کے احرام میں بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا تھا کہ ایک شخص آیا اور اُس نے محرم کا ہاتھ پکڑا اور عطر لگا دیا، اس صورت میں جب کہ اُس کا کوئی قصور نہیں ہے کیا اُس پر کوئی شرعی جرمانہ لازم آئے گا یا نہیں؟

(السائل: از اروما، کاروان مدینہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اس شخص پر ایک صدقہ لازم آئے گا اور یہ شخص گنہگار نہیں ہوگا کیونکہ تعدّی اس کی طرف سے نہیں پائی گئی کہ نہ اس نے حکم دیا اور نہ ہی فاعل کے اس فعل پر راضی ہوا، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نے جسم پر خوشبو لگانے کے بارے میں عبارات فقہاء کو جمع کرتے ہوئے لکھا:

لو طيّب بالقليل عضواً كاملاً أو بالكثير رُبع عضوٍ لزم الدّمَ و إلّا فصدقة، و صحّحه فی "المحيط" (٦٠)

یعنی، تھوڑی خوشبو پورے عضو پر لگائی یا بہت خوشبو چوتھائی عضو پر تو قربانی واجب ہوئی ورنہ صدقہ اور "محیط" میں اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

اور مذکورہ شخص کو جو خوشبو لگائی گئی وہ تھوڑی ہوگی تو کامل عضو کو نہیں لگی اور اگر زیادہ ہوگی تو چوتھائی کو نہ لگی کیونکہ لگانے والے نے اس محرم کی غفلت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اِس جرم کا ارتکاب کیا اور متبادر یہی ہے کہ اُس نے جلدی میں خوشبو لگائی اور غائب ہو گیا تو زیادہ خوشبو

٦٠۔ ردّ المحتار علی الدرّ المختار، باب الحنايات، تحت قوله: (إن طيب عضواً كاملاً، ٦٥٣/٣

کا احتمال کم ہے اگر زیادہ بھی ہو تب بھی چوتھائی عضو کو نہ لگی ورنہ احتمال قلیل کا ہی قوی ہے جو کامل عضو کو نہ لگی اس لئے صدقہ ہی لازم آئے گا۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ خوشبو اُس نے خود نہیں لگائی نہ حکم دیا تو اُس پر جرمانہ کیسا تو اس کے لئے عرض یہ ہے کہ جزاء بہر صورت لازم آئے گی چاہے اُس نے خود لگائی یا کسی اور نے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

ثم لا فرق فی وجوب الجزاء فيما إذا جنى: عامداً أو خاطئاً، مبتدأً أو عائداً، ذاكراً أو ناسياً، عالماً أو جاهلاً، طائعاً أو مكرهاً، نائماً أو منتبهاً، سكراناً أو صاحياً، مغمى عليه أو مفيقاً، معذوراً أو غيره، موسراً أو معسراً، بمباشرته أو بمباشرة غيره، بأمره أو بغير أمره، ففی هذه الصور أجمعها يجب الجزاء

و هذا هو الأصل عندنا، لا يتغيّر غالباً، فاحفظه (٦١)

قال فی "اللباب": ثم لا فرق فی وجوب الجزاء بين ما أذا جنى عامداً أو خاطئًا، مبتدءً أو عائداً، ذاكراً أو ناسياً، عالماً أو جاهلاً، طائعاً أو مكرهاً، نائماً و منتبهاً، سكراناً أو صاحياً، مغمى عليه أو مفيقاً، موسراً أو معسراً، بمباشرته أو مباشرة غيره بأمره (٦٢)

یعنی، پھر وُجوب جزاء میں کوئی فرق نہیں، اُس صورت میں جب جنایت کرے جان بوجھ کر یا خطا کے طور، شروع کرتے ہوئے یا لوٹتے ہوئے یاد رکھتے ہوئے یا بھول کر، علم رکھتے ہوئے یا لاعلمی میں، برضا یا جبراً، سوتے ہوئے یا جاگتے ہوئے، نشے کی حالت میں یا صحیح حالت میں، بے ہوشی میں یا

٦١۔ لُباب المناسك و عُبَاب المسالك، باب الحنايات، ص١٩٢
أيضاً ردّ المحتار علی الدّر المختار، باب الحنايات، تحت قوله: و لو ناسياً، ٦٥٢/٣

٦٢۔ رد المحتار علی الدر المختار، كتاب الحج، باب الجنايات، تحت قوله: و لو ناسياً، ٦٥٢/٣

افاقے میں، کسی عذر سے یا بغیر عذر کے، تو نگری میں یا تنگدستی میں، مباشر یا غیر مباشر، اپنے حکم سے یا بغیر اس کے، پس ان تمام صورتوں میں جزاء لازم ہے۔

اور یہ ہمارے نزدیک قاعدہ ہے جو غالباً تبدیل نہیں ہوتا، پس اسے یاد کرلو۔

''لباب'' میں کہا: پھر وُجوبِ جزاء میں کوئی فرق نہیں اس صورت میں جب جنایت کرے اور یہ جنایت جان بوجھ کر یا خطا کے طور پر، یا شروع کرتے ہوئے یا لوٹتے ہوئے، یاد رکھتے ہوئے یا بھول کر، علم رکھتے ہوئے یا لاعلمی میں، برضا یا جبراً، سوتے ہوئے یا جاگتے ہوئے، نشے کی حالت میں یا صحیح حالت میں، بے ہوشی میں یا افاقے میں، تو نگری میں یا تنگدستی میں، مباشر یا غیر مباشر اپنے حکم سے۔

فرق صرف یہ ہے کہ یہ جُرم اُس نے جان بوجھ کر نہیں کیا، اس لئے اس میں وہ گُنہگار نہ ہوگا اور پھر جرم غیر اختیاری ہو اور اس میں کفّارہ ایک ہی صدقہ فطر لازم آیا ہو تو عدم استطاعت کی صورت میں اس کی جگہ ایک روزہ رکھ سکتا ہے، چنانچہ علامہ سید سلیمان اشرف لکھتے ہیں: اگر وہ جرم غیر اختیاری ایسا ہے کہ اُس کا کفّارہ ایک ہی صدقہ یعنی نصف صاع گیہوں ہے تو عدم استطاعت کے وقت بہ عوض صدقہ ایک روزہ رکھ لے۔(٦٣)

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ٣ ذو الحجة ١٤٣٤هـ، ٨ اكتوبر ٢٠١٣ م 873-F

دورانِ طواف بیوی کا ہاتھ تھامنے سے شہوت پیدا ہونا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عمرہ میں اِس طرح طواف کیا کہ اُس نے اپنی بیوی کا ہاتھ تھاما ہوا تھا، دورانِ طواف اُسے شہوت پیدا ہوگئی یہاں تک کہ چند قطرے مذی کے بھی نکل آئے، اس حال میں اُس نے

٦٣۔ الحج، محرم کو جن باتوں سے پرہیز کرنا چاہئے، ص٣٨

طواف مکمل کیا اور سعی کر کے حلق کروادیا، اب اُس پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: C/O صاحبزادہ نذیر جان، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس سے دو جرم سرزد ہوئے، ایک حالت احرام میں جماع ودواعی جماع حرام ہیں جس سے وہ دواعی جماع کا مرتکب ہوا، دوسرا بے وضو طوافِ عمرہ مکمل کرنے کا جرم، دواعی جماع کے ارتکاب پر دَم لازم آیا اور بے وضو طواف کی صورت میں اعادہ اور اعادہ نہ کرنے کی صورت میں اُس پر اس کا بھی دَم لازم آئے گا۔

پہلا جرم: (حالت احرام میں) عورت سے ایسا اختلاط جس سے دونوں کو لذت حاصل ہو قربانی واجب کرتا ہے، لیکن اگر بوس وکنار (اور چھونا) بغیر شہوت ولذت کے عمل میں آئے تو اس پر کچھ کفارہ نہیں مگر یہ ایک فعل عبث ولایعنی ہے جس سے احتراز ضروری ہے(٦٤)

چنانچہ امام ابوالحسین احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ٤٢٨ھ اور علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ٥٩٣ھ لکھتے ہیں:

إن قبّل أو لَمَسَ بشهوة فعليه دم (٦٥)

یعنی، شہوت کے ساتھ بوسہ لینا اور مساس (چھونا) قربانی (یعنی دَم) کو واجب کرتا ہے۔(٦٦)

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ٩٩٣ھ لکھتے ہیں:

و لو جامع فيما دون الفرج قبل الوقوف أو بعده باشَرَ أو عانقَ أو قبّل أو لَمَسَ بشهوة فأنزل أو لم ينزل فعليه دَم (٦٧)

٦٤۔ الحج، عورت سے صحبت وبوس وکنار، ص٥٣

٦٥۔ **مختصر القدوری، کتاب الحج، باب الجنایات المحرم، ص٧٢**

الهداية، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: فإن نظر إلى إلخ، ١۔١٩٧/٢

٦٦۔ الحج، عورت سے صحبت وبوس وکنار، ص٥٣

٦٧۔ **لُبَاب المناسك و عُبَاب المسالك، باب الجنايات، النوع الرابع: فی حكم الجماع و دواعية، فصل: فی حكم دواعی الجماع، ص٢١٢**

یعنی، اور اگر جماع کیا شرمگاہ کے علاوہ میں وقوف سے پہلے یا بعد یا شہوت کے ساتھ مباشرت کی یا بوسہ لیا یا چُھوا، اِنزال کیا یا نہ کیا اس پر دَم لازم ہے۔

اور ملّا علی قاری حنفی اِس کے تحت لکھتے ہیں:

كما فی "المبسوط" و "الهداية" و "الكافی" و "البدائع" و "شرح المجمع" وغيرها (٦٨)

یعنی، جیسا کہ "مبسوط"، "ھدایہ"، "بدائع الصنائع" اور "شرح المجمع" وغیرہا میں ہے۔

اور علامہ محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

إن ..... لَمَسَ بشهوة أنزل أو لا (٦٩)

یعنی، اگر شہوت کے ساتھ چُھوا اِنزال ہو یا نہ ہو (دَم واجب ہے)۔

اور علامہ حسین بن اسکندر حنفی متوفی ۱۰۸۴ھ لکھتے ہیں:

أو لمس بشهوة أنزل أو لا أی يجب عليه الدم (٧٠)

یعنی، یا شہوت کے ساتھ چھوا انزال کیا یا نہ کیا اس پر دَم واجب ہے۔

اور مفتیِ مکہ علامہ ابوالوجاہت عبدالرحمٰن بن عیسیٰ مرشدی عمری مکی حنفی متوفی ۱۰۳۷ھ لکھتے ہیں:

(و تجب) عليه (شاة) فقط (إن قبّل) بشهوة، (أو لمس بشهوةٍ)، أو جامع فيمادون الفرج أنزل أو لم ينزل، و هذا على رواية "الأصل" (٧١)

٦٨۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات، النوع الرابع فی حكم الجماع و دواعيه، فصل: فی حكم دواعی الجماع، تحت قوله: فعليه دم، ص٤٨٦

٦٩۔ تنوير الأبصار، كتاب الحج، باب الجنايات، ص١٦٧

٧٠۔ منسك الحج على مذهب الإمام الأعظم أبی حنيفة رضی الله عنه، ص١٦٣ب

٧١۔ فتح مسالك الرمز فی شرح مناسك الكنز، كتاب الحج، باب الجنايات، فصل: فی بيان أحكام الجماع المحرم و ما يتعلق به، ق ٧٨/ب

یعنی، اُس پر فقط بکری (بطورِ دَم) واجب ہے اگر شہوت کے ساتھ بوسہ لیا یا شہوت کے ساتھ چُھوا یا فرج (شرمگاہ) کے علاوہ میں جماع کیا، انزال کیا یا نہ کیا اور یہ (حکم) "كتاب الأصل" (یعنی مبسوط امام محمد) کی روایت کی بناء پر ہے۔

اور علامہ تمرتاشی "تنوير الأبصار" کی شرح میں لکھتے ہیں:

هذه رواية "الأصل"، قال الطرابلسی فی "مناسكه": و لو جامع فيما دون الفرج أو لمس بشهوة أو قبّل بشهوة و أنزل أو لم ينزل لا يفسد الحج و عليه دم إن أنزل كذا فی "الجامع الصغير" و لم يشترط الإنزال فی الأصل (٧٢)

یعنی، یہ "اصل" (یعنی مبسوط امام محمد) کی روایت ہے اور طرابلسی نے اپنے "مناسك" میں فرمایا، اگر فرج کے علاوہ میں جماع کیا یا شہوت کے ساتھ چھوا، شہوت کے ساتھ بوسہ دیا اور انزال کیا یا نہ کیا تو اس کا حج فاسد نہ ہوگا اور اس پر دَم ہے، اگر انزال کیا (تو دَم ہے) اس طرح "جامع الصغير" میں ہے اور "الأصل" میں اِنزال کی شرط نہیں لگائی۔

اور اِنزال ہو یا نہ ہو شہوت کے ساتھ مندرجہ بالا اُمور کے پائے جانے پر دَم کے لُزوم والی روایت کو علامہ علاؤالدین حصکفی نے "اصح" لکھا ہے جیسا کہ "در مختار" (٧٣) میں ہے اور اس کے تحت علامہ محمد طاہر بن سعید سنبلی حنفی متوفی ۱۲۱۹ھ لکھتے ہیں:

"و فی الأصح" هو موافق لما فی "الهداية" و غيرها تبعاً للأصل (٧٤)

یعنی، صاحبِ دُر کا قول کہ "اصح قول کے مطابق" (قطعاً دَم واجب ہے) یہ اس کے موافق ہے جو "ھدایہ" وغیرہا میں ہے اور (امام محمد کی کتاب)

٧٢۔ منح الغفار، كتاب الحج، باب الجنايات، ق ١٦٧/ب

٧٣۔ الدر المختار، كتاب الحج، باب الجنايات، ص١٦٧

٧٤۔ ضياء الأبصار على منسك الدر المختار، باب الجنايات، ق ٤٧/ب

"الأصل" (یعنی مبسوط) کے تابع ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قولہ: (فی الأصح) لم أر من صرّح بتصحیحہ، و کأنہ أخذہ من التصریح بالإطلاق فی "المبسوط"، و "الھدایۃ"، و "البدائع"، و "شرح المجمع" وغیرھا کما فی "اللباب" و رجحہ فی "البحر" بأن الدواعی محرّمہ لأجل الإحرام مطلقاً فیجب الدم مطلقاً، و اشترط فی "الجامع الصغیر" الإنزال، و صحّحہ قاضیخان فی "شرحہ" (۷۵)

یعنی، صاحبِ درمختار کا قول کہ ''اصح قول کے مطابق'' (علامہ شامی کہتے ہیں کہ) میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اُس نے اس قول کی تصحیح کی صراحت کی ہو، گویا کہ انہوں نے مبسوط (الاصل)، ہدایہ، بدائع الصنائع، اور شرح المجمع وغیرہا اطلاق کی تصریح کو لیا ہے جیسا کہ "لباب المناسك" میں ہے اور اس (انزال وعدم انزال کی صورت میں لزوم دَم والی) روایت کو صاحب بحر نے "بحر الرائق" میں ترجیح دی اس طور پر کہ دواعی جماع احرام کی وجہ سے مطلقاً حرام ہیں تو واجب ہے کہ دم بھی (انزال وعدم انزال کی صورت میں) مطلقاً ہو اور "الجامع الصغیر" میں (لُزومِ دم کے لئے) اِنزال کو شرط کیا اور قاضیخان نے اس کی ''شرح'' میں اس (روایت) کی تصحیح کی ہے۔

اب اس میں دو روایات ہیں، ایک جس میں لُزوم کے لئے دواعی میں اِنزال کو شرط نہیں کیا گیا اور دوسری جس میں اِنزال کو شرط کیا گیا، ایک روایت "کتاب الأصل" کی ہے جب کہ دوسری "الجامع الصغیر" کی ہے پھر دونوں کی تصحیح بھی مذکور ہے، ایک کو اکثر نے ترجیح دی ہے جب کہ دوسری کی "قاضیخان" نے تصحیح کی ہے، ان سب باتوں کو سامنے رکھ کر دیکھا

۷۵۔ ردّ المحتار علی الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، تحت قول التنویر، أو لمس بشھوۃ إلخ، ۶۶۷/۳

جائے تو احتیاط اسی میں نظر آتی ہے کہ دواعی جماع بلا اِنزال میں لُزوم دَم کے قول پر ہی عمل کیا جائے، چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

و حاصلہ: أن دواعی الجماع کالمعانقۃ، و المباشرۃ الفاحشۃ و الجماع فیما دون الفرج، و التقبیل، و اللّمس بشھوۃ موجبۃ للدم أنزل أو لا قبل الوقوف أو بعدہ، و لا یفسد حجہ شیء منھا کما فی "اللباب" (۷۶)

یعنی، حاصل کلام یہ ہے کہ بے شک دواعی جماع جیسے معانقہ، مباشرت فاحشہ، شرمگاہ کے علاوہ میں جماع، شہوت کے ساتھ بوسہ اور چُھونا دَم کو واجب کرنے والے ہیں چاہے اِنزال کرے یا نہ کرے، وُقوف سے قبل ہو یا وُقوف کے بعد، اور ان میں سے کوئی شئ اُس کے حج کو فاسد نہیں کرے گی، جیسا کہ "لباب المناسك" میں ہے۔

لہٰذا شہوت کے ساتھ چھونے پر دَم لازم ہو گیا جیسا کہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

مباشرت فاحشہ، شہوت کے ساتھ بوس و کنار اور بدن کو مَس کرنے میں دَم ہے اگرچہ انزال نہ ہو۔(۷۷)

جیسا کہ "الجوھرۃ النیرۃ" (۷۸) میں ہے۔

اور اُس نے دوسرا جرم یہ کیا کہ بلا وضو طوافِ عمرہ کیا، طواف عمرہ کے جتنے بھی چکر بلا وضو کئے اُن کا اعادہ واجب ہوگا اور اعادہ نہ کرنے کی صورت میں دَم لازم ہوگا، لہٰذا اگر مکہ میں ہے تو اعادہ کر لے اور چلا گیا ہے تو دم دے کیونکہ مذی کے قطرے نکلنے سے اُس کا وضو جاتا

۷۶۔ ردّ المحتار علی الدّر المختار شرح تنویر الأبصار، کتاب الحج، باب الجنایات، تحت قول التنویر: أو قبّل، ۶۶۷/۳

۷۷۔ بہار شریعت، حج کا بیان، جرم اور اُن کے کفارے، ۱۰۶/۶/۱

۷۸۔ الجوھرۃ النیّرۃ، کتاب الحج، باب الجنایات، تحت قولہ: إن قبّل أو لمس، ۴۰۵/۱

رہا، اس طرح اُس کا بقیہ طواف بے وضو ہوا۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و لو طافَ للعمرة كُلّه أو أكثره أو أقله، و لو شوطاً جنباً أ و حائضاً أو نُفساء أو محدِثاً فعليه شاة، و لا فرق فيه بين: القليل و الكثير، و الجنب و المُحدث، لأنه لا مدخلَ له فی طواف العمرة للبدنة و لا الصدقة بخلاف طواف الزيارة (۷۹)

یعنی، اگر عمرہ کا کُل یا اُس کا اکثر، یا اقل طواف اگرچہ ایک چکر حالت جنابت میں یا حالت حیض یا نفاس میں یا بے وضو کیا تو اُس پر بکری (ذبح کرنا بطور دَم) لازم ہے، اس میں قلیل و کثیر، جنبی اور بے وضو میں کوئی فرق نہیں، کیونکہ طوافِ عمرہ کو بدنہ کو کوئی دخل نہیں اور نہ ہی صدقہ کو برخلاف طوافِ زیارت کے۔

اور دوسری جگہ لکھتے ہیں:

و لو طاف للعمرة مُحدِثاً و سعى بعده فعليه دم إن لم يُعدِ الطواف و رجع إلى أهله، و ليس عليه شیء لترك إعادةِ السَّعی، و لو أعاد الطواف و لم يُعدِ السعی لا شیء عليه (۸۰)

یعنی، اگر بے وضو عمرہ کا طواف کیا اور اُس کے بعد سعی کر لی، اگر اُس نے طواف کا اعادہ نہ کیا اور اپنے اہل کو لوٹ گیا تو اُس پر دَم ہے اور سعی کا اعادہ ترک کرنے میں اس پر کچھ نہیں ہے، اور اگر طواف کا اعادہ کر لیا اور سعی کا اعادہ نہ کیا تو اس پر کچھ نہیں۔

۷۹۔ لُبَاب المناسك و عُبَاب المسالك، باب الجنايات، فصل: فی الجناية فی طواف العمرة، ص۲۱۷

۸۰۔ لُبَاب المناسك و عُبَاب المسالك، باب الجنايات، فصل: فی الجناية فی طواف العمرة، ص۲۱۷

اور طواف میں طہارت واجب ہے، چنانچہ علامہ شمس الدین سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

إن الطهارة واجبة و إن طواف المحدث معتد به عندنا لكن الأفضل أن يعيده و إن لم يُعده فعليه دم (۸۱)

اگر کسی نے بلا وضو طواف کیا تو یہ طواف تو شمار ہوگا لیکن اس کا اعادہ بہتر ہے۔

اگر اس نے اعادہ نہ کیا تو دم اس پر واجب ہوا۔(۸۲)

اور عمرہ کے طواف میں قلیل و کثیر میں کوئی فرق نہیں ہے اور عمرہ کے طواف میں نہ تو بدنہ ہے اور نہ ہی صدقہ جیسا کہ اوپر گزرا، لہٰذا اعادہ نہ کرنے کی صورت میں دَم متعین ہوگا۔

لہٰذا مذکورہ شخص پر دواعی جماع کی وجہ سے ایک دَم تو لازم ہوا اور بے وضو طواف مکمل کرنے کی وجہ سے اس کا باوضو اعادہ لازم ہوا اور اعادہ نہ کرنے کی صورت میں دوسرا دَم لازم آئے گا۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم السبت، ١٤ ذو الحجة ١٤٣٤هـ، ١٩ اكتوبر ٢٠١٣ م 883-F

طوافِ عمرہ میں چھ پھیروں کے بعد عمرہ مکمل کرنے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بُھولے سے طوافِ عمرہ میں چھ چکر کئے، پھر سعی اور حلق کروا کے احرام کھول دیا، اب اس پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: حافظ محمد بلال، الفتانی حج اینڈ عمرہ)

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس پر دم لازم آئے گا کیونکہ اُس نے ایک چکر چھوڑا اور احرام کھولنے سے قبل رہا ہوا طواف کا ایک پھیرا

۸۱۔ المبسوط، كتاب المناسك، باب الطواف، ۲/۶۷۰

۸۲۔ الحج، واجبات و محرمات طواف، ص۹۷

نہیں دیا، اگر دے لیتا تو دَم ساقط ہو جاتا۔ چنانچہ امام محمد بن احمد بن سہیل سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

لو ترك الأقل من أشواط الطواف فعليه إعادة المتروك و إن لم يُعد فعليه دم (۸۳)

یعنی، اگر اکثر (طواف) ادا ہوا اور کم پھیرے رہ گئے تو رکن ادا ہو گیا اور واجب ترک ہوا تو متروک کا اِعادہ کرے اور اگر اِعادہ نہ کر سکا تو قربانی واجب ہوئی (۸٤)

اور علامہ ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ اور قاضی مکہ امام ابو البقاء محمد بن احمد بن محمد بن الضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں:

و لو أتى بأكثر الطواف و ترك أقلّه، و سعى بين الصفا و المروة حل، و لا يجب إعادة السعى بين الصفا و المروة، لأنه أتى بالأكثر إلا أن عليه لترك أقل الطواف إعادة أو دماً لجبر النقصان (۸۵)

یعنی، اگر اکثر طواف ادا کیا اور کم چھوڑ دیا اور صفا و مروہ کے مابین سعی کی (حلق یا تقصیر کے ذریعے) حلال ہوا اور اس پر صفا و مروہ کے مابین سعی کا اعادہ واجب نہیں کیونکہ اُس نے اکثر طواف ادا کر لیا مگر اس پر طواف کے کم چکروں کا اعادہ یا نقصان کو پورا کرنے کے لئے دَم لازم ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و كذا لو ترك منه (أى من طواف العمرة) أقلّه و لو شوطاً فعليه دمٌ

۸۳۔ المبسوط للسرخسی، كتاب المناسك، باب الطّواف، ۴۲/۲

۸٤۔ الحج، واجبات و محرمات طواف، ص۹۹

۸۵۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی العمرة على سبيل الإنفراد، فصل منه أيضاً، ٦١٩/١ البحر العميق، الباب الرابع عشر: فی العمرة، فصل طواف للعمرة على طواف الزيارة، أما واجباتها، ۲۰۵۷/٤

و إن أعاده سقط عنه الدَّم (۸٦)

یعنی، اسی طرح اگر طوافِ عمرہ کے (چار سے) کم چکر چھوڑے اگرچہ ایک چکر تو اُس پر دَم ہے اور اُن کا اعادہ کر لیا (یعنی چھوڑے ہوئے چکر ادا کر لئے) تو اس سے دَم ساقط ہو گیا۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الثلثاء، ۱۷ ذو الحجة ۱٤۳٤ھ، ۲۲ اكتوبر ۲۰۱۳ م 886-F

طوافِ عمرہ میں جسم پر نجاست حقیقیہ کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص عمرہ کے احرام میں عمرہ کا طواف کر رہا تھا کہ مطاف میں پڑی ہوئی نجاست پاؤں پر لگ گئی، اُس نے اسی طرح طواف مکمل کر لیا، اب اس کا طواف درست ہو جائے گا یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی C/O عبدالحبیب برکاتی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: یاد رہے کہ طواف میں نجاست حقیقیہ سے پاکیزگی سُنَنِ طواف سے ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی مکی حنفی متوفی ۹۹۳ھ سُنَنِ طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

و الطّهارة عن النجاسة الحقيقية (۸۷)

یعنی، نجاست حقیقیہ سے طہارت (سُنَنِ طواف سے ہے)۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أى فى الثياب و الأعضاء البدنية، و كذا فى الأجزاء المكانية (۸۸)

۸٦۔ لباب المناسك و عُبَاب المسالك، باب الحنايات، فصل: فی الحناية فی طواف العمرة، ص۲۱۷

۸۷۔ لُبَاب المناسك و عُبَاب المناسك، باب أنواع الأطوفة و أحكامها، فصل: فی سنن الطواف، ص۱۱۷

۸۸۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب أنواع الأطوفة و أحكامها، تحت قوله: و الطهارة عن النجاسة الحقيقية، ص۲۲٦

یعنی، کپڑوں میں اور اعضاءِ بدنیہ اور اجزاءِ مکانیہ میں (طہارت سُنَنِ طواف سے ہے)۔

اور مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور حارثی ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اما طہارت بدن ثیاب ملبوس ومکان طواف از نجاست حقیقیہ پس آن واجب است علی احد الروایتین و روایت دیگر آنست کہ طہارت از نجاست حقیقیہ سنّت مؤکّدہ است و علیہ أکثر العلماء ولہذا ذکر خواہم کرد أو را در سُنَنِ طواف(۸۹)

یعنی، مگر بدن، پہنے ہوئے کپڑوں اور طواف کی جگہ کی نجاست حقیقیہ سے پاکیزگی، دو میں سے ایک روایت کے مطابق واجب ہے جب کہ دوسری روایت یہ ہے کہ سنّتِ مؤکّدہ ہے۔ اور اس پر اکثر علماء ہیں اسی وجہ سے اسے ہم سُنَنِ طواف میں ذکر کریں گے۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

نہم طہارت بدن و ثیاب ملبوسہ و مکانِ طواف از نجاست حقیقیہ کہ آن سنت است نزد اکثر و قیل واجب است(۹۰)

یعنی، طواف کی نویں سنت بدن اور پہنے ہوئے کپڑوں اور طواف کی جگہ کا نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا ہے کہ یہ اکثر کے نزدیک سنت ہے اور کہا گیا کہ واجب ہے۔

اس لئے اس حال میں طواف کیا کہ اُس کے بدن یا جسم پر نجاست تھی تو اُس پر کچھ لازم نہیں آئے گا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی ثم مکی حنفی لکھتے ہیں:

۸۹۔ حیات القلوب، باب سیوم در بیان طواف، فصل دویم دربیان شرائط صحت طواف، ص۱۱۸

۹۰۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب سیوم در بیان طواف، فصل: دویم دربیان شرائط صحت طواف، ص۱۲۲

و لو طاف فرضاً أو واجباً أو نفلاً و علیه نجاسة أکثر من قدر الدرهم کُره و لا شئ علیه (۹۱)

یعنی، اگر فرض یا واجب یا نفل طواف اس حال میں کیا کہ اس پر درہم کی مقدار سے زیادہ نجاست تھی تو مکروہ ہے اور اس پر کچھ نہیں۔

مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

(و لو طاف) کالرُّکنین (أو واجباً) کالصّدر و النّذر (أو نفلاً) کالقُدوم و التحیّة و التطوّع (و علیه) أی علی ثوبه أو بدنه (نجاسة أکثرُ مِن قدر الدرهم کُرِهَ) أی لترکه السنة فی مراعاة الطهارة (و لا شیء علیه) أی من الدم و الصدقه، و هذا قول العامة، و هو الموافق لما فی ظاهر الروایة، کما صرّح فی البدائع وغیره: أن الطهارة عن النجاسة لیس بواجب، فلا یجب علیه شیء لترکه سوی الإسائة، و تمامه فی "شرح اللباب" (۹۲)

یعنی، فرض طواف جیسے طواف زیارت اور طوافِ عمرہ، واجب طواف جیسے طوافِ صدر اور منّت طواف، نفلی طواف جیسے طوافِ قُدوم، طوافِ تحیۃ اور طوافِ تطوّع، اُس پر درہم سے زیادہ نجاست ہو یعنی اُس کے کپڑے یا بدن پر نجاست ہو تو مکروہ ہے، یعنی کراہت کی وجہ یہ ہے کہ رعایت طہارت میں سنت کو ترک کیا ہے، اس پر دم اور صدقہ میں سے کچھ نہیں ہے اور یہ عام فقہاء کرام کا قول ہے جو ''ظاہر الروایت'' کے موافق ہے جیسا کہ اس کی تصریح "بدائع الصنائع" وغیرہ میں کی ہے کہ نجاست سے طہارت واجب نہیں ہے

۹۱۔ لُبَاب المناسك و عُبَاب المسالك، باب الجنایات، فصل: فی الطواف و علی ثوبه إلخ، ص۲۱۸

۹۲۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، النوع الخامس: الجنایات فی أفعال الحج، فصل فی الطواف و علی ثوبه أو بدنة نجاسة، ص۵۰۱، ۵۰۲

لہٰذا اس کے ترک پر سوائے اسائت کے کچھ لازم نہیں۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

هذا النوع من الطهارة فی الثوب و البدن سنة مؤكدة "شرح اللباب" بل قال فی "الفتح": و ما فی بعض الكتب من أن بنجاسة الثوب كلّه يجب الدم لا أصل له فی الرواية اهـ، و فی "البدائع": إنه سنة، فلو طاف و على ثوبه نجاسة أكثر من الدرهم لا يلزمه شیء، بل يكره لإدخال النجاسة المسجد اهـ (۹۳)

یعنی، طہارت کی یہ نوع کپڑے اور بدن میں سنّت مؤکدہ ہے "شرح اللباب" بلکہ "فتح القدیر" میں کہا کہ جو بعض کُتُب میں ہے کہ کل کپڑا نجس ہو تو دم واجب ہے اِس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے۔اھ، اور "بدائع الصنائع" میں ہے کہ یہ (یعنی نجاست حقیقیہ سے پاکیزگی) سنت ہے پس اگر اس حال میں طواف کیا کہ اس کے کپڑے پر درہم سے زیادہ نجاست ہے تو اُسے کوئی شئ لازم نہ ہوگی بلکہ نجاست کو مسجد میں داخل کرنا مکروہ ہے۔اھ

اور مفتیٔ مکہ شیخ ابوالجاہت عبدالرحمٰن بن عیسیٰ مرشدی عمری حنفی متوفی ۱۰۳۷ھ لکھتے ہیں:

أما طهارة البدن و الثوب من النجاسات الحقيقية فی الطواف فليست بشرط بالإجماع فلا يفترض تحصيلها، و لا يجب لكنه سنة، حتى لو طاف و على ثوبه و بدنه نجاسة أكثر من قدر الدرهم لا يلزمه شیء لكنه يكره، و ما ذكر فی بعض الكتب من أن فی نجاسة البدن كلّه الدم لا أصل له فی الرواية نصّ عليه ابن الهمام (۹٤)

۹۳۔ رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحج، مطلب: فی فروض الحج و واجباته، تحت قوله: و الأكثر على أنه، ۳/٥٤۰

۹٤۔ فتح مسالك الرمز فی شرح مناسك الكنز، كتاب الجنايات، ق ۸۲/أ۔ب

یعنی، مگر طواف میں نجاسات حقیقیہ سے پاکیزگی پس بالاجماع شرط نہیں ہے لہٰذا اس کا حصول بھی فرض نہیں ہے اور نہ واجب ہے بلکہ سنت ہے یہاں تک کہ اگر اس حال میں طواف کیا کہ اس کے کپڑے اور بدن پر درہم کی مقدار سے زیادہ نجاست ہے تو اسے کچھ بھی لازم نہیں آئے گا لیکن مکروہ ہے اور جو بعض کُتُب میں لکھا ہوا ہے کہ کُل بدن کی نجاست میں دَم ہے روایت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے اس کی ابن الہمام نے تصریح فرمائی۔

قاضی زادہ حنفی متوفی ۱۰۸۷ھ لکھتے ہیں:

أما طواف التطوّع فالاتفاق على أن الطهارة فيه سنة، لا يلزمه بتركها شیء و هذا على ما فی " فتاوى الظهيرية" أما على ما فی "المحيط" وغيره ، فالطهارة عن النجاسة مطلقاً سنة فی الفرض و غيره، و ذكره فی "البحر الرائق" و تمامه فی شرحناه على "الأوسط" (۹٥)

یعنی، مگر نفلی طواف تو اتفاق اس بات پر ہے کہ اس میں طہارت سنت ہے اور اس کے ترک پر کوئی شئ لازم نہیں آئے گی یہ اس بناء پر ہے جو ''فتاویٰ ظہیریہ'' میں ہے، اگر جو ''محیط'' وغیرہ میں ہے (وہ یہ ہے کہ) نجاست سے طہارت فرض وغیرہ میں مطلقاً سنت ہے اور اس کا مکمل بیان (علامہ رحمت اللہ سندھی کی کتاب) "الاوسط" پر ہماری شرح میں ہے۔

لہٰذا مذکورہ شخص پر کچھ بھی لازم نہ آیا اُس کا کیا ہوا طواف درست ہوگیا نہ اعادہ لازم ہوا اور نہ ہی کوئی کفّارہ۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ۱۸ ذو الحجة ۱٤۳٤هـ، ۲۳ اكتوبر ۲۰۱۳ م 888-F

۹٥۔ الضوء المنير شرح المنسك الصغير، .....، ق ۱۲/أ

پیدل چلنے پر قادر شخص کا وہیل چیئر پر طواف کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے وہیل چیئر پر طواف کیا حالانکہ وہ پیدل چلنے پر قادر ہے اور اُس نے اِس طرح صرف تھکاوٹ کی وجہ سے کیا، اس صورت میں اُس کا طواف درست ہو جائے گا یا اُس پر کچھ لازم آئے گا؟

(السائل:C/o مولانا محمد عمر میندھرو)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: طواف میں پیدل چلنا واجباتِ طواف سے ہے جب کہ طواف کرنے والا پیدل چلنے پر قادر ہو، چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ بن ابراہیم سندھی ثم مکی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

إن المشی واجب عندنا علی هذا نصّ المشائخ، و هو کلام محمد (۹۶)

یعنی، بے شک ہمارے نزدیک (طواف میں) پیدل چلنا واجب ہے، مشائخ نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور یہ امام محمد رضی اللہ عنہ کا کلام ہے۔

اسی طرح "بدائع الصنائع" (۹۷) میں ہے۔

۹۶۔ فتح القدیر، کتاب الحج، باب الجنایات، و من طاف القدوم الخ هذه فروع تتعلق بالطواف، ۳۹۰/۲

جمع المناسك، باب أنواع الأطوفة و أحكامها، فصل: فی واجبات الطواف، منها (۳) المشی، ص۱۲۸

لُبَاب المناسك و عُبَاب المسالك، باب أنواع الأطوفة و أحكامها، فصل: فی واجبات الطواف، الرابع، ص۱۱۳ و فیه: الرابع: المشی فیه للقادر، و المنسك الصغیر مع شرحهالضوء المنیر، ق ۷۲/ب

۹۷۔ بدائع الصنائع، کتاب الحجّ، فصل فی شرط طواف الزّیارة وواجباته، ۷۳/۳

قاضی مکہ امام ابوالبقاء محمد بن احمد بن الضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں:

و من واجبات الطواف: المشی فیه عند القدرة علیه (۹۸)

یعنی، طواف کے واجبات میں سے ہے کہ چلنے پر قدرت ہوتے ہوئے پیدل چلنا۔

اور مخدوم الخادیم مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور حارثی ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

چہارم از واجبات مشی بر اقدام است در حق قادر بر آن اگرچہ طواف تطوّع باشد (۹۹)

یعنی، طواف کے واجبات سے چوتھا واجب پیدل چلنا ہے اس شخص کے حق میں جو اِس پر قادر ہو اگرچہ نفلی طواف ہو۔

بعض فقہاء کرام نے طواف میں پیدل چلنے کو افضل قرار دیا ہے جو کہ مشہور مذہب اور جمہور کے قول کے خلاف ہے جس پر عمل نہیں کیا جائے گا چنانچہ ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

المشی واجب عندنا، و علی هذا نصّ المشائخ و هو کلام محمد وما فی "فتاوی قاضیخان" من قوله:"و الطواف ماشیاً أفضل" تساهل أو محمول علی النافلة، بل ینبغی فی النافلة أن یجب لأنه إذا شرع فیه وجب، فوجب المشی، انتهی. لکن قد یقال بالفرق بین ما یجب بإیجاب الله تبارك وتعالی، و بین ما یجب بفعل العبد ولذا جوّز قضاء الوتر وقت الکراهة دون أداء رکعتی الطواف، مع أنه لم یلتزمه بوصف المشی مع الإتساع فی التّطوع،

۹۸۔ البحر العمیق، الباب العاشر فی بیان دخول مکة و فی الطواف السعی، فصل: فی بیان أنواع الأطوفة، ۱۱۴۳/۲

۹۹۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب سیوم دربیان طواف و انواع آن، فصل دویم در بیان شرائط صحة طواف،ص۱۱۹

و لهذا جُوّز بلا عُذر فی صلاة النفل ترك القيام الذی هو رُكن فی الفرض عند القدرة (۱۰۰)

یعنی، امام اعظم کے نزدیک پیدل طواف کرنا واجب ہے اور اسی کی مشائخ کرام نے تصریح کی اور یہی امام محمد کا کلام ہے اور جو ''فتاویٰ قاضیخان'' میں یہ قول ہے کہ ''پیدل طواف افضل ہے'' تساہل ہے یا طوافِ نافلہ پر محمول ہے، بلکہ نفلی طواف میں پیدل چلنا واجب ہونا چاہئے کیونکہ جب نفلی طواف میں شروع ہوگیا تو واجب ہوگیا لہٰذا پیدل چلنا واجب ہوگیا، انتہی۔ لیکن کبھی اُس میں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے واجب کرنے سے واجب ہے اور جو بندے کے فعل سے واجب ہوا ہو کے مابین فرق کیا جاتا ہے، اسی وجہ سے کراہت کے وقت وتر کی قضاء کو جائز قرار دیا جاتا ہے سوائے طواف کی دو رکعت کی ادائیگی کے، باوجود اِس کے کہ اُس نے پیدل چلنے کے وصف کے ساتھ طواف کا التزام نہیں کیا اس کے باوجود کہ نفل میں گنجائش ہے، اس وجہ سے نفل نماز میں بلا عذر قیام کو چھوڑنا جائز قرار دیا گیا ہے جو قیام قدرت پائی جانے کی صورت میں فرض میں رُکن ہے۔

اور پورے طواف میں پیدل چلنا واجب ہے نہ کہ اکثر طواف میں چنانچہ علامہ ابوعلی جمال الدین محمد بن محمد انصاری حنفی متوفی ۱۰۸۷ھ لکھتے ہیں:

و المراد بالمشی، المشی فی كلّ الطواف كما أشار إليه المصنّف بالاطلاق لا أكثر فقط كما فهمه بعض الناس، فإنهم قالوا فی باب الجنايات: لو ركب فی الأكثر لزمه دم و إن ركب فی الأقلّ لزمه صدقة لكلّ شوط و هو يدلّ على وجوب المشی فی جميع السبعة، و لو كان الواجب أنما هو فی الأكثر فقط لما لزمه فی

۱۰۰۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب أنواع الأطوفة و أحكامها، فصل: فی واجبات الطواف، الرابع، ص ۲۱۵

الأقلّ شیء، فإن قيل: إذا قلتم إن المشی واجب فی جميع السبعة أيضاً لم لا يجب الدم بتركه فی الأقلّ، قلتُ: الدم لا يجب إلا بتكامل الجناية، و تكامل الجناية لا يكون إلا بترك كلّ الواجب أو أكثره، و فی الأقل الجناية قاصرة فتجب الصدقة، قد أشار إلى ذلك مشائخنا فی باب الجنايات و هذه قاعدة مطردة فی جميع الواجبات، يجبُ حفظها، والله أعلم (۱۰۱)

یعنی، پیدل چلنے سے مراد پورے طواف میں پیدل چلنا ہے جیسا کہ مصنّف (علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی) نے اطلاق کے ساتھ اِس کی طرف اشارہ کیا نہ کہ اکثر طواف میں فقط، جیسا کہ بعض لوگوں نے یہ سمجھا ہے، پس فقہاء کرام نے جرائم کے باب میں فرمایا ہے کہ اگر طواف کے اکثر پھیروں میں سوار ہوا تو اُس پر دم لازم ہے اور کم پھیروں میں سوار ہوا تو ہر پھیرے کا ایک صدقہ اور یہ (عبارت) اس پر دلالت کرتی ہے کہ پیدل چلنا پورے سات پھیروں میں واجب ہے اور اگر کفّارہ فقط اکثر پھیروں میں لازم ہوتا تو کم پھیروں میں کچھ بھی لازم نہ آتا، پس اگر کہا جائے کہ جب تم کہتے ہو پورے سات پھیروں میں پیدل چلنا واجب ہے تو کم پھیروں میں پیدل چلنے کو ترک کرنے میں دم لازم کیوں نہیں آتا، میں کہتا ہوں کہ دَم صرف جنایت کے کامل ہونے میں لازم آتا ہے اور جنایت صرف کل واجب کے ترک کرنے سے کامل ہوتی ہے یا اکثر کے ترک سے اور اقل میں جنایت قاصرہ ہے پس صدقہ واجب ہوگا، اس کی طرف ہمارے مشائخ نے باب الجنایات میں اشارہ کیا ہے اور تمام واجبات میں یہ قاعدہ مطردہ ہے اور اس کا یاد کرنا واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اور اگر یہ کہا جائے کہ نبی کریم ﷺ نے بھی سوار ہوکر طواف فرمایا ہے تو اُس کا جواب یہ

۱۰۱۔ الضوء المنير على المنسك الصغير، تحت قوله: من واجبات المشی فی الطواف، ص ۱۱

دیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کا سوار ہو کر طواف کرنا کسی عُذر کی وجہ سے تھا چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

و عند الشافعی رحمه الله یجوز مع القدرة لما روی "أن النبی ﷺ طاف راکباً فی حجة الوداع" قلنا ذلك من عُذر و ضعفٍ لوجع أصابه، و قد روی عن عطاء رحمه الله: أن ذلك کان العذر أنه أسنّ و بدن (۱۰۲)

یعنی، امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک پیدل طواف کی قدرت کے باوجود (سوار ہونا) جائز ہے کیونکہ مروی ہے کہ "نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع میں سوار ہو کر طواف فرمایا"۔ ہم کہتے ہیں: وہ عُذر اور درد کے سبب ضعف کی وجہ سے تھا اور حضرت عطاء علیہ الرحمہ تابعی سے مروی ہے بے شک وہ عُذر کے سبب تھا، آپ ﷺ بڑی عمر کو پہنچ گئے اور آپ کا مبارک بدن بھاری ہو گیا تھا۔

جیسا کہ یہ حدیث شریف "اور حضور ﷺ کا سوار ہو کر طواف فرمانا"، "صحیح مسلم" (۱۰۳)، "سنن أبی داؤد" (۱۰٤)، "سنن النسائی" (۱۰۵)، "الأم" (۱۰٦)، "المصنف لابن أبی شیبه" (۱۰۷) اور "المسند للإمام أحمد" (۱۰۸) میں حضرت

۱۰۲۔ المسالك فی المناسك، فصل فی کفّارة الجنایة فی الطواف، ۷۸۸/۲

۱۰۳۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب (٤۲) جواز الطواف علی بعیر وغیره الخ، برقم: ۳۰٤۹/ ۲۵۳۔ (۱۲۷۲)، ص۵۸۹

۱۰٤۔ سنن أبی داود، کتاب المناسك، باب الطواف الواجب، برقم: ۱۸۷۷، ۱۸۷۸، ۱۸۷۹، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱، ۳۰۳/۲، ۳۰٤

۱۰۵۔ سنن نسائی، کتاب المناسك، باب الطواف بین الصفا و المروة علی الراحلة، برقم: ۱۹۳۷، ۲٤۸/۵/۳

۱۰٦۔ کتاب الأم، کتاب الحج، باب الطواف راکباً، ۲٦۲/۲

۱۰۷۔ المصنَّف لابن أبی شیبة، کتاب الحج، باب فی الطواف علی الراحلة، من رخّص منه، برقم: ۱۳۳۰۰، ۱۳۳۰۳، ۱۳۳۰٤، ۱۳۱/۸، ۱۳۲

۱۰۸۔ المسند، ۳۱۷/۳

جابر، حضرت ابن عباس، حضرت عائشہ، حضرت صفیہ بنت شیبہ اور حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

اسی طرح "بدائع الصنائع" (۱۰۹) میں حضرت عطاء تابعی کی زبانی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت موجود ہے۔

اور حضرت عکرمہ تابعی سے مروی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ

أن رسول الله ﷺ قَدِمَ مَکَّةَ وَ هُوَ یَشْتَکِیْ، فَطَافَ عَلٰی رَاحِلَتِه (۱۱۰)

یعنی، رسول اللہ ﷺ مکہ تشریف لائے حالانکہ آپ علیل تھے اور آپ نے سواری پر طواف فرمایا۔

اور یہ بات کہ حضور ﷺ نے سواری پر جو طواف ادا کیا وہ کونسا طواف تھا علامہ کرمانی حنفی نے طوافِ اِفاضہ کا ذِکر کیا ہے۔ (۱۱۱)

اور امام شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ لکھتے ہیں:

لأنه صحّ فی الحدیث أن النبی ﷺ طاف للزّیارة یوم النحر علی ناقته و استلم الأرکان بمحجنة،

یعنی، حدیث شریف میں صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دس ذوالحجہ کو اپنی اونٹنی پر طواف فرمایا اور اپنی چھڑی سے ارکان کا استلام کیا۔

اس کے تحت لکھتے ہیں:

و لکنا نقول: التوارث من لدن رسول الله ﷺ إلی یومنا هذا الطواف ماشیاً (۱۱۲)

یعنی، لیکن ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے ہمارے آج کے دن تک متوارث

۱۰۹۔ بدائع الصنائع، کتاب الحج، فصل فی شرط طواف الزیارة، وواجباته، ۷۳/۳

۱۱۰۔ سُنَن أبی داؤد، کتاب المناسك، باب (٤۹) الطواف الواجب، برقم: ۱۸۸۱، ۳۰٤/۲

۱۱۱۔ المسالك فی المناسك، فصل فی الدعوات المأثورة المستحبة فی الطواف، ٤۱۲/۱

۱۱۲۔ المبسوط، کتاب المناسك، باب الطواف، الجزء الرابع، ٤۱/۲

پیدل طواف ہے۔

اور علامہ ابوعلی جمال محمد بن محمد قاضی زادہ انصاری حنفی متوفی ۱۰۸۷ھ لکھتے ہیں کہ

فإن قيل: إنه عليه الصلاة و السلام طاف راكباً، قلنا إن ذلك كان لعذرٍ من مرضٍ أو وجعٍ أصابه، قال صاحب "البدائع": يحتمل أنه فعل ذلك لعذرٍ اٰخر و هو التعليم ذكره فی "البحر العميق" (۱۱۳)

یعنی، پس اگر کہا جائے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے سوار ہو کر طواف فرمایا ہے تو (جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ بے شک وہ کسی مرض یا درد کے عذر کی وجہ سے تھا، صاحبِ بدائع نے فرمایا: یہ احتمال ہے کہ آپ ﷺ نے کسی اور عذر کی وجہ سے ایسا فرمایا اور وہ عذر تعلیم (یعنی لوگوں کو بتانا) ہے (۱۱٤) اسے "البحر العميق" (۱۱۵) میں ذکر کیا ہے۔

اس پر احادیث مبارکہ بھی دلالت کرتی ہیں چنانچہ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ نے روایت کی کہ

عن جابرٍ قَالَ طَافَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ بِالْبَيْتِ فِیْ حُجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى رَاحِلَتِهِ، يَسْتَلِمُ الْحَجَرَ بِمِحْجَنِهِ لِأَنْ يُرَاهُ النَّاسُ وَ لِيُشْرِفَ، وَ لِيَسْأَلُوْهُ، فَإِنَّ النَّاسَ غَشُوْهُ (۱۱٦)

یعنی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں بیت اللہ شریف کا طواف اپنی سواری پر کیا اور اپنی چھڑی سے حجر

۱۱۳۔ الضوء المنير على المنسك الصغير، بيان الواجبات، تحت قوله: المشی فی الطواف، ق ۱۰/أ-ب

۱۱٤۔ بدائع الصنائع، كتاب الحج، فصل فی شرط طواف الزيارة وواجباته، ۷۳/۳

۱۱۵۔ البحر العميق، الباب العاشر: فی دخول مكة و فی الطواف و السعی، فصل: فی بيان أنواع الأطوفة، ۱۱٤٤/۲

۱۱٦۔ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب جواز الطواف على بعير وغيره إلخ، برقم: ۲۵٤/۳۰۵۰، ۲۵۵/۳۰۵۱۔ (۱۲۷۳)، ص۵۸۹

اسود کا استلام کیا (یعنی تعظیم کی) تاکہ بلند ہونے کی وجہ سے لوگ آپ کو دیکھ لیں اور آپ سے سوال پوچھ سکیں کیونکہ لوگوں نے آپ کو گھیرا ہوا تھا۔

اس حدیث شریف کے تحت امام ابوبکر یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے کلام "تاکہ بلند ہونے کی وجہ لوگ آپ کو دیکھ لیں اور آپ سے سوال پوچھ سکیں" کے تحت لکھتے ہیں کہ

هذا بيان لعلة ركوبه ﷺ (۱۱۷)

یعنی، یہ حضور ﷺ کے سوار ہونے کی علت ہے۔

اور دوسری روایت میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ (طَاف) النَّبِیّ ﷺ فِیْ حَجَّةِ الوَدَاعِ، حَوْلَ الْكَعْبَةِ عَلَى بَعِيْرِهِ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ كَرَاهِيَّةَ أَنْ يُضْرَبَ عَنْهُ النَّاسُ (۱۱۸)

یعنی، امّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں کعبہ معظّمہ کے گرد اپنے اونٹ پر طواف کیا، آپ نے رُکن یعنی حجر اسود کا استلام فرمایا، آپ نے لوگوں کو ہٹائے جانے کو ناپسند کرنے کے سبب سے سوار ہو کر طواف کیا۔

اور وُجوب کی دلیل قرآن کریم کی آیہ کریمہ: ﴿وَ لْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾ (۱۱۹) کو قرار دیا گیا ہے، چنانچہ علامہ ابوعلی جمال الدین انصاری لکھتے ہیں:

و إنما كان واجباً لقوله تعالىٰ: ﴿وَ لْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾، و الراكب ليس بطائف حقيقةً، فأوجب ذلك نقصاً فيه فيجبر بالدم (۱۲۰)

۱۱۷۔ شرح صحيح مسلم للنووی، كتاب الحج، باب جواز الطواف على بعير وغيره الخ، برقم: ۲۵٤۔ (۱۲۷۳)، ۱۷/۹/۵

۱۱۸۔ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب جواز الطّواف على بعيرٍ وغيره الخ، برقم: ۲۵۶/۳۰۵۲۔ (۱۲۷۸٤)، ص۵۹۰

۱۱۹۔ سورة الحج، ۲۹/۱۷

۱۲۰۔ الضوء المنير فی شرح المنسك الصغير، بيان الواجبات، تحت قوله: و المشی فی الطواف، ق ۱۰/ب

یعنی، اس کا وجوب صرف اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَ لْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ﴾ کی وجہ سے ہے اور سوار حقیقت میں طواف کرنے والا نہیں ہے پس اس نے طواف میں نقص کو واجب کیا جسے دم کے ساتھ پورا کیا جائے گا۔

اور بلا عذر سوار ہو کر طواف کرنے سے طواف ادا ہو جاتا ہے اگر چہ ناقص ہی رہتا ہے، اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال فی "شرح المجمع": و إنما جاز طوافه راكباً، لأنّ فعل الدّابة مضاف إلى راكبها، و لكن أدخل فيه نقصاً بتفوية صورة الطواف فيجبر بالدم (١٢١)

یعنی، "شرح المجمع" میں کہا کہ سوار ہو کر کیا گیا طواف صرف اس لئے جائز ہے کہ چوپائے کا فعل اس کی سواری کی طرف منسوب ہے، لیکن طواف کی صورت کو فوت کر کے اس میں نقص کو داخل کر دیا، لہٰذا اُسے دَم کے ساتھ پورا کیا جائے گا۔

اور فقہاء کرام نے لُزومِ دم کو طواف میں پیدل چلنے کو بلا عذر ترک کرنے کے ساتھ خاص کیا ہے چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

و لو طاف راكباً من غير عذرٍ و علة فعليه دم كما فی الصلاة المفروضة (١٢٢)

یعنی، اگر بلا عذر و علّت سوار ہو کر طواف کیا تو اُس پر دَم ہے جیسا کہ فرض نماز میں۔

اور علامہ عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی حنفی متوفی ۱۱۴۳ھ لکھتے ہیں:

إلا المشی فی الطواف و السعی، فإنه إن ركب فيهما بلا عذرٍ لزمه الدم، و إن كان بعذرٍ فلا شئ عليه (١٢٣)

١٢١۔ الضوء المنير فی شرح المنسك الصغير، بيان الواجبات، ق ١٠/ب

١٢٢۔ المسالك فی المناسك، فصل فی كفّارة الجناية فی الطواف، ٧٨٨/٢

١٢٣۔ الابتهاج بمناسك الحاج، مقدمة، ص٢

یعنی، سوائے طواف اور سعی میں پیدل چلنے کے پس اگر ان (یعنی طواف اور سعی) میں بلا عذر سوار ہو تو اُسے دَم لازم ہے اور اگر سوار ہونا کسی عذر کے سبب ہے تو اُس پر کچھ نہیں۔

دَم یا صدقہ لازم آنے کی صورت میں اعادہ کرنے سے دَم یا صدقہ ساقط ہو جاتے ہیں چنانچہ امام شمس الدین احمد بن محمد بن سہل سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

و إن طاف راكباً أو محمولاً فإن كان لعذرٍ من مرضٍ أو كبرٍ لم يلزمه شئ و إن كان لغير عذرٍ أعاده ما دام بمكة، فإن رجع إلى أهله فعليه الدم عندنا (١٢٤)

یعنی، اگر سواری پر یا کسی کی گود اور کندھے پر طواف کیا تو اگر یہ فعل کسی بیماری یا بڑھاپے کے سبب تھا تو اُس پر کچھ کفّارہ نہیں ورنہ اگر بغیر عُذر تھا تو اُسے اعادہ کرنا چاہئے جب تک مکہ میں ہے، ہاں اگر وطن لوٹ گیا تو پھر قربانی کرے۔(١٢٥)

مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو اُٹھوا کر طواف کرنے کا وہی حکم ہے جو سوار ہو کر طواف کرنے کا ہے، اسی طرح گھسٹ کر طواف کرنے کا بھی وہی حکم ہے جو سوار ہو کر طواف کرنے کا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ بن ابراہیم سندھی ثم مکی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و لو طاف راكباً أو محمولاً أو زحفاً بلا عُذرٍ أعاد ما دام بمكة، و إن كان بعذر فلا شئ عليه (١٢٦)

یعنی، اگر بلا عذر سوار ہو کر یا اپنے آپ کو اُٹھوا کر یا گھسٹ کر طواف کیا تو اعادہ کرے جب تک مکہ میں ہے اور اگر کسی عُذر کے سبب ہے تو اُس پر کچھ نہیں۔

١٢٤۔ المبسوط للسرخسی، كتاب المناسك، باب الطواف، ٦٧٦/٢

١٢٥۔ الحج، واجبات و محرماتِ طواف، ص٩٨

١٢٦۔ جمع المناسك، باب أنواع الأطوفة و أحكامها، فصل: فی واجبات الطواف، منها (٣) المشی، ص١٠٧٥، ١٠٧٦

اور گھسٹنے کا مطلب بیان کرتے ہوئے مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی لکھتے ہیں:

پس اگر طواف کر برستودی یا بر کتف انسانے یا بطریق زحف اعنی رفتن بر شکم ہمچو ماریا بر پشت یا پہلو و مانند آن الخ (۱۲۷)

پس اگر سوار ہو کر یا کسی شخص کے کندھے پر سوار ہو کر یا گھسٹ کر میری مراد ہے کہ سانپ کی مثل پیٹ کے بل یا پشت کے بل، پہلو کے بل اور مثل اس کے۔

اور فقہاء عظام نے اس طرح کئے گئے طواف میں اِعادہ کو لازم قرار دیا ہے چنانچہ امام محمود بن احمد بن عبد العزیز ابن مازہ بخاری حنفی متوفی ۶۱۶ھ اور اُن کے حوالے سے علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے نقل کیا:

و إن كان من غير عذرٍ فما دام بمكة، فإنه يُعيد ..... (۱۲۸)

یعنی، پس اگر بلا عُذر ہے تو جب اُسے ممکن ہے ہمارے نزدیک وہ اِس کا اعادہ کرے گا۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی ثم مکی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

فلو طاف راكباً أو محمولاً أو زحفاً بلا عُذرٍ فعليه الإعادة أو الدم (۱۲۹)

یعنی، پس اگر سوار ہو کر یا اٹھوا کر یا گھسٹ کر بلا عُذر طواف کیا تو اُس پر اِعادہ لازم ہے یا دم۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی لکھتے ہیں:

واگر بغیر عذر کرد واجب باشد بروے اعادۂ طواف (۱۳۰)

۱۲۷۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب سویم در بیان طواف و انواع آن، فصل دویم در بیان شرائط صحة طواف، ص۱۱۹

۱۲۸۔ المحیط البرهانی، کتاب المناسك، الفصل الثامن: فی الطواف و السعی، ۴۴۹/۳ الفتاوی الهندیة، کتاب المناسك، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الخامس فی الطواف و السعی الخ، ۲۴۷/۱

۱۲۹۔ لُبّاب المناسك و عُبّاب المسالك، باب أنواع الأطوفة و أحكامها، فصل فی واجبات الطواف، ص۱۱۳

۱۳۰۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب سویم در بیان طواف و انواع آن، فصل دویم در بیان شرائط صحة طواف، اما واجبات طواف، ص۱۱۹

یعنی، اگر بغیر عذر کیا تو اس پر طواف کا اعادہ واجب ہے۔

اور اعادہ واجب ہونے کی صورت میں اعادہ ہی ضروری ہوگا، ہاں اگر کسی وجہ سے اعادہ نہ کر سکا اور چلا گیا تو فرض اور واجب طواف میں دَم اور نفلی طواف میں صدقہ لازم آئے گا، چنانچہ امام ابن مازہ حنفی بخاری اور اُن سے علامہ نظام حنفی اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

و إن رجع إلى أهله فإنه يريق كذلك دماً عندنا (۱۳۱)

یعنی، اور اگر اپنے اہل کو لوٹ گیا ہمارے نزدیک اسی طرح دَم دے۔

اور نفلی طواف میں اس صورت میں لزوم صدقہ کے بارے میں علامہ ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی لکھتے ہیں:

من طاف تطوعاً على شيء من هذه الوجوه فاحبّ إلى أن يعيد إن كان بمكة لإمكان الجبر بجنسه، و إن كان رجع إلى أهله فعليه صدقة جبراً لما دخل فيه من النقصان (۱۳۲)

یعنی، جس نے ان وجوہ میں سے کسی وجہ سے (یعنی واجبات میں سے کسی واجب کو ترک کرتے ہوئے) نفلی طواف کیا تو میرے نزدیک پسندیدہ اَمر یہ ہے کہ وہ اگر مکہ میں ہے تو اِس کا اعادہ کرے کیونکہ نقصان کو اُس کی جنس کے ساتھ پورا کرنا ممکن ہے۔

پس اگر اپنے اہل کو لوٹ گیا ہے تو اُس پر صدقہ لازم ہے اس نقصان کو پورا کرنے کے لئے جو اس (طواف) میں داخل ہو گیا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۹ ذو الحجة ۱۴۳۴ھ، ۲۴ اکتوبر ۲۰۱۳ م 890-F

۱۳۱۔ المحیط البرهانی، کتاب المناسك، الفصل الثانی فی طواف و السعی، ۴۴۹/۳ الفتاوی الهندیة، کتاب المناسك، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الخامس فی الطّواف و السّعی، ۲۴۷/۱

۱۳۲۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی کفارة الجنایة فی الطواف، ۷۸۶/۲

طواف میں دعائے آدم علیہ السلام

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ طواف میں ہم نے دعاءِ آدم علیہ السلام کا سنا ہے وہ کیا ہے؟ کس پھیرے میں مانگی جائے؟ اور اُس کی فضیلت کیا ہے؟

(السائل: محمد ریحان، لبیک حج اینڈ عمرہ سروسز)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: میرے علم کے مطابق دعائے آدم علیہ السلام ملتزم سے متعلق ہے چنانچہ علامہ ازرقی متوفی ۲۵۰ھ لکھتے ہیں:

عن عبد الله بن أبی سلیمان مولی بنی مخزومٍ أنه قال: طاف آدم علیه السلام سبعاً بالبیت حین نزل، ثم صلّی تجاه باب الکعبة رکعتین، ثم أتی الملتزم، فقال: اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ سَرِيْرَتِیْ وَ عَلَانِيَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ، وَ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَ مَا عِنْدِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ، و تَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَاعْطِنِیْ سُؤْلِیْ، اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُكَ إِيْمَانًا يُبَاشِرُ قَلْبِیْ، وَ يَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰی أَعْلَمَ أَنَّهُ لَنْ يُصِيْبَنِیْ إِلَّا مَا كَتَبْتَ لِیْ، و الرضا بِمَا قَضَيْتَ عَلَیَّ فَأوحی الله تعالیٰ إلیه یا آدمُ قد دَعوتَنی بدَعواتٍ فاستجبتُ لك، و لن یدعونی بها أحدٌ من وَلَدِكَ إلا کشفتُ غُمومَهُ و هُمومَهُ، و کففتُ علیه ضیعتَه، و نزعتُ الفقرَ من قلبه، و جعلتُ الغنابین عَینَیه، وتجرتُ له من وراء تجارة کلِّ تاجرٍ، و أتتُه الدُّنیا، و هی راغمةٌ و إن کان لا یریدها، قال: فمذ طاف آدم علیه السلام کانت سنّة الطواف (۱۳۳)

یعنی، مولی بنی مخزوم حضرت عبداللہ بن اَبی سلیمان سے مروی ہے آپ نے

۱۳۳۔ أخبار مکة، ما جاء فی حج آدم علیه السلام و دعائه لذریته، ۱/۴۳۔۴۴

فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کا سات پھیرے طواف کیا، پھر باب کعبہ کے سامنے نماز ادا فرمائی، پھر ملتزم پر آئے اور عرض کی: ''اے اللہ! تو میری سب چھپی اور کھلی باتیں جانتا ہے، پس تو میری معذرت کو قبول فرما لے، اور تو جو میرے نفس میں ہے جو میرے ہاں (گُناہوں سے) ہے سب کو جانتا ہے پس تو میرے گُناہوں کو بخش دے، اور تو میری حاجت کو جانتا ہے، پس تو میرے سوال کو پورا کر دے (یا میری خواہش کو پورا فرما دے) اے اللہ! میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جو میرے دل میں سما جائے اور ایسا سچا یقین کہ میں جان لوں کہ جو کچھ تو نے میری تقدیر میں رکھ دیا ہے وہی مجھے پہنچے گا اور تو نے میرے لئے فیصلہ کیا ہے اُس پر راضی ہونا مانگتا ہوں'' پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کی طرف وحی فرمائی کہ اے آدم! تو نے مجھ سے ایسی دعا کی ہے جسے میں نے قبول کر لیا ہے، تیری اولاد میں سے جو بھی یہ دعا کرے گا اور اس کے غم اور ہم (وہ غم کہ جس کا سبب معلوم نہ ہو) دُور کر دوں گا اور غِنا اُس کی آنکھوں کے سامنے کر دوں گا اور ہر تاجر کی تجارت سے زیادہ تجارت اُس کے لئے رکھ دوں گا اور اُس کے پاس دنیا آئے گی اور وہ اُس کی طرف مائل ہوگی جب کہ وہ اس کو نہیں چاہتا ہوگا، فرمایا: جب سے آدم علیہ السلام نے طواف کیا تو یہ طریقہ ہوگیا۔

اس دعا سے جو فوائد مستفاد ہوئے وہ یہ ہیں کہ جو یہ دعا کرے:

۱۔ اُس کے وہ غم دُور ہوں کہ جن کا سبب معلوم ہو۔
۲۔ اُس کے وہ غم دُور ہوں کہ جن کا سبب معلوم نہیں۔
۳۔ اہل وعیال پر کفایت حاصل ہو۔
۴۔ دل سے محتاجی کا خوف دور ہو۔
۵۔ غنا سامنے نظر آئے۔

۶۔ تجارت میں خوب برکت حاصل ہو۔

۷۔ دنیا کا میلان اُس کی طرف ہو اور وہ دنیا سے منہ پھیرے۔

اب اس دعا کے مانگنے کی جگہ ملتزم ہے بعض نے مقام ابراہیم کو ذِکر کیا ہے، عام حالات میں ملتزم پر جانا دشوار ہوتا ہے اور طواف کی جگہ سے مقام ابراہیم کے پاس ٹھہرنا مشکل ہوتا ہے اس لئے طواف کے نوافل ادا کر کے یہ دعا مانگ لی جائے، اللہ تعالیٰ کرم فرمائے گا ضرور قبول ہوگی، چاہے مقام ابراہیم کے پاس ہو یا اُس سے دُور۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۹ ذو الحجة ۱٤۳٤ھ، ۲٤ اکتوبر ۲۰۱۳ م 891-F

رمی

بارہ تاریخ کی رمی زوال سے قبل جائز نہیں

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ہم نے سُنا ہے کہ 2006ء میں ایک متفقہ فتویٰ جاری ہوا، جس کے مطابق گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کی رمی کو زوالِ آفتاب سے قبل جائز قرار دیا گیا ہے، آپ اس بارے میں ہماری رہنمائی فرمائیے۔

(السائل: ایک حاجی، از جیریز حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ مسائل حج توقیفی ہیں قیاس کو ان میں کوئی دخل نہیں ہے۔

اور نبی کریم ﷺ سے گیارہ اور بارہ تاریخ میں زوالِ آفتاب کے بعد رمی کرنا ہی منقول ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ: رَمَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْجَمْرَةَ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحىً وَ رَمَى بَعْدَ يَوْمَ النَّحْرِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ (۱۳٤)

یعنی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دسویں ذوالحجہ کو چاشت کے وقت رمی فرمائی اور اس دن کے بعد (یعنی گیارہویں اور بارہویں تاریخ کو جب زوال آفتاب ہوگیا) تو رمی فرمائی۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

كُنَّا نَتَحَيَّنُ فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ رَمَيْنَا (۱۳۵)

یعنی، ہم زوال شمس کا انتظار کرتے جب سورج ڈھلتا تو ہم رمی کرتے۔

۱۳٤۔ سُنَن النّسائی، کتاب الحج، باب: وقت رمی الجمرة العقبة یوم النّحر، برقم: ۳۰٦۰، ۲۷۷/۵

۱۳۵۔ صحیح البخاری، کتاب الحج، باب رمی الجمار، برقم: ۱۷٤۷، ٤۲۹/۱

ان دنوں میں رمی اگر زوال کے وقت سے قبل جائز ہوتی تو صحابہ کرام علیہم الرضوان زوال کے وقت کا انتظار نہ کرتے۔ انتظار سے ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک اس سے قبل رمی جائز نہ تھی اور یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل نہیں بلکہ وہ سب صحابہ کا عمل بتا رہے ہیں۔ جیسا کہ روایت کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

اسی وجہ سے فقہاءِ احناف نے لکھا ہے کہ رمی کا وقت دس تاریخ کو تو صبح سے ہے اور گیارہویں اور بارہویں تاریخ کو رمی کا وقت زوالِ آفتاب کے بعد ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

أول وقتِ جواز الرمی فی الیوم الأول یدخل بطلوع الفجر الثّانی من یوم النّحر، فلا یجوز قبله، و هذا وقت الجواز مع الإساءة ..... و الوقت المسنون فیه بطلوع الشمس یمنو إلی الزوال وقت رمی الجمار الثّلاث فی الیوم الثانی و الثّالث من أیام النّحر بعد الزّوال(۱۳٦)

یعنی، پہلے روز رمی کا وقتِ جواز یوم نحر کے صبح صادق کے طلوع ہونے سے شروع ہوتا ہے تو اس سے پہلے جائز نہیں اور یہ وقتِ جواز مع الإساءت ہے..... اور اس میں مسنون وقت طلوعِ آفتاب سے ہے اور زوال تک ہے اور تینوں جمرات کی ایام نحر کے دوسرے اور تیسرے روز رمی کا وقت زوال کے بعد ہے۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱٦۱ھ علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

و أما وقت الرّمی فی الیوم الثّانی و الثّالث فهو بعد الزّوال(۱۳۷)

یعنی، دوسرے اور تیسرے روز رمی کا وقت زوال کے بعد ہے۔

۱۳٦۔ لُبَاب المناسك و عُبَاب المسالك، باب رمی الجمار و أحكامه، فصل فی وقت رمی جمرة العقبة یوم النحر، ص۱۵۹

۱۳۷۔ الفتاوی الهندیة، كتاب المناسك، الباب الخامس فی كیفیت أداء الحج، والكلام فی الرمی فی مواضع، ۲۳۳/۱

پس اس دو دنوں میں کسی نے زوال کے قبل رمی کر لی تو جائز نہ ہوگی چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور مُلّا علی القاری حنفی لکھتے ہیں:

(فلا یجوز) أی الرمی (قبله) أی قبل الزوال فیهما (فی المشهور) أی عند الجمهور كصاحب "الهدایة" و "قاضیخان" و "الكافی" و "البدائع" و غیرها (۱۳۸)

یعنی، پس رمی ان دو دنوں میں مشہور مذہب کے مطابق یعنی جمہور کے نزدیک زوال سے قبل جائز نہیں جیسے صاحب ہدایہ، قاضیخان، کافی اور بدائع وغیرہا۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ۱۰ ذو الحجة ۱٤۳٤هـ، ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۳ م 879-F

جمرۂ عقبہ کی رمی دو کنکریاں باہر گریں تو حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے دس تاریخ کی رمی کی اور اُس کی سات میں سے دو کنکریاں نہ جمرے کو لگیں اور نہ ہی پیالے میں گریں، اس صورت میں اب اُسے کیا کرنا چاہئے؟

(السائل: ایک حاجی، لبیک حج اینڈ عمرہ سروسز)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اگر وقت باقی ہو تو دو کا اعادہ کرے یعنی دو کنکریاں مار لے اور دس تاریخ کی رمی کا وقت گیارہ تاریخ کی صبح صادق تک ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و آخر الوقت طلوعُ الفجر الثانی من غَدِه (۱۳۹)

یعنی، رمی کا آخری وقت اگلے دن کی صبح صادق تک ہے (یعنی ایام نحر کے

۱۳۸۔ لُبَاب المناسك مع شرحه للقاری، باب رمی الجمار و أحكامه، ص۳۳٤

۱۳۹۔ لُبَاب المناسك و عُبَاب المناسك، باب رمی الجمار و أحكامه، فصل فی وقت رمی جمرة العقبة یوم النحر، ص۱۵۹

دوسرے روز کی فجر تک ہے)۔

اگرچہ یہ وقتِ کراہت ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و وقت الكراهة مع الجواز: من الغروب إلى طلوع الفجر الثانی من غَدِه، و لو أخّر إلى الليل كُرِهَ و لا يلزمه شیءٌ، و إن كان يعذر لم يكره (١٤٠)

یعنی، وقتِ کراہت مع جواز (دس تاریخ کی) غروبِ آفتاب سے اگلے دن کی طلوع صبح صادق تک ہے اور اگر رات تک مؤخّر کیا تو مکروہ ہے۔ اور اس پر کوئی شئے لازم نہیں اور اگر رات تک مؤخّر عذر کی وجہ سے ہو تو مکروہ بھی نہیں۔

مگر عورتوں اور بوڑھوں کے حق میں کراہت نہیں ہے، چنانچہ ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

إلّا فی حق النّساء و كذا حكم الضعفاء (١٤١)

یعنی، مگر عورتوں کے حق میں اسی طرح کمزوروں کا حکم ہے (یعنی ان کے حق میں کراہت نہیں ہے)۔

لہٰذا وہ رہی ہوئی کنکریاں مار لے اور اگر نہیں مارتا یہاں تک کہ گیارہ کی فجر کا وقت ہو جاتا ہے تو اُس پر دو صدقے لازم آئیں گے چنانچہ شمس الائمہ ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

و إن ترك منها حصاةً أو حصاتَين أو ثلاثاً إلى الغَدِ رماها و تصدّق لكلّ حصاة بنصف صاع حنطة على مسكين إلا أن يبلغ دماً

١٤٠۔ لُبَاب المناسك و عُبَاب المسالك، باب رمی الجمار و أحكامه، فصل فی وقت رمی جمرة العقبة يوم النحر، ص١٥٩

١٤١۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رَمْی الجمار و أحكامه، تحت قوله: إلى الليل كره، ص٣٣٣

فحينئذٍ ينقص منه ما شاء لأن المتروك أقل فتكفيه الصدقة (١٤٢)

یعنی، اگر ایک یا دو یا تین کنکریاں چھوٹ گئیں تو دوسرے دن قضاء کرے اور ہر کنکری کے عوض نصف صاع گیہوں مسکین پر صدقہ کرے لیکن مجموعہ صدقات اگر ایک دَم کے برابر ہو جائیں تو اس میں کچھ کم کر لے، کیونکہ متروک اقل ہے پس اُسے صدقہ کافی ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ١١ ذو الحجة ١٤٣٤هـ، ١٦ اكتوبر ٢٠١٣ م 880-F

گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کی رمی

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ گیارہ اور بارہ کی رمی نبی کریم ﷺ نے کس طرح کی، کیا اس کے بارے میں کوئی حدیث شریف موجود ہے؟

(السائل: محمد جنید بن عبدالرحیم لبیک حج اینڈ عمرہ سروسز)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: گیارہ اور بارہ کی رمی کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ''صحیح البخاری'' میں موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ

عن سالم، عن ابن عمر أنه كان يرمی جمرة الدّنيا بسبع حصيات يكبّر على إثر كلّ حصاة، ثم يتقدّم حتى يسهلَ فيقومُ مستقبلَ القبلة فيقومُ طويلاً و يَدعُو و يَرفعُ يديه ثم يرمی الوسطى ثم يأخذُ ذاتَ الشِّمال فيسهلَ و يقوم مستقبلَ القبلة، فيقوم طويلاً ويدعو و يرفع يديه و يقوم طويلاً، ثم يرمی جمرة ذات العقبة من بطن الوادی، و لا يَقفُ عندها، ثم يَنصرفُ، فيقول هكذا رأيت النبی

١٤٢۔ المبسوط للسرخسی، كتاب المناسك، باب رمی الجمار، الجزء الرابع، ٥٩/٢

ﷺ يفعلُه (١٤٣)

یعنی، سالم روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ کو رمی جمرہ دُنیا (یعنی پہلے جمرے) سے شروع کرتے تھے یعنی جو جمرہ مسجد خیف سے قریب ہے، ''اللہ اکبر'' کہہ کر کنکری پھینکتے تھے، بعد سات کنکریوں کے کچھ آگے بڑھ کر نرم زمین پر قبلہ رو ہو کر بہت دیر تک کھڑے رہتے اور ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگتے، پھر جمرۂ وسطیٰ پر سات کنکریاں پھینکتے اور ہر کنکریاں پھینکتے ہوئے تکبیر کہتے، پھر بائیں طرف ہٹ کر نرم زمین پر کھڑے ہو جاتے اور قبلہ رُخ ہاتھ اُٹھا کر دیر تک دعا مانگتے، پھر جمرہ ذاتِ عقبہ پر سات کنکریاں پھینکتے، تکبیر ہر کنکری پھینکنے میں کہتے اور اُس کے پاس ٹھہرتے نہ تھے، منیٰ واپس آ جاتے اور کہا کرتے تھے کہ میں نے ایسا ہی عمل کرتے ہوئے نبی ﷺ کو دیکھا ہے۔

اور گیارہویں اور بارہویں تاریخ میں رمی نبی کریم ﷺ نے زوالِ آفتاب کے بعد یعنی ظہر کے وقت میں کی چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن جابر قال رَمَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْجَمرَةَ يَوْمَ النَّحرِ ضُحىً و رَمَى بَعْدَ يَوْمِ النَّحرِ إذَا زَالَتِ الشَّمْسُ (١٤٤)

یعنی، حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ دسویں تاریخ چاشت کے وقت رسول اللہ ﷺ نے رمی کا نُسک ادا فرمایا اور دسویں زوال کے بعد۔

اور پہلے اور دوسرے جمرے بعد طویل قیام کیا، ذِکر ہے جیسا کہ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں بھی ہے:

١٤٣۔ صحيح البخارى، كتاب الحج، باب إذا رمى الجمرتين يقوم .....إلخ، برقم: ١٧٥١، ١٤٣٠/١

١٤٤۔ سُنَنُ النّسائى، كتاب مناسك الحج، باب وقت رمى جمرة العقبة يوم النحر، برقم: ٣٠٦٠، ٢٧٧/٥

و يقفُ عندَ الْأُولىٰ و الثَّانيةِ فيُطيلُ القِيَامَ وَ يَتَضَرَّعُ إلخ (١٤٥)

یعنی، پہلے اور دوسرے کے پاس حضور ﷺ نے قیام فرمایا، پس قیام کو طویل فرمایا اور (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) آہ وزاری (کے ساتھ دُعا) کی۔

اور پھر دوسرے جمرے کے پاس نبی کریم ﷺ نے زیادہ وقت قیام کیا، چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

رأيتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَقَفَ عِنْدَ الْجَمرَةِ الثَّانِيَةِ أَطْوَلَ مِمَّا وَقَفَ عِنْدَ الْجَمرَةِ الْأُولىٰ (١٤٦)

یعنی، میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ دوسرے کے پاس پہلے کے پاس رُکنے سے زیادہ ٹھہرے۔

تو یہ قیام کتنا طویل ہونا چاہئے، علماء کرام نے لکھا ہے یہ قیام سورۂ بقرہ کی تلاوت یا پونے پارے کی تلاوت یا کم از کم بیس آیات کی تلاوت کی مقدار ہو کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سورۂ بقرہ کی تلاوت کی مقدار قیام مروی ہے، چنانچہ امام ابو الولید محمد بن عبداللہ بن احمد اُرزقی متوفی ۲۵۰ھ لکھتے ہیں: اور امام عزّ الدین بن جماعۃ کنانی متوفی ۷۶۷ھ نے ''سنن سعید بن منصور'' کے حوالے سے نقل کیا:

قال ابن جريج قال لى عطاءٌ و رأيتُ ابنَ عمر (رضى الله عنهما) يقومُ عند الجمرتَين قدر ما كنت قارئاً سورةَ البقرة و اللفظ للأرزقى (١٤٧)

یعنی، مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما دونوں جمروں کے پاس سورۂ

١٤٥۔ سُنَنُ أبى داؤد، كتاب المناسك، باب فى رم الجمار، برقم: ١٩٧٣

١٤٦۔ المسند للإمام أحمد، برقم: ٦٦٦٩، ٦٣٠/٢

١٤٧۔ أخبار مكة للأرزقى، باب ما ذكر من النزول بمنى و أين نزل النّبى ﷺ منها، من أين ترمى الجمرة؟ و ما يدعى عندها و ما جاء فى ذلك، ١٧٩/٢

هداية السالك، الباب الثانى عشر: فى الأعمال المشروعة يوم النحر و باقى الأعمال، فصل: فيما يفعل الحاج فى أيّام منى و لياليها، ١٢٠١/٣ و قال أخرجه سعيد بن منصور فى "سُنَنه"

بقرہ کی تلاوت کی مقدار قیام فرماتے۔

اور امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے وبرہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل نقل کیا ہے کہ آپ کا قیام سورۂ بقرہ کی تلاوت کی مقدار تھا اور دوسری ابومجلز سے ذکر کی جس میں آپ رضی اللہ عنہما کا قیام سورۂ یوسف کی تلاوت کی مقدار ہے۔(۱۴۸)

اور امام شافعی سے بھی سورۂ بقرہ کی تلاوت کی مقدار منقول ہے جیسا کہ "المسالك فی المناسك" (۱۴۹) میں ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی اور ملاّ علی قاری لکھتے ہیں:

(و یمکثُ کذلك) أی علی ذلك الحال (قدر قرأة سورة البقرة أو ثلاثة أحزاب) أی ثلاثة أرباعٍ من الجزءِ (أو عشرین آیة) یعنی و هو أقلّ المراتب ، و أختاره صاحب "الحاوی" و "المضمرات" (۱۵۰)

یعنی، اس حال میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی مقدار یا تین پاؤ یعنی سپارے کے چار پاؤ میں سے تین پاؤ تلاوت کی مقدار یا بیس آیات کی تلاوت کی مقدار ٹھہرے یعنی یہ سب سے کم مرتبہ ہے اور اسے صاحب "الحاوی" اور "المضمرات" نے اختیار کیا ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

باید کہ فرصت نماید درین مقام باشتغال اَدعیہ واَذکار مدتے طویلہ کہ تقریر کردہ اند آن را بعضے مشائخ بمقدار قراءۃ سورۃ البقرۃ، وبعضے دیگر بمقدار قراءۃ سہ حزب ومراد از حزب ایشان ربع جزء واحد از جزاء ثلاثین است وبعضے دیگر

۱۴۸۔ السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الحج، باب الرجوع إلی منی أیّام التشریق و الرمی بها إلخ، برقم: ۹۶۶۷، ۲۴۳/۵

۱۴۹۔ المسالك فی المناسك، القسم الثانی، فصل الرمی فی الیوم الثانی و الثالث، ۵۹۶/۱

۱۵۰۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار و أحکامه، فصل: صفة الرمی فی هذه الأیام، ص ۳۴۱

بمقدار قراءۃ بیست آیت(۱۵۱)

یعنی، چاہئے کہ اس مقام پر دعاؤں اور اذکار میں طویل وقت مشغول رہے جس کا اندازہ بعض مشائخ نے سورۂ بقرہ کی تلاوت کی مقدار کے ساتھ اور بعض نے تین پاؤ کی تلاوت کی مقدار کے ساتھ اور بعض نے بیس آیات کی تلاوت کی مقدار کے ساتھ کیا ہے اور یہ سب سے کم مقدار ہے، یہی افضل ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

(قدر قراءة البقرة) أو ثلاثة أحزاب، أی: ثلاثة أرباع من الجزء أو عشرین آیة قال شارحه: و هو أقلّ المراتب و اختاره صاحب الحاوی و المضمرات (۱۵۲)

یعنی، سورۂ بقرہ کی تلاوت یا تین پاؤ کی تلاوت یا بیس آیات کی تلاوت کی مقدار اور شارح نے کہا کہ یہی کم از کم مرتبہ ہے۔اور صاحبِ حاوی اور مضمرات نے اِسی کو اختیار کیا ہے۔

بہرحال وہ اس جگہ بیس آیات کی تلاوت کی مقدار کھڑا ہوا اور اسی مقدار کو افضل قرار دیا گیا ہے۔

اب یہ بات کہ وہاں کھڑا ہو کر کیا کرے اس کا تذکرہ حدیث شریف میں ان کلمات سے آیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

یَدْعُوا و یَرْفَعُ یَدَیْهِ (۱۵۳)

یعنی، ہاتھ اُٹھا کر دعا کرے۔

۱۵۱۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب دهم در بیان رمی جمار، فصل پنجم، ص۲۱۹

۱۵۲۔ رد المحتار علی الدّر المختار، کتاب الحج، مطلب فی رمی الجمرات الثلاث، تحت قوله قدر قراءة البقرة، ۶۱۸/۳

۱۵۳۔ صحیح البخاری، کتاب الحج، باب إذا رمی الجمرتین یقوم .....إلخ، برقم: ۱۷۵۱، ۱۴۳۰/۱

اور اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

يَرمِي الْجَمرَةَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ كُلَّ جَمْرَةٍ بِسَبْعِ حَصَبَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةً وَ يَقِفُ عِنْدَ الْأُوْلٰى وَ الثَّانِيَةِ فَيُطِيْلُ الْقِيَامَ وَ يَتَضَرَّعُ وَ يَرْمِي الثَّالِثَةَ وَ لَا يَقِفُ عِنْدَهَا (١٥٤)

یعنی، نبی کریم ﷺ جمرہ کی رمی اُس وقت فرماتے جب سورج ڈھل جاتا ہر جمرے کو سات کنکریاں (مارتے) ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہی اور پہلے اور دوسرے جمرے کے پاس ٹھہرنے میں طویل قیام فرمایا، آہ وزاری کے ساتھ دعا فرمائی اور تیسری کی رمی فرمائی اور اُس کے پاس نہ ٹھہرے۔

اسی لئے فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اِس مقام پر خُشوع وخُضوع کے ساتھ استغفار کرے، تسبیح وتہلیل اور تکبیر پڑھے اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں درود شریف بھیجے اور اپنے لئے، اپنے والدین، اساتذہ، مشائخ، عزیز واقارب، اپنے جاننے والوں اور تمام مسلمانوں کے لئے دُعا مانگے، چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

و يَدعُو و يتضرَّعُ إلى الله تعالى و يُصلّى على النّبيّ ﷺ (١٥٥)

یعنی، دعا مانگے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں آہ وزاری کرے اور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں درود شریف بھیجے۔

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

فيحمد الله و يكبّر و يهلّل و يسبّح و يصلّى على النّبيّ ﷺ، و يدعُو و يَرفعُ يديه كما للدّعا بسطاً مع حُضورٍ و خشوعٍ و تضرّعٍ و استغفارٍ..... و يَدعو و يستغفرُ لأبويه و أقاربه و معارفه و سائر المسلمين (١٥٦)

١٥٤ـ سنن أبي داؤد، كتاب المناسك، باب فی رم الجمار، برقم: ١٩٧٣

١٥٥ـ المسالك فی المناسك، فصل فی الرّمی يوم الثّانی و الثّالث، ٥٩٦/١

١٥٦ـ لُباب المناسك و عُباب المسالك، باب رمی الجمار و أحكامه، فصل: فی صفة الرمی فی هذه الأيام، ص١٦٢

یعنی، پس اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے تکبیر کہے، تہلیل کہے، تسبیح پڑھے اور دعا مانگے ہاتھوں کو بلند کرے جیسا کہ دعا کے لئے، ہاتھ پھیلائے، حضورِ قلب، خُشوع، اور آہ و زاری اور استغفار کے ساتھ ..... اور دعا کرے اپنے والدین، عزیز واقارب اور اپنے جاننے والوں اور تمام مسلمانوں کے لئے بخشش طلب کرے۔

اور علامہ محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

و وقف فحمد الله تعالى و أثنى عليه و هلّل و كبّر و صلّى على النّبيّ ﷺ (١٥٧)

یعنی، رک جائے پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرے، تہلیل وتکبیر کہے اور نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھے۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و وقف حامداً، مهلّلاً، مكبّراً، مصلّياً قدر قرأة البقرة (١٥٨)

یعنی، حمد کرتے ہوئے، تہلیل وتکبیر کہتے ہوئے، درود شریف پڑھتے ہوئے سورۂ بقرہ کی تلاوت کی مقدار رُکے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی لکھتے ہیں:

پس وقوف کند مستقبل قبلہ برائے دعا و رفع نماید یدین را تا برابر کتف خود و متوجہ سازد آنہا را بسوئے آسمان چنانکہ سنت است در مطلق دعا و بگوید حمد وثنائے خدائے تعالی و تسبیح وتہلیل وتکبیر وصلاۃ فرستد بر پیغمبر ﷺ و دعا خواہد مع احضار القلب والخشوع والتضرع واستغفار نماید برائی خود و برائی والدین و مشائخ واقارب ومعارف خود و برائی سائر مسلمین و گفت پیغمبر خدا ﷺ درین

١٥٧ـ منح الغفار شرح تنوير الأبصار، كتاب الحج، تحت قوله: و وقف، ق١٦١/أ

١٥٨ـ الدر المختار، كتاب الحج، تحت قوله: و وقف، ص١٦٣

مقام کہ اللهم اغفر للحاج و لمن استغفر له الحاجُّ (۱۵۹)

یعنی، پس دعا کے لئے قبلہ رُو ہوکر رُکے، ہاتھوں کو اپنے کندھوں کے برابر تک بلند کرے اور انہیں آسمان کی جانب متوجہ کرے (کہ دعا کا قبلہ آسمان ہے) اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرے تسبیح وتہلیل وتکبیر کہے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں درود شریف بھیجے اور حضور قلب، خشوع، آہ وزاری کے ساتھ دعا کرے اپنے لئے، اپنے والدین کے لئے، مشائخ (یعنی استاد و پیر کے لئے) اپنے عزیز و اقارب اور اپنے جاننے والوں کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے استغفار کرے اور نبی کریم ﷺ نے اس پر مقام پر فرمایا: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْحَاجِّ وَ لِمَنِ اسْتَغْفَرَ لَهُ الْحَاجُّ (''اے اللہ! حاجیوں کو بخش دے اور جس کے لئے وہ بخشش طلب کریں انہیں بخش دے'')۔

اور اس مقام پر علامہ کرمانی حنفی نے ایک دُعا ذِکر کی ہے وہ یہ ہے کہ کہے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشِّرْكِ وَ الشَّكِّ، وَالنِّفَاقِ وَ الشِّقَاقِ، وَ سُوْءِ الْأَخْلَاقِ، وَ ضَيْقِ الصَّدْرِ، وَ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ، وَ سُوْءِ الْمُنْقَلِبِ، وَ سُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْأَهْلِ وَ الْمَالِ وَ الْوَلَدِ (۱۶۰)

یعنی، اے اللہ! میں تیرے پناہ چاہتا ہوں (تیری ذات وصفات میں) شرک سے اور (تیرے احکام میں) شک سے اور نفاق واختلاف اور بُرے اخلاق سے، اور سینے کی تنگی، دجال کے فتنے سے، بُرے انجام سے، اہل، مال اور اولاد میں بُرے حال سے۔

علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبد اللہ متوفی ۹۹۳ھ اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ خُشوع، خُضوع اور استغفار کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۵۹۔ حیات القلوب من زیارت المحبوب، باب دهم در بیان رمی جمار، فصل پنجم، در بیان کیفیت رمی جمار، ص۲۱۹

۱۶۰۔ المسالك فی المناسك، فصل: الرمی فی الیوم الثانی و الثالث، ۵۹۶/۱

(مع حضورٍ) أی لـلقلب (و خُشوعٍ) أی فی القالب لأنه علامة خُضوع الباطن، (و تضرُّعٍ) أی إظهار ضَراعةٍ و مسكنةٍ و حاجة (و استغفارٍ) أی طلب مغفرة و توفيق توبة (۱۶۱)

یعنی، حُضورِ قلب اور خُشوع یعنی قالب میں کیونکہ یہ باطن میں خُضوع کی علامت ہے اور تضرع یعنی آہ وزاری، مسکینی اور حاجت کے اظہار سے اور استغفار یعنی بخشش اور توبہ کی توفیق طلب کرتے ہوئے۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۲ ذو الحجة ۱۴۳۴ھ، ۱۷ اکتوبر ۲۰۱۳ م F-881

جمرات کی رمی کے بعد دُعا کس جگہ مانگی جائے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ میں پہلے اور دوسرے جمرے کی رمی کے بعد دُعا کا حکم ہے وہ کس جگہ مانگی جائے، بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ جمرہ کے پاس کھڑے ہوکر دُعا کرتے ہیں اور بعض کچھ آگے جا کر دُعا کرتے نظر آتے ہیں، اس میں درست کیا ہے، پھر کچھ کو دیکھا کہ وہ جمرہ کی طرف منہ کر کے دُعا کرتے ہیں، کچھ قبلہ رُو، اس میں صحیح کیا ہے؟

(السائل: فیضان، لبیک حج اینڈ عمرہ سروسز)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں جمرۂ اُولیٰ اور ثانیہ کے بعد دُعا جمرہ سے کچھ آگے جا کر مانگنا سنت سے ثابت ہے جیسا کہ حدیثِ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ہے، سالم کہتے ہیں کہ

أنه كان يرمی جمرة الدنيا بسبع حصياتٍ، يكبّر على إثر كلّ حصاةٍ، ثم يتقدّم فيُسهلُ، فيقوم مستقبلَ القبلة فيقوم طويلاً،

۱۶۱۔ المسلك المنقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار و أحكامه، فصل: فی صفة الرمی فی هذه الأیام، ص۳۴۱

ویدعو و یرفع یدیه، ثم یرمی الوُسطی، ثم یأخذ ذات الشمال، فیُسهِل، و یقوم مستقبل القبلة فیقوم طویلاً، ویدعو و یرفعُ یدیه و یقوم طویلاً ثم یرمی جمرة ذات العقبة من بطن الوادی و لا یقف عندها ثمّ ینصرف فیقول هکذا رأیتُ النّبیَّ ﷺ یفعله (١٦٢)

یعنی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمرہ اُولیٰ کو سات کنکریاں مارتے، ہر کنکری کے پیچھے تکبیر کہتے، پھر آگے بڑھتے یہاں تک کہ نرم زمین پر آ جاتے، پھر قبلہ رُو ہو کر طویل قیام فرماتے، پس دعا کرتے اور (دعا کے لئے) اپنے دونوں ہاتھ بلند فرماتے، پھر اسی جمرۂ وسطیٰ کو سات کنکریاں مارتے، پھر بائیں جانب جاتے، پس نرم زمین پر آتے اور قبلہ رُو ہو کر طویل قیام فرماتے، پس دعا فرماتے اور (دعا کے لئے) ہاتھ اُٹھاتے اور طویل قیام فرماتے پھر بطن وادی سے جمرۂ عقبہ کو رمی فرماتے اور اس کے پاس نہ ٹھہرتے، پھر لوٹ جاتے، پس فرماتے کہ میں نے ایسا ہی عمل کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کو دیکھا۔

عن سلیمان بن ربیعة الباهلی قال: نظرنا عمر رضی الله عنه یوم النفر الأوّل فخرج علینا و لحیتُه تقطرُ ماءً، فی یده حصیات، و فی حره حصیات، ماشیاً یکبّر فی طریقه حتی رمی الجمرة الأولی، ثم مضی انقطع من فضض الحصی و حیث لا ینالُه حصی مَن رمی فدعا ساعةً، ثم مضی إلی الجمرة الوُسطی، ثم الأخری (١٦٣)

یعنی، سلیمان بن ربیعہ باہلی سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عمر رضی

١٦٢ـ صحیح البخاری، کتاب الحج، باب إذا رمی الجمرتین یقوم ویسهل مستقبل القبلة، ١/٤٣٠ـ ٤٣١، برقم: ١٧٥١

١٦٣ـ أخبار مکة للأزرقی، باب ما ذکر من النزول بمنی و أین نزل النّبیّ ﷺ منها، من أین ترمی الجمرة؟ و ما یدعی عندها إلخ، ٢/١٧٩

اللہ عنہ کو نفر اول کے روز (یعنی ۱۲ ذوالحجہ) کو اس حال میں چلتے ہوئے دیکھا کہ آپ کی داڑھی سے پانی ٹپک رہا تھا اور آپ کے ہاتھ اور آپ کی گود میں کنکریاں تھیں، آپ راستے میں تکبیر کہہ رہے تھے یہاں تک کہ جمرۂ اُولیٰ کے پاس پہنچے (رمی کے بعد) پھر چلے یہاں تک کہ کنکریاں لگنے سے منقطع ہوئے وہاں کہ جہاں آپ کو اس شخص کی کنکریاں نہ لگیں جو رمی کرے، پھر کچھ وقت دعا فرمائی، پھر جمرۂ وُسطیٰ تک چلے، پھر دوسرے (یعنی جمرۂ عقبہ) کی طرف۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں روایت ہے:

أنّ عبدَ اللّٰهِ بنَ عُمَرَ کَانَ یَقِفُ عِنْدَ الْجَمْرَتَیْنِ الْأُوْلَیَیْنَ، فَیَقِفُ وُقُوْفًا طَوِیْلاً و یکبّر الله و یسبّحه و یحمده و یدعوا الله لا یقف عند الجمرة العقبة (١٦٤)

یعنی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پہلے اور دوسرے جمرے کے پاس قیام فرماتے، پس طویل قیام فرماتے، تکبیر، تسبیح اور تحمید کہتے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے اور جمرۂ عقبہ کے پاس نہ ٹھہرتے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

رأیتُ رسولَ اللّٰهِ ﷺ و وَقَفَ عِنْدَ الْجَمْرَةِ الثَّانِیَةِ أَطْوَلَ مِمَّا وَقَفَ عِنْدَ الْجَمرةِ الأولیٰ (١٦٥)

یعنی، نبی کریم ﷺ پہلے اور دوسرے کے پاس قیام فرماتے۔

قال ابن جریج: قال عطاء: و إذا رمیت قمت عند الجمرتین السفلیین، قلت: بحیث یقوم النّاس الآن، قال: نعم إلخ (١٦٦)

١٦٤ـ السُّنَن الکُبری للبیهقی، کتاب الحج، باب الرجوع إلی منی أیام تشریق و الرمی بها کل یوم إذا زالت الشمس، برقم: ٩٦٦٦، ٥/٢٤٣

١٦٥ـ المسند للإمام أحمد بن حنبل، برقم: ٦٦٦٩، ٢/٦٣٠

١٦٦ـ أخبار مکة للأزرقی، باب ما ذکر من النزول بمنی و أین نزل النّبیّ ﷺ منها، من أین ترمی الجمرة؟ و ما یدعی عندها إلخ، ٢/١٧٩

یعنی، ابن جریج نے کہا کہ عطاء (تابعی) نے فرمایا: جب تو رمی کرے، نچلے دو جمروں کے پاس (دُعا کے لئے) کھڑا ہو، میں نے عرض کی جہاں اب لوگ کھڑے ہوتے ہیں، آپ نے فرمایا: ہاں۔

لہٰذا روایات کے مابین جمع سے نتیجہ یہ نکلا کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلے اور دوسرے جمرے سے تھوڑا سا تھ آگے قیام فرمایا، کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایسا ہی کیا اور فرمایا کہ میں نے ایسا ہی عمل کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمرہ سے اتنی دُور قیام فرمایا جہاں کنکریاں پھینکنے والوں کی کنکریاں نہ لگیں۔ اور تیسری اور چوتھی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے پہلے اور دوسرے جمرے کے پاس قیام فرمایا اس سے بھی مراد وہی ہے جس کی پہلی روایت میں تصریح ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کی سنت پر سختی سے عمل کرنے والے اور اس میں بڑے محتاط تھے۔ اور آخری روایت میں ہے کہ ابن جریج نے عطاء تابعی سے پوچھا پہلے اور دوسرے کی رمی کے بعد وہاں کھڑا ہوں جہاں لوگ کھڑے ہوتے ہیں، انہوں نے فرمایا: ہاں۔

اسی لئے علماء کرام نے لکھا جیسا کہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

(ثم) أی بعد الفراغ منها (یتقدّم عنها) أی عن الجمرة (قلیلاً و ینحرفُ عنها قلیلاً) أی مائلاً إلی یساره (۱۶۷)

یعنی، پھر یعنی (پہلے جمرہ کو) رمی سے فراغت کے بعد جمرہ سے تھوڑا سا آگے بڑھے اور تھوڑا سا بائیں جانب پھرے۔

اور دوسرے کی رمی کے لئے فرمایا:

(ثم یأتی الجمرةَ الوسطی فیصنعُ عندها کما صَنَع عند الأولی) من الرمی و الدعا، (قیل: إلّا أنه لا یتقدّم عن یساره کما فعل قبل)

۱۶۷۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار و أحکامه، فصل: فی صفة الرمی فی هذه الأیام، ص ۳۴۱

أی قبل ذلك فی الجمرة الأولی، (لأنه لا یمکن ذلك هنا، بل یترکها بیمینٍ) أی یمیلُ إلی یساره کثیراً (۱۶۸)

یعنی، پھر جمرۂ وسطیٰ کو آئے پس اس کے پاس وہی کرے جو پہلے کے پاس رمی اور دعا کی تھی، کہا گیا کہ (اس کے پاس) وہ دائیں جانب آگے نہیں بڑھے گا جیسا کہ پہلے کیا یعنی اس سے پہلے جمرۂ اُولیٰ میں، کیونکہ یہ وہاں ممکن نہیں بلکہ اُسے اپنے دائیں ہاتھ کو چھوڑے اور اپنے بائیں طرف کو بہت زیادہ مائل ہو۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

چون فارغ شُد از رمی ہرہفت سنگریزے متقدم شود از جمرہ اند کے وانحراف نماید اند کے از وی بسوئی یسار خود پس وقوف کند إلخ (۱۶۹)

یعنی، جب ساتوں کنکریاں مار کر فارغ ہو جمرہ سے تھوڑا سا آگے بڑھے اور تھوڑا سے اپنے بائیں کو پھرے پھر کھڑا ہو۔

اور فرماتے ہیں:

بلکہ نُزول نماید بسوئی یسار خود وفروگذارد جمرۂ وسطیٰ را بسوئے یمین خود بایستد در بطن وادی بعید از جمرہ بحد یکہ نرسد اُو را سنگریزہ ہائے رمی جمرہ (۱۷۰)

یعنی، (دوسرے کی رمی کے بعد) اپنے بائیں کو اُترے اور جمرۂ وسطیٰ کو اپنے دائیں کی طرف چھوڑے اور بطن وادی میں جمرہ سے اتنی دُور کھڑا ہو کہ اُسے رمی کرنے والوں کی کنکریاں نہ لگیں۔

۱۶۸۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار و أحکامه، فصل فی صفة الرمی فی هذه الأیام، ص ۳۴۲

۱۶۹۔ حیات القلوب، باب دهم دربیان رمی جمار، فصل پنجم در بیان کیفیت رمی جمار، ص ۲۱۸، ۲۱۹

۱۷۰۔ حیات القلوب، باب درهم در رمی و جمار، فصل پنجم در بیان کیفیة رمی جمار، قسم اول، ص ۲۱۹

اورعلامہ محمد سلیمان اشرف لکھتے ہیں:

جمرۂ اُولیٰ پر پہنچ کر سات کنکریاں انہیں آداب کے ساتھ مارے جو اوپر بیان ہوئے پھینکے، پھر وہاں سے تھوڑا سا ہٹ کر قبلہ رُو کھڑا ہو.....اب جمرۂ وسطیٰ پر جائے اور ایسا ہی کرے یعنی سات کنکریاں اُس پر پھینکے پھر جمرہ سے تھوڑا سا ہٹ کر کھڑا ہو۔(۱۷۱)

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۱۳ ذو الحجة ۱٤۳٤ھ، ۱۸ اکتوبر ۲۰۱۳ م 882-F

رمی جمرات میں ترتیب کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے دوسرے یا تیسرے روز جمرات کی رمی اس طرح کی کہ پہلے جمرہ عقبہ کی رمی پھر وُسطیٰ کی اور پھر آخر میں جمرۂ اُولیٰ کی رمی کی، اِس صورت میں رمی درست ہوگئی یا نہیں؟ جب کہ وہ تاریخ ابھی باقی ہو۔

(السائل: محمد عرفان، از لبیک حج اینڈ عمرہ سروسز، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اگر رمی کا وقت باقی ہو تو چاہئے کہ جمرۂ وسطیٰ اور جمرۂ عقبہ کی رمی کا اعادہ کرے، چنانچہ امام شمس الدین احمد بن محمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

قال: و إن بدأ فی الیوم الثانی بجمرة العقبة فرماها ثم بالوُسطی ثم بالتی تلی المسجد ثم ذکر ذلك فی یومه، قال: یعید علی الجمرة الوُسطی و جمرة العقبة، لأنه نسك شُرِعَ مُرَتّباً فی هذا الیوم، فما سبق أوانه لا یعتّد به، فکان رمی الجمرة الأولی بمنزلة الافتتاح للجمرة الوُسطی، و الوُسطی بمنزلة الافتتاح لجمرة العقبة فما أدّی قبلَ وجوده مفتاحه لا یکون معتَدّاً به کمن سَجَد قبل

۱۷۱۔ الحج، گیارہویں اور بارہویں کی رمی، ص۱۵۲

الرکوع، أو سعی قبل الطواف بالبیت، فالمعتد من رمیه هنا الجمرة الأولیٰ، فلهذا یعید علی الوسطی و علی جمرة العَقَبة (۱۷۲)

یعنی، فرمایا دوسرے روز اگر جمرہ عقبہ سے رمی شروع کی پس اُس کی رمی کی پھر وُسطیٰ کی رمی کی، پھر اُس کی رمی کی جو مسجد کے ساتھ ملا ہوا ہے، پھر اُسے اُسی روز یاد آ گیا، فرمایا: جمرہ وُسطیٰ اور جمرہ عقبہ کی رمی کا اعادہ کرے کیونکہ اس روز نُسُک ترتیب وار واجب ہے، پس جو اپنے وقت سے پہلے ہوا اُسے شمار نہیں کیا جاتا، پس جمرہ اُولیٰ کی رمی جمرہ وُسطیٰ کے لئے افتتاح کے مرتبے میں ہوگئی اور وُسطیٰ کی رمی جمرہ عقبہ کے لئے افتتاح کے مرتبے میں ہوگئی۔ پس جو اپنی مِفتاح کے وُجود سے قبل ادا ہو وہ معتد بہ نہیں ہوتی یہ ایسے ہیں جیسے کوئی شخص رکوع سے قبل سجدہ کرے یا بیت اللہ کے طواف سے قبل سعی کرے، پس یہاں اُس کی رمی صرف جمرہ اُولیٰ کی رمی شمار ہوگی، لہٰذا وہ جمرہ وُسطیٰ اور جمرہ عقبہ کی رمی کا (ترتیب وار) اعادہ کرے گا۔

اِس سے معلوم ہوا کہ اُن میں ترتیب واجب ہے جیسا کہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و هو صریح فی إفادة هذا المعنی (۱۷۳)

یعنی، یہ اس معنی کا فائدہ دینے میں صریح ہے۔

لیکن اکثر کے نزدیک یہ ترتیب واجب نہیں ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و الأکثر علی أنه سنة (۱۷٤)

۱۷۲۔ المبسوط للسرخسی، کتاب المناسك، باب رمی الجمار، ۵۹/۲

۱۷۳۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار و أحکامه، فصل: فی أحکام الرمی و شرائطه و واجباته، تحت قوله: العاشر الترتیب إلخ، ص۳۵۲

۱۷٤۔ لُبَاب المناسك و عُبَاب المسالك، باب رمی الجمار و أحکامه، فصل فی أحکام الرمی و شرائطه و واجباته، ص۱٦٦

یعنی، اور اکثر اس پر ہیں کہ یہ سنت ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

و الأكثر على أنّه سنّة مؤكدة (۱۷۵)

یعنی، اکثر اس پر ہیں کہ یہ سنّت مؤکّدہ ہے۔

چنانچہ علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

هل هو متعيّنٌ أو مسنونٌ؟ لا دلالةَ فی كلامه عليه، و عبارته فی "المجمع" صريحة فی عدم تعينه، قال: و يسقط الترتيب، و صرّح فی "المناسك" بأنه سنة حتى لو بدأ فی الثانی بجمرة العقَبة ثم بالوسطى ثم بالتی تلی المسجد فإن أعاده على الوُسطى ثم على العقَبة فی يومه فحسُنَ، و إن لم يعد أجزاه (۱۷۶)

یعنی، کیا وہ (یعنی ترتیب) متعیّن (یعنی واجب) ہے یا مسنون ہے؟ تو صاحبِ ''کنز'' کے کلام میں اِس پر کوئی دلالت نہیں ہے، اور اس کی عبارت ''مجمع'' میں اس کی عدم تعیّن میں صریح ہے، فرمایا اور ترتیب ساقط ہو جائے گی اور ''مناسک'' میں تصریح فرمائی کہ یہ ترتیب سنت ہے یہاں تک کہ اگر دوسرے روز جمرہ عقبہ سے ابتداء کی پھر وُسطیٰ کی رمی کی، پھر اُس کی جو مسجد سے ملا ہوا ہے، پس اگر وُسطیٰ کی رمی کا پھر عقبہ کی رمی کا اعادہ کر لیا تو اچھا ہے اور اگر اعادہ نہ کیا تو اُسے جائز ہے۔

اور علامہ علاؤالدین ابوبکر بن سعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

فان ترك الترتيب فی اليوم الثانی فبدأ بجمرة العقَبة فرماها ثم بالوسطى ثم بالتی تلی المسجد ثم ذكر ذلك فی يومه فإنه ينبغی

۱۷۵۔ حياة القلوب فی زيارة المحبوب، باب دهم در رمی جمار، فصل دويم دربيان شرائط صحت رمی جمار، ص۲۱۴

۱۷۶۔ النهر الفائق، كتاب الحج، باب الإحرام، تحت قوله: ثم بالجمرة العقبة، ۹۱/۲

أن يعيد الوُسطى و جمرة العقَبة و إن لم يعد أجزأه و لا يُعيد الجمرة الأولى أما إعادة الوُسطى و جمرة العقبة فلتركه الترتيب فإنه مسنون لأن النّبیّ ﷺ رتّب فإذا ترك المسنون تستحب الإعادة و لا يُعيد الأولى لأنه إذا أعاد الوسطى و العقبة صارت هی الأولى و إن لم يعد الوُسطى و العقَبة أجزأه لأن الرميات مما يجوز أن ينفرد بعضها من بعض بدليل أن يوم النحر يرمی فيه جمرة العقبة و لا يومی غيرها من الجمار و فيما جاز أن ينفرد البعض من البعض لا يشترط فيه الترتيب كالوضوء بخلاف ترتيب السعی على الطواف أنه شرط لأن السعی لا يجوز أن ينفرد عن الطواف بحال (۱۷۷)

یعنی، اگر دوسرے روز ترتیب کو ترک کیا پس جمرۂ عقبہ سے شروع کیا پس اُس کی رمی کی پھر وُسطیٰ کو پھر اُس کو جو مسجد سے ملا ہوا ہے، پھر اُسے اُسی روز یاد آیا (کہ اُس نے رمی خلاف ترتیب کی ہے) تو اُسے چاہئے کہ جمرۂ وسطیٰ اور عقبہ کی رمی کا اِعادہ کرے اور اگر اِعادہ نہ کیا تو اُسے جائز ہوا اور وہ جمرۂ اُولیٰ کی رمی کا اعادہ نہیں کرے گا مگر جمرۂ وُسطیٰ اور عقبہ کی رمی کا اِعادہ تو وہ ترتیب کو ترک کرنے کے سبب سے، پس بے شک وہ ترتیب مسنون ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ترتیب وار رمی فرمائی، پس جب مسنون عمل کو ترک کیا تو اعادہ مستحب ہوا، اور پہلے جمرہ کی رمی کا اعادہ نہیں کرے گا پس اُس نے جمرۂ وسطیٰ اور عقبہ کی رمی کا اعادہ کر لیا تو یہ اُولیٰ ہو گیا اور اگر جمرہ وسطیٰ اور عقبہ کی رمی کا اعادہ نہ کیا تو اُسے جائز ہوا کیونکہ رمی اُن افعال میں سے ہے کہ جنہیں بعض کو بعض سے منفرد کرنا جائز ہے اس دلیل سے کہ یوم نحر میں

۱۷۷۔ بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع، كتاب الحج، فصل: فی حكمه إذا تأخر عن وقته أوفات، ۹۷/۳

صرف جمرۂ عقبہ کو رمی کی جاتی ہے نہ کہ اس کے غیر کو، اور وہ افعال کہ جنہیں بعض کو بعض سے منفرد کرنا جائز ہے، اُن میں ترتیب شرط نہیں ہوتی جیسے وضو برخلاف سعی کو طواف پر (مقدم کرنے کے) وہ شرط ہے کیونکہ جائز نہیں کہ کسی بھی حال میں سعی طواف سے منفرد کیا جائے۔

مُلّا علی قاری حنفی علامہ رحمت اللہ سندھی کی "لُبَاب" میں عبارت "و الاکثر علی أنه سنة" کے تحت لکھتے ہیں:

كما صرّح به صاحب "البدائع"، و الكرماني، و "المحيط" و "فتاوى السراجية" و قال ابن الهمام، و الذي يقوى عندي استنان الترتيب لا تعيينه (۱۷۸)

یعنی، جیسا کہ اس کا صاحب ''بدائع''، کرمانی، ''محیط'' اور ''فتاوی سراجیہ'' نے تصریح کی ہے اور امام ابن ہمام نے فرمایا: میرے نزدیک جو قوی ہے وہ ترتیب کا سنت ہونا ہے نہ کہ تعیین اس کی (یعنی وُجوب اُس کا)۔

اور سنت سے مراد سنت مؤکدہ ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی کے قول "أو سنة" کے تحت لکھتے ہیں:

مؤكدة عند الأكثر (۱۷۹)

یعنی، اکثر کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی لکھتے ہیں:

و الأكثر على أنه سنة مؤكدة (۱۸۰)

۱۷۸۔ المسلك المتقسط، باب رمی الجمار و أحكامه، شرائط الرمی عشرة، العاشر: الترتيب فی الرمی، تحت قوله: و الأكثر على أنه سنة، ص۳۵۲

۱۷۹۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، ص۱۳٤

۱۸۰۔ حياة القلوب فی زيارة المحبوب، باب دهم در رمی جمار، فصل دويم در بيان شرائط صحته رمی جمار، ص۲۱٤

یعنی، اور اکثر اس پر ہیں کہ یہ (ترتیب) سنت مؤکدہ ہے۔

امام اہلسنّت امام احمد رضا حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ نے خلاف ترتیب رمی کو مکروہات میں شمار کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

جمروں میں خلاف ترتیب کرنا (مکروہ ہے)۔(۱۸۱)

اس سے مراد مکروہ تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی کیونکہ اس میں جو بھی اُمور ذِکر کئے ہیں سب کے سب مکروہات تنزیہی ہیں۔

لہٰذا اگر خلاف ترتیب رمی کر لی تو چاہئے کہ وُسطیٰ اور عقبہ کی دوبارہ رمی کر لے کہ اعادہ سنت مؤکدہ ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی لکھتے ہیں:

اگر عکس کرد سنت مؤکدہ باشد اعادہ رمی بر جمرہ وسطیٰ وقصوی(۱۸۲)

یعنی، اگر ترتیب کا عکس کر لیا تو سنت مؤکدہ ہے کہ جمرۂ وسطیٰ اور عقبہ پر رمی کا اعادہ کرے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الإثنين، ۱۲ ذوالحجة ۱٤۳۵هـ، ٦ أكتوبر ۲۰۱٤ م 946-F

۱۸۱۔ انوار البشارۃ، فصل پنجم منی ومزدلفہ وباقی افعال حج، برقم:۴۰، رمی میں یہ امور مکروہ ہیں، برقم:۱۰، ص.....
فتاوی رضویہ، فصل پنجم منی ومزدلفہ وباقی افعال حج، رمی میں یہ امور مکروہ ہیں، ۱۰/۷۵۴

۱۸۲۔ حيات القلوب فی زيارة المحبوب، ص۲۱٤

قربانی/ دم

حج کی قربانی اور دَم کا ذبح حرم کے ساتھ خاص ہے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کیا حج کی قربانی اور دَم وغیرہا کا ذبح حرم کے ساتھ خاص ہے اور اگر حرم کے ساتھ خاص ہے تو اس کی کیا وجہ ہے کہ یہ جانور سرزمین حرم پر ہی ذبح کیا جائے؟

(السائل: عبدالعزیز حقانی C/O محمد ریحان)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: دَم کی کوئی بھی قسم ہو، دم شکر ہو جسے دَم قران اور دَم تمتع جسے عُرف میں حج کی قربانی کہا جاتا ہے یا دَم جبر، میقات سے بلا احرام گزرنے کا دَم ہو یا دَم احصار سب کے سب سرزمین حرم کے ساتھ خاص ہیں چنانچہ شیخ الاسلام علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

ہر دمے کہ واجب شُدہ ذبح آن در حج وعمرہ چنانکہ دَم قران وتمتّع وجنایت و دَم مجاوزۃ از میقات ودَم احصار، پس مکان اُو حرم است ہر جا کہ باشد از حرم وہمیں است حکم دَم تطوّع (۱۸۳)

یعنی، ہر دَم کہ جس کا ذبح کرنا حج وعمرہ میں واجب ہو جیسے دَم قران وتمتُّع اور دَم جنایت، اور میقات سے گزرنے کا دَم اور دَم اِحصار، پس اس (کے ذبح) کی جگہ حرم ہے، حرم کی کوئی بھی جگہ ہو اور یہی حکم ہے نفلی دَم کا۔

اور احناف کے نزدیک حرم سے باہر ذبح کی اجازت نہیں، چنانچہ امام مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب المعروف ابن الساعاتی حنفی متوفی ۶۹۴ھ دَمِ احصار کے بیان میں لکھتے ہیں:

۱۸۳۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب هشتم، دربیان آنچه متعلق است از مناسك منی، فصل چهارم در بیان مسائل متعلقه بمكان ذبح هدایا و زمان آن، ص ۲۰٤

و لا نُجیزُ ذبحُها فی مکانِه بل یواعد به فی الحرم، ثم یتحلّل (۱۸٤)

یعنی، اور ہم (احناف) اس (دَم احصار) کے ذبح کی اپنی جگہ (یعنی احصار کی جگہ) اجازت نہیں دیتے بلکہ وہ اس سے (یعنی محصِر اُس سے کہ جس کے ہاتھ دَم بھیجا ہے) اس کے حرم میں ذبح کا وعدہ لے (یعنی دن معین کرے) پھر احرام کھولے۔

اور اگر حدود حرم سے باہر کہیں بھی ذبح کرے تو جائز نہ ہوگا، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ جنایات کے بیان میں لکھتے ہیں:

فلو ذبح فی غیره لم یجز (۱۸۵)

یعنی، پس اگر اُسے غیر حرم میں ذبح کر دیا تو جائز نہ ہوا۔

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں کہ

و لو ذُبح فی غیر الحرم لم یتحلّل به من الإحرام (۱۸٦)

یعنی، اور (مُحصر کا) جانور اگر غیر حرم میں ذبح کر دیا گیا تو اس سے وہ احرام سے باہر نہ ہوگا۔

یہاں تک کہ حرم سمجھ کر حِل میں ذبح کر دیا تو بھی جائز نہ ہوگا۔ یہ اس طرح ہے گویا اُس نے ذبح کیا ہی نہیں، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و کذا لو ظنّ أنّه ذُبح فی الحرم و قد ذُبح فی الحِلّ فکأنّه لم یُذبحَ و لم یَحِلَّ من إحرامه، و علیه أن یبعث بآخر حتی یذبح فی الحرم (۱۸۷)

یعنی، اسی طرح اگر اُس نے گُمان کیا کہ حرم میں ذبح کیا گیا ہے حالانکہ وہ

۱۸٤۔ مجمع البحرین، کتاب الحج، فصل: فی الإحصار، ص ۲۵۲

۱۸۵۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ۶۷۲/۳، تحت قوله فی الحرم

۱۸٦۔ لباب المناسك و عُباب المسالك، باب الإحصار، فصل فی بعث الهدی إذا أحصر، ص ۲۵٦

۱۸۷۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الإحصار، تحت قوله: و لو ذبح فی غیر الحرم إلخ، ص ۵۸۸

حِلّ میں ذبح کیا گیا ہوتو گویا ذبح نہیں ہوااور وہ اپنے احرام سے باہر نہیں ہو گا، اور اُس پر لازم ہے کہ وہ دوسرے جانور کو بھیجے یہاں تک کہ وہ حرم میں ذبح کیا جائے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ جو حکم دَم قِران و تمتُّع و جنایات کا ہے وہی حکم دَم اِحصار کا ہے اور جو حکم دَم اِحصار کا ہے وہی حکم مذکورہ بالا دَم کا ہے تو اب ہم دَم کے حرم کے ساتھ خاص ہونے کے دلائل قرآن وحدیث سے ذِکر کرتے ہیں، چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ﴾ (۱۸۸)

ترجمہ: اور اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنے ٹھکانہ نے پہنچ جائے۔ (کنزالایمان)

اور دوسرے مقام پر ہے:

﴿ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾ الآیة (۱۸۹)

ترجمہ: پھر ان کا پہنچنا ہے اس آزاد گھر تک۔ (کنزالایمان)

اور ان آیات میں محل سے مراد مکان ہے جیسے مجلس اور مسجد جیسا کہ امام ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ نے "المسالك فی المناسك" (۱۹۰) میں لکھا ہے۔

اور حدیث شریف میں ہے:

"أنَّه ﷺ لَمَّا أُحْصِرَ بَعثَ بِالْهَدَايَا إِلٰى مَكَّة لِتُنْحَرَ عَنْهُ بِهَا (۱۹۱)

یعنی، نبی کریم ﷺ جب مُحصر ہوئے تو آپ نے ہدی (یعنی قربانی کے جانور) مکہ مکرمہ بھیجے تاکہ آپ کی جانب سے وہاں نحر کئے جائیں۔

اس سے ثابت ہوا ہدی کا جانور حُدودِ حرم میں ہی ذبح کیا جائے گا اس سے باہر نہیں، اگر باہر ذبح کیا گیا تو اس سے وہ دَم ادا نہ ہوگا چاہے دَم شکر ہو یا جبر یا دَمِ اِحصار۔

۱۸۸۔ البقرہ:۱۹۶/۲

۱۸۹۔ الحج:۳۳/۲۲

۱۹۰۔ المسالك فی المناسك فصل فی كفارة جناية الحرم و الإحرام و بيان مصرفه و محله، ۸۷۴/۲

۱۹۱۔ المسالك و المناسك للكرمانی، فصل فی كفارة جناية الحرم و الإحرام إلخ، ۸۷۵/۲

اور اگر کوئی شخص یہ حدیث شریف پیش کرے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

"فَنَحَرَ هَدْيَهٗ وَ حَلَقَ رَأْسَهُ بِالْحُدَيْبِيَّةِ" (۱۹۲)

یعنی، پس حضور ﷺ نے حدیبیہ نے اپنے ہدی کو نحر فرمایا اور اپنے مبارک سر کا حلق کروایا۔

اور اس حدیث شریف کی بنا پر حِلّ میں دَم کے ذبح کا جواز تلاش کرے تو اس کے جواب میں امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

و ما ذكر من حديث الحديبية، قلنا: الحديبية بعضها حلّ و بعضها حرم، حتى روى أن خيمته كانت فی الحِلّ، و مُصلّاه فی الحرم، فكان ينحر الهدى فی الحرم، و كان بينها و بين مكة ثلاثة أميال (۱۹۳)

یعنی، اور جو حدیث حدیبیہ سے ذکر کیا جاتا ہے (تو جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ حدیبیہ کا بعض حِل ہے اور اس کا بعض حرم ہے یہاں تک کہ مروی ہے کہ حضور ﷺ کا خیمہ حِلّ میں تھا اور آپ کی نماز کی جگہ حرم میں تھی، تو آپ ہدی حرم میں ذبح فرماتے اور اس کے اور مکہ کے مابین تین میل (کا فاصلہ) ہے۔

اور حدیثِ مِسْوَر میں ہے:

"أن رسول الله ﷺ كان بالحديبية خباؤه فی الحِلّ، و مصلّاه فی الحرم" (۱۹۴)

یعنی، بے شک رسول اللہ ﷺ کا خیمہ حِلّ میں تھا اور آپ کی نماز کی جگہ حرم میں تھی۔

۱۹۲۔ صحيح البخاری، باب الصلح مع المشركين، برقم:۲۷۰۱، ۱۸۷/۲

۱۹۳۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی كفارة جناية إلخ، ۸۷۵/۲

۱۹۴۔ شرح معانی الآثار، كتاب المناسك الحج، باب الهدى يصد عن الحرم هل ينبغی أن يذبح فی غير الحرم، برقم: ۴۰۸۸، ۲۴۱/۲

علامہ محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

و الكلّ من الهدى مؤقت بالمكان سواء كان دم شكر أو جناية (١٩٥)

یعنی، تمام ہدی جگہ کے ساتھ مؤقّت ہیں برابر ہے کہ دمِ شکر (دمِ قران یا دمِ تمتُّع) ہو یا دَم جنایت (یعنی دَم جبر) ہو۔

امام مظفرالدین احمد بن علی ثعلب المعروف ابن الساعاتی حنفی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

و يتعيّن الحرم لذبح الهدايا (١٩٦)

یعنی، حرم ذبح کے لئے متعیّن ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الأحد، ١ ذى الحجة ١٤٣٤هـ، ٦ اكتوبر ٢٠١٣ م 870-F

دم جبر میں اخفاء مستحب ہے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ نماز کی قضاء کا حکم تو یہ ہے کہ اُسے ظاہر نہ ہونے دیا جائے تو حج میں اگر کوئی واجب ترک ہو جائے جو کہ گُناہ ہے اور اُس پر دَم لازم آئے تو وہاں چھپانے کا حکم ہوگا یا نہیں؟

(السائل: محمد ریحان از لبیک حج اینڈ عمرہ سروسز)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: دَم کفّارہ میں چُھپانا مستحب ہے، چنانچہ علامہ محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

و ما كان من دَم كفارة استحب إخفاءه و ستره، لأن سببها الجناية كقضاء الصلاة يستحب إخفاءه (١٩٧)

١٩٥ـ منح الغفار بشرح تنوير الأبصار، كتاب الحج، باب الهدى، تحت قوله: و يتعين يوم النحر لذبح إلخ، ق١٧٦/أ

١٩٦ـ مجمع البحرين، كتاب الحج، فصل فى الهدى، ص٢٥٥

١٩٧ـ منح الغفار بشرح تنوير الأبصار، كتاب الحج، باب الهدى، تحت قوله: لا يجب تعريفه، ق ١٧١/أ

یعنی، جو دَم کفّارے کا ہو اس کو پوشیدہ رکھنا اور چُھپانا مستحب ہے، کیونکہ اس کا سبب جنایت قضاء نماز کی مثل اس کا اخفاء مستحب ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الإثنين، ٢ ذو الحجة ١٤٣٤ھ، ٧ اكتوبر ٢٠١٣ م 872-F

قربانی میں اُس جگہ کا اعتبار ہے جہاں قربانی ہو رہی ہو

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص حج کے لئے آئے اور وہ منیٰ روانگی سے قبل مکہ مکرمہ میں مقیم ہو تو اُس پر عیدالاضحیٰ کی قربانی بھی واجب ہوتی ہے جیسا کہ آپ کے فتاوی میں بھی مذکور ہے اور ایسا شخص چاہے کہ میں عید کی قربانی یہاں نہ کروں بلکہ اپنے وطن میں کرواؤں اس کے لئے سننے میں آرہا ہے کہ ایسے شخص کی قربانی تب درست قرار پائے گی جب دونوں جگہ ایام قربانی ہوں یعنی جس جگہ قربانی کی جا رہی ہے وہاں بھی قربانی کے دن ہوں اور جس کی طرف سے قربانی ہو رہی ہے وہ جس جگہ موجود ہو وہاں بھی قربانی کے ایام ہوں، یہ بات کس حد تک درست ہے، کئی لوگ اس مسئلہ میں بہت پریشان ہیں۔

(السائل: متعدد حجاج کرام، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: ایسی صورت میں جب کسی پر قربانی کا وُجوب ہو چکا ہو اور وہ ایک جگہ ہو اور قربانی دوسری جگہ پر کروا رہا ہو تو اعتبار اس جگہ کا ہوتا ہے جہاں جانور ذبح کیا جا رہا ہے، چنانچہ علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

و المعتبر مكان الأضحيّة لامكان المالك كما فى الزّكاة (١٩٨)

یعنی، معتبر قربانی کا مکان ہے نہ کہ مالک کا مکان جیسا کہ زکوٰۃ میں۔

امام ابوبکر جصاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

و إنما اعتبر موضع الأضحيّة، لاموضع المضحّى، كما اعتبر

١٩٨ـ الإختيار لتعليل المختار، كتاب الأضحية، ٥/٢٥

موضع المال فی أداء الزّكاة (١٩٩)

یعنی، صرف موضع قربانی کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ قربانی کروانے والے کا جیسا کہ موضع مال کا اعتبار ادائیگیٔ زکوۃ میں۔

علامہ حسن بن منصور اُوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

و یُعتبر مكان المذبوح لا مكان المالك (٢٠٠)

یعنی، ذبح کئے جانے والے جانور کے مکان کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ مالک کے مکان کا۔

علامہ فقیہ ابوالفتح ظہیرالدین عبدالرشید ولوالجی حنفی متوفی ۵۴۰ھ لکھتے ہیں:

لأن المعتبرَ مكانُ إقامة القُربة (٢٠١)

یعنی، کیونکہ معتبر مکانِ قُربت ہے۔

اور دوسری جگہ لکھتے ہیں:

لأن المعتبرَ فی الأضحيّةِ مكان الأضحيّةِ (٢٠٢)

یعنی، کیونکہ قربانی میں معتبر مکان قربانی ہے۔

اور علامہ موصلی حنفی لکھتے ہیں:

فلو كان بالمصر و أهله بالسّواد جاز أن يضحّوا عنه قبل الصّلاة و بالعكس لا (٢٠٣)

١٩٩۔ شرح مختصر الطحاوی، كتاب الضحايا، مسئله: وقت ذبح الأضحية فی غير المصر، ٣٣٦/٧

٢٠٠۔ فتاوى قاضيخان، و الشرط الثانی: الوقت، ٤٢٢٧/٩

٢٠١۔ الفتاوى الولوالجية، كتاب الصّيد و الذّبائح و الأضحيّة، الفصل الرابع فی وقت الأضحيّة و مكانها إلى آخره، ٧٩/٣

٢٠٢۔ الفتاوى الولوالجية، كتاب الصّيد و الذّبائح و الأضحيّة، الفصل الرّابع فی وقت الأضحيّة إلخ، أما مكان الأضحية، ٧٩/٣

٢٠٣۔ الإختيار لتعليل المختار، كتاب الأضحية، ٢٥/٥

یعنی، اگر وہ شہر میں ہو اور اس کا اہل دیہات میں ہو، جائز ہے کہ وہ اس کی طرف سے نماز عید سے قبل ذبح کریں اور اس کا عکس جائز نہیں۔

امام حسن بن منصور اوزجندی حنفی لکھتے ہیں:

و لو كان هو فی مصرٍ وقتَ الأضحيّة و أهلُه فی مصرٍ آخر فكتبَ إلى الأهل و أمَرَهُم بالتّضحيّة فی ظاهر الرّواية يُعتبر مكانُ الأضحيّة (٢٠٤)

یعنی، اگر وہ قربانی کے وقت ایک شہر میں ہو اور اُس کا اہل دوسرے شہر میں ہو پس اُس نے اپنے اہل کو لکھا اور انہیں قربانی کا حکم دیا، ظاہر الروایت میں قربانی کے مکان کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور امام علاؤالدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

و إنما يعتبر فی هذا مكان الشّاة لا مكان مَن عليه، هكذا ذكر محمد عليه الرّحمة فی النّوادر و قال: إنما أنظرُ إلى محلّ الذّبح و لا أنظرُ إلى مَوضعِ المَذبوحِ عنه و هكذا رَوَى الحسنُ عن أبی يوسفَ رحمه الله يُعتبرُ المكان الذی يكون فيه الذّبح و لا يُعتبر المكان الذی يكون فيه المذبوح عنه (٢٠٥)

یعنی، اس میں صرف بکری کے مکان کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ اس کے مکان کا جس پر قربانی ہے، اسی طرح امام محمد علیہ الرحمہ نے "نوادر" میں ذِکر کیا اور فرمایا میں محلِ ذبح کو دیکھتا ہوں مذبوح عنہ کی جگہ کو نہیں دیکھتا، اسی طرح حسن (بن زیاد) نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے کہ اعتبار اُس مکان کا ہے جس میں ذبح ہو، اس مکان کا اعتبار نہیں جس میں مذبوح عنہ ہو۔

٢٠٤۔ فتاوى قاضيخان، ٤٢٢٧/٩

٢٠٥۔ بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع، كتاب التّضحيّة، فصل: إما شرائط جواز إقامة الواجب، منها إذن صاحب الأضحيّة بالذّبح، ٣١١/٦

علامہ کاسانی مزید لکھتے ہیں:

و إن كان الرّجلُ فی مصرٍ و أهله فی مصرٍ آخر فكتبَ إليهم أن يُضحّوا عنه روى عن أبی يوسف رحمه الله أنه اعتَبَرَ مكانَ الذّبيحةِ فقال ينبغی لهم أن لا يضحّوا عنه حتى يصلّی الإمام الذی فيه أهله و إن ضحّوا عنه قبل أن يصلّی لم يَجُزه و هو قول محمدٍ عليه الرحمة (٢٠٦)

یعنی، اگر مرد ایک شہر میں ہے اور اُس کا اہل دوسرے شہر میں ہے تو اُس نے اُن کی طرف لکھا کہ وہ اس کی طرف سے قربانی کر دیں، امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہے کہ وہ ذبیحہ کے مکان کا اعتبار کرتے ہیں، پس فرمایا انہیں چاہئے کہ اُس کی طرف سے ذبح نہ کریں یہاں تک کہ اُس میں شہر کا امام نماز عید پڑھا دے جس میں اُس کا اہل ہے، اگر انہوں نے اُس کی طرف نماز سے قبل قربانی کی تو اُسے جائز نہ ہوئی اور یہ امام محمد علیہ الرحمہ کا قول ہے۔

لأن الذّبح هو القُربة فيُعتبرُ مكان فِعْلِها لا مكانُ مفعولِ عنه (٢٠٧)

یعنی، کیونکہ ذبح قُربت ہے پس اس کے فعل کا مقام معتبر ہے نہ کہ مفعول عنہ (یعنی جس کی طرف سے ذبح کیا جائے) کا مقام معتبر ہے۔

علامہ فقیہ ابو الفتح ظہیر الدین عبد الرشید بن ابی حنیفہ ابن عبد الرزاق الولوالجی حنفی متوفی ۵۴۰ھ لکھتے ہیں:

و لو كان مسافراً فضحّى عنه أهلُه، لم يَجُز إلا بعد صلاة الإمام، فيُنظر إلى موضع الذّبح دون المذبوح عنه، و كذا إذا كان فی

٢٠٦۔ بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع، كتاب التّضحيّة، فصل: إما شرائط جواز إقامة الواجب، منها إذ صاحب الأضحيّة بالذّبح، ٣١١/٦

٢٠٧۔ بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع، كتاب التّضحيّة، فصل: إما شرائط جواز إقامة الواجب إلخ، ٣١١/٦

مصرٍ، و أهلُه فی مصرٍ الذی ذُبح فيه (٢٠٨)

یعنی، اگر وہ مسافر ہو پس اُس کی طرف سے اُس کے اہل نے قربانی کی، جائز نہ ہوگی مگر امام کی نماز کے بعد، پس ذبح کی جگہ کو دیکھا جائے گا سوائے مذبوح عنہ کے، اسی طرح جب وہ شہر میں ہے اور اُس کا اہل دوسرے شہر میں ہے، پس اُس نے لکھا کہ اُس کی طرف سے قربانی کر دیں، پس چاہئے اُس شہر کے امام کی نماز کے بعد ذبح کیا جائے کہ جس میں ذبح ہے۔

اور یہ امام ابو یوسف اور امام محمد علیہما الرحمہ کا قول ہے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں:

و لأبی يوسف و محمد رحمهما الله، أن القُربةَ فی الذّبح و القُربات المؤقّتةٌ يُعتبر وقتُها فی حقِّ فَاعِلِها لا فی حقِّ المفعول عنه (٢٠٩)

یعنی، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ سے مروی ہے کہ ذبح میں قُربت ہے، اور قُربات مؤقتہ میں کرنے والے کے حق میں وقت کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ جس کی طرف سے کیا جا رہا ہے اُس کے وقت کا اعتبار ہو۔

اور علامہ فرید الدین عالم بن العلاء دہلوی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

و رُوِی عنهما أيضاً أن الرّجل إذا كان فی مصرٍ و أهلُه فی مصرٍ آخر فكتبَ إليهم أن يُضحّوا عنه، فإنه يُعتبر مكانُ الذّبيحةِ فينبغی أن يضحّوا عنه بعدصلاة الإمام فی المصر الذی يُذبح فيه(٢١٠)

یعنی، صاحبین سے یہ بھی مروی ہے کہ کوئی شخص ایک شہر میں ہو اور اُس کا اہل دوسرے شہر میں ہو، پس اُس نے اپنے اہل کو لکھا کہ وہ اس کی طرف سے قربانی

٢٠٨۔ الفتاوى الولوالحية، كتاب الصيد و الذّبائح و الأضحيّة، الفصل الرابع فی وقت الأضحيّة و مكانها إلى آخره، ٧٩/٣

٢٠٩۔ بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع، كتاب التضحية، فصل: أما شرائط جواز إقامة إلخ، ٣١٢/٦

٢١٠۔ فتاوى تاتارخانية، كتاب الأضحية، الفصل فيما يتعلق بالمكان و الزمان، ٤٢٢/١٧، برقم: ٢٧٧٠٤

کر دیں، تو ذبیحہ کی جگہ کا اعتبار کیا جائے گا، پس چاہئے کہ اس شہر کے امام کی نماز کے بعد ذبح کیا جائے کہ جس شہر میں جانور ذبح ہو رہا ہے۔

اور علامہ ابوبکر بن علی حدادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

و یُعتبر فی الذّبح مکان الأضحیّة لامکانُ الرّجلِ فی المصر (۲۱۱)

یعنی، ذبح میں قربانی کے مکان کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ شہر میں مرد کے مکان کا۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

لأن المُعتبرَ مکانُ الفعلّ دون مکان المفعول عنه (۲۱۲)

یعنی، کیونکہ معتبر مکانِ فعل ہے سوائے مفعول عنہ کہ مکان کے۔

ہاں ایک روایت میں ہے جسے علامہ ظہیر الدین ولوالجی نقل کرتے ہیں کہ

عن الحسن أنه قال: لا تجوز التّضحیّة حتی یصلّی فی المِصرَین جمیعاً احتیاطاً (۲۱۳)

یعنی، حسن سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: قربانی جائز نہیں یہاں تک کہ احتیاطاً دونوں شہروں میں نماز عید ہو جائے۔

اور علامہ فرید الدین عالم بن العلاء حنفی نقل کرتے ہیں:

و رَوَی الحسنُ أنه قال: لا یجوز الأضحیّةَ حتی یصلّی فی المصرین جمیعاً (۲۱٤)

یعنی، اور حسن بن زیاد سے مروی ہے کہ جانور ذبح نہیں کریں گے یہاں تک کہ دو شہروں میں لوگ نمازِ عید پڑھ لیں۔

۲۱۱۔ الجوهرة النیرة، کتاب الأضحیّة، تحت قوله: إلا أنه لا یجوز لأهل الأمصار، ۲/٤٥۲

۲۱۲۔ الجوهرة النیرة، کتاب الأضحیّة، تحت قوله: إلا أنه لا یجوز لأهل الأمصار، ۲/٤٥۳

۲۱۳۔ الفتاوی الولوالجیة، کتاب الصّید و الذّبائح و الأضحیّة، الفصل الرابع فی وقت الأضحیّة و مکانها إلی آخره، ۳/۷۹

۲۱٤۔ فتاوی تاتارخانیة، کتاب الأضحیة، الفصل فیما یتعلق بالمکان و الزمان، ۱۷/٤۲۲، برقم: ۲۷۷۰٤

یہ غیر ظاہر الروایت ہے جب کہ سابقہ صفحات میں امام قاضیخان کے حوالے سے مذکور ہوا کہ ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ صرف اس جگہ کا اعتبار کیا جائے گا جس جگہ قربانی ہو رہی ہے اور ظاہر الروایت کے مقابلے میں غیر ظاہر الروایت کا لعدم ہوتی ہے۔ کیونکہ جو روایت ظاہر الروایت سے خارج ہو وہ مرجوع عنہ ہوتی ہے اور مرجوع عنہ کا قولِ امام باقی نہیں رہتا۔ اس لئے حسن بن زیاد کی روایت جسے صاحب فتاوی تتارخانیہ اور صاحب فتاوی ولوالجیہ نے نقل کیا، اس کا قول امام ہونا باقی نہ رہا، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ صاحبِ بحر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

بأن ما خرج عن ظاهر الروایة فهو مرجوع عنه، و أن الرجوع عنه لیس قولاً له (۲۱۵)

یعنی، اس طور پر کہ جو ظاہر الروایت سے خارج ہو جائے وہ مرجوع عنہ ہے اور بے شک مرجوع عنہ امام کا قول نہیں ہے۔

اور مخدوم عبد الواحد سیوستانی حنفی متوفی ۱۲۲۴ھ لکھتے ہیں:

ما خرج عن ظاهر الروایة فهو مرجوع عنه و المرجوع عنه لم یبق قولاً (۲۱٦)

یعنی، جو روایت ظاہر الروایت سے خارج ہو، پس وہ مرجوع عنہ اور مرجوع عنہ کا قول ہونا باقی نہیں رہتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حسن بن زیاد والی روایت وہ قول ہے کہ جس سے امام اعظم علیہ الرحمہ نے رجوع فرمایا ہے اور مجتہد جس سے رجوع کر لے وہ قول اُس مجتہد کا قول نہیں رہتا اور مرجوع عنہ قول پر فتوی دینا اور اس سے دلیل پکڑنا جائز نہیں، چنانچہ علامہ شامی حنفی ''توشیح'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

۲۱۵۔ ردّ المحتار علی الدر المختار، المقدمة، مطلب: فی مولد الأئمة إلخ، تحت قوله: فکان کل یأخذ الخ، ۱/۱۰۹

۲۱٦۔ فتاویٰ واحدی، کتاب النکاح، ۲/۱۱٦

أن ما رجع عنه المجتهد لا يجوز الأخذ به (٢١٧)

یعنی، جس قول سے مجتہد نے رجوع کرلیا اُسے لینا جائز نہیں۔

اور مخدوم عبدالواحد سیوستانی لکھتے ہیں:

المجتهد إذا رجع عن قولٍ فلا يجوز الأخذ به (٢١٨)

یعنی، مجتہد جب کسی قول سے رجوع کرلے تو اُسے لینا جائز نہیں۔

اور علامہ شامی لکھتے ہیں:

فإذا كان كذلك فما قاله أصحابه مخالفين له فيه ليس مذهبه فحينئذ صارت أقوالهم مذاهب لهم، مع أنا التزمنا تقليد مذهبه دون مذهب غيره، و لذا القول إن مذهبنا حنفي و لا يوسفي ونحوه (٢١٩)

یعنی، جب اس طرح ہے (یعنی مجتہد جس قول سے رجوع کرلے پھر وہ اُس کا قول نہیں رہتا اور اس مرجوع عنہ قول سے دلیل پکڑنا جائز نہیں) تو جو امام اعظم کے اصحاب نے اُن کے (قول و مذہب کے) خلاف کیا وہ امام اعظم کا مذہب نہیں ہے، تو ان کے اقوال اُن کے مذاہب ہو گئے، ہم نے تو امام اعظم کے مذہب کی تقلید کا التزام کیا ہے کسی دوسرے مذہب کی تقلید کا التزام نہیں کیا ہے، اِسی لئے تو ہم کہتے ہیں ہمارا مذہب حنفی ہے نہ کہ یوسفی وغیرہ۔

اس لئے ظاہر الروایت یہی ہے کہ قربانی میں اُس جگہ کا اعتبار کیا جائے جہاں قربانی ہو رہی نہ کہ اُس جگہ کا جس کی طرف سے قربانی ہو رہی ہے، یہی امام اعظم کا مذہب ہے۔

لہٰذا ایسے حاجی جو پاکستان میں اپنی قربانی کروا رہے ہیں اُن کے لئے وہاں کے ایام

٢١٧۔ ردّ المحتار على الدر المختار، المقدمة، مطلب: فی مولد الأئمة إلخ، تحت قوله: فكان كل يأخذ الخ، ١٠٩/١

٢١٨۔ فتاوى واحدى، كتاب النكاح، ١١٦/٢

٢١٩۔ ردّ المحتار على الدر المختار، المقدمة، مطلب: فی مولد الأئمة إلخ، تحت قوله: فكان كل يأخذ الخ، ١٠٩/١

قربانی کا ہی اعتبار کیا جائے گا۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم السبت، ١٠ ذوالحجه ١٤٣٥هـ، ٤ اكتوبر ٢٠١٤ م 927-F

کیا حاجی منیٰ میں عید نماز سے قبل قربانی کرسکتا ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص منیٰ میں اپنی عید کی قربانی کرنا چاہے تو کیا وہ عید نماز سے قبل قربانی کرسکتا ہے؟ جب کہ عام طور پر حکم یہ ہے کہ عید سے قبل قربانی جائز نہیں ہوتی۔

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: حاجی منیٰ میں نماز عید سے قبل عید کی قربانی کرسکتا ہے، چنانچہ امام شمس الدین احمد بن محمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ اور اُن سے علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ نقل کرتے ہیں:

يجوز لهم التّضحيّة بعد انشقاق الفجر كما يجوز لأهل القُرى اهـ (٢٢٠)

یعنی، طلوع فجر کے بعد اہلِ منیٰ کے لئے قربانی کرنا جائز ہے جیسا کہ دیہات والوں کے لئے جائز ہے۔

یاد رہے کہ اہل منیٰ کے لئے عید کی قربانی جائز ہے نہ کہ حجِ قِران اور تمتُّع کی قربانی کیونکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد ہو۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم السبت، ١٠ ذوالحجة ١٤٣٥هـ، ٤ اكتوبر ٢٠١٤ م 945-F

٢٢٠۔ المبسوط للسرخسی، كتاب الذبائح، باب الأضحية، ٧٧/٦

غنية ذوى الأحكام فی بغية درر الحكام، كتاب الأضحية، تحت قوله: لا تذبح الأضحية فی المصر، ٢٦٨/١

حلق

طواف عمرہ کے دو پھیروں کے بعد حلق کروانے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے عمرہ ادا کرنے کے بعد سعی کے دو پھیرے ہی دیئے تھے کہ اُس میں مزید چلنے کی طاقت نہ رہی اور اس نے آکر سر منڈوالیا، اب اُس پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: عبدالغنی میندھرو، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس پر دَم لازم آئے گا کیونکہ عمرہ میں سعی واجب ہے، چنانچہ امام ابومنصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

وواجباتها شيئان: السعي بين الصفا و المروة و الحلق أو التقصير (٢٢١)

یعنی، عمرہ کے واجب دو چیزیں ہیں ایک صفا و مروہ کے مابین سعی اور (دوسرا) حلق یا تقصیر۔

اسی طرح "بدائع الصنائع" (٢٢٢)، "فتاوى قاضيخان" (٢٢٣) اور "لُباب المناسك" (٢٢٤) میں ہے۔

اور عمرے کی سعی کے جب صرف دو چکر دیئے اور زیادہ چھوڑ دیئے تو یہ سعی شمار نہیں ہو گی، اگر اکثر چکر دے لئے ہوتے اور کم چھوڑے ہوتے تو یہ سعی شمار ہو جاتی جیسا کہ امام کرمانی حنفی لکھتے ہیں:

للأكثر حكم الكل (٢٢٥)

٢٢١۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی العمرة علی سبيل الإنفراد، ٦١٥/١

٢٢٢۔ بدائع الصّنائع، كتاب الحج، فصل فی بيان العمرة، ٢٠٥/٢

٢٢٣۔ فتاوى قاضيخان، كتاب الحجّ فی العمرة، ٣٠١/١

٢٢٤۔ لُباب المناسك و عُبَاب المسالك، باب العمرة، ص٢٧٩

٢٢٥۔ المسالك فی المناسك، فصل منه أيضاً، ٦١٩/١

یعنی، اکثر کے لئے کُل کا حکم ہے۔

لہٰذا یہ شخص تارک سعی شمار ہوگا اور اب اگر سعی کو پورا کرتا ہے تو دَم ساقط نہ ہوگا کیونکہ عمرہ میں سعی کے واجبات سے ہے کہ اُسے احرام میں ادا کیا جائے چنانچہ علامہ رحمت اللہ قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و كونه فی حالة الإحرام فی سعی العمرة (٢٢٦)

یعنی، اُس کا سعی میں حالت احرام میں ہونا (واجب) ہے۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

و إن كان سعی العمرة فلا يشترط فيه وجوده، وهل يجب حال سعيه؟ الظاهر: نعم (٢٢٧)

یعنی، اگر سعی عمرے کی ہے تو اُس میں اِس (یعنی احرام) کا وجود شرط نہیں ہے اور کیا احرام حالتِ سعی میں واجب ہے؟ ظاہر ہے کہ ہاں (واجب ہے)۔

اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

إذ سعی الحج بعد الوقوف لا يشترط فيه الإحرام، بل و يسُنُّ عدمه، و كذا سعی العمرة لا يشترط وجوده بعد حلقه، بل يجب تحقُّقه قبل حلقه (٢٢٨)

یعنی، جب حج کی سعی وقوف کے بعد کی تو اُس میں احرام شرط نہیں ہے بلکہ اس میں مسنون احرام کا نہ ہونا ہے، اسی طرح عمرہ کی سعی میں حلق کے بعد احرام کا پایا جانا شرط نہیں بلکہ اس کا تحقُّق حلق سے قبل واجب ہے۔

اور اُس نے حلق کے بعد سعی کی جب کہ عمرہ میں سعی کا تحقق حلق سے قبل واجب تھا

٢٢٦۔ لُبَاب المناسك و عُبَاب المسالك، باب السعی بين الصفا و المروة، فصل: فی واجباته، ص١٢٨

٢٢٧۔ لُبَاب المناسك و عُبَاب المسالك، باب السعی بين الصفا والمروة، فصل: فی شرائط صحة السعی، ص١٢٥

٢٢٨۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات، فصل: فی الجناية فی السعی، تحت قوله: يعود بإحرام جديد، ص٥٠٤

کیونکہ عمرہ میں سعی کے وقت احرام کا ہونا عمرہ کی سعی کے واجبات سے ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم بن عبدالغفور ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

سیوم بقاء احرام در وقت سعی عمرہ (۲۲۹)

یعنی، تیسرا واجب یہ ہے کہ عمرہ کی سعی کے وقت احرام باقی ہو۔

اور لکھتے ہیں:

و اگر سعی عمرہ باشد پس بقاء احرام دران حال شرط نیست ولیکن واجب است (۲۳۰)

یعنی، اگر سعی عمرہ کی ہو تو اس حال میں بقاءِ احرام شرط نہیں لیکن واجب ہے۔

اس لئے اب اگر وہ عمرہ کی رہی ہوئی سعی ادا کرتا ہے تو وہ عمرہ کے احرام کو کھول چکا ہے، لہٰذا وہ سعی اس احرام میں نہیں ہوگی جب کہ اس سعی کا احرام میں ہونا واجب ہے، اس سبب سے ترک واجب بہر حال لازم آیا جس پر دَم واجب ہوگا کیونکہ سعی کے اکثر چکر باقی ہیں، اگر کم باقی ہوتے تو ہر چکر پر صدقہ لازم آتا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۱۷ ذو الحجة ۱٤۳٤هـ، ۲۲ اکتوبر ۲۰۱۳ م F-887

محرم نے ایسے محرم کا سر مونڈھا جس کے احرام کھلنے کا وقت تھا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے احرام کھولنے کا وقت تھا کہ اُس کی قربانی ہو چکی تھی اور دوسرے کی ابھی قربانی نہ ہوئی تھی تو جس کی قربانی نہیں ہوئی تھی اس نے اُس کا سر مونڈھ دیا کہ جس کی قربانی ہو چکی، اس صورت میں دونوں پر کیا لازم آئے گا؟ (السائل: ذوالفقار، مدینہ منورہ)

۲۲۹۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب چهارم دربیان سعی، فصل اول: در بیان شرائط صحت سعی و واجبات الخ، ص۱۵۸

۲۳۰۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب چهارم در بیان سعی، فصل اول: در بیان شرائط صحت سعی إلخ، ص۱۵۸

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں محرم پر صدقہ لازم آئے گا اور اُس پر کچھ نہیں کہ جس کی قربانی ہو چکی تھی اور اُس نے ایک محرم سے اپنا سر منڈوایا، چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

المحرم إذا حلق رأس غیره حلالاً کان أو محرماً، قاصداً کان أو ناسیاً أو قلم أظافیر، فعلی المحرم الحالق الصدقه إلخ (۲۳۱)

یعنی، محرم نے جب اپنے غیر کا سر مونڈا وہ احرام کھول چکا ہو ہو یا محرم، قاصد ہو یا بھولنے والا یا اُس کے ناخن تراشے تو محرم حلق کرنے والے پر صدقہ ہے۔

اور علامہ احمد بن محمد بن اقبال حنفی لکھتے ہیں:

محرم حلق رأس محرم علی المخلوق دم، و علی الحالق صدقة (۲۳۲)

یعنی، محرم نے دوسرے محرم کا سر مونڈا تو جس کا سر مونڈا گیا اُس پر دَم ہے اور جس نے مونڈا اس پر صدقہ لازم ہے۔

اور جس کا سر مونڈا گیا اُس پر کچھ بھی لازم نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اُس کے احرام کھولنے کا وقت آ گیا تھا اور جس نے مونڈا اُس پر صدقہ لازم آئے گا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۹ ذو الحجة ۱٤۳٤هـ، ۲٤ اکتوبر ۲۰۱۳ م F-889

عمرہ میں ایک چکر سعی کے بعد حلق کا ارادہ رکھنے والا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے حجِ تمتُّع میں طوافِ عمرہ ادا کیا جس میں اُس کی فیملی اُس سے بچھڑ گئی پھر اُس نے سعی شروع کی، ایک ہی پھیرا دیا تھا کہ پریشانی کی وجہ سے سعی چھوڑ کر ہوٹل چلا آیا، اب چاہتا ہے کہ وہ حلق کروالے، کیا وہ حلق کروا سکتا ہے جب کہ اُس نے اب تک احرام کی پابندی کو برقرار رکھا ہے؟ (السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

۲۳۱۔ المسالك فی المناسك، کتاب الجنایات، فصل: المحرم إذا حلق، ۷۵٦/۲

۲۳۲۔ البحر الزاخر فی تجرید السراج الوهاج، کتا ب الحج، باب الجنایات، ق ۳۷/أ

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں وہ حلق نہیں کروا سکتا کہ اُس پر اب تک عمرہ کی سعی باقی ہے جو کہ واجب ہے چنانچہ علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی متوفی ۸۷۹ھ لکھتے ہیں:

السعی بین الصفا و المروة واجب باتفاقهم (۲۳۳)

یعنی، صفا اور مروہ کے مابین سعی فقہاء کرام کے اتفاق سے واجب ہے۔

اور سعی میں کم از کم چار پھیرے دینا صحتِ سعی کی شرط ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

پنجم از شرائط صحت سعی اتیان اکثر اشواط اُوست اعنی چہار شوط از جملہ ہفت اشواط(۲۳۴)

یعنی، شرائط صحتِ سعی کی پانچویں شرط اس کے اکثر چکر ادا کرنا ہے، میری مراد ہے کہ سات میں سے چار چکر دینا۔

لہٰذا ایک دو پھیرے دینے کا مطلب ہوا کہ اُس نے سعی کی ہی نہیں ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

پس اگر کسی کہ سعی کردہ شوط فقط گویا سعی نکردہ است اصلاً(۲۳۵)

یعنی، پس اگر کسی نے سعی کے صرف تین پھیرے دیئے گویا اُس نے اصلاً سعی کی ہی نہیں۔

اب اگر وہ حلق کروا لیتا ہے اور سعی جو کہ واجب ہے اُسے بعد میں ادا کرتا ہے تو یہ سعی درست ہو جائے گی، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

۲۳۳۔ التصحیح و الترجیح، کتاب الحج، تحت قوله: ثم یخرج إلی الصفا إلخ، ص۲۰۹

۲۳۴۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب چهارم دربیان سعی، فصل اول در بیان شرائط صحتِ سعی، ص۱۵۸

۲۳۵۔ حیات القلوب فی زیارة المحبوب، باب چهارم در بیان سعی، فصل اول در بیان شرائط صحت سعی، ص۱۵۸

یتفرَّعُ علیه أنه لو طاف ثم حَلقَ، ثُمّ سَعَی صَحَّ سَعیُه (۲۳۶)

یعنی، اِس پر متفرع ہوتا ہے کہ اگر اُس نے طواف کیا پھر (سعی سے قبل) حلق کیا پھر سعی کی تو اُس کی سعی درست ہوگئی۔

مگر اس پر ایک دَم لازم آ گیا کیونکہ عمرہ کی سعی میں احرام کا ہونا واجب ہے جو اُس سے ترک ہوا، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی لکھتے ہیں:

سیوم بقاء احرام در وقت سعی عمرہ (۲۳۷)

یعنی، تیسرا واجب یہ ہے کہ عمرہ کی سعی کے وقت احرام باقی ہو۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و کونه فی حالة الإحرام فی سعی العمرة (۲۳۸)

یعنی، عمرہ کی سعی میں احرام واجب ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

یعنی اگر طواف کے بعد سر مونڈا لیا پھر سعی کی تو سعی ہوگئی مگر واجب ترک ہوا لہٰذا دَم واجب ہے۔(۲۳۹)

لہٰذا اُسے چاہئے کہ وہ سعی ادا کرنے کے بعد حلق کروائے ورنہ اُس پر دَم لازم آئے گا اور ترکِ واجب کی وجہ سے گنہگار بھی ہوگا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۳ ذوالحجة ۱۴۳۵ھ، ۲۷ سبتمبر ۲۰۱۴ م 937-F

۲۳۶۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب السعی، فصل فی شرائط صحة السعی، تحت قوله: سعی العمرة فلا یشترط فیه وجوده، ص۲۴۸

۲۳۷۔ حیات القلوب فی زیارة المحبوب، باب چهارم دربیان سعی و واجبات، فصل اول شرائط صحت سعی الخ، ص۱۵۸

۲۳۸۔ لُبَاب المناسك و عُبَاب المسالك، باب السعی بین الصفا و المروة، فصل فی واجباته، ص۱۲۸

۲۳۹۔ بہار شریعت، حج کا بیان، صفا و مروہ کی سعی، مسئلہ ۲۶، ۶/۱۱۵۹

منیٰ

حاجی دس ذوالحجہ کو منیٰ میں عید کی نماز کیوں ادا نہیں کرتے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حاجی دس ذوالحجہ کو منی میں ہوتے ہیں تو وہ عید کی نماز کیوں ادا نہیں کرتے، حالانکہ عید کی نماز واجب ہے؟
(السائل: عمران، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حاجی پر عید کی نماز واجب نہیں ہے کیونکہ اس روز وہ مناسک حج ادا کرنے میں مشغول ہوتا ہے جیسے مزدلفہ سے منیٰ آنا، جمرہ عقبہ کی رمی، حج کی قربانی، اور طوافِ زیارت۔ چنانچہ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں اور اسے علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ نقل کرتے ہیں:

قال فی "مبسوط السرخسی": (لیس علی أهل منی یومَ النحر صلاة العید) لأنهم فی وقت صلاة العید مشغولون بأداء المناسك، فلا یلزمهم صلاة العید (۲٤۰)

یعنی، "مبسوط سرخسی" میں فرمایا کہ یوم نحر میں اہلِ منیٰ پر نمازِ عید واجب نہیں، کیونکہ وہ نمازِ عید کے وقت مناسک کی ادائیگی میں مشغول ہوتے ہیں، لہٰذا اُن پر نمازِ عید واجب نہیں ہے۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۱۰ ذوالحجة ۱٤۳۵هـ، ٤ اکتوبر ۲۰۱٤ م 944-F

۲٤۰۔ غنیة ذوی الأحکام فی بغیة درر الحکام، کتاب الأضحیة، تحت قوله: لا تذبح الأضحیة فی المصر، ۲٦۸/۱

المبسوط للسرخسی، کتاب الذبائح، باب الأضحیة، ۱۷/٦

عرفات

غُروب کے بعد عرفات آنے والے حاجی کے لئے وقت کی کوئی قید نہیں

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی حاجی عرفات مغرب کے بعد پہنچا تو دَم ہوگا یا نہیں؟ اور اگر بلا عذر مغرب کے بعد جائے تو کیا حکم ہوگا؟

(السائل: اقبال صوفی، مدینہ منورہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: وقوف کا وقت زوال آفتاب سے لے کر دس کی فجر تک ہے اس وقت میں جو حاجی عرفات آ گیا اُس کا وُقوف ہو گیا۔ اور جو شخص زوالِ آفتاب کے بعد غُروبِ آفتاب سے قبل وُقوف کرے اُس پر واجب ہے کہ غُروبِ آفتاب تک وہاں سے نہ نکلے، چنانچہ علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱٦۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا کہ

وواجبة: الإمتداد إلی الغروب (۲٤۱)

یعنی، وُقوف کا واجب غُروبِ آفتاب تک اِمتداد ہے۔

اور جو شخص رات میں وُقوف کرے اُس کے لئے کچھ بھی واجب نہیں وہ اگر ایک گھڑی کے لئے بھی میدانِ عرفات میں آ گیا تو اُس کا وقوف درست ہو گیا، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و الحاصل: أنه إذا وقف لیلاً فلا واجبَ فی حقّه حتی لو وقف ساعةً أو مرّ بعرفات لیلاً لا یلزَمه شیء، لأن امتداده لیس بواجب علی مَن وقف لیلاً (۲٤۲)

۲٤۱۔ الفتاوی الهندیة، کتاب المناسك، الباب الخامس فی کیفیة أداء الحج، ۲۲۹/۱

۲٤۲۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الوقوف بعرفات و أحکامه، فصل فی شرائط صحة الوقوف، تحت قوله: وقوف جزء من اللیل، ص ۲۹۱

یعنی، حاصل کلام یہ ہے کہ جب اُس نے رات میں وقوف کیا تو اُس کے حق میں کوئی واجب نہیں یہاں تک کہ اگر اُس نے ایک گھڑی کے لئے وُقوف کیا یا رات میں عرفات سے گزر گیا تو اُسے کوئی شے لازم نہیں کیونکہ امتداد اُس پر واجب نہیں جو رات میں وُقوف کرے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اما کسی کہ وقوف کرد در شب پس واجب نباشد در حق اُو چیزے تا آنکہ اگر وقوف نمود در شب مقدار یک لحظہ اگر چہ بطریق عبور باشد کافی بود در حق حصولِ واجب ولازم نباشد چیزے بروے (۲۴۳)

یعنی، اگر کسی شخص نے رات میں وقوف کیا تو اس کے حق میں کوئی چیز واجب نہیں، یہاں تک کہ اگر رات میں ایک گھڑی کی مقدار وقوف کیا اگر چہ گزرنے کے طور پر ہوا، حصولِ واجب کے حق میں کافی ہوگیا، اس پر کوئی چیز لازم نہ ہوگی۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ١٤ ذوالحجة ١٤٣٥ھ، ١٩ سبتمبر ٢٠١٤ م 940-F

جمعہ کے روز عرفات میں نماز جمعہ کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ۹ ذوالحجہ کو یوم عرفہ ہے اور جمعہ کا دن بھی ہے، جمعہ یہاں میسر نہیں اور ہم نے یہ پڑھا ہے کہ جمعہ کے روز اگر ظہر نماز پڑھی جائے تو اس کی جماعت نہیں ہوتی تو ہم عرفہ کے روز کیا کریں، ظہر نماز جماعت سے پڑھیں یا بغیر جماعت؟

(السائل: مولانا حافظ محمد فاروق ودیگر علماء)

۲۴۳۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب ششم در بیان وقوف بعرفات، فصل اول در بیان مقدار مفروض، اما واجبات در وقوف، ص۱۷۷

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں نمازِ ظہر اگر اپنے گھر میں ادا کرتے ہیں تو باجماعت ادا کریں گے۔ جمعہ کے لئے مصر شرط ہے۔ چنانچہ علامہ ابو البرکات عبداللہ بن احمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

شرط أدائها المصر: و هو كلّ موضع له أمير و قاضٍ ينفذ الأحكام و يقيم الحدود أو مصلّاه، و منىً مصر لا عرفات (٢٤٤)

یعنی، جمعہ کی ادائیگی کی شرط مصر ہے اور مصر ہر وہ جگہ ہے جہاں امیر یا قاضی ہے جو احکام نافذ کرتا ہو اور حدود کو قائم کرتا ہو اور یا فناء مصر ہو، اور منی مصر ہے نہ کہ عرفات۔

اور عرفات شہر نہیں ہے جیسا کہ مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہے، اور عرفات شہر کے حکم میں بھی نہیں ہے، چنانچہ شمس الائمہ محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

و لا جمعة بعرفة يعني إذا كان الناس يوم الجمعة بعرفات لا يصلّون الجمعة بها لأن المصر من شرائط الجمعة و عرفات ليس فی حكم المصر (٢٤٥)

یعنی، عرفہ میں جمعہ نہیں ہے یعنی لوگ جب جمعہ کے روز عرفات میں ہوں تو وہاں جمعہ نہیں پڑھیں گے کیونکہ جمعہ کی شرائط میں سے مصر ہے اور عرفات مصر کے حکم میں نہیں ہے۔

اور علامہ سراج الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

(لا عرفات) و لو كان الخليفة بها فی قولهم جميعاً لأنها فضاء و بمنى الأبنية (٢٤٦)

یعنی، صاحبِ کنز کا قول کہ ''نہ عرفات'' اگر چہ سب کے قول کے مطابق وہاں

۲۴۴۔ کنز الدقائق، کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ص۱۷

۲۴۵۔ المبسوط للسرخسی، کتاب الحج، باب الخروج إلی منی، ۴۹/۲

۲۴۶۔ النهر الفائق، کتاب الصلاة، باب الجمعة، ۳۵۴/۱

خلیفہ (آتا) ہے کیونکہ وہ میدان ہے اور منی میں عمارتیں ہیں۔

اور دیہاتوں میں جمعہ نہیں ہوتا چنانچہ علامہ أبوالحسین احمد بن محمد قدوری بغدادی حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

و لا یجوز فی القُری (۲٤۷)

یعنی، جمعہ دیہاتوں میں جائز نہیں۔

لہٰذا عرفات میں جب جمعہ نہیں تو نماز ظہر کی جماعت بلا کراہت درست ہوگی کیونکہ جمعہ کے روز نماز ظہر کی جماعت کی کراہت شہر میں ہے نہ کہ غیر شہر میں۔

علامہ شہاب الدّین احمد بن محمد بن احمد شلبی حنفی متوفی ۱۰۲۱ھ لکھتے ہیں:

قال فی "الغایة": إن اتفق یوم عرفة یوم الجمعة لا یصلی فیها الجمعة اتفاقاً، و ما حکت المالکیة من المناظرة بین القاضی أبی یوسف و مالك بین یدی هارون الرشید لا أصل لها، لأن أبا یوسف لا یری الجمعة فی القری فکیف کان یری الجمعة فی البراری، و حکی القرطبی عن أبی حنیفة و أبی یوسف جواز الجمعة بعرفات و هو غلط اهـ (۲٤۸)

یعنی، "غایہ شرح ھدایہ" میں ہے یوم عرفہ اگر جمعہ کے روز ہو تو بالاتفاق وہاں جمعہ نہیں پڑھا جائے گا اور مالکیہ نے جو امام ابو یوسف اور امام مالک کے مابین ہارون رشید کے سامنے مناظرے کی حکایت ذِکر کی اس کی کوئی اصل نہیں ہے، کیونکہ امام یوسف دیہاتوں میں جمعہ فرض نہیں سمجھتے تو وہ میدانوں میں جمعے کو کیسے فرض سمجھیں گے، امام قرطبی نے امام ابوحنیفہ اور

۲٤۷۔ مختصر القدوری، کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص۳۹

۲٤۸۔ حاشیة الشبلی علی تبیین الحقائق، کتاب الحج، باب الإحرام، تحت قول الکنز: ثم صلّی بعد الزوال إلخ، و تحت قول التبیین: حتی لو صلّاهما أو صلّی أحدهما منفرداً، فرع، ۲۸۸/۲

امام ابو یوسف سے عرفات میں جمعہ کے جواز کی حکایت کی وہ غلط ہے۔

عرفات اگر شہر ہوتا تو وہاں جمعہ کے روز نماز ظہر باجماعت مکروہ ہوتی، چنانچہ علامہ عبداللہ بن محمد موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

و یکره لأصحاب الأعذار أن یصلّوا الظهر یوم الجمعة جماعة فی المصر (۲٤۹)

یعنی، معذوروں کو شہر میں جمعہ کے روز نماز ظہر جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔

اور شرح میں لکھتے ہیں:

بخلاف القُری لأنه لا جمعة علیهم (۲۵۰)

یعنی، برخلاف دیہاتوں کے کیونکہ اہل دیہات پر جمعہ نہیں ہے۔

لہٰذا عرفات کے میدان میں ۹ ذوالحجہ جمعہ کے روز نمازِ ظہر اگر باجماعت ادا کی جائے تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۹ ذوالحجة ۱٤۳۵هـ، ۳ اکتوبر ۲۰۱٤ م 943-F

۲٤۹۔ المختار الفتوی مع شرحه للمصنف، کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص٦٦

۲۵۰۔ الإختیار لتعلیل المختار، کتاب الصلاة، باب الجمعة، تحت قوله: یکره لأصحاب الاعذار الخ، ۱۱۲/۱

متفرق

سات تاریخ کو مکہ آنے والے عمرہ ادا کر کے منیٰ جائیں

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو لوگ کراچی سے آئے ہیں، سات ذوالحجہ کو مدینہ منورہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ جاتے ہیں، یہ لوگ عمرہ ادا کر کے منیٰ جائیں گے یا بغیر عمرہ ادا کئے بھی منی جا سکتے ہیں؟

(السائل: سید عبداللہ بن علامہ اعجاز نعیمی، مدینہ منورہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یہ لوگ عمرہ ادا کر کے منیٰ جائیں گے کیونکہ ان لوگوں نے عمرہ کا ہی احرام باندھا ہے اور بغیر عمرہ ادا کئے اگر حج کریں گے تو تین صورتوں میں سے کوئی ایک صورت پائی جائے گی یا تو عمرہ کے افعال ادا کئے بغیر عمرہ کا احرام کھول دیں گے تو اِس صورت میں اِن پر اس عمرہ کی قضاء لازم آئے گی جو ایام تشریق کے بعد کریں گے، چنانچہ محمد بن عبداللہ بن احمد الغزی حنفی تمرتاشی متوفی ۱۰۰۴ھ اور علامہ شامی لکھتے ہیں:

(و قضيت) أی بعد أيام التشريق (۲۵۱)

یعنی، (احرام کے لئے) عمرہ میں شروع ہونے کی وجہ سے اُسے ایام تشریق کے بعد قضاء کیا جائے گا۔

اور اُس پر دَم بھی لازم آئے گا کہ اُس نے عمرہ کا احرام باندھ کر اس کے افعال ادا کئے بغیر عمرہ کا احرام کھول دیا، چنانچہ محمد بن عبداللہ بن احمد الغزی حنفی تمرتاشی متوفی ۱۰۰۴ھ اور علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

(و وجب دم الرفض) للعمرة (۲۵۲)

۲۵۱۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، کتاب الحج، باب القران، تحت قوله: و قضيت، ۶۳۹/۳۔ ۶۴۰

۲۵۲۔ الدُّرّ المختار شرح تنوير الأبصار، کتاب الحج، باب القران، ص۱۶۵

یعنی، اس پر عمرہ چھوڑنے کا دَم لازم ہوگا۔

اس لئے کہ جو شخص بھی عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد اُسے ادا کئے بغیر احرام کھول دیتا ہے اُس پر دَم لازم آتا ہے، چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ اور اُن سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی نقل کرتے ہیں:

لأنّ كلّ مَن تحلّل بغير طوافٍ يجبُ عليه دمٌ كالمحصر (۲۵۳)

یعنی، کیونکہ وہ شخص جو عمرہ کا طواف کئے بغیر اس کے احرام سے فارغ ہو جائے اس پر محصر کی مانند دَم لازم آتا ہے۔

یا تو یہ لوگ عمرہ کا احرام کھولے بغیر حج کی تلبیہ پڑھ لیں گے اس طرح یہ لوگ قارن ہو جائیں گے، علامہ حسن بن منصور اوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

المحرم بالعمرة إذا أحرم بالحج إن أحرم قبل أن يطوف لعمرته يكون قارناً (۲۵۴)

یعنی، عمرہ کا احرام باندھا ہوا شخص جب طواف عمرہ سے قبل حج کا احرام باندھ لے تو وہ قارن ہو جاتا ہے۔

اس صورت میں بھی ان پر عمرہ کی ادائیگی حج سے قبل لازم ہوگی، اگر وہ عمرہ ادا نہیں کرتے تو ان کا عمرہ باطل ہو جائے گا، چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

(فإن وقف) القارن بعرفة (قبل) أكثر طواف (العمرة بطلت) (۲۵۵)

یعنی، قارن نے اگر اکثر طواف عمرہ سے قبل عرفات میں وقوف کیا تو قران باطل ہو گیا۔

اور ان پر سے دَم ساقط ہو جائے گا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

۲۵۳۔ البحر الرائق، کتاب الحج، باب القران، تحت قوله: و إن لم يدخل مكة، ۶۳۵/۲

۲۵۴۔ فتاویٰ قاضیخان علی هامش الفتاوی الهندية، کتاب الحج، فصل فی العمرة، ۳۰۱/۱

۲۵۵۔ الدر المختار شرح تنوير الأبصار، باب القران، ص۱۶۵

و سقط عنه دمُه (٢٥٦)

یعنی، اُس سے دَم قران ساقط ہوجائے گا۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أی دم القران للشكر المترتب على نعمة الجمع من أداء النسكين (٢٥٧)

یعنی، دَم قران جو شکرانے کے طور پر اس نعمت پر مترتّب ہے جو اُسے نُسُکِ عمرہ وحج کے مابین جمع کرنے پر حاصل ہوئی۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

و سقطَ دَمُ القرانِ، لأنه لم يُوفّق للنُّسُكين(٢٥٨)

یعنی، دَم قران ساقط ہوگیا کیونکہ وہ نُسُکِ عمرہ وحج کے درمیان جمع نہ کر پایا۔

اور اُس پر عمرہ کی قضاء اور ایک دَم لازم آیا جو کہ دَم جبر ہے نہ کہ دَمِ شکر۔ جس کی تفصیل ہم نے اُوپر ذِکر کردی ہے۔

اور تیسری صورت یہ ہے کہ جس کا امکان بہت شاذ ہے کیونکہ جب وہ حج کے لئے عرفات جارہا ہے تو قوی امکان یہی ہے کہ وہ حج کی نیت سے تلبیہ کہے گا جس سے وہ قارن ہو جائے گا جس کا حکم اوپر ذِکر کردیا گیا پھر بھی اگر کوئی شخص عمرہ کا احرام باندھ کر آتا ہے اور حج کی نیت کئے بغیر اُسی احرام سے وقوفِ عرفات کرتا ہے تو اُس کا حج اصلاً نہ ہوگا کیونکہ حج کے لئے احرام باندھنا شرط ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور مُلّا علی قاری حنفی صحتِ وُقوف کی شرائط میں لکھتے ہیں:

(الثانی الإحرام بحجّ) أی لا بعمرة (٢٥٩)

٢٥٦۔ اللّباب مع شرحه للقاری، فصل فی شرائط صحة القران، باب القران، ص١٧٣

٢٥٧۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب القران، فصل فی شرائط صحة القران، تحت قوله: و سقط عنه دم، ص٣٦٢

٢٥٨۔ الدُّرُّ المختار مع رد المحتار، كتاب الحج، باب القران، ص١٦٥

٢٥٩۔ المسلك المتقسط، باب الوقوف، فصل فی شرائط صحة الوقت، ص٢٨٨

یعنی، دوسری شرط حج کا احرام ہے نہ کہ عمرہ کا احرام۔

اور جب شرط ہی نہ پائی گئی تو وقوفِ عرفہ درست نہ ہوگا،

إذا فات الشرط فات المشروط

یعنی، جب شرط فوت ہوجائے تو مشروط فوت ہوجاتا ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ١١٧٤ھ لکھتے ہیں:

وأما شرائط صحتِ وقوف پس سہ چیز است یکے تقدیم احرام نجّ، پس اگر وقوف نمود بغیر احرام یا باحرام عمرہ صحیح نباشد وقوف اُو(٢٦٠)

یعنی، مگر شرائط صحتِ وقوف پس تین چیزیں ہیں ایک حج کے احرام کا مقدم ہونا یا عمرہ کے احرام سے وقوف کرے گا تو اُس کا وقوف صحیح نہ ہوگا۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الأحد، ٤ ذوالحجة ١٤٣٥هـ، ٢٨ سبتمبر ٢٠١٤ م 939-F

اشہرِ حج میں عمرہ ادا کرنا اور مکہ مکرمہ کو وطن اقامت بنالینا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مدینہ شریف کی پیدائش ہے والدین یہاں رہتے ہیں اب وہ ذوالقعدہ وذوالحجہ میں مکہ شریف میں رہے گا لیکن اُسے کسی کمپنی نے کام کے لئے بلایا ہے، ممکن ہے اس کو حج کی اجازت نہ ملے، کام کینٹین کا ہے، ایسی صورت میں کیا اُس پر حج فرض ہوگیا؟ اور اگلے سال اس کو یہ حج ادا کرنا ہوگا یا ابھی جب وہ جائے گا عمرہ ادا کرے گا تو اب وہ مکمل ہوجائے گا، اس سال دوبارہ حج نہیں کرسکتا یا عمرہ ادا کرلے اور حج میں اگر موقع ملے تو حج بھی کرلے تو اس کا یہ کون سا حج ہوگا؟

(السائل: اقبال صوفی، مدینہ منورہ)

٢٦٠۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب ششم در بیان وقوف عرفات، فصل اول در بیان قدر مفروض، ص١٧٦

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اس پر حج فرض ہو جائے گا اور اگر وہ اسی سال حج کرتا ہے تو اس پر دَم تمتّع لازم آئے گا کیونکہ حج کرنے کی صورت میں یہ متمتع قرار پائے گا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ بن ابراہیم سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

لأنه قال فإذا قدم الكوفي بعمرة في أشهر الحج، و فرغ منها و قصر ثم اتخذ مكة أو البصرة داراً و حجّ من عامه ذلك فهو متمتّع (٢٦١)

یعنی، اسی لئے کہا کہ جب کوئی اشہُر حج میں عمرہ کے لئے آیا، اور اس سے فارغ ہوا اور قصر کیا پھر اس نے مکہ یا بصرہ میں اپنا گھر بنا لیا اور حج کیا اسی سال، پس وہ متمتع ہے۔

کیونکہ مذکورہ شخص کام کے سلسلے میں مکہ مکرمہ میں رُکے گا نہ اس لئے کہ اُس نے مکہ مکرمہ کو اپنا گھر بنایا ہے، اس لئے مکہ مکرمہ اُس کے واسطے وطنِ اقامت ہے اور وہ آفاقی ہی ہے اور اس کے لئے تمتّع کا جواز اس کے ساتھ مقید ہے کہ وہ مکہ کو اپنا گھر نہ بنائے اور وہ اس نے نہیں بنایا، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لأنّ جواز التمتّع للآفاقي مقيّد بعدم الاستيطان لا بعدم الإقامة كما سبق (٢٦٢)

یعنی، کیونکہ آفاقی کے تمتع کا جواز وطن نہ بنانے کے ساتھ مقید ہے نہ کہ اقامت کے نہ ہونے کے ساتھ جیسا کہ پہلے گزرا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ٢٨ شوال المكرّم ١٤٣٦هـ، ١٤ اغسطس ٢٠١٥ م 955-F

٢٦١۔ جمع المناسك، باب التمتّع، فصل فی شرائط صحة التمتع، ص٢٢٢

٢٦٢۔ المسلك المتقسط، باب التمتع، فصل فی شرائطه، تحت قوله: و أطلق فی "خزانة الأكمل الخ"، ص٣٨٥

مآخذ ومراجع

١۔ **الإبتهاج بمناسك الحاجّ**، للنابلسی، العلامة عبد الغنی بن إسماعیل الحنفی (ت١١٤٣ھ)، مخطوط مصوّر

٢۔ **أخبار مكة للأزرقی**، الإمام محمد بن عبد الله بن أحمد (ت ٢٥٠ ھ)، مكتبة الثقافة، مكة المكرّمة، الطبعة العاشرة ١٤٢٣ھ۔ ٢٠٠٢م

٣۔ **الإختيار لتعليل المختار**، للموصلی، الإمام عبد الله بن محمود الحنفی (ت٦٨٣ھ)، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٣ھ۔ ٢٠٠٢م

٤۔ **إرشاد السّاری** إلى مناسك الملّا علی القاری۔ للمكی، حسين بن محمد سعيد بن عبدالغنی الحنفی (ت١٣٦٦ھ)، المكتبة الإمدادية، مكة المكرمة، الطّبعة الأولى ١٤٣٠ھ۔ ٢٠٠٩م

٥۔ **أقرب المسالك** فی بغية الناسك، للعلامة عبد الله بن حسن العفيف الكازرونی الحنفی (كان حيًّا سنة ١١٠٢ھ)، مخطوط مصوّر

٦۔ **أنوار البشارة** فی مسائل الحجّ والزّيارة، للإمام أحمد رضا بن نقی علی خان المحدّث الهندی الحنفی (ت١٣٤١ھ)، تحريك إصلاح العقائد، ميتهادر، كراتشی

٧۔ **الإيضاح** فی شرح الإصلاح، لابن كمال پاشا، للإمام شمس الدّين أحمد بن سليمان الحنفی (ت ٩٤٠ ھ)، تحقيق الدّكتور عبدالله داؤد خلف المحمّدی والدّكتور شمس الدّين أمير الخزاعی، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولیٰ١٤٢٨ھ۔ ٢٠٠٧م

٨۔ **البحر الرّائق** شرح كنز الدّقائق۔ لابن نجيم، زين الدّين بن إبراهيم بن محمد المصری الحنفی (ت ٩٧٠ ھ)، ضبطه الشّيخ زكريا عميرات، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولیٰ١٤١٨ھ۔١٩٩٧م

٩۔ **البحر الزّاخر**، للعلّامة أحمد بن محمد ابن اقبال الحنفی، مخطوط مصوّر

١٠۔ **البحر العمیق** فی مناسك المعتمر و الحاجّ إلی بیت الله العتیق، لابن الضّیاء، محمد بن أحمد المکی الحنفی (ت٨٥٤ھ)، تحقیق عبدالله نذیر أحمد عبدالرحمن مزی، مؤسّسة الریان، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٧ھ۔ ٢٠٠٦م

١١۔ **بدائع الصنائع** فی ترتیب الشرائع۔ للکاسانی، علاؤ الدین أبی بکر بن مسعود الحنفی (ت٥٨٧ھ) تحقیق و تعلیق علی محمد معوض و عادل أحمد، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٨ھ۔ ١٩٩٧م

١٣۔ بهار شریعت۔ للأعظمی، محمد أمجد علی صدرالشریعة الحنفی (ت١٣٦٧ھ)، المکتبة المدینة، کراتشی، الطّبعة الأولیٰ ١٤٣٠ھ۔ ٢٠٠٩م

١٤۔ **التصحیح و الترجیح**، للعلامة قاسم بن قطلوبغا الحنفی (ت٨٧٩ھ)، تحقیق ضیاء یونس، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٣ھ۔ ٢٠٠٢م

١٥۔ **تنویرالأبصار وجامع البحار** فی فروع فقه الحنفی (مع شرحه للحصکفی)، للتمرتاشی، العلّامة محمد بن عبدالله بن أحمد الغزّی الحنفی (ت١٠٠٤ھ)، تحقیق عبدالمنعم خلیل إبراهیم، دارُالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤٢٣ھ۔٢٠٠٢م

١٦۔ **جمع المناسك** و نفع النّاسك المعروف بالمنسك الکبیر، للإمام رحمت الله بن القاضی عبد الله السّندی الحنفی (ت ٩٩٣ھ أو ٩٩٤ھ)، أفغانستان۔

١٧۔ **الجوهرة النیّرة**، للحدّادی، العلامة علی بن أبی بکر الحنفی (ت٨٠٠ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت

١٨۔ **حاشیة الشبلی** علی تبیین الحقائق، للعلامة الشبلی الحنفی، دار الکتب العلمیة، بیروت

١٩۔ **حاشیة الطّحطاوی** علی الدّرّ المختار، للعلامة أحمد بن محمد الحنفی (ت

١٢٣١ھ)، دار المعرفة، بیروت، الطّبعة ١٣٩٥ھ۔ ١٩٧٥م

٢٠۔ **الحج**، للعلامة محمد سلیمان أشرف الحنفی، قطب مدینه پبلشرز، کراچی

٢١۔ **حیاة القلوب** فی زیارة المحبوب۔ للسّندی، المخدوم محمد هاشم بن عبدالغفورالحارثی السندی الحنفی (ت١١٧٤ھ)، إدارة المعارف، کراتشی ١٣٩١ھ

٢٢۔ **الدُّرُّ المختار** (شرح تنویر الأبصار)۔ للحصکفی، علاؤ الدین محمد بن علی الحصنی الحنفی (ت١٠٨٨ھ) تحقیق عبدالمنعم خلیل إبراهیم، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولی ١٤٢٣ھ۔ ٢٠٠٢م

٢٣۔ **ردّ المحتار** علی الدُّرّ المختار۔ للشّامی، محمد أمین بن عمر ابن العابدین الحنفی، تحقیق عبدالمجید طعمه الحلبی (ت١٢٥٢ھ)، دار المعرفة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٠ھ۔ ٢٠٠٠م

٢٤۔ **سُنَن أبی داؤد**، للإمام سلیمان بن أشعث السّجستانی (ت٢٧٥ھ)، تعلیق عبید الدّعاس وعادل السّید، دارإبن حزم، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤١٨ھ۔ ١٩٩٧م

٢٥۔ **السّنن الکبری**، للإمام أبی بکر أحمد بن حسین بن علی البیهقی (ت ٤٥٨ھ)، تحقیق محمد عبد القادر عطا، الطّبعة ١٤٢٠ھ۔ ١٩٩٩م

٢٦۔ **سُنَنُ النّسائی**۔ للإمام أبی عبد الرّحمن أحمد بن شعیب الخُرَاسَانی (ت٣٠٣ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الثّانیّة ١٤٢٤ھ ۔ ٢٠٠٣م

٢٧۔ **شرح صحیح مسلم**۔ للنّووی، الإمام أبی زکریا یحی بن شرف الشّافعی (ت ٦٧٦ھ)، تحقیق محمد فواد عبدالباقی، دارالکتب العلمیة، بیروت، ١٤٢١ھ۔٢٠٠٠م

٢٨۔ **شرح مختصر الطّحاوی**، للإمام أبی بکر الجصّاص الرّازی الحنفی(ت٣٧٠ھ) تحقیق عصمة الله عنایة الله محمد، دار البشائر الإسلامیة، بیروت، الطّبعة الثّانیة، ١٤٣١ھ ۔ ٢٠١٠م

٢٩۔ **شرح معانی الآثار**، لـلإمـام أبـی جـعـفر أحمد بن محمد بن سلامة الطّحاوی الحنفی (ت ٣٢١ ھ)، تـحـقیـق محمد زهری النّجّار و محمد سیّد جاد الحقّ، عالم الکتب، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤١٤ھ۔ ١٩٩٤م

٣٠۔ **صحیح البخاری**، لـلإمام محمد بن إسماعیل الجُعفی (ت٢٥٦ ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨م

٣١۔ **صحیح مسلم**، للإمام مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری (ت٢٦١ ھ)، دار الأرقم، بیروت

٣٢۔ **الضوء المنیر** عـلـی الـمـنسك الـصغیر، للعلامة جمال الدین أبی علی محمد بن محمد قاضی زاده الأنصاری المکی الحنفی، مخطوط مصوّر

٣٣۔ **ضیاء الأبصار** عـلـی مـنسك الـدُّرّ الـمختار، للعلامة طاهر سنبل المکی الحنفی (ت١٢١٨ھ)، مخطوط مصوّر

٣٤۔ **غُنیة ذوی الأحکام** فـی بـغیة دُرَر الـحـکّام، للشّرنبلالی، للعلامة أبی الإخلاص حسـن بـن عـمّار الحنفی (ت ١٠٦٩ ھ)، مـطبـعة أحـمـد کامل الکائنة فی دار السّعادة، طبع فی سنة ١٣٢٩ھ

٣٥۔ **الفتاوی التّاتارخانیة**، لـلـعـلامة عـالـم بـن علاء الأنصاری الأندرپتی الدّهلوی الحنفی (ت٧٨٦ ھ)، تـحـقیق القاضی سجاد حسین، دار احیاء التّراث العربی، بیروت، الطّبعة الأولی ١٤٢٥ھ۔ ٢٠٠٤م

٣٦۔ **فتاوی قاضیخان** (عـلـی هامش الهندیة)، للأوزجندی، لإمام حسن بن منصور الحنفی (ت ٥٩٢ ھ)، دار المعرفة، بیروت، الطّبعة الثالثة ١٣٩٣ھ۔ ١٩٧٣م

٣٧۔ **فتـاوی واحدی**، لـلـعـلامة الـمـخـدوم عبـد الـواحـد السیـوستـانـی الحنفـی (ت١٢٢٤ھ)، مخطوط مصوّر

٣٨۔ **الفتـاوی الولوالجیة**، لـلـعـلامة ظهیـر الـدیـن الولوالجی الحنفی (ت ٥٤٠ ھ)،

دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٤ھ۔ ٢٠٠٢م

٣٩۔ **الفتاویٰ الهندیة**، الـمسـمّـاة الفتاوی العالمکیریة، للشّیخ نظام (ت١١٦١ ھ)، وجـمـاعة مـن عـلـمـاء الهـنـد، دار الـمـعرفة، بیروت، الطّبعة الثالثة ١٣٩٣ ھ۔ ١٩٧٣م

٤٠۔ **فتـح الـقدیر**، لابـن الهـمـام، کـمـال الـدیـن مـحـمـد بن عبدالواحد الحنفی (ت٨٦١ھ)، داراحیاء التّراث العربی، بیروت

٤١۔ **فتح المسالك الرمز** فی شرح مسالك الکنز، للعلامة أبی الوجاهة عبد الرحمن بن عیسی بن مرشد العمری المرشدی الحنفی (ت١٠٣٧ھ)، مخطوط مصوّر

٤٢۔ **کتـاب الأصل** الـمسـمّـی بـالـمبسـوط، لـلإمـام مـحـمـد بن الحسن الشیبانی (ت١٨٩ھ)، تـصحیح وتعلیق أبی الوفاء الأفغانی، عالم الکتب ، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤١٠ھ۔ ١٩٩٠م

٤٣۔ **کتاب الأمّ** لـلشّافعی، الإمام محمد بن إدریس (ت٢٠٤ ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٣ھ۔ ٢٠٠٢م

٤٤۔ **کـنزالدّقائق**، لـلـنّسـفـی، حافظ الدین أبی البرکات عبداللّٰه بن محمود بن أحمد الـحنفی (ت ٧١٠ ھ)، اعتـنـی بـه راشـد مـصـطـفی الخلیلی، المکتبة العصریة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤٢٥ھ۔ ٢٠٠٥م

٤٥۔ **لُبـاب المناسك** وعُبَـاب الـمسـالك (مـع شـرحه للقاری)، للإمام رحمة اللّٰه بن عبـداللّٰه بن إبـراهیـم الـدّربیلی السِّندی الحنفی (ت٩٩٣ ھ)، دار قرطبة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢١ھ

٤٦۔ **المبسوط**، لـلإمـام السـرخسـی، شـمس الدین أبو بکر محمد بن أحمد بن أبی سهـل الـحـنـفـی (ت٤٨٣ ھ)، دار الـفـکـر، بیـروت، الـطّبـعة الأولـی ١٤٢٠ھ۔ ٢٠٠٠م

٤٧۔ **مجمع البحرین**، لـلإمـام مـظـفـر الـدّین أحمد بن علی بن ثعلب المعروف بابن السـاعـاتـی الحنفی (ت٦٩٤ ھ)، دار الـكـتـب الـعـلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٦ھ۔ ٢٠٠٥م

٤٨۔ **الـمحيط البرهانی**، لابن مازة، الإمـام مـحـمود بن أحمد بن عبد العزيز النجارى الحنفی (ت٦١٦ ھ)، تـحقيق الشيخ أحمد عزّ و عناية، دار احياء التراث العربی، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٤ھ۔ ٢٠٠٣م

٤٩۔ **الـمختار الفتوى** مـع شـرحـه، لـلـموصلی، الإمام مجدالدّین عبداللّٰه بن محمود الحنفی (ت٦٨٣ ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت

٥٠۔ **مختصرالقدوری** فـی فقه الحنفی، للإمام أبی الحسن أحمد بن محمد بن أحمد بـن جـعفر البغدادی الحنفی(ت٤٢٨ ھ)، تـحـقـيـق الشّيخ محمد محمد كامل عويضة، دارُالكتب العلميّة، بيروت، الطّبعة الأولىٰ١٤١٨ھ۔ ١٩٩٧م

٥١۔ **المسالك** فـی الـمـنـاسك، لـلـكـرمانی، أبی منصور محمد بن مكرّم بن شعبان الحنفی (ت٥٩٧ ھ)، تـحقيق الدكتور سعود بن إبراهيم، دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٤ھ۔ ٢٠٠٣م

٥٢۔ **الـمسلك المتقسط** فـی الـمـنسك الـمتوسّط، للقاری، نور الدين على بن محمد سلطان الهروی الحنفی (ت١٠١٤ ھ)، مـحقّق محمد طلحه بلال أحمد مينار، المكتبة الإمدادية، مكة المكرمة، الطّبعة الأولىٰ ١٤٣٠ھ۔ ٢٠٠٩م

٥٣۔ **المُسند،** للإمام أحمد بن حنبل (ت ٢٤١ ھ)، المكتب الإسلامی، بيروت

٥٤۔ **الـمصنَّف** لابـن أبـی شيبة، الإمـام أبـی بـكـر عبـداللّٰه بن محمد العبسی الكوفی (ت٢٣٥ ھ)، تـحـقـيـق مـحـمـد عـوّامة، دارقـرطبة، بيـروت، الـطّبعة الأولىٰ١٤٢٧ھ۔٢٠٠٦م

٥٥۔ **منح الغفار** شـرح تـنوير الأبصار، للتمرتاشی العلامة محمد بن عبد الله بن أحمد

الغزی الحنفی (ت١٠٠٤ ھ)، مخطوط مصوّر

٥٦۔ **منسك الحجّ** عـلی مذهب للإمام الأعظم أبی حنيفة رضی الله عنه، لمنلا حسين الحنفی، مخطوط مصوّر

٥٧۔ **الـنّهر الفائق** شـرح كـنـز الـدّكائق، للإمام سراج الدّين عمر بن ابراهيم ابن نجيم الـمـصری الحنفی (ت ١٠٠٥ ھ)، حـقـقّـه و عـلّـق عليه أحمد عزّو عناية، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٢ھ۔ ٢٠٠٢م

٥٨۔ **الهداية** شـرح بـداية المبتدی، للمرغينانی، برهان الدين أبی الحسن على بن أبی بكر الحنفی (ت٥٩٣ ھ)، دار الارقم، بيروت

٥٩۔ هداية السّالك إلـی الـمذاهب الأربعة فی المناسك، لـلإمـام عزّ الدّين بن جماعة الـكنانی (ت ٧٦٧ ھ)، تـحـقـيـق الدّكتور نور الدّين عتر، دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٤ھ۔ ١٩٩٤م

پہلی مرتبہ تحقیق، تخریج اور علماءِ کرام کے افادات کے ساتھ شائع ہو چکی ہے

”شرح عقود رسم المفتی“

(عربی)

تصنیف

امام محمد امین بن عمر عابدین شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق

ڈاکٹر حامد علی علیمی

☆مخطوطات سے تقابل
☆مشکل مقامات کی تسہیل
☆نصوص کی اصل مآخذ سے تخریج
☆تمام کُتب واَعلام کے تراجم
☆فہرست فوائد
☆مغلق عبارات کی تشریح وتوضیح
☆امام احمد رضا حنفی کے سات توضیحی مقدمات
☆اختلاف نصوص کی حاشیہ میں وضاحت
☆حسبِ ضرورت عنوانات کا قیام
☆دیدہ زیب طباعت

ناشر

دار النور

(جمعیت اشاعت اہلسنّت، پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی

رابطہ: 021-32439799، 0321-3885445

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

کی ہدیۃً شائع شُدہ کُتُب

عصمت نبوی ﷺ کا بیان، تنویر البرہان، فلسفہ اذان قبر،

غیر اسلامی رسومات کے خلاف اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے سو (100) فتاوی

کیا اولیاء اللہ اور بت ایک ہیں؟ بلائے نجدیہ، ستر استغفارات،

جماعت اسلامی پر ایک تنقیدی جائزہ، شہادت کی فضیلت،

شوال کے چھ روزوں کی شرعی حیثیت، الأربعین،

سید الشہداء سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ، خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

پسندیدہ تحفہ (فرض نماز کے بعد دعا کا ثبوت)

اس کے علاوہ بہت مفید رسائل وکتب

شیخ الحدیث حضرت علامہ **مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی** مدّ ظلّہ

کی تالیفات میں سے

عورتوں کے ایّام خاص میں نماز اور روزے کا شرعی حکم،

حج اکبر کی حقیقت، دعاء بعد نمازِ جنازہ

تخلیقِ پاکستان میں علماءِ اہلسنّت کا کردار،

مندرجہ ذیل کُتُب خانوں پر دستیاب ہیں

- ☆ مکتبہ برکات المدینہ، بہار شریعت مسجد، بہادر آباد، کراچی
- ☆ ضیاء الدین پبلی کیشنز، نزد شہید مسجد، کھارادر، کراچی
- ☆ مکتبہ غوثیہ ہولسیل، پرانی سبزی منڈی، نزد عسکری پارک، کراچی
- ☆ مکتبہ انوار القرآن، میمن مسجد مصلح الدین گارڈن، کراچی
- ☆ نوری کتب خانہ، سکھر
- ☆ مکتبہ محمدیہ، بنوری ٹاؤن، گرومندر، کراچی

کراچی سے باہر دیگر شہروں کے کُتُب خانوں کے مالکان رابطہ کریں تا کہ اُن شہروں کے قارئین کے لئے ان کتب کا حصول آسان ہو سکے۔

رابطے کے لئے: 021-32439799، 0321-3885445

طلاقِ ثلاثہ

کا

شرعی حکم

از افادات

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

(رئیس دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنّت، پاکستان)

مُرتّب

حضرت علامہ مولانا محمد عرفان قادری ضیائی مدظلہ العالی

(ناظم اعلیٰ جمعیت اشاعت اہلسنّت، پاکستان)

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت، پاکستان

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی

رابطہ: 021-32439799، 0321-3885445

العُروۃُ فِی مَنَاسِكِ الحَجِّ و العُمْرَة

فتاویٰ حج و عمرہ

(حصہ دہم)

تالیف

شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:32439799

نام کتاب : العُرْوَۃُ فِیْ مَنَاسِكِ الحَجِّ وَ العُمْرَة

''فتاویٰ حج وعمرہ''

تصنیف : شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

تصحیح ونظر ثانی : مفتی محمد شہزاد قادری عطاری و متخصّصین فی الفقہ

سن اشاعت : رمضان المبارک 1438ھ۔جون 2017ء

سلسلۂ اشاعت نمبر : 278

تعداد اشاعت : 5500

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:32439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net

پر موجود ہے۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
☆	پیش لفظ	6

عمرہ

۱۔	قرض لے کر عمرہ ادا کرنا	9
۲۔	رمضان میں عمرہ ادا کرنا افضل ہے یا حج کے مہینوں میں	11
۳۔	پانچ اَیام میں عمرہ کی کراہت	13

احرام

۱۔	جو شخص بلا احرام مکہ آئے پھر حج کا احرام باندھ ہے	20
۲۔	اہل جدہ کا حج کے ارادے سے بلا احرام مکہ آنا	22
۳۔	میقات سے احرام باندھنا واجب ہے	23

مسافر

۱۔	اشہر حج میں عمرہ ادا کرنا اور مکہ مکرمہ کو وطن اقامت بنالینا	27
۲۔	مقیم انشاءِ سفر سے مسافر ہو جاتا ہے	28
۳۔	نیت اقامت کے بعد مدّتِ سفر سے کم فاصلہ پر واقع کسی جگہ جانا	29
۴۔	دو جگہ پندرہ دن گزرنے کے ارادے سے مقیم نہ ہوگا	31

۵۔	احرام میں جوتے پہننے کی صورت	32

حج

۱۔	حائضہ اور حجِ تمتع	34
۲۔	سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حج	36
۳۔	قارن کا کسی کام سے حدودِ حرم سے باہر جانا	48

منیٰ

۱۔	ایامِ منیٰ میں جمعہ کے روز نمازِ ظہر باجماعت نہ پڑھی جائے	50
۲۔	منیٰ میں نمازِ جمعہ وعید کا حکم	53
۳۔	ایام منیٰ میں گروپ آرگنائزروں کا حجاج کو منیٰ چھوڑنے کی ترغیب دلانا	55

رمی

۱۔	کیا تیرہ تاریخ کو رمی کرنا سنت سے ثابت ہے؟	59
۲۔	رات میں رمی کرنا کیسا ہے؟	63
۳۔	دس تاریخ کو رمی کرنے والے کی بقیہ دو واجبات میں ترتیب	65

مزدلفہ

۱۔	بلاعُذرِ شرعی وُقوفِ مزدلفہ کا ترک	68
۲۔	وُقوفِ مزدلفہ	70

قربانی

۱۔	مسافر حاجی پر قربانی کے وُجوب کا حکم	73
۲۔	مقیم حاجی کے فقیر شرعی ہونے کی وجہ سے عیدالاضحیٰ کی قربانی کا حکم	77
۳۔	مسافر حاجی پر ابن السبیل کا اطلاق	79

عذر

۱۔	حادثہ منیٰ میں فوت ہونے والوں کو محصر قرار دینا	81
۲۔	دمِ احصار ادا کئے بغیر ممنوعات کا ارتکاب	82
۳۔	تاخیر طواف زیارت اور حادثہ منیٰ	86
۴۔	عورت عدت میں ہو تو محصرہ کہلائے گی یا نہیں؟	91

پیش لفظ

حج اسلام کا اہم رُکن ہے جس کی ادائیگی صاحبِ استطاعت پر زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے، اس کے بعد جتنی بار بھی حج کرے گا نفل ہوگا اور پھر لوگوں کو دیکھا جائے تو کچھ تو زندگی میں ایک ہی بار حج کرتے ہیں کچھ دو یا تین بار، اقل قلیل ایسے ہوتے ہیں جن کو ہر سال یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا حج کے مسائل سے عدم واقفیت یا واقفیت کی کمی ایک فطری امر ہے۔ پھر کچھ لوگ تو اِس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر ناجائز ہوتے ہیں اور کچھ علماء کرام کی طرف رُجوع کرتے ہیں مناسکِ حج وعمرہ کی تربیت کے حوالے سے ہونے والی نشستوں میں شرکت کرتے ہیں پھر بھی ضرورت پڑنے پر حج میں موجود علماء یا اپنے ملک میں موجود علماء سے رابطہ کر کے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ اور پھر علماء کرام میں جو مسائل حج وعمرہ کے لئے کُتُبِ فقہ خصوصاً مناسک حج و عمرہ کا مطالعہ رکھتے ہیں وہ تو مسائل کا صحیح جواب دے پاتے ہیں اور جن کا مطالعہ نہیں ہوتا وہ اِس سے عاجز ہوتے ہیں، اور ایسی صورت میں بعض تو اپنے قیاس سے مسائل بتا دیتے ہیں حالانکہ مناسک حج وعمرہ توقیفی ہیں۔ ہمارے ہاں جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کے زیر اہتمام نور مسجد میٹھادر میں پچھلے کئی سالوں سے ہر سال باقاعدہ تربیت حج کے حوالے سے نشستیں ہوتی ہیں، اِسی لئے لوگ حج وعمرہ کے مسائل میں ہماری طرف کثرت سے رجوع بھی کرتے ہیں، اکثر تو زبانی اور بعض تحریری جواب طلب کرتے ہیں اور کچھ مسائل کہ جن کے لئے ہم نے خود بھی اپنے ادارے میں قائم دارالافتاء کی جانب رُجوع کیا تھا اور کچھ مفتی صاحب نے ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء اور ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء کے سفر حج میں مکہ مکرمہ میں تحریر

فرمائے۔ پھر ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۸ء اور ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء کے سفر حج میں اور کچھ کراچی میں مزید فتاویٰ تحریر ہوئے، اس طرح ہمارے دارالافتاء سے مناسک حج وعمرہ اور اس سفر میں پیش آنے والے مسائل کے بابت جاری ہونے والے فتاویٰ کو ہم نے علیحدہ کیا اور اُن میں سے جن کی اشاعت کو ضروری جانا اس مجموعے میں شامل کر دیا اور چھ حصے اس سے قبل شائع کئے جو ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء تک کے فتاویٰ تھے بعد کے فتاویٰ کو جب جمع کیا گیا تو ضخامت کی وجہ سے اُن میں سے کچھ فتاویٰ حصہ ہفتم میں ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲ء پھر حصہ ہشتم ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء میں شائع کئے گئے اور پھر حصہ نہم میں ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء اور ۱۴۳۵ھ/ ۲۰۱۴ء کے فتاویٰ ۱۴۳۶ھ/ ۲۰۱۵ء میں شائع کئے۔ اب ۱۴۳۷/ ۲۰۱۵ء کہ جس میں مفتی صاحب قبلہ کسی مجبوری کی وجہ سے حج کے لئے نہ جاسکے لیکن لوگ فون پر اور نیٹ پر ان سے یا حاجیوں کے عزیز جو کراچی میں تھے وہ بالمشافہ ان سے رابطہ کر کے مسائل حج معلوم کرتے رہے آپ کچھ زبانی دیئے اور کچھ تحریری جوابات لکھتے رہے وہ فتاویٰ اور ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء میں دوران حج لکھے گئے فتاویٰ کو ترتیب دیا گیا۔ جس میں مفتی محمد شہزاد قادری عطاری نے تخصّص فی الفقہ کی جماعت کے ساتھ ان فتاوی کی نصوص کی تصحیح اور نظر ثانی فرمائی اور فتاویٰ کو مفتی محمد شہزاد اور تحریر فتوی کی تربیت حاصل کرنے کے لئے آنے والے علماء کرام نے ٹائپ کیا اللہ تعالی ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اس طرح دو حصے دسواں اور گیارھواں تیار ہوئے

جن میں سے دسواں حصہ اس ماہ یعنی جون میں ''جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان'' اپنے سلسلۂ اشاعت کے ۲۷۸ ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کی کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے نافع بنائے۔ آمین

فقیر محمد عرفان ضیائی

خادم جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

العُروةُ فِی مَنَاسِكِ الحَجِّ و العُمْرَة

فتاویٰ حج و عمرہ

عمرہ

قرض لے کر عمرہ ادا کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ قرض سے عمرہ ادا کرنے کا کیا حکم ہوگا، کئی لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ اس طرح کرتے ہیں اوران کے بارے میں لوگ دوطرح کی رائے رکھتے ہیں، کچھ لوگ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ قرضہ لے کر عمرہ ادا کرنے سے عمرہ نہیں ہوگا جب کہ دوسروں کا خیال یہ ہے کہ عمرہ ادا ہوجائے گا، اب ان دونوں قسم کے لوگوں میں کن کا قول درست ہے؟

(السائل: محمد ریحان، کھارادر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: فریق اول کی یہ بات غلط ہے کہ ''قرض لے کر عمرہ ادا کرنے سے عمرہ ادا نہیں ہوتا''، قرض لے کر کیا گیا عمرہ ادا ہوجاتا ہے، لیکن ایسا کرنا محمود نہیں ہے کیونکہ عمرہ فرض یا واجب نہیں ہے کہ جس کے لئے بارِ قرض اُٹھایا جائے اور بلاضرورت شرعیہ سوال ممنوع ہے، ہاں اگر سوال کئے بغیر کوئی کچھ دے دے تو اُس کے لینے میں کوئی قباحت نہیں بلکہ دونوں نیک نیتی کے باعث ثواب پائیں گے چنانچہ امام اہلسنّت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ ''صحیح البخاری'' و''صحیح مسلم'' کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو کچھ عطا بھیجی، انہوں نے واپس حاضر کی کہ حضور نے ہمیں حکم دیا تھا کہ کسی سے کچھ نہ لینے میں بھلائی ہے، فرمایا یہ بحالت سوال ہے اور جو بے سوال آئے وہ تو ایک رزق ہے کہ مولیٰ تعالیٰ نے تجھے بھیجا، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی: واللہ اب کسی سے کچھ سوال نہ کروں گا اور بے سوال جو چیز آئے گی لے لوں گا۔(۱)

۱۔ فتاویٰ رضویہ، کتاب الزکاۃ، سوال کسے جائز ہے کسے ناجائز، مسئلہ (۱۰۱) ۱۰/۳۰۳

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی حنفی متوفی ۱۳۶۰ھ ارشاد ربانی ''خیر الزاد التقوی'' کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں: بعض یمنی حج کے لئے بے سروسامانی کے ساتھ روانہ ہوتے تھے اور اپنے آپ کو مُتوکّل کہتے تھے اور مکہ مکرمہ پہنچ کر سوال شروع کر دیتے تھے اور کبھی غصب وخیانت کے بھی مرتکب ہوتے، اُن کے بارے میں آیہ کریمہ نازل ہوئی اور حکم ہوا توشہ لے کر چلو اوروں پر بار نہ ڈالو، سوال نہ کرو کہ بہتر توشہ پرہیزگاری ہے۔(۲)

اس لئے قرض سے ہر ممکن احتراز لازم ہے ضرورت شدیدہ کے علاوہ یہ بار اپنے اوپر نہیں لادنا چاہئے کیونکہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جسے امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے روایت کیا کہ

حدثنا عبد الله بن يزيد، حدثنا بن أبى أيوب قال سمعت رجلاً من قريش يقال له: أبو عبد الله كان يجالس جعفر بن ربيعة قال: سمعت أبا بردة الأشعرى يحدث ين أبيه، عن النبى ﷺ قال: إن أعظم الذنوب عند الله عزّوجلّ أن يلقاه عبد بها بعد الكبائر التى نهى أن يموت الرجل و عليه دين لابد ع قضاء (۳)

یعنی، کبیرہ گناہ جن سے اللہ تعالیٰ نے ممانعت فرمائی ہے اُن کے بعد عنداللہ سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے اُوپر دَین (قرض) چھوڑ کر مرے اور اُس نے اُس کی ادائیگی کے لئے کچھ نہ چھوڑا ہو۔

اور امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی روایت کرتے ہیں:

قال سمعت نمرة بن عبد الله يقول سمعت عبد الله بن عمر يقول قال رسول الله صلى عليه و سلم، لايزال الرجل يسال الناس حتى يأتى يوم القيامة ليس فى وجهه مزعة لحم (٤)

۲۔ خزائن العرفان، سورۃ البقرۃ، آیت نمبر ۱۹۶

۳۔ المسند للإمام أحمد، ۳۹۲/٤

٤۔ الجامع لشعب الإيمان، باب فى الزكاة، فصل: " فى الاستعفاف عن المسالة، برقم: ۱۵۷/٥

یعنی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو کوئی لوگوں سے سوال کرے حالانکہ نہ اُسے فاقہ پہنچا ہو اور نہ اُس کے اتنے بچے ہوں کہ جن کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ قیامت کے روز اس طرح آئے گا کہ اُس کے چہرے پر گوشت نہ ہوگا۔

اس لئے عمرہ کے لئے قرض لینے، لوگوں سے سوال کرنے سے بچے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتا رہے اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں فریاد کرتا رہے کہ غیب سے انتظام ہو جائے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦ھ، ستمبر ٢٠١٥ م 966-F

رمضان میں عمرہ ادا کرنا افضل ہے یا حج کے مہینوں میں

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ حج کے مہینوں میں عمرہ افضل ہے یا رمضان میں؟ جب کہ لوگوں میں رمضان میں عمرہ کی فضیلت مشہور ہے اور نبی کریم ﷺ سے رمضان میں عمرہ ادا کرنا ثابت نہیں ہے اور حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا ثابت ہے۔

(السائل: محمد صادق)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: سب سے پہلے یہ بات ذہن میں رہے کہ ہمارے مذہب میں قول فعل پر راجح ہوتا ہے چنانچہ علامہ اسعد محمد سعید ساغرجی حنفی لکھتے ہیں:

والدليل القولى مقدم عندنا على الفعلى (٥)

یعنی، ہمارے نزدیک دلیل قولی (دلیلِ) فعلی پر مقدم ہوتی ہے۔

اور اشہرِ حج میں عمرہ افضل ہے یا ماہِ رمضان میں اس کے بارے میں علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

واختلفوا فى فضل أوقاتها فبالنظر إلى فعله عليه السلام فأشهر

٥۔ التيسير فى الفقه الحنفى، ص٦٣٣

الحج أفضل، و بالنظر إلى قوله فرمضان أفضل للحديث الصحيح "عمرة فى رمضان تعدل حجة" (٦)

یعنی، علماء کرام نے عمرہ کی فضیلت والے اوقات میں اختلاف کیا ہے نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے فعل مبارک کی طرف نظر کرنے سے اشہر حج افضل ہیں اور آپ ﷺ کے مبارک قول کی طرف نظر کرنے سے رمضان افضل ہے حدیث صحیح کی وجہ سے کہ رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔

رمضان شریف میں عمرہ کی فضیلت پر احادیث کُتُبِ حدیث میں مذکور ہیں چنانچہ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری م متوفی: ۲۵۶ھ لکھتے ہیں:

" فإن عمرة فى رمضان حجة۔" (٧)

یعنی: رمضان میں عمرہ حج ہے۔

امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی: ۲۶۱ھ لکھتے ہیں:

فعمرةٌ فى رمضان تقضى حجّةً أو حجةً معى۔" (٨)

یعنی: رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے یا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔

اور دوسری روایت میں ہے:

فإن عمرة فيه تعدل حجة۔" (٩)

یعنی: بے شک رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔

لہٰذا ہمارے اُصول کے مطابق رمضان شریف کا عمرہ اشہر حج میں عمرہ سے افضل ہے۔

٦۔ البحر الرائق، كتاب الحج، باب الفوات، تحت قوله: و تصحيح فى السنة و تكره الخ، المجلد الثالث، ١٠٣ تا ١٠٤

٧۔ صحيح البخارى، كتاب العمرة، با ب العمرة فى رمضان، برقم: ١٧٨٢، ص:٢٨٦

٨۔ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب فى فضل العمرة فى رمضان ، برقم: ٣٠١٤، ص: ٥٨٤

٩۔ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب فى فضل العمرة فى رمضان ، برقم: ٣٠١٣، ص: ٥٨٣

اسی وجہ سے فقہاء کرام نے لکھا ہے: جیسا کہ علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

ندبت فی رمضان (۱۰)

یعنی، عمرہ رمضان میں مستحب ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦هـ، ستمبر ٢٠١٥ م 967-F

پانچ اَیام میں عمرہ کی کراہت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کیا ایّام حج میں عمرہ کرنا مکروہ ہے، اور اگر مکروہ ہے تو اس سے مراد کراہت تنزیہی ہے یا تحریمی؟ کیا حاجی وغیر حاجی دونوں کے لئے مکروہ ہے؟ اور اگر حاجی کے لئے مکروہ ہے تو اس میں تمام اقسام کے حاجی شامل ہیں مثلاً قارن، متمتع ومفرد؟ برائے کرم اس کا جواب عنایت فرمائیں۔

(السائل: محمد عرفان ضیائی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ:

عن عائشة رضی الله عنها أنها قالت: لا بأس بالعمرة فی أیّ أشهر السَّنَةِ ما خلا خمسة أیّام أو أربعة من السّنة: یوم عرفة و یوم النّحر و أیّام التّشریق (۱۱)

یعنی، اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ نے فرمایا:

۱۰۔ الدر المختار، کتاب الحج، سنن و آداب الحج، تحت قوله: و جازت فی کل السنة، ص۱۱۵۷

۱۱۔ کتاب الآثار لأبی یوسف، کتاب المناسك، باب الصید، برقم: ۵۳٤، ص۱۱۳۔ و جامع المسانید، باب فی الحج، فصل فی فضائل الحج، و العمرة و مکة، ۱/۵۰۲، ۵۰۳

سال کے کسی بھی مہینے میں عمرہ ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں سوائے پانچ دنوں کے، یوم عرفہ، یوم نحر اور ایام تشریق۔

امام محمد بن حسن شیبانی سے مروی روایت میں ہے کہ:

عن عائشة أمّ المؤمنین رضی الله عنها أنها قالت: لا بأس أی فی السنة شئت ما خلا خمسة أیام، یوم عرفة، و یوم النّحر، و أیّام التشریق (۱۲)

یعنی، امّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کوئی حرج نہیں یعنی سال میں جب تو چاہے سوائے پانچ ایام کے یوم عرفہ، یوم نحر اور ایام تشریق۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ سے روایت ہے کہ:

عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالتُ: حلَّت العمرة فی السّنَةِ کلّها إلّا فی أربعةِ أیّامٍ، یوم عرفة، و یوم النّحر، و لو مات بعد ذلك (۱۳)

یعنی: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: کہ پورے سال عمرہ کرنا جائز ہے سوائے چار دنوں کے، یوم عرفہ اور یوم نحر اگرچہ اس کے بعد موت آجائے۔

امام برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

عن عائشة رضی الله عنها أنها کانت تکره العمرة فی هذه الأیام الخمسة (۱٤)

یعنی، اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ عمرہ کو پانچ

۱۲۔ کتاب الآثار، کتاب الحج، باب العمرة فی أشهر الحج، برقم: ۳٤۳، ۱/۳٦٤

۱۳۔ السُّنَن الکبری للبیهقی، کتاب الحج، باب العمرة فی أشهر الحج، برقم: ۸۷٤۱، ٤/٥٦٥

۱٤۔ الهدایة، کتاب الحج، باب الفوات، تحت قوله: و العمرة لا تفوت، ۱۔۲/۲۱٦، کتاب الحج، فصل، ۳/۱۵۵۳

ایام میں مکروہ جانتی تھیں۔

جس طرح ان ایام میں عمرہ کی کراہت اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے اسی طرح حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی ان ایام میں عمرہ کی ممانعت مروی ہے چنانچہ علامہ ابن ملک روایت نقل کرتے ہیں کہ:

عن ابن عباس رضی الله عنهما أنه قال: لا تعتمر فی خمسة أيّام و اعتمر فيما قبلها و بعدها (١٥)

یعنی، پانچ دنوں میں عمرہ نہ کر اور عمرہ کر ان پانچ دنوں سے قبل اور بعد۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان ایام میں عمرہ کی کراہت وممانعت کا قول اپنی طرف سے نہیں کیا انہوں نے نبی کریم ﷺ سے ان ایام میں عمرہ کی کراہت یا ممانعت سنی ہوگی چنانچہ علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کے بارے میں لکھتے ہیں:

و الظاهر أنه سماع النبی ﷺ (١٦)

یعنی، ظاہر ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ سے سنا ہے (یعنی اُم المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر ارشاد فرمایا ہے)۔

ان روایت کی بناء پر فقہاء کرام نے ان پانچ دنوں میں عمرہ مکروہ قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

و هی جائزة فی جميع السّنة إلّا خمسة أيّام يكره فيها فعلها، و هی يوم عرفة، و يوم النّحر، و أيّام التّشريق (١٧)

یعنی، عمرہ پورے سال جائز ہے سوائے پانچ ایام کے جن میں اس کا ادا کرنا

١٥۔ شرح تحفة الملوك، كتاب الحج، فصل، ١٥٥٣/٢

١٦۔ الإختيار لتعليل المختار، كتاب الحج، فصل فی أحكام العمرة، ٢٠٤/١/١

١٧۔ بداية المبتدی، كتاب الحج، باب الفوات، ١۔٢١٦/٢

مکروہ ہے اور وہ یوم عرفہ، یوم نحر اور ایام تشریق ہیں۔

اور ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی لکھتے ہیں:

و يجوز أداء فعلها فی جميع الأوقات، ووقتها يتّسع فی جميع السّنة، إلّا خمسة أيّام فإنه يكره ذلك: يوم عرفة، و يوم النّحر، و أيّام التّشريق (١٨)

یعنی، عمرہ کے فعل کی ادائیگی تمام اوقات میں جائز ہے اور اُس کا وقت پورا سال ہے سوائے پانچ ایام کے، پس وہ مکروہ ہے یوم عرفہ، یوم نحر اور ایام تشریق۔

اور علامہ محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

جازت فی السّنة و كرهت يوم عرفة و أربعة بعدها (١٩)

یعنی، عمرہ پورا سال جائز ہے اور عرفہ اور اس کے بعد چار روز مکروہ ہے۔

اِسی طرح دیگر کُتُبِ فقہ میں اِن ایام میں عمرہ کی کراہت مذکور ہے اس میں حاجی و غیر حاجی کی کوئی تفریق نہیں کی گئی لیکن شارحین نے ان ایام میں کراہتِ عمرہ کی جو وجہ بیان کی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کراہت صرف حاجی کے لئے ہے نہ کہ اس کے غیر کے لئے۔

امام برہان الدین علی بن ابی مرغینانی حنفی پانچ ایام میں عمرہ کی کراہت کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و لأنّ هذه الأيّام، أيّام الحج فكانت متعينة له (٢٠)

یعنی، کیونکہ یہ ایام حج کے ایام ہیں لہٰذا اُسی کے لئے متعین ہیں۔

علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی لکھتے ہیں:

و لأنّ عليه فی هذه الأيام باقی أفعال الحج، فلو اشتغل بالعمرة

١٨۔ المسالك فی المناسك، فصل فی العمرة على سبيل الإنفراد وهی الحجة الصغرى، ٦١٠/١

١٩۔ تنوير الأبصار مع شرحه للحصكفی، كتاب الحج، ص١٥٧

٢٠۔ الهداية، كتاب الحج، باب الفوات، تحت قوله: و العمرة لا تفوت إلخ، ١۔٢١٦/٢

ربما اشتغل عنها فتفوت (٢١)

یعنی، کیونکہ ان ایام میں حاجی پر باقی افعال حج کی ادائیگی ہے، لیکن اگر عمرہ میں مشغول ہوگیا تو بہت ممکن ہے کہ وہ افعال حج سے عدم توجہی کا شکار ہو جائے اور اُس سے وہ افعال حج فوت ہو جائیں۔

اور امام ابوبکر بن علی حدادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ نقل کرتے ہیں:

لأنّ الكراهة لغيرها و هو تعظيم أمر الحج و تخليص وقته للحج (٢٢)

یعنی، کیونکہ کراہت لغیر ہا ہے اور وہ امرِ حج کی تعظیم اور اُس کے وقت کو حج کے لئے خالص کرنا ہے۔

قاضی محمد بن فراموز معروف بمنلا خسرو حنفی متوفی ۸۸۰ھ لکھتے ہیں:

لكونها أوقات الحج و توابعه (٢٣)

یعنی، ان پانچ ایام کے حج اور توابع حج کے اوقات ہونے کی وجہ سے (ان میں عمرہ مکروہ ہے)۔

اور کراہت سے مراد کراہتِ تحریمی ہے چنانچہ علاؤالدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

و كُرهت تحريماً (٢٤)

یعنی، مکروہ تحریمی ہے۔

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

صرّح به فی "الفتح" و "اللباب" (٢٥)

٢١۔ كتاب الإختيار لتعليل المختار، كتاب الحج، فصل فی أحكام العمرة، ٢٠٤/١

٢٢۔ الجوهرة النيرة، كتاب الحج، باب الفوات، تحت قوله: إلا خمسة أيام، ٤٢٤/١

٢٣۔ الدرر الحكام، كتاب الحج، تحت قوله: جازت فی كل سنة إلخ، ٢١٧/١

٢٤۔ الدر المختار، كتاب الحج، مع قوله: و كرهتُ، ص١٥٧

٢٥۔ ردّ المحتار على الدرّ المختار، كتاب الحج، مطلب فی أحكام العمرة، تحت قوله: تحريماً، ٥٤٧/٣

یعنی، اسی کی "فتح القدیر" (٢٦) اور "اللباب" (٢٧) میں اس کی تصریح کی ہے۔

اور یہ کراہت صرف حاجی کے لئے ہے جیسا کہ علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۴ھ اور اُن سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ (٢٨الف) لکھتے ہیں:

و ما نقله "ح" عن "الشرنبلالية" من تقييده كراهة العمرة فی الأيام الخمسة بقوله: "أی فی حقّ المحرم أو مريد الحج" يقتضی أنه لا يكره فی حقّ غيرهما، و لم أر من صرّح به، فليراجع۔" (٢٨ب)

یعنی، اور جو نقل کیا اُسے امام طحطاوی نے "شرنبلالیہ" سے پانچ ایام میں عمرہ کی کراہت کی تقیید کو اس قول سے کہ "(ان ایام میں) عمرہ محرم کے لئے مکروہ ہے اور اُس کے لئے جو حج کا ارادہ رکھتا ہو" یہ قول اس بات کا مقتضی ہے کہ ان کے غیر کے حق میں کوئی کراہت نہیں، اور میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ جس نے اس کی صراحت کی ہو، پس چاہئے کہ وہاں مراجعت کی جائے۔

اور "شرنبلاليه" اور "حاشية الطحطاوی" میں اس قول کے بعد ہے کہ "هو الأظهر" اور یہی اظہر ہے۔

اِن ایام میں عمرہ کی کراہت صرف حجِ افراد ادا کرنے والے حاجی کے لئے ہے نہ کہ قارن اور متمتع کے لئے، چنانچہ امام قاضیخان حسن بن منصور اوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ نے لکھا اور اُن کے حوالے سے علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے نقل کیا:

٢٦۔ فتح القدير، كتاب الحج، باب الفوات (٦١/٣)، تحت قوله: لما روی عن عائشة رضی الله عنها، ٦١/٣

٢٧۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب العمرة، ص٦٥٣

٢٨الف۔ حاشية الطحطاوی على الدر المختار، كتاب الحج، تحت قوله: و كرهت يوم عرفة الخ، ٤٨٧/١

٢٨ب۔ ردّ المحتار على الدر المختار، كتاب الحج، تحت قوله: و أربعة، تنبيه، ٥٤٧/٣

إلّا خمسة أيّام تكره فيها العمرة لغير القارن (٢٩)

یعنی، مگر پانچ روز کہ جن میں غیر قارن کے لئے عمرہ مکروہ ہے۔

اور ملّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و فی معناه المتمتع، و يؤيّده ما فی "المنهاج" أنه إذا قصد القران أو التمتع فلا بأس (٣٠)

یعنی، قارن کے معنی میں متمتع ہے، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے جو ''منہاج'' میں ہے کہ حاجی نے جب قران اور تمتع کا ارادہ کیا تو حرج نہیں ہے۔

کیونکہ عام طور پر قارن اور متمتع نے احرام عرفہ کے روز سے قبل باندھا ہوتا ہے اور اکثر قارن اور متمتع یوم عرفہ سے قبل عمرہ ادا کر لیتے ہیں چند قارن یا متمتع ایسے ہوتے ہیں جو اس روز عمرہ ادا کرتے ہیں تاکہ ان کا عمرہ باقی رہے فوت نہ ہو، چنانچہ ملّا علی قاری لکھتے ہیں:

و لا يخفى أنه أراد إبقاء إحرامها فيها لأدائها، لا أنه قصد به إنشاء ها، لما صرّحوا بكراهة إنشائها فيها (٣١)

یعنی، مخفی نہیں ہے کہ ان دنوں عمرہ کے احرام کو عمرہ ادا کرنے کے لئے باقی رکھنے کا ارادہ کیا، نہ یہ کہ اُس نے انشاء احرام کا قصد کیا ہے کیونکہ فقہاء کرام نے تصریح کی ہے ان ایّام میں انشاء احرام عمرہ مکروہ ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦ھ، ستمبر ٢٠١٥ م F-968

٢٩۔ فتاوی قاضیخان، کتاب الحج، فصل فی العمرة، ٣٠١/١
الفتاوی الهندية، کتاب المناسك، الباب السادس: العمرة، ٢٣٧/١

٣٠۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسط، باب العمرة، ص٦٥٣

٣١۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب العمرة، ص٦٥٣

احرام

جو شخص بلا احرام مکہ آئے پھر حج کا احرام باندھ ہے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص میقات کے باہر سے بلا احرام مکہ مکرمہ پہنچ گیا اگر وہ میقات سے بلا احرام گزرنے کا دم دے دیتا ہے تو وہ حج افراد کر سکتا ہے؟

(السائل: محمد عبداللہ، جدہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اگر اس نے حج کے مہینوں میں عمرہ ادا نہیں کیا تھا اور اُس نے صرف حج کا احرام باندھا ہے تو اُس کا حج حجِ افراد ہوگا یا وہ حج کے مہینوں میں عمرہ تو ادا کر چکا ہے مگر عمرہ ادا کرنے کے بعد وہ بلا احرام اپنے وطن گیا تھا تو بھی اُس کا حج حجِ افراد ہوگا۔

اور اگر اس نے حج کے مہینوں میں عمرہ کر لیا تھا پھر اپنے وطن واپس نہ گیا بلکہ میقات کے اندر جیسے جدہ یا میقات سے باہر کسی جگہ گیا جیسے مدینہ طیبہ یا طائف تو اس صورت میں اُس کا حج حجِ تمتع ہوگا۔ کیونکہ حجِ تمتع یہی ہے کہ اَشْہُرِ حج میں عمرہ ادا کرے اور اُسی سال حج کرے درمیان میں المام صحیح نہ پایا جائے یعنی وہ بلا احرام اپنے وطن نہ جائے جیسا کہ امام عبداللہ بن محمود بن مورود موصلی حنفی متوفی ٦٨٣ھ لکھتے ہیں:

وصفته: أن يُحرم بعمرة فی أشهر الحجّ و يطوف ويسعى، و يحلق أَو يقصرَ و قد حلّ، ثم يُحرم بالحجّ يوم التروية و قبله أفضل و يفعل كالمفرد (٣٢)

یعنی، تمتع یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھے طواف اور سعی

٣٢۔ المختارالفتوی، کتاب الحج، باب التمتع، ص: ٨٢

کر کے حلق یا تقصیر کے ذریعے احرام کھول دے پھر یوم ترویہ یا اس سے قبل حج کا احرام باندھے اور مفرد کی طرح افعالِ حج ادا کرے۔

اور حافظ الدین ابوالبرکات احمد بن عبداللہ نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

وهو أن يحرم بعمرة من الميقات فيطوف لها و يسعى و يحلق أو يقصر و قد حلّ منها، ثم يحرم بالحجّ يوم التّروية من الحرم (۳۳)

یعنی، تمتّع یہ ہے کہ میقات سے عمرہ کا احرام باندھے پھر اس کا طواف وسعی کر کے حلق یا تقصیر کر کے عمرہ سے فارغ ہو پھر ترویہ کے روز حرم سے حج کا احرام باندھے۔

امام عبداللہ بن محمود موصلی حنفی ''المختار'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

وهو الجمع بين أفعال العمرة والحج فى أشهر الحج فى سنة واحدةٍ بإحرامَين بتقديم أفعال العمرة من غير أن يلمّ بأهله إلماماً صحيحاً، حتى لو أحرم قبل أشهر الحج و أتى بأفعال العمرة فى أشهر الحج كان متمتّعاً و لو طاف طواف العمرة قبل أشهر الحج أو أكثره لم يكن متمتعاً والإلمام الصحيح أن يعود إلى أهله بعد أفعال العمرة حلالاً (۳٤)

یعنی، تمتع ایک ہی سال میں کی حج کے مہینوں میں دو احراموں کے ساتھ افعال عمرہ کی تقدیم کے ساتھ اپنے اہل سے الما م صحیح کئے بغیر عمرہ اور حج کے افعال کو جمع کرنا ہے یہاں تک کے اگر حج کے مہینوں سے قبل عمرہ کا احرام باندھا اور افعالِ عمرہ حج کے مہینوں میں ادا کئے تو متمتع ہوگا، اور اگر عمرہ کا مکمل یا اکثر طواف حج کے مہینوں سے قبل ادا کیا تو متمتع نہ ہوگا۔ اور الما م صحیح یہ ہے کہ افعال عمرہ ادا کرنے کے بعد احرام کھول کر اپنے اہل کو لوٹے۔

۳۳۔ کنز الدقائق مع شرحه، كتاب الحج، باب التمتّع، ۶۳۷/۲

۳٤۔ الإختيار لتعليل المختار، كتاب الحج، باب التمتع، ۲۰۵/۱

اور اُسے بلا احرام مکہ مکرمہ آنے کا دم دینا ہوگا کہ میقات سے احرام باندھنا واجب ہے اور ترکِ واجب گناہ ہے اس لئے اُسے توبہ کرنی ہوگی جیسا کہ ہمارے دیگر فتاوی میں اِس کی تفصیل مذکور ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦هـ، ستمبر ٢٠١٥ م 969-F

اہلِ جدہ کا حج کے ارادے سے بلا احرام مکہ آنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ہم کچھ لوگ جو جدہ رہتے ہیں حج کے ارادے سے مکہ مکرمہ آئے ہیں اور ہم سے مکہ سے احرام بھی باندھا لیا ہے کیونکہ اگر ہم جدہ سے احرام باندھ لیتے تو شاید ہمارا مکہ مکرمہ آنا ممکن نہیں ہوتا اب اس صورت میں ہم پر کیا لازم ہے اگر دم لازم آیا تو اس کے ساقط ہونے کی کوئی صورت ہے؟ برائے مہربانی جواب دے کر ہمیں مشکل سے نکالیں؟

(السائل: ایک حاجی، از جدہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں حج کے ارادے سے مکہ مکرمہ آنے کی وجہ سے ان پر دم لازم آچکا تھا

جب یہ لوگ مکہ مکرمہ آگئے تو یہ ہیں حِلّ والوں کی میقات کو جائیں یعنی حُدودِ حرم سے باہر جا کر تلبیہ کہیں تو دم ساقط ہو جائے گا۔

چنانچہ: قاضی حسین مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ میں ہے:

لأنه عود منهم إلى الميقات مع الإحرام و التلبيه وذلك مسقط الدم المجاوزة۔'' (۳۵)

یعنی: کیونکہ تلبیہ کے ساتھ میقات کو لوٹنا بغیر احرام کے میقات سے گزرنے

۳۵۔ إرشاد الساری إلى مناسك الملا على القاری، باب المواقيت، فصل فى الصنف الثانى، ص: ۱۱۷

کے دم کوساقط کرنے والا ہے۔

اور وہاں جا کر صرف تلبیہ کہنا کافی ہوگا نیا احرام نہیں باندھیں گے علامہ نظام حنفی متوفیٰ ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا کہ:

"وإن عاد إلى الوقت محرماً،قال أبو حنيفة رحمة الله عليه: إن لبّى سقط عنه الدم إن لم يلبّ لا يسقط و عندهما يسقط فى الوجهين۔ (٣٦)

چنانچہ: علامہ ابراھیم حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں:

من جاوز ا لميقات غير محرم ثم أحرم لزمه دم۔ (٣٧)

يعنى:جو شخص ميقات سے بلااحرام گزر گيا پھر احرام باندھا تو اُسے دم لازم ہو گيا۔

اور جان بوجھ کر بغیر احرام کے میقات سے گزرنے کا گناہ باقی رہا، اُس کی سبیل سچی توبہ ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام مخدوم ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفیٰ ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

لیکن چوں ترک کرد بطریق تعمد آثم باشد، اگرچہ دم دہد و مرتفع نگردد آں اثم بغیر توبہ (٣٨)

یعنی: لیکن جب جان بوجھ کر واجب ترک کیا گناہ گار رہوگا اگرچہ دم دے دے، وہ گناہ توبہ کے بغیر نہ اُٹھے گا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦هـ، ستمبر ٢٠١٥ م 970-F

۳۶۔ الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب العاشر فى مجاوزة الميقات بغير إحرام، ۲۵۳/۱

۳۷۔ ملتقى الأبحر مع شرحه، كتاب الحج، باب مجاوزة الميقات بلا إحرام، ٤٤٧/١

۳۸۔ حياة القلوب فى زيارة المحبوب مقدمة الرسالة، فصل سيوم: دربيان فرائض و واجبات، وسُنَن، إلخ ٤٥

میقات سے احرام باندھنا واجب ہے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے مکہ مکرمہ میں اپنی ہوٹل سے جو مکہ شہر اور حدودِ حرم میں تھا احرام باندھا اور جا کر طواف وسعی کی اور احرام کھول دیا، اب اُس پر کیا لازم ہے؟

(السائل:C/O حافظ رضوان)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص نے جب حُدودِ حرام میں واقع اپنی ہوٹل سے احرام باندھا، اس کا احرام باندھنا تو درست ہوگیا کیونکہ میقات سے احرام باندھنا احرام کی شرائط میں سے نہیں ہے، فقہاء کرام نے اُسے واجبات کے بیان میں ذکر کیا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ میقات سے احرام باندھنا شرط نہیں بلکہ واجب ہے، چنانچہ قاضی ومفتی مکہ ابوالبقاء محمد بن احمد ابن الضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ (۳۹الف) اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۰ھ (۳۹ب) واجبات کے بیان میں لکھتے ہیں:

الإحرامُ عن الميقات واجبٌ۔"

یعنی، میقات سے احرام باندھنا واجب ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی علیہ الرحمۃ اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

وواجباته كونه من الميقات (٤٠)

یعنی، احرام کے واجبات اُس کا میقات سے ہونا ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی اپنی تیسری کتاب میں واجبات کے بیان میں لکھتے ہیں:

الإحرام من الميقات۔" (٤١)

۳۹الف۔ البحرالعميق، الباب الثالث: فى مناسك الحج، واجباته، ۳۵۳/۱

۳۹ب۔ جمع المناسك و نفع الناسك، باب الإحرام، فصل فى واجباته، ص۹۸

٤٠۔ لباب المناسك مع شرحه للقارى، باب الإحرام، ص١٢٦

٤١۔ المَنسك الصغير مع شرحه بداية السالك فى نهاية المسالك، الباب الثانى فى الواجبات، ٤٦٤/٣

یعنی: میقات سے احرام باندھنا واجبات میں سے ہے۔

اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فإن الإحرام منه واجب (٤٢)

یعنی، بے شک میقات سے احرام باندھنا واجب ہے۔

قاضی ومفتی مکہ ابوالبقاء محمد بن احمد ابن الضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں:

وفی المحیط: الواجب علیه الإحرام عن المیقات تعظیماً لدخول مکة۔" (٤٣)

یعنی: ''محیط'' میں ہے کہ اس پر دخولِ مکہ کی تعظیم کے لئے میقات سے احرام باندھنا واجب ہے۔''

اور وہ شخص چونکہ مکہ مکرمہ میں تھا اور عمرہ کا احرام باندھنے کا لئے اس کی میقات حلّ یعنی حُدودِ حرم سے باہر جانا تھا اور میقات سے احرام باندھنا واجب ہے جب یہ واجب اُس نے ترک کر دیا تو اُس پر دَم لازم آیا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و حکم الواجبات لزوم الجزاء بترك واحد منها (٤٤)

یعنی، واجبات کا حکم لُزوم جزاء ہے ان میں کسی ایک کو چھوڑنے پر۔

علامہ ابن ضیاء مکی حنفی لکھتے ہیں (٤٥الف) اور اُن سے علامہ قاضی حسین بن محمد سعید مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ (٤٥ب) نقل کرتے ہیں:

و حکم الواجبات أنه یلزم دم مع ترکها إلّا رکعتی الطواف إلخ

٤٢۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الإحرام، فصل فی محرّماته، تحت قوله منها تأخیر الإحرام، ص١٢٩

٤٣۔ البحر العمیق، الباب السادس: فی المواقیت، فصل فی مجاورة المیقات بغیر احرام، ٦٢١/١

٤٤۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب فرائض الحج، فصل فی واجباته، ص١٠١

٤٥الف۔ البحر العمیق، الباب الثالث: فی مناسك الحج، وواجباته، ٣٥٤/١

٤٥ب۔ إرشاد الساری إلی مناسك الملا علی قاری، باب فرائض الحج، فصل فی واجباته، تحت قوله: مع هذا لا یتصور، ص١٠١

یعنی، واجبات کا حکم یہ ہے کہ اُن کے ترک پر دَم لازم آتا ہے سوائے طواف کی دو رکعت کے۔ إلخ

اور پھر اُس نے حلق نہیں کروایا اور ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب شروع کر دیا اس گمان پر کہ اُس پر حلق لازم نہیں ہے گو کہ یہ گمان فاسد ہے مگر جرائم پر مرتب ہونے والے کفّاروں کے ساقط کرنے میں مفید ہے اور اس کے لئے جملہ ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب پر صرف ایک دَم لازم آیا۔ جیسا کہ ہمارے دیگر فتاوی میں اس کی صراحت مذکور ہے۔

یہاں ایک دم احرام کے واجبات میں سے ایک واجب کے ترک پر لازم آیا اور دوسرا دَم عمرہ کے واجب کو ترک کر کے ممنوعات کے ارتکاب پر لازم آیا، لہٰذا اُس پر دو دم متعین ہو گئے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

ذوالحجة ١٤٣٥ھ، أکتوبر ٢٠١٤ م 971-F

مسافر

اشہرِ حج میں عمرہ ادا کرنا اور مکہ مکرمہ کو وطنِ اقامت بنالینا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی مدینہ شریف کی پیدائش ہے والدین یہاں رہتے ہیں اب وہ ذوالقعدہ وذوالحجہ میں مکہ شریف میں رہے گا لیکن اُسے کسی کمپنی نے کام کے لئے بلایا ہے، ممکن ہے اس کو حج کی اجازت نہ ملے، کام کینٹین کا ہے، ایسی صورت میں کیا اُس پر حج فرض ہوگیا؟ اور اگلے سال اس کو یہ حج ادا کرنا ہوگا اور ابھی جب وہ جائے گا عمرہ ادا کرے گا اس سال اگر حج وہ اشہرِ حج میں عمرہ ادا کر کے اور موقع ملنے پر حج بھی ادا کر لیتا ہے تو اس کا حجِ تمتع قرار پائے گا یا نہیں؟

(السائل: اقبال صوفی، مدینہ منورہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اس پر حج فرض ہوجائے گا اور اگر وہ اسی سال حج کرتا ہے تو اس کا حج تمتع درست ہوجائے گا، یاد رہے: حجِ تمتع والے پر قربانی بھی واجب ہوتی ہے وہ بھی ادا کرنی ہوگی۔

چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ بن ابراہیم سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

لأنه قال فإذا قدم الكوفي بعمرة في أشهر الحج، و فرغ منها و قصر ثم اتخذ مكة أو البصرة داراً و حجّ من عامه ذلك فهو متمتّع (٤٦)

یعنی، اسی لئے کہا کہ جب کوئی اشہرِ حج میں عمرہ کے لئے آیا، اور اس سے فارغ ہوا اور قصر کیا پھر اس نے مکہ یا بصرہ میں اپنا گھر بنالیا اور اسی سال حج کیا، پس وہ متمتع ہے۔

کیونکہ مذکورہ شخص کام کے سلسلے میں مکہ مکرمہ میں رُکے گا نہ اس لئے کہ اُس نے مکہ مکرمہ

٤٦۔ جمع المناسك، باب التمتّع، فصل فی شرائط صحة التمتع، ص٣٣٦

کو اپنا گھر بنایا ہے، اس لئے مکہ مکرمہ اُس کے واسطے وطنِ اقامت ہے اور وہ آفاقی ہی ہے اور اس کے لئے تمتّع کا جواز اس کے ساتھ مقید ہے کہ وہ مکہ کو اپنا گھر نہ بنائے اور وہ اس نے نہیں بنایا، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لأنّ جواز التمتّع للآفاقي مقيّد بعدم الاستيطان لا بعدم الإقامة كما سبق (٤٧)

یعنی، کیونکہ آفاقی کے تمتع کا جواز وطن نہ بنانے کے ساتھ مقید ہے نہ کہ اقامت کے نہ ہونے کے ساتھ جیسا کہ پہلے گزرا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

٢٨ شوال المكرّم ١٤٣٦ھ، ١٤ اغسطس ٢٠١٥ م 972-F

مقیم انشاءِ سفر سے مسافر ہوجاتا ہے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ 22 تاریخ کو میں عزیزیہ میں آیا تھا، ایامِ حج شروع ہوئے یعنی منی روانگی سے قبل میرے پندرہ (15) دن پورے ہوگئے تھے تو شروع سے میں پوری نماز پڑھ رہا تھا حج کے ایام میں یعنی منٰی عرفات اور مزدلفہ میں بھی میں نے پوری نماز پڑھی ہے اور مناسکِ حج کی ادائیگی کے بعد میں عزیزیہ آیا تو بھی پوری نماز پڑھ رہا ہوں۔ کل اگر میں طائف جاتا ہوں اور وہاں چار (4) دن رہتا ہوں پھر مدینہ شریف روانہ ہونا ہے تو کیا طائف میں بھی پوری نماز پڑھوں گا یا قصر کرنا ہوگی؟

(السائل: آصف مدنی عزیزیہ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسؤلہ میں آپ طائف روانگی سے لے کر پاکستان پہنچنے تک قصر نماز ادا کریں گے؛ کیونکہ وطنِ اقامت، وطنِ اصلی

٤٧۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب التمتع، فصل فی شرائطه، تحت قوله: و أطلق فی "خزانة الأكمل الخ"، ص٣٨٥

سے، وطنِ اقامت سے اور انشاءِ سفر سے باطل ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ علامہ محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ اور علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

وطن الإقامة بمثله و الأصلی و بإنشاءِ السفر (٤٨)

یعنی، وطن اقامت اپنی مثل سے اور وطن اصلی سے اور انشاءِ سفر سے باطل ہو جاتا ہے۔

اور آپ کا وطنِ اقامت اس وقت مکّہ مکرمہ ہے، جو انشاءِ سفر سے باطل ہو جائے گا؛ کیونکہ عام طور پر گاڑی والے جس راستے سے طائف لے جاتے ہیں، وہ سیلِ کبیر والا راستہ ہے اور سیلِ کبیر ڈاکٹر الیاس عبدالغنی کی تحقیق کے مطابق اسّی (80) کلومیٹر ہے اور وہاں سے طائف چالیس (40) کلومیٹر ہے۔ اس طرح صرف طائف اس راستہ سے ایک سو بیس (120) کلومیٹر ہو گیا اور انشاءِ سفر متحقق ہو جائے گا اور وطنِ اقامت باطل ہو جائے گا۔ جب آپ واپس آئیں گے تو آپ کی نیتِ اقامت معتبر نہ ہوگی؛ کیونکہ آپ نے پندرہ (15) دن سے قبل مکہ مکرمہ سے مدینہ شریف روانہ ہو جانا ہے لہذا آپ طائف روانگی سے قصر شروع کریں گے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

973-F

نیتِ اقامت کے بعد مدّتِ سفر سے کم فاصلہ پر واقع کسی جگہ جانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بارہ کی رمی کی اور وہ عزیزیہ آ گیا اور اس نے عزیزیہ میں اقامت کی نیت کر لی جبکہ اس سے قبل وہ مسافر تھا کیونکہ اب اس کو دو دن عزیزیہ اور اٹھارہ دن مکّہ مکّرمہ میں رہنا ہے اب وہ چاہتا ہے کہ کہ وہ مکّہ مکّرمہ جانے کے چار دن بعد جدّہ جائے تو کیا اس سے وہ مسافر

٤٨۔ تنوير الأبصار و الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص: ١٠٦

ہو جائے گا جبکہ وہ اقامت کی نیّت کر چکا ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں جدّہ جانے سے وہ شخص مسافر نہیں ہوگا کیونکہ مکہ میں اٹھارہ دن رہنے کی نیّت کرنے کی وجہ سے وہ شخص مقیم ہو گیا اور مکّہ اس کا وطنِ اقامت ہو گیا اور اب جدّہ جانے کی وجہ سے وہ مسافر نہیں ہوگا بلکہ مقیم ہی رہے گا کیونکہ مکہ سے جدّہ مسافت سفر پر نہیں ہے اور وطنِ اقامت کے باطل ہونے کی ایک صورت سفر شرعی کا قصد ہے جس کے لئے تین دن کی راہ کا ہونا ضروری ہے جو یہاں موجود نہیں لہٰذا وہ شخص مقیم ہی رہے گا۔ چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی جماعت نے لکھا ہے:

ولا يزال على حكم السفر حتى ينوى الإقامة فى بلدة أو قرية خمسة عشر يوماً أو أكثر۔ (٤٩)

یعنی، مسافر جب تک کسی شہر یا گاؤں میں پندرہ دن رکنے کی نیّت نہ کرے وہ مسافر ہی رہے گا۔

صدر الشریعۃ محمد امجد علی اعظمی حنفی رحمہ اللہ تعالی، متوفی ۱۳۶۷ھ فرماتے ہیں: وطن اقامت وہ جگہ ہے کہ مسافر نے پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا وہاں ارادہ کیا ہو۔ (٥٠)

اور اس کا وطن اقامت باطل نہ ہوگا کیونکہ نہ وہ جدہ میں اقامت کی نیت کر رہا ہے اور نہ ہی انشاءِ سفر پایا جا رہا ہے، چنانچہ علامہ علاء الدین حصکفی حنفی، متوفی ۱۰۸۸ھ تحریر فرماتے ہیں:

يبطل وطن الإقامة بمثله و بالوطن الأصلی و بإنشاء السفر۔ (٥١)

یعنی، وطنِ اقامت وطنِ اقامت سے اور وطنِ اصلی سے اور سفر انشاءِ سے باطل ہوتا ہے۔

صدر الشریعۃ محمد امجد علی اعظمی حنفی رحمہ اللہ تعالی، متوفی ۱۳۶۷ھ فرماتے ہیں: وطن

٤٩۔ الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر، ١٤٦/١

٥٠۔ بہارِ شریعت، حصہ:۴، نماز مسافر کا بیان، وطن اصلی ووطن اقامت کے مسائل، ۱/۷۵۱

٥١۔ الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب: صلاة المسافر، مع قول التنوير وطن الاقامة بمثله، ص ١٠٦

اقامت دوسرے وطن اقامت کو باطل کر دیتا ہے یعنی ایک جگہ پندرہ دن کے ارادہ سے ٹھہرا پھر دوسری جگہ اتنے ہی دن کے ارادہ سے ٹھہرا تو پہلی جگہ اب وطن نہ رہی، دونوں کے درمیان مسافت سفر ہو یا نہ ہو۔ یوہیں وطن اقامت وطن اصلی وسفر سے باطل ہوجاتا ہے۔(۵۲)

جدہ اگر مدّت سفر یعنی (ساڑے ستاون میل) جدید پیمانے کے مطابق ۹۲ کلومیٹر سے زیادہ کی دُوری پر ہوتا تو انشاءِ سفر پایا جاتا حالانکہ یہاں ایسا نہیں ہے، چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی، متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی جماعت تحریر فرماتے ہیں:

ولا بد للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلاثة أيام۔ (۵۳)

یعنی، مسافر کے لئے تین دن کی مسافت کا قصد کرنا ضروری ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذوالحجة ۱٤۳۵هـ، أكتوبر ۲۰۱٤ م 974-F

دوجگہ پندرہ دن گزارنے کے ارادے سے مقیم نہ ہوگا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص جو حج سے آٹھ روز قبل عزیزیہ آیا پھر وہاں سے منیٰ وعرفات روانہ ہوگیا وہ بدستور قصر نماز ہی ادا کر رہا تھا اب اس نے بارہ کی رمی کر لی اور وہ عزیزیہ کو جانے لگا تو اس نے نیت کی کہ وہ چھ روز بعد جدہ جائے گا اب وہ مسافر ہوگا یا نہیں اور اگر وہ ایک رات بھی گزارنے کا ارادہ رکھتا ہو تو کیا حکم ہے؟

(السائل: ریحان، لبیک حج اینڈ عمرہ سروسز، کھارادر)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں وہ مسافر ہی رہے گا کیونکہ اُس نے عزیزیہ یا مکہ مکرمہ میں پندرہ دنے ٹھہرنے کی نیت نہیں کی ہے۔ اس نے مکہ مکرمہ اور جدہ میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی ہے اور کوئی شخص دو مستقل جگہوں پر پندرہ

۵۲۔ بہارِ شریعت، حصہ:۴، نماز مسافر کا بیان، وطن اصلی ووطن اقامت کے مسائل، ۱/۴/۷۵۱

۵۳۔ الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر، ۱۳۹/۱

دن ٹھہرنے کے ارادے سے مقیم نہیں ہوتا ہے۔

قاضی محمد بن فراموز المعروف بمنلاّ خسرو حنفی متوفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں:

(إن نوى) الإقامة (فى أقلّ منه) أى من نصف شهر (أو فيه) لكن (موضعَين مستقلَّين) كمكة و منى فإنّه يقصر إذ لا يصير مقيماً۔ (٥٤)

یعنی، اگر مسافر نے پندرہ دن سے کم کی اقامت کی نیت کی یا دو جگہوں پر ٹھہرنے کی نیت کی جیسا کہ مکہ اور منیٰ تو (وہ مسافر ہی رہے گا) اور قصر نماز پڑھے گا کیونکہ اس طرح مقیم نہیں ہوگا۔

اور صدر الشریعہ امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: دوجگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی اور دونوں مستقل ہوں جیسے مکہ ومنیٰ تو مقیم نہ ہوا۔ (۵۵)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذی الحجة ۱٤۳٦هـ، سبتمبر ۲۰۱۵ م 975-F

احرام میں جوتے پہننے کی صورت

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی ایڑیوں میں درد رہتا ہے اس کے لئے اس نے ایک مخصوص جوتے (shose) لیئے، جس کے پہننے سے اُبھری ہوئی ہڈی چھپ جاتی ہے اس صورت میں وہ کیا کرے جبکہ عام چپل پہننے میں اُسے تکلیف ہوتی ہے؟

(السائل: حافظ فاروق امجدی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس شخص کو اگر واقعی ایسی چپل پہننے میں تکلیف ہے کہ جس سے اُبھری ہوئی ہڈی ظاہر نہ ہو تو یہ اُس جوتے کو

٥٤۔ الدرر الحكام فی شرح غرر الأحكام، كتاب الصلاة، باب المسافر، ۱۳۳/۱

۵۵۔ بہار شریعت، بقیہ مسائل نماز کا بیان، نماز مسافر کا بیان، مسئلہ نمبر:۲۵، ۴/۱

اِس طرح کاٹ لے کہ اُبھری ہوئی ہڈی نہ ڈھکے، کیونکہ جب کسی کے پاس چمڑے کے موزے ہوں اور چپل نہ ہو، نہ ملتی ہو یا لینے کی استطاعت نہ ہو تو اُسے حکم ہے کہ وہ موزوں کو اُبھری ہوئی ہڈیوں کے نیچے سے کاٹ لے۔'' چنانچہ حدیث میں ہے:

عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما،عن النبی صلی الله علیه و سلم قال: إذا لم یجد المحرم النعلین فلیلبس الخفین،ولیقطعهما أسفل من الکعبین۔" (٥٦)

یعنی: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ محرم جب نعلین نہ پائے تو اُسے چاہیئے موزے پہن لے اور چاہیئے کہ اپنی اُبھری ہڈیوں سے نیچے کاٹ دے۔

اس حدیث کی بناء پر فقہاء کرام نے اسے اپنی کتب میں ذکر کیا، چنانچہ امام ابوحسین احمد بن محمد بغدادی حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

و لاخفین إلا أن لایجد النعلین فیقطعهما أسفل الکعبین۔ (٥٧)

یعنی، نہ موزے پہنے مگر یہ کہ نعلین نہ پائے تو اپنی اُبھری ہڈیوں کے نیچے سے کاٹ لے۔

لہذا یہ شخص بھی عذر کی بناء پر چپل پہننے سے قاصر ہے اُسے بھی چاہیئے کہ جوتے کو اُبھری ہوئی ہڈیوں کے نیچے سے کاٹ لے۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦هـ، سبتمبر ٢٠١٥م F-976

٥٦۔ سُنَن النّسائی، کتاب المناسك، باب الرخصة فی لبس الخفین فی الإحرام لمن لایجد نعلین، برقم: ٢٦٧٦، ١٣٩/٥/٣

٥٧۔ مختصر القدوری، کتاب الحج، ص١٤٢

حج

حائضہ اور حجِ تمتع

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ہم لوگ پاکستان سے آئے تھے مکہ مکرمہ آئے عمرہ ادا کر کے مدینہ منورہ چلے گئے اب ہم مدینہ شریف سے حج کے ارادے سے مکہ مکرمہ کے لئے نکل رہے ہیں ہمارے ساتھ خواتین بھی ہے ان میں سے ایسی خواتین کہ جن کے ایام ماہواری قریب ہیں کہ شاید اُن کو مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ ادا کرنے کی بھی فرصت نہ ملے کہ ماہواری شروع ہو جائے اور پھر وہ عورت کیا کرے اگر وہ عمرہ کا احرام باندھتی ہے تو عمرہ ادا نہ کر پائی گی کہ یوم عرفہ آجائے گا اور اگر صرف حج کا احرام باندھ کر آتی ہے تو اس کا حج تمتع رہے گا یا نہیں؟

(السائل: حافظ فاروق امجدی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ایسی عورت کو چاہیئے کہ صرف حج کا احرام باندھے اور وہ اگر وہ عمرہ کا احرام باندھے گی پھر عمرہ ادا نہ کر سکی یوم عرفہ آ گیا تو عمرہ کو چھوڑنا اور حج کا احرام باندھنا ہوگا جس پر چھوڑے ہوئے عمرے کی قضاء اور عمرہ ادا کئے بغیر عمرہ کا احرام کھولنے کا دم لازم آئے گا۔

اور یہ عورت چونکہ پاکستان سے آئی ہے اور عمرہ کا احرام باندھ کر آئی تھی آتے ہی عمرہ ادا کیا پھر مدینہ شریف روانہ ہوئی اب اگر وہاں سے حج کا احرام باندھ کر آئی ہے تو اُس کا حج تمتّع ہی رہے گا کیونکہ وہ احرام کھولنے کے بعد اپنے وطن کو نہیں لوٹی صرف مدینہ شریف گئی ہے اور وہ اُس کا وطن نہیں ہے۔ چنانچہ متمتّع کا ذکر کرتے ہوئے علامہ حسن بن منصور اُوزجندی حنفی متوفی: ۲۹۵ھ لکھتے ہیں:

المتمتّع عندنا مَن یأتی بأعمال العمرة أو یطوف أکثر طوافها فی أشهر الحج ثم یأتی بالحج ویحجّ من عامه ذلك قبل أن یلم بأهله

بينهما إلماماً صحيحاً وإن أحرم بالعمرة قبل أشهرالحج وطاف لها فی أشهر الحج وحج فی عامه ذلك عندنا يكون متمتّعاً لأن أداء أفعال العمرة فی أشهر الحج بمنزلة ابتداء الإحرام فی أشهر الحج۔" (۵۸)

یعنی: متمتّع ہمارے نزدیک وہ ہے جو اشہر حج میں تمام افعال عمرہ یا اکثر طواف عمرہ ادا کرے اور اسی سال اپنے اہل کو الما م صحیح کئے بغیر حج ادا کرے اور اگر عمرہ کا احرام حج کے مہینوں سے قبل باندھا تھا اور عمرہ کا طواف حج کے مہینوں میں کیا اور اسی سال حج کیا تو وہ متمتّع ہوگا کیونکہ حج کے مہینوں میں افعال عمرہ ادا کرنا اشہر حج میں احرام باندھنے کے مرتبے میں ہے۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے مزید لکھا:

يحج من عامه ذلك قبل أن يلمّ بأهله بينهما إلماماً صحيحاً۔ (۵۹)

یعنی: اور وہ عمرہ اور حج کے مابین اپنے اہل کو الما م صحیح کرنے سے قبل اُسی سال حج ادا کرے۔

اور الما م صحیح کے بارے میں علامہ نظام الدین حنفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

والإالمام الصحيح أن يرجع إلىٰ أهله ولايكون العود إلى مكة مستحقًا عليه كذافی "المحيط" (۶۰)

یعنی: الما م صحیح یہ ہے کہ (عمرہ ادا کرنے کے بعد) اپنے اہل کو لوٹ جائے اور مکہ کو لوٹنا اس پر واجب نہ ہو اسی طرح ''محیط'' میں ہے

اور مذکورہ خاتون عمرہ ادا کر کے مدینہ شریف گئی ہے جو اُس کا وطن نہیں ہے اِس لئے

۵۸۔ فتاوی قاضیخان علی هامش الفتاوی الهندية، كتاب الحج،فصل فی التمتع، ۳۰۴/۱

۵۹۔ الفتاوی الهندية، كتاب المناسك، الباب السابع فی القران والتمتع، ۲۳۸/۱

۶۰۔ الفتاوی الهندية، كتاب المناسك، الباب السابع فی القران والتمتع، ۲۳۸/۱

جب وہ مدینہ شریف سے حج کا احرام باندھ کر آئے گی اور حج ادا کرے گی تو اس کا حج تمتّع ہی رہے گا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦هـ، ستمبر ٢٠١٥ م 977-F

سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حج

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حجۃ الوداع میں کون سا حج ادا فرمایا؟ حجِ قران یا حجِ تمتّع یا حجِ افراد؟

(السائل: آصف مدنی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: حجۃ الوداع میں اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حجِ افراد ادا فرمایا، آپ نے تمام صحابہ کرام کی طرح پہلے حج کا احرام باندھا تھا۔ پھر جب مقام سرِف (نواریہ) پر حضور ﷺ نے اُن صحابہ سے جو ساتھ جانور نہیں لائے تھے حج کے احرام کو عمرہ کے احرام میں بدلنے کا حکم فرمایا تو آپ نے بھی عمرہ کی نیت کر لی اور حائضہ ہوگئیں اس طرح آپ عمرہ کے احرام کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچیں، عمرہ ادا نہ کیا تھا کہ یوم عرفہ آ گیا اور نبی کریم ﷺ نے آپ کو عمرہ کا احرام چھوڑنے اور حج کا احرام باندھنے کا حکم فرمایا، اس طرح آپ نے حج کا احرام باندھا اور حج ادا کیا حج کے بعد نبی کریم ﷺ کے حکم پر آپ نے چھوڑے ہوئے عمرہ کی قضاء کی، اور اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کے حج کے بارے میں مروی روایات کثرت سے کُتُبِ احادیث میں موجود ہیں اور اُن میں بہت اختلاف ہے اس لئے آپ کے حج کے بارے میں آپ سے مروی احادیث میں اضطراب واقع ہوا کہ آپ کا حج کونسا حج تھا؟ چنانچہ آپ کے حج کے بارے میں مروی روایات میں سے چند یہ ہیں:

سمعتُ عبدَ الرحمٰن بن القاسم قال سمعتُ القاسم يقول: سمعتُ عائشةَ تقولُ: خرجنا لانرَى إلّا الحجّ، فلمّا كنّا بسَرِفَ حِضتُ، فدخلَ عليَّ رسولُ الله ﷺ وأنا أبكي، قال: "مالكِ؟ أنفِستِ؟" قلتُ: نعم۔ قال: "إنّ هذا أمرٌ كتبهُ اللهُ على بناتِ آدمَ، فاقضى ما يَقضى الحاجُّ غيرَ أن لاتطوفى بالبيت" (٦١)

یعنی، عبدالرحمٰن بن قاسم فرماتے ہیں کہ میں نے قاسم کو فرماتے سنا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سنا آپ نے فرمایا ہم صرف حج کے ارادے سے نکلے جب ہم مقام سَرِف (یعنی نواریہ) آئے تو مجھے ماہواری آ گئی، پس رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ میں رو رہی تھی تو آپ نے فرمایا تجھے کیا ہوا کیا تجھے ماہواری کا خون آ گیا ہے؟ میں نے عرض کی جی! آپ نے فرمایا یہ تو وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی بیٹیوں کے لئے مقدر فرمایا ہے، لہذا تم حج کرنے والوں کے سارے کام کرو البتہ بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔

عن عائشة قالت: خرجنا موافين لهلال ذى الحِجة، فقال رسول الله ﷺ: "من أحبّ أن يُهلَّ بعُمرةٍ فليُهلِل، فإنى لو لا أنّى أهديتُ لأهللتُ بعمرةٍ، فأهلّ بعضُهم بعمرةٍ و أهلّ بعضُهم بحجٍّ و كنتُ أنا ممّن أهلّ بعمرةٍ، فأدركنى يومُ عرفةَ و أنا حائضٌ، فشكوتُ إلى النّبىّ ﷺ فقال: "دَعِى عُمرَتَكِ وانقُضِى رأسَكِ و امتَشِطِى و أهِلّىِ بحجٍّ" ففعلتُ حتى إذا كان ليلةُ الحَصُبةِ أرسل معى أخى عبد الرحمن بن أبى بكر، فخرجتُ إلى التنعيم فأهللتُ بِعمرةٍ

٦١۔ صحيح البخارى، كتاب الحيض، باب الأمر بالنفساء إذا نُفِسَنَ، برقم:٢٩٤، ص٧٧

مكان عُمرَتِى (٦٢)

یعنی، اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ذوالحجہ کے چاند کے مطابق ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہتا ہے تو وہ عمرہ کا احرام باندھے، اگر میں ہدی نہ لاتا تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا تو اُن میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا اور میں اُن میں سے تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا اور میں عرفہ کے روز بھی حائضہ تھی (اور میں نے عمرہ ادا نہ کیا تھا) میں نے رسول ﷺ سے اِس کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا اپنا عمرہ چھوڑ دو، اپنے بال کھول لو، کنگھی کرلو اور حج کا احرام باندھ لو، (آپ فرماتی ہیں) میں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ جب مُحَصَّب کی رات آئی آپ نے میرے ساتھ میرے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو بھیجا پس میں تنعیم کی طرف نکلی (وہاں) میں نے اپنے (چھوڑے ہوئے) عمرہ کی جگہ عمرہ کا احرام باندھا۔

اور اس باب میں روایات کثرت کے ساتھ ''صحیح البخاری''، ''صحیح مسلم'' اور دیگر کُتُبِ احادیث میں موجود ہیں۔

اور جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا کہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احرام کے بارے میں مروی روایات میں بہت اختلاف ہے چنانچہ شارح بخاری علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

وقد اختلفت الروايات عن عائشة فيما أحرمتُ به اختلافاً كثيراً كما ذكره القاضى عياض (٦٣)

٦٢۔ صحيح البخارى، كتاب الحيض، باب نقض المرأة شعرها عند غَسل المحيض، برقم:٣١٧، ص:٨٢

٦٣۔ عمدة القارى شرح صحيح البخارى، كتاب الحيض، باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحيض، برقم: ٣١٦، ١٤٣/٣

یعنی، اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کونسا احرام باندھا تھا اس میں روایات میں بہت اختلاف ہے جیسا کہ اسے امام قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے۔

بعض روایات میں عمرہ کے احرام کا ذکر ہے اور بعض میں حج کے احرام کا تذکرہ ہے چنانچہ علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

ففی روایةٍ عروة: "فأهللنا بعُمرة"، وفی روایةٍ أخری: "ولم أهلّ إلّا بعمرة"، وفی روایة: "لا نذکر إلّا الحجّ"، و فی أخری: "لا نری إلّا الحجّ" وفی روایة القاسم عنها: "لبّینا بالحجّ": و فی أخری: مهلّین بالحجّ" (٦٤)

یعنی، پس حضرت عُروہ کی روایت میں ہے کہ ''ہم نے عمرہ کا احرام باندھا'' اور دوسری روایت میں ہے اور ''میں نے نہ احرام باندھا مگر عمرہ کا''، اور ایک روایت میں ہے کہ ''ہم صرف حج کا ذکر کر رہے تھے''، اور دوسری روایت ''ہم صرف حج کے ارادے سے نکلے''، اور آپ سے قاسم کی روایت میں ہے ''ہم نے حج کی تلبیہ کہی'' اور دوسری روایت میں ہے کہ ''حج کا احرام باندھ کر''۔

پھر بعض علماء نے حج والی روایات کو ترجیح دی اور بعض نے عمرہ والی روایات کو چنانچہ علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

فمنهم من رجّح روایات الحجّ و غلط روایات العمرة (٦٥)

یعنی، اور اُن سے کسی نے روایاتِ حج کو ترجیح دی اور روایاتِ عمرہ کو غلط قرار دیا۔

٦٤۔ عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحیض، برقم: ٣١٦، ١٤٣/٣

٦٥۔ عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحیض، برقم: ٣١٦، ١٤٣/٣

بہرحال حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا میں بہت اضطراب ہے، چنانچہ علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

قال أبو عمرة: الاضطراب عن عائشة فی حدیثها فی الحجّ عظیم (٦٦)

یعنی، ابوعمرہ نے کہا کہ حج کے باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اُن کی حدیث میں عظیم اضطراب ہے۔

علماء اسلام نے ان روایات کی توجیہ بیان کی مگر ان میں جمع نہ کر سکے یعنی ان روایات کے مابین موافقت بیان کرنے میں کامیاب نہ ہوئے چنانچہ علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

و قد أکثر العلماء فی توجیه الروایات فیه، و دَفَعَ بعضُهم بعضاً فیه ببعضٍ، و لم یستطیعوا الجمعَ بینها ورام قوم الجمع فی بعض معانیها (٦٧)

یعنی، اس باب میں مروی روایات کی توجیہ میں علماء نے کثرت کی اور اس میں بعض نے بعض کو دفع کیا اور ان کے مابین جمع نہ کر سکے اور علماء کی ایک جماعت نے اس کے بعض معانی کو جمع کرنے کا ارادہ کیا۔

اور ہم نے اپنے ایک فتوی میں ذکر کیا کہ اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور عمرہ ادا کرنے سے قبل حائضہ ہوگئیں اور حیض سے فارغ نہ ہوئی تھیں کہ یوم عرفہ آ گیا تو نبی کریم ﷺ نے انہیں عمرہ چھوڑنے اور حج کا احرام باندھنے کا حکم فرمایا تھا اور پھر حج کے بعد اس عمرہ کے قضاء کا حکم فرمایا، اس کی وجہ یہ ہے کہ علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

أن ظاهر قولها: یا رسول الله هذه لیلة عرفة ..... إلی آخره، یدلّ علی أنه علیه الصلاة و السلام أمرها برفض عمرتها، و أن تخرج منها قبل تمامها، فی "التوضیح"، و به قال الکوفیون فی المرأة تحیض قبل

٦٦۔ عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحیض، برقم: ٣١٦، ١٤٣/٣

٦٧۔ عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحیض، برقم: ٣١٦، ١٤٣/٣

الطواف و تخشى فوات الحجّ أنها ترفض العمرة (٦٨)

یعنی، اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کا قول ظاہر کہ ''یا رسول اللہ یہ عرفہ کی رات ہے.....الخ ''اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں اپنا عمرہ چھوڑنے کا حکم فرمایا کہ عمرہ کو پورا کرنے سے قبل اُس سے نکل جائیں اور ''توضیح'' میں ہے اسی طرح اہلِ کوفہ (یعنی احناف) نے اُس عورت کے بارے میں کہا جو طوافِ عمرہ سے قبل حائضہ ہو جائے اور اُسے حج کے فوت ہونے کا خوف ہو کہ وہ عمرہ چھوڑ دے۔

و قولها: "ترجع صواحبی بحجّ و عمرة، و أرجع أنا بالحجّ" صریح فی رفض العمرة، إذ لو دخل الحجّ علی العمرة لکانت هی وغیرها سواء و لما احتاجت إلی عمرة أخری بعد العمرة و الحجّ الذی فعلتهما، و قوله ﷺ: عند عمرتها الأخیرة، "هذه مکان عمرتك" صریح فی أنها خرجت من عمرتها الأولی و رفضتها، إذ لا تکون الثانیة مکان الأولیٰ، و الأولیٰ منفردة، و فی بعض الروایات: "هذه قضاء مِن عمرتكِ" (٦٩)

یعنی، اُمّ المؤمنین کا قول کہ ''میری سوتنیں حج اور عمرہ کے ساتھ لوٹیں گی اور میں صرف حج کے ساتھ'' یہ عمرہ چھوڑنے میں صریح ہے کیونکہ آپ عمرہ اور حج کے بعد جنہیں وہ ادا کر چکی تھیں دوسرے عمرہ کی محتاج نہ ہوتیں اور حضور ﷺ کا اُن کے آخری عمرہ کے وقت فرمانا ''یہ تیرے عمرہ کی جگہ ہے'' اس میں صریح ہے کہ آپ اپنے پہلے عمرہ سے نکل گئی تھیں اُسے آپ نے چھوڑ دیا تھا

٦٨۔ عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحیض، برقم: ٣١٦، ١٤٣/٣، ١٤٤

٦٩۔ عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب امتشاط المرأة عند غسلها من المحیض، برقم: ٣١٦، ١٤٤/٣

ورنہ دوسرا عمرہ پہلے کی جگہ نہیں ہوسکتا اور پہلا عمرہ مفردہ ہے، اور بعض روایات میں ہے ''یہ تیرے عمرے کی قضاء ہے''۔

اور علامہ ملاّ علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

(قالت: فحضتُ و لم أطُف البیتَ) أی للعمرة (و لا بین الصفا و المروة) أی و لم أسع بینهما، إذا لا یصح السعی إلّا بعد الطواف، و إلا فالحیض لا یمنع السعی (فلم أزل حائضاً حتی کان یوم عرفة، و لم أهلل) أی لم أحرم أوّلاً (إلا بعمرة فأمرنی النّبیّ ﷺ أن أنقض رأسی) أی شعری، (و أمتشط و أهلّ بالحجّ) أی أمرنی أن أحرم بالحج و (أترك العمرة) أی أرفضها (٧٠)

یعنی، اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ''میں حائضہ ہوگئی اور میں نے بیت اللہ شریف کا طواف نہ کیا'' یعنی عمرہ کے لئے ''اور نہ صفا و مروہ کے مابین'' یعنی میں نے اُن کے مابین سعی نہ کی کیونکہ سعی درست نہیں ہوتی مگر طواف کے بعد ورنہ حیض سعی کو مانع نہیں ہے'' پس میں مسلسل حائضہ رہی یہاں تک کہ عرفہ کا دن آ گیا اور میں نے پہلے صرف عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا تو نبی کریم ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں اپنا سر کھول دوں'' یعنی اپنے بال کھول دوں، اور ''کنگھی کروں اور حج کا احرام باندھ لوں'' یعنی مجھے حکم فرمایا کہ میں حج کا احرام باندھ لوں ''اور عمرہ کو ترک کر دوں'' یعنی اُسے چھوڑ دوں۔

اور لکھتے ہیں:

قال ابن الملك رحمه الله: أی أمرنی أن أخرج من إحرام العمرة، و أترکها باستباحة المحظورات من التمشیط و غیره لعدم القدرة علی الإتیان بأفعالها بسبب الحیض، و قال الطیبی رحمه الله: أی

٧٠۔ مرقات المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب المناسك، باب قصة حجة الوداع، الفصل الأول، برقم: ٢٥٥٦، ٤٧٨/٥

أمرنی أن أخرج من إحرام العمرة، و استبیح محظورات الإحرام،و أحرم بعد ذلك بالحجّ، فإن فرغت منه أحرم بالعمرة أی قضاءً ، و هذا ظاهر ..... "أمرنی أن اعتمر مکان عمرتی" أی بدلها نصب علی المصدر قاله ابن الملك أی: عمرتی التی رفضتها "من التنعیم" (۷۱)

یعنی، ابن الملک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یعنی مجھے حکم فرمایا عمرہ کے احرام سے نکل جاؤں اور محظوراتِ احرام جیسے کنگھی وغیرہ مباح کر کے عمرہ کو چھوڑ دوں کیونکہ حیض کے سبب سے عمرہ کے افعال بجالانے پر قدرت نہیں ہے، علامہ طیبی علیہ الرحمہ نے فرمایا: یعنی مجھے حکم فرمایا کہ میں عمرہ کے احرام سے نکل جاؤں ممنوعاتِ احرام کو مباح کرلوں، اُس کے بعد حج کا احرام باندھ لوں، جب میں اُس سے فارغ ہوئی تو میں نے عمرہ کا احرام باندھا یعنی (چھوڑے ہوئے عمرہ کی) قضاء کے لئے اور یہ ظاہر ہے، پس آپ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں اپنے (چھوڑے ہوئے) عمرہ کی جگہ عمرہ ادا کروں یعنی اُس کے بدلے، یہ ابن الملک نے کہا یعنی، میرا وہ عمرہ جسے میں نے چھوڑا تھا ''تنعیم سے''۔

اور شیخ محقق شیخ عبدالحق مُحدِّث دہلوی حنفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

قوله "و لا بین الصفا و المروة" أی: لاطفتُ بینهما، فإن الطواف یطلق علی السعی بین الصفا و المروة، کما ورد فی الحدیث، فإن کان مجازًا کما هو الظاهر، فإن الطواف: الحرکة حول الشیء یقدر بعد "لا": سعیتُ أو یُحمل علی عُموم المجاز

قوله: "أن أنقضَ رأسی ..... إلخ" أی أخرج من إحرام العمرة

۷۱۔ مرقات الفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب المناسك، باب قصة حجة الوداع، الفصل الأوّل، برقم: ۲۵۵۶، ۴۷۸/۵

و أستبیح محظورات الإحرام ، و "أهلّ بالحجّ" أی أحرم له، و إحرام الحائض و النفساء جائز، یغتسلنَ و یحرمنَ

و قد و قع فی بعض الروایات "أن اغتسلی و أحرمی" کما مرّ فی أول الباب من حدیث جابر: فأمرها برفض تلك العمرة التی کانت أحرمت بها أوّلاً و الانتقال إلی الحج المفرد، فلما أدّتْ حجّها أمرها بالاعتمار قضاء لتلك العمرة السابقة، و هذا قول أبی حنیفة و أصحابه، فإن مذهبهم أن المرأة إذا تمتّعتُ و أحرمتُ للعمرة فحاضتْ قبل الطواف ترکت العمرة و أحرمتُ للحجّ المفرد، ثم قضت العمرة، و یستدلّون بهذا لحدیث عن عائشة (۷۲)

یعنی، یہ فرمان کہ ''نہ صفا و مروہ کے مابین''، یعنی میں نے ان کے مابین طواف نہیں کیا، بے شک طواف کا اطلاق صفا و مروہ کے مابین سعی پر ہوتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ پس اگر مجاز ہے جیسا کہ یہ ظاہر ہے، پس بے شک طواف کسی شئ کے گرد حرکت ہے اور "لا" کے بعد "سعیت" کو مقدر مانا جائے گا، یا اسے عموم مجاز پر محمول کیا جائے گا۔

آپ کا قول کہ ''میں اپنے سر کو کھول دوں.....الخ''، یعنی عمرہ کے احرام سے نکل جاؤں اور ممنوعات احرام کو مباح کرلوں اور حج کا احرام باندھ لوں'' یعنی اُس کا احرام باندھوں اور حائضہ اور نفاس والی کا احرام جائز ہے وہ غسل کریں گی اور احرام باندھیں گی۔

اور بعض روایات میں آیا ہے ''میں غسل کروں اور احرام باندھوں'' جیسا کہ حدیث جابر کے اول میں گزرا پس انہیں اس عمرہ کو چھوڑنے کا حکم فرمایا کہ جس کا پہلے آپ نے احرام باندھا تھا، اور حج مفرد کی طرف منتقل ہونے کا حکم

۷۲۔ لمعات التنقیح فی شرح مشکاة المصابیح، کتاب المناسك، باب قصة حجة الوداع، برقم: ۲۵۵۶، ۳۲۶/۵، ۳۲۷

فرمایا۔ جب آپ نے حج کا ارادہ فرمالیا تو انہیں اس عمرہ سابقہ کی قضاء کا حکم فرمایا، یہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ اور آپ کے اصحاب کا قول ہے، پس بے شک اُن کا مذہب یہ ہے کہ عورت جب حج تمتّع کرے اور عمرہ کا احرام باندھ لے پھر وہ طواف عمرہ سے قبل حائضہ ہو جائے تو وہ عمرہ کو چھوڑ دے اور حج مفرد کا احرام باندھ لے، پھر عمرہ کی قضاء کرے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

و ما جاء فی الروایات: "ارفضی عمرتك"، و "دعی عمرتك"، و "اقضی عمرتك"، یؤیّد مذهب أبی حنیفة و أصحابه، و هم یؤوّلونها بأن المراد برفض العمرة و ترکها التحلّل منها، و ما جاء فی روایة "أمسکی عن العمرة" متحمل للوجهین

و قوله: "و أمرنی أن اعتمر مکان عمرتی" أی: بدلها قضاءً لما فات، و هذا أیضاً یؤیّد مذهبنا (۷۳)

یعنی، اور جو روایات میں آیا ہے کہ "ارفضِی عُمرَتَكِ" اور "دَعِی عُمرَتَكِ" اور "اقضِی عُمرَتَكِ" یہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ اور اُن کے اصحاب کے مذہب کی تائید کرتا ہے اور وہ تاویل کرتے ہیں کہ رفض عمرہ اور اُس کے ترک (یعنی عمرہ چھوڑنے) سے مراد اس سے تحلُّل (یعنی احرام سے نکلنا) ہے اور وہ جو ایک روایت میں آیا ہے امسِکِی عَنِ الْعُمرَةِ (تم اپنے عمرے سے رُک جاؤ) یہ قول دوؤ جوہ کا محتمل ہے۔

اور اُن کا قول "مجھے حکم فرمایا کہ میں اپنے عمرے کی جگہ عمرہ کروں" یعنی اُس عمرے کے بدلے جو فوت ہوا قضاء کے طور پر (عمرہ کروں) اور یہ بھی ہمارے مذہب کی تائید کرتا ہے۔

باقی جن ائمہ نے اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کے حج کو حجِ قران قرار دیا ہے، امام ابو

۷۳۔ لمعات التنقیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب المناسك، باب قصة حجة الوداع، الفصل الأول، برقم: ۲۵۵۶، ۳۲۷/۵

حنیفہ نے اسے تسلیم نہیں کیا، چنانچہ علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

قلتُ: لأنها کانت مفردة، علی ما روی عنها القاسم و عروة، و لم یأخذ بذلك مالك، بل کانت عنده قارنة و لزمها لذلك هدي القِران، و لم یأخذ أبو حنیفة أیضاً بذلك، لأنّها کانت عنده رافضة لعمرتها، و الرافضة عنده علیها دم للرفض و علیها عمرة، و اللّٰه المتعال و أعلم بحقیقة الحال (۷٤)

یعنی، میں کہتا ہوں کہ حضرت قاسم اور حضرت عروہ رضی اللہ عنہما نے جو اُمّ المؤمنین سے روایت کیا اس کی بنا پر آپ رضی اللہ عنہا مفردہ تھیں، امام مالک علیہ الرحمہ نے اسے نہیں لیا، اُن کے نزدیک آپ رضی اللہ عنہا قارنہ تھیں جس کے لئے اُن پر دَم قران لازم تھا، اسے امام ابوحنیفہ نے بھی نہیں لیا کیونکہ اُن کے نزدیک آپ (عمرہ کا احرام باندھ کر عذر حیض کی وجہ سے) عمرہ کو چھوڑنے والی تھیں اور (عمرہ کا احرام باندھ کر اس احرام کو) چھوڑنے والی، پر عمرہ چھوڑنے کا دم اور اُس پر عمرہ کی قضا لازم ہے۔ و اللّٰه المتعال و أعلم بحقیقة الحال

بہرحال ہمارے نزدیک اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حج سے قبل عمرہ کے احرام میں تھیں اور عرفہ کی رات آ گئی اور حج کے فوت ہونے کا خوف لاحق ہوا اور ابھی تک آپ حیض سے فارغ نہ ہوئیں کہ عمرہ ادا کریں تو نبی کریم ﷺ نے انہیں عمرہ کے احرام سے نکلنے کے لئے محظوراتِ احرام کے ارتکاب کا حکم فرمایا اور حج کا احرام باندھنے کا حکم فرمایا، پھر حج مکمل ہوا تو چھوڑے ہوئے عمرہ کی قضاء کا حکم فرمایا۔ اب رہی یہ بات کہ جو عمرہ کا احرام باندھ کر کسی عُذر کی بنا پر کھول دے تو اس پر قضاء لازم آتی ہے اور عمرہ چھوڑنے کا دم بھی، قضاء کا تذکرہ تو کثیر احادیث میں مذکور ہے اور دم کا صریح ذکر تو نظر سے نہیں گزرا کہ جس میں صراحت ہو کہ آپ

۷٤۔ عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب العمرة، باب الاعتمار بعدالحج بغیر هدی، برقم: ۱۷۸٦، ٤۲۲/۷

کے چھوڑے ہوئے عمرہ کا دَم دیا گیا تھا، ہاں اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کی طرف سے گائے ذبح ہونے کا تذکرہ ضرور ہے، چنانچہ علامہ بدرالدین عینی حنفی نقل کرتے ہیں:

بل روی جابر رضی الله عنه أنه علیه الصلاة و السلام: أهدی عن عائشة بقرة (۷۵)

یعنی، بلکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ایک گائے بطور ہدی ذبح کروائی۔

ہمارے مذہب کے مطابق اس گائے کو عمرہ کا احرام باندھ کر اُسے چھوڑنے کی صورت میں لازم آنے والے دَم پر محمول کیا جائے گا۔

اور اگر اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حج کو حجِ قران پر محمول کیا جائے جیسا کہ بعض نے کیا ہے تو عمرہ ادا کئے بغیر وقوفِ عرفہ سے عمرہ چھوٹ جاتا ہے اور قِران باطل ہو جاتا ہے جب قِران ہی باطل ہو گیا اور دمِ قِران بھی ساقط ہو جاتا ہے چنانچہ احناف کا یہی مذہب ہے جیسا کہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

فلو لم یطُف لها حتی وقف بعرفة بعد الزوال ارتفَضَتْ عمرته و بطل قِرانه و سَقَط عنه دمُه (۷۶)

یعنی، پس اگر عمرہ کا طواف نہ کیا یہاں تک کہ زوال کے بعد وُقوفِ عرفہ کر لیا تو اُس کا عمرہ چھوٹ گیا اور اس کا قِران باطل ہو گیا اور قِران کا دم اس سے ساقط ہو گیا۔

اور اُس پر عمرہ چھوڑنے کا دَم اور چھوڑے ہوئے عمرہ کی ایام تشریق کے بعد قضاء لازم آئے گی چنانچہ ملاّ علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

۷۵۔ عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب نقض المرأة شعرها عند غسل المحیض، برقم: ۳۱۷۰، ۱٤٦/۳

۷٦۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب القِران، ص۳٦۲

ثم إذا ارتفَضَت عمرته فعلیه دم لرفضها، و قضاؤها بعد أیّام التّشریق (۷۷)

یعنی، پھر جب عمرہ چھوٹ گیا تو اُس پر عمرہ چھوڑنے کا دَم اور ایام تشریق کے بعد اُس کی قضاء لازم ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ۱٤۳٦هـ، ستمبر ۲۰۱۵ م 978-F

قارن کا کسی کام سے حدودِ حرم سے باہر جانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کیا قارن جو عمرہ ادا کر چکا ہے منیٰ روانگی کو ابھی وقت ہے تو وہ کسی کام سے جدہ جا سکتا ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: یاد رہے میقات کے اندر کسی بھی مقام پر جانا مکہ مکرمہ میں رہنے کی مثل ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

والرجوع إلی داخل المیقات بمنزلة مكة (۷۸)

یعنی، میقات کے اندر لوٹنا مکہ مکرمہ کے مرتبے میں ہے۔

پھر قارن کا احرام نہیں کُھلتا یہاں تک کہ دونوں عبادتوں عمرہ وحج سے فارغ نہ ہو جائے یعنی قارن کا احرام دس ذی الحجہ کو جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد دم شکر ادا کرنے کے بعد حلق یا تقصیر کے ذریعے کھلتا ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن أبی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ثم فیه تعجیل الإحرام واستدامة إحرامها من المیقات إلیٰ أن یفرغ منهما (۷۹)

۷۷۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب القران، تحت قوله: ارتفضت عمرته، ص۳٦۲

۷۸۔ لباب المناسك وعباب المسالك، باب التمتع، ص۳۸۲

۷۹۔ الهدایه، کتاب الحج، باب القران، تحت قوله: ولنا ..... الخ، ۱۔۲/۱۸٦

یعنی: پھر اس میں (یعنی قران میں) میقات سے احرام کی تعجیل اور عمرہ کے احرام کی ہمیشگی ہے یہاں تک کہ دونوں کے اعمال سے فارغ ہو۔

لہٰذا حجِ قران میں عمرہ کی ادائیگی کے بعد حاجی احرام میں ہی ہوتا ہے پھر وہ جدہ گیا، اِس سے اُس کے حجِ قِران پر کوئی اثر نہیں پڑا، وہ تو اپنے گھر سے بھی ہو کر آجائے تب بھی وہ مُحرم ہی رہتا اور اُس کا حج قِران ہی رہتا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦ھ، ستمبر ٢٠١٥ م 979-FH

منیٰ

ایامِ منیٰ میں جمعہ کے روز نمازِ ظہر باجماعت نہ پڑھی جائے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دس ذوالحجہ کو جمعہ کا دن ہوتا ہے اس روز حاجی کو رمی بھی ہوتی ہے اور قربانی بھی اور حلق بھی اور نہا کو وہ لباس تبدیل کرنے کا بھی اہتمام کرتا ہے اس طرح جمعہ کی نماز وہ نہیں پڑھ پاتا اور اُسے نماز ظہر ادا کرنی پڑتی ہے۔ کیا وہ چند ایسے حاجیوں کے ساتھ مل کر نماز ظہر باجماعت ادا کرسکتا ہے کہ جنہوں نے نماز جمعہ نہیں پڑھی تھی؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی، میٹھادر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں منیٰ میں نماز ظہر باجماعت ادا نہیں کریں گے کیونکہ منیٰ شہر کے حکم میں ہے چنانچہ علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

شرط أدائها المصر: و هو كلّ موضع له أمير وقاض ينفذُ الأحكامّ وُيقيم الحدودَ أو مصلّاه، و منیٰ مصر لا عرفات (٨٠)

یعنی، جمعہ کی ادائیگی کی شرط مصر ہے اور مصر ہر وہ جگہ ہے جہاں امیر یا قاضی ہو جو احکام نافذ کرتا ہو اور حدود قائم کرتا ہو یا فنائے مصر ہو، منیٰ مصر ہے نہ کہ عرفات۔

مندرجہ بالا عبارت میں تصریح ہے کہ منیٰ مصر ہے، اسی لئے فقہاء کرام نے منیٰ میں جمعہ قائم کرنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

٨٠۔ كنزالدقائق، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ص: ١٨٩

و یجمّع أی یصلّی الجمعةَ خلافاً لمحمد بمنی أی أیام الموسم إذا کان فیه أمیر مکة أو الحجاز أو الخلیفة و أما أمیر الموسم فلیس له ذلك أی التجمیع اتفاقاً إلّا إذا استعمل علی مکة أی جُعل عاملاً و أمیراً علیها (۸۱)

یعنی، ایام حج میں منیٰ میں جمعہ قائم کیا جائے گا یعنی جمعہ کی نماز پڑھی جائے گی برخلاف امام محمد کے جب کہ اس میں امیر مکہ یا امیر حجاز یا خلیفۂ وقت ہو اور امیر حج کے لئے بالاتفاق جمعہ قائم کرنا جائز نہیں، ہاں اگر اُسے مکہ پر عامل اور امیر مقرر کر دیا گیا (تو جائز ہے)۔

اور علامہ شمس الدین ابن امیر الحاج محمد بن محمد حنفی متوفی ۸۷۹ھ امام اسبیجابی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

و إن کان أمیر الموسم و هو مقیم یجوز، و إن کان مسافر لا یجوز (۸۲)

یعنی، اگر امیر حج ہے اور وہ مقیم ہے تو جائز ہے اور اگر مسافر ہے تو جائز نہیں ہے۔

اور ایسی جگہ جو مصر کا حکم رکھتی ہو وہاں بروز جمعہ نماز ظہر باجماعت ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے چنانچہ علامہ محمد بن عبداللہ بن احمد حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ اور علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و کُره تحریماً لمعذور و مسجون أداء الظهر بجماعة فی مصر و کذا أهل مصر فاتتهم الجمعة (۸۳)

یعنی، معذور، قیدی کے لیے مصر میں نماز ظہر باجماعت ادا کرنا مکروہ تحریمی

۸۱۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب طواف الزیارة، مع قوله: و یجمّع، ص۳۳۲

۸۲۔ حلبة المحلّی، فصل فی صفة الجمعة، تنبیه، ۵۳۶/۲

۸۳۔ تنویر الأبصار و الدرّ المختار، کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص:۱۱۰

ہے اور اسی طرح ان اہلِ مصر کے لئے جن سے جمعہ فوت ہو گیا (یعنی جن کا جمعہ نکل گیا ہو)۔

اور وہ نمازِ ظہر باجماعت نمازِ جمعہ سے قبل پڑھیں یا نمازِ جمعہ کے بعد بہرحال دونوں حالتوں میں مکروہ تحریمی ہے، چنانچہ علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

قبل الجمعة و بعدها (۸٤)

یعنی، نماز جمعہ سے قبل اور اُس کے بعد۔

لہٰذا معذور افراد جمعہ کے دن بغیر اذان و اقامت اور بغیر جماعت کے نمازِ ظہر ادا کریں گے۔

چنانچہ علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں:

فإنهم یصلّون الظهر بغیر أذان و لا إقامة و لا جماعة (۸۵)

یعنی، وہ نماز ظہر بغیر اذان و اقامت اور بغیر جماعت ادا کریں گے۔

اور مریض کے لیے تو مستحب ہے کہ وہ نماز ظہر کو جمعہ کے اختتام تک مؤخّر کرے چنانچہ علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں:

و یستحب للمریض تأخیرها إلی فراغ الإمام و کره إن لم یؤخّر هو الصحیح (۸٦)

یعنی، مریض کے لیے امام کے جمعہ سے فارغ ہونے تک نماز ظہر کو مؤخّر کرنا مستحب ہے اور اگر مؤخّر نہ کیا تو مکروہ ہے یہی صحیح ہے۔

لہٰذا وہ اقامت پذیر جس کی نماز جمعہ نکل گئی یا کسی اور وجہ سے نہ پڑھ سکا اور مسافر اور معذور و مریض وغیرہم سب کے سب منیٰ میں جمعہ کے روز نمازِ ظہر باجماعت ادا نہیں کریں

۸٤۔ الدُّرّ المختار، کتاب الصلاة، باب الجمعة، تحت قوله: أداء الظهر بجماعة..... إلخ، ص ۱۱۰

۸۵۔ الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۱۰

۸٦۔ الدُّرّ المختار، کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۱۰

گے بلکہ تنہا پڑھیں گے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦هـ، ستمبر ٢٠١٥ م 980-F

منیٰ میں نمازِ جمعہ وعید کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ منیٰ میں جامع شرائط امام کی موجودگی میں نمازِ جمعہ اور نمازِ عید کے وُجوب کا حکم دیں گے یا نہیں؟

(السائل: محمد اقبال ضیائی، مدینہ منورہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: منیٰ ایسی جگہ ہے جہاں نمازِ عید کی ادائیگی جائز ہے مگر نمازِ عید حاجیوں پر سے ساقط ہے چنانچہ قاضی حسین بن محمد سعید مکی حنفی متوفی ١٣٦٦ھ منیٰ میں قربانی کے وقت کے بارے میں ''شرح الطحاوی الصغیر'' کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

أقول: يؤخذ من هذا أن منىً لا يجوزُ فيها الأضحيةُ إلّا بعد الزوال، لأنّها موضع تجوز فيه صلاة العيد إلّا أنّها سقطت عن الحاجّ و لم تر فی ذلك نقلاً مع كثرة المراجعة (٨٧)

یعنی، میں کہتا ہوں یہ اس عبارت سے ماخوذ ہے کہ منیٰ میں قربانی زوال سے قبل جائز نہیں کیونکہ منیٰ وہ جگہ ہے جہاں نمازِ عید جائز ہے مگر وہ حاجیوں پر سے ساقط ہے اور میں نے کثرت مراجعت کے باوجود اس باب میں کوئی نقل نہیں دیکھی۔

لہٰذا حاجیوں پر نمازِ عید کے وُجوب کا حکم نہیں دیں گے کیونکہ وہ اُن پر سے ساقط اور اس

٨٧۔ إرشاد الساری إلی مناسك الملا علی القاری، باب الجنایات و کفاراتها، فصل فی أحکام الدماء و شرائط جوازها، شرط الخامس عشر، تحت قوله: و یستوی فیه مقیم الخ، ص٥٥٩

پر علماء کا اجماع ہے چنانچہ ملّا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

سقط عنهم صلاة العيد إجماعاً (٨٨)

یعنی، ان پر سے بالاجماع عید کی نماز ساقط ہے۔

اور قاضی حسین بن محمد سعید مکی حنفی متوفی ١٣٦٦ھ ''مبسوط سرخسی'' سے نقل کرتے ہیں:

ليس علی أهل منىً يوم النحر صلاة العيد لأنّهم فی وقت صلاة العيد مشغولون بأداء المناسك، فلا يلزمهم صلاة العيد (٨٩)

یعنی، ''مبسوط'' میں فرمایا کہ نحر کے روز اہلِ منیٰ پر نماز عید نہیں ہے، کیونکہ وہ نمازِ عید کے وقت مناسک کی ادائیگی میں مشغول ہوتے ہیں، لہٰذا اُن پر عید کی نماز لازم نہیں ہے۔

اور نمازِ جمعہ مقیم حاجی پر سے ساقط نہیں، ہاں بعض فقہاء کے نزدیک اُن پر سے نماز جمعہ بھی ساقط ہے، چنانچہ ملّا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

و كذا صلاة الجمعة بمنى عند بعضهم (٩٠)

یعنی، اس طرح بعض کے نزدیک اہلِ منیٰ سے نماز جمعہ ساقط ہے۔

لیکن اکثر فقہاء کرام نماز جمعہ کے عدمِ سقوط کے قائل ہیں، جیسا کہ ملّا علی قاری کا ''بعضہم'' لکھنا اس پر دلالت کرتا ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦هـ، ستمبر ٢٠١٥ م 981-TF

٨٨۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات و کفاراتها، فصل فی أحکام الدماء و شرائط جوازها، شرط الخامس عشر، تحت قوله: و یستوی فیه مقیم الخ، ص٥٥٩

٨٩۔ إرشاد الساری إلی مناسك الملا علی القاری، باب الجنایات و کفاراتها، فصل فی أحکام الدماء و شرائط جوازها، شرط الخامس عشر، تحت قوله: و یستوی فیه مقیم إلخ، ص٥٥٩

٩٠۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات و کفاراتها، فصل فی أحکام الدماء و شرائط جوازها، شرط الخامس عشر، تحت قوله: و یستوی فیه مقیم الخ، ص٥٥٩

ایام منیٰ میں گروپ آرگنائزروں کا

حجاج کو منیٰ چھوڑنے کی ترغیب دلانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ منیٰ میں رات کا اکثر حصہ گزرنا سنت مؤکدہ ہے اب ہوا یہ ہے کہ کئی گروپ آپریٹر (آرگنائزر) حضرات نے حاجیوں کے طرزِ عمل کو دیکھتے ہوئے کہ وہ سارا دن ہوٹل میں گزارتے ہیں ایام منیٰ میں کھانا بھی عزیزیہ کے ہوٹل میں مہیا کرنا شروع کر دیا ہے ان دنوں خیمے حاجیوں سے خالی ہوتے ہیں حالانکہ شیخ عبدالحق مُحدِّث دہلوی علیہ الرحمۃ کی عبارت ہے کہ ایام منیٰ میں حرم کعبہ میں نماز پڑھنے سے بھی منیٰ میں نماز پڑھنا افضل ہے ایام نحر میں منیٰ میں دن میں ٹھہرنے کا کیا حکم ہے کیا یہ ٹھہرنا سنت ہے یا مستحب ہے؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی، میٹھادر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے بعد ایک ہی حج ادا فرمایا جسے ''حجۃ الوداع'' کے نام سے جانا جاتا ہے کُتُبِ احادیث میں اس کی تفصیل موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ ایام منیٰ میں جب یوم نحر (دس ذی الحجہ) کو منیٰ تشریف لائے تو سوائے طوافِ زیارت کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے جانے کے کہیں بھی تشریف نہیں لے گئے، آپ ﷺ طوافِ زیارت کرنے کے بعد بلا تاخیر منیٰ واپس تشریف لائے، پھر تیرہ تاریخ تک دن اور رات منیٰ میں قیام فرمایا۔ چنانچہ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ (۹۱الف) اور امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی ۴۸۵ھ (۹۱ب) لکھتے ہیں:

"عن ابن عمر أنه كان يأتي الجمار في الأيام الثلاثة بعد يوم

۹۱الف ۔ سُنَن أبی داؤد، کتاب المناسك، باب رمی الجمار، برقم: ۱۹۶۹، ۳۳۹/۲

۹۱ب۔ و السُّنَن الکبری للبیهقی، کتاب الحج، باب استحباب النزول فی الرمی إلخ، برقم: ۹۵۵۸، ۲۱۳/۵

النحر ماشیاً ذاهباً و راجعاً، ویخبر: أن النبی صلی الله علیه وسلم کان یفعل ذلك"

یعنی، ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ یوم نحر (یعنی دس ذوالحجہ) کے بعد تینوں دن (یعنی ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذوالحجہ) میں جمرات پر پیدل آتے اور جاتے اور بتاتے تھے کہ نبی کریم ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے''۔

اس کے تحت ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

قال الطبری: فی الحدیث دلالة علی أن النّبی صلی الله علیه وسلم استکمل الأیام الثلاثة۔" (۹۲)

یعنی، امام طبری نے فرمایا اس حدیث شریف میں اس بات پر دلالت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ذی الحجہ کے بعد کے تین دن منی میں پورے فرمائے۔

اور لکھتے ہیں کہ

به صرّح ابن حزم فی صفة حجة صلی الله علیه وسلم، فقال: أقام بها یوم النحر ولیلة القرّ ویومه، ولیلة النّفر الأول و یومه، ولیلة النّفر الثّانی ویومه، هذه أیام التّشریق وأیام منی (۹۳)

یعنی، اسی کی ابن حزم نے نبی کریم ﷺ کے حج کی صفت کے بیان میں تصریح کی ہے، پس کہا کہ آپ ﷺ یوم نحر (دس ذوالحجہ کے دن)، قر (یعنی گیارہ) کی رات اور اس کا دن اور نفرِ اول (یعنی بارہ) کی رات اور اس کا

۹۲۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار، فصل: اذا فرغ من الرمی، تحت قوله: و رمیها علی الجمرة مکروه، ص ۳۴۵

۹۳۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار، فصل: إذا فرغ من الرمی، تحت قوله: و رمیها علی الجمرة مکروه، ص ۳۴۵

دن اور نفرِ ثانی (یعنی تیرہ) کی رات اور اس کا دن منیٰ میں ٹھہرتے اور یہ ایام تشریق اور ایام منیٰ ہیں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایام منیٰ سرزمین منیٰ میں گزارتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اسی میں ہے کہ حاجی سوائے طوافِ زیارت کے لئے مکہ مکرمہ نہ جائے کہ ایامِ منیٰ میں منیٰ کو نہ چھوڑے اور ایامِ منیٰ میں منیٰ میں نماز ادا کرنا مسجد الحرام میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی حنفی نقل کرتے ہیں:

مِن ثَمّ قال السبکی:صلاة الظهر بمنیٰ یوم النحر أفضل منها بمکة بالمسجد الحرام۔" (٩٤)

یعنی: اسی لئے امام سبکی نے فرمایا: نحر کے روز نماز ظہر منیٰ میں پڑھنا مکہ مکرمہ میں مسجد الحرام میں پڑھنے سے افضل ہے۔''

لہذا حجاج کرام کو چاہئے کہ وہ یہ ایام منیٰ میں ہی گزاریں اور خاص طور پر بعض گروپ آپریٹرز نے حجاج کرام کے حالات کو دیکھتے ہوئے منیٰ میں کھانے کا بندوبست کرنے کی بجائے عزیزیہ وغیرہ میں کھانا مہیا کرنا شروع کر دیا ہے جو حاجی نبی کریم ﷺ کے مبارک طریقے کے تارک ہیں، یہ گروپ آپریٹرز کی جانب سے ان کی ترکِ سنت پر معاونت ہے اور جو حاجی حضور ﷺ کی مبارک سنت پر علم پیرا ہوتے ہیں اُن کو ترکِ سنت پر مجبور کرنا ہے لہذا اُنہیں اِس سے باز آنا چاہیے۔

کوئی گروپ آرگنائزر جسے رسول اللہ ﷺ کی مبارک سنّت کا ذرا برابر بھی لحاظ نہ ہو اور وہ منیٰ میں کھانے کا اہتمام کرنے کی بجائے عزیزیہ وغیرہ میں ہی کھانا مہیا کرنے پر مُصر ہو تو حاجی صاحبان کو چاہئے کہ وہ کھانے کو چھوڑ کر سنّت کی ادائیگی کو ترجیح دیں اور اس بات پر غور کریں کہ نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین عظام اور ہمارے دیگر اسلاف کیسے منیٰ میں قیام کرتے تھے سوائے طوافِ زیارت کے منیٰ کو نہ چھوڑتے تھے جب کہ اس زمانے

٩٤۔ مرقاة المفاتیح، کتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة، برقم: ٦٩٢، ٢/٣٩٥ تا ٣٩٧

میں آجکل پائی جانے والی سہولتیں بھی موجود نہ تھی۔

لہٰذا ایام منیٰ سرزمین منیٰ پر گزارنا نبی کریم ﷺ کی مبارک سنت اور عمل صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ثابت ہے، اس لئے حاجی کو چاہیئے کہ صرف طوافِ زیارت کے لئے مکہ مکرمہ کو جائے اور ایام منیٰ میں منیٰ میں ہی رہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنت کو زندہ رکھنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦هـ، ستمبر ٢٠١٥ م 982-F

رمی

کیا تیرہ تاریخ کو رمی کرنا سنت سے ثابت ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کیا تیرہ کی رمی کی اس حیثیت سے فضیلت ہے کہ یہ سنّت سے ثابت ہے اور رسول ﷺ نے تیرہ کی رمی فرمائی ہے؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: ایامِ رمی کا ذکر قرآن کریم میں ہوا ہے جس سے ان ایام کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ وَ مَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ﴾ (۹۵)

ترجمہ: ان مقررہ دنوں میں اللہ کو خوب یاد کرو جس نے دو دنوں میں جلدی کری اس پر کوئی گناہ نہیں اور جس نے تاخیر کر لی اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔

اس آیت کریمہ کے تحت ملاّ جیون احمد بن ابی سعید جونپوری حنفی متوفی ۱۱۳۰ھ لکھتے ہیں:

فإنما أجرى هذا الكلام على حسب زعم المخاطبين وإلا فالتأخير مستحب بالإتفاق (۹۶)

یعنی، اس کلام کو مخاطبین کے زعم کے مطابق جاری کیا گیا روز (تیرہویں ذوالحجہ تک) تاخیر بالاتفاق مستحب ہے۔

۹۵۔ البقرة:۲۰۳

۹۶۔ تفسيرات أحمدية، ص: ۹۸

اور حضور اکرم ﷺ نے تیرہ ذوالحجہ تک منیٰ میں قیام فرمایا اور تیرہ تاریخ کو زوال کے بعد رمی فرما کر واپس تشریف لائے چنانچہ عماد الدین بوالفداء اسماعیل بن عمر دمشقی شافعی متوفی ۷۷۴ھ نقل کرتے ہیں:

فلما كان يوم النفر الآخر، و هو اليوم الثالث من أيام التشريق ، و كان يوم الثلاثاء ركب رسول الله ﷺ و المسلمون معه، فنفر بهم من منى (۹۷)

یعنی، جب ایام تشریق تیسرا دن آیا اور وہ منگل کا دن تھا۔ رسول ﷺ سوار ہوئے تمام مسلمان بھی ساتھ تھے اور آپ اُن کے ساتھ منیٰ سے روانہ ہوئے۔

اس لئے تیرہ تاریخ کو رمی کے لئے منیٰ میں قیام افضل ہے چنانچہ ملاّ جیون احمد بن ابی سعید جونپوری حنفی متوفی ۱۱۳۰ھ لکھتے ہیں:

والأفضل أن يقيم لأن النبى ﷺ تأخّر حتى رمى الجمار فى اليوم الرّابع (۹۸)

یعنی، افضل یہ ہے کہ ٹھہر جائے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی اقامت کو مؤخّر کیا یہاں تک کہ چوتھے روز جمرات کی رمی فرمائی۔

اور علامہ صالح الحباب حنفی لکھتے ہیں:

والإقامة أفضل إتباعاً لفعله عليه السلام (۹۹)

یعنی، حضور ﷺ کے مبارک فعل کی اتباع میں چوتھے روز ٹھہرنا افضل ہے۔

علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

والأفضل أن يقيم و يرمى فى اليوم الرابع (۱۰۰)

۹۷۔ البداية و النهاية، باب دخول النبى ﷺ اى مكة شرّفها الله عز و جل، فصل:اليوم السادس من ذى الحجة وتسمية باقى الأيام، ۱۶۰/۴

۹۸۔ تفسيرات أحمدية، ص۹۹

۹۹۔ حاشيه صالح الحباب على شرح المنسك باب رمى الجمار و أحكامه ۴۹/ب

۱۰۰۔ لباب المناسك، باب رمى الجمار واحكامه،فصل:ثم اذافرغ من الرمى، ۳۴۳

یعنی، افضل یہ ہے کہ منیٰ میں ٹھہرے اور چوتھے دن کی رمی کرے۔

اور اس کے تحت علامہ ملاّ علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں

أی لفعله ﷺ وقوله تبارك و تعالیٰ: ﴿وَ مَنْ تَاَخَّرَ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ لِمَنِ اتَّقٰی﴾ إشارة إلی أن هذا هو الأولی لمن اتقی المولی (۱۰۱)

یعنی، (ٹھہرے اور چوتھے دن کی رمی کرے) نبی کریم ﷺ کے مبارک فعل اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرمان ''اور رہ جائے تو اس پر گناہ نہیں پرہیزگار کے لئے'' کی وجہ سے، اس آیت میں اشارہ ہے کہ (چوتھے دن رمی کے لئے رُکنا) اس شخص کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔

اور لکھتے ہیں:

وقد روی أبو داودو (سنن أبی داود، کتاب المناسك، باب فی رمی الجمار، برقم:۱۹۶۹، ۲/۳۳۹) البیهقی عن ابن عمر رضی الله عنهما: أنه کان یأتی الجمار فی الأیّام الثلاثة بعد یوم النّحر ماشیاً ذاهباً راجعاً، و یُخبر أن النّبی ﷺ کان یفعلُ ذلك (۱۰۲)

یعنی، امام ابوداؤد اور امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آپ یومِ نحر کے بعد تینوں روز جمرات پر پیدل آتے اور جاتے اور خبر دیتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے اسی طرح کیا۔

اور لکھتے ہیں:

قال الطبری: فی الحدیث دلالة علی أن النبی ﷺ استکمل الأیّام الثلاثة بمنی، و به صرّح ابن حزم فی صفة حجّه ﷺ فقال: أقام

۱۰۱۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار، فصل إذا فرغ من الرمی، ص۳۴۳

۱۰۲۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار و أحکامه، فصل: فی رمی الیوم الرابع، ص۳۴۵

بها یوم النّحر، و لیلة القرِ و یومه، و لیلة النفر الأول و یومه، و لیلة النّفر الثّانی و یومه و هذه أیّام التّشریق و أیّام منی، انتهی (۱۰۳)

یعنی، امام طبری فرماتے ہیں اس حدیث شریف میں اس بات پر دلالت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے (دس ذوالحجہ) کے بعد تین روز منیٰ میں مکمل فرمائے، اور ابن حزم نے نبی کریم ﷺ کے حج کی صفت کے بیان میں اس کی تصریح کی ہے، پس کہا آپ نے یوم نحر، قر کی رات (یعنی گیارہ ذوالحجہ کی رات) اور اس کا دن، نفر اول (یعنی بارہ) کی رات اور اس کا دن اور نفر ثانی (یعنی تیرہ) کی رات اور اُس کا دن منیٰ میں قیام فرمایا، اور یہ ایام تشریق اور ایام منیٰ ہیں۔

اور لکھتے ہیں:

و لذا صرّح أصحابنا و الشافعیة بأن الأفضل أن یقیم لرمی یوم الرّابع، فإنه من باب تکمیل العبادة، و للذین أحسنوا الحسنی و زیادة (۱۰۴)

یعنی، ہمارے اصحاب (احناف) اور شافعیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ افضل یہ ہے کہ منیٰ میں ٹھہرے تاکہ چوتھے روز کی رمی کرے، پس یہ اُن لوگوں کے لئے تکمیل عبادت کے باب سے ہے جو زیادہ نیکی کرتے ہیں۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

ذو الحجة ۱۴۳۶هـ، ستمبر ۲۰۱۵ م 983-F

۱۰۳۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار و أحکامه، فصل: فی رمی الیوم الرابع، ص۳۴۵

۱۰۴۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار وأحکامه، فصل :فی رمی الیوم الرابع، ص۳۴۵

رات میں رمی کرنا کیسا ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ رات میں رمی کرنا مکروہ تنزیہی ہے یا تحریمی ہے؟

(السائل: جمیل غوری)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: بلاعُذر رات میں رمی کرنا اساءت یعنی خلافِ سنت ہے لیکن اس وجہ سے کوئی کفّارہ لازم نہیں ہوگا اور عذر ہونے کی وجہ سے مکروہ بھی نہیں۔

دسویں ذی الحجہ کی رمی کے مکروہ وقت کے بارے میں علامہ رحمت اللہ سندی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و وقت الكراهة مع الجواز: من الغروب إلى طلوع الفجر الثانی من غده،ولو أخّر إلى الليل كره ۔(۱۰۵)

یعنی، وقتِ کراہت مع جواز (دس تاریخ کے) غُروبِ آفتاب سے اگلے دن کی طلوعِ صبح صادق تک ہے اور اگر رات تک مؤخّر کیا تو مکروہ ہے۔

گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ کے مکروہ وقت کے بارے میں علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

والوقت المسنون فی اليومين يمتد من الزوال إلى غروب الشمس،ومن الغروب إلىٰ طلوع الفجر وقت مكروه (۱۰۶)

یعنی، گیارہویں اور بارہویں تاریخ میں رمی کا مسنون وقت زوال کے بعد سے

۱۰۵۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار و أحكامه، تحت قوله: إلى الليل كره، ص۳۳۳

۱۰۶۔ لباب المنسك مع شرح للقاری، باب رمی الجمار و أحكامه، تحت قوله: إلى الليل كره، ص۳۳۹

غروبِ شمس تک ہے اور غروبِ شمس سے طلوعِ فجر تک (بلاعذر) مکروہ ہے۔

اگر رات میں رمی کر لی تو اس پر کوئی کفّارہ لازم نہیں ہوگا لیکن ترکِ سنت کی وجہ سے اساءت کا حکم ہوگا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور مُلّا علی قاری حنفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

(و هذا وقت الجواز مع الإسائة) أی لتركه السنة من غير ضرورة ..... (و لا يلزمه شیء) أی من الكفارة، لكن يلزمه الإسائة لتركه السنة (۱۰۷)

یعنی، اور یہ وقت جواز مع اساءت ہے یعنی ترک سنت کی وجہ سے بغیر ضرورت .....اور اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں ہوگا لیکن ترک سنت ہونے کی وجہ سے اساءت کا حکم ہوگا۔

اور عورتوں اور کمزور افراد کے حق میں رات میں رمی کرنا مکروہ نہیں ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور ملّا علی قاری حنفی یوم نحر کی رمی کے بیان میں لکھتے ہیں:

ولو أخّره إلى الليل كُرِهَ إلّا فی حق النساء و كذا حكم الضُّعَفاء (۱۰۸)

یعنی، اگر رمی کو رات تک مؤخّر کیا تو مکروہ ہے، مگر عورتوں کے حق میں (رات میں رمی مکروہ نہیں) ایسے ہی کمزور افراد کا حکم ہے۔

عورتوں کے حق میں رات میں رمی کرنا افضل ہے چنانچہ ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

إلّا أنَّ رميَها فی اللَّيلِ أفضلُ (۱۰۹)

یعنی، مگر یہ کہ عورت کا رات میں رمی کرنا افضل ہے۔

۱۰۷۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار و أحكامه، تحت قوله: إلى الليل كره، ص۳۳۳

۱۰۸۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب رمی الجمار و أحكامه، مع قوله: و لو أخّر، ص۳۳۲

۱۰۹۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب رمی الجمار، فصل أحكام الرمی إلخ، التاسع، تحت قوله: فيكره تركها ، و الرجل إلخ، ص۳۵۱

اورمخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

مرد و زن در رمی جمار برابراند إلّا أنکه افضل در حق زن آن است که رمی نماید درشب زیارةً للسّتر (۱۱۰)

یعنی، مرد اورعورت رمی جمار میں برابر ہیں مگر یہ کہ عورت کے حق میں پردہ میں زیادتی کے لئے افضل یہ ہے کہ رات میں رمی کرے کہ اس میں زیادہ ستر ہے۔

لہٰذا رات میں بلاعُذر رمی کرنا بھی مکروہ تحریمی نہیں ہے۔ جن فقہاء کرام نے اس پر کراہت کا اطلاق کیا ہے اُن کی اس سے مراد کراہت تنزیہی ہوسکتی ہے نہ کہ تحریمی۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦هـ، ستمبر ٢٠١٥ م 984-F

دس تاریخ کو رمی کرنے والے کی بقیہ دو واجبات میں ترتیب

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص متمتع تھا اُس نے رمی نہیں کی اور حلق کروالیا، ظاہر ہے کہ اس پر رمی سے قبل حلق کروانے کا ایک دم لازم ہوا ہے اس نے رمی کی ہی نہیں، کیا اس پر دوسرا دم بھی ہے، ایک واجب ترک کرنے کا دوسرا ترتیب بدلنے کا، ظاہر ہے کہ ترتیب تو اسی صورت میں بدلتی کہ وہ رمی بعد میں کرتا اور اس نے رمی کی ہی نہیں، تو کیا اس پر ایک دم ہوگا یا دو دم ہوں گے؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی، میٹھادر، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں متمتع اور قارن کے حق میں رمی، قربانی اور حلق کرنا ہیں چونکہ ان میں ترتیب واجب ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

۱۱۰۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب نهم دربیان طواف زیارة، فصل چهارم در بیان وقت رمی جمار، ص۲۱۸

الترتیب بین الحلق و الذبح و الرمی واجب عنده علی القارن و المتمتّع (۱۱۱)

یعنی، قارن اور متمتع پر حلق، ذبح اور رمی کے مابین ترتیب امام اعظم کے نزدیک واجب ہے۔

اس ترتیب کا خلاف کرنے کی صورت میں ترک واجب ہونے کی وجہ سے دم لازم آتا ہے اور رمی خود واجباتِ حج سے ہے اور پھر ہر روز کی رمی الگ واجب ہے کوئی ایک روز کی رمی ترک کرے تو بھی دم ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و إن ترك رمی یومٍ واحدٍ فعلیه دمٌ (۱۱۲)

یعنی، اگر ایک دن کی رمی ترک کی تو اس پر دَم ہے۔

اور دو روز کی رمی ترک کرے تو بھی ایک ہی دم اور تینوں روز کی رمی نہ کرے تو بھی ایک ہی دم ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

و من ترك رَمی الجمارِ فی الأیام کُلِّها فعلیه دمٌ و یکفیه دمٌ واحدٌ۔" (۱۱۳)

یعنی، جس نے تمام دنوں کی رمی چھوڑ دی اُس پر دَم ہے اور اُسے ایک دَم کافی ہے۔

اور اگر کوئی شخص ایک دن کی رمی ترک کرے اور اس پر لازم آنے والا دم دے دے پھر دوسرے روز کی رمی نہ کرے اور اس پر لازم آنے والا دم دے دے اسی طرح تیسرے روز کی رمی ترک کرے تو اُسے پھر دم دینا ہوگا ہاں اگر اس نے پہلے، دوسرے اور تیسرے روز کی

۱۱۱۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل فی الذبح و الحلق، ص۵۰۶

۱۱۲۔ بدایة المبتدی، کتاب الحج، باب الجنایات، فصل: و من طاف طواف القدوم، ۱۔۲/۲۰۱

۱۱۳۔ بدایة المبتدی، کتاب الحج، باب الجنایات، فصل: و من طاف طواف القدوم، ۱۔۲/۲۰۰، ۲۰۱

رمی چھوڑ دی اور کوئی دم نہ دیا تو اُسے ایک ہی دم دینا ہوگا۔

اب چونکہ اُس نے دس تاریخ کی رمی کی ہی نہیں تو اس کے حق میں قربانی اور حلق کے درمیان ترتیب باقی رہی۔ لہٰذا اس پر ایک دم لازم آئے گا، جو دس ذی الحجہ کو جمرۂ عقبہ کی رمی کو چھوڑنے کا دم ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦هـ، ستمبر ٢٠١٥ م 985-F

مزدلفہ

بلاعُذر شرعی وُقوفِ مزدلفہ کا ترک

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ہمارا قافلہ رات ۲:۳۰ پر مزدلفہ سے منیٰ روانہ ہوگیا ہمارے ساتھ عورتیں بھی تھیں، اگر ہم نہیں جاتے تو ہمیں منیٰ میں اپنی جگہ تلاش کرنا مشکل ہو جاتی، کیا یہ عُذر قابل قبول ہوگا اُن سے دم ساقط ہو جائے گا؟

(السائل: اقبال صوفی، مدینہ منورہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: وُقوفِ مزدلفہ حج کے واجبات سے ہے اور اس کا وقت فجر کے بعد سے ہے اور وُقوف چاہے ایک گھڑی کا ہو واجب ادا جائے گا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملاّ علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں

والوقوف بمزدلفة أی و لو ساعة بعد الفجر (١١٤)

یعنی، مزدلفہ کا وقوف واجب ہے اگرچہ فجر کے بعد ایک ساعت کے لئے ہو۔

وُقوفِ مزدلفہ کا ترک اگر کسی عُذر کی بنا پر نہ ہو تو دم لازم آتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

ولو ترك الوقوفَ بالمزدلفةِ بلا عُذرٍ لَزِمه دمٌ (١١٥)

یعنی، اگر مزدلفہ کا وُقوف بلاعُذر ترک کیا تو اس پر دم لازم ہے۔

اور یہی ترک کسی عذر کی بنا پر ہو تو اُس پر کچھ لازم نہیں آتا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی

١١٤۔ لباب المناسك و المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب فرائض الحج إلخ، فصل فی واجبات، ص٩٦، ٩٧

١١٥۔ لباب المناسك، مع شرحه، باب الجنايات، النوع الخامس فی أفعال الحج، فصل فی الجنايات فی الوقوف بالمزدلفة، ص٥٠٥

حنفی لکھتے ہیں:

و أن ترکه بعذر ـــــ فلاشیءٌ علیه۔ ملخصاً (۱۱٦)

یعنی، اگراس کا ترک کسی عُذر کی وجہ سے کیا تو اُس پر کچھ نہیں۔

اب دیکھنا ہے کہ وہ کون سے اعذر ہیں کہ جن کی بنا پر یہ دم ساقط ہوتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور ملاّ علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

بأن کانت به علّة أی مرضٌ مانعٌ مِن وُقوفه بها أو ضُعفٌ أی فی بِنَیتِه أو مِشُیته أو کانت امرأةٌ أی و نحوها من نفوس الرجال تخاف الزحام أی فی طریق منیً، أی فی ضیق أماکنها (۱۱۷)

یعنی، اس طرح کہ اُسے کوئی علّت ہو یعنی مرض ہو جو اُس کے وُقوفِ مزدلفہ کو مانع ہو یا کمزوری ہو اس کی جسامت یا چلنے میں یا عورت ہو یا اس کی مثل کوئی مرد جو بھیڑ سے ڈرتا ہو یعنی منیٰ کے راستے میں جگہ کے تنگ ہونے سے ڈرتا ہو۔

سوال میں مذکور عُذر اُن اعذار میں سے نہیں ہے کہ جس کی بنا پر ترکِ وُقوف مزدلفہ کا دَم ساقط ہو جائے، لہٰذا اس پر دَم لازم ہے اور توبہ بھی لازم ہے۔ کیونکہ ترکِ واجب گُناہ ہے اور گُناہ کی معافی کے لئے توبہ ضروری ہے، چنانچہ شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

ومرتفع نہ نگردد آن اثم بغیر توبۃ (۱۱۸)

یعنی، گناہ بغیر توبہ کے معاف نہ ہوگا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦هـ، سبتمبر ٢٠١٥ م 986-F

۱۱٦۔ لباب المناسك مع شرحه، باب الجنايات، النوع الخامس فی أفعال الحج، فصل فی الجنايات فی الوقوف بالمزدلفة، ص۵۰۵

۱۱۷۔ لباب المناسك مع شرحه المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات، النوع الخامس، فصل: فی الجنايات فی الوقوف إلخ ص۵۰۵ ایضاً

۱۱۸۔ حيات القلوب فی زيارت المحبوب، مقدمة الرسالة، فصل سيوم، ص٤٥

وُقوفِ مزدلفہ

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص طلوعِ فجر سے قبل مزدلفہ چھوڑ کر چلا جائے اور وہ پھر طلوعِ آفتاب سے قبل واپس مزدلفہ آجائے تو کیا اُس سے دم ساقط ہو جائے گا؟

(السائل: اقبال صوفی، مدینہ منورہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: وُقوفِ مزدلفہ واجب ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

الوقوفُ بها واجبٌ (۱۱۹)

یعنی، وقوفِ مزدلفہ واجب ہے۔

اور وُقوف کا وقت صبح صادق سے طلوعِ آفتاب تک ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

أول وقته طلوع الفجر الثانی من یوم النحر و آخره طلوع الشمس (۱۲۰)

یعنی، اس کا اوّل وقت یوم نحر کے طلوعِ صبح صادق سے ہے اور آخری وقت اس روز کے طلوعِ آفتاب تک ہے۔

اور اگر اسے بلاعُذر ترک کرتا ہے تو دَم لازم آتا ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

ولو ترك الوقوف بها فدفع ليلاً فعليه دمٌ (۱۲۱)

۱۱۹۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب أحكام المزدلفة، فصل: فی الوقوف بها، ص۳۱۰

۱۲۰۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب أحكام المزدلفة، فصل: فی الوقوف بها، ص۳۱۰

۱۲۱۔ لباب المناسك، باب أحكام المزدلفة مع ترجمه، ص۳۱۰

یعنی، اگر (بلاعُذر شرعی) مزدلفہ کے وُقوف کو ترک کر دیا اور رات کو چلا گیا تو اس پر دَم لازم ہے۔

اِس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أی محتم لترکه الواجب (۱۲۲)

یعنی، اس پر واجب ترک کرنے کی وجہ سے دَم لازم ہے۔

امام شمس الدین محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ لکھتے ہیں:

و إن کان لغیر عُذرٍ فعلیه دمٌ لترکه واجباً من واجبات الحجِّ (۱۲۳)

یعنی، اگر بلاعُذر رہو تو اُس پر واجبات حج میں سے ایک واجب کو چھوڑنے کی سبب دَم لازم ہے۔

اور اگر وُقوف کے وقت یعنی نحر سے قبل مزدلفہ سے نکل گیا اور طلوعِ آفتاب سے قبل لوٹ آیا تو اُس پر لازم آنے والا دَم ساقط ہو جائے گا جیسے کوئی شخص یوم عرفہ کو غُروبِ آفتاب سے قبل عرفات سے نکل گیا اور ابھی غُروب نہیں ہوا تھا تو واپس لوٹ آیا تو اُس پر لازم آنے والا دَم بھی ساقط ہو جاتا ہے، چنانچہ علام رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و إن عاد قبله فدفع بعد الغروب سقط علی الصحیح (۱۲٤)

یعنی، اگر غروب سے قبل لوٹ آیا پھر غروب کے بعد نکلا تو صحیح قول کے مطابق (لازم آنے والا دَم) ساقط ہو جائے گا۔

اور اس قول کی صحت کی تصریح ''صاحب فتح القدیر'' نے کی ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

۱۲۲۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب أحكام المزدلفه، تحت قوله: ليلا فعليه دمٌ، ص ۳۱۰

۱۲۳۔ المبسوط للسرخسی، كتاب المناسك، باب الخروج إلى منى ۲/٤/۵۷

۱۲٤۔ لباب المناسك مع شرح للقاری، باب الوقوف بعرفة و أحكامه العرفة، فصل: فی الدفع قبل الغروب، ص۲۹۷

أی علی القول الصحییح کما فی "الفتح" (۱۲۵)

یعنی، صحیح قول کے مطابق جیسا کہ ''فتح القدیر'' ہے۔

اور اگر طلوع آفتاب کے بعد مزدلفہ کو لوٹا تو لازم ہونے والا دَم ساقط نہ ہوتا جیسا کہ عرفات میں غُروب آفتاب کے بعد لوٹنے سے دَم ساقط نہیں ہوتا چنانچہ ملّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و إن جاوزه قبله فعلیه دم فإن لم یَعُد أصلاً أو عاد بعد الغروب لم یسقط الدم (۱۲٦)

یعنی، اور غروب سے قبل عرفات سے نکل گیا تو اُس پر دَم لازم ہے پھر اگر اَصلاً نہ لوٹا یا غروب کے بعد لوٹا تو دَم ساقط نہ ہوگا۔

یاد رہے اگر جان بوجھ کر اس طرح کا فعل کیا تو ایسے شخص پر توبہ لازم ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

ذو الحجة ۱٤۳٦هـ، ستمبر ۲۰۱۵ م 987-F

۱۲۵۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب العرفة، فصل فی الدفع قبل الغروب، ص: ۲۹۷

۱۲٦۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب العرفة، فصل فی الدفع قبل الغروب، ص۲۹۷

قربانی

مسافر حاجی پر قربانی کے وُجوب کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ مناسک حج کی کتاب میں قربانی کے بارے میں ہے:

فلا تجبُ على المسافرين و لا على الحاجّ إذا كان مُحرماً و إن كان من أهلِ مكة اهـ (۱۲۷)

یعنی، عیدالاضحیٰ کی قربانی نہ مسافروں پر واجب ہے اور نہ حاجی پر جب کہ مُحرم ہو اگرچہ اہلِ مکہ میں سے ہو۔

مندرجہ بالا عبارت میں ''نہ مسافر پر اور نہ حاجی'' پر ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسافر کا ذِکر فرمایا اور خاص طور پر حاجی کو علیحدہ ذِکر فرمایا اور جہاں مقیم پر قربانی کا ذِکر ہے، وہاں ہر مقام پر اہلِ مکہ کا ذِکر ہے جس سے حاجی کا استثناء معلوم ہوتا ہے۔

دوسرے اسی عبارت میں نمازِ عید کی رُخصت کا ذِکر ہے کہ فرمایا:

كما سقَطَ عنهم صلاةُ العِيد إجماعاً

یعنی، جیسا کہ اُن پر سے بالاجماع عید کی نماز ساقط ہے۔

اور پھر حاشیہ ''ارشاد الساری'' میں ہے:

و الأضحية إنما تجب ..... إذا كان محرماً من أهل مكة،

اس سے بھی ظاہر ہے کہ حاجی مقیم ہو یا مسافر اُس پر قربانی واجب نہیں ہے۔

(السائل: محمد اقبال ضیائی، مدینہ منورہ)

۱۲۷۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب فی جزاء الجنايات و كفّاراتها، فصل فی أحكام الدّماء و شرائط جوازها، شرط الخامس عشر، ص۵۵۸، ۵۵۹

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: فقہاء کرام کی عبارت ''فلا تجبُ على المسافرين و لا على الحاجّ إذا كان محرماً'' میں حاجی سے مراد مسافر حاجی ہیں جیسا کہ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ لکھتے ہیں:

و أراد بالحاجّ المسافرين ـ ملخصاً (۱۲۸)

یعنی، انہوں نے حجاج سے مراد مسافر لئے ہیں۔

اسی طرح علامہ علاؤالدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ (۱۲۹الف) اور اُن سے علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ (۱۲۹ب) اور علامہ سید محمد ابوالسعود حنفی لکھتے ہیں:

و أراد بالحاجّ المسافر

یعنی، امام محمد نے حاجی سے مراد مسافر کو لیا ہے۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے صراحت کردی کہ

فلا تجبُ على حاجّ مسافرٍ (۱۳۰)

یعنی، پس قربانی حاجی مسافر پر واجب نہیں۔

لہٰذا حاجی اگر مسافر ہوگا تو اُس پر قربانی واجب نہیں ہوگی اور اگر مقیم ہوگا تو وُجوب کی دیگر شرائط کے پائے جانے کی صورت میں اس پر قربانی واجب ہوگی، چنانچہ سید ثابت ابو المعالی حنفی اور علامہ محمد حسن شاہ حنفی لکھتے ہیں:

و أمّا الأضحية: فإن كان مسافراً فلا تجب عليه، إلّا كالمكی فتجبُ كما فی "البحر" (۱۳۱)

۱۲۸۔ المبسوط للسرخسی، كتاب الذبائح، باب الأضحية، ۱۷/۱۲/۶

۱۲۹الف۔ بدائع الصنائع، كتاب التضحية، فصل فی شرائط الوجوب، ۲۸۲/۶

۱۲۹ب۔ غنية ذوی الأحكام فی بغية درر الحكام، كتاب الأضحية، تحت قوله: و شرائطها الإسلام و الإقامة، ۲۶۵/۱

فتح المعين على شرح الكنز لملّا مسكين، كتاب الأضحية، تحت قوله: مقيم، ص۲۷۷

۱۳۰۔ الدر المختار، كتاب الأضحية، تحت قوله: فی العقبی، ص۶۴۵

۱۳۱۔ فتح الرحمانی فی فتاوی السيد ثابت أبی المعالی، كتاب الحن، ۲۲۶/۱۔ غنية الناسك، باب كيفية أداء التمتع المسنون، ص۱۱۴

یعنی، مگر قربانی پس اگر مسافر ہے تو اس پر واجب نہیں ورنہ (یعنی حاجی اگر مسافر نہیں ہے بلکہ مقیم ہے تو وہ وُجوبِ قربانی میں) مکی کی مثل ہے جیسا کہ ''بحرالرائق'' میں ہے۔

دوسرا یہ کہ سوال میں نمازِ عید کے بارے میں پیش کردہ عبارت "فیسقط عنهم دم الأضحية تخفيفاً عليهم كما سقطت عنهم صلاة العيد إجماعا" ہے۔

اس عبارت سے قبل یہ ہے کہ

و لعل وجهه أنّه يجبُ على الحاجّ دم قرانٍ أو متعةٍ، و يستحب لهم دم إفراد (١٣٢)

جس کا معنی ہے کہ (حاجی پر قربانی واجب نہیں جب کہ وہ مُحرم ہو اگرچہ اہلِ مکہ میں سے ہو) شاید اس کی وجہ سے کہ حاجی پر دمِ قران یا دمِ تمتع واجب ہے اور اُن کے لئے دمِ افراد مستحب ہے۔

اس میں ملّا علی قاری حنفی نے شاید سے جواب دیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ انہیں خود اس پر جزم نہ تھا۔

پھر حاشیہ کے حوالے سے جو عبارت ہے کہ "إنما تجبُ ..... إذا كان محرماً من أهل مكة" مناسك ''مُلّا علی قاری'' میں اسی صفحہ پر ہے:

قال الحدادی: و أما أهل مكة فتجب عليهم و إن كان حجّوا كذا فی الكرخی (١٣٣)

یعنی، حدادی نے فرمایا مگر اہل مکہ تو اُن پر قربانی واجب ہے اگرچہ وہ (اس سال) حج کریں، اسی طرح ''کرخی'' میں ہے۔

١٣٢۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات و كفاراتها، فصل فی أحكام الدماء و شرائط جوازها، شرط الخامس عشر، تحت قوله: يتصدّق بها، ص٥٥٩

١٣٣۔ إرشاد الساری إلی مناسك الملّا علی القاری ، باب الجنايات و كفاراتها، فصل فی أحكام الدعاء و شرائط جوازها، شرط الخامس عشر، تحت قوله: يتصدّق بها، ص٥٥٩

اور سوال میں ذکر کردہ حاشیہ کی عبارت کے بعد والے حاشیے میں ہے:

(فقد قال الحدادی): يؤيّده قول الأتقانی فی "غاية البيان": قال القدوری فی "شرح مختصر الكرخی": قال فی "الأصل": و لا تجب الأضحية على الحاج المسافر، فأما أهل مكة فتجب عليهم و إن حَجّوا كذا ذكره فی "شرحه" (١٣٤)

یعنی، شارح ''ہدایہ'' علامہ اتقانی کا ''غایۃ البیان'' میں قول اس کی تائید کرتا ہے، فرماتے ہیں امام قدوری نے ''شرح مختصر کرخی'' میں فرمایا کہ ''الأصل'' (یعنی مبسوط) میں فرمایا حاجی مسافر پر قربانی واجب نہیں، مگر اہلِ مکہ تو اُن پر قربانی واجب ہے اگرچہ وہ حج کریں، اسی طرح اس کی ''شرح'' میں ذِکر کیا۔

اور امام اعظم امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مذہب کو نقل کرنے والے آپ کے جلیل القدر شاگرد امام محمد بن حسن شیبانی ہیں انہوں نے امام اعظم کے مذہب کو نقل کرتے ہوئے لکھا کہ حاجی پر قربانی واجب نہیں اور اُن کی حاجی سے کیا مراد ہے؟ اس کے لئے شمس الائمہ سرخسی متوفی ۴۹۰ھ کی تشریح اور اس پر علامہ علاؤ الدین کاسانی متوفی ۵۸۷ھ کی تائید اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ اور علامہ محمد ابوالسعود حنفی کی نقل اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ کا فیصلہ اور ''فتح الرحمانی'' اور ''غنیۃ الناسک'' میں اس کی نقل اس بات کی بہت بڑی شہادت ہے کہ امام محمد علیہ الرحمہ کی حاجی سے مراد مسافر حاجی ہے ورنہ وہ مکی کی مثل ہے۔

اور امام ابوالحسین قدوری متوفی ۴۲۸ھ کا امام محمد کی ''الأصل'' سے عبارت اس طرح نقل فرمانا کہ قربانی مسافر پر واجب نہیں اور اسے شارح ''ہدایہ'' علامہ اتقانی کا ''غایۃ البیان'' میں نقل کرنا اس کی بیّن دلیل ہے کہ امام محمد کی حاجی سے مراد مسافر حاجی ہے۔

اس باب میں فقہاء کرام کی عبارات کا اختلاف امام محمد علیہ الرحمہ کی عبارت کو سمجھنے میں

١٣٤۔ إرشاد الساری إلی مناسك الملّا علی القاری ، باب الجنايات و كفاراتها، فصل فی أحكام الدماء و شرائط جوازها، شرط الخامس عشر، تحت قوله: يتصدّق بها، ص٥٥٩

اختلاف کا نتیجہ ہے اور اس اختلاف کا حل یہی ہے کہ امام محمد علیہ الرحمہ کی عبارت کے حل کرنے میں معتمد فقہاء اور مستند کُتُب پر بھروسہ کیا جائے، اعتماد میں شمس الائمہ سرخسی اور امام قدوری اور علامہ کاسانی سے بڑھ کر کون ہے اور ''مبسوط سرخسی''، ''بدائع الصنائع''، ''غایۃ البیان'' اور ''درمختار'' یقیناً متداول اور قابلِ اعتماد کُتُب میں سے ہیں۔ اس حقیر نے اس باب میں ذوالقعدہ ۱۴۲۸ھ کو لکھے جانے والے ایک فتوی میں عبارت کے اختلاف کو بیان کیا تھا اس میں ثابت کیا تھا کہ قربانی کے وُجوب اور عدم وُجوب کا مدار اقامت اور سفر پر ہے۔

اسی لئے خاتمۃ المحققین امام اہلسنّت امام احمد رضا حنفی نے عیدالاضحیٰ کی قربانی کے بارے میں لکھا کہ ''وہ تو مسافر پر اصلاً نہیں مقیم مالدار پر واجب ہے اگرچہ حج میں ہے۔(۱۳۵)

امام اہلسنّت کی مندرجہ بالا عبارت اس میں صریح ہے کہ حاجی اگر مسافر ہو تو اس پر عید الاضحی کی قربانی واجب نہیں اور اگر مقیم ہو تو واجب ہے، پھر آپ کے یہ کلمات کہ اگرچہ حج کرے جس کا مطلب قربانی کا تعلّق حاجی یا غیر حاجی کے ساتھ نہیں بلکہ اس کا تعلق دیگر شرائط کے پائے جانے کے بعد مسافر اور غیر مسافر کے ساتھ ہے، آپ نے اعتبار حج وغیر حج، احرام وغیر احرام کا نہیں کیا، صرف اور صرف سفر اور اقامت کا کیا ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦ھ، ستمبر ٢٠١٥ م 988-F

مقیم حاجی فقیر شرعی ہونے کی وجہ سے عیدالاضحیٰ کی قربانی کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے میں کہ مقیم شخص حج پر گیا اور اس کا مال کراچی میں موجود ہے جہاں خود ہے وہاں پر قربانی کے نصاب تک کا مال نہیں اور نہ ضرورت کے علاوہ اتنا سامان ہے کہ جو بیچ کر قربانی کرسکیں مگر کراچی میں نصاب سے زیادہ مال موجود ہے تو ایسے شخص پر قربانی واجب ہوگی یا نہیں؟

(السائل: محمد شہزاد، کھارادر کراچی)

۱۳۵۔ انوار البشارہ، .....

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ایسے شخص پر قربانی واجب نہیں ہوگی کیونکہ قربانی کا وقت مخصوص ہے لہذا جس کے پاس اُس وقت میں نصاب کی مقدار مال نہ ہو اور نہ ضرورت سے زیادہ مال ہو تو ایسے شخص پر قربانی واجب نہ ہوگی اگرچہ اپنے وطن میں کثیر مال موجود ہو۔

علامہ نظام الدین حنفی متوفی: ۱۱۶۱ھ اور علمائے ھند کی ایک جماعت لکھتے ہیں:

"ولو كان عليه دين بحيث لو صرف فيه نقص نصابه لاتجب وكذا لو كان له مال غائب لايصل إليه فى أيامه۔" (۱۳۶)

یعنی: اگر اس شخص پر دین ہے کہ اگر اس کے مال کو اس دین کی ادائیگی میں صرف کرے تو نصاب باقی نہیں رہتا تو ایسے شخص پر قربانی واجب نہیں اسی طرح اگر اس کا مال یہاں موجود نہیں ہے اور ایامِ قربانی میں اسے مال وصول نہیں ہوگا تو اُس پر بھی قربانی واجب نہیں ہے۔

قربانی کے واجب نہ ہونے کے متعلق امام علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

"وكذا لو كان له مال غائب لايصل إليه فى أيام النحر لأنه فقير وقت غيبة المال حتى تحل له الصدقة بخلاف الزكاة فانها تجب عليه لأن جميع العمر وقت الزكاة وهذه قربة موقتة فيعتبر الغنى فى وقتها۔" (۱۳۷)

یعنی: اگر اس کا مال یہاں موجود نہیں ہے اور ایامِ قربانی میں اس کے پاس مال وصول نہیں ہوگا تو اس پر بھی قربانی واجب نہیں ہے۔ کیونکہ مال یہاں موجود نہ ہونے کی وجہ سے فقیر ہے یہاں تک کہ اس کے لیے صدقہ واجبہ لینا حلال ہے بخلاف زکوۃ کی ادائیگی کہ اس پر واجب ہے کیونکہ زکوۃ کا وقت عمر بھر ہے اور

۱۳۶۔ الفتاوی الهندية، كتاب الأضحية، الباب الاوّل فى تفسيرها۔۔۔إلخ، ۲۹۲/۵

۱۳۷۔ بدائع الصنائع، كتاب التضحية، فصل: وأما شرائط الوجوب، ۹۶/۵

یہ قربانی قربتِ مؤقت ہے تو اسی وقت میں غنی ہونے کا اعتبار کیا جائے گا۔

امام برہان الدین محمود بن صدر الشریعۃ حنفی متوفی: ۵۵۱ھ لکھتے ہیں:

وأما ابن السبيل:فهو المنقطع عن ماله،ويجوزالدفع إليه،وإن كان له مال كثير في وطنه،لأنه غني باعتبار ملك الرقبة فقير باعتبار اليد،فلغيناه وأوجبنا عليه الزكاة،ولفقره أبحناه له الصدقة۔" (۱۳۸)

یعنی: ''اور ابنِ سبیل سے مراد یہ ہے کہ جو اپنے مال سے منقطع ہو تو ایسے کو زکوۃ دینا جائز ہے اگر چہ اس کا مال اس کے وطن میں کثیر ہو کیونکہ رقبہ کی ملک کے اعتبار سے غنی ہے اور فی الحال فقیر ہے، ہم نے اس پر غنی ہونے کے اعتبار سے اس پر زکوۃ واجب قرار دی ہے اور فقیر ہونے کی وجہ سے اس کے لیے صدقہ (واجبہ) لینا مباح قرار دیا ہے۔

صدر الشریعہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ حنفی متوفی: ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

''اور اگر اس کا مال یہاں موجود نہیں ہے اور ایامِ قربانی گزرنے کے بعد وہ مال اوسے وصول ہوگا تو قربانی واجب نہیں۔'' (۱۳۹)

لہذا وہ حاجی کہ جو اپنے وطن میں مالدار ہو اور سفرِ حج میں فقیر ہو جائے اور وہ ایامِ قربانی میں مقیم بھی ہو تو اُس پر عید الاضحیٰ کی قربانی واجب نہیں ہوگی۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦هـ، ستمبر ٢٠١٥ م F-989

مسافر حاجی پر ابن السبیل کا اطلاق

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ جس مسافر کا کسی مصیبت کی وجہ سے مال ضائع ہو گیا ہو تو کیا اس پر ابن السبیل کے احکام نافذ ہو

۱۳۸۔ المحیط البرهانی، کتاب الزکاة، الفصل الثامن: من یوضع فیه الزکاة، ۲۱۱/۳

۱۳۹۔ بہار شریعت، اضحیہ یعنی قربانی کا بیان، مسئلہ نمبر: ۸، ۳۳۳/۳

سکیں گے؟

(السائل: محمد اقبال ضیائی، مدینہ منورہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: جس مسافر کے پاس سفر میں مال نہ ہو اسے ابنِ سبیل کہتے ہیں جیسا کہ ''التعریفات الفقہیۃ'' میں ہے:

ابن السبيل: هو المسافر البعيد عن منزله له مال ما معه۔ (١٤٠)

یعنی، ابن السبیل وہ مسافر ہے جو اپنے گھر سے دُور ہو مالدار ہو اس کے پاس مال نہ ہو۔

اور امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

أمّا قوله: ابن السبيل: فهم الغائبون عن أموالهم الذين لا يَصِلُون إليها لبُعد المسافة بينهم و بينها حتى تلحقهم الحاجة إلى الصدقة، فالصدقة لهم حينئذ مباحة، و هم في حكم الفقراء الذين لا أموال لهم في جميع ما ذكرنا حتى يَصِلوا إلى أموالهم (١٤١)

یعنی، مگر اللہ تعالیٰ کا فرمان ''ابن السبیل'': پس وہ اپنے اموال سے غائب ہیں جو اُن کے اور اُن کے اموال کے مابین مسافت کی دُوری کی وجہ سے (اموال تک) نہیں پہنچ سکتے یہاں تک کہ انہیں صدقے کی حاجت لاحق ہو جائے، تو اُس وقت ان کے لئے صدقہ (لینا) مباح ہے اور اُن تمام اُمور میں جن کا ہم نے ذکر کیا، یہ اُن فقراء کے حکم میں ہیں کہ جن کے پاس اموال نہ ہو یہاں تک کہ اپنے اموال تک پہنچیں۔

لہٰذا ابن السبیل کا اطلاق اسی مسافر پر ہوگا جو سفر میں محتاج ہو جائے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦هـ، ستمبر ٢٠١٥ م F-990

۱۴۰۔ قواعد الفقه الحنفیه، التعریفات الفقهیة، ص۱۵۷

۱۴۱۔ أحكام القرآن، كتاب الزكاة، تأويل قوله تعالى: إنّما الصدقات للفقراء الآية، ۳۷۱/۱

عذر

حادثۂ منیٰ میں فوت ہونے والوں کو محصر قرار دینا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ جو لوگ حادثۂ منیٰ میں فوت ہوگئے اور انہوں نے طوافِ زیارت اور باقی مناسک ادا نہیں کئے، کیا اُن کو محصر کہا جائے گا؟

(السائل: از انڈیا)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ اُن کو محصر کس اعتبار سے کہا جاسکتا ہے جبکہ حج میں مُحصَر تو وہ ہے جو حج کے احرام کے بعد دشمن یا بیماری کی وجہ سے وقوفِ عرفہ اور طوافِ زیارت سے روک دیا گیا ہو۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

هو المنع عن الوقوف و الطواف بعد الإحرام فی الحج الفرض و النفل۔" (۱٤۲)

یعنی: ''اِحصار نفل اور فرض حج میں احرام باندھنے کے بعد وقوف عرفہ اور طوافِ زیارت سے رُکنا ہے۔

اور ہم احناف کے نزدیک احصار ہر روکنے والے سے متحقّق ہوجاتا ہے جن کی تعداد فقہائے کرام علیہم الرحمۃ نے بارہ لکھی ہے جیسا کہ علامہ رحمت اللہ سندھی کی ''لباب المناسک'' اور اس مُلّا علی قاری کی ''شرح'' میں ہے۔(۱٤۳)

''ان بارہ میں موت کا تذکرہ نہیں ہے جس سے ظاہر ہے کہ موت مُحصِر نہیں ہے اور پھر

۱٤۲۔ لباب المناسك،باب الإحصار، ۵۷۹، ۵۸۰

۱٤۳۔المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط،باب الإحصار، ۵۸۱ تا۵۸۵

اِن بارہ وُجوہ میں سے کوئی وجہ اگر وقوف عرفہ کے بعد پائی جائے تو بقیہ افعال حج سے روکا جانے والا شخص محصر نہیں کہلاتا۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی ۹۹۳ لکھتے ہیں:

لووقف بعرفة ثم عرض له مانع لایکون محصراً۔ (۱٤٤)

یعنی: اگر وقوفِ عرفہ کرلیا پھر اُسے کوئی مانع پیش آیا تو وہ محصر نہ ہوگا۔

لہذا وقوفِ عرفہ کے بعد حادثۂ منیٰ میں فوت ہونے والوں کو کسی طرح بھی مُحصَر قرار نہیں دیا جاسکتا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ۱٤۳٦ھ، ستمبر ۲۰۱۵ م 991-F

دمِ احصار ادا کئے بغیر ممنوعات کا ارتکاب

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص پاکستان سے مدینہ منورہ آیا وہاں سے اُس نے عمرہ کا احرام باندھا اور وہ محصَر ہوگیا کیونکہ اُس کے پاس وزٹ ویزہ تھا اس لئے حکومت کی طرف سے روک دیا گیا تو اس نے مدینہ شریف واپس آکر حلق کروادیا۔ اور دیگر ممنوعات احرام کا ارتکاب بھی کرلیا جیسے بیوی سے مباشرت وغیرہ اور قربانی سے قبل اُس نے حلق کروایا کیا اُس پر ایک دم ہوگا یا دو؟

(السائل: محمد اقبال صوفی، مدینہ منورہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اِحصار جس طرح حج سے ہوتا ہے اِسی طرح عمرہ سے بھی ہوسکتا ہے چنانچہ قاضی، مفتی مکہ ابو البقاء محمد بن الضیاء حنفی مکی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

الإحصار کما یکون عن الحج یکون عن العمرة (۱٤۵)

یعنی: اِحصار جیسا کہ حج سے ہوتا ہے عمرہ سے بھی ہوتا ہے۔

۱٤٤۔ لباب المناسك:باب الإحصار، ص: ۵۸٦

۱٤۵۔ البحر العمیق، الباب الخامس عشر فی الاحصار، ۲۰۸۷/٤

ہم احناف کے یہاں اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے چنانچہ مفتی وقاضی مکہ ابن الضیاء حنفی لکھتے ہیں: لنا: قوله تعالیٰ:

﴿فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ﴾ (١٤٦) أی فإن أحصرتم عن إتمام الحج و العمرة، وأردتم أن تحلّوا فعليكم ما تيسّر من الهدی (١٤٧)

یعنی، ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''پھر اگر تم روکے جاؤ تو قربانی بھیجو جو میسر آئے''، یعنی اگر تم حج اور عمرہ پورا کرنے سے روکے جاؤ اور تمھارا حلال ہونے کا ارادہ ہے، تو تم پر لازم ہے قربانی جو تمہیں میسر آئے۔

پھر اِحصار ہر اُس سے ہوتا ہے جو حج وعمرہ سے روک دے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ اور قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و يتحقّق بكلّ حابسٍ يحبسه (١٤٨)

یعنی، اور اِحصار ہر مانع سے ثابت ہوتا ہے جو اُسے روک دے۔

اور اِحصار بارہ طرح سے ہوسکتا ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و جملتها إثنا عشر وجهاً (١٤٩)

یعنی، اور وہ بارہ وُجوہ ہیں۔

اور اُن میں سے ایک قید ہے اور حکومت کی طرف سے روکا جانا بھی اس میں داخل ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

الثالث: الحبس أی فی السِجّن و نحوه من منع السلطان و لو

١٤٦۔ البقرة ١٩٦/٢

١٤٧۔ البحر العميق، الباب الخامس عشر فی الاحصار، ٢٠٨٩/٤

١٤٨۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الأحصار، ص ٥٨١

١٤٩۔ المسلك التقسط فی المنسك المتوسط، باب الإحصار، تحت قوله: وهو علی وجوه، ص ٥٨١

بنهيه بعد ماتلبَّس بإحرامه (١٥٠)

یعنی، اور اِحصار کی تیسری وجہ قید ہے اور اس کی مثل بادشاہ کی طرف سے ممانعت ہے اگرچہ اُس کے احرام باندھ لینے کے بعد ہو۔

جب یہ بات صاف ہوگئی کہ یہ احصار تھا اب سوال یہ ہے کہ مذکور شخص نے حالت اِحصار میں احرام سے نکلنے کے شرعی طریقے چھوڑ کر غیر شرعی طریقے کو اپنایا ہے لہذا اب اس کا حل کیا ہے؟

اس کا حل یہ ہے کہ اُس پر اِحصار کا ایک دم تو یقینی ہو چکا، باقی رہی دوسری بات کہ اُس نے دم کے حرم میں ذبح ہونے سے قبل جن ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کیا اُس کا حکم کیا ہوگا تو اُس کا حکم یہ ہے کہ اُس نے جتنے جرم کئے اتنے کفّارے اُس پر لازم ہوں گے اور قضاء بھی، کیونکہ وہ دمِ حصر کے حرم میں ذبح ہونے تک احرام میں ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

من أفسد حجّه بالجماع إذا أحصرفهو كالذی لم يفسده و عليه دم الإفساد و دم للحصر و القضاء (١٥١)

یعنی، جس نے اپنا حج جماع کے ذریعے فاسد کرلیا جب وہ محصور تھا (وہ) اُس شخص کی مثل ہے جس نے حج کو فاسد نہیں کیا اور اس پر حج فاسد کرنے کا دم اور حصر کا دم ہے اور قضاء لازم ہے۔ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أی: فی وجوب إتيان باقی الواجبات واجتناب سائر المحظورات (١٥٢)

یعنی، باقی واجبات کی ادائیگی اور تمام ممنوعات سے اجتناب کے واجب ہونے میں۔

١٥٠۔ المسلك الملتقسط فی المنسك المتوسط، باب الإحصار مع قوله: الثالث: الحبس، ص ٥٨١

١٥١۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، ص: ٥٨٧

١٥٢۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب احصار، تحت قوله: ومن افسد حجه إلخ، ص ٥٨٧

ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب میں یہ شخص ایسے ہی ہے جیسے کسی مُحصَر نے جانور حرم بھیجا تا کہ ذبح کے بعد وہ احرام کھول سکے اور اُس کی طرف سے جانور ذبح ہونے کا جو دن اور وقت تھا اُس نے اُس پر احرام کھول دیا اور ممنوعات احرام اب چونکہ اُس کے حق میں ممنوعات نہ رہے تھے اس لئے اس سے وہ اُمور بھی سرزد ہوئے جو احرام میں ممنوع ہیں بعد میں معلوم ہوا کہ اُس کا جانور ذبح نہیں ہوا تو وہ بدستور حالت احرام میں قرار دیا جائے گا اور اور اُس پر ممنوعاتِ احرام سے احتراز لازم ہوگا اور حرم کی سرزمین پر اُس کے دم کے جانور کے ذبح ہونے سے قبل اُس سے جو جرم سرزد ہوئے اُن کفّارے اُس پر لازم ہوں گے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

وصرّحوا بأنه لو ظنّ أن الهدى قد ذبح يوم المُواعَدَة ففعل من محظورات الإحرام شيئاً ثم تبيّن عدم الذبح فيه كان عليه موجَب الجناية: حتى لو حلق يجب عليه الفدية (١٥٣)

یعنی، فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ مُحصَر نے اگر یہ گمان کیا کہ اُس کا جانور وعدے کے روز ذبح ہو گیا ہے اور اُس نے ممنوعاتِ احرام میں سے کچھ کیا پھر اس روز ذبح نہ ہونا ظاہر ہوا تو اُس پر مُوجَب جنابت لازم ہے یہاں تک کہ اگر حلق کیا تو اُس پر فدیہ لازم ہے۔

اب اس شخص نے ممنوعات احرام کا ارتکاب اگر اس گمان سے کیا کہ وہ اس طرح احرام سے نکل جائے گا تو اس پر ممنوعات کے ارتکاب پر ایک ہی دم لازم آئے گا جیسا کہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ کی کتاب ''حیات القلوب فی زیارت المحبوب'' میں مذکور ہے اور اگر وہ جانتا تھا کہ اس طرح وہ احرام سے نہیں نکلے گا حالتِ احرام میں ہمبستری کرنے پر ایک دم لازم آیا اس کے علاوہ اگر اور ممنوعات کا مرتکب ہوا ہوگا اُن کے کفّارے

١٥٣ ـ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الاحصار، فصل: فی بعث الهدى تحت قوله: ثم أنه لا يحلّ .....إلخ، ص٥٨٨

بھی لازم ہوں گے اور دم اِحصار ان کے علاوہ ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦هـ، ستمبر ٢٠١٥ م 992-F

تاخیر طوافِ زیارت اور حادثہ منیٰ

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ابھی حالیہ منیٰ میں حادثہ کی وجہ سے ہزاروں سے زائد افراد شہید ہوئے اور بیشمار افراد وہ ہیں جو بڑی بڑی تکلیفوں سے دوچار ہوئے کسی کے تو اعضاء ہی بے کار ہو گئے الغرض ایسی حالت کو پہنچ چکے ہیں کہ وہ ایام رمی میں رمی کرنے اور ایام نحر میں طوافِ زیارت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اب جب وہ رمی کے ترک اور روبصحت ہوں گے تو طوافِ زیارت میں تاخیر کرنے سے ان پر دم لازم ہوں گے یا نہیں؟

(السائل: جمیل غوری، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں جو شخص وقوفِ عرفہ کے بعد حج کے باقی افعال ادا نہ کرے تو اس پر متعدّد دم لازم آتے ہیں اور اُن کا حج طوافِ زیارت ادا کرنے سے مکمل ہو جاتا ہے اور دم کتنے لازم آتے ہیں اس کے بارے میں علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

"فإن منع حتى مضت أيام النحر فعليه أربعة دماءٍ۔" (١٥٤)

یعنی: حاجی اگر (بقیہ افعال حج کی ادائیگی سے) روک دیا گیا یہاں تک کہ ایام نحر گزر گئے تو اُس پر چار دم لازم ہوں گے۔

ایک وُقوفِ مزدلفہ کے ترک، دوسرا ترکِ رمی کا، تیسرا طوافِ زیارت کی تاخیر کا، چوتھا تاخیرِ حلق کا، اور اگر حِل میں حلق کروائے تو اُس کا پانچواں دم اور اگر متمتع یا قارن ہے تو ترک ترتیب کی وجہ سے چھٹا دم بھی لازم ہوگا۔

١٥٤ ـ لباب المناسك، باب الإحصار ٥٨٦

ترکِ وُقوفِ مزدلفہ: اس کا دم صرف اس شخص پر لازم آتا ہے جو بلا عُذر اس وُقوف کو ترک کرے اور اگر کسی معقول عُذر کی بناء پر یہ وُقوف ترک ہوگیا جیسا کہ مذکورہ بالا مسئلے میں ہے تو ترک کا دم لازم نہ ہوگا چنانچہ ملا علی قاری ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

وأنَّ ترکه بعذر لایوجب الدم لوقدر المنع بعد إمکانه الوقوف بها فعلیه دم (۱۵۵)

یعنی: اگر اُسے کسی عُذر کی بناء پر ترک کیا تو دم واجب نہ ہوگا، ہاں وُقوفِ مزدلفہ کے امکان کے بعد مانع واقع ہوا ہو تو دم لازم ہوگا۔

ترکِ رمی پر دم لازم آتا ہے ایک یوم کا ترک ہو یا تین ایام کا چنانچہ امام محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

فإن ترکها حتی غابت الشمس من آخر أیام الرّمی سقط عنه الرمی بفوات الوقتِ، لأن معنی القُربةِ فی الرمی غیر معقول، و إنما عرفناه قُربةً بفعلِ رسولِ ﷺ، و هو إنما رمی فی هذه الأیّام فلا یکون الرمی قُربةً بعد مُضیّ وقتها، کما لا یکون إراقة الدّم قربةٌ بعد مُضیّ أیّام النّحر، و إذا لم یکن قُربةً کان عبثاًفلا یشتغل به، وعلیه دمٌ واحدٌ عندهم جمیعاً، لأن الرمی کلّه نسکٌ واحدٌ وهو واجبٌ فترکه یوجب الجبر بالدّم کما هو مذهَبُنَا فی ترك السعی بین الصفاء و المروة، ولایبعد أن یکونَ ترك البعض موجباً للدّم ثم لا یجبُ بترك الکلّ إلا دمٌ واحدٌ کما أن حلق رُبع الرّأس فی غیر أوانه یوجب الدم، ثم حلقُ جمیع الرأس لایوجب إلا دماً واحدًا، وقصرّ أظافر یدٍ واحدةٍ یوجب الدم، ثم قصرّ الأظافر کلّها لایوجب إلا دماً واحدًا (۱۵۶)

۱۵۵۔ لباب المناسك، باب الإحصار، ص ۵۸۶

۱۵۶۔ المبسوط للسرخسی، کتاب المناسك، باب رمی الجمار، ۵۹/۴/۲

یعنی، پس اگر اُس نے اسی کو ترک کر دیا یہاں تک کہ ایام رمی کے آخری دن کا سورج غروب ہوگیا تو وقت کے فوت ہونے سے اُس پر سے رمی (کا فعل) ساقط ہوگیا کیونکہ رمی میں تو قُربت کے معنی غیر معقول ہیں اور ہم نے اس کا قُربت ہونا رسول ﷺ کے فعل سے جانا ہے وہ صرف ان ایام میں رمی کرنا ہے پس اس کا وقت گزرنے کے بعد رمی قُربت نہ ہوگی جیسا کہ ایام نحر گزرنے کے بعد خون بہانا قُربت نہ ہوگا۔ جب قُربت نہیں ہے تو (یہ فعل) عبث (بے کار) ہوگا جس میں وہ مشغول نہ ہوگا، اور تمام فقہاء کے نزدیک اُس پر ایک دم لازم ہے کیونکہ پوری رمی ایک نُسک ہے اور وہ واجب ہے، پس اُس کا ترک دم کے ساتھ اس کے تدارک کو واجب کرتا ہے جیسا کہ صفاء و مروہ کے مابین سعی کے ترک میں ہمارا یہی مذہب ہے اور اُن کے بعض کے ترک کا موجب دم ہونا بعید نہیں ہے: پھر کُل رمی کے ترک پر نہیں واجب ہوتا اگر ایک ہی دم جیسا کہ چوتھائی سر کو حلق کے وقت کے غیر میں منڈوایا تو یہ وہ دم کو واجب کرتا ہے پھر پورے سر کا حلق نہیں واجب کرتا اگر ایک ہی دم کو اور ایک ہاتھ کے ناخنون کو کاٹنا دم کو واجب کرتا ہے پھر تمام ناخنوں کو کاٹنا نہیں واجب کرتا مگر ایک ہی دم۔

کیونکہ یہ جنایت ایک ہی جنس سے ہے اس لئے ایک ہی کفارہ لازم آیا چنانچہ ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں کہ فارسی نے ''محیط'' کے حوالے سے لکھا کہ:

لأن الجنایات اجتمعت من جنسٍ واحدٍ فتتعلّق بها کفارةٌ واحدةٌ کما لو لبس قمیصاً و سراویل و قباءً (۱۵۷)

یعنی، کیونکہ ایک ہی جنس کی جنایات جمع ہوگئیں تو اُن کے ساتھ ایک ہی کفّارہ متعلّق ہوگا جیسے اگر قمیص، شلوار اور قباء پہن لی۔

لیکن مذکورہ افراد سے رمی کا ترک بھی ایک معقول عُذر کی بناء پر ہوا ہے اس لئے اُن پر سے ترکِ رمی کا دم بھی ساقط ہوگا چنانچہ مُلّا علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

۱۵۷۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، تحت قوله: وجمیع اللباس کلّه إلخ، ص ۴۳۴

وفيه أيضاً أنه من الواجبات التى يسقط الدم بتركها العذر (١٥٨)

یعنی: اوراسی (منسک کبیر) میں ہے کہ یہ اُن واجبات میں سے ہے کہ جن کا دم عُذر کی وجہ سے ترک کرنے سے ساقط ہوجاتا ہے۔

اورایام نحر میں حلق یا تقصیر کروانا واجب ہے اورأیام نحر گزرنے کے بعد حلق یا تقصیر کرے گا یا طوافِ زیارت کرے گا دونوں کا الگ الگ دم لازم آئے گا چنانچہ امام ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ اور علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ومَن أخّر الحلق حتى مضت أيّام فعليه دمٌ عند أبى حنيفة رحمة الله، و كذا إذا أخّر طواف زيارة و قالا: لاشئ عليه فى الوجهين أى فى تأخير الحلق و تأخير الطواف الزيارة، و الأصل فى هذا أن تأخير النّسك هل يوجب الدم أم لا؟ فعند أبى حنيفة يوجب و عندهما لا (١٥٩)

یعنی، جس نے حلق کو مؤخّر کیا یہاں تک کہ ایام نحر گزر گئے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اُس پر دم لازم ہے، اسی طرح طوافِ زیارت کو مؤخّر کیا (تو اُس پر دم لازم ہوگا) اور صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) فرماتے ہیں دونوں وجوہ میں اس پر کچھ نہیں۔

یعنی، تاخیر حلق اور تاخیر طوافِ زیارت اصل اُس میں یہ ہے کہ تاخیرِ نُسک دم کو واجب کرتا ہے یا نہیں؟ پس امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب کرتا ہے اور صاحبین کے نزدیک نہیں۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ میں لکھتے ہیں:

أى تجب الشاة بتأخير النسك عن زمانه فإن الحلق و طواف

۱۵۸۔ المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب الاتصار، الثانى عشر، تحت قوله: الرمى ص٥٨٦

۱۵۹۔ البناية شرح الهداية، كتاب الحج، باب الجنايات، قوله: لأنّ المتروك فهو الأقلّ، ٣٦٦/٤

الزيارة مؤقّتتان بأيام النحر فإذا أخرهما عن أيام النحر ترك واجباً فيلزمه دم و كذا بتأخير الرمى عن وقته كما قدمناه و هذا عند أبى حنيفة إلخ (١٦٠)

یعنی، کسی نُسک کو اس کے وقت سے مؤخّر کرنے سے دَم واجب ہوتا ہے، پس حلق اور طوافِ زیارت ایام نحر کے ساتھ مؤقّت ہیں، پس جب ان کو ایام نحر سے مؤخّر کر دیا تو اُس نے ایک واجب کو ترک کر دیا۔ پس اس پر دم لازم آ گیا، اسی طرح اس کو اس کے وقت سے مؤخّر کرنا جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا اور یہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے۔

لیکن مذکورہ بالا افراد سے ان دو کا ترک بھی ایک عُذر کی بناء پر ہوا ہے لہذا ان کا دم اُن پر لازم نہ آئے گا چنانچہ مُلّا علی قاری تاخیر طواف زیارت اور تاخیر حلق پر لزوم دم کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وقد عرفت القاعدة الكلية: إن ترك الواجب بعذر لا يوجب الدم۔"(١٦١)

یعنی: تحقیق تو قاعدہ کلیہ تو پہچانتا ہے کہ واجب اگر کسی عذر کی بناء پر ترک کیا تو دم واجب نہ ہوگا

اور حلق یا تقصیر اگر حِل میں کروائے تو اُس پر بھی دم لازم آتا ہے، ملّا علی قاری علیہ الرحمۃ نے واجبات کے ترک کا ذکر کر کے عذر کی بناء پر سقوط دم کا تذکرہ بھی کیا ہے مگر جب حلق یا تقصیر کے حلّ میں کرنے کا ذکر کیا تو سقوط دم کا ذکر نہیں کیا جس سے معلوم ہوا کہ اگر ایسا کیا تو دم ساقط نہ ہوگا باقی رہا قارن یا متمتع سے ترتیب کا فوت ہونا وہ بھی اگر بعذر ہو تو دم ساقط ہوجائے گا چنانچہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

۱۶۰۔ البحر الرائق، كتاب الحج: باب الجنايات، تحت قوله: إذا أخر الحلق إلخ، ٤١/٣

۱۶۱۔ المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب الإحصار: الثانى عشر، تحت قوله: والرمى، ص: ٥٨٦

"وقد عرفتَ أنه يسقط د مه بعذر إتفاقاً۔ "(١٦٢)

یعنی: تو نے پہچان لیا کہ اس کا دم عذر کی بناء پر بالاتفاق ساقط ہو جائے گا۔

اسی طرح اُن پر ایک دم رہے گا وہ بھی تب جب یہ لوگ حِل میں حلق کروائیں تو دم دینا ہوگا لہذا اُن پر طوافِ زیارت کی ادائیگی لازم رہے گی اس کے بغیر اُن کا حج مکمل نہ ہوگا اور وہ احرام میں ہی رہیں گا یہاں تک کہ طوافِ زیارت کرلیں چنانچہ امام ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

ومَن ترك أربعة اشواط بقي محرماً ابداً حتىٰ يطوفها لأن المتروك أكثر فصار كأنه لم يطف أصلاً۔" (١٦٣)

یعنی: جس نے طوافِ زیارت کے چار چکر چھوڑ دیئے اور ہمیشہ احرام میں رہے گا یہاں تک کہ طوافِ زیارت کرے کیونکہ متروک اکثر ہے گویا کہ اصلاً طواف کیا ہی نہیں۔

یاد رہے کہ ان افراد کے حق میں ترک رمی اور تاخیر طوافِ زیارت وغیرہما کا عُذر رہونا صرف اُسی صورت میں ثابت ہوگا جب یہ لوگ واقعی ایام رمی میں رمی پر کسی صورت قادر نہ تھے اور ایام نحر میں طوافِ زیارت کی واقعی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦هـ، ستمبر ٢٠١٥ م F-993

عورت عدت میں ہو تو محصرہ کہلائے گی یا نہیں؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ عورت کے حق میں عدت احصار کے لئے عذر ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کب؟ حج پر جانے سے قبل یا دوران حج؟

(السائل: ایک حاجی مکہ مکرمہ)

١٦٢۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، ص: ٥٨٧

١٦٣۔ الهداية، كتاب الحج،باب الحنايات،فصل:ومن طاف طواف القدوم، ١۔٢/١٩٨

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں حج فرض ہو جانے کے بعد حج ادا کرنے کے لیے جو شرائط درکار ہیں ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ حج پر جانے کے زمانے میں عورت عدت میں نہ ہو وہ عدت چاہے طلاق کی ہو یا وفات کی۔

چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ھمام حنفی ٨٦١ھ لکھتے ہیں:

وكما يشترط المحرم كذا يشترط عدم العدة۔(١٦٤)

یعنی: جیسا کہ محرم کے لئے شرط ہے اسی طرح عدت میں نہ ہونا حج کی شرائط میں سے ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفیٰ ٩٩٣ھ اور علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ١٠٦٩ھ حج کے وُجوبِ ادا کی شرائط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وعدم قيام العدة (١٦٥)

یعنی، عدت کا نہ ہونا۔

مُلّا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

وعدم كونها فی العدة۔"(١٦٦)

یعنی: اُس کا عدت میں نہ ہونا۔

اور مُلّا علی قاری دوسری جگہ لکھتے ہیں:

وعدم العدة فی حقّها۔"(١٦٧)

یعنی: (شرائط ادا کی پانچویں شرط) عورت کے حق میں عدت کا نہ ہونا ہے۔

١٦٤۔ فتح القدير، كتاب الحج،تحت قوله:ويعتبر فی المرأة،٢ /٤٢٤

١٦٥۔ لباب المناسك،باب شرائط الحج،النوع الثانی بشرائط الأداء،الشرط الخامس،ص:٨٠ نورالإيضاح مع مراقی الفلاح ، كتاب الحج، ص ٣٦٦

١٦٦۔ لبّ لباب المناسك فی ضمن مجموع رسائل للعدة الملا علی القاری،٣/٤٠١

١٦٧۔ بداية السالك فی نهاية المسالك فی ضمن مجموع رسائل العدة الملا علی القاری،الباب الأول:فی فرائض الحج،تحت قوله:والوقت،٣/٤٥٨

''لباب المناسك'' کی عبارت کے تحت ملاعلی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أی من طلاق بائن،أو رجعی أو وفاة أو فسخ۔"(۱٦۸)

یعنی: طلاق بائن یا رجعی یا وفات یا فسخ کی عدت کا نہ ہونا۔''

اور علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ اس کے ''حاشیہ'' میں لکھتے ہیں:

من طلاق بائن أو رجعی أو وفاة لقوله تعالی ﴿لا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ﴾ (۱٦۹)

یعنی، طلاق بائن یا رجعی یا وفات کی عدت کا نہ ہونا اللہ تعالی کے اس فرمان کی وجہ سے کہ ''تم عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو''۔

اس سے معلوم ہوا کہ عدت اِحصار کا عذر ہے لہٰذا اگر حج پر جانے سے پہلے شوہر کا انتقال ہوا یا شوہر نے بیوی کو طلاق دی تو اب عدت واجب ہو جانے کے سبب عورت معذور و محصور ہوگی، لہٰذا اس سال عورت پر حج کی ادائیگی فرض نہ ہوگی اور ایک قول کے مطابق حج ہی فرض نہ ہوگا اور پہلا قول اظہر ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور ملاعلی قاری لکھتے ہیں:

فلو كانت معتدة عند خروج أهل بلدهالايوجب عليها أی الحج كمافی شرح"المجمع" لابن فرشته: وهو مشعر بأنه شرط الوجوب، وذكر ابن امير الحاج أنه شرط الأداء،وهو الأظهر فی حكم القضاء۔" (۱۷۰)

یعنی: اگر عورت اس کے شہر والوں کے حج کو بھیجنے کے وقت عدت میں تھی تو اس پر حج واجب نہیں جیسا کہ ابن فرشتہ کی شرح ''المجمع'' میں ہے اس سے

۱٦۸۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط،باب شرائط الحج،النوع الثانی،الشرط الخامس،ص ۸۰

۱٦۹۔ حاشية الطحطاوی، كتاب الحج، تحت قوله: عدم قيام العدة، ص ۷۲۸

۱۷۰۔ لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط،باب شرائط الحج،النوع الثانی،الشرط الخامس، ص ۸۰

یہ معلوم ہوا کہ یہ وجوب حج کی شرط ہے اور ابن امیر الحاج نے ذکر کیا کہ یہ شرط ادا ہے اور حکم قضاء میں یہی اظہر ہے۔

اور اگر عورت احرام باندھ لے اس کے بعد اس کا شوہر اُسے طلاق دے دے تو اُسے عدت لازم ہو جاتی ہے اور وہ محصرہ ہو جاتی ہے

چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فلو أهلت بالحج فطلقها زوجها ولزمتها العدة صارت محصرة ولو مقيمة أو مسافرة معها محرم (۱۷۱)

یعنی، اگر عورت نے حج کا احرام باندھا پھر شوہر نے اسے طلاق دے دی تو عورت کو عدت لازم ہوگی اور عورت محصرہ بھی ہو جائے گی اگر چہ کہ عورت مقیم ہو یا محرم کے ساتھ سفر پر ہو۔

اور اگر حج پر جانے کے بعد شوہر یا محرم کا انتقال ہوا یا بیوی کو طلاق کی خبر پہنچی تو اب مسافتِ سفر کا اعتبار ہوگا۔ لہٰذا اگر عورت ایسی جگہ پہنچی کہ جہاں سے دونوں جانب مسافتِ سفر یعنی تین دن سے زیادہ کی راہ ہے تو اگر عزت و آبرو کے ساتھ وہاں رہنا میسر ہو تو عورت محصرہ ہو جائے گی اور محرم کے آنے تک وہیں رکنے کا حکم دیا جائے گا۔ اور اگر ایسی جگہ پہنچی کہ جہاں سے مسافتِ سفر کم ہو جیسے جدہ تو اب محصرہ نہ ہوگی لہٰذا اب یہاں سے مکہ مکرمہ چلی جائے اور حج کے بعد وہیں قیام کرے حتی کہ اس کا کوئی محرم اس کو لینے کے لیے وطن سے پہنچ جائے۔

چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فلو أحرمت وليس لها محرم ولا زوج فهی محصرة كما فی "اللباب" و "البحر"، ثم هذا إذا كان بينها و بين مكة مسيرة سفر و بلدها أقلّ منه أو أكثر لكن يمكنها المقام فی موضعها و إلا فَلا إحصار فيما يظهر (۱۷۲)

۱۷۱۔ ردّ المحتار، كتاب الحج، باب الإ حصار، ٦/۳

۱۷۲۔ ردّ المحتار، كتاب الحج ،باب الاحصار، ٥/٤

یعنی، پھر اگر عورت نے احرام باندھا اس حال میں کہ اس کا نہ کوئی محرم ہے اور نہ ہی شوہر تو وہ عورت محصرہ ہوگی جیسا کہ (علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی کی) ''لباب المناسک'' اور (علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی کی کتاب) ''بحر الرائق'' میں ہے۔ پھر یہ اس وقت ہے کہ جب عورت اور مکہ مکرمہ کے مابین مسافتِ سفر ہو اور عورت کا شہر مکہ مکرمہ سے کم فاصلے پر ہو یا زیادہ البتہ وہ ایسی جگہ ہو کہ جہاں عورت کے لیے قیام ممکن ہو ورنہ احصار کا حکم نہ ہوگا۔

علماء کرام بعض مسائل میں ضرورت شدیدہ کی بناء پر مذہب غیر کی اتباع کی وقتی اجازت دیتے ہیں، چنانچہ مفتی عبدالواحد قادری لکھتے ہیں: اب چونکہ ہمارے زمانے میں سفرِ حج کے دوران عورت کے محرم یا شوہر کا انتقال ہو جانے یا بیوی کو طلاق ہونے کی صورت میں محارم میں سے کسی کا عورت کے پاس پہنچنا پاسپورٹ، ویزہ، اور ٹکٹ وغیرہ کے مسائل کی بناء پر قدرِ آسان نہیں لہٰذا ایسی صورت میں عندالضرورت مذہبِ غیر کی تقلید کی وقتی اجازت مل سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ امام شافعی کے مذہب کے مطابق عورت اپنے قافلے میں معتمد وثقہ عورتوں کو تلاش کرے اور ان کے ساتھ سفر کو جاری رکھے یا پھر وطن واپس آجائے دونوں کا اختیار ہے۔ لیکن اس رخصتِ شرعی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اپنی صوابدید پر کسی عذر کو ضرورت مان کر مذہبِ غیر پر عمل کر لیا جائے۔ شرعی طور پر جب تک ضرورت متحقق نہ ہو مذہبِ غیر پر عمل جائز نہیں اگرچہ کہ مذاہبِ اربعہ برحق ہیں لیکن جو جس مذہب کا مقلد ہے اس پر اسی کی تقلید واجب ہے۔ ملخصاً(۱۷۳)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦هـ، ستمبر ٢٠١٥ م F-994

۱۷۳۔ فتاوی یورپ، کتاب الحج، ص۳۳۱

العُروۃُ فِی مَنَاسِكِ الحَجِّ و العُمْرَة

فتاویٰ حج و عمرہ

(حصہ یازدہم)

تالیف

شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:32439799

نام کتاب : العُرْوَۃُ فِیْ مَنَاسِكِ الحَجِّ وَ العُمْرَة

''فتاویٰ حج وعمرہ''

تصنیف : شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

تصحیح ونظر ثانی : مفتی محمد شہزاد قادری عطاری و متخصّصین فی الفقہ

سن اشاعت : شوال المکرّم 1438ھ۔ جولائی 2017ء

سلسلۂ اشاعت نمبر : 279

تعداد اشاعت : 5500

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون:32439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net

پر موجود ہے۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
☆	پیش لفظ	6

حج

۱۔	حج قران کا احرام باندھنے پر کب دودم لازم آتے ہیں؟	9
۲۔	حج میں خصوصاً رفث ،فسوق اور جدال سے منع کیوں؟	10
۳۔	متمتع کا عمرہ کے بعد احرام کھولے بغیر حج کا احرام باندھنا	12
۴۔	وزٹ ویزہ پر حج ادا کرنا	13
۵۔	بغیر احرام مکہ آنے والے آفاقی کا حج قران	14
۶۔	کامل حاجی کسے کہتے ہیں؟	16
۷۔	حرام مال سے حج کرنے کا حکم	18
۸۔	متمتعہ حائضہ حج کا احرام کب باندھے؟	23

عمرہ

۱۔	حائضہ کا عمرہ ادا کرنا	25
۲۔	دوا کے ذریعے ماہواری روکی عمرہ ادا کیا پھر آ گئی تو حکم	27
۳۔	عمرہ کے لئے جاتے وقت کسی غیر محرمہ کو محرمہ بنانا کیسا؟	29

میقات

۱۔	جدہ سے حج یا عمرہ کے ارادے سے بلا احرام مکہ آنے والے کا حکم	32
۲۔	حل کے رہنے والے کا بلا احرام مکہ مکرمہ آنا اور مسجد عائشہ سے احرام باندھنا	35

طواف

۱۔	حالت ماہواری میں ادا کئے گئے طوافِ عمرہ کا حکم	39
۲۔	نجس کپڑوں میں طوافِ زیارت کا حکم	41
۳۔	طوافِ زیارت میں شہوت سے بیوی کو چھونے کا حکم	43
۴۔	حائضہ کے طواف کی حُرمت سے مراد کیا ہے؟	47
۵۔	دوران طواف بار بار ہاتھ اُٹھانا	48
۶۔	زخمی ہونا تاخیر طوافِ زیارت کا عذر ہے یا نہیں؟	49

منیٰ

۱۔	رمی میں محض بھیڑ کے خوف سے وکیل بنانا	52
۲۔	یوم نحر میں جمرۂ عقبہ کے بجائے جمرۂ اولیٰ کی رمی کرنے کا حکم	53
۳۔	مکہ یا عزیزیہ میں ٹھہرنا اور رمی کے لئے منیٰ آنا	55

قربانی

۱۔	حاجی پر عید الضحیٰ کی قربانی کا وجوب اور ایک اشکال	56

سفر

۱۔	رمضان کے دن میں آغاز سفر اور روزہ	61
۲۔	دو مختلف جگہوں پر ٹھہرنے کا ارادہ رکھنے والے مسافر کا حکم	65

متفرق

۱۔	تلبیہ کہنے والے کو سلام کرنا	69
۲۔	دم کے ذبح شدہ جانور فقراء سے خریدنا	71
۳۔	حرم کی ایک نیکی لاکھ نیکیوں کے برابر ہے	73

☆	مآخذ ومراجع	78

پیش لفظ

حج اسلام کا اہم رُکن ہے جس کی ادائیگی صاحبِ استطاعت پر زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے، اس کے بعد جتنی بار بھی حج کرے گا نفل ہوگا اور پھر لوگوں کو دیکھا جائے تو کچھ تو زندگی میں ایک ہی بار حج کرتے ہیں کچھ دو یا تین بار، اقل قلیل ایسے ہوتے ہیں جن کو ہر سال یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا حج کے مسائل سے عدم واقفیت یا واقفیت کی کمی ایک فطری امر ہے۔ پھر کچھ لوگ تو اِس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر ناجائز ہوتے ہیں اور کچھ علماء کرام کی طرف رُجوع کرتے ہیں مناسکِ حج وعمرہ کی تربیت کے حوالے سے ہونے والی نشستوں میں شرکت کرتے ہیں پھر بھی ضرورت پڑنے پر حج میں موجود علماء یا اپنے ملک میں موجود علماء سے رابطہ کر کے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ اور پھر علماء کرام میں جو مسائل حج وعمرہ کے لئے کُتُبِ فقہ خصوصاً مناسک حج و عمرہ کا مطالعہ رکھتے ہیں وہ تو مسائل کا صحیح جواب دے پاتے ہیں اور جن کا مطالعہ نہیں ہوتا وہ اِس سے عاجز ہوتے ہیں، اور ایسی صورت میں بعض تو اپنے قیاس سے مسائل بتا دیتے ہیں حالانکہ مناسک حج وعمرہ توقیفی ہیں۔ ہمارے ہاں جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کے زیر اہتمام نور مسجد میٹھادر میں پچھلے کئی سالوں سے ہر سال باقاعدہ تربیت حج کے حوالے سے نشستیں ہوتی ہیں، اِسی لئے لوگ حج وعمرہ کے مسائل میں ہماری طرف کثرت سے رجوع بھی کرتے ہیں، اکثر تو زبانی اور بعض تحریری جواب طلب کرتے ہیں اور کچھ مسائل کہ جن کے لئے ہم نے خود بھی اپنے ادارے میں قائم دار الافتاء کی جانب رُجوع کیا تھا اور کچھ مفتی صاحب نے ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء اور ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء کے سفر حج میں مکہ مکرمہ میں تحریر

فرمائے۔ پھر ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۸ء اور ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء کے سفر حج میں اور کچھ کراچی میں مزید فتاویٰ تحریر ہوئے، اس طرح ہمارے دارالافتاء سے مناسک حج وعمرہ اور اس سفر میں پیش آنے والے مسائل کے بابت جاری ہونے والے فتاویٰ کو ہم نے علیحدہ کیا اور اُن میں سے جن کی اشاعت کو ضروری جانا اس مجموعے میں شامل کر دیا اور چھ حصے اس سے قبل شائع کئے جو ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء تک کے فتاویٰ تھے بعد کے فتاویٰ کو جب جمع کیا گیا تو ضخامت کی وجہ سے اُن میں سے کچھ فتاویٰ حصہ ہفتم میں ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲ء پھر حصہ ہشتم ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء میں شائع کئے گئے اور پھر حصہ نہم میں ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء اور ۱۴۳۵ھ/ ۲۰۱۴ء کے فتاویٰ ۱۴۳۶ھ/ ۲۰۱۵ء میں شائع کئے۔ اب ۱۴۳۷/ ۲۰۱۵ء کہ جس میں مفتی صاحب قبلہ کسی مجبوری کی وجہ سے حج کے لئے نہ جاسکے لیکن لوگ فون پر اور نیٹ پر ان سے یا حاجیوں کے عزیز جو کراچی میں تھے وہ بالمشافہ ان سے رابطہ کر کے مسائل حج معلوم کرتے رہے آپ کچھ زبانی دیئے اور کچھ تحریری جوابات لکھتے رہے وہ فتاویٰ اور ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء میں دوران حج لکھے گئے فتاویٰ کو ترتیب دیا گیا۔ جس میں مفتی محمد شہزاد قادری عطاری نے تخصّص فی الفقہ کی جماعت کے ساتھ ان فتاوی کی نصوص کی تصحیح اور نظر ثانی فرمائی اور فتاویٰ کو مفتی محمد شہزاد اور تحریر فتوی کی تربیت حاصل کرنے کے لئے آنے والے علماء کرام نے ٹائپ کیا اللہ تعالی ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اس طرح دو حصے دسواں اور گیارھواں تیار ہوئے

جن میں سے گیارہواں حصہ اس ماہ یعنی جولائی میں ''جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان'' اپنے سلسلۂ اشاعت کے ۲۷۹ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کی کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے نافع بنائے۔ آمین

فقیر محمد عرفان ضیائی

خادم جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

العُروةُ فِی مَنَاسِكِ الحَجِّ و العُمْرَة

فتاویٰ حج و عمرہ

حج

حج قران کا احرام باندھنے پر کب دودم لازم آتے ہیں؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کہ وہ کونسی صورت ہے کہ جس میں میقات سے گزرنے کے بعد حج قرآن کا احرام باندھنے پر دودم لازم آتے ہیں؟

(السائل: ایک حاجی از مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ایک شخص بغیر احرام کے میقات سے گزرا پھر اس نے حج کا احرام باندھا اور حرم میں داخل ہوگیا اور پھر اُس نے عمرہ کے احرام کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لی تو اِس صورت میں اُس پر دودم لازم آئیں گے یعنی اگر وہ میقات کو واپس نہیں لوٹتا تو دودم دے گا چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ کہتے ہیں:

و أمالو جاوز الميقات و أحرم بحج ثم دخل الحرم فأحرم بعمرة، يلزمه دمان بالاتفاق۔ (۱)

یعنی، اگر میقات سے بغیر احرام کے گزر گیا پھر حج کا احرام باندھا پھر حرم میں داخل ہوا اور اس نے عمرہ کا احرام باندھا تو بالاتفاق اُس پر دودم لازم ہیں۔

علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

إن أحرم بالحج من الحلّ، وبالعمرة من الحرم أو بهما من الحرم فعليه دمان۔ (۲)

یعنی، آفاقی نے حج کا احرام حل سے اور عمرہ کا احرام حرم سے یا دونوں کا

۱۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب فی جزاء الجنايات و كفارتها ، فصل فی جناية القارن ومن بمعناه،ص ۵۷۲

۲۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری،باب فی جزاء الجنايات،فصل فی جناية القارن ومن بمعناه،ص ۵۷۲

احرام حرم سے باندھا تو اس پر دودم ہیں۔

اور فقیہ حسین بن محمد سعید مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ لکھتے ہیں:

قال ابن الهمام فی تعليل الدّمَين: فليس كلاهما للمجاورة ، بل الأول لها، والثانی لترك ميقات العمرة، فإنه لما دخل مكة التحق بأهلها، و ميقاتهم فی العمرة الحلّ اه داملا أخوند جان۔ (۳)

یعنی، ابن ہمام نے دودموں کی تعلیل میں فرمایا کہ دونوں دم بغیر احرام کے میقات سے گزرنے کی وجہ سے نہیں ہیں بلکہ پہلا دم اس لئے ہے اور دوسرا میقاتِ عمرہ کے ترک کرنے کی وجہ سے ہے کیونکہ جب وہ مکہ مکرمہ داخل ہوا تو وہاں کے اہل سے لاحق ہوگیا اور ان کی عمرہ میں میقات حل ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

يوم الثلاثاء، ٦ ذوالحجة ١٤٣٧هـ۔ ٧ سبتمبر ٢٠١٦ م 966-F

حج میں خصوصاً رفث ،فسوق اور جدال سے منع کیوں؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ قرآنِ کریم میں ہے: ﴿فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ (۴) قرآنِ کریم میں ان تین کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیوں آیا ہے جبکہ گناہ تو اور بھی ہیں۔

(السائل: علامہ مہتاب، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: علامہ سنان الدین یوسف بن عبداللہ اماسی رومی حنفی، متوفی ۱۰۰۰ھ نے یہی سوال ذکر کرنے کے بعد اس کی جو حکمت تحریر فرمائی، وہ یہ ہے:

۳۔ إرشاد الساری إلی مناسك ملّا علی القاری ،باب جزاء الجنايات ،فصل فی جناية القارن ومن بمعناه،تحت قوله:لمجاوزة الميقاتين،ص ۵۷۲

۴۔ البقرة:۱۹۷/۲

فإن قيل:ما الحكمة فی أن الله تعالٰی ذكر هذه الألفاظ الثلاث،هی:الرفث والفسوق والجدال من غير زيادةٍ ونقصانٍ؟

فالجواب:أنه ثبت فی العلوم القطعية أن للإنسان أربع قوی:قوة شهوانية بهيمية،وقوة غضبية سبعية،وقوة و همية شيطانية،وقوةعقليةملكية والمقصود من الحج قهرالقوی الثلاث الأولٰی،فقوله: ﴿فَلا رَفَثَ﴾ إشارة إلٰی قهر القوی الشهوانية،وقوله:﴿وَلَافُسُوقَ﴾ إشارة إلی قهر القوی الغضبية التی توجب المعصية والتمرّد، وقوله ﴿وَلاجِدَالَ﴾ إشارة إلی قهرالقوی الوهمية التی تحمل الإنسان علی الجدال فی ذات الله تعالٰی و صفاته وأفعاله و أحكامه و أسمائه، فلمّا كان سبب الشّرّ محصوراً فی هذه الأمورالثلاثة لاجرم، لم يذكر معها غيرها،كذا فی "التفسير الكبير" (٥)

یعنی، پس اگر کہا جائے اس میں کیا حکمت ہے کہ اللہ تعالی نے یہ تین الفاظ ذکر فرمائے: رفث ،فسوق اور جدال، نہ زیادہ اور نہ ہی کم؟

جواب: علوم قطعیہ میں یہ ثابت ہے کہ انسان کے لئے چار قوتیں ہیں۔ جانوروں والی قوتِ شہوانی، درندوں والی قوتِ غضب، شیطانی قوتِ وہمیہ اور فرشتوں والی قوتِ عقلیہ، اور حج سے مقصود پہلی تین قوتوں پر غالب آنا ہے۔ پس اللہ تعالی کا فرمان: ﴿فَلاَ رَفَثَ﴾ شہوانی قوتوں پر غالب آنے کی طرف اشارہ ہے اور ﴿وَ لا فُسُوقَ﴾ اس قوت غضبیہ پر غالب آنے کی طرف اشارہ ہے، جو معصیت اور سرکشی کا موجب ہے اور ﴿وَلاجِدَالَ﴾ میں اس قوتِ وہمیہ پر غالب آنے کی طرف اشارہ ہے، جو انسان کو اللہ تعالی کی ذات وصفات، افعال ،احکام اور اسماء میں جھگڑنے پر ابھارتی ہے جبکہ شر کا

٥۔ تحذيرالمسلمين من مائة باب من أبواب الحرام المسمی تبيين المحارم،الباب الرابع عشر:فی الرفث والفسوق والجدال فی الحج،ص ١٠٠

سبب یقیناً ان تین اُمور میں محصور ہے تو اللہ عزّ وجّل نے ان کے ساتھ کسی اور چیز کا ذکر نہیں فرمایا۔ اس طرح "تفسیرِ کبیر" (٦) میں ہے۔

واللّٰه تعالٰی أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦هـ، ستمبر ٢٠١٥ م 967-F

متمتع کا عمرہ کے بعد احرام کھولے بغیر حج کا احرام باندھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص حجِ تمتع کے ارادے سے حج کے مہینوں میں احرام باندھ کر مکہ مکرّمہ پہنچتا ہے وہاں عمرہ ادا کر کے وہ احرام نہیں کھولتا اور بغیر احرام کھولے حج کی نیّت سے تلبیہ کہہ لیتا ہے پھر وہ حج ادا کرتا ہے اب دس تاریخ کو اس کے بعد وہ حلق کروا سکتا ہے یا اس پر واجب ہے کہ وہ تمتع کی قربانی کر کے احرام کھولے اور اس کا حج کونسا حج کہلائے گا؟

(السائل: خالد، کراچی)

باسمه تعالٰی وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں عمرہ ادا کر کے حلق کروانا لازمی نہیں ہے بلکہ اگر وہ عمرہ کرنے کے بعد احرام میں ہی رہتا ہے اور افعال حج کی ادائیگی کے لئے روانہ ہونے سے قبل حج کا احرام باندھ لیتا ہے تو وہ متمتع ہے۔ چنانچہ علاّمہ عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ٧٤٣ھ کے حوالے سے علاّمہ نظام الدین متوفی ١١٦١ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

"والإحرام من الميقات ليس بشرط للعمرة ولا للتمتع حتی لو أحرم بها من دويرة أهله أو غيرها جاز وصار متمتعاً و كذا الحلق بعد الفراغ منها ليس بحتم بل له الخيار إن شاء تحلّل، وإن شاء بقی محرماً حتی يحرم بالحج كذا فی "التبيين" (٧)

٦۔ التفسير الكبير، سورة البقرة: ١٩٧، ٣١٩/٥/٢

٧۔ الفتاوی الهندية،كتاب المناسك،الباب السابع فی القران والتمتع، ٢٣٨/١

یعنی، میقات سے احرام باندھنا عمرے کے لئے شرط نہیں اور نہ ہی تمتع کے لئے شرط ہے (بلکہ دونوں کے لئے واجب ہے) یہاں تک کہ اگر عمرے کا احرام اپنے اہل کے گھروں سے یا اس کے غیر سے باندھا تو جائز ہے اور وہ متمتع ہو جائے گا (اگر چہ میقات سے احرام ترک کرنے کی وجہ سے اس پر دم لازم آئے گا) اسی طرح عمرہ سے فارغ ہو کو حلق کروانا واجب نہیں ہے بلکہ اسے اختیا ہے چاہے (حلق یا تقصیر کے ذریعے) احرام کھول دے یا احرام میں باقی رہے یہاں تک کہ حج کا احرام باندھے اسی طرح "تبیین الحقائق"(۸) میں ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ٥ ذوالحجة ١٤٣٧هـ ٦ سبتمبر ٢٠١٦م 968-F

وزٹ ویزہ پر حج ادا کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کچھ افراد ایام حج میں وزٹ ویزہ حاصل کرتے ہیں اور اس ویزہ پر سعودی عرب پہنچ جاتے ہیں اور ان ایام میں صرف حج ادا کرنے کے لئے ایسا کرتے ہیں اور اس ویزہ پر وہ حج بھی ادا کرتے ہیں اور سعودی گورنمنٹ کی جانب سے اس ویزے پر حج وعمرہ ممنوع ہے اسی لئے ہر سال بہت لوگ پکڑے جاتے ہیں اور پھر انہیں جیل میں ڈال دیا جاتا ہے پھر واپس بھیج دیا جاتا ہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ اس ویزہ پر حج کرنا شرعاً کیسا ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: سعودی گورنمنٹ جو وزٹ ویزہ جاری کرتی ہے اس ویزہ پر واضح الفاظ میں تحریر ہوتا ہے کہ غیر صالح للحج والعمرة یعنی

٨۔ تبیین الحقائق، کتاب الحج، باب التمتع، تحت قوله: وهو أن يحرم إلخ، ٣٣٨/٢

یہ ویزہ حج وعمرہ کے لئے قابل استعمال نہیں ہے۔ بس یہی وجہ ہے کہ وزٹ ویزہ پر حج کرنے والوں کو ہر سال پکڑا جاتا ہے اور انہیں پابندِ سلاسل بھی کیا جاتا ہے اور ان کے سعودی عرب میں چند سالوں تک داخلے پر پابندی بھی لگائی جاسکتی ہے جس میں ایک مسلمان کی بے عزّتی اور تذلیل ہے جو قانونی جرم کے ارتکاب کا نتیجہ ہے اور اس کا ذمہ دار وہ شخص خود ہوتا ہے کہ وہ اس قانونی جرم کا ارتکاب کرتا ہے اور اپنے آپ کو ذلّت پر پیش کرتا ہے۔

چنانچہ امام اہلسنّت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

کسی قانونی جرم کا ارتکاب کر کے اپنے آپ کو بلا وجہ ذلّت وبلا کے لئے پیش کرنا شرعاً بھی جرم ہے۔ کما استفید من القرآن المجید والحدیث (جیسا کہ قرآن مجید اور حدیث پاک سے معلوم ہوا۔ت)(۹)

لہٰذا ایسا کرنا درست نہیں ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ٧ ذوالحجة ١٤٣٧هـ ٨ سبتمبر ٢٠١٦ م 969-F

بغیر احرام مکہ آنے والے آفاقی کا حج قران

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص میقات سے بغیر احرام کے گزرا پھر اس نے قران کا احرام باندھ لیا اور وہ میقات کو واپس بھی نہ لوٹا اسی حال میں مکہ مکرمہ پہنچ گیا اس صورت میں اُس ایک دم لازم آئے گا یا دو دم؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں اس پر صرف ایک دم ہی لازم آئے گا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں۔

إذا جاوز الميقات بغير إحرام ثم قرن أى أحرم بعمرة و حجّة بعد

٩۔ فتاوی رضویه، کتاب الحظر والإباحة، ٥٨١/٢٣

المجاوزة من غير المعاوَدَة فعليه دم واحد (١٠)

یعنی، جب میقات سے بلا احرام گزرا پھر قران کیا یعنی میقات سے گزر کر میقات کو لوٹے بغیر عمرہ اور حج کا احرام باندھا تو اس پر ایک دم ہے۔

کیونکہ اس نے جس ممنوع سے ارتکاب کیا وہ بلا احرام میقات سے گزرنا تھا چنانچہ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

لأن محظوره هذا قبل تلبُّسه بإحرامهما، مع أنه لا يجب على من وصل الميقات إلا أن يحرم بأحدهما (١١)

یعنی، کیونکہ اس کا یہ محظور اس کے حج وعمرہ کا احرام باندھنے سے قبل ہے باوجود اس کے کہ جو شخص میقات کو پہنچا اس پر صرف دونوں میں سے کسی ایک کا احرام واجب ہے۔

اور قارن کے لیے شرط نہیں ہے کہ وہ میقات سے احرام باندھے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

وليس من شرط القارن أن يحرم بهما من الميقات (١٢)

یعنی، قارن کے لیے شرط نہیں ہے کہ وہ عمرہ اور حج کا احرام میقات سے باندھے۔

اس پر تو یہ واجب ہے کہ جب وہ میقات سے گزرے تو عمرہ حج یا عمرہ یا حج کا احرام باندھے، چنانچہ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

بل الواجب عليه عند مجاوزة الميقات أن يحرم بهما بأحدهما

١٠۔ لباب المناسك و شرحه المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب فی جزاء الجنايات و كفاراتها، افصل فی جناية القارن ومن بمعناه ، ص ٥٧٢

١١۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب فی جزاء الجنايات و كفاراتها، فصل فی جناية القارن ومن بمعناه، ص ٥٧٢

١٢۔ المسلك المتسقط فی المنسلك المتوسط، باب الحيض الجنايات و كفاراتها، فصل فی جناية القارن ومن بمعناه، ص: ٥٧٢

بتخيير فيهما (١٣)

یعنی، بلکہ میقات سے گزرتے وقت اس پر واجب ہے کہ دونوں یا ان میں سے کسی ایک کا احرام باندھے اور اس نے میقات سے گزرتے وقت احرام نہ باندھا تھا جس کی وجہ سے اس پر ایک دم لازم آیا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ١٤ ذوالحجة ١٤٣٧هـ ١٥ سبتمبر ٢٠١٦م 970-F

کامل حاجی کسے کہتے ہیں؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کامل حاجی کسے کہتے ہیں؟

(السائل: محبوب جیلانی، کھارادر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: ایسا حاجی جو حج کو اس کے جملہ ارکان و واجبات، سنن وآداب کے ساتھ ادا کرے، محظورات سے بچے، پراگندہ بال اور غبار آلود اور اس سے خوشبو نہ آتی ہو تو اسے کامل حاجی کہا جاتا ہے۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ٢٧٥ھ، حافظ علی بن عمر دارقطنی متوفی ٣٨٥ھ، ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ، امام ابوبکر عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبہ متوفی ٢٣٥ھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما سے روایت کرتے ہیں:

"عن ابن عمر جاء رجل إلى النبى صلىٰ الله تعالىٰ عليه وآله وسلم قال : يا رسول الله فما الحاج؟ قال "الشَّعِثُ التَّفِلُ" (١٤)

١٣۔ المسلك المقتسط فی المنسلك المتوسط ، باب فی جزاء الجنايات و كفارانها، فصل فی جنايه القارن ومن بمعناه، ص ٥٧٢

١٤۔ سُنَن ابن ماجة، كتاب المناسك، باب: مايوجب الحجّ، برقم: ٢٨٩٦، ٤١٣/٣
سُنَن الدار قطنی، كتاب الحجّ، برقم: ٢٣٩٧، ١٩٤/٢/١

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کی یا رسول اللہ ﷺ حاجی کون ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا:الشَّعِثُ التَّفِلُ" (جس کے سر کے بال کھلے ہوں اور خوشبو نہ لگی ہو)۔

اس حدیث شریف کے تحت امام ابوالبرکات مبارک بن محمد جزری متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

إنما أراد أن صفة الحاج على من يطلق؟ فلذلك أجاب النبى ﷺ بالصفة التى إذا لابسها الإنسان سمّى حاجاً وهى الشَّعِثُ التَّفِلُ"

یعنی،سائل نے اس سے حاجی کی صفت کا ارادہ کیا کہ اس کا اطلاق کس پر ہوگا؟ پس اس وجہ سے نبی کریم ﷺ سے جواب میں وہ صفت بیان فرمائی جب کوئی اسے اپنالے تو اسے حاجی کہا جائے اور وہ صفت "الشَّعِثُ التَّفِلُ" ہے۔

اور لکھتے ہیں:

"وهذا الجواب و إن كان مجازًا فى تعريف الحاج " لأنّ الشَّعِثُ التَّفِلُ" ليسا من الأوصاف المقومة للحج كالأحرام والوقوف والطواف والسعى ولكن أراد النبى ﷺ بذلك أن ملابس أمور الحج الذى يأتى بها فإنما يكون كامل الحج إذا أكمل فرائضها و سنتها ولأن من قصد باب الله تعالى راغبًا فى حظ أو زاره طامعاً فى قرب مزاره و فصل جواره فالأجدر به وأن يكون خاضعاً مسكيناً فقيرا إلى رحمته مسكينا مظهراً للذلة والفاقة ،هاجراً للدعة والنعمة، فلذلك قال عليه السلام الشَّعِثُ التَّفِلُ" (۱۵)

السُنَن الكبرى، كتاب الحجّ،باب الرجل يطيق المشى إلخ،برقم:٨٦٣٧، ٤/٥٤٠،وباب الحاجّ أشعث أغبرإلخ، برقم: ٩١١٠، ٥/٩٣

المصنّف لابن شيبة، كتاب الحج، باب متى يجب الرجل إلخ، برقم ١٠٩٤٦، ٨/٧٥٣

۱۵۔ الشافى فى شرح مسند الشافعى ،كتاب الحج والعمرة ،الباب الأول فى وجوب الحج و العمرة ،الفصل الأول فى وجوب الاستطاعة، ٣/٢٣٠

یعنی، یہ جواب حاجی کی تعریف میں اگر چہ مجاز ہے، کیونکہ "الشعث" اور "التفل" حج کو قائم کرنے والے اوصاف میں سے نہیں ہے مثل احرام، وقوف ،طواف اور سعی کے،لیکن نبی کریم ﷺ نے اُن امور کا ارادہ فرمایا کہ جن کی ادائیگی سے بندہ کامل حاجی ہوتا ہے جب کہ حج کے فرائض اور سُنَن کو ادا کرے اور اس لئے کہ جو شخص اپنے گناہوں کو مٹانے میں رغبت اور اُس کے مقام زیارت کے قُرب اور اُس کی جوارِ رحمت کی فضیلت میں طمع کرتے ہوئے اللہ تعالی کے بابِ رحمت کا قصد کرے تو اس کے لائق یہ ہے کہ وہ خضوع (دل کی حاضری) کرنے والا ،مسکین اللہ تعالی کی رحمت کی طرف محتاج ہو۔ ذِلّت اور فاقے کو ظاہر کرتے ہوئے ،سختی اور نعمتوں کو چھوڑنے والا ہو،اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:"الشَّعِثُ التَّفِلُ"

اور شیخ الاسلام مخدوم ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

تزین محرم بدن خود را زیرا نکہ وارد شدہ است در حدیث "الحاج الشعث التفل" یعنی حاج کامل کسی ست کہ موئی ژولیدہ چرک آلودہ باشد۔(۱۶)

یعنی،محرم کا اپنے بدن کی زینت کرنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ "الحاج الشَّعِثُ التَّفِلُ"یعنی،کامل حاجی وہ ہے جو پراگندہ بال اور غبار آلودہ ہو۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

يوم السبت، ١٧ ذوالحجة ١٤٣٧هـ ١٨ سبتمبر ٢٠١٦ م 971-F

حرام مال سے حج کرنے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی

۱۶۔ حیلة القلوب فى زيارة المحبوب،باب اول دربيان احرام،فصل هفتم دربيان مكروهات تنزيهيه احرام ،ص ۹۰

شخص حرام مال سے حج ادا کرتا ہے تو کیا اُس کا حج ادا ہو جائے گا؟

(السائل: محبوب جیلانی، کھارادر کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: علامہ سنان الدین یوسف بن عبداللہ اماسی رومی حنفی متوفی ۱۰۰۰ھ لکھتے ہیں:

ومن حجّ بمال حرام هل يصحّ حجه أم لا؟فعند أحمد رحمه الله تعالىٰ لا يصحّ ويجب عليه أن يعيد الحج ثانياً بمالٍ حلالٍ، وعند الثلاثة يصحّ مجّه يعني يسقط عنه الفرض و لا يجب عليه الإعادة، لكن لايكون مبروراً، لأن الشراط فی كون الحج مبروراً الاجتناب عن كلّ ما نهى الله تعالىٰ مع أداء الحج بشروطه و أركانه و واجباته وسننه و آدابه (۱۷)

یعنی، جو شخص حرام مال سے حج کرے تو کیا اس کا حج صحیح ہو جائے گا یا نہیں؟ پس امام احمد علیہ الرحمہ کے نزدیک حج درست نہیں اور اُس پر واجب ہے حلال مال کے ساتھ حج کا اعادہ کرے اور آئمہ ثلاثہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی علیہم الرحمہ) کے نزدیک اس کا حج درست ہو جائے گا یعنی اُس سے حج فرض ساقط ہو جائے گا لیکن وہ حج مبرور (یعنی مقبول) نہیں ہوگا کیونکہ حج کے مقبول ہونے کی شرط ہے کہ ہر اس سے اجتناب کرے کہ جس سے اللہ تعالی نے منع فرمایا ہے باوجود حج کو اس کی شرائط، ارکان، واجبات، سنن اور آداب کے ساتھ ادا کرنے کے۔

اور امام ابومنصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

ومذهب أحمد رحمة الله ان من حج بمال مغصوب لم يجز حجه أصلاً، ولم يخرج عن عهدة الحج، وهو من المجتهدين وأئمة أهل السنة و الجماعة، ليحترز الحاج عن الحرام بقدر الإمكان و كذا

۱۷۔ تبیین المحارم، الباب الرابع عشر، الرفث و الفسوق والجدال فی الحجّ، ص ۱۰۱

كل ما فيه شبهة الحرام لقوله ﷺ: "دَعْ مَا يُرِيبُكَ اِلٰى مَا لَا يُرِيبُكَ"، ولقول الصحابة رضی الله عنهم: كنّا ندع تسعة أعشار من الحلال مخافة الوقوع فی عشر من الحرام، وقد قال ﷺ: "مَنِ اشْتَرٰى ثَوْباًبعشرة دراهم ،فی ثمنه درهم حرام لم يقبل الله صلاته مادام عليه شئ (۱۸)

یعنی، امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا مذہب ہے کہ بے شک جس نے غضب شدہ مال سے حج کیا تو اس کا حج اصلاً جائز نہ ہوا اور وہ عہدۂ حج (یعنی فرض) سے نہ نکلا، اور وہ یعنی امام احمد مجتہدین اور آئمہ اہلسنت والجماعت میں سے ہیں، اس لئے حرام سے حتی الامکان بچا جائے اسی طرح اس سے بھی بچا جائے جس میں حرام کا شبہ ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اُسے چھوڑ دے جو تجھے شک میں ڈالے، اس کی طرف جو تجھے شک میں نہ ڈالے۔(۱۹) یعنی، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس قول کی وجہ سے کہ ہم نو دسویں حصے اس خوف سے چھوڑ دیتے تھے کہ کہیں ایک دسویں حصے حرام میں نہ پڑ جائیں۔ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے دس درہموں میں کپڑا خریدا اور اس کی قیمت میں ایک درہم حرام (مال کا) تھا تو اللہ تعالی اُس کی نماز اس وقت تک قبول نہیں فرمائے گا جب تک اس کے جسم پر اُس کپڑے میں سے کچھ ہے۔(۲۰)

اور امام حافظ ابوالقاسم سلمان بن احمد نے طبرانی متوفی ۳۶۰ھ نے روایت کیا کہ

۱۸۔ المسالك فی المناسك، فصل فی ترتيب الزاد ونفقة، ۱/۱۵۷۔۱۵۸

۱۹۔ سنن الترمذی، كتاب صفة القيامة الخ باب الحج، برقم: ۲۰۱۸، ۳/۳۹۰
سنن النسائی، كتاب الأشربة، باب الحث على ترك الشبهات، برقم ۲۰۱۸، ۴/۸/۳۴۴

۲۰۔ المسند للامام أحمد، ۲/۹۸

عن أبی هریرة قال:قال رسول الله ﷺ إذا خرج الرجل حاجاً بنفقة طیبة و وضع رجله فی الغرز، فنادی: لبیك اللهم لبیك، ناداه منادٍ من السماء لبیك و سعدیك، زادك حلال و راحلتك حلال و حجّك مبرورٌ غیرمأزورٍ، وإذا خرج بالنفقة الخبیثة،فوضع رجله فی الغرز۔فنادی لبیك اللهم لبیك،ناداه منادٍ من السماء، لالبیك و لاسعدیك،زادك حرام،و نفقتك حرام،و حجّك غیر مبرورٍ (۲۱)

یعنی،حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:کوئی شخص جب حلال پاک مال سے حج کے لئے نکلتا ہےاور رکاب میں پاؤں رکھتا ہےاور کہتا ہے: لبیک اللھم لبیک،آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے لبیک وسعدیک تیرا توشہ حلال ہے،اور تیری سواری حلال اور کسی چیز سے قوت دیئے بغیر تیرا حج مقبول ہےاور جب وہ خبیث مال لے کر نکلتا ہے،پس وہ رکاب میں پاؤں ڈالتا ہےاور بآواز بلند کہتا ہے:لبیك اللھم لبیك تو آسمان سے ندا دینے والا ندا دیتا ہے تیرے لئے نہ لبیک اور نہ تیرے لئے سعادت ہے۔تیرا توشہ حرام،تیرا نفقہ حرام اور تیرا حج غیر مقبول ہے۔

اورامام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ کی روایت ہے:

عن أبی هریرة قال:قال رسول الله ﷺ:أیها الناس إن الله طیّب لایقبل إلا طیّباً،وأن الله أمر المومنیں بما أمر به المرسلین فقال ﴿یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحاً اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْم﴾ (۲۲) وقال: ﴿یٰٓاَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَارَزَقْنٰكُمْ﴾ (۲۳) ثم ذکر الرجل یطیل السفر أشعث أغبر یمد

۲۱۔ المعجم الأوسط للطبرانی،من اسمه محمد، برقم: ۵۲۲۸،۴۴/۴

۲۲۔ المئومنون:۵۱/۲۳

۲۳۔ البقرة:۱۷۲/۲

یدیه إلی السماء یاربّ یاربّ،ومطعمه حرام و شرابه حرام و ملبسه حرام و غُذی بالحرام فأنی یستجاب لذلك (۲۴)

یعنی،حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی سے مروی ہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اللہ تعالی پاک ہےاور وہ پاک چیز کے سوااور کسی چیز کو قبول نہیں فرماتا اللہ تعالی نے ایمان والوں کو وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو حکم دیا ہےاور فرمایا:''اے رسولو! پاک چیزیں کھاؤاور نیک کام کرو میں تمھارے کاموں سے باخبر ہوں''اور فرمایا:''اے ایمان والو!ہماری دی ہوئی چیزوں سے پاک چیزیں کھاؤ''،پھر آپ نے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا، جولمبا سفر طے کرتا ہے،اس کے بال غبار آلودہ ہیں،وہ آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر کہتا ہے:''یاربّ،یاربّ اوراس کا کھانا پینا حرام ہواس کا لباس حرام ہو،اس کی غذا حرام ہوتو اس کی دعا کہاں قبول ہوگی۔

امامِ اہلسنّت امام احمد رضا حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں ہے:جوحرام مال لے کر حج کو جاتا ہے،جب لبیک کہتا ہے ہاتفِ غیب جواب دیتا ہے:''نہ تیری لبیک قبول نہ خدمت پذیراور تیرا حج تیرے منہ پر مردود ہے یہاں تک کہ یہ مالِ حرام کہ تیرے قبضہ میں ہے ،اس کے مستحقوں کو واپس کردے''۔(۲۵)

بہر حال جوشخص چاہتا ہے کہ اس کا حج مقبول ہوتو اُسے چاہئے کہ حج کے ارکان، واجبات کی ادائیگی اور محظوراتِ احرام سے اجتناب کے ساتھ گناہوں کے ارتکاب اور حرام کھانے،پینے،پہننے سے بچے۔چنانچہ علامہ سنان الدین رومی حنفی لکھتے ہیں:

۲۴۔ صحیح مسلم،کتاب الزکاة،باب قبول الصدقة من الکسب الطیب و تربیتها، برقم: ۶۵/۲۳۰۹-(۱۰۱۵)، ص ۴۵۱

۲۵۔ فتاوی رضویہ،کسب وحصولِ مال،سودی روپیہ سے حج کرنا جائز نہیں ہاں!فرض حج ذمہ سے ادا ہوجائے گا،۵۴۱/۲۳

والحاصل أن من أراده أن يكون حجه مبروراً فليحج بإقامة أركانه وواجباته وسننه،فليجتنب فی الإحرام عن محظورات الإحرام و سائر المعاصی كلّها صغائرها و كبائرهاوليتُب قبل الإحرام عن الذنوب بأداء الفوائت من الفروض والواجبات، وإرضاء الخصوم فی حقوق العباد،وليكن طعامه وشرابه ولباسه ومركبه كلها من الحلال إلى أن يحلّل من الإحرام (٢٦)

یعنی، حاصل کلام یہ ہے کہ جو حج مبرور کا ارادہ کرے اُسے چاہیے کہ حج کی اس کے ارکان، واجبات، اور سُنَن کے ساتھ ادائیگی کرے پھر چاہیے کہ احرام سے قبل گناہوں سے فوت شُدہ فرض اور واجبات نماز کی ادائیگی کے ساتھ اور حقوق العباد میں خصم کو راضی کر کے توبہ کرے، لیکن اس کا کھانا، پینا، پہننا اور سواری سب حلال مال سے ہو یہاں تک کہ احرام سے فارغ ہو۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ١١ شوال المكرّم ١٤٣٨ھـ ٧ یولیو ٢٠١٧ م F-972

متمتعہ حائضہ حج کا احرام کب باندھے؟

استفتاء: کیا فرماتے علمائے دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ قران والی حائضہ عورت تو وقوف والے دن تک ماہواری کے بند ہونے کا انتظار کرے گی پھر یوم عرفہ آجائے تو اس کا عمرہ رہ جائے گا اور اگر یہی معاملہ حج تمتع والی کو درپیش ہو تو وہ کب تک انتظار کرے؟

(السائل:: محمد اقبال الضیائی، مدینہ منورہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں تمتع کی نیت سے

٢٦۔ تبیین المحارم،الباب الرابع عشر،الرفث و الفسوق والجدال فی الحجّ،ص١٠١

آنے والی عورت کے ساتھ اگر ایسا معاملہ ہو جاتا ہے اور اسے یوم عرفہ سے قبل ماہواری کے ختم ہونے کی اُمید نہ ہو تو وہ جب چاہے عمرہ کا احرام کھول کر حج کا احرام باندھ سکتی ہے جیسا کہ امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم سے کیا تھا۔

اور اگر اسے امید ہے کہ یوم عرفہ سے قبل ماہواری بند ہو جائے گی تو اسے منٰی سے عرفات کو نکلنے تک انتظار کرنا ہوگا اگر ختم ہو جائے تو مکہ مکرمہ آکر عمرہ ادا کر کے عرفات کو روانہ ہوگی اور اگر ختم نہیں ہوتی تو عرفات کو روانگی سے قبل منٰی میں ہی عمرہ کے احرام کو چھوڑ دے اور حج کا احرام باندھ لے کیونکہ منٰی حرم میں ہے اور اسے حدود حرم سے احرام باندھنا لازم ہے

اور احرام چھوڑنے کی صورت میں اس پر ایام تشریق کے بعد چھوڑے ہوئے عمرہ کی قضاء اور ایک دم لازم آئے گا اور وہ دم جبر ہوگا اور اس پر حج تمتع کا دم جو کہ دم شکر ہے (اور حج قران اور تمتع میں واجب میں ہے) لازم نہ ہوگا کیونکہ اب وہ متمتعہ نہیں رہی مفردہ ہے اور مفرد بالحج پر حج کی قربانی (یعنی دم شکر) واجب نہیں مستحب ہے

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ١٨ ذوالحجة ١٤٣٧ھـ ١٩ سبتمبر ٢٠١٦ م F-973

عمرہ

حائضہ کا عمرہ ادا کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم لوگ طائف گئے ہمارے ساتھ خواتین میں سے ایک خاتون تھیں جب ہم نے احرام باندھ لیا تو اُسے ماہواری آ گئی اور ہم مکہ مکرمہ آ گئے ہیں۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ دو تین دن کے بعد ہماری واپسی ہے اور رکنا نہایت مشکل ہے۔ اس خاتون کی ماہواری ختم نہ ہوگی کہ ہماری روانگی ہوجائے گی کیا اگر یہ اسی حالت میں عمرہ ادا کر لیتی ہے تو اس کا عمرہ ادا ہوجائے گا یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں یہ خاتون اگر اسی حالت میں عمرہ ادا کر لیتی ہے تو عمرہ ادا ہوجائے گا اور وہ گنہگار ہوگی اور اس پر دم لازم آئے گا کیونکہ طواف میں پاکی واجبات طواف سے ہے طواف کی شرائط سے نہیں ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

الأول :الطهارة من الحدث الأكبر والأصغر (۲۷)

یعنی طواف کا پہلا واجب حدثِ اکبر اور حدثِ اصغر سے پاک ہونا ہے۔

اور شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

یکے طہارت بدنی از نجاست حکمیہ اعنی از حدث اکبر و اصغر برابر است کہ طواف فرض باشد یا غیر آن اگرچہ مختلف است کفارت درادائے طواف فرض و غیر آن مع الحدث الأكبر والأصغر (۲۸)

۲۷۔ لباب المناسك، باب أنواع الأطوفة، فضل : فی واجبات الطواف ص: ۲۱۳

۲۸۔ حیات القلوب فی زیارة المحبوب، باب سیوم: در بیان طواف و انواع آن، فصل دویم: دربیان شرائط صحة طواف، اما واجبات طواف، ص: ۱۹۸

یعنی، ایک واجب بدن کا نجاست حکمیہ سے پاک ہونا ہے اس سے میری مراد حدثِ اکبر اور حدثِ اصغر (سے پاک ہونا ہے) چاہے طوافِ فرض ہو یا اس کا غیر اگرچہ حدثِ اکبر اور حدثِ اصغر کے ساتھ ادا کیے گئے فرض طواف اور اس کے غیر طواف کا کفارہ مختلف ہے۔

اور ترکِ واجب کا حکم یہ ہے کہ تارک گنہگار ہوتا ہے جس کے لئے اُسے توبہ کرنا لازم ہے اور کفارہ لازم آتا ہے جسے ادا کرنا واجب ہوتا ہے چنانچہ شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی لکھتے ہیں:

بدانکہ حکم واجبات طواف آنست کہ اگر ترک کرد از انہا یکے را عاصی گردد، واجب باشد بروے اعادۂ طواف مذکور بر وجہ کامل واگر عود نکرد واجب آید دم بروی إلخ (۲۹)

یعنی، جاننا چاہیے کہ واجباتِ طواف کا حکم یہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی ایک کو چھوڑ دیا تو گنہگار ہوگا اور اس پر مذکور طواف کا کامل طریقے سے اعادہ واجب ہوگا اور اگر اعادہ نہ کرے تو دم واجب ہوگا۔

اور گناہ کے لیے سچی توبہ لازم ہے چنانچہ مُلا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و تدارك إثمه وهو التوبة عن المعصية (۳۰)

یعنی، اسکے گناہ کا تدارک تو وہ معصیت سے توبہ ہے۔

اور شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی لکھتے ہیں:

ومرتفع نگردد آن اثم بغیر توبہ (۳۱)

۲۹۔ حیات القلوب فی زیارة المحبوب: باب سوئم دربیان طواف وانواع آن، فصل دویم دربیان شرائط صحة طواف، ص: ۱۱۸

۳۰۔ المسلك المقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات ، تحت قوله: والإثم، ص: ۴۲۲

۳۱۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، مقدمة الرسالة، فصل: سیوم، در بیان فرائض و واجبات إلخ، ص: ۴۰

یعنی، وہ گناہ بغیر توبہ کے نہ اُٹھے گا۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ١٥ ذوالحجة ١٤٣٧ھـ-١٦ سبتمبر ٢٠١٦م 974-F

دوا کے ذریعے ماہواری روکی عمرہ ادا کیا پھر آ گئی تو حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کہ کسی عورت کو ایام شروع ہوئے تو وہ دوائی کے ذریعے اُسے روک سکتی ہے یا نہیں اور اگر روک لے اور دس روز کے اندر دوبارہ آ جائے اور دسویں روز بند ہو جائے تو اس دوران کئے گئے عمرہ کا کیا حکم ہے؟

(السائل: محمد اقبال ضیائی، مدینہ منورہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ماہواری کے خون کو دوا وغیرہ سے روکنے کو شرع منع نہیں کرتی کیونکہ فقہاء کرام نے دوا کے ذریعے خون ماہواری کو بند کرنے کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ولو انقطع دمها أی دم الحائض بدواءٍ أو لا أی لا بدواءٍ إلخ (٣٢)

یعنی، اگر حیض والی عورت کا خون دواء کے ساتھ منقطع ہوا یا دواء کے بغیر۔

یہاں پر علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی نے دواء کے ساتھ خون ماہواری کے بند ہونے کا تذکرہ کیا اس پر تو تبصرہ نہیں فرمایا پھر شارح ملّا علی قاری حنفی نے شرح میں بھی اس کا کوئی حکم ذکر نہیں کیا اور محشّی قاضی حسین بن محمد سعید مکی حنفی نے اس پر کوئی حاشیہ بھی تحریر نہیں کیا جس سے معلوم ہوا کہ دوائی کے ذریعے خون حیض بند کرنا ممنوع نہیں ہے۔

اور شرط یہ ہے کہ طبّی اور جسمانی طور پر اُن کے لئے اس دوا کا استعمال یا ماہواری کو روکنا مضر نہ ہو کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

٣٢۔ لباب المناسك و شرحه المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط ، باب الجنايات و أنواعها ،النوع الخامس: الجنابات فی أفعال الحج، فصل : حائض طهرت إلخ، ص ٦٩٦

﴿وَلَا تُلقُوا بِاَيدِيكُم اِلىٰ التّهلُكَةِ﴾ الآية (٣٣)

ترجمہ: اور اپنے ہاتھوں ہلاک میں نہ پڑو (کنزالایمان)

لہٰذا اگر بے ضرر دواؤں سے ماہواری آنے سے قبل ہی اُسے روکا جائے یا آنے کے بعد، یہ روکنا بھی نقصان دہ نہ ہو اور اس سے عورتوں کو عبادت کا زیادہ موقع ملے تو شرع اس سے منع نہیں کرتی اور خواتین کا یہ سوچنا کہ ہمیں ماہواری آ گئی ہے تو ہم عبادت نماز، عمرہ ،طواف وغیرہ سے روک دی گئی ہیں یہ ایک نفسیاتی امر ہے ورنہ ماہواری آ جانے سے اُن کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفساً اِلَّا وُسعَهَا﴾ الآية (٣٤)

ترجمہ: اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔ (کنزالایمان)

اور پوچھے گئے مسئلے کا حکم یہ ہے کہ جب اُس نے دواء کے ذریعے حیض کو روکا، جب حیض رُک گیا تو اُس نے عمرہ ادا کر لیا پھر دس دن کے اندر دوبارہ خون آ گیا اور دس دن کے اندر یا دس دن پورے ہونے پر بند ہو گیا تو اس دوران کیا گیا طواف حالتِ ماہواری میں قرار پائے گا گویا کہ اُس نے حالتِ ماہواری میں عمرہ ادا کیا ہے۔ تو جب تک مکہ مکرمہ میں ہے ماہواری سے پاک ہونے کے بعد اس طواف کا اعادہ کر لے اور اگر اعادہ کر لیتی ہے تو حالتِ ماہواری میں طوافِ عمرہ ادا کرنے پر جو جزاء لازم آئی تھی وہ ساقط ہو جائے گی، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

وعليها أن تعيد طاهرةً مادام بمكة فإن أعاد سقط ماوجب۔ (٣٥)

یعنی، اس پر لازم ہے کہ فارغ ہو کر اس کا اعادہ کر لے اگر اعادہ کر لیتی ہے تو اس پر سے وہ ساقط ہو گیا جو واجب ہوا۔

٣٣۔ البقرة:٢/١٩٠

٣٤۔ البقرة:٢/٢٨٦

٣٥۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب الجنايات و أنواعها، النوع الخامس:الجنايات فی أفعال الحج، فصل: حائض طهرت فی آخر إلخ، ص ٤٩٦

اور یہی افضل ہے جیسا کہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی ۵۹۳ھ نے (۳۶) میں لکھا ہے

اور فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اس صورت میں توبہ لازم ہے چنانچہ ملاّ علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

وعليها التوبة من جهة المعصية (۳۷)

یعنی: اس پر معصیت کی جہت سے توبہ لازم ہے۔

اور اس صورت میں سعی کا اعادہ مستحب ہے واجب نہیں ہے اگر وہ سعی کا اعادہ نہیں کرتی تو اس پر کچھ لازم نہیں آئے گا اس کو صاحب ''ہدایہ'' نے ''صحیح'' قرار دیا ہے یہی شمس الائمہ سرخسی اور امام محبوبی کا مختار ہے جیسا کہ "لباب االمناسك" اور اس کی ''شرح'' میں ہے۔(۳۸)

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

ذی الحجة ١٤٣٦هـ، سبتمبر ٢٠١٥ م 975-F

عمرہ کے لئے جاتے وقت کسی غیر محرمہ کو محرمہ بنانا کیسا؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سعودی حکومت کی طرف سے پابندی ہے کہ چالیس (40) سال سے کم عمر شخص عمرے کا سفر بغیر محرمہ کے نہیں کرسکتا تو کچھ لوگ جھوٹے رشتے بنا کر یعنی کسی غیر محرمہ عورت کو اس کی محرمہ بنا کر ویزہ لگواتے ہیں۔ ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے؟

(السائل: محمد عرفان الضیائی میٹھادر، کراچی)

۳۶۔ هداية المبتدى مع الهداية، كتاب الحج، باب الجنايات، فصل ومن طاف طواف القدوم إلخ ١-١٩٩/٢

۳۷۔ المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط ، باب الجنايات و أنواعها ،النوع الخامس: الجنابات فى أ فعال الحج، فصل : حائض طهرت إلخ ، ص٤٩٦

۳۸۔ لباب المناسك و المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب الجنايات أنواعها ، فصل فى طواف العمرة، ص ٥٠١

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: یاد رہے کہ عمرہ نہ فرض ہے اور نہ واجب اور عمرہ کے لئے جانے کی غرض سے جھوٹے رشتے بنانا، جو شرعاً اور قانوناً ممنوع ہیں اور اس میں ایک تو جھوٹ ہے کہ ایک غیر محرمہ کو اپنی محرمہ بتایا جاتا ہے اور جھوٹ کی شناعت قرآنِ کریم سے ثابت ہے اور اس کی مذمت پر احادیث نبویہ علیہ التحیۃ والثناء وارد ہیں۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :عليكم بالصّدق، فإن الصّدق يهدى إلى البّر، وإن البّر يهدى إلى الجنّة، وما يزال الرّجل يصدق ويتحّرى الصدق حتى يكتبَ عند الله صديقاً، وإيّاكم والكذبَ، فإن الكذبَ يَهدى إلى الفُجورِ، وإن الفُجورَ يهدى إلى النّار، وما يزال الرّجل يكذب ويتحرّى الكذب حتى يكتب عند الله كذاباً۔ (۳۹)

یعنی، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: صدق کو لازم کرلو، کیونکہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ (عزّ وجلّ) کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ فُجُور کی طرف لے جاتا ہے اور فُجُور جہنم کا راستہ دکھاتا ہے اور آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا ہے، یہاں تک کہ اللہ (عزّ وجلّ) کے نزدیک کذّاب لکھ دیا جاتا ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی، متوفّی ۱۳۶۷ھ جھوٹ کی مذمّت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جھوٹ ایسی بری چیز ہے کہ ہر مذہب والے اس کی برائی کرتے ہیں تمام

۳۹۔ صحيح مسلم، كتاب البر...إلخ، باب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله، برقم: ٦٧٣٢/١٠٥-(٢٦٠٧)، ص،١٢٥٥

ادیان میں یہ حرام ہے اسلام نے اس سے بچنے کی بہت تاکید کی، قرآن مجید میں بہت مواقع پر اس کی مذمت فرمائی اور جھوٹ بولنے والوں پر خدا کی لعنت آئی۔ حدیثوں میں بھی اس کی برائی ذکر کی گئی۔(٤٠)

اور یہ قانوناً بھی جرم ہے، اور اس کے بارے میں امام اہلسنت امام احمد رضا خان حنفی، متوفی ۱۳۴۰ھ، لکھتے ہیں:

کسی قانونی جُرم کا ارتکاب کر کے اپنے آپ کو بلاوجہ ذلّت و بلا کے لئے پیش کرنا شرعاً بھی جرم ہے کما استفید من القران المجید و الحدیث (جیسا کہ قرآن مجید اور حدیث پاک سے معلوم ہوا)۔(٤١)

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٤ ذوالحجة ١٤٣٧هـ ٥ سبتمبر ٢٠١٦ م 976-F

٤٠۔ بہارِ شریعت، جھوٹ کا بیان، ۱۲/۳/۵۱۵

٤١۔ فتاوی رضویہ، کتاب الحضر والاباحۃ، ۸۱/۲۳

میقات

جدہ سے حج یا عمرہ کے ارادے سے بلا احرام مکہ آنے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ جدہ سے بغیر احرام کے حج یا عمرہ کے ارادے سے آنے والے اگر مسجدِ عائشہ سے آکر احرام باندھ لیں تو ان پر کوئی دم لازم آئے گا؟

(السائل: سیّد عبداللہ بن علّامہ سیّد محمد اعجاز نعیمی، مدینہ منورہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یاد رہے کہ جدہ میقات کے اندر اور واقع ہے اور ان لوگوں کی میقات حلِّ ہے چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ومن کان داخل المیقات فوقته الحلّ معناه الحلّ الذی بین المواقیت إلخ۔" (٤٢)

یعنی، جو میقات کے اندر ہے اس کی (حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے لیے) میقات حلّ ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ حلّ جو مواقیتِ (خمسہ) اور حرم کے درمیان ہے۔

جب یہ لوگ حج یا عمرہ کے ارادے سے مکہ مکرّمہ آئیں گے تو اپنے گھر سے احرام باندھیں گے۔ چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

لکن من دویرة أهله أفضل لقوله تعالی ﴿وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰه﴾ (٤٣) قال عمر و علی رضی الله عنهما: إتمامها أن

٤٢۔ الهداية، كتاب الحج، فصل: والمواقيت التی لايجوز إلخ، ١-١٦٣/٢

٤٣۔ البقرة ١٩٦/٢

يحرم بهما من دويرة أهله (٤٤)

یعنی، لیکن اپنے گھر سے احرام باندھنا افضل ہے کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے ''اور حج اور عمرہ اللہ کے لیے پورا کرو۔'' (کنزالایمان) حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس کا پورا کرنا یہ ہے ان دونوں کا احرام اپنے گھر سے باندھے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی لکھتے ہیں:

"و كذا قال علي وابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنهما" (٤٥)

یعنی، اسی طرح حضرت علی اور ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے۔

اور اگر وہ لوگ حج یا عمرہ کے ارادے سے مکہ مکرمہ آتے ہیں مگر اپنے گھروں سے احرام نہیں باندھتے تو ان کو اپنی میقات سے احرام باندھنا لازم ہوگا کہ ان کی میقات حلّ ہے۔ اور امام برہان الشریعہ محمود بن صدر الشریعہ اکبر حنفی متوفی ۶۷۳ھ لکھتے ہیں: فميقاته الحلّ (٤٦) اس کی شرح میں صدر الشریعہ اصغر عبید اللہ بن مسعود بن محمود محبوبی حنفی متوفی ۷۴۷ھ لکھتے ہیں:

أي من هو داخل المواقيت،لكنّه خارج الحرم (٤٧)

یعنی، جو مواقیت کے اندر ہے لیکن مکہ سے خارج ہے تو اس کی میقات حلّ ہے یعنی حرم سے خارج۔

پس انہیں چاہئے کہ وہ حرم کی حدود میں داخل ہونے سے قبل احرام باندھ لیں اگر نہیں باندھتے اور بلا احرام حدود حرم میں داخل ہوتے ہیں اور حرم میں آکر احرام باندھ کر عمرہ ادا کر لیتے ہیں تو اُن پر دم لازم آئے گا چنانچہ علاّمہ ابراھیم بن محمد بن ابراھیم حلبی متوفی ۹۰۶ھ لکھتے ہیں:

من جاوز الميقات غير محرم ثم أحرم لزمه دم (٤٨)

٤٤۔ المسالك فی المناسك،فصل فی میقات أهل مكة وأهل المواقيت، ١/٣٠٤

٤٥۔ الهداية، كتاب الحج، فصل: والمواقيت إلخ، ١-٢/١٦٣

٤٦۔ وقاية الرواية

٤٧۔ شرح الوقاية كتاب الحج،شروط الحج، ٢/٣٠٠

٤٨۔ ملتقى الأبحر مع شرحه ،كتاب الحج ،باب مجاوزة الميقات بلا إحرام ،ص ٢١٢

یعنی: جو شخص میقات سے بلا احرام گزر گیا پھر احرام باندھا تو اُسے دم لازم ہوگیا۔

اور علاّمہ قاضی حسین بن محمد سعید مکّی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ لکھتے ہیں:

فعلى من كان حنفيّا منهم أن يحرم بالحج قبل أن يدخل الحرم ،وإلا فعليه دم لمجاوزة الميقات بغير إحرام۔ (٤٩)

یعنی، تو ان میں سے جو حنفی ہے اُس پر لازم ہے کہ حرم میں داخل ہونے سے قبل حج (یا عمرہ) کا احرام باندھ لے ورنہ اس پر بغیر احرام میقات سے گزرنے کا دم لازم آئے گا۔

اور جب یہ لوگ مکہ مکرّمہ آکر احرام باندھ کر عمرہ ادا نہیں کرتے بلکہ احرام باندھ کر حدود حرم سے باہر جاتے ہیں اور وہاں جا کر تلبیہ کہہ لیتے ہیں تو ان پر لازم آنے والا دم ساقط ہوجائے گا چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

من جاوز آخر المواقيت بغير إحرام ثم عاد إليه و هو محرم ولبى فيه سقط عنه الدم الذى لزمه بالمجاوزة بغير إحرام لأن قد تدارك مافاته (٥٠)

یعنی، جو آخری میقات سے بلا احرام گزر گیا پھر اس کی طرف لوٹا حالانکہ وہ محرم تھا اور اُس نے تلبیہ کہی تو اس سے وہ دم ساقط ہوگیا جو اسے بغیر احرام گزرنے پر لازم آیا تھا کیونکہ اُس نے اُس کا تدارک کرلیا جو اُس سے فوت ہوا تھا۔

اور اگر بلا احرام میقات کو جائے یعنی مسجد عائشہ سے جا کر احرام باندھے تو بطریق اُولی

٤٩۔ إرشاد الساری إلى مناسك الملّا علی القاری،باب المواقيت،فصل فی الصنف الثانی،تحت قوله: إذا لم يريدوا، إلخ،ص ١١٦

٥٠۔ البحرالرائق، كتاب الحج،باب مجازة المقات بغير إحرام، تحت قوله: من جاوز الميقات إلخ ٣/٨٥

دم ساقط ہو جائیگا چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں:

وإشاره إلى أنه لو عاد بغير إحرام منه فإنه يسقط الدم بالأولى، لأنه أنشأ التلبية الواجبة عند ابتداء الأحرام، ولهذا كان السقوط متفق عليه۔ (٥١)

یعنی، پس اس طرح اشارہ فرمایا اگر وہ بغیر احرام لوٹتا ہے اور وہاں سے احرام باندھتا ہے تو بطریق اُولی دم ساقط ہو جائے گا کیونکہ اس نے تلبیہ جو کہ واجب ہے اُسے ابتداء احرام میں کہا ہے لہذا سقوط دم متفق علیہ ہو گیا۔

اور جان بوجھ کر بغیر احرام کے میقات سے گزرنے کا گناہ باقی رہا اس کی سبیل سچی توبہ ہے چنانچہ شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

لیکن چوں ترک کرد بطریق تعمد آثم باشد اگر چہ دم دھد و مرتفع نگردد و آں آثم بغیر توبہ۔(٥٢)

یعنی، لیکن جب جان بوجھ کر (واجب) ترک کیا گناہگار ہوگا اگر چہ دم دے دے وہ گناہ توبہ کے بغیر نہ اُٹھے گا۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم السبت، ٣ ذوالحجة ١٤٣٧هـ۔ ٤ سبتمبر ٢٠١٦م 977-F

حل کے رہنے والے کا بلا احرام مکہ مکرمہ آنا

اور مسجد عائشہ سے احرام باندھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ اکثر جدہ

٥١۔ البحر الرائق، كتاب الحج، باب مجاوزة الميقات بغير إحرام، تحت قولة: من جاوز الميقات إلخ، ٨٥/٣

٥٢۔ حياة القلوب فی زيارة المحبوب،مقدمة الرساله،فصل سوم در بيان فرائض و واجبات و سنن إلخ،ص ٤٥

والے بغیر احرام کے حج یا عمرہ کے ارادے مکہ مکرمہ آجاتے ہیں پھر احرام باندھ کر اگر مسجدِ عائشہ جاتے ہیں تو ان لوگوں کا یہ فعل کیسا ہے ان پر کچھ لازم آئے گا یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ جدہ حل میں واقع ہے اور وہاں کے رہنے والے کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ جب حج یا عمرہ کے ارادے سے مکہ مکرّمہ آئیں تو اپنے گھر سے احرام باندیں کہ ان کے حق میں افضل یہی ہے۔ چنانچہ علاّمہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۰ھ لکھتے ہیں:

ومن دويرة أهلهم أفضلُ (٥٣)

یعنی: اپنے گھروں سے احرام باندھنا افضل ہے۔

اور اگر نہیں باندھتے تو ان کو اپنی میقات سے احرام باندھنا لازم ہوگا یعنی حدود حرم میں داخل ہونے سے قبل کیونکہ ان کی میقات حلّ ہے۔ جب کہ وہ حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں۔ چنانچہ علاّمہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

فوقتهم الحلّ للحج والعمرة (٥٤)

یعنی، ان کی میقات حلّ ہے۔

انہیں چاہئے کہ وہ حرم کی حدود میں داخل ہونے سے قبل احرام باندھ لیں اگر نہیں باندھتے اور بلا احرام حدودِ حرم میں داخل ہوتے ہیں اور حرم سے احرام باندھ کر عمرہ ادا کر لیتے ہیں تو اُن پر دم لازم آئے گا چنانچہ علاّمہ ابراھیم بن محمد بن ابراھیم حلبی متوفی ۹۰۶ھ لکھتے ہیں:

من جاوز الميقات غير محرم ثم أحرم لزمه دم (٥٥)

یعنی، جو شخص میقات سے بلا احرام گزر گیا پھر احرام باندھا تو اس پر دم لازم ہو گیا۔

٥٣۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری،باب المواقيت ،فصل فی الصنف الثانی ،ص ١١٦

٥٤۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری،باب المواقيت ،فصل فی الصنف الثانی ،ص ٩٢

٥٥۔ ملتقى الأبحر مع شرحه ،كتاب الحج ،باب مجاوزة الميقات بلا إحرام، ص: ٢١٢

اورعلاّمہ قاضی حسین بن محمد سعید مکّی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ لکھتے ہیں:

فعلی من کان حنفیّا منهم أن یحرم بالحج قبل أن یدخل الحرم ،وإلا فعلیه دم لمجاوزة المیقات بغیر إحرام۔ (٥٦)

یعنی: تو ان میں سے جو حنفی ہے اس پر لازم ہے کہ حرم میں داخل ہونے سے قبل حج (یا عمرے) کا احرام باندھ لے ورنہ اس پر بغیر احرام میقات سے گزرنے کا دم لازم آئے گا۔

اور جب یہ لوگ مکہ مکرّمہ آ کر حل والوں کی میقات کو جائیں گے یعنی حدودِ حرم سے باہر جا کر احرام باندھیں گے تو دم ساقط ہو جائے گا۔ چناچہ ملاّ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

وإن عاد إلی الوقت محرماً قال أبو حنیفة رحمه الله إن لبّی سقط عنه و عندهما یسقط فی الوجهین۔ (٥٧)

اورعلاّمہ قاضی حسین بن محمد سعید حنفی مکّی لکھتے ہیں:

لأن العود إلی المیقات مع التلبیة مسقط لدم المجاوزة (٥٨)

یعنی: کیونکہ تلبیہ کے ساتھ میقات کو لوٹنا بغیر احرام کے میقات سے گزرنے کے دم کو ساقط کرنے والا ہے۔

اور جان بوجھ کر بغیر احرام کے میقات سے گزرنے کا گناہ باقی رہا اس کی سبیل سچی توبہ ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

لیکن چوں ترک کرد بطریق تعمد آثم باشد اگر چہ دم دهد ومرتفع نگردد آں

٥٦۔ إرشاد الساری إلی مناسك الملّا علی قاری،باب المواقیت،فصل فی الصنف الثانی، تحت قوله: إذا لم یرید و انُسُکاً، ص ١١٦

٥٧۔ الفتاوی الهندیّه، کتاب المناسك،باب العاشر فی مجاوزة المیقات بغیر إحرام، ٢٥٣/١

٥٨۔ إرشاد الساری إلی مناسك الملّا علی قاری،باب المواقیت،فصل فی الصنف الثانی تحت قوله: إذا لم یرید وانُسُکاً، ص:١١٧

اثم بغیر توبہ۔(٥٩)

یعنی: لیکن جب جان بوجھ کر (واجب) ترک کیا گناہگار ہوگا اگر چہ دم دے دے وہ گناہ توبہ کے بغیر نہ اُٹھے گا۔

لہٰذا ان لوگوں کا حج یا عمرہ کے ارادے سے بلا احرام مکہ مکرمہ آنا درست نہیں ہے۔ اور اگر احرام باندھنے کے لئے یہ لوگ حدودِ حرم سے باہر چلے جاتے ہیں تو ان پر سے دم ساقط ہو جائے گا ورنہ دم لازم آئے گا اور گناہ گار بہرصورت ہوں گے کیونکہ ان لوگوں ایک واجب کو ترک کیا ہے جس کے لئے توبہ کرنی ہوگی جیسا کہ مندرجہ بالا عبارت سے ثابت ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ٢٣ ذوالحجة ١٤٣٧هـ ٢٤ سبتمبر ٢٠١٦م 978-F

٥٩۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب،مقدمة الرسالة، فصل سوم در بیان فرائض و واجبات و سنن الخ،ص ٤٥

طواف

حالت ماہواری میں ادا کئے گئے طوافِ عمرہ کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ساتھ ایک خاتون نے دوروز قبل عمرہ ادا کیا ہے جب اُس نے عمرہ کا احرام باندھا تھا تو اس وقت اُسے ماہواری کے آثار بھی نہ تھے اور وہ دوائی لے رہی تھی دورانِ طواف اُسے محسوس ہوا کہ ماہواری کا خون آرہا ہے اور اُس نے ابھی دو چکر ہی ادا کئے تھے پھر اُس نے وضو کیا اور اسی حال میں عمرہ ادا کرلیا اب دوروز بعد اُن کی وطن واپسی ہے ماہواری ابھی بند نہیں ہوئی اور نہ ہی روانگی سے قبل بند ہونے کا کوئی امکان ہے۔ اس صورت میں وہ کیا کرے اور اس پر کیا لازم ہوگا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یادرہے ماہواری کی مدت کم از کم تین روز ہے چنانچہ علامہ عبداللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

وأقله ثلاثة أيام وأكثره عشرة (٦٠)

"الوقاية الرواية" میں ہے:

وأقلّه ثلاثة أيام ولياليها وأكثره عشرة (٦١)

اگر اس سے کم ہو تو وہ ماہواری نہیں استحاضہ یعنی بیماری ہے چنانچہ علامہ نسفی حنفی لکھتے ہیں:

فما نقص من ذلك أوزاد استحاضة (٦٢)

٦٠۔ كنز الدقائق، كتاب الطهارة، باب الحيض، ص: ٨

٦١۔ وقاية الرواية مع شرحه و حاشية عبدة الرعاية، كتاب الطهارة، باب الحيض و النفاس، ٤٩٩/١٠

٦٢۔ كنزالدقائق، كتاب الطهارة، باب الحيض، ص: ٨

یعنی، جو اس سے کم ہو یا زیادہ ہو وہ استحاضہ ہے۔

اور اس پر ماہواری والے احکام مرتّب نہیں ہوتے۔ چنانچہ علامہ مظفر الدین احمد بن علی ابن الساعاتی حنفی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

فتلحق بالطاهرات (٦٣)

یعنی، پس وہ (یعنی استحاضہ والی عورت حکم میں) پاک عورتوں کے ساتھ لاحق ہوگی۔

اور عمرہ کو دو روز گزر چکے ایک دن اور دیکھ لے اگر خون جاری رہتا ہے تو یقیناً یہ خون ماہواری کا خون تھا اور اگر تین روز مکمل ہونے سے قبل بند ہو جاتا ہے تو اس پر کچھ لازم نہیں آئے گا۔

بشرطیکہ اُس نے وہ طواف ایک نماز کے وقت کے اندر ہی مکمل کرلیا ہو کیونکہ وہ معذور کے حکم میں بھی اور معذور کا وضو نماز کا وقت ختم ہونے سے خود بخود ختم ہو جاتا ہے

تین دن تک جاری رہنے کی صورت میں بھی اس کا عمرہ درست ہوگیا اور اس پر پاک ہونے کے بعد طواف کا اعارہ اور توبہ لازم آئی اور اعادہ نہ کرنے کی صورت میں ایک دم اور توبہ لازم آئی چنانچہ علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

فنقول: إذا طاف للعمرة محدثاً أو جنباً فما دام بمكة يعيد الطواف، فإن رجع إلى أهله ولم يعدففي المحدث تلزمه شاة وفي الجنب القياس أن تلزمه بدنة، وفي الاستحسان: تكفيه شاة (٦٤)

یعنی، ہم کہتے ہیں عمرہ کا طواف جب بے وضو یا حالتِ جنابت میں کیا تو جب تک مکہ مکرمہ میں ہے طواف کا اعادہ کرے پس اگر اپنے اہل کو لوٹ گیا اور اس نے اعادہ نہ کیا تو بے وضو طواف کرنے میں اُس پر بکری لازم ہے اور حالتِ جنابت میں قیاس ہے کہ اس پر بدنہ لازم ہو اور استحسان ہے کہ اُسے

٦٣۔ مجمع البحرين، كتاب الطهارة، فصل في الحيض والاستحاضة إلخ ص: ٩٨

٦٤۔ الفتاوى التاتار خانية، كتاب الحج، الفصل السابع في الطواف والسعي، ٣٩٠/٢

بکری کافی ہوگی۔

اورعلامہ ابومنصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

و فی طواف العمرة تجب شاة سواء كان جنباً او محدثاً لأ نه دون الحج وإن كان ركناً فيها (٦٥)

یعنی،طواف عمرہ میں بکری واجب ہے برابر ہے کہ وہ جنبی تھا یا بے وضو کیونکہ یہ حج سے درجے میں کم ہے اگر چہ عمرہ میں یہ طواف رُکن ہے۔

حائضہ کا وہی حکم ہے جو جنبی کا ہے چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

ولوطافت المرأ ة الزيارة حائضاً فهو كطواف الجنب سواء (٦٦)

یعنی ،اگرعورت نے حالتِ حیض میں طوافِ زیارت کیا تو وہ حالتِ جنابت میں طواف کرنے والے کی مثل ہے۔

لہٰذا اگر روانگی سے قبل ماہواری بند ہوجاتی ہے تو طواف کا اعادہ کرلے اس طرح دم ساقط ہوجائے گا توبہ لازم رہے گی اوراگر ماہواری بندنہیں ہوتی ،اعادہ نہیں کرپاتی تو دم اور توبہ دونوں لازم رہیں گے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

يوم الإثنين، ١٩ ذوالحجة ١٤٣٧هـ ٢٠ سبتمبر ٢٠١٦م 979-F

نجس کپڑوں میں طوافِ زیارت کا حکم

استفتاء: کیافرماتے ہیں علماءدین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حاجی نے طوافِ زیارت کیااوراس کے کپڑے ناپاک تھے بعدمیں اس نے دیکھاجب کہ ایام

٦٥۔ المسالك فی المناسك ، فضل فی كفارة الجنايةفی الطواف : ٢/٧٨٠

٦٦۔ فتح القدير ، كتاب الحج ، باب الجنايات ، فصل: ومن طاف طواف القدوم إلخ، تحت قوله: لأن بعد الإعادة، ٢/٤٦٢

منی گزر چکے تھے تواِس صورت میں اُس کا طواف درست ہوگیا یانہیں یا اُس پر دم لازم ہوگا؟

(السائل: ایک حاجی ،مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں نجس کپڑوں میں طواف کی دوصورتیں ہیں اکثر کپڑے نجس تھے یا کم ،اتنے پاک تھے جس سے سترِعورت ہو سکے۔پہلی صورت میں اگر پورے کپڑے نجس تھے تو یہ ایسے تھا جیسے کسی نے ننگے طواف کیا۔

چنانچہ علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اورعلماءِ ہند کی ایک جماعت نے لکھا کہ:

وإذا طاف طواف الزيارة فی ثوبٍ كلّه نجس، فهذاوما لوطاف عرياناً سواءً (٦٧)

یعنی ،اور جب پورے نجس کپڑوں میں طواف زیارت کیا تو یہ ایسے ہے جیسے ننگے طواف کیا۔

اورمُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

وفی "النّخبة": إذا طاف فی ثوبٍ كلّه نجسٌ فهذا والذی طاف عرياناً سواءً (٦٨)

یعنی"نخبہ"میں ہے جب ایسے کپڑے میں طواف کیا جس کا کل نجس تھا تو یہ اس کی مثل ہے جس نے ننگے طواف کیا۔

اورطواف میں سترعورت واجباتِ طواف سے ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

منها سترا العورة (٦٩)

٦٧۔ الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب الخامس فی كيفية أداء الحج، ولوطاف طواف الزيارة ، ١ / ٢٩٦

٦٨۔ المسلك المتقط فی المنسلك المتوسط، باب أنواع الأ طوفة، فصل فی واجبات الطواف، ص: ٢١٤

٦٩۔ جمع المناسك و نفع الناسك: باب أنواع الأطوفة، فضل فی واجبات الطواف، ص١٢٧

یعنی، واجبات میں سے ہے ستر عورت۔

اور اگر اتنا کپڑا پاک تھا کہ جس سے ستر عورت ہو سکے تو طواف جائز ہو گیا اور اس پر کچھ لازم بھی نہیں آئے گا۔ چنانچہ علامہ نظام حنفی لکھتے ہیں:

فإذا كان من الثوب قدرمايوارى عورته طاهراً و الباقى نجساً، جاز طوافه، ولا شئ عليه كذا فى "الظهيرية" (٧٠)

یعنی پس جب اتنا کپڑا پاک ہے کہ جس سے ستر عورت ہو سکے اور باقی نجس ہے تو اس کا طواف جائز ہے اور اس پر کچھ نہیں۔ اسی طرح "فتاوی ظہیریہ" میں ہے۔

ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ولا يلزمه شى ء إلا أنه يكره له ذلك (٧١)

یعنی، اس پر کچھ لازم نہیں ہے مگر یہ ہے کہ یہ اس کے لیے مکروہ ہے۔

اور اس کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہے کیونکہ اگر تحریمی ہوتی تو اس پر کچھ لازم آتا جبکہ یہاں فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ اس پر کچھ لازم نہیں۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ١٤ ذوالحجة ١٤٣٧هـ ١٥ سبتمبر ٢٠١٦م 980-F

طوافِ زیارت میں شہوت سے بیوی کو چھونے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کہ ایک مرد نے طوافِ زیارت کے دوران اپنی بیوی کا ہاتھ تھاما ہوا تھا، اچانک شہوت کا غلبہ ہوا تو مرد نے فوراً

٧٠۔ الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب الخامس فى كيفية أداء الحج، ولوطاف طواف الزيارة، ٢٩٦/١

٧١۔ المسلك المقسط فى المنسك المتوسط: باب أنواع الأطوفة، فصل فى واجبات الطواف ص: ٢١٤

اپنا ہاتھ چھوڑ دیا تو اس صورت میں اس مرد پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: محمد اقبال ضیائی، مدینہ منورہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اگر حلق کے بعد طوافِ زیارت کے اکثر یعنی چار پھیروں سے قبل ایسا ہوا تھا تو دم لازم آئے گا علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

ولو كان الوطئ بعد الحلق و قبل طواف الزيارة فعليه دم لخفة الجناية و كذا يجب دم لو قبّل أو لمس بشهوةٍ و إن لم ينزل فى الأصح (٧٢)

یعنی، اگر جماع حلق کے بعد اور طواف زیارت سے قبل ہو تو اس پر دم ہے کیونکہ جنایت خفیف ہو گئی۔ اسی طرح اگر بوسہ دیا یا شہوت کے ساتھ چھوا انزال ہو یا نہ ہو صحیح قول کے مطابق دم واجب ہے۔

اور علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرگینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

وإن جامع بعد الحلق فعليه شاة لبقاء إحرامه فى حق النساء دون لبس المحيط وما أشبهه فخفت الجناية فاكتفى بالشاة (٧٣)

یعنی، اگر حلق کے بعد جماع کیا تو اس پر بکری لازم ہے کیونکہ عورتوں کے حق میں سوائے سلے ہوئے کپڑے وغیرہ پہننے کے اس کا احرام باقی ہے جنایت ہلکی ہو گئی تو بکری کافی ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ دواعی جماع کے بیان میں لکھتے ہیں:

ولو جامع دون الفرج قبل الوقوف أو بعده، أو باشر أوعانق أو قبّل

٧٢۔ الدرّ المنتقى، كتاب الحج، باب الجنايات، مع قوله ولو بعد الحلق، ٤٣٧/١٠

٧٣۔ الهداية ، كتاب الحج، باب الجنايات، فصل: فإن نظر إلى فرج إلخ مع قوله: وإن جامع بعد الحق، ١٩٨/٢-١

أولمس شهوة فأنزل أو لم ينزل فعليه دمٌ (٧٤)

یعنی، اگر وقوفِ عرفہ سے قبل یا بعد شرمگاہ کے علاوہ میں جماع کیا، یا شہوت کے ساتھ مباشرتِ فاحشہ کا ارتکاب کیا، یا گلے ملا، یا بوسہ دیا، یا شہوت سے چُھوا پھر انزال کیا یا نہ کیا (تمام صورتوں میں) اس پر دم لازم ہے۔

مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں کہ شہوت کی قید سب کے ساتھ ہے اور فرماتے ہیں:

كما فی "المبسوط" و "ألكافی"، و"البدائع" و "شرح المجمع" وغيرها (٧٥)

یعنی، یہی حکم "مبسوط"، "کافی"، "بدائع الضائع" اور "شرح المجمع" وغیرہا میں مذکور ہے۔

اور اگر اس نے طوافِ زیارت کے اکثر پھیرے دینے کے بعد ایسا کیا جبکہ وہ اس سے قبل احرام کھول چکا تھا تو فقہاء کرام فرماتے ہیں اس پر کچھ نہیں ہے چنانچہ حاکم شہید امام ابو الفضل محمد بن احمد مروزی حنفی متوفی ۳۳۴ھ لکھتے ہیں

وإن طاف أربعة أشواط من طواف الزيارة، بعد ماحلق أوقصر ثم جامع فليس عليه شئ (٧٦)

یعنی، اگر حلق یا تقصیر کے بعد طوافِ زیارت کے چار چکر دیئے پھر جماع کیا تو اس پر کچھ نہیں اور

امام ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

وإن طاف: أربعة أشواط من طواف الزيارة، وقصر ثم جامع ،

٧٤۔ لباب المناسك ، باب الجنايات وأنواعها، النوع الرابع فی حكم الجماع و دواعيه، فصل: فی حكم دواعی الجماع، ص:٣٨٦

٧٥۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات وأنواعها، النوع الرابع فی حكم الجماع، و دواعيه، فضل : فی حكم دواعی الجماع، ص: ٣٨٦

٧٦۔ الكافی للحاكم مع شرحه السرخسی، كتاب المناسك، باب الجماع، ١٣٢/٤

فليس عليه شئ لما مرّ أنه أتى بالأكثر فصار كأنه أتى بجميعه ثم جامع بعده (٧٧)

یعنی، اگر طواف زیارت کے چار چکر دے لیے اور قصر کروالیا پھر جماع کیا تو اس پر کچھ واقع نہیں ہے اس وجہ سے جو گزرا بے شک وہ اکثر طواف ادا کر چکا تھا تو گویا وہ پورا ادا کر چکا ہے پھر اس نے جماع کیا ہے۔

اور امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

و إن جامع بعد الحلق فعليه شاة مالم يكن جامع بعد ماطاف أربعة أشواط من طواف الزيارة فلا شئی عليه (٧٨)

یعنی، اگر حلق کے بعد جماع کیا تو اس پر بکری لازم ہے جب تک طواف زیارت کے چار پھیروں کے بعد جماع نہ کیا ہو (اگر چار کے بعد ایسا کیا ہے) تو اس پر کچھ لازم نہیں۔

اور اگر اس نے یہ کام طوافِ زیارت کے چار پھیروں کے بعد کیا مگر اس وقت تک اُس نے حلق نہیں کروایا تھا تو اس پر دم لازم ہوگا چنانچہ علامہ کرمانی حنفی لکھتے ہیں:

وإن لم يكن قصر فعليه دم، لأنه محرم ما لم يقصر أو يحلق (٧٩)

یعنی، اگر قصر نہیں کیا تھا تو اس پر دم ہے کیونکہ وہ حرم ہے جب تک قصر یا حلق نہ کرائے۔

اور امام کمال الدین ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

ولو كان لم يحلق حتى طاف الزيارة أربعة أشوط ثم جامع كان عليه الدم (٨٠)

٧٧۔ المسالك فی المناسك، فصل فی المسائل المتفرقة فی باب الجماع، ٧٧٣/٢

٧٨۔ فتح القدير كتاب الحج، باب الجنايات ، مع توله : وإن جامع بعد الحج، ٤٠٧/٢

٧٩۔ المسالك فی المناسك، فصل هی المسائل المتفرقة ، فی باب الجماع ٧٧٣/٢

٨٠۔ فتح القدير ، كتاب الحج ،باب الجنايات، تحت قوله:و إن جامع، ٤٥٧/٢

یعنی، حلق نہ کرایا تھا یہاں تک کہ اس نے طوافِ زیارت کے چار پھیرے دے لئے پھر جماع کیا تو اس پر دم لازم ہے۔

لہٰذا اس مسئلہ کی تین صورتیں بن گئیں جو الگ الگ بیان کر دی گئیں اور ہر صورت کا حکم بھی بیان کر دیا گیا ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ١٣ ذوالحجة ١٤٣٧هـ ١٤ سبتمبر ٢٠١٦مم 981-TF

حائضہ کے طواف کی حُرمت سے مراد کیا ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کُتُب فقہ میں مذکور ہے کہ حائضہ عورت کو طواف کرنا حرام ہے جائز نہیں ہے تو اِس حُرمت سے کیا مراد ہے حُرمتِ فعل مراد ہے یا عدم صحت؟

(السائل: محمد طاہر عبدالرحیم، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اس حُرمت اور عدم جواز سے مراد حُرمتِ فعل ہے نہ کہ عدم صحت۔ چنانچہ شیخ الاسلام مخدوم ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ١١٧٤ھ لکھتے ہیں:

ومراد بعدم جواز مر حائض را حرمت فعل اُو است نہ عدم صحت اُو اصلاً (٨١)

یعنی، حائضہ کے لیے طواف کے عدم جواز سے مراد فعلِ طواف کا حرام ہونا ہے نہ کہ اصلاً عدم صحت۔

لہٰذا اگر حائضہ طواف کر لیتی ے تو اس پر اعادہ یا جزاء لازم آتی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کا طواف ادا ہو گیا اور اس فعل کے حرام ہونے کی وجہ سے اس پر جزاء لازم آئی ہے اور جزاء کے سقوط کے لئے اعادہ لازم ہے اور اعادہ نہ کرنے کی صورت میں دم لازم آتا

٨١۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اُول در بیان اِحرام، فصل پنجم در بیان کیفیت اِحرام، ص ٨٣

ہے اور توبہ دونوں صورتوں میں لازم آئے گی چاہے اعادہ کرے یا دم دے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ١١ ذوالحجة ١٤٣٧هـ ١٢ سبتمبر ٢٠١٦م 982-F

دوران طواف بار بار ہاتھ اُٹھانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص طواف کرتے وقت بار بار ہاتھ اُٹھائے جیسے ملتزم کے سامنے، مقام ابراہیم کے سامنے اور حطیم کعبہ سے گزرتے وقت تو اس کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟

(السائل: شہزاد عطاری)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ایسا کرنا مکروہ ہے، بدعت ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام والمسلمین مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ١١٧٤ھ لکھتے ہیں:

رفع یدین در حالت نیت اگر سابقہ باشد آن نیت از وقت محاذاۃ حجر اسود کہ آن مکروہ است وہمیں حکم است اگر رفع کند در سائر احوال طواف غیر حالۃ محاذاۃ حجر۔'' (٨٢)

یعنی: نیت کے وقت ہاتھ اُٹھانا جبکہ وہ نیت حجر اسود کے مقابل ہونے سے قبل ہو تو یہ مکروہ ہے اور اس کے علاوہ طواف کے تمام احوال میں ہاتھ اُٹھانے کا یہی حکم ہے۔

اور دوسری جگہ لکھتے ہیں:

امار فع یدین در وقت نیت سابقہ بر محاذاۃ حجر بلک در جمیع احوال طواف غیر حالۃ محاذاۃ حجر پس بدعۃ مکروہ است نزد آئمہ اربعہ (٨٣)

٨٢۔ حیاۃ القلوب فی زیارت المحبوب، باب سیوم در بیان طواف، فصل ششم در بیان مکروہات طواف، ص ١٥٢، ١٥٣

٨٣۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب، سیوم در بیان طواف، فصل سیوم در بیان کیفیت ادا طواف، ص ١٢٧

یعنی: مگر اس نیت کے وقت ہاتھ اُٹھانا جو محاذاۃ سے پہلے ہو بلکہ پورے طواف میں سوائے حالتِ محاذاۃِ حجر کے پس بدعت ہے مکروہ ہے آئمہ اربعہ کے نزدیک ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۱ ذو الحجة ۱۴۳۷ھ۔ ۲۲ سبتمبر ۲۰۱۶م 983-F

زخمی ہونا طواف زیارت کا عذر ہے یا نہیں؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کیا زخمی ہونا بھی حیض کی طرح کا تاخیر طواف زیارت کے لئے عذر بن سکتا ہے؟

(السائل: ایک حاجی از مکہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یاد رہے طوافِ زیارت کو ایامِ نحر میں ادا کرنا حج کے واجبات سے ہے۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ حج کے واجبات کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وطواف الزيارة فی أيام النحر (۸٤)

یعنی، طوافِ زیارت کا ایامِ نحر میں ہونا واجباتِ حج سے ہیں۔

اور اگر کسی نے بلاعُذر اسے ایامِ نحر سے مؤخّر کر دیا تو اُس پر دم لازم آتا ہے۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

فلو أخّره عنها ولو إلىٰ أخر أيام التشريق لزمه دم۔(۸۵)

یعنی: اگر طوافِ زیارت کو اَیامِ نحر سے مؤخر کر دیا اگرچہ ایامِ تشریق کے آخری روز تک تو اس پر دم لازم ہے۔

اور لُزوم دم کا حکم اصح قول کے مطابق ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

۸٤۔ لباب المناسك، باب: فرائض الحج، فصل فی واجباته، ص۹٤

۸۵۔ لباب بالمناسك،باب طواف الزيارة۔فصل أول وقت طواف الزيارة، ص۳۲۸

"لزمه دم أی علی الأصح،لما قاله فی الغاية" و "إيضاح الطريق"هو الصحيح،وفی بعض الحواشی:وبه يفتیٰ،وهو المذكور فی "المبسوط" و "قاضيخان" و "الكافی" و البدائع" وغيره۔" (۸٦)

یعنی: اصح قول کے مطابق اُس پر دم لازم ہے "الغاية"، "إيضاح الطريق" میں فرمایا یہی صحیح ہے اور بعض حواشی میں ہے کہ اسی پر فتوی دیا جاتا ہے اور یہی "مبسوط"، "قاضیخان"، "الکافی" اور "بدائع" وغیرھا میں مذکور ہے۔

یہ سب اس صورت میں ہے جب تاخیر بلا عذر شرعی ہو اور تاخیر اگر کسی عذر کی بنا پر ہو تو دم لازم نہ ہوگا۔ چنانچہ مُلّا علی قاری نے "لباب المناسك" کی عبارت " فلو أخّره عنها" (میں اگر طواف زیارت کو اَیامِ نحر سے مؤخّر کیا) کے تحت لکھتے ہیں:

أی بغير عذر (۸۷)

یعنی، بلا عذر (طواف زیارت کو ایامِ نحر سے مؤخّر کیا تو دم لازم ہے)۔

اور دوسری جگہ لکھتے ہیں:

وتأخير الطواف أی عن أيام النحر وتأخير الحلق أی عن أيامه أيضاً علی مقتضی قول أبی حنيفة وقد عرفتَ القاعدة الكلية:أن ترك الواجب بعذر لايوجب الدم۔ (۸۸)

یعنی، طوافِ زیارت اور حلق کو ایامِ نحر سے مؤخّر کرنے پر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے تقاضے کے مطابق (دم لازم ہوں گے) اور

۸٦۔ المسلك المتقسط والمنسك المتوسط، باب طواف الزيارة، فصل: أول وقت الخ، ص۳۲۸

۸۷۔ المسلك المتقسط المنسك المتوسط،باب طواف الزيارة،فصل أول وقت الطواف إلخ، ص۳۲۸

۸۸۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الإحصار، مع قوله: وتأخير الطواف، ص۵۸٦

تحقیق تو نے قاعدہ کُلیہ جان لیا ہے کہ واجب کو عُذر کی بناء پر ترک کرنا دم کو واجب نہیں کرتا۔

لہٰذا طواف زیارت کی ادائیگی میں تاخیر اگر عذر کی وجہ سے ہوئی ہے تو تاخیر کا دم لازم نہ ہوگا اور منیٰ کا حالیہ حادثہ کہ جس میں کثرت سے اموات واقع ہوئیں اور بڑی تعداد معذور ہوئی اور بہت سے لوگ زخمی ہوئے اس میں دیکھا جائے گا جو لوگ اس حادثہ میں زخمی ہوئے ہیں وہ اگر ایام نحر میں طوافِ زیارت کی ادائیگی پر واقعی قادر نہ تھے تو زخمی ہونا اُن کے حق میں عُذر قرار دیا جائے گا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

ذو الحجة ١٤٣٦هـ، ستمبر ٢٠١٥ م 984-F

منی

رمی میں محض بھیڑ کے خوف سے وکیل بنانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں ایک شخص جو کہ ضعیف تھا اس نے دو دن یعنی گیارہ اور بارہ تاریخ کی رمی میں کسی کو وکیل بنایا، صرف اس لیے کہ جب اس نے دس تاریخ کو رمی کی تھی تو رش بہت زیادہ تھا اور وہ رش کے خوف سے خود رمی کو نہ گیا اب اس صورت میں اس کی رمی ہوگئی یا اس پر شرعی جرمانہ لازم آئے گا؟

(السائل: محسن، لبیک حج اینڈ عمرہ سروسز)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں وہ شخص اگر بہت بوڑھا یا ایسا مریض تھا کہ خود رمی نہیں کرسکتا تھا تب بھی اسے چاہیئے تھا کہ کنکری مارنے کے لئے خود جاتا اور کنکری اس کے ہاتھ پر رکھ کر مارنے والا مارتا۔ چنانچہ شمس الآئمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

"قال: والمريض الذى لايستطيع رمى الجمار يوضع الحصى فى كفه حتى يرمى به لأنه فيما يعجز عنه يستعين بغيره" (٨٩)

یعنی: ''فرمایا وہ مریض جو رمی جمار کی استطاعت نہیں رکھتا تو کنکری اس کے ہاتھ پر رکھی جائے یہاں تک کہ وہ رمی کرے کیونکہ جس سے وہ عاجز ہے اس پر دوسرے سے مدد لے۔''

اور اگر اس نے ایسا نہ کیا جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے: تو اس کی رمی اس صورت میں درست پائے گی جب وہ واقعی ایسا کمزور ہو کہ رمی کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو اور ایسے مریضوں اور ضعیفوں کے لئے فقہاء کرام نے لکھا کہ ان کی طرف سے رمی کی جائے تو جائز ہے۔ چنانچہ

٨٩۔ المبسوط للسرخسی، كتاب المناسك، ٢/٤/٦٤

شمس الآئمہ سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

" وإن رمی عنه أجزاء، بمنزله المغمی علیه ، فإن النیابة تجری فی النسك كما فی الذبح"۔ (۹۰)

یعنی: ''اگراس کی طرف سے رمی کردی تو اس کی طرف سے جائز ہوگئی یہ شخص بے ہوش کے مرتبہ میں ہے کیونکہ نیابت نُسُک میں جاری ہے جیسا کہ ذبح میں۔

اور اگر وہ ایسا ضعیف نہ تھا جو خود اس کی قدرت نہ رکھتا ہو پھر اس کی طرف سے دوسرے نے رمی کی تو یہ رمی درست نہ ہوگی اور سوال سے بھی ظاہر یہی ہوتا ہے کہ وہ شخص رمی کی قدرت رکھتا تھا اور اس پر ترک رمی کا دم اور توبہ لازم ہوگی۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ١٦ ذوالحجة ١٤٣٧هـ۔ ١٧ سبتمبر ٢٠١٦م 985-F

یوم نحر میں جمرۂ عقبہ کے بجائے جمرۂ اولیٰ کی رمی کرنے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ جس سال ہم نے حج کیا تھا اس سال ہمیں علم نہیں تھا اس بناء پر ہم نے جمرۂ اُولیٰ کو جمرۂ عقبہ سمجھ کر رمی کردی اب ہم نے حج کی نشستیں سنی تو ہمیں فکر لاحق ہوگئی کہ ہم سے تو غلطی ہوئی ہے اب اس کا حل کیا ہے؟

(السائل: عمران آدمانی، ڈیفنس کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: دس ذوالحجۃ کو صرف جمرۂ عقبہ کی رمی واجب ہے۔ چنانچہ امام ابوالفضل محمد بن احمد مروزی حنفی متوفی ۳۳۴/۳۴۴ھ لکھتے ہیں:

ولا یرمی یومئذٍ من الجمار غیرها ولا یقوم عندها (۹۱)

۹۰۔ المبسوط للسرخسی، کتاب المناسك، ٦٤/٤/٢

۹۱۔ الکافی للحاکم مع المبسوط السرخسی، کتاب المناسك، ٢٠/٤/٢

(یعنی، آج یعنی دسویں کو) سوائے جمرۂ عقبہ کے کسی اور کی رمی مشروع نہیں بعد رمی وہاں کھڑا نہیں ہونا چاہئے۔(۹۲)

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

أیام الرمی أربعة فالیوم الأول :نحر خاصّ ولا یجب فیه إلّا رمی جمرة العقبة۔ (۹۳)

یعنی: ایام رمی چار ہیں پہلا خاص یوم نحر ہے اس دن صرف جمرۂ عقبہ کی رمی واجب ہے۔

اور علاّمہ نظام حنفی متوفیٰ ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا کہ

" فی الیوم الأوّل یرمی جمرة العقبة لا غیر" (۹٤)

یعنی، پہلے دن جمرۂ عقبہ کہ علاوہ کسی اور جمرہ کی رمی نہ کرے۔

اس لئے دس تاریخ کو پہلے جمرے کو رمی کرنے سے یہ واجب ادا نہ ہوا اور اس روز کی رمی ترک ہوگئی کیونکہ ''اگر جمرۂ عقبہ کی رمی دسویں تاریخ کو ترک ہوگئی تو کفارے میں دم واجب ہے۔'' (۹۵)

لہٰذا اس صورت میں دم لازم ہوا جواب بھی دینا ہوگا وقت گزرنے سے ساقط نہ ہوگا اور توبہ بھی کرنی ہوگی کیونکہ ترک واجب گناہ ہے اور گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ہمارے فتاوی میں اس کی تصریح مذکور ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ٢٩ شوال المکرّم ١٤٣٧هـ۔ یکم سبتمبر ٢٠١٦م 986-F

۹۲۔ الحج، محمد سلمان اشرف، ص ۱۵۸

۹۳۔ لباب المناسك مع شرحه للقاری، باب رمی الجمار و أحکامه، ص ۳۳۳

۹٤۔ الفتاویٰ الهندیة، کتاب المناسك، الباب الخامس فی کیفیة أداء الحج، الکلام فی الرمی فی مواضع، الثانی عشر، ٣٣٤/١

۹۵۔ الحج، محمد سلمان اشرف، ص ۱۵۸

مکہ یا عزیزیہ میں ٹھہرنا اور رمی کے لئے منیٰ آنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین اس مسئلے میں کہ اکثر لوگ جن میں مجھ قسم کے لوگ شامل ہوتے ہیں وہ ایام منیٰ میں منیٰ میں نظر نہیں آتے سوائے خاص مواقع کے، وہ مکہ مکرمہ وعزیزیہ وغیرھما میں ٹھہرتے ہیں صرف رمی کے لئے منیٰ آتے ہیں اور رمی کر کے چلے جاتے ہیں ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ان لوگوں کا یہ فعل اس طریقے کے خلاف ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طریقہ ہے، اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو بُرا کرتے ہیں اسائت کے مرتکب ہوتے ہیں اور شرعاً ان پر کوئی دم یا صدقہ وغیرہ لازم نہیں آئے گا۔ چنانچہ علامہ ابو یعقوب یوسف بن علی جرجانی حنفی متوفی ۵۲۲ھ لکھتے ہیں:

ولو أقام بمكة ايام الرمى ويأتى منى فيرميها لا شئ عليه ـ وقد اساء۔" (٩٦)

یعنی، اگر ایام رمی مکہ مکرمہ میں ٹھہرا اور منیٰ آیا پس رمی کی تو اس پر کچھ لازم نہیں اور تحقیق اس نے اسائت کی۔

اور اس حوالے سے مزید تفصیل ہمارے دیگر فتاوی میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ١٦ ذوالحجة ١٤٣٧ھ۔ ١٧ سبتمبر ٢٠١٦م 987-F

٩٦۔ خزانة الاكمل، كتاب الحج، ٣٣٨/١

قربانی

حاجی پر عیدالضحی کی قربانی کا وجوب اور ایک اشکال

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حاجی پر قربانی کے بیان میں مناسک ملا علی قاری میں ہے:

" فلا تجب على المسافرين و لا على الحاج إذا كان محرماً"۔

اور اس کے حاشیہ میں ہے:

إنما تجب على ..... المقيمين، و لا تجب على المسافرين و لا على الحاجإذا كان محرماً من أهل مكة اهـ (٩٧)

مندرجہ بالا عبارت میں ہے "نہ مسافر پر اور نہ حاجی پر"۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسافر کا ذکر فرمایا اور خاص طور پر حاجی کو علیحدہ ذکر فرمایا اور جہاں مقیم پر قربانی کا ذکر ہے، وہاں ہر مقام پر اہلِ مکہ کا ذکر ہے جس سے حاجی کا استثناء معلوم ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اسی عبارت میں نمازِ عید کی رُخصت کا ذکر ہے:

" فيسقط عنهم دم الأضحية تخفيفاً عليهم كما سقطت عنهم صلاة العيد إجماعا"۔

(السائل: محمد اقبال ضیائی، مدینہ منورہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: فقہاء کرام کی عبارت "فلا تجب على المسافرين و لا على الحاج إذا كان محرماً" (یعنی: نہ مسافروں پر واجب ہے اور نہ ہی حاجی پر جبکہ محرم ہو) میں حاجی سے مراد مسافر حاجی ہیں جیسا کہ شمس الائمہ محمد بن احمد

٩٧۔ إرشاد الساری إلى مناسك الملا على القاری، باب فی جزاء الجنايات و كفاراتها، فصل فی أحكام الدماء و شرائط جوازها، شرط الخامس عشر، ص٤٣٥، ٤٣٦

سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ لکھتے ہیں:

و أراد بالحاج المسافرين ـ ملخصاً (۹۸)

یعنی، انہوں نے حجاج سے مراد مسافر لئے ہیں۔

اسی طرح علامہ علاؤالدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ اور اُن سے علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ اور علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عماری حنفی متوفی ۹۸۲ھ لکھتے ہیں:

وأراد بالحاج المسافر۔ (۹۹)

یعنی، امام محمد نے حاجی سے مراد مسافر کولیا ہے۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے صراحت کردی کہ

فلا تجب على حاج مسافرٍ (۱۰۰)

یعنی، پس قربانی حاجی مسافر پر واجب نہیں۔

لہٰذا حاجی اگر مسافر ہوگا تو اُس پر قربانی واجب نہیں ہوگی اور اگر مقیم ہوگا تو وُجوب کی دیگر شرائط کے پائے جانے کی صورت میں اس پر قربانی واجب ہوگی، چنانچہ سید ثابت ابو المعالی حنفی اور علامہ محمد حسن شاہ حنفی لکھتے ہیں:

و أمّا الأضحية: فإن كان مسافراً فلا تجب عليه، إلّا كالمكى فتجب كما فى "البحر" (۱۰۱)

۹۸۔ المبسوط للسرخسی، کتاب الذبائح، باب الأضحية، ۱۷/۱۲/۶

۹۹۔ بدائع الصنائع، کتاب التضحية، فصل فی شرائط الوجوب، ۲۸۲/۶

غنية ذوى الأحكام فى بغية درر الحكام، كتاب الأضحية، تحت قوله: و شرائطها الإسلام و الإقامة، ۲۶۵/۱

فتح المعين على شرح الكنز لملّا مسكين، كتاب الأضحية، تحت قوله: مقيم، ص۲۷۷

۱۰۰۔ الدر المختار، كتاب الأضحية، تحت قوله: فتجب، ص۶۴۵

۱۰۱۔ فتح الرحمانی فی فتاوی السيد ثابت أبی المعالی، كتاب الحن، ۲۲۶/۱

غنية الناسك، باب كيفية أداء التمتع المسنون، ص۱۱۴

یعنی، مگر قربانی پس اگر مسافر ہے تو اس پر واجب نہیں ورنہ (یعنی حاجی اگر مسافر نہیں ہے بلکہ مقیم ہے تو وہ وُجوبِ قربانی میں) مکی مثل ہے جیسا کہ "بحر الرائق" میں ہے۔

(۲).....فيسقط عنهم دم الأضحية تخفيفاً عليهم كما سقطت عنهم صلاة العيد إجماعا

اس عبارت "فيسقط عنهم .....إجماعاً" سے قبل یہ ہے کہ

و لعل وجهه أنّه يجب على الحاج دم قرانٍ أو متعةٍ، و يستحب لهم دم إفراد (۱۰۲)

جس کا معنی ہے کہ شاید اس (قول) کی وجہ ہے کہ حاجی پر دمِ قران یا دمِ تمتع واجب ہے اور اُن کے لئے دمِ افراد مستحب ہے۔ پھر آگے وہ عبارت ہے جو سائل نے پیش کی کہ "میں اُن پر سے عید الضحیٰ کی قربانی ان پر تخفیف کرتے ہوئے ساقط ہے جیسا کہ اُن پر سے بالاجماع عید کی نماز ساقط ہے۔

اس میں ملّا علی قاری حنفی نے شاید سے جواب دیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ انہیں خود اس پر جزم نہ تھا۔

پھر حاشیہ کے حوالے سے جو عبارت ہے کہ " إنما تجب ..... إذا كان محرماً من أهل مكة" اور اس سے بعد والے حاشیہ میں ہے:

(فقد قال الحدادی) يؤيده قول الأتقانی فی غاية البيان: قال للقدوری فی "شرح مختصر الكرخی": قال فی "الأصل" و لا تجب الأضحية على الحاج المسافر، فأما أهل مكة ت..... عليهم و إن حجوا كذا ذكره فی "شرحه" (۱۰۳)

۱۰۲۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات و كفاراتها، فصل فی أحكام الدعاء و شرائط جوازها، شرط الخامس عشر، تحت قوله: يتصدّق بها، ص۵۵۹

۱۰۳۔ إرشاد الساری إلى مناسك الملا على القاری، باب فی جزاء الجنايات و كفاراتها، فصل: فی أحكام الدماء و شرائط جوازها، تحت قوله: فقد قال الحدادی، ص ۹۰۰

یعنی، شارح ہدایہ علامہ اتقانی کا "غـایة البیـان" میں قول اس کی تائید کرتا ہے، فرماتے ہیں امام قدوری نے "شرح مختصر کرخی" میں فرمایا کہ "الأصل" (یعنی مبسوط) میں فرمایا حاجی مسافر پر قربانی واجب نہیں، مگر اہلِ مکہ تو اُن پر قربانی واجب ہے اگر چہ وہ حج کریں، اسی طرح اس کی شرح میں ذکر کیا۔

اور امام اعظم امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مذہب کو نقل کرنے والے آپ کے جلیل القدر شاگرد امام محمد بن حسن شیبانی ہیں انہوں نے امام اعظم کے مذہب کو نقل کرتے ہوئے لکھا کہ حاجی پر قربانی واجب نہیں اور اُن کی حاجی سے کیا مراد ہے؟

اس کے لئے شمس الائمہ سرخسی متوفی ۴۸۳ھ کی تشریح اور اس پر علامہ علاؤ الدین کاسانی متوفی ۵۸۷ھ کی تائید اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ اور علامہ ابوالسعود حنفی کی نقل اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ کا فیصلہ اور "فتـح الرحمانی" اور "غـنیة الـنـاسك" میں اس کی نقل اس بات کی بہت بڑی شہادت ہے کہ امام محمد علیہ الرحمہ کی حاجی سے مراد مسافر حاجی ہے ورنہ وہ مکی کی مثل ہے۔ اور اگر وہ مقیم ہے تو جیسے مکی پر قربانی واجب ہے اسی طرح اس پر بھی۔

اور امام ابوالحسین قدوری متوفی ۴۲۸ھ کا امام محمد کی "الأصـــل" یعنی (مبسوط) سے عبارت اس طرح نقل فرمانا کہ قربانی مسافر پر واجب نہیں اور اسے شارح ہدایہ علامہ اتقانی کا "غایة البیان" میں نقل کرنا اس کی بیّن دلیل ہے کہ امام محمد کی حاجی سے مراد مسافر حاجی ہے۔

اس باب میں فقہاء کرام کی عبارات کا اختلاف امام محمد علیہ الرحمہ کی عبارت کو سمجھنے میں اختلاف کا نتیجہ ہے اور اس اختلاف کا حل یہی ہے کہ امام محمد علیہ الرحمہ کی عبارت کے حل کرنے میں معتمد فقہاء اور مستند کُتُب پر بھروسہ کیا جائے، اعتماد میں شمس الائمہ سرخسی اور امام قدوری اور علامہ کاسانی سے بڑھ کر کون ہے اور "مبسـوط سـرخسـی"، "بـدائـع الـصـنـائع"، "غایة البیان" اور "در مـختار" یقیناً متداول اور قابلِ اعتماد کُتُب میں سے

ہیں۔ اس حقیر نے اس باب میں ذو القعدہ ۱۴۲۸ھ کو لکھے جانے والے ایک فتوی میں عبارات کے اختلاف کو بیان کیا تھا اس میں ثابت کیا تھا کہ قربانی کے وُجوب اور عدم وجوب کا مدار اقامت اور سفر پر ہے۔

اسی لئے خاتمۃ المحققین امام اہلسنّت امام احمد رضا حنفی نے عید الاضحیٰ کی قربانی کے بارے میں لکھا کہ

"وہ تو مسافر پر اصلاً نہیں مقیم مالدار پر واجب ہے اگر چہ حج میں ہے۔(۱۰٤)

امام اہلسنّت کی مندرجہ بالا عبارت اس میں صریح ہے کہ حاجی اگر مسافر ہو تو اس پر عید الاضحیٰ کی قربانی واجب نہیں اور اگر مقیم ہو تو واجب ہے، پھر آپ کے یہ کلمات کہ "اگر چہ حج میں ہے" جس کا مطلب قربانی کا تعلق حاجی یا غیر حاجی کے ساتھ نہیں بلکہ دیگر شرائط کے پائے جانے کے بعد مسافر اور غیر مسافر کے ساتھ ہے، آپ نے اعتبار حج وغیر حج، احرام وغیر احرام کا نہیں کیا، صرف اور صرف سفر اور اقامت کا کیا ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ١٤ ذوالحجة ١٤٣٧هـ ١٥ سبتمبر ٢٠١٦ م 988-F

۱۰٤۔ انوار البشارہ الفتاوی الرضویة، فصل پنجم: منٰی و مزدلفہ و باقی افعال حج، برقم ۱۵، ۷۵۲/۱۰

سفر

رمضان کے دن میں آغاز سفر اور روزہ

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے رمضان المبارک میں عمرہ کے لئے روانہ ہونا ہے اور اِس کی فلائٹ صبح ۱۱ بجے ہے ظاہر ہے کہ روزے کا وقت شروع ہونے کے بعد اِس کا سفر شروع ہوگا اب اگر اس کا سفر وایا دوبئ ہے اور وہاں چند گھنٹے کے لئے رکنا ہے پھر وہاں سے جدہ کے لئے سفر کرنا ہے ساتھ فیملی میں بوڑھی ماں اور چھوٹے بچے بھی ہیں اگر وہ شخص روزہ رکھ لیتا ہے تو بہت مشقت میں پڑ جائے گا اگر وہ گھر سے روزہ رکھ کر نکلے پھر سفر شروع ہونے کے بعد توڑ دے تو کیا حکم ہے اور اگر روزہ رکھنے کے بعد گھر میں ہی روزہ توڑ دیتا ہے کیا حکم ہوگا، اور اگر گھر میں سحری کرتا ہے اور روزہ کی نیت نہیں کرتا اور کچھ کھاتا بھی نہیں ہے، جب سفر شروع ہوجاتا ہے تو یہ شخص کھانا پینا شروع کرتا ہے تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟

(السائل: عمران جمانی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یادرہے وہ اعذار کہ جن کی وجہ سے رمضان المبارک میں روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے اُن میں سے ایک عذر سفر ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ (۱۰۵)

ترجمہ: تو تم میں جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں تو اتنے روزے اور دنوں میں۔

یادرہے مسافر کے لئے یہ رخصت روزہ چھوڑنے کی ہے روزہ توڑنے کی نہیں چنانچہ علامہ سیّد احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

۱۰۵۔ البقرہ: ۱۸۵/۲

قوله: السفر: فيه أنه لا يباح الفطر، إنما يبيح عدم الشروع فی الصوم إذ لو كان السفر يبيح الفطر لجاز لمن أصبح مقيماً، ثم سافر الفطر مع أنه لا يجوز۔ (۱۰۶)

یعنی، مُصنّف کا قول سفر میں روزہ افطار کرنا مباح نہیں ہے مباح روزہ شروع نہ کرنا ہے کیونکہ اگر سفر افطار کو مباح کردے تو اُس کے لئے افطار مباح ہوجائے گا جس نے صبح حالتِ اقامت میں کی پھر سفر کیا حالانکہ یہ جائز نہیں ہے۔

اور جو شخص صبح صادق کے وقت مقیم ہو اور دن میں اپنے سفر کا آغاز کرے تو سفر اس کے حق میں شرعاً عذر نہیں ہے چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا ہے:

منها السفر الذی يبيح الفطر وهو ليس بعذر فی اليوم أنشاء السفر فيه كذا فی "الغياثية" (۱۰۷)

یعنی، اُن اعذار میں سے ایک سفر ہے جو افطار کو مباح کردیتا ہے اور جس روز سفر شروع کیا اُس دن وہ عذر نہیں، اسی طرح ''غیاثیہ'' میں ہے۔

اسی لئے فقہائے کرام نے اس شخص کے لئے فرمایا کہ جس نے دن میں سفر شروع کیا اُسے روزہ توڑنا مباح نہیں۔ چنانچہ شمس الآئمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ اور ان سے علامہ نظام حنفی اور علماء ہند کی ایک جماعت نے نقل کیا:

"فلو سافر نهاراً لا يباح له الفطر فی ذلك اليوم"۔ (۱۰۸)

۱۰۶۔ حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم إلخ، فصل: فی العوارض، ص ۶۸۳

۱۰۷۔ الفتاوی الهندية، كتاب الصوم، الباب الخامس فی الأعذار التی تبيح الأفطار، ۲۰۶/۱

۱۰۸۔ المحيط السرخسی، كتاب الصوم، باب الأوقات التی تكره فيه الصوم، ص ۱۸۶، مخطوط مصوّر

الفتاوی الهندية، كتاب الصوم، الباب الخامس فی الأعذار التی تبيح الافطار، ۲۰۶/۱

یعنی، پس اگر دن میں سفر کیا تو اُسے افطار مباح نہیں۔

اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

"إذلا يباح له الفطر بانشا ئه بعد ما أصبح صائماً بخلاف لو حلّ به مرض بعد فله الفطر"۔ (۱۰۹)

یعنی، کیونکہ اُس نے روزے کی حالت میں صبح کی تو سفر شروع کرنے سے افطار مباح نہ ہوگا برخلاف اس کے کہ اُسے کسی مرض نے آلیا تو اِس کے لئے افطار جائز ہے۔

اور اگر سفر کا آغاز کرنے کے بعد افطار کرلے یعنی روزہ توڑ دے تو صرف قضاء لازم آئے گی، کفارہ لازم نہیں آئے گا چنانچہ شمس الآئمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

"وإن أفطر فلا كفارة عليه" (۱۱۰)

اور علامہ نظام حنفی اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

"وإن أفطر لا كفارة عليه"۔ (۱۱۱)

یعنی، اور اگر افطار کرلیا تو اس پر کوئی کفارہ نہیں۔

کفارہ لازم نہ ہونے کی وجہ افطار کے مباح ہونے کا شبہ ہے چنانچہ شمس الآئمہ سرخسی لکھتے ہیں:

لتمكن الشبهة بسبب اقتران المبيح الفطرف فإن السفر مبيح الفطر فی الجملة۔ (۱۱۲)

۱۰۹۔ مراقی الفلاح شرح نور الإ يضاح، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم يوجب القضاء، فصل: فی العوارض، ص ۲۰۱

إمدادا لفتاح، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم إلخ، فصل: فی العوارض، تحت قوله: وللمسافر ص: ۶۹۹

۱۱۰۔ المبسوط للسرخسی، كتاب الصوم، ۶۴/۳/۲

۱۱۱۔ الفتاوی الهندية، كتاب الصوم، الباب الخامس فی الأعذار التی يبيح الافطار، ۲۰۶/۱

۱۱۲۔ المبسوط للسرخسی، كتاب الصوم، ۶۴/۳/۲

یعنی، مبیح للفطر کے ملنے کے سبب شبہے نے جگہ پائی پس فی الجملہ سفر مبیح للفطر ہے۔

اور شبہ سے کفارہ ساقط ہوجاتا ہے چنانچہ شمس الآئمہ سرخسی لکھتے ہیں:

"وكفارة الفطر تسقط بالشبهة"۔ (۱۱۳)

یعنی: روزہ توڑنے کا کفارہ شبہ سے ساقط ہوجاتا ہے۔

اور اگر روزہ رکھ کر سفر کے آغاز سے قبل ہی افطار کرلے تو قضا و کفارہ دونوں لازم آئیں گے چنانچہ علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

"بخلاف ما لو أفطر ثم سافر"۔ (۱۱۴)

یعنی، برخلاف اس کے اگر اس نے افطار کرلیا پھر سفر شروع کیا۔

اور شمس الأئمہ سرخسی لکھتے ہیں:

"بخلاف مالو أفطر ثم سافر لأن السبب المبيح لم يوجد وقت الفطر فلم يورث الشبهة"۔ (۱۱۵)

یعنی، برخلاف اس کے اگر وہ افطار کرلے پھر سفر کرے (تو کفّارہ وقضاء دونوں لازم آئیں گے) کیونکہ افطار کے وقت (افطار کو) مباح کرنے والا سبب (سفر) نہ پایا گیا اس لئے اُس نے شبہ کو پیدا نہ کیا۔

اور اگر اُس نے سحری کی اور اُس کی نیت روزہ رکھنے کی نہ تھی حالانکہ اقامت کی حالت میں صبح کرنے کی صورت میں تو آغاز سفر کے بعد بھی روزہ توڑنا مباح نہیں اسی طرح روزہ چھوڑنا بھی مباح نہیں ہے جیسا کہ شمس الأئمہ سرخسی حنفی نے لکھا ہے:

جب اُس نے اقامت کی حالت میں صبح کی تو اس دن کا روزہ اس پر واجب

۱۱۳۔ المبسوط للسرخسی، كتاب الصوم، ۶۴/۳/۲

۱۱۴۔ الفتاوی الهندية، كتاب الصوم، الباب الخامس فی الأعذار التی تبيح الافطار، ۲۰۶/۱

۱۱۵۔ المحيط السرخسی، كتاب الصوم، باب الأوقات التی تكره فيها الصوم، ۱۸۶، مخطوط مصوّر

ہوگیا اور اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور سفر شروع کرنا اس کے اختیار میں ہے لہٰذا جس کا وجوب اس کے ذمہ ثابت ہو چکا وہ (دن میں) سفر سے ساقط نہ ہوگا۔(۱۱٦)

لیکن پھر بھی اگر صبح صادق سے لے کر سفر کے آغاز تک کھاتا پیتا نہیں ہے اور روزہ چھوڑنے والے دیگر افعال سے دُور رہتا ہے اور سفر کا آغاز کر لیتا ہے آغازِ سفر کے بعد کھاتا ہے تو اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں آئے گا قضاء تو بہر حال اُسے کرنی ہے کہ اس نے ایک روزہ چھوڑا ہے اور یہ چھوڑنا قرار پائے گا توڑنا نہیں۔

اور اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے شمس الآئمہ سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

"رجل أصبح فی أهله صائماً ثم سافر لم يفطر، لأنه حين أصبح مقيماً وجب عليه أداء الصوم فی هذا اليوم حقاً لله تعالى وإنما أنشأ السفر بإختياره فلا يسقط به ما تقرّر وجوبه عليه" (۱۱۷)

یعنی، کسی شخص نے اپنے اہل میں روزے کی حالت میں صبح کی پھر سفر کیا تو وہ روزہ نہیں توڑے گا کیونکہ جب اس نے حالت اقامت میں صبح کی تو اس دن کا روزہ اس پر واجب ہوگیا یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور سفر شروع کرنا اس کے اختیار سے ہے لہٰذا جس کا وجوب اس کے لئے ثابت ہو چکا وہ اس سے ساقط نہ ہوگا۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الجمعة، ۱۳ رمضان المبارك ۱٤۳۸هـ ۹ ديسمبر ۲۰۱۷ م 989-F

دو مختلف جگہوں پر ٹھہرنے کا ارادہ رکھنے والے مسافر کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں

۱۱٦۔ المبسوط للسرخسی، کتاب الصوم، ٦٤/۳/۲

۱۱۷۔ المبسوط للسرخسی، کتاب الصوم، ٦٤/۳/۲

کہ ایک قافلہ کراچی سے دو یا تین تاریخ کو آیا ان کو تقریباً چھ دن بعد حج کے مناسک ادا کرنے کے لیے منیٰ روانہ ہونا تھا جب یہ آئے تو قصر نماز پڑھ رہے تھے اور افعال حج کی ادائیگی کے بعد ان کے پاس سترہ دن کا عزیزیہ میں قیام ہے جب یہ منیٰ سے عزیزیہ آرہے تھے تو ان کی نیت یہ تھی کہ وہ دس روز کے اندر اندر ایک رات کے لئے مدینہ تشریف لے جائیں گے مگر وہ نہ جاسکے تو اب انہوں نے طائف جانے کا ارادہ کیا ہے اور اب تک قصر نماز پڑھ رہے ہیں انہیں طائف جا کر رات گزارنا ضروری ہے یا صرف جا کر واپس آنا ان کے مسافر رہنے کے لیے کافی ہے اور اگر یہ طائف کا سفر نہیں کرتے تو ان پر مسافر رہنے کے لیے مدینہ شریف کا سفر ان پر لازم ہے یا نہیں؟

(السائل: آصف مدنی عزیزیہ، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں یہ لوگ مسافر ہی رہیں گے کیونکہ انہوں نے کل سترہ دن عزیزیہ میں ٹھہرنا تھا اور دس روز بعد ایک رات کے لیے مدینہ شریف جانے کا ارادہ کیا تو نہ ہی مدینہ شریف روانگی کے ارادے سے قبل پندرہ دن بنتے ہیں اور نہ ہی اس کے بعد اور مختلف جگہوں پر ٹھہرنے کے ارادے سے کوئی مسافر مقیم نہیں ہوتا۔ کیونکہ اقامت کی نیت ایک جگہ کے لئے ہی ہوتی ہے

یاد رہے دو مختلف مستقل جگہوں پر ٹھہرنے کے ارادے میں دونوں جگہوں میں مدت سفر کی مسافت کا ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ جیسے کوئی شخص پندرہ دن مکہ مکرمہ اور منیٰ میں پندرہ دن ٹھہرنے کے ارادے سے مکہ مکرمہ میں آکر ٹھہرا تو وہ مسافر ہی رہے گا۔ مکہ مکرمہ میں بھی قصر کرتا رہے گا اور منیٰ وعرفات میں بھی وہ شخص مقیم نہ ہوگا۔ اس لئے سوال میں ذکر کردہ لوگ پہلی نیت سے ہی مسافر ٹھہرے انہیں اپنے آپ کو مسافر رکھنے کے لیے طائف جانے کا تکلف کرنے کی حاجت نہیں تھی ان کی نیت ہی کافی تھی۔

چنانچہ امام برہان الدین ابو المعالی محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ بخاری حنفی متوفی ٦۱٦ھ لکھتے ہیں:

لأن نية للإقامة انما تكون فی موضع واحد فإن الإقامة ضد السفر وهو الضرب فی الأرض والانتقال من موضع إلى موضع يكون ضرباً فی الأرض فلايكون إقامة۔ (۱۱۸)

یعنی، کیونکہ اقامت کی نیت ایک جگہ میں ہوتی ہے بے شک اقامت سفر کی ضد ہے اور سفر ضرب فی الارض ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا ضرب فی الارض ہے پس وہ اقامت نہ ہوگا۔

امام ابن مازہ بخاری حنفی مزید لکھتے ہیں:

وإذا نوى المسافر الإقامة فی موطنين خمسة عشر يوماً نحو مكة ومنیً،أو الكوفة والحيرة،لم يصر مقيماً۔ (۱۱۹)

اور جب مسافر نے وہ جگہ اقامت کی نیت کر لی جیسے مکہ اور منیٰ یا کوفہ اور حیرہ تو مقیم نہ ہوگا۔

اور علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری حنفی متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

ولو نوى الإقامة فی مؤضعين خمسة عشر يوماً لا يصير مقيماً (۱۲۰)

اگر دو جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لی مقیم نہ ہوگا۔

علامہ ابراھیم بن محمد بن ابراھیم حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں:

ولو نواها بمؤضعين كمكة ومنى لايصير مقيماًاِلَّا أن يبيت بأحدهما۔ (۱۲۱)

یعنی: اگر دو جگہ ٹھہرنے کی نیت کی جیسے مکہ اور منیٰ تو مقیم نہ ہوگا مگر یہ کہ ان دونوں سے ایک جگہ رات گزارے۔

۱۱۸۔ المحيط البرهانی كتاب الصلاة الفصل الثانی والعشرون فلاة السفر،۲/۳۹۱،۳۹۲

۱۱۹۔ المحيط البرهانی كتاب الصلاة الفصل الثانی والعشرون فلاة السفر، ۲/۳۹۱، ۳۹۲

۱۲۰۔ خلاصة الفتاوی،كتاب الصلاة،الفصل الثانی والعشرون فی صلاة المسافر، ۱/۹۹

۱۲۱۔ ملتقى الأبحر مع شرحه كتاب الصلاة،باب المسافر،۱/۲۴۰

علامہ شیخ ابراھیم حلبی دوسری جگہ لکھتے ہیں:

وكذا ان نوى خمسة عشر يوماً لكن مؤضعين لايصير مقيماً (۱۲۲)

یعنی: اور اسی طرح اگر پندرہ دن کی نیت کی لیکن دو جگہوں پر تو مقیم نہ ہوگا۔

لہٰذا دو جگہ اقامت کی نیت ہی درست نہیں ہے چنانچہ علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

ولو نوى أن يُقيم بمؤضعين لايصحّ۔ (۱۲۳)

یعنی: اگر نیت کی کہ دو جگہوں پر ٹھہرے گا تو (یہ نیت اقامت) درست نہیں۔

کیونکہ اگر دو جگہ کی نیت درست ہو جائے تو دو سے زیادہ جگہ کی نیت بھی درست ہونی چاہیئے چنانچہ علامہ موصلی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

إذ لو صحّ فی مؤضعين لصحّ فی أكثر وأنه ممتنع۔ (۱۲۴)

یعنی: کیونکہ دو جگہ نیت درست ہو جائے تو کئی جگہوں پر (ٹھہرنے کی نیت) درست ہو جائے گی حالانکہ یہ ممنوع ہے۔

اور دو جگہ اقامت کے درست ہونے کی ایک صورت ہے جو کُتُبِ فقہ میں مذکور ہے، مگر وہ صورت یہاں موجود نہیں ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الجمعة، ۱۶ ذوالحجة ۱۴۳۷ھ۔ ۱۷ سبتمبر ۲۰۱۶م 990-F

۱۲۲۔ حلبی كبير،الصلاة،فصل فی صلاة المسافر،ثم المسافر،۶۳۹

۱۲۳۔ المختار الفتوى مع شرحه للمصنف،كتاب الصلاة،باب صلاة المسافر،۱/۱۰۷

۱۲۴۔ الإختيار لتعليل المختار،كتاب الصلاة،باب صلاة المسافر،۱/۱۰۷

متفرق

تلبیہ کہنے والے کو سلام کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کہ ہم نے پڑھا ہے احرام کے بعد تلبیہ کی کثرت کی جائے جب کوئی تلبیہ پڑھ رہا ہو تو اسے سلام کرنا کیسا ہے اور اگر سلام کیا جائے تو تلبیہ کہنے والا جواب دے یا نہ دے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں حکم یہ ہے کہ جب کوئی تلبیہ کہہ رہا ہو تو اُسے سلام نہ کیا جائے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:

و یکرہ لغیرہ أن یسلّم علیه (۱۲۵)

یعنی، غیر کے لئے مکروہ ہے کہ اُسے سلام کرے۔

کراہت تب ہے جب تلبیہ بآواز بلند پڑھ رہا ہو چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

حال تلبیته جهراً (۱۲۶)

یعنی، اُس کے جہراً تلبیہ پڑھنے کی حالت میں۔

اور شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

ومکروہ است مر غیر وی را کہ سلام گوید بروی (۱۲۷)

یعنی، غیر کے لیے مکروہ ہے کہ وہ تلبیہ کہنے والے کو سلام کہے۔

۱۲۵۔ لباب المناسك، باب الإحرام، فصل و شرط التلبية إلخ ص ۱٤٤

۱۲۶۔ المسلك المقسط فی المسك المتوسط باب الإحرام، فصل: و شرط التلبية، ص۱٤٤

۱۲۷۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب: باب اول در بیان احرام، فصل چہارم در بیان کیفیت احرام، ص۸۰

اور اگر سلام کہہ دیا تو اسے جواب دینا لازم ہوگا، چنانچہ مخدوم ہاشم ٹھٹوی لکھتے ہیں:

واگر گفت لازم گردد جواب او علی أظہر (۱۲۸)

یعنی، پس اگر سلام کیا تو اظہر قول کے مطابق جواب دینا ہوگا۔

اور مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

هل یستحق الجواب حینئذٍ؟ الأظهر نعم (۱۲۹)

یعنی، اس وقت جواب دینا واجب ہے؟ اظہر ہے کہ ہاں۔

اور اُسے اختیار ہے کہ چاہے تلبیہ چھوڑ کر درمیان میں جواب دے یا فراغت کے بعد دے بس یہ ہو کہ سلام کرنے والے کے جانے سے قبل جواب دے دے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

ولو ردّ السلام فی خلا لها جاز یعنی وجاز أن لا یردّ فی خلا لها بل یؤخّره حتی یردّ بعد فداغها، ان لم یفته الجواب بالتأخیر عنها (۱۳۰)

یعنی، اگر بیچ میں سلام کا جواب دیا تو جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ بیچ میں جواب نہ دے بلکہ مؤخّر کرے، فراغت کے بعد جواب دے اگر فراغت کے بعد تک تاخیر سے جواب فوت نہ ہو۔

اور شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی لکھتے ہیں:

پس جائز است کہ رد سلام کند در اثناء تلبیہ، جائز است کرتا خیر کند در ردّ آن تا فراغ اُز تلبیہ اگر داند کہ سلام گوینده تا فراغ او مفارق نہ خواہد شُد (۱۳۱)

یعنی، جائز ہے کہ دوران تلبیہ سلام کا جواب دے، اور جائز ہے کہ اسے جواب دینے میں تلبیہ سے فراغت تک تاخیر کرے اگر وہ جانتا ہے کہ سلام

۱۲۸۔ حیات القلوب فی زیارۃ المحبوب باب اول در بیان احرام، فصل چہارم در بیان کیفیت احرام، ص۸۰

۱۲۹۔ المسلك المقسط فی المسك الموسط باب الإحرام، فصل: و شرط التلبيه إلخ، ص ۱٤٤

۱۳۰۔ لباب المناسك و شرحه، باب الإحرام، فصل: و شرط التلبيه، ص۱٤٤

۱۳۱۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل چہارم در بیان کیفیت احرام ۸۰

کرنے والا اُس کے فارغ ہونے تک جدا نہ ہوگا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ٨ ذوالحجة ١٤٣٧ھـ ٩ سبتمبر ٢٠١٦م 991-F

دم کے ذبح شدہ جانور فقراء سے خریدنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ اکثر دم کے جانور ذبح کئے جاتے ہیں تو وہاں موجود فقراء اُن سے لے لیتے ہیں، مگر بعض گروپس کے آرگنائزر اُن فقراء سے اسے کم قیمت میں خرید لیتے ہیں اور حاجیوں کو کھلاتے ہیں کیا اُن فقراء کا بیچنا اور گروپ آپریٹرز کا خریدنا اور حاجیوں کا کھانا جائز ہے؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی، میٹھادر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: دمِ جبر کا دم دینے والے کو کھانا جائز نہیں، دم دینے والا اگرچہ فقیر ہو، دَم دینے والا ذبح شُدہ جانور کا اگر کسی فقیر کو مالک بنا دے اور فقیر اسے لے لے تو وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے، اب اُسے جائز ہے کہ وہ اسے خود کھائے یا کسی فقیر یا غنی کو کھلائے، چنانچہ علاّمہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملاّ علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

كلّ دم وجب جبراً لا يجوز له الأكل منه ولا الأغنياء إلّا إذا أعطاهم الفقراء تمليكاً لا إباحةً (١٣٢)

یعنی، ہر دمِ جو جبراً واجب ہو اُس کا کھانا دم دینے والے کے لئے جائز نہیں، نہ اغنیاء کے لئے مگر یہ کہ جب وہ فقراء تملیکاً اُن (اغنیاء) کو دے دیں (تو جائز ہے) نہ کہ اباحۃً۔

کھلانا جائز ہے اسی طرح غنی وغیر غنی سب کو بیچنا بھی جائز ہوگا۔ جیسے زکوۃ میں نکالا گیا مال جب کسی فقیر کو دے دیا جائے اور وہ اس کا مالک ہو جائے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ

١٣٢۔ لباب المناسك و شرح المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط،باب الهدايا،ص ٦٦٥

اُسے خود استعمال کرے یا ہبہ کرے یا بیچے، میّت کو کفن دے، یا میّت کے قرض میں دے، یا مسجد کی تعمیر میں صرف کرے، یا اُس سے غلام آزاد کرے فقیر کے قبضہ میں آنے سے قبل زکوۃ کے مال سے نہ کفنِ میّت جائز تھا اور نہ ہی اُس کا قرض ادا کرنا اور نہ یہ مال تعمیرِ مسجد میں صرف ہوسکتا تھا اور نہ ہی غلام کی آزادی میں۔ چنانچہ علاّمہ عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

والحيلة فی هذه الأشياء أن يتصدّق بها على الفقير ،ثم يأمره أن يفعل هذه الأشياء ،فيحصل له ثواب الصدقة ويحصل للفقير ثواب هذه القُرب (١٣٣)

یعنی، ان اشیاء میں حیلہ یہ ہے کہ مالِ زکوۃ کو فقیر پر صدقہ کیا جائے پھر اُسے ان کاموں کے کرنے کا کہا جائے تو مالک کو صدقہ کا ثواب اور فقیر کو اُن نیک اُمور میں خرچ کرنے کا ثواب ملے گا۔

اِس سے معلوم ہوا کہ زکوۃ فقیر کو دینے سے قبل زکوۃ تھی اُس کی ملک میں آنے کے بعد اب زکوۃ نہ رہی تبھی تو اُن اُمور میں اُسے خرچ کرنا جائز ہو جو اِس سے قبل جائز نہ تھا۔ اِسی طرح دمِ جبر کا جانور ذبح ہونے کے بعد فقیر کی ملک میں آ گیا اب یہ دمِ جبر کا جانور نہ رہا کہ پہلے اس جانور سے کھانا جن جن کو ممنوع تھا اب وہ ممنوع نہ رہا اب فقیر چاہے خود کھائے یا ہبہ کردے یا کسی کو بیچ دے، جب بیچنا جائز ہے تو خریدنا بھی جائز ہوا۔

باقی رہا قیمت کا کم ہونا تو قیمت کا معاملہ بیع وشراء کرنے والوں پر موقوف ہوتا ہے جب بیچنے والا اس قیمت میں بیچنے پر راضی اور خریدنے والا اس قیمت میں لینے پر راضی تو شرع اس سے منع نہیں کرتی۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ٢٤ ذوالحجة ١٤٣٧ھـ ٢٥ سبتمبر ٢٠١٦م 992-F

١٣٣۔ تبيين الحقائق،كتاب الزكوٰة،باب المصرف ،تحت قوله :وشراء قنّ يعتق، ١٢١/٢

حرم کی ایک نیکی لاکھ نیکیوں کے برابر ہے

استفتاء: کیا حرم میں ایک نیکی کا ثواب لاکھ نیکی کے برابر ہے اور ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ صرف فرض نمازوں کے ساتھ خاص ہے یا نوافل کے لئے بھی؟ آیا یہ ثواب عورتوں کو بھی ملے گا یا صرف مردوں کو ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں حرم میں ایک نیکی لاکھ نیکیوں کے برابر ہے اور یہ نیکی تمام نیکیوں کو شامل ہے، صرف فرض کے ساتھ خاص نہیں ہے اور مرد حضرات مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں گے تو اس کا زیادہ ثواب ہے اور عورت کے لیے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

حرم کی ایک نیکی لاکھ نیکیوں کے برابر ہے امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیساپوری متوفی ۴۰۵ھ سے روایت ہے:

"عَنْ زَاذَانَ، قَالَ:مَرِضَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَرَضًا شَدِيدًا، فَدَعَا وَلَدَهُ فَجَمَعَهُمْ فَقَال:سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُول:مَنْ حَجَّ مِنْ مَكَّةَ مَاشِيًا حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى مَكَّةَ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ سَبْعَ مِائَةِ حَسَنَةٍ، كُلُّ حَسَنَةٍ مِثْلُ حَسَنَاتِ الْحَرَمِ قِيلَ:وَمَا حَسَنَاتُ الْحَرَمِ؟ قَال:بِكُلِّ حَسَنَةٍ مِائَةُ أَلْفِ حَسَنَةٍ۔هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ۔ (۱۳٤)

یعنی، زاذان سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سخت بیمار ہوئے، آپ نے اپنی اولاد کو بلوایا۔ آپ نے ان کو جمع کیا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ "جس

۱۳٤۔ المستدرك على الصحيحين، كتاب المناسك، فضيلة الحج ماشياً، برقم: ۱۷۳۵، ۱۱٤/۲

نے مکہ مکرمہ سے پیدل حج کیا یہاں تک کہ وہ مکہ مکرمہ واپس آئے اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ہر قدم کے بدلے سات سو نیکیاں لکھ دیں اور ہر نیکی حرم کی نیکیوں کی مثل ہے۔" عرض کیا گیا کہ حرم کی نیکی کیا ہے؟ فرمایا: ہر نیکی کے بدلے ایک لاکھ نیکیاں ہیں۔

امام حاکم نے فرمایا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور شیخین (امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ) نے اس کو روایت نہیں کیا ہے۔

اور امام حافظ ابوقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

عَنْ زَاذَانَ قَالَ:مَرِضَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَرَضَةً ثَقُلَ مِنْهَا، فَجَمَعَ إِلَيْهِ بَنِيهِ وَأَهْلَهُ، فَقَالَ :إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : مَنْ حَجَّ مِنْ مَكَّةَ مَاشِيًا، حَتَّى يَرْجِعَ إِلَيْهَا، فَلَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ سَبْعُ مِائَةِ حَسَنَةٍ مِنْ حَسَنَاتِ الْحَرَمِ ، فَقَالَ رَجُلٌ :وَمَا حَسَنَاتُ الْحَرَمِ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ :كُلُّ حَسَنَةٍ مِنْهَا أَلْفُ حَسَنَةٍ۔" (۱۳۵)

یعنی: "زاذان سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما علیل ہوئے جس سے آپ کو تکلیف ہوتی تھی تو آپ نے اپنے بیٹوں اور اپنے اہل کو اپنے پاس جمع فرمایا اور فرمایا بے شک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جس نے مکہ مکرمہ سے پیدل حج کیا یہاں تک وہ مکہ مکرمہ واپس آئے، تو اس کے لئے ہر قدم پر حرم کی نیکیوں سے سات سو نیکیاں ہیں تو اس ایک شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! حرم کی نیکیاں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا: اس کی (یعنی حرم کی) ہر نیکی ایک لاکھ نیکی ہے۔

اور علامہ ملاّ علی بن سلطان قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

"وَرَدَ أَنَّ حَسَنَةَ الْحَرَمِ مُطْلَقًا بِمِائَةِ أَلْفٍ، لَكِنَّ الصَّلَاةَ فِي مَسْجِدِ

۱۳۵۔ المعجم الأوسط، باب: من اسمه إبراهيم، برقم: ۲٦۷۵، ۱۰٦/۲

الْجَمَاعَةِ تَزِيدُ عَلَى ذَلِكَ، وَلِذَا قِيلَ :بِمِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ فِي مَسْجِدِي، وَلَمْ يَقُلْ حَسَنَةً .وَصَلَاةٌ فِي مَسْجِدِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِأَلْفِ صَلَاةٍ، كُلُّ صَلَاةٍ بِعَشْرِ حَسَنَاتٍ، فَتَكُونُ الصَّلَاةُ فِي مَسْجِدِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِعَشَرَةِ آلَافِ حَسَنَةٍ (١٣٦)

یعنی، حرم کی ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے لیکن مسجدِ جماعت میں نماز ثواب اور بڑھ کر ہے۔اسی وجہ سے آپ علیہ الصّلاۃ والسّلام نے "صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي" (میری مسجد میں نماز) کے الفاظ استعمال فرمائے اور مطقاً "حَسَنَةً" (نیکی) کا لفظ استعمال نہیں فرمائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ایک نماز ہزار نمازوں کے برابر ہے، ہر نماز کا ثواب دس گُنا ہوا، تو نبی کریم علیہ الصّلاۃ والسّلام کی مسجد میں ایک نماز دس ہزار نیکیوں کے برابر ہیں۔

اور ثواب کا دُگنا ہونا، فرض، نفل اور دیگر طاعات کو شامل ہے، اس بارے قاضیٔ مکۃ المکرّمۃ، امام ابو بقاء محمد بن احمد المکی الحنفی المتوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں:

فإن قيل:قد جاء عن ابن عباس:أن حسنات الحرم كلّ حسنة بمائة ألف حسنة۔هذا يدلّ على أن المراد بالمسجد الحرام فى فضل تضعيف صلاة الحرم جمعيه،لأنه عمّم التضعيف فى جميع الحرم۔أجاب عنه الشيخ محب الدين الطبرى:بأنا نقول بموجب حديث ابن عباس ان حسنة الحرم مطلقاً بمائة ألف،لكن المسجد مخصوص بتضعيف زائد على ذلك۔" (١٣٧)

یعنی: اگر کہا جائے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے جو روایت کی گئی ہے کہ "حرم کی نیکیاں ہر نیکی کے بدلے ایک لاکھ نیکیوں کے برابر

١٣٦۔ مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة، برقم: ٩٢ ٢/٦، ٣٩٥ تا ٣٩٧

١٣٧۔ البحر العميق، الباب الأول فى الفضائل، فصل :فى المسجد الحرام والصلاة فيه، ١/١٥٢

ہے۔" یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نماز پر کئی گنا ثواب ملنے کی فضیلت میں مسجد حرام سے پورا حرم مراد ہے کیونکہ آپ نے کئی گنا ثواب کو پورے حرم میں عام فرمایا ہے۔

تو شیخ محبّ الدین طبری نے اس کا جواب دیا کہ حدیثِ ابن عباس کے بیان مطابق ہم یہ قول کرتے ہیں کہ حرم کی ہر نیکی، ایک لاکھ نیکوں کے برابر ہے، لیکن مسجد حرام میں اور زیادہ ثواب ملے گا۔

اور علامہ ملاّ علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ :ثُمَّ الْمُضَاعَفَةُ لَا تَخْتَصُّ بِالْفَرْضِ، بَلْ تَعُمُّ النَّفْلَ أَيْ تَعُمُّ النَّفْلَ أَيْضًا.....الْمُضَاعَفَةُ لَا تَخْتَصُّ بِالصَّلَاةِ بَلْ تَعُمُّ سَائِرَ الطَّاعَاتِ، وَبِهِ صَرَّحَ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ فَقَالَ: صَوْمُ يَوْمٍ بِمَكَّةَ بِمِائَةِ أَلْفٍ، وَصَدَقَةُ دِرْهَمٍ بِمِائَةِ أَلْفٍ، وَكُلُّ حَسَنَةٍ بِمِائَةِ أَلْفٍ۔ إِنَّ حَسَنَاتِ الْحَرَمِ كُلُّ حَسَنَةٍ بِمِائَةِ أَلْفِ حَسَنَةٍ .وَرَوَى ابْنُ مَاجَة خَبَرَ :مَنْ أَدْرَكَ شَهْرَ رَمَضَانَ بِمَكَّةَ فَصَامَهُ وَقَامَ فِيهِ مَا تَيَسَّرَ كُتِبَ لَهُ مِائَةُ أَلْفِ شَهْرِ رَمَضَانَ فِيمَا سِوَاهُ، وَكُتِبَ لَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ عِتْقُ رَقَبَةٍ، وَفِي كُلِّ يَوْمٍ حِمْلُ فَرَسَيْنِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ .وَرَوَى الْبَزَّارُ خَبَرَ: رَمَضَانُ بِمَكَّةَ أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ رَمَضَانَ بِغَيْرِ مَكَّةَ ، (١٣٨)

یعنی، علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرّحمۃ نے فرمایا: پھر مضاعفت (ثواب کا دُگنا ہونا) فرض کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ نفل کو بھی شامل ہے..... یہ مضاعفت نماز کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام طاعات کو شامل ہے۔ اسی کی امام حسن بصری علیہ الرحمۃ نے تصریح فرمائی کہ مکہ مکرمہ میں ایک روزہ ایک لاکھ (روزوں) کے برابر ہے،۔ایک درہم صدقہ ایک لاکھ دراہم صدقہ کرنے کے برابر ہے اور ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے ۔ بے شک

١٣٨۔ مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة، برقم: ٩٢ ٢/٦، ٣٩٥ ۔٣٩٧

حرم کی ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے اور ابن ماجہ نے حدیث وادر کی کہ جس نے مکہ مکرمہ میں رمضان پایا اس ماہ کے روزے رکھے اور اُس میں جو اُسے میسر آیا اُس نے قیام کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُس کے لئے اُس رمضان کے علاوہ ایک لاکھ رمضان کا ثواب لکھ دیا اور اُس کے لئے ہر دن اور رات میں غلام آزاد کرنا لکھ دیا اور ہر روز اللہ تعالیٰ کی راہ میں دو گھوڑوں کا بوجھ خرچ کرنا لکھ دیا اور بزاز نے حدیث روایت کی کہ مکہ مکرمہ میں رمضان المبارک، غیرِ مکہ میں ایک لاکھ رمضان سے افضل ہے۔

اور یہ ثواب صرف مردوں کے لئے نہیں ہے بلکہ عورتوں کے لئے بھی ہے کیونکہ احادیث نبویہ علیہ التحیۃ والثناء آثار صحابہ اور اقوال فقہاء میں مردوں کی تخصیص مذکور نہیں ہے جیسا کہ مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہے، باقی کہیں مردوں کا ذکر آیا ہو یا مذکر کی ضمائر آئی ہوں وہ تغلیب کے باب سے ہیں اس سے مردوں کی تخصیص مراد نہیں ہے۔ یاد رہے ثواب کا تعلق طاعت سے ہے اور احادیث نبویۃ علیہ التحیۃ والثناء میں غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ منشاءِ رسالت یہ تھا کہ عورتیں گھروں میں نمازیں ادا کریں اس لئے عورت گھر میں نماز ادا کرے گی تو اسے ثواب زیادہ ملے گا کیونکہ اس میں اطاعت شامل ہے جو کہ ثواب میں اصل ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۲۲ ذوالحجة ۱٤۳۷ھـ ۲٤ سبتمبر ۲۰۱٦م F-993

مآخذ ومراجع

☆ **الإختیار لتعلیل المختار**، للموصلی، الإمام عبد الله بن محمود الحنفی (ت٦٨٣هـ)، دار المعرفة، بیروت، الطبعة الثانیة ١٤٢٣هـ ـ ٢٠٠٢م

☆ **إرشاد السّاری** إلی مناسك الملّا علی القاری۔ للمکی، حسین بن محمد سعید بن عبدالغنی الحنفی (ت١٣٦٦ هـ)، المکتبة الإمدادیة، مکة المکرمة، الطّبعة الأولیٰ ١٤٣٠هـ ـ ٢٠٠٩م

☆ **البحر الرّائق** شرح کنز الدّقائق۔ لابن نجیم، زین الدّین بن إبراهیم بن محمد المصری الحنفی (ت٩٧٠هـ)، ضبطه الشّیخ زکریا عمیرات، دارُالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤١٨هـ ـ١٩٩٧م۔

☆ **البحر العمیق** فی مناسك المعتمر و الحاجّ إلی بیت الله العتیق، لابن الضّیاء، محمد بن أحمد المکی الحنفی (ت٨٥٤هـ)، تحقیق عبدالله نذیر أحمد عبدالرحمن مزی، مؤسّسة الریان، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٧هـ ـ ٢٠٠٦م

☆ **بدائع الصنائع** فی ترتیب الشرائع۔ للکاسانی، علاؤ الدین أبی بکر بن مسعود الحنفی (ت٥٨٧هـ) تحقیق و تعلیق علی محمد معوض و عادل أحمد، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٨هـ ـ ١٩٩٧م

☆ **بدایة المبتدی** (متن الهدایة)، للمرغینانی، برهان الدین أبی الحسن علی بن أبی بکر الحنفی (ت٥٩٣هـ)، دارالأرقم، بیروت۔

☆ **البدایة و النهایة** للدمشقی، عماد الدّین إسماعیل بن عمرابن کثیر الشافعی (ت ٧٧٤ھ)، دار الفکر، بیروت، الطبعة الثالثة ١٤١٩هـ ـ ١٩٩٨م

☆ **البنایة** شرح الهدایة، للعینی، الإمام محمود بن محمد بن موسی المعروف بدرالدّین الحنفی (ت٨٥٥هـ)، تحقیق أیمن صالح شعبان، دارُالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤٢٠هـ ـ ٢٠٠٠م۔

☆ **بهار شریعت** للأعظمی، محمد أمجد علی صدرالشریعة الحنفی (ت١٣٦٧هـ)، المکتبة المدینة، کراتشی، الطّبعة الأولیٰ ١٤٣٠هـ- ٢٠٠٩م-

☆ **تبیین المحارم** للرومی، العلامة سنان الدین یوسف بن عبد الله الأماسی الحنفی، (ت ١٠٠٠هـ) تحقیق أبی الحسن عبد الله بن عبد العزیز الشبراوی الورّاق، دارالرسالة،القاهرة،الطبعة الأولی ١٤٢٢هـ- ٢٠١١م

☆ **تبیین الحقائق** شرح کنزالدّقائق، للزّیلعی، الإمام فخرالدِّیْن عثمان بن علی الحنفی (ت٧٤٣هـ)، تحقیق الشّیخ أحمد عزّوعنایة، دارُالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢٠هـ- ٢٠٠٠م

☆ **التعریفات الفقهیة** (من مجموعة القواعد الفقهیة الحنفیة) للمفتی عمیم الإحسان المجددی الحنفی، مدنی کتب خانه، کراتشی

☆ **تفسیرات أحمدیة** لملاّ جیون، العلاّمة أحمد بن أبی سعید الجونفوری الحنفی (ت ١١٣٠هـ) مکتبة الإسلامیة ، کوئته

☆ **التفسیر الکبیر** للرازی، الإمام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین الشافعی (ت ٦٠٦ هـ)،دار إحیاء التراث العربی،بیروت، الطبعة الثالثة ١٤٢٠هـ

☆ **تنویرالأبصار** وجامع البحار فی فروع فقه الحنفی (مع شرحه للحصکفی)، للتمرتاشی، العلاّمة محمد بن عبدالله بن أحمد الغزّی الحنفی (ت١٠٠٤هـ)، تحقیق عبدالمنعم خلیل إبراهیم، دارُالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤٢٣هـ-٢٠٠٢م

☆ **جامع المسانید،** للخوارزمی ، الإمام أبی المؤیّد محمد بن محمود الحنفی (ت ٦٦٥هـ)، دار الکتب العلمیة، بیروت

☆ **الجامع الصحیح**، وهو السنن الترمذی، للإمام أبی عیسی محمد بن عیسی(ت ٢٧٩هـ)، تحقیق محمود محمد محمود حسن نصّار،دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢١هـ- ٢٠٠٠م

☆ **الجامع** لشعب الإیمان، للبیهقی، الإمام أبی بکر أحمد بن الحسین الشّافعی (ت٣٥٨هـ)، تحقیق الدّکتور عبدالعلی عبدالمجید حامد، مکتبة الرُّشد، الرّیاض، الطّبعة الأولیٰ١٤٢٣هـ-٢٠٠٣م

☆ **جمع المناسك** و نفع النّاسك المعروف بالمنسك الکبیر، للإمام رحمت الله بن القاضی عبد الله السّندی الحنفی (ت ٩٩٣هـ)، أفغانستان-

☆ **جمع المناسك** و نفع النّاسك المعروف بالمنسك الکبیر، للإمام رحمت الله بن القاضی عبد الله السّندی الحنفی (ت ٩٩٣هـ)،المطبعة المحمودیة بالقسطنطنیة ١٢٨٩هـ

☆ **الجوهرة النیّرة** ، للحدّادی، العلامة علی بن أبی بکر الحنفی (ت٨٠٠هـ)، دارُالکتب العلمیّة، بیروت

☆ **حاشیة صالح الحبّاب** علی شرح المنسك (أی علی **المسلك المتقسط** فی المنسك المتوسّط) للعلاّمة صالح الحباب الحنفی ، مخطوط مصوّر

☆ **حاشیة الطّحطاوی** علی مراقی الفلاح، للعلاّمة أبی جعفر أحمد بن محمد الحنفی (ت١٢٣١هـ)، ضبطه وصحّحه الشّیخ محمد عبدالعزیز الخالدی، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤١٨هـ-١٩٩٧م

☆ **حاشیةُ الطّحطاوی** علی الدّرالمختار، للعلامة أبی جعفر أحمد بن محمد الحنفی (ت١٢٣١هـ)، دارُالمعرفة، بیروت١٣٩٥هـ-١٩٧٥م

☆ **الحج**، للعلامة محمد سلیمان أشرف الحنفی، قطب مدینه پبلشرز، کراتشی

☆ **حلبة المجلی** لإبن أمیر الحاج ، العلاّمة شمس الدین محمد بن محمد الحنفی (ت ٨٧٩ هـ)، ،دار الکتب العلمیة، بیروت ، الطّبعة الأولیٰ ١٤٣٦هـ- ٢٠١٥م

☆ **حیاة القلوب** فی زیارة المحبوب- للسّندی، المخدوم محمد هاشم بن عبدالغفورالحارثی التتوی الحنفی (ت١١٧٤هـ)، إدارة المعارف، کراتشی ١٣٩١هـ

☆ **خزانة الأكمل** للجرجانی، العلامة أبی یعقوب یوسف بن علی الحنفی (ت ٥٢٢هـ)، تحقیق أحمد خلیل إبراهیم، ،دار الكتب العلمیة، بیروت ، الطّبعة الأولیٰ ١٤٣٦هـ ٢٠١٥م

☆ **خَزَائِنُ العِرفان** ، لصدر الأفاضل، السّیّد محمد نعیم الدّین الحنفی (ت ١٣٦٧ هـ)، المكتبة الرّضویة، كراتشی

☆ **خلاصة الفتاوی** للبخاری، الإمام إفتخارالدّین طاهر بن أحمد بن عبدالرّشید الحنفی (ت٥٤٢هـ)، مكتبة رشیدیة، كوئته۔

☆ **الدرر الحكّام** فی شرح غرر الأحكام، لملا خِسرَو، القاضی محمد بن فرموز الحنفی (ت ٨٨٥هـ)، مطبعة أحمد كامل الكائنة فی دار السّعادة، طبع فی سنة ١٣٢٩هـ

☆ **الدُّرُّ المختار** (شرح تنویر الأبصار)۔ للحصكفی، علاؤ الدین محمد بن علی الحصنی الحنفی (ت١٠٨٨هـ) تحقیق عبدالمنعم خلیل إبراهیم، دارالكتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢٣هـ ٢٠٠٢م

☆ **الدُّرُّالمنتقی** فی شرح الملتقی، (مع مجمع الأنهر)، للحصكفی، العلامة علاؤالدین محمد بن علی الحصنی الحنفی، (ت١٠٨٨هـ)، دارُالكتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤١٩هـ١٩٩٨م

☆ **ردّ المحتار** علی الدُّرّ المختار۔ للشّامی، محمد أمین بن عمر ابن العابدین الحنفی، تحقیق عبدالمجید طعمه الحلبی (ت١٢٥٢هـ)، دار المعرفة ، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٠هـ ٢٠٠٠م

☆ **سُنَن ابن ماجة** ، للإمام أبی عبداللّٰه محمد بن یزید القزوینی (ت٢٧٣/٢٧٥هـ)، تحقیق محمود محمد محمود حسن نصّار، دارُالكتب العلمیّة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤١٩هـ١٩٩٨م

☆ سنن الترمذی = الجامع الصحیح

☆ **سُنَن أبی داؤد** للإمام سلیمان بن أشعث السّجستانی (ت٢٧٥هـ)، تعلیق عبید الدّعاس وعادل السّید، دارإبن حزم، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤١٨هـ١٩٩٧م

☆ **السّنن الكبری** للبهیقی، الإمام أبی بكر أحمد بن حسین بن علی (ت ٤٥٨هـ)، تحقیق محمد عبد القادر عطا، الطّبعة ١٤٢٠هـ ١٩٩٩م

☆ **سُنَنَ الدَّارقُطنی،** للإمام علی بن عمر البغدادی (ت ٣٨٠هـ)، تعلیق مجدی بن منصور، دارالكتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤١٧هـ ١٩٩٦م

☆ **سُنَن النّسائی** للإمام أبی عبدالرّحمٰن أحمد بن شعیب الخراسانی (ت٣٠٣هـ)، ضبط وتوثیق صدقی جمیل العطّار، دارالفكر، بیروت، ١٤١٩هـ١٩٩٩م

☆ **الشافی** فی شرح مسند الشافعی لابن الأثیر، العلامة مجدد الدین أبی السعاداة المبارك بن محمد بن عبد الكریم الجزری (ت ٦٠٦ هـ)، تحقیق عامر عبد الباسط الجزّار، دار الكلمة، مصر ، الطبعة الأولی ١٤٢٩هـ ٢٠٠٨م

☆ **شرح تحفة الملوك** لابن ملك، الإمام الفقیه محمد بن عبد اللطیف الحنفی، تحقیق عبد المجید بن عبد الرحمن الدرویش، المكتبة القدس

☆ **شرح الوقایة** مع عمدة الرّعایة، للمحبوبی، الصدر الشّریعة الأصغر عبید الله بن مسعود (ت ٧٥٠هـ)، دار الكتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولی ٢٠٠٩م

☆ **صحیح البخاری** ، للإمام محمد بن إسماعیل الجُعفی (ت٢٥٦هـ)، دار الكتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٩هـ ١٩٩٨م

☆ **صحیح مسلم**، للإمام مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری (ت ٢٦١ هـ)، دار الكتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢١هـ ٢٠٠١م

☆ **عُمدةُ القاری** شرح صحیح البخاری، للعینی، الإمام محمود بن محمد بن موسی المعروف ببدرالدّین الحنفی (ت٨٥٥هـ)، دارُالفكر، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤١٨هـ١٩٩٨م

☆ **غایة البیان** ونادرة الأقران، (وهوشرح علی الهدایة)، للإتقانی، الإمام قوام

الدّین أمیر کاتب بن أمیر عمرالحنفی (ت۷۵۸ھ)، مخطوط مصوّر

☆ **غنیة ذوی الأحکام** فی بُغیة دُرَرِ الحُکّام، للشرنبلالی، العلامة أبی الإخلاص حسن بن عمّار الحنفی (ت۱۰۶۹ھ)، مطبعة أحمد کامل الکائنة فی دارالسّعادة۱۳۲۹ھ

☆ **غنیية المستملی** شرح منية المصلی (حلبی کبير) للعلّامة إبراهيم بن محمد بن إبراهيم الحنفی (ت۹۵۶ھ)، سهيل أکادمی، لاهور

☆ **غُنية النّاسك** فی بُغيةُ المناسك، للعلامة محمد حسن شاه، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، کراتشی، الطّبعة الأولیٰ۱۴۱۷ھ

☆ **الفتاوی التّاتارخانية**، للعلامة عالم بن علاء الأنصاری الأندرپتی الدّهلوی الحنفی (ت۷۸۶ھ)، تحقيق القاضی سجاد حسين، دار احياء التّراث العربی، بيروت، الطّبعة الأولی ۱۴۲۵ھ۔ ۲۰۰۴م

☆ **الفتاوی الرضوية** للإمام أهل السنّة ، الإمام أحمد رضا الحنفی(ت ۱۳۴۰ھ)، رضا فاؤنڈيشن لاهور ،۱۴۲۳ھ ۔۲۰۰۳م

☆ **الفتاوی الظّهيريّة** ، للإمام ظهير الدِّيْن أبی بکر محمد بن أحمد البخاری الحنفی (ت۶۱۹ھ)، مخطوط مصوّر، المخزون فی دارِ الکتب لجمعيّة إشاعة أهل السنّة، ميتهادر، کراتشی

☆ **فتاوی قاضيخان** (علی هامش الهندية)، للأوزجندی، للإمام حسن بن منصور الحنفی (ت ۵۹۲ھ)، دار المعرفة، بيروت، الطّبعة الثالثة ۱۳۹۳ھ۔ ۱۹۷۳م

☆ **فتاوی قاضيخان**، للأوزجندی، للإمام حسن بن منصور الحنفی (ت ۵۹۲ھ)، دار الفکر، بيروت، الطّبعة الأولیٰ۱۴۲۹ھ۔ ۲۰۰۰م

☆ **الفتاویٰ الهندية** ۔ المسمّاة الفتاوی العالمکيرية، للشّيخ نظام (ت۱۱۶۱ھ)، وجماعة من علماء الهند، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثالثة ۱۳۹۳ھ۔ ۱۹۷۳م

☆ **فتاوی يورب** للمفتی عبد الواحد القادری الحنفی، سبير برادرز، لاهور

☆ **فتح الرحمانی** فی فتاوی السيد ثابت أبی المعالی، مکتبة القُدس، کوئٹة

☆ **فتح القدير** ۔ لابن الهمام، کمال الدين محمد بن عبدالواحد الحنفی (ت۸۶۱ھ)، داراحياء التّراث العربی، بيروت

☆ **فتح المعين** علی شرح الکنز لمنلا مسکين، للعلامة السيد محمد أبی السعود الحنفی، مکتبة العجائب لزخز العلوم، کوئٹة

☆ **الکافی**، للحاکم الشهيد مع شرحه للسرخسی الإمام أبی الفضل محمد بن محمد بن أحمد المروزی الحنفی (ت۳۴۴ھ)، تحقيق أبی عبد الله محمد حسن محمد حسن إسماعيل الشافعی، مکتبه رشيديه، کوئٹه

☆ **کتاب الآثار** لأبی يوسف، الإمام الجليل النبيل قاضی القضاة يعقوب بن إبراهيم الأنصاری الحنفی (ت ۱۸۲ھ)، دار الکتب العلمية، بيروت

☆ **کتاب الآثار** للشيبانی، الإمام الحافظ المجتهد الرّبانی أبی عبد الله محمد بن الحسن الحنفی (ت ۱۸۹ھ) ، إدارة القرآن و العلوم الإسلامية، کراتشی، الطبعة الأولی ۱۴۱۹ھ

☆ **کنز الإيمان**، للإمام أهل السنّة ، الإمام أحمد رضا الحنفی(ت ۱۳۴۰ھ)، المکتبة الرضوية، کراتشی

☆ **کنز الدّقائق** (مع شرحه لابن نجيم)للنّسفی، حافظ الدين أبی البرکات عبدالله بن محمود بن أحمد الحنفی (ت۷۱۰ھ)، دارُالکتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولیٰ۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۷م

☆ **کنزالدّقائق**، للنّسفی، حافظ الدين أبی البرکات عبدالله بن محمود بن أحمد الحنفی (ت۷۱۰ھ)، اعتنی به راشد مصطفی الخليلی، المکتبة العصرية، بيروت، الطّبعة الأولیٰ۱۴۲۵ھ۔ ۲۰۰۵م

☆ **لب لباب المناسك** للقاری (من مجموع رسائله) ، نور الدين علی بن محمد

سلطان الهروی الحنفی (ت١٠١٤هـ)، تحقیق ماهر أدیب حبوش، المکتبة المعروفیة، کوئته

☆ **لُباب المناسك** وعُبَاب المسالك (مع شرحه للقاری)، للإمام رحمة اللّٰه بن عبداللّٰه بن إبراهیم الدّربیلی السِّندی الحنفی (ت٩٩٣هـ)، دارُالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤١٩هـ-١٩٩٨م

☆ **لمعات التنقیح** فی شرح مشکاة المصابیح للدهلوی، العلّامه المحدّث عبد الحق بن سیف الدین البخاری البخاری الحنفی(ت ١٠٥٢هـ) تحقیق الدکتور تقی الدین، مکتبة علوم الإسلامیة، لاهور

☆ **المبسوط**- للإمام السرخسی، شمس الدین أبو بکر محمد بن أحمد بن أبی سهل الحنفی (ت٤٨٣هـ)، دار الفکر، بیروت، الطّبعة الأولی ١٤٢٠هـ- ٢٠٠٠م

☆ **مجمع البحرین**،لابن الساعاتی، الإمام مظفر الدّین أحمد بن علی بن ثعلب الحنفی (ت٦٩٤هـ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٦هـ- ٢٠٠٥م

☆ **المحیط البرهانی** لإبن مازة ،الإمام أبی المعالی محمود بن أحمد بن عبدالعزیز البخاری الحنفی (ت ٦١٦هـ)،تحقیق الشیخ احمد عز عنایة،دار إحیاء التراث العربی ،بیروت،الطبعة الأولی ١٤٢٤هـ-٢٠٠٤م

☆ **المحیط البرهانی** لإبن مازة ،الإمام أبی المعالی محمود بن أحمد بن عبدالعزیز البخاری الحنفی (ت ٦١٦هـ)،إدارةالقرآن والعلوم الإسلامیة ،کراتشی،الطبعة الأولی ١٤٢٤هـ-٢٠٠٤م

☆ **المحیط** للسرخسی ،الإمام شمس الدین أبو بکر محمد بن أحمد بن أبی سهل الحنفی (ت٤٨٣هـ)،مخطوط مصوّر

☆ **المختار الفتوی**، للموصلی، الإمام مجدالدّین عبداللّٰه بن محمود الحنفی

(ت٦٨٣هـ)، تحقیق مرکز البحوث والدّراسات، مکتبة نزارمصطفیٰ الباز، مکة المکرمة، الطّبعة الأولیٰ١٤١٨هـ-١٩٩٧م

☆ **مختصرالقدوری** فی فقه الحنفی، للإمام أبی الحسن أحمد بن محمد بن أحمد بن جعفر البغدادی الحنفی(ت٤٢٨هـ)، تحقیق الشّیخ محمد محمد کامل عویضة، دارُالکتب العلمیّة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤١٨هـ- ١٩٩٧م

☆ **مراقی الفلاح** فی شرح نور الإیضاح، للشرنبلالی، العلامة حسن بن عمار الحنفی (١٠٦٩هـ)، مکتبة مرزوق، دمشق

☆ **مرقاة المفاتیح** للقاری، نور الدین علی بن محمد سلطان الهروی الحنفی (ت١٠١٤هـ)،دار الکتب العلمیة، بیروت ، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢٢هـ- ٢٠٠١م

☆ **المسالك** فی المناسك، للکرمانی، أبی منصور محمد بن مکرّم بن شعبان الحنفی (ت٥٩٧هـ)، تحقیق الدکتور سعود بن إبراهیم، دار البشائر الإسلامیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٤هـ- ٢٠٠٣م

☆ **المستدرك** علی الصحیحین- للحاکم، أبی عبدالله النیسابوری (ت٤٠٥هـ)، دار المعرفة، بیروت، الطبعة الثانیة ١٤٢٧هـ- ٢٠٠٦م

☆ **المسلك المتقسط** فی المنسك المتوسّط، للقاری، نور الدین علی بن محمد سلطان الهروی الحنفی (ت١٠١٤هـ)، محقّق محمد طلحه بلال أحمد مینار، المکتبة الإمدادیة، مکة المکرمة، الطّبعة الأولیٰ ١٤٣٠هـ- ٢٠٠٩م

☆ **المسند**، للإمام أحمد بن حنبل الشیبانی (ت٢٤١هـ)، المکتب الإسلامی، بیروت

☆ **المصنَّف** لابن أبی شیبة، الإمام أبی بکر عبداللّٰه بن محمد العبسی الکوفی (ت٢٣٥هـ)، تحقیق محمد عوّامة، دارقرطبة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ١٤٢٧هـ- ٢٠٠٦م

☆ **المعجم الأوسط** - للطبرانی أبی القاسم سلیمان بن أحمد (ت٣٦٠هـ)

تحقیق محمد حسن محمد حسن إسماعیل الشافعی، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٠هـ ١٩٩١م

☆ **ملتقی الأبحر** (مع شرحه) للحلبی، العلّامة إبراهیم بن محمد بن إبراهیم الحنفی (ت٩٥٦هـ)، دارالبیروتی،دمشق،الطبعة الثانیة ١٤٢٦هـ٢٠٠٥م

☆ **المنسك الصغیر** مع شرحه (من مجموع رسائل الملا القاری) ، للإمام رحمة اللّٰه بن عبداللّٰه بن إبراهیم الدّربیلی السِّندی الحنفی (ت٩٩٣هـ)، تحقیق ماهر أدیب حبوش، المکتبة المعروفیة، کوئته

☆ **نور الإیضاح** ، للشرنبلالی، العلامة حسن بن عمار الحنفی (١٠٦٩هـ)، مکتبة المدینة،کراتشی

☆ **وقایة الروایة**، (و شرح الوقایة مع عمدة الرّعایة) للمحبوبی، الإمام تاج الشّریعة محمود بن صدر الشریعة الحنفی (٦٠٦هـ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ٢٠٠٩م

☆ **الهدایة** شرح بدایة المبتدی للمرغینانی- برهان الدین أبی الحسن علی بن أبی بکر الحنفی (ت٥٩٣هـ)، دار الارقم، بیروت